

ملک راج جری

جلد اول

سنکرت کی نہایت مشہور اور مستند تاریخ مصنفہ پڈت کلہن کا اردو
ترجمہ جو قدیم فرماںروایان کشمیر کے مفصل حالات کا خزینہ اور ان کے
عروج و زوال کی منہ بولتی تصدیق ہے
مترجمہ و مولفہ

ٹھاکر اچمر چند شاہ پوریہ مصنف رامائن بطرز ناول -
وقائع راجستھان یا تصدیق وغیرہ

۱۹۱۲ء

جلد ۱/ 36

منصور حیدر راجہ

سیوک مشیوم پریس لاہور میں طبع ہوئی

ملک راج جری

جلد اول

سنسکرت کی نہایت مشہور اور مستند تاریخ مصنفہ پنڈت کلہن کا اردو
ترجمہ جو قدیم فرمانروایان کشمیر کے مفصل حالات کا خزینہ اور ان کے
عروج و زوال کی منہ بولتی تصویر ہے

مترجمہ و مولفہ

ٹھاکر اچھر چند شاہ پوریہ مصنف رامائن بطرناول -
وقائع راجستھان یا تصویریں وغیرہ

۱۹۱۲ء

۳۶/۰

سیوک مشین پریس لاہور میں طبع ہوئی

چند ضروری اشارات

(۱) چونکہ کتاب ہذا میں نوٹوں کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے شروع سے لے کر آخر تک دونوں جلدوں کے نمبروں کا سلسلہ ایک ہی قائم کیا گیا ہے تاکہ کسی نمبر کا نوٹ تلاش کرنے میں تکلیف نہ ہو۔

(۲) نوٹوں میں جہاں کہیں حوالہ کے طور پر جو نراج-شری دریا پر جا بھٹا اور شنگ کی راج ترنگتی کا ذکر آیا ہے۔ وہاں مصنف کا نام دیا ہوا ہے لیکن جس جگہ صرف ترنگ اور شلوک کے نمبر دئے ہوئے ہیں اس سے مراد کلہن کی راج ترنگتی (سنسکرت کی اصلی کتاب) سے ہے۔

(۳) لوگ سمتوں کے ساتھ جو سنین عیسوی درج ہیں۔ وہ سٹاین صاحب کے حساب کے مطابق ہیں۔

مکتبہ

میں آج اس کتاب کو امید اور تذبذب دونوں قسم کے احساس اپنے دل میں
 لے کر اردو خواں پبلک کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ تذبذب صرف اس بات کا ہے
 کہ پبلک جسکا ذائقہ ادب کے لڑکچہ سے بہت کچھ بگڑ چکا ہے۔ جو اردو کتابوں
 کو زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر وقعت دینا پسند کرتی ہے۔ کہ انہیں پڑھ کر ہنسیک
 دیا جائے۔ میرے اس ناچیز تحفہ کو کس نگاہ سے دیکھے گی؟ امید جس کے ساتھ
 سرت قلبی کا جزو بھی مشترک ہے۔ اس بارے میں ہے کہ یہ کتاب قریب مستقبل
 میں ہندوؤں کی صحیح تاریخ کی تعمیر کا ایک پتھر ثابت ہونے والی ہے۔ قریب
 ہندوؤں پر جو الزام قائم کیا جاتا ہے۔ کہ ان میں تاریخ نگاری کا مادہ موجود نہ تھا
 یہ اس الزام کو روکنے کی ایک ابتدائی کوشش ہے۔ وہ وقت عنقریب آنیوالا
 ہے۔ جبکہ مختلف حاسیاں ملت کی کوششوں سے ہندوؤں کا آزادانہ طور پر
 ایک عظیم الشان تاریخی ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ لیکن اس ذخیرہ کا ایک ہی وقت
 ظہور میں آجانا امر محال ہے۔ پس اس کتاب کو اس ذخیرہ کا ایک جزو اسی عمارت

کی ایک اینٹ۔ اسی سچر کا ایک قطرہ یا اسی کل کا ایک پرزہ تصور کرنا چاہئے۔
 راج ترنگنی جس کا یہ ترجمہ ہے۔ وہ مشہور و معروف تاریخی کتاب ہے جسے آج سے
 ساڑھے سات سو سال قبل نامی گرامی شاعر کلھن پنڈت نے راجہ جے سنگھ والئے
 کشمیر کے عہد میں ۱۲۸۸ء میں بربان سنکرت لکھا تھا۔ اسمیں۔ پانچ سو سال سے
 زیادہ عرصہ کے تاریخی حالات بچا کئے گئے ہیں۔ فی الحقیقت یہ ہندو راجگان کشمیر کے
 عروج و زوال اور ان کی عظمت اور پامالی کا ایک دلغیرب مرقع ہے۔ جیسے دیکھنے
 سے یہ امر یا یہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ کسی قوم کے جاہ و جلال یا سستی و ذرا ماندگی کا انحصار
 بدرجہ اتم اس کے فرمانرواؤں پر ہوتا ہے۔

ہندوستانی اور یورپین مؤرخ یکساں طور پر اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ
 راج ترنگنی کشمیر قدیم کی نہایت معتبر تاریخ ہے۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو ہندوؤں
 کی گذشتہ عظمت کی تصویریں ناظرین کی آنکھوں کے روبرو پھیرا دیتی ہے۔ اور جس
 نے اس لحاظ سے اس تاریخی کو جو مفروضہ طور پر ہن۔ وستان کی تاریخی دنیا پر چھائی
 ہوئی تھی۔ دور کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ زمانہ کے انقلاب کے ماحقوں جب
 سنکرت لٹریچر کی کساد بازاری و وقوع میں آئی تو اس کے ساتھ ہی یہ بیش بہا
 تاریخ بھی قعر فراموشی میں جا پڑی۔ اور یہاں تک آنکھوں سے پہنا ہی کہ زمانہ
 حال کے نوجوان اس کے نام تک سے نا آشنا ہو گئے۔ لیکن ہم یورپ کے محققوں اور
 علوم شرقیہ کے ماہروں کے جہاں تک ممنون احسان ہوں بھڑا ہے کیونکہ ان کی
 محنتوں کا نتیجہ آج اس قدیم تصنیف کی برقراری کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ اگر
 سترقین یورپ اس طرف توجہ نہ دیتے۔ تو ممکن ہے کہ بعض سنکرت تصانیف
 کی طرح یہ کتاب بھی آج صفحہ عالم سے محو ہو جاتی۔

مجھے اس موقع پر اس معاملہ پر بحث نہیں کرنا ہے کہ جب ہندو دنیا کو اس

کتاب کی موجودگی کی خبر ہوئی تو اسے کس تجسس اور محنت سے پیا کیا گیا نہ اس بات سے کچھ سروکار ہے کہ اس کے کتنے غلط یا صحیح ایڈیشن چھاپے گئے۔ ہاں اس قدر سرسری طور پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی زبان میں اس کے مشہور تراجم فی زمانہ صرف دو ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جن میں سے ایک تو وہ ہے جو بالو جوگنیش چندر دت نے جو بالو رومیش چندر دت آنجنانی مشہور و معروف موسخ و پائٹیشن کے بھائی ہیں۔ کلکتہ ایڈیشن کے ٹیکسٹ کی بناء پر کیا ہے۔ اور دوسرا وہ جو مسٹر ایم۔ اے۔ سٹائین سالیٹر رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی نے متعدد مسودوں اور ٹیکاکاروں کے ٹیکا کی بناء پر مختلف پنڈتوں کی مدد سے سرانجام دیا۔ اور جولن دن میں چھپا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسر دت کا ترجمہ بجائے خود ایک قابل داد چیز ہے۔ لیکن جو محنت سٹائین صاحب نے اس کام پر صرف کی ہے۔ اس کا اندازہ بہت کم ہندوستانی اہل قلم لگا سکتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آزادانہ تحقیقات سے راج ترنگنی کے مختلف واقعات کی تاریخی اہمیت ثابت کر دکھائی ہے۔ اور اس کتاب کے ترجمہ کی وقعت اپنے نوٹ و حواشی کے ذریعہ دو بلا کر دی ہے۔

میں مانتا ہوں کہ جو لطف کسی کتاب کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے وہ اس کے ترجمہ کے مطالعہ سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مشہور اہل الرائے کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے صحیح حالات معلوم کرنا چاہے۔ تو اسے لازم ہے کہ اس کے لٹریچر کا اس کی اپنی زبان میں مطالعہ کرے۔ لیکن زمانہ کی زبردست رونے سنکرت پڑھنے پڑھانے والوں کو ہندوستان سے معاف کر دیا چند ایک عالموں کے وجود سے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ ہرگز اس بات کی توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ اس بیش بہا تاریخی خزانہ کی اشاعت کا ذریعہ بن سکیں۔ اس صورت میں اس کتاب کا مطلب عام فہم بنانے اور اسے ہندو قوم کے

یا مکتوب تک پہنچانے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ کہ کتاب مذکور کا ترجمہ علم
فہم سلیس اور با محاورہ ہندوستانی میں کیا جائے۔ ان مقاصد کو مد نظر رکھ کر یہ کتاب
جو زیادہ تر سائیں صاحب کے ترجمہ پر مبنی ہے۔ لیکن جس میں مسرودت کے ترجمہ و
دیگر اردو تراجم سے بھی خاطر خواہ مدد ملی گئی ہے۔ پبلک کے روبرو پیش کی جاتی ہے۔

اس سے پہلے بعض حضرات نے اس کتاب کی اشاعت پر توجہ دی۔ لیکن ہر حالت
میں ان کی کوششوں میں ایک بڑا نقص یہ قائم رہا کہ ہر ایک نے اپنے مذاق اور مذہبی
عقیدہ کے مطابق اصل کتاب کو کانٹ چھانٹ کر اس کی شکل ہی تبدیل کر دی۔ یہی
باعث ہے کہ بحالت موجودہ جس قدر کشمیر قدیم کی برائے نام تاریخیں موجود ہیں۔ وہ گویا
مترجم یا مولف کے ذاتی خیالات کا عکس ہیں۔ اصل کتاب کی خوبیاں اول تو ان

میں بالکل ہی ناپید ہیں۔ اور جو کہیں کہیں نظر بھی آتی ہیں۔ تو ان کے معنی اس قدر
بگاڑ دئے گئے ہیں۔ کہ بادی النظر میں کوئی شخص دونوں کی مطابقت پر یقین نہیں
ایک پیشتر کی حیثیت میں اس کتاب کو ناظر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے میر صرف

اسی قدر پر و لوگ پر اکتفا کرنا شاید زیادہ موزوں ہوتا۔ لیکن بعض باتیں مجھے اس
بیان کو ختم کرنے سے پہلے چنید اور الفاظ بھی کہ ڈالنے پر مجبور کرتی ہیں۔ جو ہندوستان

کی موجودہ تمدنی حالت پر نظر کرتے ہوئے لکھ دینے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ میں اس
بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کتاب جس زمانہ کی تصنیف ہے۔ اول سے آخر تک اسی کے

رسم و رواج اور مذہبی عقائد میں رنگی ہوئی ہے۔ اس کے ابتدائی حصوں میں بعض باتیں
ایسی بھی درج ہیں جو آج کل کی سائنٹفک روشنی میں بعید از قیاس اور ناممکن الودیع

خیال کی جاتی ہیں۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ مذہب کو تاریخ سے جدا رکھنا کسی مورخ کا

فرض اولے ہونا چاہیے۔ تاہم میں ان لوگوں کے خیالات کی عزت کرتا ہوں جو مجھ سے

اس بارہ میں اختلاف رائے رکھتے ہوں۔ یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کے

کو مورخ کی گپ قرار دیتا ہے۔ ایک عیسائی محقق حضرت عیسیٰ کے کئی ایک سردوں کو زندہ کر دینے کا قائل ہے۔ مگر وزیر سندھی مٹی کے جو گنیوں کے ہاتھوں دوبارہ زندہ ہوئے کو سراسر باطل اور محض دروغ ٹھہراتا ہے۔ ایک یہودی ہر چند کہ حضرت موسیٰ کی قوم کے لئے ہر روز صبح کے وقت آسمان سے من و سلوا کا انزا صحیح سمجھتا ہے تاہم راجہ تو بخن کے عہد میں اسکی قحط زدہ رعایا کے لئے صادق القول رانی داک شپٹا کی دعا کی تاثیر سے ہر ایک گھر میں کبوتروں کا پہنچنا خلاف قیاس اور سرسبز مبالغہ آمیز سمجھتا ہے۔ دونوں حالتوں کا مقابلہ کر کے فرمائے۔ انصاف اسی کا نام ہے اگر آپ تعصب کے حشر کو اتار کر ایک آزاد اور راست گفتار مورخ کے ساتھ ساتھ عہد عتیق کے واقعات کی تصاویر دیکھنے کے خواہشمند ہوں۔ تو مناسب طریق عمل یہی ہو سکتا ہے کہ فوق الفطرت واقعات کو اسی نگاہ سے دیکھیں جیسے مذہبی امور کو دیکھتے ہیں۔ یعنی دیکھیں سمجھیں تو منہ باریں سطور بالا میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ راج ترنگنی کے ہر ایک واقعہ کو درست تسلیم کر لینا ہی ضروری ہے۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ اپنی مذہبی کتابوں کے معجزات اور بادی النظر میں خلاف قیاس واقعات کی درستی کے قائل ہوتے ہیں۔ انہیں کسی تاریخی کتاب کی تحریر میں محض اس بناء پر دست اندازی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ اس کے خاص خاص واقعات ان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ یا اس قدر دقیق ہیں کہ ان تک ان کی عقل کام نہیں دے سکتی۔ ہمارے اس خیال کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس زمانہ کی کوئی اور معتبر تاریخ موجود نہیں تاکہ دونوں کی تطبیق سے کوئی آزادانہ اختلافی فیصلہ صاف کیا جاسکے۔

اسی ضمن میں یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ جن باتوں کو آج سے سو سال پہلے ہم بالکل بعید از فہم و خارج از امکان قرار دیتے تھے وہ اب ممکن الوقوع سمجھی جانے لگی ہیں۔

ہرگز یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہم تاریخ کے کسی واقعہ کو محض اس لئے قلم زن کر دیں کہ وہ
ہمارے مذہبی عقائد سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تاریخ قدیم کے فوق الفطرت واقعات کو ہمیں
وہی ہی تقدیس کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ جیسے کسی مذہب کے عقائد کو خواہ وہ کتنے
بھی بعید از عقل یا خارج از فہم ہوں دیکھا جاتا ہے۔

میرا ایک راسخ الاعتقاد ہندو دوست اس بات کا معتقد ہے کہ راجہ ہریشچندر جسم
سمیت سورگ کو چلا گیا تھا۔ ایک سکھ اس بات پر مصر ہے کہ گورو نانک صاحب جسم
کنیف کے ساتھ ہی عالم جاودانی کو سدھار گئے تھے۔ پیروان ملت اسلام اس بارہ میں
یقین واثق رکھتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب واقعہ میں خداوند تعالیٰ سے ملنے آسمان
پر تشریف لے گئے تھے۔ اور ہمارے عیسائی بھائی حضرت عیسیٰ کے قبر سے نکل کر معہ جسم
کے آسمان پر پہنچ جانے کو درست مانتے ہیں۔ جب معاملات کی یہ صورت ہے تو میری
دانست میں کسی مذہب کے پیرو کو بھی اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ راج تریگنی
کا مطالعہ کرنے کے بعد راجہ پرور سین ثانی یا راجہ سدرھ کے زندہ سورگ میں پہنچ
جانے کو قابل تضحیک خیال کرے۔ ہمارے لئے اس قسم کے واقعات ایک ہالہ تقدیس
کے اندر چھپے ہوئے ہونے چاہئیں ہو سکتا ہے کہ ہمارا ضمیر ان کے وقوع پذیر ہونے
کا قائل نہ ہو۔ نہ ہی بہر نوع ہمیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ ہم انہیں بے سوچے
سمجھے فرضی اور من گھڑت تسلیم کر کے ان پر اعتراض کرنے لگ جائیں۔

میں اپنے منشاء کو چند ایک مثالوں کے ذریعہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں
ایک مسلمان اس بات کا تو معتقد ہے کہ کعبہ کا سنگ اسود کسی زمانہ میں جاندار فرشتہ
تھا۔ لیکن بعد میں بد دعا کی وجہ سے پتھر بن گیا۔ مگر وہ برہمنوں کی بد دعا سے راجہ دامو
ثانی کے سانپ بن جانے کے واقعہ پر مضحکہ اڑاتا ہے۔ ایک راسخ الاعتقاد ہندو گوتم
کی بد دعا سے اہلیہ کا پتھر ہو جانا قرین قیاس سمجھتا ہے لیکن راجہ دامو در کے واقعہ

لگی ہیں۔ فی الحقیقت ان میں سے اکثر تو ایسی ہیں جن پر فی زمانہ عمل ہو رہا ہے۔ سائنس
 ایک جادو ہے۔ اور سائنس دانوں کے کرشمے شعبہ بازوں کے حیرت میں ڈالنے والے
 کھیلوں سے کم درجہ نہیں رکھتے۔ لیکن اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ دنیا میں صرف
 تاریخ ہی اپنے آپ کو ہمیں دوہراتی۔ ہر چیز جسمیں سائنس بھی شریک ہے اپنے آپ کو
 دوہراتی ہے۔ جو سائنسٹفک انکشافات و ایجادات آج کل ہمیں محو حیرت کئے دیتی ہیں ایک
 زمانہ میں یقیناً ہمارے اسلاف کو معلوم تھیں۔ ہندوستان چین۔ اور مصر۔ بابل اور یونان
 میں سائنس اس وقت اپنی عجیب و غریب روشنی نمودار کر چکی ہے جبکہ ایک عالم تاریکی میں
 چھپا ہوا تھا۔ آج سے تیس سال اس طرف کوئی شخص ہندو بزرگوں کے یوگ کی حیرت
 خیز طاقتوں کا قائل نہ تھا۔ مگر موجودہ علوم سمیرم و ہنیا طزم کے ماہران کی معلومات
 پر مباد کر رہے ہیں۔ ایک وقت تھا جبکہ لوگ سنجے کے کئی کوس کے فاصلہ پر بیٹھ کر دہتر
 کو میدان جنگ کی خبریں بتلانے کو محض مبالغہ ہی مبالغہ خیال کرتے تھے۔ لیکن جب
 گلیلو نے دور بین ایجاد کی تو سائے عالم پر یہ بات واضح کر دی کہ مہا بھارت کا یہ
 واقعہ ہشیش کے خواب کا درجہ نہ رکھتا تھا۔ سارنیل کی ایجاد سے پہلے لوگ اس بات
 کے ماننے کو ہرگز تیار نہ تھے کہ ایک زمانہ میں راگھو بہمن نے آسمان پر مصنوعی چاند
 پیدا کر کے دکھا دیا تھا۔ جب تک برقی قوت کا پتہ نہ لگا تھا کسی شخص کو اس بات
 کی صداقت پر اعتبار نہ آتا تھا کہ جنگ کے موقع پر زمانہ سلف کے ہندو تیزوں کی
 طاقت سے دشمن کی فوجوں کو بیہوش کر دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں قدیم بھارت ورش کے
 رشی حکما مینہ برساتے تھے۔ اس اچھے کی توضیح ان پور میں عالموں سے کروائے۔
 جو آج کل مصنوعی طور پر بارش کرنے کے طریقوں پر غور کر رہے ہیں۔ ایسے ہی جب راجا
 ادکھا جادو ہنسی شہزادہ پر نادیدہ فریفتہ ہو گئی۔ لیکن مطلوب کا نام اور پتہ جیسے سے
 قاصر رہی تو اسکی بے چینی دیکھ کر حیرت رکھنے والے جو اسکی مصاحبہ تھے۔ اسکی ذہنی تصویر

اتار دی۔ اور جتلا دیا۔ کہ وہ شہزادہ فلاں ہے۔ قدیم ہندوؤں کی روایات میں بوانوں کا ذکر شکر آجکل کے نوجوان ہنس دیا کرتے تھے۔ لیکن اب جبکہ مغرب میں آلات پرواز اور ہوائی جہازوں بدن ترقی کرتے چلے ہیں۔ اس بارے میں لوگوں کے تمام شکوک رفع ہوتے چلے ہیں۔ قدیم مصر میں ایک خاص دیوتا کی پجاریں عورت کو دختر آفتاب کہا کرتے تھے۔ اس کے اختیارات اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ بادشاہ تک کو اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔ اس عورت کو خبر سانی کے جو وسائل حاصل تھے وہ آجکل کے سائنس دانوں کو محو حیرت کرنے والے ہیں۔ شام کے وقت جب وہ باغ میں سے گذرتی تو روش کے دونوں جانب روشنی کے حروف میں دن بھر کی خبریں کسی پوشیدہ کل کے ذریعہ خود بخود لکھی جاتیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد خود ہی مٹ جایا کرتی تھیں۔ مصر کے میناروں اور ابوالھول کی تعمیر اب تک بڑے بڑے انجینروں کی عقل چکر میں لادیتی ہے کہ ہزار ہا ٹن وزنی پتھر کئی کئی سو فٹ کی بلندی تک کیونکر اٹھایا جاسکا ہوگا۔ مصر کی جنوب کی ہوئی لاشیں بخت نصر فرما زوائے بابل کی ملکہ کا معلق باغ اور قدیم اہل چین دیونان کی حیرت خیز ترقیات گو بادی النظر میں ایک عجیب و غریب مقام معلوم ہوتی ہیں تاہم سائنس شب و روز ان کے امکان کو ثابت کر رہی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ابھی اس بارہ میں کسی کیسی عجیب باتیں پردہ غیب سے نمودار ہونے والی ہیں۔

ان تمام واقعات پر نظر رکھتے ہوئے ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ قدیم تاریخی واقعات کی چھان بین میں۔ ہمیں کسی صورت میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لینا چاہئے۔ سطور بالا میں ان عجیب و غریب ترقیات کی جو قدیم دنیا کے لوگ حاصل کر چکے تھے صرف چند ایک مثالیں بطور مشتمل نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔ اور ان کے سلسلہ کو حد نامتناہی تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ لیکن ہمارے اس سبق کو حاصل کرنے کے

لئے کہ معلومات قدیم کا جس قدر مصالح بھی ہمیں حاصل ہو۔ اس کی پورے طور سے حفاظت کریں۔ اور اپنے نقطہ خیال سے ناممکن سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیں۔ صرف ان کا بیان ہی کافی ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بحث کی دلچسپی نے میرے قلم سے مضمون کی طوالت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن میری دانست میں ان امور کا ذکر کر دیا جانا از بس ضروری تھا۔ کیونکہ انہی خیالات کو ملحوظ رکھ کر اصل راج ترتیلی کا یہ مکمل ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہر شخص اس بات کا مختار ہے کہ وہ کسی واقعہ کی درستی کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ لیکن ہم اصل کتاب کا ایک فقرہ بھی نظر انداز نہیں کرتا جاپتے۔ وقت آئے گا جبکہ قیمتی ذخیرہ ہندوستان کی مستند تاریخ لکھنے والے کے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگا۔ اور اس سے پورے طور پر مدد لیا سکے گی۔ یہ کتاب کلھن پیٹ کی اصلی تصنیف کا لفظ بلفظ اردو ترجمہ ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ انکار شاستر کے مطابق لائق مصنف نے جو جو استعارات و تشبیہات اپنی کتاب میں باندھی ہیں۔ انہیں ان کی مناسب صورت میں اردو خواں پبلک کے دعوے پیش کیا جائے۔ اس اعتبار سے اس اردو میں سنسکرت لٹریچر کی نخل بندی کا گویا یہ پہلا موقع ہے۔

میں آج اس کتاب کو امیدوار تذبذب دونوں قسم کے احساس اپنے دل میں لے کر اردو خواں پبلک کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں کہہ سکتا علمی مذاق رکھنے والے حضرات کہاں تک اس کی قدر کریں گے۔ لیکن تو بھی ان دونوں میں امید کا عنصر ہے۔ کیونکہ آج تک دنیا میں کبھی کسی قسم کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ اسی باعث میں اپنی امید کرتا ہوں کہ حضرات ناظرین اس کا بغور مطالعہ کرنے پر یقیناً محفوظ ہوں گے۔

بالآخر میں ٹھا کر بھگت رام اور ٹھا کر لچمن سنگھ کا شکریہ ادا کرتا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنکی حوصلہ افزا تحریک نے مجھے اس مشکل کام پر آمادہ کیا۔ اور جنکی عملی امداد دیتے ہی ایسی ضخیم کتاب کو اردو لباس میں پبلک کے پیش کرنے کا موقع ملا۔

علامہ ازیں میں لالہ کنگا بشتن اور نیڈت گوالداس کا بھی بوجہ ان کی قلمی امداد کے بہت کچھ
 ممنون ہوں۔ لیکن سب سے بڑھ کر میرے اور پبلک کے شکریہ کے مستحق لالہ تیرتھ رام جی
 فیروز پوری ہیں جنہوں نے اس کتاب کے ترجمے۔ اس کے فٹ نوٹوں اور دیباچہ وغیرہ
 کی ترتیب میں باوجود اپنی عظیم الفرستی کے شروع سے لے کر آخر تک میرا ہاتھ بٹا لیا ہے
 درحقیقت اس کتاب کے ترجمہ کے لئے ایسے ہی بالیاقت۔ نکتہ رس اور وسیع معلوما
 رکھنے والے شخص کی امداد کی ضرورت بھی تھی۔

احمد حید۔ شاہ پوریہ

۵ اپریل ۱۹۱۲ء

دیباچہ

”حقیقی شاعروں کی وہ طاقت واقعی قابل تعریف ہے جو خواہ کسی بھی ہو امرت کی ندی پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ان کی اپنی شہرت اور نیز دوسروں کی ناموری غیر فانی ہو جاتی ہے۔ سوائے شاعروں کے..... اور کون ہے جو نا ماضی کے دلفریب کار ناموں کو لوگوں کی نظروں کے سامنے لا سکتا ہے؟“

(کلہن پنڈت)

ہماری وسیع تعلیم میں علم تاریخ کے مطالعہ کو صرف اس لئے مستند درجہ دیا گیا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص آسانی کے ساتھ اس بات کو معلوم کر سکے کہ ہم کیونکر اپنی موجودہ حالت تک پہنچے ہیں۔ ہر ایک آنے والی نسل کو ابتدا سے اپنے ارتقا کے حالات کی تحقیق کی مصیبت اٹھانا اور قدیم خیالات، حالات اور معلومات کا سراغ لگانے میں درد سہی نہ مول لینی پڑے۔ بلکہ لوگ متقدمین کے تجربات اور معلومات کو پیش نظر رکھ کر بغیر کسی دقت کے ان سے مستفید ہوں۔ اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کی طرف توجہ دے سکیں۔

(پروفیسر میکسمولر)

یہ امر یقین ہے کہ جو لوگ تاریخ کے کھوپرے کو نہ توڑیں وہ کبھی مغز تک نہیں پہنچ سکتے۔ دور دراز ممالک کی سیاحت اور عہد گذشتہ کے واقعات کا مطالعہ کرنے

کا حقیقی فائدہ یہی ہے کہ لوگوں کو اس تنگ خیالی سے بچا یا جائے جو اس صورت میں یقینی ہوتی ہے کہ ان کا تعلق صرف ایک ہی نسل اور ایک ہی مقام سے ہے کیونکہ اس حالت میں وہ مستثنیات کو قواعد معیہ اور اتفاقیہ امور کو اسباب لازم میں بلا جلا دیتے ہیں۔ (لارڈ میک لے)

تاریخ کا تعلق زیادہ تر بنی نوع انسان کے اس زمانہ کے افعال سے ہے جبکہ تہذیب اس قدر ترقی کر چکی تھی کہ لوگ ملکی تمدن کے رشتہ میں منسلک ہونے لگے۔ اور اس کا خاص منشاء سلطنتوں اور حکومتوں کی ابتداء ترقی اور زوال اور قوموں کے عروج و پیمانگی کے حالات کو برقرار رکھنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمان کے تلے ہر چیز میں لا محدود تبدیلی واقعہ ہوتی ہے۔ اور جو حالتیں افراد کو پیش آتی ہیں اپنی کا سامنا قوموں کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک قوم پر شباب کا ایک خوشگوار موسم آتا ہے جبکہ اس کی تمام طاقتیں نمودار ہونے لگتی ہیں۔ پھر بالغ مردانگی کا زمانہ آتا ہے۔ جب بیرونی عظمت کے ساتھ اندرونی خستہ بھی مشترک ہوتی ہے۔ اور آخر کار بڑھاپے کا بھی ایک زمانہ پیش آتا ہے جب وہی طاقتیں بتدریج ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے جب انسانی موت کی طرح اس قوم کو بھی ایک ایسی حالت میں سے گزرنا پڑتا ہے کہ یا تو وہ اپنے اندر کسی طاقت و رقوم کے لئے جگہ بنا جاتی ہے یا کسی غیر با اثر قوم کی مطیع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک قوم کے ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر تاریخی جنگی معرکوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ حکومت اور قانون سازی اور آرٹ اور لٹریچر کی فہمی ترقیات میں بسر ہوتا ہے۔ تیسرا یا آخری زمانہ وہ ہوتا ہے جس میں اجتماعی حقوق اور مختلف طبقات کے مدارج کی نسبت آپس میں جھگڑے فساد چھڑتے ہیں۔ اور نیز اس قسم کی پیچیدگیاں پیش آتی ہیں جو کسی مہذب اور حد زیادہ شائستہ قوم کو پیش آ سکتی ہیں۔

اس طرح پر صدیوں اور قرون کے تجربہ نے لوگوں پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ

حب الوطنی - عمدہ شہریت اور زندگی کی سادگی - سلطنتوں اور قوموں کی عظمت کا موجب ہوتی ہے - اور اندرونی فسادات کمزوری اور بزدلی اور عیش و نشاط کا شوق آخر کار انہیں قعر فحالت اور غارتیاہی میں جھونکنے کا موجب ثابت ہوتا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ فن تحریر کی ایجاد سے پہلے بھی بے انتہا قومیں اور سلطنتیں صفحہ عالم پر نمودار

زمانہ سلف کی تاریخ

اور محو ہو چکی ہیں۔ اپنے وقت میں انہوں نے ایک دوسرے سے لڑائیاں بھی کیں اور دیوانی صنوبر بھی قائم کئے۔ لیکن اس زمانہ کی کوئی تحریر موجود نہ ہونے کے باعث ہمیں جو معلومات حاصل ہو سکتی ہیں وہ غیر معتبر اور غیر مکمل ہیں۔ اس قسم کی گئی گزری ہوئی قوم کی نسبت واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ ان کے مذہبی یا قومی گیت۔ بعض اوقات وہ کہانیاں جو زبان زد عام چلی آئی ہوں اور ایک سے دوسرے شخص تک پہنچنے میں عجیب و غریب مبالغے حاصل کر چکی ہوں۔ یا ان کے علاوہ حدیثی کے حقیر قبروں یا مقبروں کے کتبے۔ قدیم عمارات کے ٹھنڈے عمارتی کتبے۔ سکے۔ اوزار۔ ہتھیار وغیرہ ^{سکتے} اس صورت میں اس زمانہ کے حالات کو جبکہ فن تحریر کی ایجاد ہوئی تھی۔ مبالغہ آمیز یا بعض صورتوں میں فرضی خیال کرنا چنداں غیر موزون نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس زمانہ کی تاریخ یقیناً معتبر ہے جبکہ مصنف معاصرانہ واقعات کا ذکر کرے۔ یا اپنے مضمون کو اس عرصہ تک محدود رکھے جس کے اسے براہ راست تحریری حالات حاصل ہو سکیں۔ جوں جوں تہذیب ترقی کرتی جا رہی ہے تاریخ واقعات کا علم زیادہ واضح اور معتبر ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تحریری واقعات کی کثرت محقق کے سامنے ایک اور قسم کی مشکل پیش کر دیتی ہے۔

یورپ کی ابتدائی تاریخ

جو لوگ محض ہندوؤں کو اس بارہ میں قصور وار ٹھہراتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں انہیں تاریخ

نگاری کا شوق نہ تھا۔ وہ اس بات کو حیرت کے ساتھ سنیں گے کہ یورپ میں بوسی پس
ڈایاکوش۔ جو ریڈرس وغیرہ نے جو قدیم تاریخیں لکھی ہیں ان کی معلومات کا دار و مدار
محض قدیم روایات اور قومی گیتوں پر ہے۔ مانا کہ اس قسم کے مصالح کو استعمال کرنے سے
بالخصوص اس صورت میں کہ اسے روشن ضمیری سے برتنا جائے محقق بہت سی مطلب کی
باتیں معلوم کر سکتا ہے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ ایسی کتابوں میں اصلی واقعات اور
فرضی کہانیاں ایک ایسے طریقہ پر ایک دوسرے سے ملائی ہوئی ہوتی ہیں کہ انہیں جدا
کرنا امر محال نظر آتا ہے۔ سنے کتبے اور عمارتیں بجائے خود بہت سی تاریخی واقفیت ہیا
کر سکتی ہیں۔ اور ان کے علاوہ جرمنی۔ انگلستان۔ فرانس وغیرہ میں جو ہن قوم کے لوگوں
کی قبریں دیکھی جاتی ہیں وہ بھی تاریخی معلومات کا ایک عظیم ماخذ ہیں۔ سوئزر لینڈ
اور جرمنی کی جھیلیوں کے عمیق حصوں میں بعض مینار پائے گئے ہیں جو اس جگہ کسی
ہنایت قدیم قوم کے آباد رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن ایسے ذرائع سے اس نسل کی
ابتدا اور نوعیت کی نسبت کوئی خاص یا معینہ واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض
یہ سب باتیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ قدیم واقعات کا تاریخی صورت میں قلم بند نہ
کیا جانا کچھ ہندوستان ہی سے مخصوص نہ تھا بلکہ مغرب کے ان بلاد میں بھی جنہیں
آج اپنی تہذیب و دانشگی پر ناز ہے یہی حالت تھی۔

ازمنہ سابقہ کی تاریخ نگاری { تاریخ نگاری کی ابتدائی کوششوں

معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں یورپ کے اندر سب سے پہلی کوشش یوریڈیز نے جو
یونان کے حکیم سقراط کا شاگرد تھا کی تھی۔ یہ شخص فیلقوس کے زمانہ میں گذرا ہے۔ اور
اس نے جو بحث کی ہے وہ بجائے خود بہت کچھ قابلِ داد ہے۔ اس کے مقابلہ میں
روما کی قدیم ترین تاریخ وہ ہے جو جولیس ڈنٹیلش نے سن ۱۹۰ ق م میں لکھی تھی۔

لیکن انگلستان میں اس طرف سب سے پہلی جو کوشش کی گئی وہ مسئلہ میں عمل میں آئی۔ جو مقابلہ ایک طویل عرصہ بعد کا زمانہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستان کی رائے اور ہما بھارت جو دو مشہور تاریخی کتب ہیں۔ نہایت قدیم زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دوسرے ملکوں کی یہ نسبت تاریخ نگاری کا فن ہندوستان میں بہت پہلے سے موجود تھا۔

لیکن بارہا یہ سوال اٹھایا جاتا ہے۔ کہ اگر قدیم ہندوستان کی تاریخ قدیم { لیکن بارہا یہ سوال اٹھایا جاتا ہے۔ کہ اگر قدیم ہندوستان کی تاریخ قدیم } تاریخ نگاری کے ضروری اوصاف رکھتے تھے تو کیا باعث ہے کہ اس زمانہ کی مکمل یا مسلسل تاریخیں آجکل کہیں نظر نہیں آتیں؟ اس بارہ میں ہندو یا مسلمان محقق ایک دوسرے کے متضاد رائے رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کا بیان تو یہ ہے۔ کہ قدیم ہندوستان کی تاریخیں لکھی ضرور گئی ہیں۔ لیکن مسلمان حملہ آوروں نے کتب خانہ سکندریہ کی طرح انہیں معہ دیگر کارآمد کتب کے جلا کر برباد کر دیا ہے۔ سلطان محمود غزنوی اور اسی قماش کے دوسرے وحشی حملہ آوروں نے جن کا واحد خیال غزنی جیسے اجاڑ مقامات کو آباد کرنے کے لئے ہندوستان کو ہریلو سے برباد کرنے کا تھا ان بیش قیمت تصانیف کو بھی اندھا دھند جمع کئے ہوئے لوٹ کے ال میں شامل کر لیا تھا۔ اور جب ان سے انہیں کوئی خاص فائدہ حاصل ہوتا نظر نہ آیا تو بالآخر انہیں جلا یا برباد کر دیا گیا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں اور ان کے ساتھ یورپین محققوں کے ایک گروہ کو اس بات پر اصرار ہے کہ قدیم اہل ہندو کی تاریخ کبھی لکھی ہی نہیں گئی۔ اور نہ انہیں وقائع نگاری کا شوق تھا۔ دو نو فریق اپنے اپنے دعوے کے ثبوت میں بڑی بڑی دلائل پیش کرتے ہیں۔ لیکن ایک آزاد محقق کا فرض ہے کہ وہ فریقین کے دلائل سن کر بغیر کسی طرفداری کے ان نتائج کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو واقعات سے ثابت ہوں۔

کسی حق پسند کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان حملہ آوروں نے ہندوستان کے قدیم لٹریچر کو ضرور صدمہ پہنچایا ہے۔ جس قوم نے مصر کے سفنکس یا ابو الہول کی ظاہری صورت محض اس بناء پر بگاڑ دی تھی کہ وہ ایک قدیم تہذیب کی یادگار تھی جس قوم کے ایک فرمانروا نے خزانہ کی تلاش میں اہرام مصر کو کھدوانا شروع کر دیا تھا جس قوم نے دہلی کے ایک قدیم یادگاری مینار کی کسی قدر مہیت تبدیل کر کے اسے قطب مینار کا نام دیدیا تھا۔ اس سے یہ بات چنداں بعید از توقع نہیں ہو سکتی کہ ایک ایسی قوم کی جو بجاظہ تہذیب و شائستگی نصف النہار پر پہنچ چکی ہو متعدد چوٹی کی تعمیرات کو صنائع کر دے یا جلادے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اس اول الذکر قوم کے لئے آخر الذکر کا تاریخی اور علمی خزانہ محض ایک بے حقیقت شے ہوگا۔ یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ محمد بن سام نے جو سلطان بختیار خلجی کا جرنیل تھا۔ نالندہ اور ادونت پوری کے کتب خانے جلادے تھے۔ ایسے ہی علاو الدین خلجی نے انہلواڑ اور پٹن اور فیروز شاہ تغلق نے گوانہ میں بہت سی کتابیں آگ کی نذر کی تھیں اورنگ زیب عالم گیر نے بجا طور پر الزام دیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کی کتابیں جہاں تک اس کے ہاتھ لگیں۔ اس نے آگ کی بھڑیٹ کیں۔ ایسی حالت میں زمانہ حال کے بعض اصحاب کا ایسے قدیم ہم قوموں کی کثوت پر پردہ پوشی کی کوشش کرنا چنداں موزوں یا الذہب نہیں کہا جاسکتا۔

یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ قدیم ہندو صنعت و حرفت۔ دستکاری۔ معماری۔ سنگ تراشی۔ شاعری۔ موسیقی۔ ڈراما وغیرہ میں معراج کمال کو پہنچ چکے تھے۔ ریاضی اور حساب میں انہیں بیطلوئے حاصل تھا۔ اس حالت میں یہ کیونکر قرن قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تاریخ نگاری کے فن سے نا بلد ہوں۔ بالخصوص اس صحت میں کہ جب بعض تاریخی کتابیں جو زمانہ کی دست برد سے بچ رہی ہیں اب تک دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اس

بات کو صاف طور پر ثابت کرتی ہیں۔ کہ ان کے مصنف اور بھی اس قسم کی کتابیں لکھنے کے اہل تھے۔

اس بات سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا **قدیم ہندوؤں کا معراج ترقی** کہ زمانہ قدیم کے آریہ ہندوؤں نے ہر فن اور شعبہ میں اس درجہ ترقی حاصل کر لی تھی جس کا اندازہ کر کے آج حیرت ہوتی ہے۔ جیکالٹ صاحب اپنی کتاب "بائبل آف انڈیا" میں اس بات کو صاف لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ:-

جملہ علوم و فنون کا منبع آریہ ورت ہے اور تمام علوم اور اکثر مذاہب اسی ملک سے پھیلے ہیں۔

بنیائے شاستر (منطق) کے موجد گوتم رشی تھے۔ دیدانت کے عالمگیر خیالات ویسوی کے دماغ میں پیدا ہوئے۔ یوگ کی حیرت خیز طاقتوں کا انظار پاتنجل رشی نے کیا۔ سانکھ کا سرائاقانون کپل نے ترتیب دیا۔ علم مہیت و ریاضی کے موجد ہندو ہی تھے۔ آپوروید اور جراحی میں انہوں نے کمال پیدا کیا۔ ہندوستان ہی کے پیدائشوں نے دور بینوں کی مدد سے آسمان کے تمام ستاروں کی چھان بین کی تھی۔ مہنتہ کے دن انہی کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ لیچرج صاحب جہنیں کسی طرح پرہندوؤں کا طرفدار نہیں کہا جاسکتا اپنی مختصر تاریخ ہند (اردو ایڈیشن ۱۸۹۳ء) کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں:-

چھ دیوانگوں میں سے تیسرے دیدانگ کا نام دیا کرن یعنی صرف و نحو ہے۔ پانچی جو علم صرف و نحو میں ایک نہایت عالم و فاضل گذرا ہے۔ اس کا دیا کرن بڑا مشہور ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ پاستی بودھ مذہب کے بانی بدہ سے کچھ پیشتر گذرا ہے۔

یہی صاحب اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۳۰ پر چہرشی بدھ کی پیدائش کا زمانہ سنہ ۶۰۰

سے قریب پانسویس پہلے کا قرار دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ دوسرے ملک جہالت کی تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں صرف ونحو کا علم غایت درجہ کی لطافت حاصل کر چکا تھا۔

لیکن ہمیں اد پر دالے حوالے کا ابھی کچھ اور حصہ بھی درج کرنا ہے۔ لکھا ہے :-
آخر دیدانگ میں جوتش یعنی علم نجوم داخل ہے۔ اس فن کی نہایت پرانی کتاب جو موجود ہے وہ پراسر کی تصنیف سے ہے۔ مگر آریہٹ جوتش میں گزرا ہے وہ علم جوتش کا بڑا مصنف گنا جاتا ہے۔ اس نے زمین کی روزانہ محوری گردش کا حال لکھا ہے اور نیز بعض اور ایسی باتیں بھی دریافت کی تھیں۔ جو اس زمانہ کی حیثیت سے بہت بڑے چڑھ کو تھیں۔ اس علم میں ایک اور مصنف بھاسکر چاری نام ^{۱۱} کے قریب مقام میں علاقہ دکن میں پیدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس نے علم ریاضی کا ایک ایسا سلسلہ دریافت کیا تھا جو زمانہ حال کے ریاضی دانان یورپ کے مسئلہ جزیات سے بہت مشابہ ہے۔

یہی بھاسکر چاری یا بھاسکر اچارج تھا جس نے سب سے پہلے کشش ثقل کو دریافت کیا۔ نیوٹن جو سیب کو درخت سے گرنے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا تھا ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ حساب و مساحت جبر و مقابلہ سب ہندوؤں کی دماغی محنت کے آثار ہیں۔ سنسکرت کی پرانی کتاب سلب سوتر میں اقلیدس کی اشکال موجود ہیں۔ جیسا کہ پچھلے دلوں پر وفیسر ورج واس دت نے کلکتہ کے رسالہ ماڈرن ریویو میں لکھ کر ثابت کیا تھا کہ قدیم ہندوؤں میں زراعت کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ بجالیہ مغرب والوں کی توجہ اب اس طرف پڑنے لگی ہے۔

ہندوؤں کی تاریخیں کس شکل میں ہیں { اس تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ قدیم آریہ ہندو آرٹ اور

سائنس کے ہر شعبہ میں اس قدر ترقی حاصل کر چکے تھے۔ کہ ان کی نسبت یہ کہہ دینا کہ وہ تاریخ نگاری سے مس نہ رکھتے تھے گویا ان کی علمی واقفیت کی توہین کرنا ہے۔ البتہ فریقین میں اس بارہ میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اس کی ایک وجہ وہ اختلاف ہو سکتا ہے جو قدیم و جدید تاریخ نویسی میں پایا جاتا ہے۔

جس طرح اہل ہند کی طبائع دیگر ممالک کے باشندوں کے خواص طبیعت سے مختلف ہیں۔ اسی طرح ان کی علمی کتابوں میں بھی بمقابلہ اہل مغرب زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے مخفی نہ رہے کہ یہ فرق صرف تاریخ نگاری تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ ان کا فلسفہ نظم فن تعمیر وغیرہ سبھی باتیں ان سے جدا تھیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں تاریخ لکھی ضرور گئی ہے۔ لیکن ایک ایسے ڈھنگ پر کہ اسکی تحقیق صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس زمانہ کے تمدن و رواجات سے پورے طور پر واقف ہوں جس طرح بعد میں عرب میں ہوا۔ ہندوستان میں اسوقت ہر مضمون کو بصورت نظم ادا کرنے کا طریق زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔ رزم و بزم کے واقعات جو اس طرح پر منظوم کئے جاتے تھے وہ شروع شروع میں تو بھانڈوں اور کویوں (شاعروں) کو حفظ یاد رہا کرتے تھے۔ بعد میں جوں جوں فن تحریر کا رواج ترقی پکڑتا گیا یہی نظمیں تاریخی حیثیت میں کتابی صورت اختیار کرتی گئیں۔

چنانچہ اب بھی متعدد تصانیف اس قسم کی موجود ہیں۔ جسے محققان وسیع النظر اور مورخان باخبر کسی مکمل تاریخ کے لئے زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق کافی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے پوراٹوں کو لیجئے۔ لیتھرج صاحب اپنی تاریخ مذکور کے صفحہ ۳۸ پر رقم طراز ہیں۔

ان (پوراٹوں) میں صرف دیوتاؤں ہی کے نسب نامے اور تذکرے نہیں ہیں بلکہ بادشاہوں اور بڑے بڑے بہادروں کے کرسی نامے درج ہیں جنہیں سے بھڑ

ایسے ہیں کہ ان سے کچھ کچھ تاریخی حالات دریافت ہوتے ہیں۔

ایسے ہی مختلف والیان ریاست کے عہد حکومت کے انفرادی تذکرات سے بہت کچھ تاریخی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فارسی زبان کی قدیم شاعری کی طرح ان میں بھی استعارات و تشبیہات کی کثرت اور رنگین بیانی کے استعمال سے گوہر چھپ گئی پائی جاتی ہے تاہم کوئی محقق چاہے تو ان سے بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ ہندوستان کی قدیم تاریخی نظمیں گویا تاریخ ہی ہیں بعض حملہ آوروں کی دستبرد کے باوجود اب بھی جیسلمیر اور پٹن کے کتب خانوں میں اور راجپوتانہ کے رجواڑوں کے پاس کثیر التعداد تاریخی مضمون کی کتابیں ملتی ہیں جسے زمانہ موجودہ کے نقطہ خیال کے بموجب ایک مسلسل تاریخ مرتب ہو سکتی ہے۔

مشہور و معروف مورخ بابور و میش چندر دت جنکی تحریر بطور ایک سند کے مانی جاتی ہے اپنی تمہید میں جو انہوں نے مسٹر جوگیش چندر کے راج ترنگنی کے ترجمہ کے شروع میں لکھی ہے اس بارہ میں حسب ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

زمانہ سلف کے اہل ہندو کی کوئی معتبر تواریخ نہ ہونے کا افسوس سر ولیم جونز کے زمانے سے چلا آتا ہے۔ ہندوستان کے زمانہ قدیم کی مسلسل تواریخ قلم بند کرنے کی متواتر کوششیں کی گئی ہیں۔ مگر ہر ایک کوشش میں خواہ وہ کیسی ہی دانائی سے شروع کی گئی اور بڑی محنت اور استقلال سے کی جاتی رہی تھی بجز بابوسی اور ناکامیابی کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور زمانہ قدیم کی بابت تحقیقات کرنے والے ناکامیاب محققوں نے آخر اپنی رائے قائم کر لی ہے کہ اب اس کام کی تکمیل کی کوئی امید باقی نہیں وہ قوم جس نے زمانہ قدیم میں علم عروض سیاق اور کئی ایک دیگر علوم کو اس قدر عجیب و غریب کامیابی کے درجہ تک پہنچا یا ہمیشہ بغیر تواریخ کے ہی رہیگی۔ اور کہ ہندوستان کے گذشتہ زمانہ کے حالات ہمارے لئے ایسے ہی رہینگے جیسے کہ ایک

کتاب جو سات ہریں لگا کر نیک کی گئی ہو مادریہ ہریں کبھی نہ ٹھٹھکیں گی۔

”جہاں ہم زمانہ قدیم کے ہندوؤں کی کوئی تواریخ نہ ہو نیکا متقدّمین سے ملکر انوسوس پڑے
 وہاں ہم انکی اس رائے سے کہ ہندوستان کے قدیم زمانہ کے حالات ہماری رائے ایک نکل
 سرپر کتاب کی طرح ہیں کبھی اتفاق نہیں کر سکتے۔ جہاں ہم اس بات میں مان سے اتفاق
 کرتے ہیں کہ ہندوستان کے قدیم زمانہ کی مسلسل تواریخ لکھے جائیگی امید نہیں وہاں
 ہمارا یقین ہے کہ خواہ ہمیں ایک مسلسل تواریخ معلوم نہ بھی ہو پھر بھی قدیم ہندوؤں
 کی نسبت بہت سی مفید اور دلچسپ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ جہاں ہمیں امید نہیں
 کہ ہم کبھی ان بڑی بڑی لڑائیوں اور مختلف حکمران خاندانوں اور شہزادوں اور واقعات
 کے جو زمانہ قدیم میں ہندوستان میں ہوئے موجودہ ماخذوں سے مسلسل حالات
 تیار کر سکیں گے وہاں ہمیں یہ یقین ہے کہ اس وسیع مصلح سے مورخوں کو
 ان بزرگوں کی اصلی تواریخ اور ان کی عجیب شائستگی ہندو معلوم ہو جائیگی۔ اور وہ
 دیانت داری اور درستی سے آخر کار انکی قومی ترقی اور ان کے گدڑیوں اور کاشتکاروں
 کی صورت میں دریائے سندھ کے کناروں پر آباد ہونے کی تواریخ سے لے کر طاقتور اور خود
 مختار سلطنتوں کے قائم کرنے تک اور تمام ہندوستان میں مذہب و علم اور سہزکی عجیب
 و غریب ترقی پھیلانے کے حالات کا ایک خاکہ ضرور بنا سکیں گے۔ اگر ہمیں اس کام
 میں کامیابی ہو جائے اور اگر ہم معلوم کر لیں کہ کس طرح ہندو قوم نے آہستہ آہستہ
 ترقی کرتے ہوئے اپنی شائستگی حاصل کی۔ اور اگر ہمیں ہر ایک منزل یا زمانہ کی شائستگی
 کا پتہ لگ جائے۔ تو پھر ہمیں ہندوستان کی تواریخ کو مکمل کرنے کے لئے راجاؤں
 یا انکی لڑائیوں کی فہرست نہ ہونے کا چنداں انوس نہ رہیگا۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے متقدّمین کی ناکامیابی زیادہ تر ان کے غلط راستے پر چلنے
 کی وجہ سے تھی۔ انہوں نے اپنی تمام کوشش ہندوستان کے مختلف حصوں اور سلطنتوں

کے راجاؤں کی ایک نہرست بنانے میں صرف کردی۔ سرولیم جو نژاد ان کے ساتھی
 محققوں نے پوراؤں کی متواتر چھان بین کی اور کئی دفعہ نہرستیں بنائی گئیں۔ مگر
 کی تمام کم و بیش غلط اور مفید تھیں۔ ان کے بعد کئی اور محققوں نے بھی ان کے نقشہ
 قدم پر چلنے کی کوشش کی۔ اور سٹراچ، ہیرچ، دلسن صاحب نے ہمیں ہندوستان کے
 چند قدیم سے قدیم حکمران خاندانوں کی ایک نہرست تیار کردی لیکن مہاراقین ہے کہ
 یہ نہرستیں قریباً غلط ہیں بالفرض اگر انہیں درست بھی مان لیا جائے تو سمجھ میں نہ
 آتا کہ ہمیں سورج بنسی یا چندر بنسی خاندان کے راجاؤں کے ناموں کی لمبی لمبی نہرستوں
 سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ اگر ہندوستان میں (شمال میں) کشمیر سے لے کر جنوب
 میں اور وڈ اور کرناٹک تک ہر سلطنت کے راجاؤں کی ایسی ایسی نہرستیں تیار
 کرنا بھی ممکن ہو تو بھی ہمیں ہندوستان کی اصلی تواریخ کا اتنا ہی پتہ ملے گا جتنا کہ
 ان کی عدم موجودگی میں۔ اور ملک کی سچی تواریخ پھر بھی ہمارے لئے ایک سات ہڑوں
 سے بند شدہ کتاب کی طرح رہے گی۔

”خوش قسمتی سے جب سے زمانہ قدیم کے حالات کی تحقیقات کے طریقوں میں ترقی
 ہوئی تب سے ایسی کوششیں چھوڑ دی گئی ہیں اور ہمیں یہ سبق مل گیا ہے کہ ہم کو اس
 سے بہتر طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ موجودہ محققین کی کوششوں نے عموماً اور میکس مولر
 صاحب کی کوشش نے خصوصاً ہمیں یقین دلادیا ہے کہ جن وسائل سے ہندوستان
 میں آہستہ آہستہ شائستگی نے ترقی کی وہ معلوم کئے جاسکتے ہیں اور اس مصالح کے
 مطالعہ سے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اگرچہ ہمیں لڑائیوں یا راجاؤں کی تفصیلیں
 معلوم نہیں ہو سکتیں لیکن قوم کی ہر ایک زمانہ کی ترقی کے حالات دستیاب ہو سکتے
 ہیں کوئی بڑی قوم کبھی بھی اپنے خیالات اور کارہائے عظیم کے حالات قلم بند کئے بغیر
 نہیں گذر جاتی۔ اور اگر ایسے ریکارڈ ہندوستان میں بغیر کسی ارادے یا خواہش کے

خپوڑے گئے ہیں تو وہ اور بھی زیادہ معتبر ہیں۔ کیونکہ انکی پن چہان نہیں کی گئی۔ ہر ایک زمانہ اپنے وقت کے اٹھ بچہ میں اپنے خیالات اور شائستگی کا ایک فوٹو چھوڑ گیا ہے اور حجب ہم ان تصویروں کو اکٹھا کریں اور آہستہ آہستہ بڑھ کر جو ان ہوتی یا بڑھاپے کے باعث خفیف اور زار ہوئی ہوئی قوم کے خط و خال کا مقابلہ کریں تو ہمیں ایک نظر میں ہندو قوم کی تمام تواریخ اور اسکی شائستگی معلوم ہو جاتی ہے۔ نہ تو کہیں سلسلہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی کڑی گم ہوئی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اگر ہمیں سو سائٹی میں کوئی بڑی تبدیلی ملے ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ تو ساتھ ہی اس کے اسباب بھی موجود پاتے ہیں۔ اور چار ہزار سال کی مکمل مسلسل اور سچی تواریخ جسکا دنیا کی کوئی اور قوم دعوے نہیں کر سکتی۔ ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ اور وہ ایسی صاف جلی قلم سے لکھی ہوئی ہے کہ دوڑتا ہو آ آدمی بھی اسے پڑھتا چلا جاتا ہے۔

اب ہم ایسے طریقہ پر چل رہے ہیں جنہیں کوئی شک نہیں کہ اس کے ذریعہ موجودہ نسل کی مختلف کے نتائج بڑے ہی بار آور مفید ثابت ہونگے۔ یہ سچ ہے کہ ہندوستان کے زمانہ قدیم کی تواریخ ابھی لکھی جانی ہے۔ مگر مصالح جو ہم اس کے لئے جمع کر رہے ہیں وہ اتنا گراں بہا اور باخراش ہے کہ اس میں سے ایسی تواریخ کے نکالنے کے لئے ابھی بہت بڑے وقت کی ضرورت ہے اور ہمیں مختلف زمانوں کی کتابوں۔ ان کے قوانین اور ہندوستان کی اقوام کی شائستگی کی مختلف حالتوں کے متعلق سالہا سال تک صابرانہ تحقیقات اور نکتہ چینی کرنی پڑے گی۔ اور ایسی تحقیقات کے بعد بھی زیادہ گہری تفصیلات میں بہت کچھ باتیں ایسی ہونگی جنکا ہمیں کچھ پتہ نہیں ملے گا اور جو مشکوک رہنگی۔ مگر باوجود اس کے بڑی درستی اور صفائی کے ساتھ ایک قوم کی تواریخ کا ایسا عام خاکہ تیار ہو جائیگا جس کے ذریعہ ایک فلسفہ داں مورخ بڑی خوشی سے اس قوم کی ترقی کا جو دنیا سے الگ۔ پڑی ہوئی ہے۔ اور جو چار ہزار

سال کے عرصہ میں اپنی شائستگی کو بغیر کسی موکاوٹ کے درجہ بدرجہ حل کرتی رہی ہے پتہ لگا لگیا۔

اسی طرح سٹین صاحب اپنے ترجمہ راج ترنگنی کے دیباچہ کے ابتداء میں لکھتے ہیں۔
اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ ہندوستان کی ہندوؤں کے زمانہ کی کوئی تاریخ موجود نہیں۔ یہ بیان اس صورت میں راست سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ ہم تاریخ کو سائنس اور آرٹ کا ایک شعبہ سمجھ کر ہندوستان کی تاریخ کا مقابلہ اس اعلیٰ درجہ کی کلاسیکل نثر سے کریں۔ جو تاریخ کی صورت میں ہمیں حاصل ہے۔ البتہ جس صورت میں تاریخ سے مطلب تاریخی ترقی یا اس کے مطالعہ کے لئے اسباب کا اجتماع لیا جائے تو پھر یہ بیان غلط ثابت ہوئے لگتا ہے۔ جس قسم کی تاریخ روما یا یونان میں مروج تھی یا جس قسم کی آجکل یورپ میں پائی جاتی ہے۔ اسکی نظیر کو قدیم ہندوستان کے آثار میں کہیں نہیں ملتی۔ تاہم اگر کوئی شخص تاریخ کے مطالعہ کا شائق ہو تو اس کے لئے اس بارہ میں کافی مصالحہ مہیا ہو سکتا ہے۔ قدیم تاریخ کے اخذ محض کتبے سکے یا عام آثار قدیمہ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ کامل تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ واقعات یا روایات کی قلمبند شدہ کیفیتیں بھی قدیم ہندوستان میں موجود ہوا کرتی تھیں۔

”یہ موقعہ اس قسم کا نہیں ہے۔ کہ جہاں ان بواعت پر بحث کیجائے جو ہندوستان کے آئینہ تاریخ کے مغربی طریق پر ترقی پذیر ہونے کی راہ میں حائل ہوئے۔ ان اسباب کا بہت بڑا قلق ہندوستانی خیالات اور تربیت کی ان خصوصیتوں سے ہے جو ہندوستانی محققوں کے خالص تاریخی واقعات کی تلاش کی راہ میں حائل ہوتی اور انہیں تاریخی ترقی اور تبادلی کی نسبت کسی خاص احساس تک پہنچنے سے روکتی رہی ہیں۔“

”اپنی بواعث کا بالواسطہ نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں لطیحہ کی ایسی شاخوں میں ہندوستان کی تاریخ معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔ جو یورپ کے کسی تاریخی محقق کو اپنے میدان کی حدود سے باہر نظر آتی ہیں۔ زمانہ قدیم کے واقعات کی جو باتیں روایتی طور پر لوگ اس کو یاد رکھ گئی تھیں وہ فرضی اور مصنوعی قصوں کہانیوں کے ساتھ مل جل کر ہندوستان کی رزمیہ نظموں، پوراؤں وغیرہ کی صورت اختیار کر چکی ہیں اور گوان کی تحریک مدعا عظیم تعلیمی اور مذہبی تھا تاہم کسی حد تک ان میں تاریخی پہلو بھی موجود پایا جاتا ہے۔“

ہر چند کہ ہمیں ان تمام خیالات سے جنکا سٹائن صاحب نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے پر اتفاق نہیں تاہم اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں فن تاریخ نگاری کے وجود کو مغربی محقق بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد جو اعتراض قدیم ہندوؤں پر باقی رہ جاتا ہے وہ محض یہ ہے کہ ان کی تاریخ نویسی مسلسل نہ ہوتی تھی اور اس کے ثبوت میں ریمان اور ہابھارت کو پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اعتراض محض ہندوؤں پر وارد نہیں کیا جاسکتا البتہ اس زمانہ کے معیار تاریخ نویسی پر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ سنگر کو چھوڑ کر یونانی اور لاطینی زبانوں کو بھی دیکھا جائے تو ہومر کی تصانیف یا بعض رومی مورخوں کی کتابیں کسی طرح اس بارہ میں ان کتابوں پر فوقیت رکھتی نظر نہیں آتی جیسا کہ کلہن نے خود ایک مقام پر ظاہر کیا ہے اس سے پہلے کہ مورخوں نے زیادہ تر عدا جدا فرما کر واول کے عہد کے حالات ہی حوالہ قلم کئے تھے۔ یہ حالت سنلڈ سے پہلے کی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مورخوں میں یہ طریقہ اس کے ایک مدت بعد تک جاری رہا اور مختلف مصنف بہت کر کے اپنی بادشاہوں کے حالات قلم بند کرتے رہے جن کے دربار سے انہیں وظائف وغیرہ ملا کرتے تھے۔ چنانچہ بیجہریج صاحب اپنی تاریخ ہند (ایڈیشن مذکورہ المصدر) کے صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں۔

”عبتی نے امیر بکٹنگین اور اس کے بڑے نامی گرامی بیٹے اور جانشین محمود کے عہد کی تاریخ لکھی ہے جس کا نام تاریخ مبینی ہے جس نظام نے محمد غوری اور قطب الدین ایک اور شمس الدین التمش کا تذکرہ تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کا نام تاج المصاحف اور یہ سلاطین کے قریب دلی میں تصنیف ہوئی ہے اس.... کا کچھ حصہ منظر مہم ہے..... ان کے علاوہ اور بھی بعض مورخ ہیں مثلاً عبدالقادر بدایونی اور نظام الدین احمد چہلوں نے اکبر کے زمانہ میں تاریخیں لکھیں اور ستمد خاں مصنف جہانگیر نامہ اور محمد بن صالح مصنف شاہجہاں نامہ اور مرزا محمد قاسم مصنف عالم گیر نامہ اور سید غلام حسین خاں جو نواب علی دیر بخیاں اکار شتہ دارمقا۔ اس نے ۱۰۸۳ھ میں ہندوستان کی تاریخ لکھی جس میں ۸۰ دین صدی کے واقعات تحریر کئے۔“

اس کے مقابلہ میں راج ترنگنی کا ۱۲۸۰ھ میں تصنیف کیا جانا اس امر کی تین دلیل ہے۔ کہ مسلسل تاریخ نویسی میں بھی ہندو مسلمانوں سے ایک مدت پہلے اسے لکھتے تھے لیکن اس جگہ آکر پھر وہی سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ راج ترنگنی کی وضع کی باقی کتابیں کہاں گئیں؟ کیونکہ یہ ناممکنات سے ہے۔ کہ اس کے بعد یا اسی کے زمانہ میں کوئی اور اسی ڈھنگ کی کتاب تصنیف ہی نہ کی گئی ہو۔

صفحہ آئیدہ میں اس معاملہ پر پورے طور سے بحث کی جائے گی کہ ایک مغربی محقق نے

مورخ کے ضروری اوصاف

مورخ کے اندر راست بیانی کی اعلیٰ صفت کے موجود ہونے پر کس قدر زور دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مورخ اپنی تصنیف میں خالص راست بیانی سے کام نہ لے تو اس کی تاریخ ایک فسانہ یا فرضی داستان سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی لیکن اس معیار پر عمل کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ معاشرہ واقعات کو

حوالہ قلم کرتے ہوئے فرما کر دئے وقت کا خوف سر پر سوار ہوتا ہے۔

آخری نقص کے قائم رہ جانے کا اس صورت میں بہت کچھ احتمال ہوتا ہے۔ کہ کوئی تاریخی کتاب کسی فرزند کو خوش کرنے کے لئے یا اس کے حکم سے تیار کی جائے مسلمان مورخوں میں یہ عیب بہت بڑی حد تک پایا جاتا ہے جسکا باعث یہ ہے کہ اکثر تاریخیں بادشاہوں کے معاصرانہ کارنامہ حیات کی تفصیل پر مشتمل ہیں فردوسی اور عنصری سے لے کر جو دندوں محمود غزنوی کے دربار کی زیب و زینت تھے ہم حسب قدر مورخوں پر نظر ڈالتے ہیں ان میں اکثر ایسے دکھائی دیتے ہیں جو اس بادشاہ کے جس کے حالات یا جس کے آباد اجداد کے کارنامے انہوں نے قلم نہ کئے ہیں وظیفہ خوار یا خواہ دار ملازم تھے۔ بیہودہ صاحب اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۴۵ پر لکھتے ہیں۔

فرشتہ ہند میں نہایت مشہور و روح گذرا ہے وہ ۵۷۵ھ کے قریب احمد نگر میں پیدا ہوا اور ۵۸۹ھ سے لے کر ۶۱۲ھ تک ابراہیم عادل شاہ ثانی والیے حیا پور کے دربار میں رہا اس نے اپنے آقا ابراہیم عادل شاہ ثانی کے نام پر..... تاریخ لکھی ہے اس..... کا نام تاریخ فرشتہ ہے

آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ ابوالفضل نے جو اکبر کا وزیر اعظم تھا، اکبر نامہ لکھا، ضیاء الدین برنی اور شمس سراج عقیف نے بادشاہ وقت فیروز تغلق کے عہد میں تاریخ فیروز شاہ تالیف کی۔ جہانگیر نامہ شاہ جہاں نامہ اور عالم گیر نامہ کی نسبت جیسے قبل ازیں کیا جا چکا ہے وہ بھی بادشاہان وقت یعنی علی الترتیب نور الدین جہانگیر شاہ الدین شاہ جہاں اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں لکھے گئے تھے۔ امیر خسرو نے بھی جو ایران سے بھاگ کر شاہ بلہن کے دربار میں پناہ گزین ہوا تھا وہ تاریخی شہنشاہ بہت کچھ مبالغہ آمیزی کے ساتھ لکھی ہیں جنہیں سے ایک میں تو خضر خان اور دیول دیوی کے عشق کا قصہ ہے۔ اور دوسری میں بادشاہ کی قیاد اور اس کے والد بزرگوار

کی ملاقات کی کیفیت ہے بچلاف اس کے ہندو مورخوں کا شیوہ ہمیشہ راست بیانی پر کار
ہوتا ہے کہیں کی راست گفتاری کی داد سٹاٹن صاحب جیسے ثالث اور غیر طرفدار شخص نے
دی ہے۔ اور اس کا ذکر مفصل طور پر صفحات آئینہ میں کیا جائے گا۔ یہاں پر ایک اور
مثال کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے کہ صداقت کی سپرٹ، ہندو مورخوں میں کس حد تک
کام کرتی رہی ہے اور انہوں نے اپنی جان کو معرض خطر میں دیکھتے ہوئے بھی راستی
کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

بوندی کے راجہ رام سنگھ نے سورج مل کو جو ایک مشہور کوی اور اس کے دربار
کارتن بھٹا اور جسکی ساری عمر اسی خاندان کی خدمت میں گزر گئی تھی بوندی کی سلسل
تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ سورج مل خاندانی کوی بھٹا۔ راج گھرنے کے تمام واقعات اسے
یاد تھے کتاب لکھنے لگا اور سابقہ حکمرانوں کے حالات ختم کر کے رام سنگھ کے حالات
کو ابھی شروع ہی کیا تھا کہ اس نے مع کتاب کے طلب کیا مگر جب دیکھا کہ اس کی
عادت و اطوار کا صاف طور پر بیان کرتے ہوئے ان برائیوں کا بھی اظہار کیا ہو
ہے جنہوں نے اس کے نام پر بٹ لگایا ہے تو اس نے ان واقعات پر پردہ ڈالنے
کی درخواست کی اور کہا

سورج مل! دیکھو میں ان برائیوں کو نہیں جانتا تھا اور یہ ناوانستہ ہو گئی ہیں آئندہ
کے لئے میں ان کو ترک کرتا ہوں اور کبھی اس قسم کی زیادتی نہیں کروں گا۔
رام سنگھ کی زبان سے جو یہی یہ الفاظ نکلے سورج مل نے جھوٹ قلم اٹھا کر لکھ دیا
تہا راج کے حضور میں و نش بھاس گئے یہاں تک سنایا گیا اور جب انہوں نے اپنی
ان زیادتیوں کی اصلیت معلوم کی تو آئندہ کے لئے محترز رہنے کا پلن کیا۔ اتنا
لکھ چکے کے بعد سورج مل نے کہا تہا راج آپ جو کر چکے ہیں وہ تو اتنا اس میں ضرور
مرج ہو گا البتہ اگر آپ آئندہ محترز رہیں گے تو تاریخ میں آپ کے نام کے ساتھ

برائی نہیں آئیگی۔ رام سنگھ نے پھر کہا۔ ”لیکن تم ان پھلی زیادتیوں پر بھی پردہ ڈالو اور ایسا خیال کر دو گویا کچھ ہوا ہی نہ تھا۔“ سورج مل نے جواب دیا۔ ”ہمارا ج یہ نہیں ہو سکتا میرا جسم آپ کا ہے مگر میں اپنا دھرم آپ کے حوالے نہیں کر سکتا میں اپنے فرض کو پورا کرونگا اور کبھی بھی دھرم سے نہ گرونگا۔“

رام سنگھ کو قبل ازیں خیال تھا کہ سورج مل میرا ننگ پروردہ ہے جس طرح کہوں گا ان جا بیگا ایسا خشک جواب سن کر طیش میں آگیا اور کہنے لگا ”تمہیں ضرور ایسا کرنا پڑے گا۔“ سورج مل نے بڑی شانتی سے جواب دیا۔ ”میں جھوٹ نہیں لکھ سکتا۔ البتہ اگر آپ سچے واقعات سننا نہیں چاہتے تو میں آئندہ لکھنا بند کر دوں گا۔“ رام سنگھ نے غصہ سے بھری ہوئی آواز سے کہا ”ہاں! ہاں! بند کر دو آئندہ لکھنا چھوڑ دو۔ اس لکھے کو مٹا دو ورنہ ریاست سے نکل جاؤ بس ان دونوں باتوں میں سے ایک کرنی ہوگی۔“

سورج مل چپ چپ دربار سے نکل کر گھر کو چلا آیا اور رخت سفر باندھ وطن کو خیر باد کہہ رت لایا۔ نامی ایک اور ریاست کو روانہ ہوا۔ یہاں کا حکمران بلونت سنگھ بڑا علم دوست تھا مہا مہاراج اور وزیروں کے اس کے استقبال کو آیا اور باعزت اپنے شہر میں لے گیا چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ ہمیشہ کے لئے یہیں ہے اس لئے اس نے دس ہزار کی جاگیر دینے کا ارادہ ظاہر کیا مگر سورج مل نے جواب دیا ”جب تک رہنا پڑیگا یہیں رہوں گا مگر جاگیر لے کر اس خاندان کو بدنام نہیں کروں گا جس کا منک پشت بہ پشت کہتا چلا آیا ہوں۔“ دئے بوندی کا کوئی ہو کر تنہا ریاست ملازمت اختیار کروں میرے خیال میں یہ ہمارا ج رام سنگھ کی ہتک ہے۔“ یہ جواب سن کر بلونت سنگھ خاموش ہو گیا لیکن جب یہ خبر رام سنگھ کو پہنچی اور اسے بتلایا گیا کہ وہی سورج مل جو تیرے منہ پر تیری برائیاں ظاہر کرنے سے نہیں جھجکا وہ کس طرح باہر جا کر تیری ہتک کے

خیال سے تیری دی ہوئی جاگیر سے بھی زیادہ کی جاگیر پر لات مار دیتا ہے تو وہ اسکی اخلاقی جرأت اور وفاداری پر عشق و عشق کر اٹھا اور اپنا خاص وزیر اس کے پاس بھجکے ایک معذرت نامہ کے ذریعہ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور بوندی میں واپس آنے کی درخواست کی۔ سورج مل بھی بغیر ایک حرف شکایت زبان پر لانے کے چلنے کے لئے تیار ہو گیا مگر اس موقع پر بلونت سنگھ نے پھر کہا ”سورج مل! تم جانتے تو ہو مگر نقصان اٹھاؤ گے۔ رام سنگھ تم سے وہی کروانا چاہے گا جو تم نے کرنا نہیں اس پر جان بھی گنوا بیٹھ گئے۔“ سورج مل نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”دھرم تو میں چھوڑنے کا نہیں جسم البتہ آقا کا ہے اسے اگر تکلیف دیگا تو کچھ پرواہ نہیں اس کے حکم سے یہ باہر آیا تھا اسی کے حکم سے پھر بوندی جاتا ہے۔ بلونت سنگھ حیران رہ گیا اور کہنے لگا ”وہاں تمہیں آٹھ ہزار کی جاگیر ملتی ہے میں بیس ہزار کی دیتا ہوں یہیں رہو میں تمہاری بڑی قدر کروں گا۔“ سورج مل نے جواب دیا اس کا جواب وہی ہے جو آتے وقت تمہاری دس ہزار کی جاگیر میں دقت ہے چکا ہوں ”بلونت سنگھ نے کہا ”دقت گنوار ہے ہو چھپتا دے گے پھر ایسا دینے والا نہیں ملیگا“ سورج مل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ”تم بھی یاد کرو گے پھر کبھی ایسا نہ لینے والا نہیں ملیگا۔“

قصہ طویل ہے مختصر یہ کہ سورج مل بوندی میں واپس آیا وہی رام سنگھ جس نے غصہ میں اسے جلا وطن کر دیا تھا اب اسکی پیشوائی کے لئے آیا۔ سورج مل کی باقی عمر اسی راجہ کی خدمت میں بسر ہوئی۔ اس کے بعد رام سنگھ نے کئی مرتبہ کتاب مکمل کرنے کو کہا۔ مگر اس نے منظور نہ کیا اور آخر اس کے انتقال پر اسے بدرجہ تکمیل کو پہنچایا گیا۔ یہی ”ولش بھاسکر“ نامی کتاب بوندی کی نہایت معتبر اور مشہور تاریخ ہے۔ سطور بالا میں ایک راستی پتہ سندھ و مورخ کا قصہ تمثیل اور ج کیا گیا ہے اس کے مقابلہ میں ہم فردوسی ایسے بیسیوں اسلامی مورخ دیکھتے ہیں کہ جن کی

جبکی تاریخ نگاری کے سمند کو تازیانہ لگانے والا ایک اشرفی فی شرف کالایچ تھا۔ بھلا ایسے مورخوں کی تصانیف کو کہاں تک بظرافت و اعتبار دیکھا جاسکتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ ہماری کتاب جس قدر ضخیم ہوگی اسی قدر معاوضہ کی رقم بڑھ جائے گی اور جنہیں وقت پر رقم موعودہ نہیں ملتی تو اسی بادشاہ کی ستاروں میں مذمت کے اشعار لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس مسئلہ پر جس قدر بحث کی گئی ہے اس سے ہمارا منشاء حاشا و کلاہ کسی قسم کی پدگمانی کسی فریق یا خاص قوم کے افراد کی نسبت پھیلانے کا نہیں ہے بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں امر بحث طلب یہی ہے کہ تاریخ نویسی یا صحیح تاریخ نویسی کسی خاص قوم یا قوموں کے ورثہ میں نہیں آئی بلکہ ہر قوم نے جو لٹریچر آرٹ کے مختلف شعبوں میں مہارت رکھتی تھی اس میں حصہ لیا ہے گو یہ دوسری بات ہے کہ متعدد وجوہ سے آج ان میں سے کسی کی نسبت اچھے یا کسی کے متعلق برے خیالات پھیلے ہوئے ہیں

راج ترنگنی ہمیں کیا سکھاتی ہے؟
راج ترنگنی قدیم فراروایان کشمیر کے
عروج اور زیادہ تران کے زوال کا

فوٹو ہے جسے ایک زبردست راستی پسند مصنف نے صحیح حالت میں تیار کر کے ہماری نظروں کے آگے رکھ دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جو بہترین سبق حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کا ستارہ معراج ترقی پر ہو تو قدرتی طور پر اس کے ہر فعل اور ہر ایک حرکت میں خوبیاں پائی جاتی ہیں اور وہی خوبیاں اس قوم کی سرافرازی کا موجب بن کر اسے تاریخ کے آسمان پر رخشندہ ستاروں کی مانند چمکا کر دکھاتی ہیں حتیٰ کہ اس کے افراد کو نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی اس وقت قانون قدرت اپنے نہ بدلنے والے قواعد کو عمل میں لاتا اور اس قوم کو عروج ترقی سے گرا کر اس طرح پر قعر ذلالت میں دھکیلتا ہے کہ اس کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے یہی اس قوم کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے جو معینہ اہول حکومت کی

خلاف درزی کرے۔ ازل سے قدرت کا طرز عمل یہی چلا آتا ہے اور اب تک یہی چلا
 جاتا ہے گا اسی کی دلچسپی، مگر ولسوز اور رقت انگیز لیکن عبرت خیز مثالوں سے صفحہ
 تاریخ سیاہ ہیں۔

رامائن اور مہابھارت کے قصے ہمارے اس بیان کی زبان حال سے تصدیق کرتے
 ہیں یہ موقع نہیں کہ ان میں سے بعض واقعات تمثیلاً اذکر کے ناظرین کے روبرو
 پیش کئے جائیں نہ البتہ کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ قریب قریب
 ہر شخص جو تاریخ قدیم سے دلچسپی لیتا ہے ان کے عام مطالب سے واقفیت رکھتا ہے
 ہے جو حشر رامائن کے رادان اور مہابھارت کے کوروں کا مڑا وہی جادو بنسیوں کا
 اس وقت ہوتا دیکھا گیا جب وہ ساحل بکر پر پرچھا س کشیتیر میں لڑکٹ کر بے نشان
 ہو گئے۔ اہل بابل کے عروج کا زمانہ قائل ہے نہایت قدیم زمانہ میں انہوں نے وہ وہ
 ترقیات حاصل کیں تھیں۔ جنکا ذکر پڑھ کر آجکل کے لوگوں کو حیرت ہوتی ہے سالہ
 بیسیویں صدی بابت ۱۹۰۰ء میں ایک مضمون اہل بابل کی تحریات
 کے عنوان سے چھپا تھا جس میں سے ذیل کا اقتباس دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

یونیورسٹی شکاگو نے چند لوگ بابل کے کھنڈرات میں اس سلطنت عظیم کے
 طرز تحریر معلوم کرنے کے لئے بھیجے تھے ان کو دو ہزار اینٹیں ملی ہیں جن پر زبان
 شوری میں لکھا ہوا ہے اندازہ لگا یا جاتا ہے کہ یہ تحریات ۵۰۰۰ برس قبل از
 عیسے یا اب سے ۳۰۰۰ برس پیشتر کی لکھی ہوئی ہیں یہ اینٹیں مختلف قد و قامت
 اور مختلف شکل و صورت کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان کو بنار ان پر جو کچھ
 چاہتے تھے لکھ لیتے تھے اور پھر ان کو دھوپ میں سکھا لیا کرتے تھے اس کے
 بعد یہ اینٹیں مربع بننے لگیں اور ان پر لکھ لکھ کر بچوں کو سکھانے لگے جیسے
 آجکل تختیاں ہوتی ہیں لطف یہ ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطوط بھی انہی ہیں

پر لکھے جایا کرتے تھے اور ان کا لفاظی بھی ایسی ہی کا موافقت تھا اور اس لفاظی
پر کاتب اپنی مہر کر دیتا تھا۔ مکتوب الیہ اس مہر یا دستخط کو دیکھ کر لفاظی نوڑ دیتا
تھا اور پھر خط پڑھ لیتا تھا۔

ترقی کے زمانہ میں بابلیوں کی سائنٹفک معلومات صرف یہیں پر ختم نہیں ہوئیں
مولوی ضیاء الدین صاحب اکمل اپنی تاریخ قدیم کے صفحہ ۱۲۴ پر ان کی نسبت لکھتے ہیں
..... بابلیوں سورج گرہن کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت چاند سورج
اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے سورج چاند۔ ستاروں اور سیاروں کی
مختلف حرکات اور ان کے باہمی فاصلوں کی نسبت ان کے معلومات زمانہ حال
سے کم نہ تھے کیونکہ بہت سے نتائج انہی کے وقت سے مانے جاتے ہیں یہ زمانہ کہ
ان کے علم کا ایک حصہ معلوم تھا جس پر آج یورپ کے علماء مونچھیل پر تاؤ دیتے
ہیں غالباً بابلیوں کے پاس دور بین بھی ہوئی کیونکہ ایسے مشاہدات میں اس
آلہ کا ہونا ضروری ہے کھنڈرات میں سے بہت سے کتبے ایسے پائے گئے ہیں
جن میں نجوم کے ذریعہ پیشین گوئیاں کی ہوئی ہیں..... جیسا کہ آئیکل یورپ
میں موسم کے تغیر اور بارش وغیرہ کی نسبت پیشین گوئیاں کرتے ہیں بابلیوں
میں بھی یہ رواج عام تھا کہ وہ زلزلہ وغیرہ کی نسبت بھی پیشین گوئیاں
کیا کرتے تھے؟

یہ حالت ان کی عروج کے زمانہ میں تھی لیکن جب زوال کے دن آئے تو ان کی بداعمالی
اور بے حیائی درجہ انقا کو پہنچ گئی۔

بابلیوں نے غیر ملکوں کے لوگوں کو مایل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی بے شرمی کو
ردا سمجھتے تھے ہر ایک عورت پر فرض تھا کہ اپنی عمر میں ایک دفعہ بلفنیں کے سندر
کو جائے اور وہاں جو کوئی سرعام اس کا طلبگار ہو اس سے ہم آغوشی کرے۔

بجائے نکاح کرنے کے بالبوئی کنزاری لڑکیوں کو منڈی میں بیجا کر عام کے سامنے
نیا لٹا کر دیتے تھے اس سے بھی مقصد یہی تھا کہ دور دور سے حسین لڑکیوں کے نظارہ
کے لئے لوگ بالوں کو آدیں اور یوں طالبان زر نقدی کھری کریں

پس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ بالبوئیوں کا بالآخر جو حشر ہوا وہ خواہ کسی پیغمبر
کی بددعا سے ہوا خواہ خدائی ٹھیکار کے باعث بہر نوع ان کی زیاد کاری اس حد کو پہنچ
گئی تھی کہ وہ اسی انجام کے مستحق تھے کہ تیس ایک یونانی مورخ لکھتا ہے
”عجیبی لوگ کسی لڑکی کے والدین کو حسب الطلب کچھ رقم ادا کر کے ہم بستری کی اجازت
حاصل کر سکتے تھے“

لکس و سکس ایک اور مورخ یونان ان کے آخری ایام کی اخلاقی حالت کا نقشہ
یہیں الفاظ کھینچتا ہے

بالبوئیوں کی لڑکیاں ملائم الطبع اور نازک بدن تھیں جو ان کے رنگین پوشاکوں
پر نظر کرنے کو رتبہ اعلیٰ سمجھتے تھے ان کی بالیاں قیمتی اور ملائم لباس قابل ڈ
تھے ہر ایک شخص بہت سی شادیاں کرتا تھا شراب خوری عام تھی اکل و مشرب
پر فضول خرچیاں کرتے تھے۔ میزیں سوئے اور چاندی کے برتنوں سے لدی
نظر آتی تھیں قصہ مختصر بالبوئی ہر طرح کی عیش و عشرت پر مہم تھے

معصیت اور بدن روی گو عارضی وقت کے لئے کسی قوم کی خواہشوں کو پورا کر دے تاہم اسکا
انجام ہمیشہ تباہی اور بربادی ہی ہوتا ہے آخری ایام میں بالبوئیوں کے اندر وہ تمام عیوب
پیدا ہو گئے تھے جو کسی روئین قوم میں پیدا ہو سکتے ہیں تاریخ قدیم میں مذکور ہے۔
..... بالبوئی بڑے ظالم تھے مفتوحہ قوموں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو
سیلا دین کرنا لذت لطف دہ اور طویل قید اور مغلوبوں کے بچوں کا دل کی آنکھوں کے
سامنے قتل کرنا معمولی سزائیں تھیں..... بادشاہ وزیر اعظم تک کو ایک شاہ

سے قتل کرا سکتا تھا اور اگر رعیت بادشاہ کی دشمن ہو جاتی تھی تو وہ بھی بادشاہ کو نہایت ذلت سے مار ڈالے بغیر آرام نہ لیتی تھی۔ اکثر گرم کڑا ہی میں پھینک کر اسے جلا دیتے تھے ان تمام ظلموں کی بنا غرور تھا غرور جو ایک مہلک مرض ہے کامیابی کے وقت کم و بیش ہر قوم پر غلبہ کرتا ہے اور انجام کار تباہی کا باعث ہوتا ہے بالوں غرور و تکبر میں تمام ایشیائی قوموں سے بڑھ چکے تھے جو وقت بخت نصر (بوجید نذر) نے ارد گرد کی ریاستوں کو فتح کر کے شہر بالوں کو مالا مال کیا۔ اس وقت تکبر نے بے اختیار اس کے منہ سے نکلوا دیا کیا یہ بالوں دہی ہے جسے میں نے اپنی طاقت بے مثال کے اظہار اور اپنی ذات اعلیٰ کی عزت کے لئے بنایا ہے عرض دے خود سے اس قوم کا دماغ پر ہو گیا تھا۔

جب اہل بابل تکبر و نخوت۔ اوباشی۔ ریاکاری اور بے حیائی کی غار میں گر پڑے تو بالآخر میں شاہ فارس نے ان پر حملہ کر دیا۔ بابلیوں کی یہ حالت تھی کہ:-
تمام باشندگان شہر شراب پی پی کر بے خود ہو گئے تھے سارس کی ابتدائی ناکامیوں نے ہر طرح کا خطر ان کے دل سے دور کر دیا تھا تمام نشہ میں غلجھا اور گاتے بجاتے ہے سارس نے بھی ادھر لپے کام کی تکمیل کی اور دریا کے روانہ کے راستہ یکے بعد دیگرے سپاہیوں کو شہر میں داخل کرنا شروع کر دیا مقلبے خیر اور غافل شہریوں پر یکایک برق شراب کی طرح جا گرے اور قتل عام کرتے ہوئے محل شاہی میں جا پہنچے جہاں شہزادہ کو بدکاری میں مشغول پایا اور قتل کر دیا سارس شہر بابل کو فتح کر کے.....“

یہ اس قوم کے زوال کی ابتدا تھی جس کے بعد وہ اس نوبت کو پہنچتی گئی کہ آج صفحہ عالم پر صرف چند شکستہ کھنڈرات کے سوا کوئی نشان اس کا باقی نہیں رہا بالوں کے برابر کی شہرت رکھنے والی دوسری قدیم قوم، سیرین ہو گئی ہے جس

کا دارالسلطنت ننیوہ تھا اور اسی سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قوم جو اس پر
حکمران تھی کس قدر عظمت اور عروج کو حاصل کر چکی ہوگی ننیوہ کی حدود کی نسبت وارڈ
اینڈ لاک کی بالقصوریا ریخ عالم میں مذکور ہے۔

لیارڈ صاحب کا خیال ہے کہ نیرد کو بونجیک، خورسا باد اور قرلس کے جو کھنڈ
موجود ہیں اور ایک وسیع چوکور احاطہ کی صورت میں دیکھے جاتے ہیں حقیقت
میں ایک ہی پورے شہر کے مختلف حصے ہیں اور مجموعی طور پر یہ حصے اس تفصیل
سے بہت کچھ مشابہ ہیں جو ڈیوڈ ورس نے شہر ننیوہ کی نسبت بیان کی ہے مثلاً
موصوف کی رائے یہ ہے کہ کھنڈرات کے چاروں حصے چار محلات شاہی کے
آثار ہیں جنہیں سے ہر ایک کسی خاص حصہ شہر میں بنا ہوا تھا بادشاہ وقتاً
وقتاً ہر حصہ شہر کے اندر بنے ہوئے محل میں قیام پذیر ہوتا تھا۔ محل کے گرد
دیواریں اور مورچے بنے ہوئے تھے اور اندر رہائشی مکان کے علاوہ شکار
گاہیں اور باغ موجود ہوتے تھے جو درختوں باغوں اور انارج کے کھیتوں کے
درمیان واقع ہوا کرتے تھے سب سے قدیم حصہ غالباً وہ تھا جہاں دریائے
زب دریا نے دجلہ میں جبا داخل ہوتا تھا اور جس جگہ بغیر وہ کا موجودہ گاؤں
واقع ہے چھوٹے درجہ کے درمیانی ریخ کے مکانات غالباً بہت جلد بنائے
ہوں گے کیونکہ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں ان کا کوئی سا حصہ بھی دیکھنے
میں نہیں آیا گو کھنڈرات کی کثرت کی یہ حالت ہے کہ کوئی مزدور ہل چلنے
لگے تو ضرور وہاں سے کسی قدیم مقام رہائش کے آثار نکل آتے تھے ننیوہ کی
وسعت کی نسبت جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس میں غالباً مبالغہ آمیزی سے
کام نہیں لیا جاتا کیونکہ اس قوم میں عورتوں کو جبار کھنے کی وجہ سے مکانات
یقیناً زیادہ درکار ہوتے ہونگے

اسیرین قوم نے بھی ایک زمانہ میں حیرت خیز عروج حاصل کیا تھا لیکن آخری ایام میں ان کے اندر رفتہ رفتہ وہ عیب پیدا ہونے لگے جو اکثر ان قوموں میں پائے جاتے ہیں جو زوال کی گھاٹی پر اترتی چلی جا رہی ہوں ان کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی تاریخ قدیم میں مذکور ہے۔

سپاہی دشمنوں کے سرکاٹ کر بادشاہ کو دکھانے لاتے تھے اس رسم کی بدولت سپاہ غنیمت اکثر نشانہ ہو جایا کرتی تھی..... اسیرین یوں بھی تو مخالفوں کی ظلمی سرزنش کیا کرتے تھے مگر خصوصاً باغیوں پر بڑی جفا دار دیکھتے تھے۔ قیدیوں کے ہونٹوں میں سوراخ کر کے بالیاں ڈالتے تھے اور یکے بعد دیگرے بادشاہ کے پاس لاتے تھے کسی پر تکرر سے بادشاہ ٹانگ دے دیتا تھا کوئی معاف اور کوئی قتل کیا جاتا تھا اور بعض کو غلام بنا لیتے تھے

بے حیائی میں یہ قوم بھی بالوں میں سے کسی طرح گھٹ کر نہ تھی چنانچہ ان کے ہاں بھی بلبیس (ایک دیسی) کے مندر میں ہر عورت کو ایک دفعہ اس غرض سے جانا پڑتا تھا کہ جو شخص سب سے پہلے اس کا خواستگار ہو اس سے ہمبستری کرے ہیر و ڈٹس اور کئی اور موزعین اس رسم کا ذکر کرتے ہیں

بتدریج اسکی اخلاقی حالت اور بھی زیادہ خراب ہوتی گئی تھی کہ ہم دیکھتے ہیں اس شہر کی بدکاری اور برائی پایہ کمال کو پہنچ گئی ایک بزدل بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا گراؤگوں کا اور قلب انہیں لاکھ ترک گناہ کی ترغیب دیتا مگر شہر میں بدکاری کے وہ وہ سامان بنے تھے کہ فرشتوں کا بھی دل ہل جاتا تھا

یہ حالت ایک عرصہ تک قائم رہی اور باوجود ان تمام کمزوریوں کے اسیرین اپنے ملک کو محفوظ کئے رہے لیکن تاہم تہذیب اور شائستگی بلاشبہ باشندگان ملک کو طاب

عیش و عشرت بنا دیتی ہے اور عیش و عشرت میں پڑ کر قوی سے قوی قوم بھی ضعیف و
 ناتواں ہو جاتی ہے آخر کار جب اسیرین لوگوں میں بد چلنی اور بد کاری درجہ انتہا کو پہنچ
 گئی اور بادشاہ وقت کے مظالم کا پیالہ لبریز ہو گیا تو قدرت نے ان کی سرکوبی کے لئے
 سیج (یاسیس) نامی ایک جنگلی قوم کو جو ایک زمانہ میں ہندوستان میں بھی وارد
 ہو چکی ہے پیدا کر دیا اس قوم کا تاریخوں میں عجیب و غریب حال مذکور ہے چنانچہ
 لکھا ہے کہ

سیس جہاں کہیں کسی دشمن کو قتل کرتے تھے اس کے خون کو پی لیتے تھے اور
 اس کا گلا کاٹ کر بادشاہ کو مقتول کا سر دکھاتے تھے بعد ازاں سر کی چمڑی
 اتار کر اپنی لگام کے ساتھ لٹکا دیتے تھے دشمن کے ہاتھ اور بازو کو پھیل کر چمڑے
 سے ترکش بناتے تھے اور مقتول کی کھوپڑی کو پانی پینے کے لئے استعمال
 کرتے تھے..... مندر میں تنگی تلوار کو پوجتے تھے اور اس کے سامنے آجی
 یا جانوروں کو ذبح کر کے پانی تلوار پر ڈالتے تھے اور مفید دشمنوں کا قیہ
 بندتے تھے سیس..... تمام باشندوں کو قتل کرتے اور شہروں کو جلاتے
 آگے بڑھے اور فصلوں کو چٹ کر دیا..... اس ظالم اور جفا کار قوم نے اپنے
 مفتوحہ ملکوں میں سوائے کھنڈرات اور بر باد شہروں کے اور کوئی نشان
 نہ چھوڑا۔ ملک آسیر یا خصوصاً ان کی حملہ آوری سے ایسا ضعیف ہو گیا کہ
 ان کا راج اب برائے نام ہی تھا..... قصہ مخمر سلطنت آسیر یا جس نے
 تاریخ قدیم میں اس قدر شہرت حاصل کی ہے ان خرابیوں کے باعث صفحہ
 ہستی سے نابود ہو گئی

ایشیا کی ان قوموں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے اوج ترقی پہنچ کر اپنے اعمال پر
 اندرونی بد نظمی اور وابستگی کے باعث اپنے آپ کو تباہ کیا قوم مید کا ذکر کرنا بھی

ضروری معلوم ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم میں ملک میدیسو پوٹیمیا کے۔ شرق میں واقع تھا اور اس کے شمال میں جمیل کیسین شمال مغرب میں آرمینیا مغرب میں آسیریا اور جنوب میں ایران واقع تھا۔ یہاں کے باشندے آجکل کے ایرانیوں کی طرح نسل آریہ سے تھے اس قوم کے عروج کا یہ حال تھا کہ اس کی مملکت دریائے سیحوں سے لے کر دریائے ستلج تک پھیلی ہوئی تھی۔ طاقتور اس قدر تھی کہ توریت میں مذکور ہے کہ فارس میں سب قوموں سے طاقتور اور سارے کافروں سے زیادہ خطرناک تمدن کا اثر اس پر دست تھا کہ اس کا اثر آج تک پارسی قوم میں پایا جاتا ہے چنانچہ اسی قوم کی نسبت مذکور ہے کہ مردوں کو نہ جلاتے اور نہ دفن کرتے تھے کیونکہ اس سے عناصر کی بے ادبی ہوگی مردوں کو بلند مکان پر جو چاروں طرف لوہے کی سلاخوں سے بندھوتا تھا پھینک دیتے تھے تاکہ چیلیں وغیرہ انہیں کھا جائیں۔ پارسیوں کے دھرم یا تاو رز آف سائینس اسی طرز پر بنے ہوئے آج تک دیکھے جاتے ہیں۔

یہ حالت تو اس کے ترقی کے زمانہ کی تھی لیکن آخر کار

ملک میدیا کا زوال بد انتظامی کے باعث شروع ہوا..... ملک کے رعب و داب میں فرق آنے لگا۔ ابتدائی فتوحات نے قوم مید کو مغرور اور امن پرست بنا دیا تھا..... الغرض استیائس کی عقلت اور کمزوری نے سارس (شاہ فارس) کو زبردست ہونے کا موقعہ دیا۔

سطور بالا میں سارس شاہ فارس کا ذکر ایک سے زیادہ مرتبہ آیا ہے جن سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ فارس کا کوئی نہایت زبردست بادشاہ گذرا ہے اور واقعہ میں یہ خیال درست ہے اس بادشاہ کے زیر حکومت قدیم فارس بہت بڑے عروج تک پہنچ گیا تھا ایک دنیا اہل فارس کے نام سے کانپتی تھی تاریخ میں لکھا ہے جب سارس ۶۰ سال کا ہوا تو اس نے تمام ایشیا کو سپاہ فارس کے سامنے راج

پایا ملک بابل جو تہذیب اور طاقت میں ایک وقت دنیا میں بے نظیر تھا۔ بادشاہ
 ہو گیا شہر بابل جو چند سال پہلے صنعت و آرائش کا محض ہوا تھا شہر خاموشی کی
 طرح بایں دیکھی کا گھر بن گیا دریا کے سندھ سے لے کر سر تک فارس کا پھر میرا ہوتا
 ہوا نظر آتا تھا قوم سمیت کا نام جس نے تہذیب میں اس قدر ترقیاں کی تھیں
 آس پاس کی قوموں کو فراموش ہوئے لگا اور آریہ نسل کے لوگ جا بجا پھیلنے لگے
 مشہور مورخ ہیرودوٹس فارس کے اس الوالعزم بادشاہ کے عادات کا ذکر ان الفاظ
 میں کرتا ہے :-

بادشاہ سارس نہایت چالاک الوالعزم اور بہادر تھا فنون جنگ سے بھی وہ
 بخوبی واقف تھا۔ رہا گیا کے ساتھ خوش خلق اور مہربان تھا مگر حد اعتدال سے
 کبھی تجاوز نہیں کرتا تھا جب قوم ایونی (لفظ یونان اسی سے لیا گیا ہے) نے
 سارس کے مفتوح ہو جانے کا حال سن کر سارس کی اطاعت قبول کرنے کے
 لئے ایک پیام روانہ کیا تو سارس نے یوں جواب دیا ایک ماہی گیر مچھلیوں کا
 ناچ دیکھنا چاہتا تھا اس نے ہزار پیڑی بجائی مگر مچھلیاں خاموش رہیں آخر
 کار اس نے جال ڈال کر ان کو پانی سے باہر نکالا تب تو ساری کی ساری ناچنے
 لگیں مگر ماہی گیر نے کہا کہ اب میں تمہارا ناچ دیکھنے سے باز آیا جب میں چاہتا
 تھا تب تو تم ناچتی ہی نہیں تھیں
 یہ زمانہ قوم فارس کے عروج کا تھا۔ اس زمانہ کے :-

فارسی میدان جنگ میں نہایت بہادر اور قوی حوصلہ تھے جس زمانہ میں انہوں
 نے فتوحات کا خیال کیا ہے تو کوئی مشرقی یا مغربی قوم تاب مقاومت نہ
 نہیں سکی اور آخر میں یونانیوں پر بھی حملہ کر دیا۔ زمانہ قدیم کے تمام شاہان
 فارس جنگ کے شوقین تھے اور ملک گیری اور سپاہ گری سے انہیں کبھی چین

نہ تھا یونانی مورخین اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ فارسی نہایت راستیاز
اور عفاف دہلی لوگ تھے۔ باقی مورخ بھی یہی کہتے ہیں کہ شہسوار سی تیر اندازی
اور صداقت میں یہ قوم بے نظیر تھی۔ ذرنداری، خرید و فروخت، الغرض ہر ایک
بات جس میں جھوٹ کو دخل ہو سکے انہیں ناپسند تھی۔

اس بڑا نہیں ان کی پوشش بھی بالکل سادہ تھی فنونِ خرچی سے کچھ سرکار نہ تھا
چنانچہ سپاہی کرتہ اور پاجامہ چمڑے کا پہنا کرتے تھے اور ان میں دو روٹو پیوں کا رواج
تھا۔ میدانِ جنگ میں تیر و کمان خنجر اور کلہاڑی۔ یہ کام لیتے تھے۔
لیکن جیسا کہ اکثر مہترتا ہے جب اس قوم کے زوال کے ایام قریب آئے تو ان میں
عباشی بڑھتی گئی۔

فارسی جوں جوں عیش و عشرت کے شوقین ہوتے گئے سوم بدن میں پھیلنے
لگیں بالوں کو گھنٹی دار بنانا مصنوعی بال پہننا اور اس قسم کی ہزاروں اور
راہیات سمجھیں لوگوں نے اختیار کر لیں بعض ننگ دھات..... قوتِ باہ
کے منجوں کی از حد قدر کرنے لگے خدا نے تو انہیں اشرف المخلوقات پیدا کیا
تھا۔ مگر حیف، مدحیف کہ وہ حیوانانی طاقتیں حاصل کرنے کے لئے اپنی کوشش
اور توجہ کو صرف کرنے لگے..... عورتوں کے لئے کوئی کام وغیرہ کرنا باعثِ شرم
تھا اور نکتے یہ، فکرِ شہوانی خیالات، کے سوا اور کسی بات کی ان کو سوچتے نہ تھے
بنادٹ اور آرائش کے لئے علیحدہ علیحدہ نوکر تھے عیش و عشرت کے بڑھانے کے
لئے نت نئی ایجادیں ہوتی تھیں۔ سلائے کے لئے الگ اور جگانے کے لئے الگ
نوکر تھے چال چلن کا حال روز بروز بگڑنے لگا لو اطت انہوں نے یونانیوں
سے سیکھی اور بلتیس کے مندر میں مصیبت کرنا جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے انہوں
نے قومِ اسیرین سے سیکھا۔

کسی نے پرجہ کہلے کہ تکبر ہی قوموں کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ انہیں گنہگار بناتا اور گناہ تیار ہی لاتا ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ فارسی دنیا کی تمام اقوام پر فضیلت رکھتے تھے وہ ایشیا کے بہت بڑے حصہ پر قابض تھے اور یورپ اور افریقہ کے عمدہ ترین املاک ان کے باجگذار تھے آخر کار یہی کامیابیاں ان کے دل میں تکبر پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئیں جسوقت سے کبر و نخوت ظہور میں آئے ان کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا اور وہ دن بدن تنزل کی غار میں گرتے گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں قسم قسم کی بدکاریاں پھیلنے لگیں ہر شخص کا مقولہ یہ تھا کہ آج ہی آج میں جو کچھ کھایا پیا اور عیش منایا جاسکے منالینا چاہئے۔ مبادا کل کو بادشاہ کے تہر کا نشانہ بنکر دنیا و مافیہا کو خیر باد کہنا پڑے غرض شاہ و گدا امیر و فقیر سبھی عیاشی اور اوباشی میں پڑے ہوئے تھے ان کے مظالم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ان کا ذکر پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں

زمین میں آدمی جسم گارہ کر پھیلے سے مردانا۔ راکھ میں زندہ دفن کر دینا زبان کو پکڑ کر حلق سے کھینچ کر نکال دینا چڑی اتار کر مظلوم کو دار پر چڑھانا اور سب سے شرمگین طریقہ یہ تھا کہ انسان کو دو کشتیوں کے درمیان یوں باندھتے تھے کہ سراسر اس کا اوپر ہوتا تھا اور کشتیوں کو دریا میں پھوڑ دیتے تھے اس سزا سے مظلوموں کو جو عذاب ہوتا تھا حیطہ تحریر سے باہر ہے کبھی کبھی وہ بیچارہ سترہ روز تک زندہ رہتا تھا اندر سے تغیر ایک تو وہ زمانہ تھا کہ فارسی جنگ کے وقت دشمن پر رحم کھا کر اسے رہا کر دیتے قیدیوں کی حیاں بکشتی کر دیتے تھے اور کسی قسم کا عذاب دینا انہیں گوارا نہ تھا اور پھر زوال ان کے وقت وہ ایسے سنگدل ہو گئے کہ ذرا سی خطا پر سزائے قتل عام کا حکم ہو گیا

فارسیوں کے زوال کے ایام کا سب سے مشہور بادشاہ دارا گزرلے جس کی اس اڑائی کا حال جو سکندر اعظم سے ہوئی سب تاریخ والوں پر روشن ہے ہر خیر کہ یہ

بادشاہ بڑا قتل و فرزانہ تھا لیکن

”افسوس ہے کہ دارا کی تخت نشینی سے پہلے مرض زوال ملک پرکاشی اثر کر چکا تھا

اس لئے اس بادشاہ کی دانائی اور بیادیت جمیں کوئی بھی شک نہیں کر

اس مرض میں جاں بلب (ملک نارس) کو شفا دینے کے قابل نہ تھی“

نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز ملک زوال پذیر ہو گیا حتیٰ کہ آج جو نارس یا ایران نقشہ پر ہم دیکھتے ہیں وہ اس زمانہ سے ایک بالکل ہی علیحدہ صورت میں نظر آتا ہے وہ فارسی قوم جس نے یورپ اور افریقہ تک میں جھنڈا گاڑا تھا اپنے اعمال کی وجہ سے فنا ہو چکی ہے جیسا کہ وہ تمام قومیں جو برے اعمال کرنے لگتی ہیں ہو جاتی ہیں قدیم مصری بھی بالونیوں۔ فارسیوں وغیرہ کی طرح ایک زمانہ میں بہت بڑے عروج کو حاصل کر چکے تھے ملکی فتوحات کے علاوہ انہوں نے ذہنی ترقیات بھی اعلیٰ درجہ کی حاصل کر لی تھیں۔ اہل ہندو کی طرح یہ بھی آد گون کے قابل تھے چنانچہ وارڈ اینڈ لاک کی باتصویر تاریخ عالم میں مذکور ہے:-

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ موت کے بعد بھی ایک زندگی ہوتی ہے جس میں بدو کو سزا اور نیکیوں کو جزا ملتی ہے جب مردہ شخص کی روح تمام مخالفانہ طاقتوں پر غالب آدھر ایک خطرناک راستہ میں سے گزر جاتی ہے تو اسے انصاف کی دیوی طبقات زیرین کے آستانہ پر دوہری صداقت کے ہال میں لے جاتی ہے جہاں اوسا رُس دیوتا کے تخت کے سامنے جو زلیبت کا مجسمہ ہے اور ۲۴ ججوں کی موجودگی میں اسکا بڑی سختی سے امتحان لیا جاتا ہے اور مردہ شخص کے دل کو انصاف کے ترازو میں تولایا جاتا ہے جسکا نتیجہ محفوظ جو فن خریک دیوتا ہے لکھ لیتا ہے انصاف پسندوں کی روحیں شتر مرغ کے پردوں سے آراستہ ہو کر سورج کے دیوتا کے علاقہ میں جاد اخل ہوتی ہیں جہاں مختلف مدارج میں ان کی

عظمت کے اعتبار سے انہیں دیوتاؤں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے بخلاف اس کے
 بدکاروں کی روجوں کو پاک ہونے کے لئے تاریکی کے ملک میں بھیج دیا جاتا ہے
 ان سطور کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ قدیم مصری یہاں تک ترقی حاصل
 کر چکے تھے کہ ہندوؤں کی طرح مذہبی لطافتیں پیدا کر سکتے تھے اس جبکہ اس
 معاملہ پر بحث کرنا جملہ معترضہ معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کی سب باتیں ہندوؤں سے
 یہاں تک ملتی جلتی تھیں کہ یہ اندازہ کر لینا بعید از انصاف نہ ہوگا کہ وہ ہندوؤں
 ہی کی ایک شاخ تھے جو ان سے جدا ہو کر مصر میں جا آباد ہوئے تھے کیونکہ ان کا
 گائے بیل وغیرہ کی پرستش کرنا اور ان کے فارسیوں کے ہاتھوں ذبح کئے جانے
 پر کشت و خون تک تیار ہونا اسی بات پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہمیں سردست
 ان باتوں کو چھوڑ کر ان کی ترقی کی حالت دکھانا ہے تاریخ مذکور میں آگے چل
 کر لکھا ہے :-

سزا و جزا کے اس مسئلہ کے ساتھ ہی باشندگان مصر روحانی تئناخ یا آداگون
 کے بھی قایل تھے اور اسے روح کو پاک کرنے کا ایک ذریعہ خیال کرتے تھے ان کا
 خیال تھا کہ مردوں کی روجیں پھر کبھی داپس اس زمین پر آتی اور اپنے گناہوں
 کی کمی بیشی کے لحاظ سے مردوں یا حیوانوں بالخصوص پرندوں کے جسم میں داخل
 ہو جاتی ہیں تاکہ اپنی دنیاوی عہد زندگی پورا کر جائیں انکی یہ آمد و رفت اس
 وقت تک قائم رہتی ہے حتیٰ کہ موت کا منصف انہیں پاک خیال کرنے لگتا ہے
 اور پھر انہیں اپنی جگہ کی ہوئی لاشوں میں بسنے کی اجازت دیتا ہے جو پہلی
 موت کے بعد سے اب تک موجود ہوتی تھیں تاکہ وہ روشنی اور زندگی کے
 آسمانی طبقات میں جا داخل ہوں بخلاف اس کے جو لوگ کسی دیوتا کو نہ
 مانتے ہوں ان کی روجیں ہمیشہ کے لئے عذاب میں ڈال دی جاتی تھیں

یہ تو ان لوگوں کی ذہنی اور ذہنی ترقی تھی۔ لیکن دنیاوی ترقی میں بھی وہ کسی طرح کم نہ تھے جسکا ثبوت اہرام مصر اور ابوالہول کے وجود سے ملتا ہے طوالت کے خوف سے ہم ان بواعث کی مفصل کیفیت کو نظر انداز کرتے ہیں جسے اس قوم کا زوال ظہور میں آیا لیکن اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑا سبب ان کی عیش پرستی اور انتظامی خرابی تھی۔

ان کی عظمت کے دن اب قریب الافتتاح تھے جب اماسس کو سامیر کے مندر کے صحن میں دفن کر دیا گیا تو فارس کے بادشاہ کمبیس نے اس مشہور قدیم ملک سے جنگ چھیڑ دیا اماسس کا بیٹا سیمینٹیس پیلوسیم (سویز) کے قریب ایک خونریز لڑائی میں ۲۵۰ ق م میں مغلوب ہوا اور اسکی سلطنت اہل فارس کے ہاتھ میں چلی گئی۔

اس طرح پرگوا یا اس عظیم آستان قوم کے عروج کا خاتمہ ہوا۔

زمانہ قدیم میں ایک اور نہایت مشہور بحری قوم فنیشین یا فنکی گذری ہے جو بحر شام اور لیبیا بن کے سوا اصل کے درمیان آباد تھی۔ محنت اور ذہنی ترقی کی بدولت اس قوم نے بہت سی عجیب و غریب ایجادات دنیا کے روبرو پیش کی کھقین جن میں چپ۔ ایک شیشہ سازی۔ ارخوانی رنگ وغیرہ ہیں اور انہوں نے ہی سب سے اول آوازی تحریر کا فن ایجاد کیا تھا۔ کانسہ بنانے۔ بننے۔ معماری اور دوسری صنعتوں اور حرفتوں میں بھی اس قوم نے خوب نام پیدا کیا تھا۔ عروج کے زمانہ میں ان کی تجارت یہاں تک ترقی کر چکی تھی کہ مشرق کا سونا اور موتی۔ افریقہ کا ارخوانی رنگ ہاتھی دانت اور شیروں کی کھالیں عرب کا عود مصری کپڑے اور ظروف گل اور یونانی شراب قبرس کا تانبہ ہسپانیہ کی چاندی۔ انگلستان کا رانگہ اور ایلپا کا لوہا اپنی کے ہاتھوں میں سے گذرنا تھا۔

ان کی بحری سیاحتوں کی نسبت یہاں تک سنا گیا ہے کہ مصری بادشاہ نیکو کے زیرِ کمان
انہوں نے نین سال کے عرصہ میں افریقہ کے جنوبی حصہ کے گرد چکر لگایا تھا وہ نہ صرف
کپڑا بن شیشہ بنا اور رنگ تیار کر سکتے تھے بلکہ ہاتھی دانت سونے اور دھاتوں کے ظروف
اور ہر قسم کے زیورات تیار کرنے کے بھی اہل تھے لیکن ایامِ زوال میں ان کی یہ حالت
ہو گئی کہ مورخوں کو ان کی نسبت لکھنا پڑا۔

ان کا مذہب زیادہ تر وحشیانہ مظالم اور بد اخلاقی کے رواجات کا مرکب تھا
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مدعا دیانسی اور وحشیانہ حرکات کو قابو میں رکھنے
کی بجائے زیادہ تر انہیں بڑھانا تھا دولت مند فنکی اکثر کاہل آرام طلب
اور عیش پسند پائے جاتے تھے اب ان کی زندگیوں کا مقصد اعلیٰ دولت
حاصل کرنا نہیں تھا اور نہ ان کی بنا کسی معینہ اخلاقی اصول پر قائم تھی
جس طریق پر وہ سورج کے دیوتا بعل اور پیدائش اور افزائش کی دیوی
اشرہ کی پوجا کرتے تھے وہ بے حد اخلاق سے گرا ہوا اور دیانسانہ تھا۔
کچھ تو نفس پرستی کا یہ مذہب اپنی بد اخلاقی ہی کے باعث قابلِ نفرت تھا
کچھ وہ طریقہ جس کے مطابق یہ لوگ تیار ہو کر اور قاتلانہ جنگ کی طاقتوں
آگ کے دیوتا مولوچ اور برہچے سے صلح استری کی جسکی نسبت عام
عقیدہ یہ تھا کہ وہ اشرہ دیوی کے ساتھ ملکر ایک دیوتا کی وجود کی صورت
میں ہے پرستش کرتے تھے، اپنے ظالمانہ اور بے رحمانہ مراسم کے باعث
نہایت خوفناک اور مہیبانک تھا۔

انسان بالخصوص بچے اور جوان جو بنی نوعِ آدم کے تہذیب کی نہایت
قیمتی چیزیں ہیں قربانی کے طور پر ختمنا کہ اور طاقت و دیوتا مولوچ کی ہڈی
کئے جاتے تھے اور جب آگ میں جلتے وقت ان کی دردناک چیخیں سنائی

دیکھ لگتیں تو یہ لوگ خوب زور زور سے بائیں اور نقارے بجاتے تھے تاکہ ان کے شور
 و غل میں وہ آوازیں دب جائیں۔ فوج کتھاری رٹکیوں کو سیدن کی ریاضت کش
 دیوی استرے پر قربان کیا جاتا تھا اور پجاری اور پرستاران دعوتوں کے موقع
 پر اپنے آپ کو بے طرح زخمی اور مجروح کرتے تھے غرض اس زمانہ میں ان کی مجموعی
 حالت یہ تھی کہ ان میں بعض مراسم شہوت پرستی کے متعلق بعض وحشیانہ اور بعض
 ریاضانہ موجود تھے ان میں عیش پرستی اور بے حد فضول جوش پایا جاتا تھا لوگ
 بوجہ ہندی بن چکے تھے زمانہ کاہلی کو بہت پسند کرتے تھے اور ہر قسم کے ظلم و ستم
 پر شیدا تھے۔

اس حالت کو پہنچنے کے بعد روز بروز فنگی زوال پذیر ہوتے گئے اور یہاں تک گرے کہ
 آج صفحہ سستی سے ان کا نام و نشان بھی مٹ گیا ہے۔ کوئی قوم فی زمانہ ویسی نہیں جس
 کی نسبت کہا جاسکے کہ وہ قدیم فنگیوں کی جانشین ہے

ایشیا اور افریقہ کی ان قدیم قوموں کی طرح یورپ میں بھی قدیم رومی اور یونانی بہت بڑے
 عروج حاصل کر چکے تھے یونان کی قدیم عظمت سے ہر شخص واقف ہے سقراط بقراط و
 افلاطون۔ ارسطو طالیس وغیرہ سب بڑے بڑے حکما اسی ملک میں ہو گزرے ہیں
 اس قوم کی بہادری کے معرکے اس وقت تک صفحہ عالم سے معدوم نہیں ہو سکتے جب تک
 بہادرانہ کارناموں کو سن کر انسانی خون جوش میں آنے کی تاثیر رکھتا ہے مگر باپلی کے
 درہ میں جس بہادری کا اظہار سپارٹا دانوں نے کیا تھا وہ ایسی نہیں کہ انسان اس کی
 کیفیت سے اور متاثر نہ ہو اس موقع پر سرکیز شاہ فارس ۱۰۰۰۰ سپاہیوں کے ساتھ بڑے
 بڑے جہازوں کا بیڑا سمراہ لے کر یونان پر حملہ آور ہوا تھا تھسلی کا علاقہ مارے خوف
 کے چپ چاپ مطیع ہو گیا فوج اتنی بڑی اور عظیم الشان تھی کہ اسے جوہر کہتا تھا
 ہر سال ہوجاتا۔

حنا طر قمر بان کردینگے اور جب تک دم میں دم ہے ملک کو دشمن کا اطاعت
پذیر نہ ہونے دیجئے۔

اس کے بعد جو کچھ وقوع پذیر ہوا اسکی کیفیت نہایت دلچسپ پیرایہ میں میں شارٹ
ایم پیگ نے اپنی کتاب لے کے بک آف گولڈن ڈیڈس میں لکھی ہے۔

لتنے میں ایک فارسی گھوڑے پر سوار درہ کا معائنہ کرنے آیا وہ دیوار سے
پرے کی طرف نگاہ نہ دوڑا سکتا تھا البتہ اس کے سامنے اور فضیلوں
پر اس نے اہل سپارٹا کو دیکھا جنہیں سے بعض کھیل کود میں مصروف
تھے اور بعض اپنے لمبے بالوں میں کنگھی کر رہے تھے (۲) نے دوبارہ بادشاہ
کے پاس حیا کر اس واقعہ کی اطلاع دی اتفاق سے سرکینر شاہ فارس
کے کیمپ میں ایک جلا وطن سپارٹن شہزادہ ڈیمیاڈس نامی موجود تھا
جواب اپنے ملک کے خلاف ہو کر دشمن کا مشیر بنا ہوا تھا سرکینر نے اسے
بلا کر پوچھا تمہارے ہم وطن دیوانے ہیں کہ بھاگنے کی بجائے اس قسم کی فضو
باتوں میں مصروف ہیں لیکن ڈیمیاڈس نے اس کا جواب یہ دیا کہ
غالباً کسی خونریز لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں کیونکہ اہل سپارٹا جب
کسی خاص خطرہ میں پڑنے والے ہوں تو اپنے بالوں کو بڑی احتیاط
سے آراستہ کیا کرتے ہیں لیکن سرکینر کو اس بات پر مطلق باور نہ آ سکا
کہ اتنی چھوٹی سی جمعیت میری فوج کے دل بادل کا مقابلہ کر سکتی ہے
پس وہ چار دن تک اس بات کا منتظر رہا کہ شاید یہ لوگ خود بخود
بھاگ جائیں لیکن جب ان کے بھاگنے کی کوئی علامت نظر نہ آئی
تو لاچار حملہ کر دیا گیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب شاہ فارس نے ایک آدمی یہ پیغام دیکر یونینڈس کے پاس

بھیجا کہ بہتر موت تم اپنے ہتھیار خود بخود رکھ دو تو اس بہادر جرنیل نے جواب دیا اُسے کہ
 دینا کہ خود آگ لے جائے پھر جب اس پیغام بر نے کہا کہ دشمن کی تعداد اتنی زیادہ
 ہے کہ ان کے انتہائی تیروں اور برچھوڑوں میں سورج چھپ جاتا ہے تو یہ کہنے لگا "مضائق
 نہیں ہم سایہ ہی میں لڑیں گے" شاہ فارس نے درہ میں سے گزرنے کی بہتری کو شش
 کی لیکن گو اس کے ہزاروں سپاہی دشمن کے برچھوڑوں اور تلواروں سے مر گئے گو اسکی
 غیر فانی "فرج کے دس ہزار جوان بھی کام آئے تاہم وہ اپنی کوششوں میں کامیاب
 نہ ہو سکا کیونکہ سپارٹا داؤں نے درہ کے تنگ حصہ پر قبضہ جمارکھا تھا جس میں سے
 ہو کر صرف دو دو چار چار آدمی آسکتے تھے جنہیں وہ ساتھ کے ساتھ مارتے جاتے
 تھے۔ آخر کار ایفیاٹس نامی ایک دغا باز یونانی نے دشمن کے ساتھ ملکر ان کی فرج
 کا ایک حصہ کوہ اٹیا کی بلندی پر سے ایک پک ٹنڈی کے راستہ گزار دیا اس جگہ
 ایک ہزار فوسین لگ پیرہ کے لئے متعین تھے لیکن وہ دشمن کو دیکھتے ہی فرار ہو گئے
 آخر کار جب لیونیڈس نے دشمن کو سراپہ پھاڑ دیکھا تو اس نے اپنے ۳۰ سپارٹن
 جوانوں کو ملک کی خاطر گٹ مرنے پر آمادہ کیا انہوں نے ایک دوسرے کی طرف
 پیچھے کر کے ایک دائرہ کی صورت بنالی اور شیروں کی طرح پورے جوش سے اس
 وقت تک لڑتے رہے جتنے کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا جس تک لگتی ہیں

لیونیڈس کے پاس کپ میں اس کے درشتہ دار تھے جو ہر کوئیز کا خون
 اپنی رگوں میں رکھنے کے مدعی تھے اس نے چاہا کہ انہیں سپارٹا داؤں کے
 نام خطوط اور بیانات دیکر بھیج دوں اور اس طرح مرنے سے بچاؤں لیکن
 ان میں سے ایک نے جواب دیا میں لڑنے آیا ہوں چھٹیاں بیجائے نہیں
 آیا دوسرے نے جواب دیا میرے کارنامے وہ سب کچھ بتا دیں گے جو سپارٹا
 جانا چاہتا ہے..... غرض یہ مختصر سا کہ یہاں ہی پر پہلو بہ پہلو کھڑا ہو

آخری دم تک لڑتا رہا بعض تلواروں سے لڑے بعض خنجروں سے بعض ہاتھوں سے
 اور بعض رانتوں سے بھی خنجر سے جب سورج غروب ہوا ان میں سے ایک بھی زندہ
 نہ تھا مقتولوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا جس پر تیر چپکے رہتے تھے۔
 جس جگہ جانبازدوں کا یہ گروہ کام آیا وہاں یہ ان کے اعزاز میں ایک کتبہ کندہ کیا
 گیا تھا جس کے الفاظ یہ تھے
 اے مسافر حاسپارٹا سے کہہ دے کہ اس جگہ تیرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم
 نے اپنی جان دی۔

اب لیونیڈس کی ہڈیاں خبار راہ بن کر اڑ چکی ہیں نہ وہ ستون باقی ہے اور نہ وہ کتبہ
 وہ جگہ ہی بدل گئی ہے اور اس کی بجائے نئی زمین دیکھنے میں آتی ہے وہ یونانی اور
 سپارٹا والے بھی اب باقی نہیں ہے ان کی عظمت کی صرف کہانیاں باقی رہ گئی ہیں
 لیکن پتھر یا پتیل سے زیادہ پائدار اور میدان جنگ سے بھی زیادہ مضبوط لیونیڈس
 کا نام ہے اس واقعہ کو گزے دو ہزار تین سو سال ہو چکے ہیں لیکن اس زمانہ سے
 لے کر اب تک اس بات کی یاد نے کتنے دلوں میں جوش پیدا کیا اور کتنے بازوؤں
 کو جو حوصلہ مار بیٹھے تھے بہت دی ہے کہ پتھر یا پتیل کے درہ پر سپارٹا والوں نے
 شکست کھائی تھی اگر ایسی شکست جو فتح سے بھی بدرجہا بہتر تھی
 ایک اور مشہور یونانی سکندر اعظم فاتح دنیا کے واقعات اس قدر مشہور ہیں کہ
 ان کے اس جگہ دوسرے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی وہ ایک بہادر باپ کا بہادر
 بیٹا تھا اس کی طرح اس کے باپ فیلقوس کی بہادری کے بھی بہت سے قصے مشہور
 ہیں۔ پیرسی انیکلوٹس، نانی کتاب میں فیلقوس کی نسبت لکھا ہے
 میدان جنگ میں کبھی کوئی جنگ جو اس سے زیادہ دیر یا جو شہلا نہیں
 دیکھا گیا ڈیموستینز جس کی نسبت کبھی اس بات کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس

نے اسکی چالیسویں مد نظر رکھ کر کچھ لکھا ہو بیان کرتا ہے کہ ایک بار میں نے اسے دیکھا کہ گودہ بے طرح زخمی ہو رہا تھا اسکی ایک آنکھ باہر کو نکلی ہوئی تھی اس کی ہنسی لٹ چکی تھی اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹ چکے تھے تاہم وہ بڑے حوصلہ کے ساتھ ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرتا پھر رہا تھا وہ اس صورت میں بڑی خوشی سے اپنے جسم کا کوئی حصہ قسمت کے حوالہ کر دینے کو آمادہ رہتا تھا کہ باقی حصوں کو سہی کر عزت اور شان و شوکت کی زندگی بسر کر سکے۔

لیکن یہ سب باتیں یونان کے عروج کے دنوں کی ہیں ایام زوال میں اس ملک کی بھی وہی حالت ہو گئی تھی جو اکثر ممالک کی ہو جاتی ہے چنانچہ فیلیقوس ثالث کے عہد حکومت کی نسبت ہم دارڈانیڈ لاک کی بالفور تاریخ عالم میں پڑھتے ہیں کہ ”فیلیقوس ایک دلیر درالوا العزم نوجوان تھا۔ جس نے اپنے عہد حکومت میں بہت کچھ جنگی قابلیت کا اظہار کیا لیکن اسے یونان سے بالکل محبت نہ تھی اور تمام علاقوں پر یکساں طور سے اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے وہ تمام باتوں کو مناسب اور واجب خیال کرتا تھا اس کے عہد حکومت کی ابتداء میں اکائن اور ایپولونین لوگوں میں ایک جنگ چھڑی جو سالہ ۲۱۵ ق م سے ۲۱۵ ق م تک جاری رہی..... میان و مال کا تحفظ باقی نہ رہا تھا دیوتاؤں کے مندر بھی بیکسی تاسف کے لڑے جاتے تھے اس تباہ کن لڑائی نے اضلاع یونان کی آخری طاقت بھی شکست کر دی اور سپارٹا..... کی طاقت اور تمدنی انتظام جو کچھ باقی تھا دور ہو گیا..... اس کے بعد اسپس کے لڑائی جھگڑوں کا سلسلہ خدنا متناہی تک بڑھتا گیا جس کے باعث اہل روم کی طاقت غالب آتی گئی جو بطور ثالث کے مختلف فریقوں میں تصفیہ کر دیا کرتے تھے۔“

جس طرح ہندوؤں میں اس وقت جب کہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا رہا
 سہا چراغ گل ہو چکا تھا۔ ہر طرف مختلف صوبے خود سر ہوئے تھے ایک طرف پٹاروں
 کا زور تھا دوسری طرف ٹھکوں کا۔ سکھ بچائے خود ایک طاقت بن چکے تھے اور
 مرہٹوں نے پھر ایک بار ہندوؤں کی گئی گزری حکومت کا سماں باندھ دیا تھا۔
 ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک انگریزوں کی مصفاۃ حکومت
 کو طمانیت اور مسرت کی نظر سے دیکھا جانے لگا تھا اور اہل ہندۃ دل سے انہیں
 ملک گیری کی کوششوں میں مدد دیتے تھے ایسے ہی یونان کی حکومت کے زوال پذیر
 ہوتے وقت دیکھا گیا اہل روم اور انگریزوں کی مانند زیادہ تر ثالث کا کام سر انجام
 دیتے تھے ملک کو تباہی سے بچانے والے خیال کے جلتے تھے چنانچہ تاریخ عالم
 جلد ۱ کے صفحہ ۳۰ پر مذکور ہے:-

اس کے چند سال بعد مسلمانوں میں غلامی ایک لڑائی کے دوران میں
 دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔۔۔۔۔ اور اسے زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کیا گیا
 یونانیوں میں یہ آخری شخص تھا جس کے اندر بہادر کا نیر اور تربیت یافتہ تدبیر
 کی ضروری صفات کے علاوہ صداقت۔ سادگی اور دیانت داری اس درجہ کی تھی
 تھی کہ ایشیائیوں اور یونانیوں میں یاد آتے تھے اس کے مرنے کے بعد اکائین لیگ کی
 طاقت زوال پذیر ہوتی گئی اور اہل روم بڑی سہولیت سے بغیر کسی خاص جد
 جہد کے ملک پر قابض ہوتے گئے اول اول جب اصطلاح یونان مقدونیہ کے
 اقتدار سے باہر ہوئے تو اس آزادی کو ایک نعمت غیر مترقبہ خیال کیا جاتا تھا
 لیکن جلد ہی مختلف فرقوں کے ضاد اور اندرونی بد نظمی اور قانون کی خلا
 ورزی کے باعث لیڈوں کا زور اس قدر بڑھا کہ جان مال اور جان و مال کوئی
 چیز محفوظ نہ تھی غریب اور مفروض لوگ جو جدوجہد امیروں اور قریضوں

کے جنگل سے بچنے کے لئے کر رہے تھے اس نے شہری زندگی کو بیخ و بن تک ہلا
دیا اور آخر کار حیب اہل روم کا اقتدار غالب ہوا اور ملک میں امن و امان برقرار
ہو گیا تو سب لوگوں نے اس اطاعت پذیری کو رضا مندی کی نظر سے دیکھا

قوموں کی تاریخ اس لحاظ سے یہی مطابقت کھاتی ہے کہ ان کے عروج اور زوال کے
یواخت اکثر حالتوں میں نہایت قریبی طور پر مشابہ ہوتے ہیں۔ سطور بالا میں جن مختلف
قوموں کی بلندی اور پستی کی تضادیں دکھائی گئی ہیں ان سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حیب
کوئی قوم عروج سے زوال کی طرف آئے لگتی ہے تو اس کے اندر مختلف خرابیاں
خود بخود قدرتی طور پر پیدا ہو جاتی ہیں اقوام قدیم کے یہ تمام خاکے جو ہم نے اوپر
کھینچے ہیں قدیم اہل روم کے عروج و زوال کی تصویر دکھائے بغیر نامکمل رہیں گے
جسکی نسبت انہوں نے اپنی ایک نظم کے دوران میں لکھا ہے

رومی عقاب اپنے دوہرے شکار کو پکڑ کر غور کے ساتھ بلندی پر جا بیٹھا
یہاں ایک ہزار برس تک وہ اپنے پروں کو بچھڑ بچھڑاتا رہا حتیٰ کہ آخر کار طوفان
کے تھپڑے کھا کھا کر ہار پڑا پے سے کمزور ہو کر اپنے بلند نشین سے سر کے بل بچے
کی طرف آ رہا اور اسے گرتے دیکھ کر ساری قومیں کانپ اٹھیں

دسے زمین پر جتنی نامور قومیں ہو گزری ہیں ان میں رومیوں کا مرتبہ بہت بلند ہے
ان کا عروج لاثانی اور زوال عظیم النظیر۔ زمانہ حال کی روشنی میں قدیم رومیوں
کے کیر کیر اور ان کی بہادری کو دیکھا جائے تو عجیب عبرت حاصل ہوتی ہے زمانہ
ترقی میں ان کے اندر ایسے ایسے بہادر مرد گزرے ہیں کہ جو ملک کی خاطر جان و
مال عزت و حرمت ہر بات قربان کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ نیپولین کی طرح ہر ایک
رومی سپاہی لفظ ناممکن کے معنی ہی نہ جانتا تھا۔ سیکس نے ایک نظم لکھی ہے۔
جسکا ابتدائی سٹانڈرڈ یہ ہے۔

وہ ایک شریف رومی سپاہی تھا جو روم کے شاہی زمانہ میں ہو گزرا ہے کہ جس نے ایک بزدل ڈنگلیں مارنے والے کو قلعہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہتے سادہ تو ایک مضبوط قلعہ میں محصور ہیں اور اسے سر کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے لیکن اس بہادری نے یہ سن کر کہا آگے بڑھو آگے بڑھو میں راستہ تلاش کروں گا یا مبالغہ نہ کروں گا۔

ان کی حب الوطنی کا یہ عالم تھا کہ پرسی انیکڈ ڈس کی جلد ادا دل میں مذکور ہے۔

مہتری ڈٹیس کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے جب پومپونیس نامی روم کا ایک نائب مجروح ہو کر زیر حراست کر لیا گیا تو اسے مہتری ڈٹیس کے روبرو پیش کرنے لے گئے۔ آخر اذکر نے اس سے پوچھا اگر تمہاری زخموں کی خبر گیری کی گئی اور تم اچھے ہو گئے تو کیا پھر ہم سے دوست بن جائے گے؟

پومپونیس نے ایک صادق رومی کی پوری دفاواری کے ساتھ جواب دیا۔

مہتری ڈٹیس ہرگز نہیں اس وقت تک نہیں جب تک تو رومیوں کا دشمن ہے ان کا دوست بننا اور پھر پومپونیس تیرا سب سے بہادر دوست ہو گا۔

ان میں خود داری اس قدر تھی کہ مورخوں کا بیان ہے اہل روم اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد بتایا کرتے تھے جیسا کہ ہر قوم میں دیکھا جاتا ہے ایام عروج میں ان کے اندر بھی اعلیٰ ترین خوبیاں ملاور نیکیاں پائی جاتی تھیں تاہم شاہ ہے کہ یہ روم کی جمہوری سلطنت کا رنخ ترین زمانہ تھا اس زمانہ میں قوم کے اندر حد درجہ کی نیکی و اخلاق کی بے حد پابندی اور زندگی میں موزون سادگی پائی جاتی تھی۔ دولت اور عیش و عشرت کے خیال میں اس وقت تک لوگ نہ پھنسے تھے زمانہ گذشتہ کے ایریٹائیڈس کی طرح کرئیں اور فیبرشیس اس قدر افلاس کی حالت میں مرے کہ گرنٹ کو ان کی رطکیوں کا گزارہ مقرر کرنا پڑا اور جب مشہور و معروف فیکس سیکسی مرثو اس کی تجنیو یوتفین کے تمام اخراجات

اس کے دوستوں نے چنیدہ کر کے پورے کئے تھے ان دنوں صرف نیکی اور روحانی
 شرافت کی قدر و عزت کی حیاتی تھی۔ بہادری شجاعت اور فوجی کارناموں میں
 امیر اور غریب دونوں ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش میں لگے
 رہتے تھے۔ جماعتی تعصب کی جگہ حب الوطنی کے احساس نے لے لی تھی فیرٹیس نے
 تو تپس کے سونے کی طمع میں آکر راہ راست سے منحرف ہو گیا تھا اور نہ اس باہقی
 کو دیکھ کر خالی ہوا تھا جو پردہ کے چھپے چھپا ہوا تھا

دنیا کی بہت کم قوموں نے وہ عروج دیکھا ہو گا یا دیکھیں گی جو قدیم روما کو نصیب ہوا۔
 لیکن افسوس ہے کہ نذوال ہر قوم کی آنکھوں پر ٹپی بانڈھ دیتا ہے وہی رومی جو ایک زمانہ
 میں سادگی کو عیش و عشرت اور حسرت کو امارت پر ترجیح دیتے تھے بلا آخر اس قدر عیش
 اور کاہل بنے کہ دونوں درجہ حال توں کا مقابلہ کر کے حیرت ہوتی ہے جس روما میں
 مرقس آریلیس جیسی پاک روحیں پیدا ہوتی تھیں انسان کا خون بہتا۔ دیکھئے کہ اس
 قدر شائق ہوا کہ اسکی زمین پر بنی آدم کا لہو پانی کی طرح بہ رہا تھا عیش پسندی کے زمانہ
 میں انہیں سب سے زیادہ دلچسپی مختلف ظالمانہ کھیلوں سے تھی جن میں خاص طور
 پر قابل ذکر شمشیر لڑائی کے کرتب ہیں۔ قاعدہ یہ تھا کہ لوگ ایک وسیع میدان کے
 گرد دائرہ کی صورت میں بیٹھ جاتے تھے اور ان کے مجمع میں بادشاہ اور اہلکار بھی
 موجود ہوتے تھے پھر اس میدان میں حد درجہ کے بیدوانہ کھیل ہوتے تھے دیکھئے
 اس بارہ میں مس ہینگ کیا لکھتی ہیں

جوں جوں اہل روما زیادہ مغرور اور عیش پسند ہوتے گئے ان کی حالت
 اس قسم کی بنتی گئی کہ کوئی شخص جو ان کے لئے کھیل اور ضیافت طبع
 کا سامان پیدا نہ کرے انہیں خوش نہ کر سکتا تھا جب کوئی شخص کسی سرکاری
 عہدہ پر مامور ہوتا چاہتا تو اس کا فرض ہوتا تھا کہ اہل شہر کو اس قسم کے

کے کھیل دکھا کر خوش کرے جنہیں دیکھنے کے وہ عادی تھے اور جب لوگوں
میں بدامنی پھیلتی تو ان کا غرہ موفقی سی ہو کر تاحق یعنی رومی اور کھیل
کیونکہ انہی کی پرواہ تھی

قدیم روم میں کھیلوں کے اس قسم کے جب قدر میدان موجود تھے ان میں زیادہ قابل ذکر
کو لیشیریم تھا جسے شہنشاہ دسپین اور اس کے بیٹے ٹیس نے بنوایا تھا ایک زمانہ میں اس
وسیع تجارت کے اندر ۷۰۰۰۰۰ تن تاشائی بیٹھ سکتے تھے مگر اب اس کے صرف آثار باقی ہیں
گو انہیں بھی ہفت عجائبات روزگار میں سے تصور کیا جاتا ہے

اس کو لیشیریم میں جس قسم کے وحشیانہ کھیل ہو کر تھے تھے خیال پیدا ہوتا ہے کہ
واقعی رومی خود اپنی تباہی کا سامان کر رہے تھے دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک شخص
حد سے زیادہ سراٹھائے اور قدرت اس کا سر کچل نہ ڈالے جب آندھی چلتی ہے تو
بلند ترین اور زیادہ سرکش درختوں کو سب سے پہلے بلنداؤ سے اکھاڑتی ہے دریا کی
طحیانی میں بڑے بڑے درخت بہ جاتے ہیں لیکن نگاہ اس کے تنکے جو سر جھکانے پر تیار
ہوتے ہیں اسکی رو سے محفوظ رہتے ہیں۔ رومیوں نے جس قدر سرکشی اختیار کی تھی
اُن میں جب قدر عز و پر پیدا ہو چکا تھا اور وہ آرام پسندی اور کمالی کے جب قدر دلداد ہو
تھے اس پر نظر رکھتے ہوئے ہمیں سب سے بڑھ کر حیرت اس بات کی ہوتی ہے کہ اتنی
ملت بھی وہ کیونکر صفحہ ہستی پر برقرار رہ سکے؛ لیکن اس سوال کا جواب ہم اسے کانوں
میں یہ پڑتا ہے کہ خدا کی چکی آہستہ لیکن خوب پستی ہے۔ واقعی رومی اس چکی کے
پاٹ میں آکر پے اور خوب پے۔ ایسے پے کہ آج صرف ان کی داستانیں باقی رہ گئی
ہیں کوئی قوم یہ گہنے کے قابل باقی نہیں رہی کہ میں ان قدیم رومیوں کی مورث
ہوں جو آخر کار ایک بیگناہ کا خون ہوتا دیکھ کر اپنے مظالم سے بے وقت تائب
ہوئے تھے۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کھیلوں کی بھی کسی قدر مجمل کیفیت بیان کر دی جائے
جنہیں قدیم اہل روم اس قدر خوشی اور طمانیت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چارلٹ ایم
ینگ صاحب اپنی ایک آف گولڈن ڈیس میں لکھتی ہیں۔

جب شہنشاہ بیٹھ کر اشارہ کر دیتا تو کھیل شروع ہو جاتے تھے بعض اوقات
کھیلوں کی ابتدا ایک رسی پر چلنے والے ہاتھی سے ہوتی تھی جو عمارت کی چوٹی
تک چڑھ کر رسی ہی کے سہارے نیچے اتر آتا تھا اس کے بعد ایک ریچھ عمر رسیدہ
نوعی عورت کی پوشاک میں بالکی پر بیٹھا یا ہرنگٹا جسے دو آدمیوں نے اٹھایا
ہوا ہوتا تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں کے بارہا بے کاپی طریقہ ہوتا
تھا ایک اور ریچھ وکیلوں والے کپڑے پہنے آگے بڑھتا اور اپنی پھلی ٹانگوں
کے بل کھڑا ہو کر اسی قسم کی حرکات کرتا تھا گویا کسی مقدمہ کی پیروی کر رہا ہے

لیکن کولتیریم محض اس قسم کے معصومانہ کھیلوں کے لئے مخصوص نہ تھا اس میں جنگلی
جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑائی کرائی جاتی تھی اس قسم کے ڈرامے کئے جاتے تھے
کہ جنہیں ایک سے زیادہ شخصوں کے مارے جانے کی کیفیت بھی آئے اور وہ خاص
موقعہ آتا تو ان ایکڑوں کو حقیقت میں اسی طریقہ پر مار دیا جاتا تھا جس کا اس ناٹک
میں ذکر ہو چنانچہ ان میں اور فیس کا ایک مشہور کھیل ہوتا تھا جس کے دوران میں
ایک شخص کو ایکڑ کی حیثیت میں پرچ پرچ رکھپوں سے مراد دیا جاتا تھا

اس قسم کے کھیلوں کے بعد بعض غلاموں یا دوسری قوموں کے قیدیوں کو
جنگلی جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا اور حاضرین بغیر کسی اضطراب یا گھبراہٹ کے
اس تمام کارروائی کو بیٹھے دیکھتے رہتے تھے۔ آخر کار

مقتولوں کی لاشوں کو ٹکڑوں کے ذریعہ ٹکسیٹ کر پرے کر دیا جاتا تھا خون سے
تزیینت پر ایک اور تہ بچھا دی جاتی تھی اور طویل القامت خوشنما ڈیل ٹو

روما کی تاریخ گو میڈی اور ٹریجیڈی کا ایک عجیب و غریب مرکب ہے اس میں نیرو جیسے ظالم بادشاہ بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے روما کو آگ لگا کر بڑے غزے سے سارنگی بجائی تھی۔ اس میں انیٹرنی جیسے عیاش بھی ہوئے ہیں جو کلیو پٹر الملک مصر کے عشق میں مبتلا ہو کر راج پاٹ کی ہر بات کو بھول گئے تھے اور اپنی معشوقہ سے اس بات کی شرط کرتے تھے کہ ہم دونوں میں سے زیادہ فضول خرچی کون کرتا ہے جس پر کلیو پٹر اپنے کان سے سیاہ موتی اتار کر سرکہ میں حل کر کے پی لیا اور کہا تھا کہ اس سے زیادہ فضول خرچی تم کیونکر کر سکو گے؟ ان کے علاوہ روما میں مرقس آریلیس جیسے فرشتہ خصلت بادشاہ بھی ہو گزرے ہیں جو میدان جنگ میں باقی تمام امور کو نظر انداز کر کے فلسفیانہ نکات کے حل کرنے میں راتوں غور و خوض میں مصروف رہتے تھے یہ سب اس عجیب و غریب سلطنت پر حکومت کر چکے تھے اور اسمیں نمایاں بذوال نمودار نہ ہوا تھا لیکن جب تمام ملک کی اخلاقی حالت اس درجہ کو پہنچ گئی جس کی کیفیت سطور بالا میں قلم بند کی گئی ہے تو آخر اس عظیم الشان سلطنت پر قہر ربانی نازل ہوا اور قدرت نے اپنے اٹل قانون کے مطابق ان کی ہستی کو صفحہ عالم سے محو کر دیا۔

نسبتاً قریبی زمانہ کی تاریخ میں اسلامی فتوحات کے کارنامے بھی کچھ کم قابل ذکر نہیں ایک زمانہ میں مسلمانوں نے اس قدر عروج حاصل کر لیا تھا کہ عرب۔ ایران۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ شام۔ ایشیا کوچک وغیرہ بلاد کو چھوڑ کر وہ ہسپانیہ۔ پرتگال کے ایک حصہ۔ سسلی۔ فرانس کا ایک حصہ۔ آسٹریا کا ایک حصہ اور ترکی پر قابض ہو گئے تھے ہسپانیہ میں ان کی مدتوں حکومت رہی جو عروج اس زمانہ میں اس قوم کو حاصل تھا اسکا اندازہ ہسپانیہ میں قہر المحرر نے یا سب قرطبہ کے آثار دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب سلطان عبدالرحمن ثالث جیسے عیاش اور اواباش فرمانروا یاں نے عیسائیوں سے ایک سو بارہ عورتوں کا سالانہ خرچ وصول کرنا شروع کیا تو اس وقت سے ان

کی طاقت زوال پذیر ہونے لگی۔ حتیٰ کہ آخر کار عیسائیوں نے پھر اپنے ملک پر قابض ہو کر
ایک ایک مسلمان کو چن چن کر ملک بدر کیا

تاریخ ہند میں شاہان افغانہ و مغلیہ کے کارنامے مسلمانوں کے ستارہ اقبال کے
نصفہ انتہا پر ہونے کے نظارے دکھاتے ہیں جب تک اس ملک میں بھول ہو
جیسے متقی اور پیر گار۔ بار جیسے ایماندار اور محدث گستر اور اکبر اور شاہ جہاں جیسے انشا
پسند اور ہندو مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنے والے بادشاہ حکمران ہے ان کی حکومت
مرج ترقی پر رہی لیکن جب اورنگ زیب جیسے تنگدل بادشاہ تخت نشین ہوئے
جنکی نسبت لیخبرج ایسے بے لاگ مورخ نے لکھا ہے کہ

..... ہمیشہ طر ہی تدبیروں کو پسند کرتا تھا..... بڑا متعصب تھا غیر

مذہب کے لوگوں کو اذیت پہنچاتا۔ سب کی طرف سے بدظن رہتا مغللوں

پر سختی کرتا اور بری طرح بھی کچھ ہاتھ لگتا تو نہ چوکتا تھا

تو انکی سلطنت کی جڑ بھی کھوکھلی ہونی شروع ہو گئی اور وہ جھگڑے اور لڑائیاں
برپا ہوئیں کہ جو آخر کار سلطنت مغلیہ کے آغا غانا زوال پذیر ہونے کا ایک بڑا
سبب ثابت ہوئیں

مسلمانوں کی حکومت کو جو عروج ہندوستان میں شاہ جہاں کے زمانہ میں تھا اس
کی نسبت مشہور و معروف مورخ منشی دیبی پرشاد صاحب اپنے ایک مضمون کے دوران
میں لکھتے ہیں کہ یوم تاجپوشی کو

ایک دن کے جشن جلوسی میں دو لاکھ اشرفی ۶ لاکھ روپے متاز زانی بیگم
کو بخشے اور دس لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا ایک لاکھ اشرفی اور ہم لاکھ روپیہ
بڑی شہزادی عرف بیگم صاحبہ کو عطا کئے۔ اور ان کا سالانہ ۶ لاکھ روپیہ
مقرر کیا اور شہزادوں کے واسطے جو ابھی لاہور سے نہیں آئے تھے وہ لاکھ

روپیہ متاذا زمانی بگیم کو دے کہ ان کے آنے پر اس تفصیل سے تقسیم کر دیں
 (۱) شہزادہ داراشکوہ دو لاکھ (۲) شاہزادہ شجاع ڈیڑھ لاکھ (۳) شاہزادہ اورنگ
 زیب ایک لاکھ (۴) بادشاہ زادہ مراد بخش (۵) بادشاہ زادہ لطف اللہ (۶) بادشاہ
 بادشاہزادی روشن آرا بگیم (۷) بادشاہزادی ثریا بگیم کو ساڑھے تین لاکھ
 داراشکوہ کا روزیہ ہزار روپیہ شجاع کا ۶۵۰ روپیہ اورنگ زیب کا ۵۰۰
 روپیہ مراد بخش کا ۲۵۰ روپیہ مقرر ہوا۔

۱۰۰۰ اسی دن علامہ ۶۰ لاکھ روپیہ کے جو محل سرے میں عنایت ہوئے
 تھے ۱۲۰ لاکھ روپیہ سیدوں شیخوں عالموں فاضلوں اور شاعروں وغیرہ
 کو عنایت ہوئے غرض کل حسانت ۷۷ لاکھ روپیہ کی ہوئی

یہ حالت تو سلطنت کے عروج کے زمانہ میں تھی اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ عروج کب تک
 قائم رہتا اگر مستقب اورنگ زیب کی بجائے متمم مزاج ویدانتی داراشکوہ تخت نشین
 ہوتا۔ لیکن اول الذکر نے چند روزہ خود سری میں سلطنت کی یخ و بن تک کمزور
 کر کے ملک کی یہ حالت کر دی کہ اس پر رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ جیسے بوجے حکمران
 حکومت کرنے لگے جو دو دو تین تین ماہ سے زیادہ سلطنت نہ کر سکے۔

رفیع الدرجات سے پہلے جس قدر حکمران گذرے ہیں ان میں قابل ذکر فرخ سیر
 تھا جسکی نسبت مذکور ہے کہ اس کے عہد میں

بندا اور اس کے بہت سے ہمراہی سکھ گرفتار ہوئے اور کمال اذیت سے
 مارے گئے تھے۔ ان لوگوں سے اس اذیت اور موت کے دقت نہایت
 درجہ کی بہادری ظاہر ہوئی اور ایک نے بھی اپنے عقیدہ سے انکار کر کے
 اپنی جان کو بچا نامنظور نہ کیا فرخ سیر نے ان کو اس طرح چن چن کر قتل
 کیا تھا کہ گویا سکھوں کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا تھا۔

لیکن اس ظالم کی بے رحمیاں صرف غیر مذہب کے آدمیوں تک ہی محدود نہ رہی تھیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے

جلوس کے سال دوم ۱۱۷۱ء میں دیگر قیوری شاہزادوں کے علاوہ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ وہ ستم کیا جس سے انقلاب دنیا کی تصویر آنکھوں کے سامنے بھر جاتی ہے۔ عزیز الدین پسر جہاندار شاہ والا تبار پسر محمد اعظم شاہ اور اپنے چھوٹے بھائی محمد جلیوں بخت کی آنکھوں میں جسکی عمر صرف دس گیارہ سال کی تھی سلائی پھیر دی گئی۔

لیکن دنیا میں ہر کام کا اجر کچھ نہ کچھ ضرور اپنی زندگی ہی میں مل جاتا ہے۔

چھ سال اس واقعہ کو نہ گزرے تھے کہ فرخ سیر کی بھی وہی حالت ہوئی جو اس نے ان شہزادوں کی کی تھی سید عبد خاں بادشاہ گزنم الدین علی خاں برادر قطب الملک اور راجہ اجیت سنگھ وغیرہ محلوں میں گھس گئے۔ عورتوں کی بے عزتی کی بادشاہ خوف کے مائے ایک گوشہ میں چھپ گیا تھا۔ اس کو باکھنچر لائے۔ فرخ سیر کی بیٹیوں اور بیٹیوں نے روناپٹا شروع کیا پاؤں پر سر رکھا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اس کو تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا اور چند دنوں بعد موقع پا کر قتل کر دیا۔

یہ درگت ایام زوال میں اکبر اور شاہجہاں ایسے بادشاہوں کی اولاد کی ہوئی لیکن معاً اس پر ختم نہیں ہوتا۔

عالمگیر ثانی کے بیٹے شاہ عالم ثانی کا واقعہ قیامت کے مولناک واقعہ سے کم نہیں ہے۔۔۔۔۔ غلام قادر روہیلہ پٹیاں نے جسکا نام ننگ حراموں کی فہرست میں چوٹی پر لکھنا چاہئے۔۔۔۔۔ پانچ چار بیٹاؤں کو لے کر شاہ عالم کو دیوان خاص میں بلوایا اور پھر پوچھا "خزانہ کہاں ہے؟" بادشاہ نے کہا اگر خزانہ میرے پاس ہوتا تو میں ظردن نقرہ و طلائی کو بیچ کر نوکروں کی تنخواہ کیوں تقسیم کرتا؟ اگر کہیں دفتیر

آباد اجداد کا ہے تو مجھے اس کا علم نہیں ظالم بے رحم نے کہا جب خزانہ تمہارے پاس نہیں
 = تو دنیا میں رہنا تمہارا محض بیکار ہے۔ تمہاری آنکھیں اب نکالی جائیں گی۔ بادشاہ نے
 آہ سرد بھری اور کہا یہ آنکھیں ساٹھ برس تک کلام اللہ شریف پڑھتی رہی ہیں ظالم
 ان پر رحم کر بے رحم نے اس کے جواب میں بولے بادشاہ کے بیٹوں اور پوتوں کو جو
 اس کے ساتھ ہی طلب کئے گئے تھے بے تحاشا رتا شرمع کیا۔ بادشاہ کی آنکھوں
 میں آنسو بھر آئے اور کہا ان آنکھوں کو یہ عذاب اور مصیبت نہ دکھا بہتر ہے کہ نکال
 لے وہ سفاک تخت سے اچیل کر بادشاہ کے پاس آیا اور اس کو فرش پر ٹا کر اسکی
 چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر سے اسکی ایک آنکھ نکال لی۔ دوسری آنکھ کے لئے اپنے
 ہمارے کو اشارہ کیا ہر چند وہ بھی شقی القلب تھا لیکن یہ عبرت ناک حالت دیکھ کہ
 اس کا دل لرز گیا۔..... پھر دوسرے پٹھانوں نے روہیلہ کے خوف سے بادشاہ
 کی دوسری آنکھ بھی نکال لی۔

یہ حالت مغلوں کے انتہائی زوال کے ایام میں تھی اس سے پہلے محمد شاہ رنجیلے کے وقت
 میں گو شاہی عروج انگلی شان نہ رکھتا تھا تاہم بادشاہوں کی مالی حالت خاصی اچھی ہوا
 کرتی تھی جس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب نادر شاہ افشار دہلی کو لوٹا کہ
 واپس پلٹا ہے تو ۲۰ کروڑ روپیہ کی مالیت کی چیزیں اور نقاری ہمراہ لے گیا تھا۔ نادر شاہ
 کا حملہ بجائے خود اس امر کی بنیاد دیا ہے کہ اس زمانہ میں سلطنت مغلیہ محض برائے
 نام رہ گئی تھی ورنہ اگر محمد شاہ کچھ بھی صاحب اقتدار و اختیار ہوتا تو کبھی ممکن نہ تھا
 کہ ایک اور نئے احیائیت کا گڈیا برنائی پہاڑوں کے سلسلہ کو عبور کر کے دہلی پہنچتا اور ذرا
 سی بات پر لڑ کر ایک دن اور ایک رات برابر قتل عام کر دائے جاتا۔ محمد شاہ سے
 ظاہر طور پر لگاؤ نہ پیدا کرنے کے لئے ہی اس نے

چلنے سے پیشتر محمد شاہ کو پھر تخت پر بٹھایا اور ہند کے بڑے بڑے راجاؤں اور

نوابوں کو جن میں مرہٹے بھی داخل تھے لکھ بھجیا تھا کہ اگر تم محمد شاہ کا حکم نہ مانو گے تو
میں تمہاری خوب خیر لوں گا“

لیکن بقول بیہترج صاحب

”یوں تو سلطنت مغلیہ میں محمد شاہ ہی کے عہد میں کچھ دم باقی نہ رہا تھا مگر ان (اس
کے بعد کے) بادشاہوں کے زمانہ میں سلطنت کا اور بھی رہا سہا چراغ نکل ہو گیا
اور چھپے جو بادشاہ ہوئے وہ نام ہی کے بادشاہ تھے“

یہ مسلمانوں کے زوال کا فوٹو ہے۔ دنیا کی تاریخ اس قدر مفصل ہے کہ اس محدود جگہ
میں ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ مختلف زمانوں میں کتنی مختلف سلطنتیں نمودار اور نظر
سے غائب ہوئیں۔ یہی حال دنیا کے فرماؤں کا ہے۔ کوئی ٹھیک اندازہ اس بات
کا نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کتنے فرمانروا گزرے۔ بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہوں
کی قبروں کے نشانات تک بھی باقی نہیں ہیں۔ اور بہتوں کے نام بھی صفحہ عالم سے مٹ
گئے البتہ ان کے حالات یا مختلف قوموں یا سلطنتوں کی چورہاے اب تک باقی
ہیں۔ ان سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ راست بازی حق پسندی۔ بہادری اور
استقلال ہمیشہ ہر ملک میں قوموں کے عروج اور کامیابی۔ بے انصافی اور عیش
پسندی ان کے زوال کا موجب ثابت ہوتے رہے ہیں۔

نپولین بونا پارٹ جس کا نام اپنے الو العزبانہ کارناموں کے لئے ابد الابد تک یادگار
ہے گا ماضی قریب کے نامور آدمیوں میں چوٹی پر شمار کرنے کے لائق ہے اہل فرانس باوجود
جمہوریت پسند ہونے کے اس کا نام آج تک عزت سے لیتے ہیں۔ فی الحقیقت انہوں نے
اس کا مقبرہ ایک ایسے مقام پر بنایا ہے کہ جو شخص اسے دیکھنے لگے اسے خواہ مخواہ بھی سر
جھکانا پڑتا ہے گویا بزرگ بھی اہل فرانس کے دلوں میں اس کی وہی عزت باقی ہے جو
کسی زمانہ میں تھی اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز مولیٰ اپنے انجنئر کے اسٹنڈی

سیدائے کی خراب ٹرک پر سے گزر رہا تھا کہ یکایک رک گیا اور ایک پہاڑ کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا کیا اس پہاڑی میں سے ٹرک کا ٹنا ممکن نہیں تاکہ اس کے نیچے سے زیادہ آرام دہ اور محفوظ راستہ بن جائے؟ انجنیئر نے جواب دیا ”جہاں پناہ ایسا کرنا یقیناً ممکن ہے مگر.....“

بادشاہ نے حکم دیا ”نہیں مگر“ کا لفظ سننا نہیں چاہتا اسے ہواؤ اور فوراً بنوانا شروع کرو۔ یہ تصدیق استقلال کی ہے جب تک پولیس کا خیال تھا کہ ”ناممکن“ ایک ایسا لفظ ہے جو محض بیوقوفوں کی بات میں پایا جاتا ہے وہ جس طرف منہ اٹھاتا فتح کی دیوی جھٹ اس کے گھوڑے کی باگ کو سامنے سے بوسہ دیتی تھی لیکن جب وہ ان مظالم پر اتر آیا جو روس کے یادگاری حملہ کے موقعہ پر اس نے باشندگان روس پر روا رکھے تھے جب وائر نو اور ٹریفک لکڑ کی لڑائیوں میں اس شش و پنج میں پڑ گیا کہ مجھے کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیے تو اسی وقت سے عروج اسے خیر باد کہہ چلتا بنا اور زوال نے اس کی رہبری شروع کی۔ انجام کار سینٹ ہلین کے دیران جزیرہ میں اسکا جو کچھ حشر ہوا وہ سب پرروں ہے اور اس کے دوہرنے کی کوئی ضرورت نہیں

لوئیس انیم شاہ فرانس کی نسبت مذکور ہے کہ جب وہ مسلمانوں کی قید سے چھٹ کر اپنی ملکہ اور بچوں سمیت واپس فرانس کی طرف آ رہا تھا تو راستہ میں اسکا جہاز ٹوٹ گیا اسے مجبور کیا گیا کہ آپ کسی دوسرے جہاز پر سوار ہو جائیں تاکہ خطرہ سے محفوظ رہ سکیں لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ”میرے ہمراہی بھی یقیناً اپنی جانیں بچانے کے ویسے ہی مشق ہوں گے جیسے میں ہوں اگر میں جہاز کو چھوڑتا ہوں تو وہ بھی چھوڑ دیں گے اور چونکہ دوسرا جہاز اتنا بڑا نہیں کہ ہم سب اس میں سما جائیں اسلئے یقیناً وہ مر جائیں گے بہتر ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنی بہادر رعایا میں سے اتنے آدمیوں کی جان معرض خطر میں ڈالوں خود اپنی اور اپنی ملکہ اور بچوں کی جانیں خدا کے حوالے کئے رکھوں“ رعایا پوری کی اس سے بہتر مثالیں مشکل سے مل سکتی ہیں۔

چارلس پنجم شاہ فرانس بڑا محبوب وطن بادشاہ ہو گزرا ہے جب وہ مرنے لگا تو اس نے پاس والوں سے کہا "میرا نشانہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انصاف کیا جاوے لیکن کونسا بادشاہ اس بات کا یقین کر سکتا ہے کہ اس نے ہمیشہ انصاف ہی کیا ہو۔ شاید ہے کہ مجھ سے بھی بہت سی ایسی برائیاں سرزد ہو گئی ہوں جنکی مجھے کچھ بھی خبر نہ ہو۔" فراسیسو جو اس وقت میری باتیں سنتے ہو میں ذات باری تعالیٰ کے سامنے یہ بات کہتا ہوں کہ بادشاہوں کی بہترین خوشی اسی میں ہے کہ انہیں بھلائی کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔"

جس فرانس نے لوئیس شانزدہم کا سقم کیا تھا اس میں ایسے ایسے نیکل بادشاہ بھی ہو گزرے ہیں

فریڈرک اعظم نے ایک روز گھنٹی بجائی لیکن اس کے جواب میں کوئی نوکر اندر داخل نہ ہوا اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک غلام صوف پر سو یا پڑا ہے وہ اسے جگانے ہی کو بھٹکا کہ اس نے اس کی جیب میں سے کاغذ کا ایک پرزہ باہر کو نکالا ہوا دیکھا اور اسے اس کا مضمون معلوم کرنے کا شوق ہوا۔ فریڈرک نے اس کاغذ کو بڑی احتیاط سے کھینچ کر باہر نکالا اور اسے پڑھا۔ یہ ایک خط تھا جو اس نو جوان کی ماں نے اسے بھیجا تھا اور جسمیں اس بات کا شکریہ ادا کیا ہوا تھا۔ کہ تم نے اپنی تنخواہ کا جو حصہ مجھے بھیج دیا ہے وہ مجھے اڑے وقت میں بہت کام آیا ہے اور آخر میں دعا کی گئی تھی کہ میری اس طرح خدمت کرنے کے عوض خدا تمہیں برکت دے بادشاہ چپ چاپ اپنے کمرہ میں داخل ہوا اور ایک بندل ڈکٹ کے سکوں کا لے کر چھٹی سمیت اس غلام کی جیب میں ڈال دیا اور اس کے بعد کمرہ میں آکر اس زور سے گھنٹی بجائی کہ وہی نوکر بے تحاشا بھاگتا ہوا آیا۔ بادشاہ نے اسکی طرف دیکھ کر کہا "معلوم ہوتا ہے خوب سوئے ہو" غلام نے معذرت کی اور گھبراہٹ میں جیب میں ہاتھ ڈال لیا لیکن وہاں جو پڑیا سی بندھی ہوئی دیکھی۔ توجیران ہو گیا اس نے اسے جیب سے باہر نکالا اس کا رنگ زرد ہو گیا۔

اور بادشاہ کی طرف دیکھ کر زار و قطار رونے لگ گیا اسکی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکتا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا بات ہے روتے کیوں ہو؟ غلام بادشاہ کے پاؤں پر گہر پڑا اور کھنے لگا جہاں پناہ معلوم ہوتا ہے کوئی شخص مجھے تباہ کرنا چاہتا ہے میں نہر جانا یہ نقدی میری جیب میں کیونکر آگئی؟ فریڈرک نے جواب دیا میرے دوست خدا اکثر سوتے وقت ہم سے بھلائی کر دیتا ہے یہ نقدی اپنی ماں کے پاس بھیج دو اور اسے اطمینان دلا دو کہ میں تمہاری اور اسکی پوری خبر گیری کیا کر دے گا۔

یہ وہی فریڈرک تھا جو جرمنی کو اس عروج تک پہنچا جو آج اسے حاصل ہے آلفونس شاہ نیپلز و سسلی تاریخ عالم میں ایک حد درجہ کاسادگی پسند بادشاہ گذر رہے تھے کہ ایک موقع پر اس نے ایک گاڑی میں کی کچڑ میں بھنسی ہوئی گاڑی کو خود کھینچ کر باہر نکالا تھا اسکی رحمدلی کے بے بسیوں قصے شہور میں ایک مرتبہ کسی نے اس سے پوچھا کیا باعث ہے کہ آپ حد درجہ کے شریر لوگوں کو بھی اس طرح معافی دیدیتے ہیں کہ گویا انہوں نے کوئی خطا کی ہی نہ ہو؟ اس نے جواب دیا اسلئے کہ نیک انصاف سے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور بد رحمدلی سے۔ ایک اور موقع پر جب اس کے دربار میں سے بعض نے اس امر کی شکایت کی کہ آپ کی حد درجہ کی ملائمت سے سلطنت میں فتنہ واقع ہو رہا ہے تو اس نے نرمی سے جواب دیا تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم پر ریچھ اور شیر حکومت کریں؟ درندوں ہی کا کام تباہی پھیلانا ہوتا ہے ورنہ انسان کا کام معافی دینا ہے۔

نیپلز اور سسلی کی سلطنت اب کیا ہوئی؟ آلفونس کے جانشینوں سے پوچھو جنہوں نے اس کے قائم کردہ قواعد پر عمل کرنا پسند نہ کیا انقلاب فرانس کے موقع پر ایک عورت میڈم سینٹ مورول نامی کو معاہدہ اس کی دختر اور خور و سال بیٹے کے قید کر دیا گیا اور پھر حیدر بن بعد ان پر مقدمہ چلایا

گیا۔ ماں بیٹی نے دوران مقدمہ میں بڑی دلیری سے کام لیا اور انہیں سزا عے موت دی گئی لیکن لڑکے کو بہت خورد سال خیال کر کے نظر انداز کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ اسے دوبارہ جیل خانہ میں پہنچا دیا جائے۔ لڑکے نے یہ معلوم کر کے کہا "واہ! کیا تم مجھے میری ماں سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ ایسا انہیں ہو سکتا" اور معاً چلا کر کہا "بادشاہ زندہ باش" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے بھی اسکی ماں اور بہن کی طرح موت کا حکم سنایا گیا اور تینوں کو ایک ساتھ قتل میں لے گئے۔

اس دل گردہ کے لوگ تھے جنہوں نے فرانس کے اس قیامت منا انقلاب کو دور کرنے میں مدد دی جس کے دوران میں انسانی خون پانی کی طرح گلیوں میں بہ نکلا، شہنشاہ و سپیسین والٹے رومانے ایک موقع پر ایک ممبر سینیٹ کو حکم دیا کہ فلاں معاملہ میں تمہیں اپنی رائے میرے کہنے کے مطابق دینی ہوگی اور اس کا اپنا منشاء ملک کے فوائد کے خلاف کوئی بات کرنے کا حق تھا ساتھ ہی اس بات کی دھمکی دی کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں تمہیں فوراً مرداد و نکا۔ اس گرم جوش محب وطن نے جب دیکھا کہ اہل واد کو دد امی تباہی سے بچانا میرے ہاں یا نہ کہنے پر منحصر ہے تو اس نے مسکرا کر جواب دیا میں نے تو یہ کبھی نہیں کہا کہ میں غیر نانی ہوں۔ میری خوبیاں میرے اپنے قبضہ میں ہیں اور میری زندگی آپ کے ہاتھ میں۔ تم جو کر سکتے ہو کرو لیکن میں وہی کرونگا جو مجھے کرنا چاہیے اگر میں نے ملک کی خدمت کرتے ہوئے جان دیدی تو اس موت میں مجھے وہ عزت حاصل ہوگی جو آپ کے مئے ہوئے صد ہا شہروں میں نصیب نہیں ہو سکتی۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے روما کو دنیا بھر میں سب سے بڑی سلطنت بنا کر دکھایا تھا اور جنگی بدولت دشمن تک رومیوں کے محب وطن صادق القول اور راست بار نمودار نے کالو ہا مانتے تھے۔

مختلف قوموں کے عروج و زوال کا ذکر کر چکینے کے بعد اب اس قوم کا حال قلم بند کیا جاتا ہے جو ہر چند کے مذکورہ بالا دونوں حالتوں کے درمیان سے گزر چکی ہے۔ مگر ابھی تک زندہ حالت میں دنیا کے سامنے موجود ہے عمارا اشارہ ہندوستان کی سب سے زیادہ نامور اور ممتاز قوم راجپوت کی طرف ہے جسکی بے نظیر شجاعت اور حب الوطنی کے آگے ایک دفعہ دنیا بھر کی قومیں سر تسلیم خم کر چکی ہیں۔

راجپوت دراصل شجاعت اور مردانگی کا پتلا سنگہ نیا میں آیا تھا اسکی رگ رگ میں مردانگی، الوا العزمی، آقا پریشانی اور وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ شہر سکا مقابلہ کرنے سے گھبراتے تھے اور چیتے اس کے ساتھ آنکھ ملانے کی ہرگز جرات نہ کر سکتے تھے کتا "گائیڈ فور بیگ راجپوت" میں ایک قابل قدر مضمون درج ہے اس کا اردو ترجمہ کسی قدر اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

راجپوت ان لوگوں کا نام ہے جو ہندوستان کے راجوں اور مہاراجوں کی اولاد ہیں اور ان کا تعلق شریف اور شاہی خاندانوں سے ہے ان کے بزرگ خدائے برگزیدہ تھے اور ان کی زندگی دنیاوی نہیں بلکہ خاص دیوتاؤں کی زندگی تھی وہ اس دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ ان کی زندگی کا خاص مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچائیں ان کے جیون چرتر در حقیقت ریشیوں کی طرح پوتر اور شدہ تھے

راجپوت لوگ پرے درجہ کے نفس کش اور حب الوطن تھے اپنے ملک کی محبت میں اور اپنی قوم کی بہتری کے لئے جان قربان کرنے کو اپنی بہتری سمجھتے تھے جنگ کے موقع پر زبردست جنگ آور اور امن کے زمانے میں باطن ہمسائے تھے عیش و عشرت کی ان کو خبر تک نہ تھی اور نہ ہی وہ آرائش اور تخیل کو اپنے گھروں میں رکھنے دیتے تھے مختصر یہ کہ وہ دنیاوی خواہشات کے غلام نہ تھے بلکہ وہ اپنے جذبات پر

پورے پورے قادر تھے۔ پر مانتا ہی کی پوجا اور اپنی قوم اور ملک کی حفاظت کرنا ان کی زندگی کا خاص مشن تھا اور یہی دو باتیں تھیں جنہوں نے ان کو دھرم سیر اور محبوب الوطن بنایا ہو تھا وہ دل سے پر مانتا کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور اپنی رعایا کو پرانہ شفقت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے نظام شمسی کا ان کو پورا پورا علم تھا حکومت کی سچی اور صلح جو پالیسی سے باخبر اور بے حد رعایت انصاف کے دلدادہ تھے وہ راستی پسند تھے دھرم کی پابندی کے علاوہ وہ ہر ایک سے محبت اور پیار سے بہتاؤ کرتے تھے انکی ہمتیں بلند تھیں ان کی طبیعتیں فیاض تھیں اور وہ بات کے دھڑکی پابند نہ تھے اور اپنی رعایا کے سچے محبوب تھے۔ من کے دقت میں گائے کی طرح حلیم مگر جنگ کے موقعہ پر بغیر نرمی سے بھی زیادہ ترذیر و نست تھے غرضیکہ ان کی یہ ساری باتیں زندگی کے آسمان پر سورج کی طرح روشن تھیں اور اس سے مغربی شائستگی کی نسبت جو کہ آجکل اپنے کمال کی وجہ سے پھولی جلے میں نہیں سماتی زیادہ روشن کرنیں نکلتی تھیں۔

”راجپوت اگر چہ جنگ میں پرے درجہ کے ماہر تھے مگر وہ اس کو بڑی عقلندی اور انصاف سے برتتے تھے اور دھرم اور راستی کے لئے ہر دقت جان فدا کر دینے کو تیار رہتے تھے ان کو خوشامد اور ظاہر داری سے سخت نفرت تھی حتیٰ کہ ان کے غلاموں تک بھی شائستہ دانا اور پرہیزگار تھے شہوت پرستی ان کے پاس تک نہ پھینک سکتی تھی اور زنا کاری سے وہ کوسوں بھاگتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میدان جنگ میں ہر دقت ان کو سچی خوشی حاصل ہوا کرتی تھی اور موت کا بھیانک نظارہ ان کو ہرگز خوف زدہ نہ بنا سکتا تھا ان کے دل ہر دقت شائستہ رہتے تھے اور اسی شائستگی کی بدولت آخری دقت میں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ ہوتی تھی۔“

”راجپوت کی تلوار میدان جنگ میں بوڑھے مرد و عورت اور بچے پر ہرگز نہ چلتی تھی نہ کوئی راجپوت بھاگتے ہوئے اور پیادہ میں آئے ہوئے دشمن پر وار کرتا تھا۔ بلکہ اگر

دشمن سپاہ میں آجائے تو اس کے ساتھ دوستوں سے بڑھ کر سلوک کیا جاتا تھا پھر
پوچھو تو پر پائے راجپوتوں کو راستی کی بادشاہت قائم کرنے اور روحانی اور اخلاقی
دنیا کو طاقت دینے کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا انہوں نے اپنے جیون کو رام چند جی
اور کرشن جی کی شدھ زندگیوں کے نمونے پر چلا کر خلقت کی راہبری کے واسطے پیش
یا نمونے قائم کئے تھے اور یہی لوگ سورج منی اور چندر منی خاندان کے چراع
ہر ایک راجپوت صداقت اور راستی کا نمونہ تھا ان کو اس دنیا کے ہوا و ہوس سے
کچھ سروکار نہ تھا اور ان کی زندگی زیادہ تر زادانہ گذرتی تھی مگر لطف یہ ہے کہ ہماری
اور شجاعت میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا

واقعی راجپوت قوم کسی وقت میں دنیا کی تمام سربراہ و ردہ قوموں کی ستراج تھی اور جب وقت
موجودہ شجاع قوموں کا قومی حیثیت میں نام و نشان بھی موجود نہ تھا اس کی شہرت کا آفتاب
عین نصف النہار پر چمک رہا تھا اور چار دانگ دنیا میں اس کی شجاعت اور دلیری لاشانی
گنی جاتی تھی مشہور مصنف کرنل ٹاڈ صاحب جسکی حق پسندی کا ایک زمانہ شاہد ہے لکھتے ہیں
”اگر تواریخ اس ہمدردی پر پختہ جو وہ دل پر اثر کرتی ہے تو تاریخ ملک بھٹان
بیشک دلاریب بڑی پسندیدہ اور دلچسپ ہوگی مطالعہ حالات ان اشخاص کا جو زمانہ
ہائے دراز تک اپنی اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے سعی ظہور میں لاتے اور جان ویتے
ہے ہیں اور اپنے آباد اجداد کے مذہبی عقائد و مسائل کی حفاظت میں جان نثار ہے
اور باوجود طمع نفسانی اور ترغیب ہائے دنیوی اپنے اور اپنے موطنوں کے حقوق آزادی
کی محافظت میں بڑے سرگرم ہے حتیٰ کہ جان و مال کو بھی اس پر قربان کرنے میں
دریغ نہ کیا ایسا اثر بخش ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی بشر ان کو سن کر اس سے موثر نہ ہو
اور بال اس کے بدن پر گھرے نہ ہو جائیں یا جذبہ ہمدردی پیدا نہ ہو
ایک اور جگہ یہی معزز مصنف راجپوتانہ کی بابت رقم کرتا ہے۔

”ان اصناع راجپوتانہ میں بہ نسبت اور محالک کے زیادہ تر عجیب عجیب وارداتیں جو قابل درج تواریخ نہیں واقع ہوئی ہیں۔ راجپوتانہ میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی ریاست بھی ایسی نہیں جو خوب کٹ کر نہ لڑی ہو اور کوئی شہر یا انہیں جمیں کہ اشخاص بہادر مثل لونی ڈار (یورپ کے ایک بہادر سپاہ سالار کا نام ہے) پیدا ہوئے ہوں سوائے راجپوتوں کے کوئی ایسی قوم روئے زمین پر ہے جو باوجود ساٹھ سال کے ظلم اور بربادی کے پھر بھی شائستگی اطوار اور رسم و رواج اپنے آباد و احد اہل گے جاری رکھے وہ بڑے جانا باز اور بہادر ہیں موقوفہ پر ہمبر کرتے ہیں اور جوش میں نہیں آتے اور یہی نگران رہتے ہیں کہ جب وقت آئے اور بدلہ لیں تواریخ انسان میں سوائے راجپوتانہ کے کوئی قوم ایسی نہیں جو ہر طرح کا ظلم کہ اقوام و حوش سیرت اور بہائم سیرت نازا کر سکتے ہیں یا انسان اپنی عقل سے احتراع کرتا ہے برداشت کر سکتی ہے راجپوتوں نے اس قوم کا ظلم بڑے صبر و استقلال سے سہا ہے جب کا مذہب قتل عام کا حکم دیتا ہے وہ ایسی صورت میں گردن ڈالے بیٹھے رہتے ہیں لیکن جب بارگاہ ان کو دباتا ہے تو ان کی مصیبت موجب زیادتی ان کی دیرری کے ہر جاتی ہے۔“

یہ وہ قوم ہے جسکی گود میں کبھی رام چند جی جیسے آگیا کاری کرشن جی جیسے یوگی۔ ہریشچند جیسے ست بادی پیر شتم جیسے پابند سخن یہ ہر شہر جیسے راست گفتار اور ارچن جیسے بہادر بچے کھیلا کرتے تھے جس کے خوف سے دنیا لرزتی تھی اور جب کا عرب ایک عالم پر چھپا یا مٹا تھا جس کے مقبوضات کو ہمارے بر فانی سلسلوں سے گزر کر بحیرہ منجمد اور ایشیا کو چپک کے زرخیز میدانوں، افریقہ کے ریگستانوں، مصر اور بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے تھے جس نے کوہ قاف پر چڑھائیاں کیں جس کے فتحیاب جھنڈوں کے پھر یہے یونان، امریکہ روس اور جہاد ایک لہرتے رہے اور جسکی تلوار شرابار کے آگے دالبان عرب، خراسان، صغہناں، قندھار، عراق، ایران، توران اور زابلستان نے سر تسلیم خم کر دئے غرضیکہ

یہ قوم ایک دفعہ ساری دنیا کو فتح کر چکی تھی اور روئے زمین کے راجہ اس کے ضوابط سلطنت میں چلتے تھے یہ تو زمانہ عروج کی باتیں ہیں بحالت تنزل بھی یہ قوم یکم ہوتے چندر گپت استہارہ کہان۔ باپاراول۔ سانگا۔ پرتاپ۔ راج سنگھ۔ جمیل۔ فتا۔ پرتی راج اور آلا۔ اودھ جیسے ہزاروں بہادر اور محب الوطن بچے پیدا کرتی رہی ہے جنکے کارناموں سے دنیا گونج رہی ہے اور جن کے نزدیک اپنی قوم اور اپنے ملک کے بدلے جان قربان کرنا ایک معمولی بات تھی۔

یہ بہادری صرف مردوں پر ہی موقوف نہ تھی بلکہ ضرورت کے وقت ان کی عورتوں نے بھی اپنی پوترتا اور پاکیزگی کے اعلیٰ نمونے دکھاتے ہوئے اپنی قومی بزرگی اور بہادری کا پورا پورا ثبوت دیا ہے سینکڑوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے خاندانوں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی مکروں میں تلواریں باندھی ہیں اور اپنی آنکھوں کے سامنے ان کو میدان جنگ میں مرتے ہوئے دیکھ کر ایک آنسو تک بھی نہیں ٹپکایا ہزاروں نے مروانے لباس پہن کر اپنی قومی عزت اور دہرم کی حفاظت کے لئے میدان میں تلواریں ماری ہیں اور کتنوں نے اپنے ننگ و ناموس کو بچانے کے لئے چیتا کے بھڑکتے ہوئے ستلوں میں پناہ لی ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا میں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں بہادروں کی ٹہریاں فرش راہ ہوئی ہیں یا جسکی چپہ چپہ زمین اپنے جانہاروں کے خون سے سیراب ہو چکی ہے تو وہ جگہ ہندوستان کا راجستھان ہی ہو سکتی ہے بہتر مہوتا اگر چند ایک واقعات بطور نمونہ اس جگہ مروج کر دئے جاتے لیکن یہ چونکہ سب کے سب ایک دوسرے سے بڑھ کر دلچسپ ہیں۔ اس لئے ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ کس کو مروج کریں اور کسے چھوڑ دیں جن کو ان کے مطالعہ کا شوق ہو گا خود تاریخ میں دیکھ لیں گے یہ تو مسئلہ امر ہے کہ راجپوت قوم میں شجاعت اور بہادری کی ہرگز کمی نہ تھی۔ لیکن ان میں

اس بات کی کمی ضرور تھی کہ وہ موقع اور محل کو نہ پہچان سکتے تھے وہ حد درجہ کے مغرور تھے اور اپنے نزدیک بازو پر حد سے زیادہ بھروسہ رکھنے کے باعث بعض وقت دشمن سے صفوں سے زیادہ فیاضانہ سلوک کر بیٹھتے تھے اور ان کی تباہی میں سب سے زیادہ حصہ جس چیز نے لیا وہ ان کی اپنی ہی خانہ جنگی تھی۔ ہاں بھارت کے متباہ کن جنگ سے کون ہے جو واقف نہیں؟ اس میں بھائی بھائی کے مقابلہ بروزا ماکھا۔ چچا کی تلوار بھتیجیوں کا خون پسینے کو بڑھاتی تھی اور بھتیجیوں کے نینے چچوں کے سینے میں سوراخ کرتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ بھائی بھائی کے مقابلہ کٹ گئے اور کور چھتری کی زمین کو راجپوتوں کے خون سے رنگ دیا۔ ہاں بھارت کی خوفناک لڑائی ہندوستان کے لئے نحوست اور ابد کے مقام کی پہلی منزل تھی یہ وہ جنگ تھی جس میں آریہ ورت کے تمام بہادر راجے قتل ہو گئے اور عالم اور ناصلوں کے نام سے جانے سے ملک پر ہمیشہ کے لئے تاریک رات چھا گئی!!!

اس میں شک نہیں کہ راجپوت قوم کی تباہی اور بربادی کے لئے ہاں بھارت کا جنگ کافی تھا مگر افسوس کہ ستیاناسی خانہ جنگی اس کے بعد بھی چونک کی طرح خون چوتی رہی اس کا ثبوت آپ کو راجستھان کی تاریخ سے مل سکتا ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ راجپوتوں کی ریاستیں ایک دوسری کے مقابل میں کس طرح لڑتی اور لگتی رہی ہیں۔ البتہ دنیا کی دیگر اقوام کی نسبت اس قوم کو اس بات کا فخر ضرور ہے کہ وہ اپنے عروج یا منزل کے زمانہ میں اخلاقی پہلو سے کبھی نہیں گری۔ اور یہی اس کی زندگی کا راز ہے۔

تاریخ ہر حلت میں آپ کو دوسرا بیا کی ہے جو باتیں دنیا کی ہر قوم ہر ملک اور ہر سلطنت پر صادق آتی ہیں راجگان کشمیر بھی انہی کے تابع فرمان تھے جب تک لٹا دیتے اور تو بخن ایسے رعایا پر در نیک تہاد راجاؤں کا تخت سو پاک عورتوں سے محبت اور رعایا کی عورتوں پر دست درازی کرنے والے حکمرانوں سے ناپاک نہ ہوا تھا دنیا میں ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا فتح ان کے قدموں کی داسی تھی۔

اور ملک میں ہر جگہ امن برستا تھا لیکن جب ان کی اخلاقی حالت یہاں تک کمزور ہو گئی کہ انہوں نے حقیقی بہنوں تک سے ناجائز تعلقات پیدا کرنا معیوب نہ خیال کیا اور رعایا پر ہر قسم کی سختی اور جبر کرنا شروع کیا تو قدرت کے اہل قانون نے انہیں بھی وہی راستہ دکھایا جس پر قبل ازیں دنیا کی اکثر قومیں اس قسم کے حالات میں پڑ چکی تھیں آج وہ قدیم کشمیری شاہی خاندان یا ان کی روایتی عظمت کہاں ہے؟ ان گم ناموں کی ردحوں سے پوچھو جو ظلم میں نیرو۔ عیاشی میں ایسٹنی اور باہمی تعلقات کی سرد مہری کے اعتبار سے آخری شاہان مغلیہ سے بھی بڑے ہوئے تھے۔

قوموں کے عروج و زوال کے باعث معلوم کرنا ہمیشہ ایک دلچسپ مطالعہ ہوتا ہے اس کتاب میں مصنف نے کشمیر اور اس کے باشندوں کے زوال کا نقشہ نہایت پسند آمیز طریقہ پر دکھایا ہے۔ تاریخ کشمیر زمانہ موجودہ کے لوگوں کے واسطے عبرت اور زمانہ آئندہ کی نسلوں کے لئے ایک بیش قیمت سبق ہے۔ سلطنت کشمیر بدلوں دنیا کے مدوجز سیاسیات کی ذمہ دار رہی لیکن انجام کار جب اس کے حکمران عیاشی اور ماد باشی میں گرفتار ہو گئے جب اندرونی فسادات نے بیرونی فتوحات کی چاہ کو زایل کر دیا جب لوگوں کا کیریکٹر ذلالت کے ستھائے کمال تک پہنچ گیا اور سب سے بڑھ کر اس وقت جب راجاؤں کا جبر و تعدی اس حد تک پہنچ کر گیا کہ لوگوں کی شخصی آزادی بالکل سلب ہو گئی اس کی طاقت اور مولت بتدریج کم ہوتی گئی تھی کہ وہ الفاظ جو سلطنت روما کے سب سے بڑے مقدر سسرو نے روما کی نسبت کہے تھے۔ آخر کار کشمیر پر بھی صادق آنے لگے۔
یعنی یہ کہ

اے حریت الے آزادی تو کسی زمانہ میں روما کے ہر باشندہ کیلئے ایک آواز دلکش تھی اور
رومی شہرت کا تو ایک مقدس حق تھی آہ کہ اب تو پامال ہو چکی ہے

کلمہ کے حالات زندگی اور اسکی تصنیف

پر

ایک تنقیدی نظر

کلمہ کی شخصیت اور اسکا حسب نسب

سوانحی حالات کی قلت | اکثر مشہور و معروف ہندوستانی مصنفوں کی طرح کلمہ کی یادگار بھی صرف اسکی تصنیف کی صورت

میں باقی ہے کوئی تحریر اس قسم کی موجود نہیں جس سے ہم اس فاضل شاعر کے حالات زندگی معلوم کر سکیں جسکی بدولت آج ہم کشمیر کی تاریخ قدیم سے واقف ہوتے ہیں خود اس کی تصنیف میں سوائے ان فقرہوں کے جو ہر ایک ترنگ کے اخیر پر پائے جاتے ہیں اور کہیں کلمہ کا نام نہیں آتا یا البتہ اس کا ذکر اس دیباچہ میں پایا جاتا ہے جو اس سے تین سو سال بعد اس کے جانشین مورخ اور اسکی تصنیف کا سلسلہ قائم رکھنے والے جو نراج نے اپنی تصنیف کے شروع میں لکھا ہے اس صورت میں اس کے نسب یا خود اس کی ذات کے متعلق جو کچھ بھی برے بھلے حالات مل سکتے ہیں وہ اس کی تصنیف ہی سے جمع کئے جاسکتے ہیں۔

راج ترنگنی کی ہر ایک ترنگ کے اخیر میں جو محول بالافقرات پائے جاتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف مشہور کشمیری وزیر نامی گرامی چنپک کا بیٹا

کلہن کا ان فقرات سے جو واقفیت ہمیں حاصل ہوتی ہے اسکی صداقت پر شبہ کرنے کی ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی جس قدر مسودات آج کل موجود ہیں ان میں یہ فقرات موجود پائے جاتے ہیں ان کی ترکیب پر نظر رکھتے ہوئے جس میں عزت کا خطاب صرف مصنف کے والد کے لئے استعمال کیا گیا ہے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ ان فقرات کو لکھنے والا خود کلہن ہی ہوگا

کلہن کی تصنیف کی تاریخ | کلہن نے اپنی تصنیف کی تمہید لوگ ۲۲۲۲
یا ۱۱۴۸ء میں لکھی اور تصنیف کو سال ۹-۱۱۴۸ء

آئینہ میں مکمل کیا تھا۔ (دیکھو ترنگ ۱ شلوک ۵۲ و ترنگ ۸ شلوک ۴۰-۳۴) اس تاریخ اور محمولہ بالا خطابات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ امر بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کا والد وہی چنپک تھا جسکا ذکر کتاب ہذا میں کئی موقعوں پر راجہ ہرش (۱۰۸۹ء تا ۱۱۱۰ء) کے خاص اہلکاروں میں سے ایک کے طور پر ہوا ہے اس رائے کی تائید خود اس تصنیف پر غائر نظر ڈالنے سے ہوتی ہے۔

کلہن کا والد چنپک | جن متعدد فقرات میں چنپک کا ذکر آیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مصنف نے اس کا حال اس کے

کیریکٹر اور چال چلن کو معززانہ ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ سب سے پہلے ہم اسے راجہ ہرش کی حکومت کے سینن اور میں دوارپتی یا سرحدی مقامات کے کمانڈر کی حیثیت میں دیکھتے ہیں۔ جب ۱۰۹۹ء سے تھوڑا عرصہ پیشتر راجہ نے درودوں کی سرحد پر قلعہ و گدہ گھاٹ کی طرف ہم روانہ کی تھی اس موقع پر دوسرے اہلکاروں کی سازش کے باوجود اس کے اس کو ہی قلعہ کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہونے کی خاص طور پر تعریف کی گئی ہے (دیکھو ترنگ ۱ شلوک ۱۱) جس موقع پر ہرش کے اپنے تاج اور زندگی کے لئے سخت جدوجہد کرنے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں کلہن

نے چنپک کو ان آخری چندا ہلکاروں میں شریک کیا ہے جو وفاداری کے ساتھ راجہ کے ہمراہ
ہے آخری ساتھ کے موقع پر چنپک کی عدم موجودگی کی تشریح کرنے کے لئے وہ بڑی احتیاط
کے ساتھ اس خاص کام کی کیفیت بیان کر دیتا ہے جو اس بد نصیب راجہ نے اس کے
سپرد کیا تھا (دیکھو تنگ ۷ شلوک ۱۵۸۶) کلہن نے راجہ اور وزیر کا جو مکالمہ درج کیا
ہے وہ ہر پہلو سے ایک تاریخی صداقت معلوم ہوتا ہے اس کے دوران میں ایک خاص
واقعہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو معاملہ کی نوعیت کے اعتبار سے اس قسم کا تھا کہ سوائے چنپک
کے اور کسی کو یا د نہ ہو سکتا تھا (دیکھو تنگ ۷ شلوک ۱۵۹۱) اس معاملہ کا خاص اندراج
اور وہ سارا مکالمہ اس صورت میں بالکل واضح ہو جاتا ہے جب ہم یہ بات سمجھ لیتے ہیں
کہ کلہن وزیر موصوف کا بیٹا تھا

چنپک کے حاصل کردہ واقفیت

اس تعلق سے اس بات کی بھی توضیح ہو جاتی ہے کہ بد نصیب
ہرش کے دارالسلطنت سے فرار ہونے اور حرمان انصیب
مائے حیات کی جو صحیح اور دلچسپ کیفیت کلہن نے بیان
کی ہے وہ اسے کیونکر حاصل ہوئی ہوگی۔ ہرش کی فراری کے وقت اور ان چند ایام میں
جبکہ وہ چھپا رہا اس کے ساتھی اس کا وفادار چمبیرین پر یاگ اور چنپک کے گھر کا ایک
چھوٹے درجہ کا نوکر بکت تھے اول الذکر اپنے شاہی آقا کے ساتھ ہی لڑتا ہوا کام آیا صرف
بکت بعض ایسے حالات میں بچ نکلا تھا جنہیں کلہن خاص طور پر واضح اور ان کی مناسبت
کو ثابت کرتا ہے (دیکھو تنگ ۷ شلوک ۱۶۰۱) معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کو ہرش کے آخری
ایام کا حال اس باقی ماندہ شخص کی زبانی معلوم ہوا ہوگا جو موقعہ واردات پر موجود تھا
اور کلہن کے والد کا خانگی ملازم تھا۔

کلہن چنپک کو نندی کشیتر تریفہ کا جہاں آجکل یوٹھ شیر واقعہ ہے شائق پرستار
قرار دیتا ہے (دیکھو تنگ ۷ شلوک ۹۵۴ و نوٹ ۵۷۲ کتاب ہذا) نیز تنگ ۸

شلوک ۲۳۶۵) اس سے اس بات کی توضیح ہو جاتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کیونکہ اس مقدس تریقہ سے پورے طور پر باخبر ظاہر کیا ہے (دیکھو نوٹ ۱۱۱ کتاب ہذا ترنگ شلوک ۱۰۷ نیز ترنگ شلوک ۱۱۲) چنپک کے بیٹے کی حیثیت میں یقیناً وہ ہر سال باقاعدہ طور پر اس کے ہمراہ وہاں پر جاتا کر کے جاتا رہا ہو گا ان جاتاؤں کے متعلق تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ چنپک ۱۱۳۶ء کے قریب زندہ تھا (دیکھو ترنگ شلوک ۲۳۶۵)

ترنگ ۷ کے شلوک ۱۹۵۴ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۳۶۵ میں چنپک کا جس طرح پر کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اس سے اس بات کا مزید ثبوت ملتا ہے کہ یہی چنپک راج ترنگنی کے مصنف کا باپ تھا اپنی تصنیف کے دوران میں کلہن نے جہاں جہاں کسی نئے شخص کا ذکر کیا ہے وہ اس کے حسب نسب اور اسکی حیثیت کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن چنپک کی صورت میں ان باتوں کا بیان نہ کیا گیا ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ کلہن نے چونکہ ساری کتاب ایک ایسے ڈھنگ پر لکھی ہے گویا وہ اسے محض اپنے ہمصرؤں کے لئے لکھ رہا ہو اس لئے اس نے اپنے والد کی نسبت مزید حالات لکھنا غیر ضروری تصور کیا ہے۔

کنک غالباً کلہن کا چچا تھا | راج ترنگنی کے واقعات کو نگاہ خور سے دیکھیں یہ ہمیں کلہن کے ایک اور رشتہ دار

کا بھی پتہ ملتا ہے اس کتاب میں جہاں ہر ش کی مختلف فصول خرمیوں کا ذکر آیا ہے۔ وہیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نے موسیقی کا شوق رکھتے ہوئے ایک لاکھ طلائی کے (نہریں) چنپک کے چھوٹے بھائی کنک کو دے تھے جس نے اس سے راگ و وپا سیکھ کر اس کی عنایت حاصل کر لی تھی (دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۱۱۷) اسی کنک کا آگے چلکر چچا اس وجہ سے تعریف کی گئی ہے کہ اس نے اپنے فیاض آقا کو شکر گزاری سے

یاد رکھا عمارت ہرش کے انتقال کے بعد وہ بنارس چلا گیا اور وہیں عبادت میں مصروف^۵
 کر اپنی زندگی بسر کی (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۲)

اگرچہ کنگ کا یہ چھوٹا بھائی واقعہ میں کلہن کا چچا تھا جو ہمیں ہر پہلو سے اغلب معلوم
 ہو رہا ہے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہرش کے اس قدر گراں بہہ رقص و میمنہ کی ایک وجہ اس کے خاندان
 کا بڑا درجہ بھی تھی کلہن نے کنگ کے ایک اور کار خیر کی بابت یہ بیان کیا ہے کہ اس نے
 عین دقت پر مداخلت کر کے اپنے بھائے پیدائش یعنی پرہاس پور میں بنی ہوئی بدھ دلو
 کی بڑی مورتی کو ہرش کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچا دیا تھا (دیکھو ترنگ ۷ شلوک
 ۱۰۹۷) ایسے ہی بدھ کی ایک اور مورتی کے راجہ کے ہاتھوں سے بچائے جانے کا واقعہ
 بدھوں کے ہاتھ میں کشل شری نامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان تعلقات کو مد نظر رکھیں
 تو لازمی طور پر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ کنگ کا بھی بودھ کے طریق عبادت سے ذاتی تعلق
 تھا۔ آگے چل کر ہم اس معاملہ پر بحث کریں گے کہ یہ نتیجہ کہاں تک اس بات سے مطابقت رکھتا
 ہے کہ بدھ مت کی نسبت کلہن کے اپنے خیالات کیا تھے۔ کنگ کا مقام پیدائش چونکہ پرہاس
 پور بیان کیا گیا ہے اس لئے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کلہن کے خاندان کا وطن درحقیقت
 یہی مقام تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ کلہن پرہاس پور کی مقدس عمارات کا ذکر باشریح کرتا
 اور اس علاقہ کے جغرافیائی حالات کی نسبت کا حقہ واقفیت بتاتا ہے (دیکھو ترنگ ۷
 شلوک ۱۹۴ تا ۲۰۴ ترنگ ۷ شلوک ۱۳۲۶-۱۳۴۷ ترنگ ۵ شلوک ۹ تا ۱۰۰)

اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ کلہن کا
 کلہن برہمن نسل سے تھا | کے لحاظ سے برہمن تھا جس قسم کی سنسکرت

علمیت کا اظہار راج ترنگنی میں کیا گیا ہے وہ کشمیر اور ہندوستان کے باقی حصوں میں
 بھی زیادہ تر برہمن نیڈ توں ہی کے حصہ میں آیا کی ہے ایک سے زیادہ مقامات پر کلہن
 ارضی دیوتاؤں کے باخبر غور کا اظہار اور برہمنوں کے اپنی اہمیت پر زور دینے کے خیال

بودھ مت کے ساتھ

کلہن کا لگاؤ

واقعات مذکورہ بالا سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کلہن اور اس کا والد دونوں شیو مت سے نہایت قریبی تعلق رکھتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ کلہن نے اپنی ساری تصنیف

کے اندر بودھ مت کے ساتھ جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور اس کے متعلق جو دوستانہ روش اختیار کی ہے وہ حیرت خیز ہے اسٹوک کے زمانہ سے لیکر اس کے لپٹے وقت تک راجاؤں کے ایک طویل سلسلہ کی وہ ان دہاروں اور حقو پوں (بدھ مندروں) کے قیام کے لئے بڑی تعریف کرتا ہے جو انہوں نے بدھ مذہب کے لوگوں کے فائدہ کے لئے بنوائے تھے اسی قسم کی عمارات جو پراسٹیوٹ طور پر بنائی گئی تھیں ان کا بھی وہ پورے طور پر ذکر کرتا ہے بعض مثلاً میگھ داسن جیسے راجاؤں کی تعریف اس بنا پر کی گئی ہے کہ انہوں نے جنین مت کی تعلیم کے مطابق جانداروں کا فربح کیا جاناروک دیا تھا (دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۴ تا ۷ - ۲۷ - ۲۵۵ و ترنگ ۵ شلوک ۶۴ و ۱۱۹) ان باتوں کے علاوہ یوں بھی کائن کی موقعوں پر بدھ ستوؤں یا بدھ کو تمام مخلوق کو آسائش دینے والا بیان کرتا اور خیالات کی کامل نیاہنی اور شرافت کا مجسمہ قرار دیتا ہے اس کے نزدیک وہی کامل نیکی کے وجود ہیں جو گنہگاروں پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ صبر کے ساتھ اس سے ہربانی کا سلوک کرتے ہیں (دیکھو ترنگ ۱ شلوک ۱۳۴ - ترنگ ۳ شلوک ۲۸ و ترنگ ۸ شلوک ۲۲۳ و ۲۵۷) ترنگ ۱ کے شلوک ۱۳ تا ۱۴ میں کلہن نے کرتیا شرم دہار کی روایت کا جو مفصل حال لکھا ہے اس میں صاف طور پر ایک بدھ مت رکھنے والے شخص کا رجحان اور بودھوں ہی کے فقرات پائے جاتے ہیں تو کون ہے جو اسے پڑھ کر یہ بات محسوس نہ کرے گا کہ مصنف کو بودھوں کی روایات سے کامل دلچسپی تھی۔ کلہن نے جا بجا بدھ کی مختلف مورتیوں کا ذکر جس خاص دلچسپی سے کیا ہے اسے پڑھ کر بھی یہی احساس

دل میں پیدا ہوتا ہے جب وہ ہر شے کے ہاتھوں مندروں کی منطی اور تباہی کا ذکر کرتا ہے تو ہندو دیوتاؤں کی مورتیوں کے ساتھ ہی بدھ کی ان مورتیوں کا بھی ذکر کر دیتا ہے جو پچ رہی تھیں (دیکھو ترنگ، شلوک ۱۰۹) اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک سے زیادہ موقعوں پر کلھن بودھوں کی روایات اور اصطلاحات سے اپنی واقفیت کا اظہار کرتا ہے (دیکھو ترنگ، شلوک ۱۳۵-۱۴۲ اور ترنگ شلوک

(۲۲۳۴۲۰)

کلھن کے زمانہ میں کشمیر کے اندر بدھ مذہب اور اس کی روایات کے ساتھ کلھن کی یہ دلچسپی اس کے مسئلہ شیومت کے مقابلہ میں جب قدر اختلاف

کا اظہار کرتی ہے وہ اس قدر حقیقی نہیں جتنا سطحی ہے۔ کلھن کے زمانہ سے صدیاں پہلے کشمیر میں بدھ مت اور بچے ہندو مذہب کے لوگ بڑے امن کے ساتھ بل جُل کر گزارہ کرتے رہے تھے بلکہ یہ کہہ دینا کچھ بے جا نہ ہو گا کہ بہت بڑی حد تک وہ ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔ کلھن کی اپنی تصنیف میں اس موقع پر جہاں اس میں خالص تاریخی واقعات مندرج ہیں اس کا کافی ثبوت ملتا ہے جب قدر حکمرانوں اور پرائیویٹ لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے بدھوں کے ستوپا اور دھار تعمیر کرائے ان کے یا ان کے خاندان کے دوسرے آدمیوں کی نسبت یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے ویسی ہی گرم جوشی سے شیوجی اور شنو کے مندر بھی اٹھاپن کرائے تھے (دیکھو للتا دتہ جیا پیدا اور رانی دوا کا زمانہ نیز ترنگ، شلوک ۱۰۲ اور ۱۰۵) خود کلھن کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے جن ہم عصر راجاؤں یا وزیروں کی بودھوں کے اوقاف کے متعلق مدح سرائی کی ہے انہوں نے یہ ہمنوں کے مندر وغیرہ قائم کرنے میں بھی ویسی ہی فراہم دلی سے کام لیا ہے (دیکھو حالات راجہ

جے سنگھ۔ رانی رتنا دیوی۔ وزیر طعن۔ اسکی بیوی سسٹا۔ بہت۔ دہنیہ او دے) شنی
 ان واقعات سے مذہبی خیالات کی جس حالت کا تو صبح ہوتی ہے اس پر مزید رو
 ان معلومات سے پڑتی ہے جو ہمیں ہندوستان کے دیگر حصوں کے قدیم و جدید بلحاظ
 کی پوزیشن کے متعلق حاصل ہیں اس بات کی ابتدائی تاریخی مثالیں کہ برہمنوں کے
 ساتھ ساتھ ان پر بھی شاہی عنایات ہوتی رہا کرتی تھیں راجہ ہرش وردھن والے
 قنوج کے حالات سے مل سکتی ہیں۔ بیون سانگ چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ اس
 کے دربار میں بودھوں جینیوں اور برہمنوں کی یکساں عزت ہوتی اور انہیں برابر
 کی مدد دی جاتا کرتی تھی۔ خود کلہن کے زمانہ میں اسی قسم کی ایک مثال ہمیں گجرات
 میں ملتی ہے پر وفسیر بولہرنے ہم حیدر کی قابل تعریف سوانحہری میں اس بات کو
 پورے طور پر ثابت کیا ہے کہ چلوک راجہ کمار پال نے جو سب سے مشہور جین مذہب اختیار
 کرنے والا شخص تھا شیو مت کے ساتھ اپنے موروثی تعلقات کو قطع نہ کیا تھا (دیکھو
 کتاب مذکور صفحات ۲۰۳ و ۲۰۹)

اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ بارہویں صدی میں گجرات کے اندر جین مت کی جو
 حالت تھی وہ اس زمانہ کے بدھ مذہب سے جو کشمیر میں مروج تھا پابند مذہب لوگوں
 کو اپنے حلقہ میں لانے کے بہت کم قابل خیال کی جاتی تھی مختلف امور سے اس بات
 کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں آخر الذکر کی حالت بہت بڑی حد تک ایسی ہو گئی جیسے
 آجکل نپال میں جدید بدھ مت کی ہے (دیکھو مضامین ہوگسن صاحب صفحہ ۵۲)
 کلہن کے زمانہ سے بہت مدت پہلے کشمیر میں بھکشوؤں کی شادیاں جائز خیال
 کی جاتی تھیں اس سے کئی صدیاں پہلے بدھ کو وشنو کا اوتار سمجھا جانے لگا تھا۔
 دیکھو بولہر صاحب کی رپورٹ ایم و ایم اور بدھوں کے طریق پرستش نے اس سے
 کافی عملی فائدہ حاصل کیا تھا کلہن سے ایک صدی پیشتر ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیر

نے اپنی تصنیف "دش اوتار چرت" کے نوں سالہ کٹھ میں ساکی منی کے صحیح حالات زندگی درج کئے ہیں اپنی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نیل مت پران میں جو کشمیری برہمنوں کا مستند گرنہتہ ہے بدھ کی سالگرہ کو ایک تہوار عظیم قرار دیا گیا ہے اس موقع پر ساکیوں یا بدھ رشتیوں کے طریق پر بدھ کی مورتی کا پوجن کیا جاتا موزری ہوتا ہے ساکیوں کو دان دیا جاتا ہے اور چیتویں میں آرائش کی جاتی ہے۔ (دیکھو نیل مت پران شلوک ۶۹ تا ۷۰، دیولہ صاحب کی رپورٹ صفحہ ۴۱) میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ بدھ کا یوم سالگرہ زمانہ حال کے کشمیری برہمنوں کی خبر میں بھی درج پایا جاتا ہے۔

کلمن کی علمی تربیت

راج ترنگنی کا مصنف کسی جگہ بھی اس تعلیم اور ابتدائی مطالعہ کا ذکر نہیں کرتا۔ جس کی بدولت وہ اس قابل ہوا کہ ایک ایسی قابل یاوگار کتاب لکھتا البتہ جس طریقہ پر اس نے اس کتاب کو تصنیف کیا اس سے اور بعض دیگر ضمنی باتوں سے ہم کسی حد تک معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کی طالب علمانہ زندگی کیسے بسر ہوئی تھی۔

کلمن ایک کوی کی حیثیت میں | حقیقی شاعروں کی وہ طاقت واقعی قابل تعریف ہے جو خواہ کسی

ہی ہو امرت کی ندی پر بھی فوقیت رکھتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ انکی اپنی شہرت اور نیز دوسروں کی ناموری غیر فانی ہو جاتی ہے سوائے شاعروں کے..... اور کون ہے جو زمانہ ماضی کے دلفریب کارناموں کو لوگوں کی نظروں کے سامنے

لا سکتا ہے؟ یہ الفاظ جن کے ذریعہ کلہن اپنی تصنیف کی تمہید اٹھاتا ہے اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جو کام اس نے ہاتھ میں لیا تھا اس میں اس کے نزدیک خاص صفات کون کونسی ہونی ضروری تھیں۔

اگر کلہن اس معاملہ پر اس قدر آزادی سے بحث نہ بھی کرتا تو اسکی اصلی تصنیف کے کسی ناظر کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس بارہ میں شک نہ ہو سکتا تھا کہ اسکا مصنف اپنے آپ کو زیادہ تر ایک گوی (شاعر) کی حیثیت میں دیکھتا ہے جس قسم کی سنسکرت کلاسیکل شاعری کلہن کو آتی تھی اور جس میں وہ خاص ملکہ رکھتا تھا اس کے لئے یقیناً اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ شعر کہنے والا ہندوستان کے علم فصاحت و بلاغت و انکار شاستر کو اچھی طرح سمجھتا اور سنسکرت کے صرف و نحو پر پورا پورا عبور رکھتا ہو۔ کلہن کی شاعری اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچاتی ہے کہ روایتی تعلیم کے بارہ میں اسکا مطالعہ کامل اور وسیع تھا جیسا کہ ہم آگے چلکر ذکر کریں گے جو طرز و روش کلہن نے اپنی نظم کے لئے اختیار کی تھی ہمیں اس پچیدہ بلاغت کے اظہار کا بہت کم موقع ملتا ہے جس سے پتہ چلے کہ وہ غایت خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایسے موقعے اکثر آتے ہیں کہ جن میں وہ اس شاعرانہ پچیدگی کا شکار ہوا ہے جس سے بچنے کا وہ ترنگ کے شلوک میں وعدہ کرتا ہے ایسے موقعوں پر وہ جس قسم کے شلوک لکھتا ہے انہیں ایک کلاس بارہ میں کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ انکار شاستر کی نفاستوں اور باریکیوں کو سمجھنے اور ان سے کام لینے کی اسے پوری ہمارت اور دسترس حاصل تھی (دیکھو ترنگ اشلوک ۲۰۸ ترنگ ۳ شلوک ۴۴ ترنگ ۵ شلوک ۳۴۳-۳۶۱ وغیرہ)۔

کلہن کا علمی مطالعہ | سنسکرت شاعری کے لٹریچر میں جو دستور کثرت پائے جاتے ہیں ان سے اور نیز مختلف شعرا کے بلاغت

آميز کلام کی ہم آہنگی کے باعث یہ بات معلوم کہ ادقت طلب ہو جاتا ہے کہ کلہن نے

کونسی خاص خاص کتابیں دیکھی یا پڑھی تھیں رکھو بنس اور میاگھ و دت ایسی قدیم مستند سنسکرت نظم کی کتابوں کے بارے میں اسکی واقفیت مسلمہ معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا ثبوت اسکی بعض بدھی یا دداشتوں سے ملتا ہے (دیکھو نوٹ ۵۲۱ کتاب ۵) (۱) اس بارہ میں اگر مزید تحقیق و تجسس سے کام لیا جائے تو اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں بھی مل سکیں گی۔

وکرمانک دیو حرت کامطالع

یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے وکریا
دیو پریت کا بڑے غور سے مطالعہ کیا تھا

یہ ایک تاریخی نظم ہے جسے اس کے موطن بلوچن نے ۱۱ دین صدی کے ۸۰ دین سال کتیب
لکھا تھا کہیں عابجا اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ اس شاعر کے ذاتی حالات سے پورے
طور پر واقف ہے اور اس بارہ میں اسکی واقفیت اس بیان سے مطابقت کھاتی ہے جو
بلوچن کی اپنی تصنیف میں موجود ہے کم از کم دو موقعوں پر وہ ان تاریخی واقعات کا بھی
ذکر کرتا ہے جنکا تذکرہ بلوچن کی تصنیف میں پایا جاتا ہے جہاں کہیں اس نے اس قسم کا
ذکر کیا ہے اس سے صاف طور پر اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ اس قدیم نظم سے بخوبی
طور پر واقف تھا (دیکھو ترنگ کے شلوک ۵۳۵ تا ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰ و ۱۰۰۱ و ۱۰۰۲ و ۱۰۰۳ و ۱۰۰۴ و ۱۰۰۵ و ۱۰۰۶ و ۱۰۰۷ و ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ و ۱۰۱۱ و ۱۰۱۲ و ۱۰۱۳ و ۱۰۱۴ و ۱۰۱۵ و ۱۰۱۶ و ۱۰۱۷ و

ہر شہریت کا مطالعہ

ایک اور قدیم کتاب جسکی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے اس کا اور سے طور پر مٹا لے کیا

محققان شاعر کی تصنیف ہر شے چرت ہے یہ ایک مشہور معروف تاریخی قصہ ہے جس میں راجہ ہر شے دروہن والے قنوج و محققان کے معرکوں کا ذکر کیا گیا ہے چونکہ اس کتاب اور راجہ ترنگنی میں بعض اس قسم کے ناوارد استعمال الفاظ اور فقرات ملتے

ہیں جینکا کہیں اور پتہ ہی نہیں چلتا اسلئے یہ امر علی طور پر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے اس تصنیف کا پورے طور سے مطالعہ کیا ہوگا۔ بان کی تصنیف کی طرز تحریر اور روش مضمون نگاری اعلیٰ درجہ کی شاعرانہ اور یکساں شیوخ ستر کی صورت میں ہے اور اس میں اور کلہن کی طرز تحریر میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہ یہ بات کبھی ذہن میں نہیں آسکتی کہ کلہن نے بان کی علامانہ تقلید کی ہو بخلاف اس کے ہم اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ کس لئے اس کشمیری مصنف نے ہر شہر و درہن کے درباری شاعر کے تصنیف کو وہ نادل پر اس قدر توجہ دی ہوگی یہ ان چند سنسکرت کی پورانی تاریخی کتابوں میں سے ایک تھی جنہیں پڑھنے کا رواج کلہن کے زمانہ میں عام ہوگا اس بارہ میں یہ بیان کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ ہر شہر و درہن کے قدیم سودا جھل بھی کشمیر میں کالعدم نہیں ہیں اور اس کتاب کے ایک فقرہ کا حوالہ کاویہ پرکاش نامی بلاغت کی ایک کشمیری کتاب میں دیا ہوا ہے۔

رزمیہ نظموں کے متعلق

کلہن کی واقفیت

شاعرانہ طریقے سے قطع نظر کرتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کلہن نے ہا بھارت کا مطالعہ پورے طور پر کیا ہوگا؛ ہوگا جہاں کہیں وہ اپنی تحریر کو

زور دینا نہ کے لئے اسی قسم کے واقعات کو دہرائیا یا کسی اصلاحاتی امر پر زور دینا چاہتا تھا تو وہ قدیم روایتی قصص کے اس عظیم الشان ذخیرے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتا ہے چنانچہ راج ترنگنی میں ہا بھارت کے حوالے مختلف مقامات پر درج ہیں ان میں سے اکثر شلوکوں میں ہا بھارت کے ایک سے زیادہ قصہ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اکثر موقعوں پر وہ بے معلوم واقعات اور غیر مشہور امور کا حوالہ دے جاتا ہے ان واقعات کی تلاش میں جس قدر محنت اٹھانا پڑی ہے اس سے ہم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ خود کلہن نے اس ضخیم کتاب کو کس محنت اور غور کے ساتھ عبور کیا ہوگا معلوم ہوتا

ہے کہ وہ رامائن سے بھی ویسی ہی واقفیت رکھتا تھا۔ گو اس میں شک نہیں کہ اس کے حوالے اس نے بہت کم دیے ہیں (دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۸۶ ترنگ ۴ شلوک ۶۷ - ۷۰ ترنگ ۶ شلوک ۱۲۶ ترنگ ۷ شلوک ۲۰۲ ترنگ ۸ شلوک ۳۳۵-۳۵۵-۱۳۵۹-۱۵۹۱-۱۸۰۸-۲۳۸۲-۲۹۷۶-۳۱۵۹-۳۲۹۷)

سنسکرت کی رزمیہ نظموں کے مطالعہ اور کلہن کی مورخانہ نقیض کے باہمی تعلق کو ہم باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ آجکل کے پٹنوں کی طرح کلہن کی دانست میں بھی وہ تمام واقعات جو کوروؤں و پانڈوؤں و نیز رام چندر جی کے حالات زندگی کے متعلق ان کتابوں میں مذکور ہیں۔ بعد ان کے متعلقہ علم الاضام کے حقیقی تاریخ کی صورت میں نظر آئے ہونگے۔ ہندوستانیوں کے نزدیک ان رزمیہ قصوں اور عام تاریخی حالات میں اگر کوئی استیلا قائم کیا جاسکتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ اول الذکر کا تعلق چونکہ زمانہ شجاعت سے ہے اور ان کی تحریروں کو از روئے تقدیس مستند مانا جاتا ہے اسلئے وہ معمولی تاریخ کے واقعات سے ایک اہم دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہم اگر یہ خیال کریں کہ ان مقدس رزمیہ نظموں ہی کے مطالعہ سے کلہن کو تاریخ نگاری کا شوق پیدا ہوا تھا تو غالباً ہم زیادہ غلطی پر نہ ہونگے۔

کلہن نے مختلف راجاؤں کے عہد میں علمی تاریخ سے اس کی پانچویں خاص خاص شعرا اور قاضیوں کے متعلق

جو ضمنی حوالے دیے ہیں ان سے بھی اس بات کا کسی حد تک پتہ چل سکتا ہے کہ اسکی لٹریچر تربیت کس ڈھنگ پر ہوئی تھی مثال کے طور پر دیکھو ترنگ ۱ شلوک ۱۷۸ ترنگ ۲ شلوک ۱۶ ترنگ ۴ شلوک ۱۲۴-۱۲۸-۲۹۵-۷۰۵ و ترنگ ۵ شلوک ۲۸ ۳۲ و ۲۰) ان حوالجات سے سنسکرت لٹریچر کی تحقیق میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے یہ بیان کرنا سہل نہیں کہ ان لٹریچر حالات میں سے کون کون سے کلہن کو خود مطالعہ

کر کے حاصل ہوئے اور کون کون سے معروض ابتدائی وسائل سے حاصل کئے گئے
 دئے گئے تھے بعض حالات مثلاً دربار شیو درمن کے شعرا کی کیفیت کی نسبت یہ امر زیادہ
 اغلب ہے کہ وہ راج لٹریچریری روایات کے ذریعہ حاصل ہوئے ہونگے اور قدیم کشمیری
 تاریخوں سے ان کا کچھ سروکار نہ ہو گا کلاہن نے بعض بعض موقعوں مثلاً ترنگ ۳
 کے شلوک ۱۸، ۲۵، ۲۶ اور ترنگ ۴ کے شلوک ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳
 پر جس طنزیہ کلام سے کام لیا ہے اسے بھی ہم ادل الذکر ہی سے منسوب کر سکتے ہیں ان
 سب کے علاوہ یہ امر بھی قابلِ تاثر ہے کہ کلاہن نے جو تشننا ستر پر بھی خاصی توجہ دی
 ہوگی۔ کیونکہ وہ کئی موقعوں پر در راہ ہر کی بہت سناگھتا کے فقرات کا حوالہ دیتا ہے
 (دیکھو ترنگ ۱ شلوک ۵۵۔ ترنگ ۷ شلوک ۲۰، ۲۱ اور ترنگ ۸ شلوک ۱۵)

کلاہن کا ذکر منکھ کی
کتاب سری کنٹھ چرت میں
 کلاہن کے جس قدر لٹری تعلقات کا ذکر ہم نے
 سطور بالا میں کیا ہے ان کے علاوہ ہمیں اس کی
 نسبت ایک عجیب معصرانہ حوالہ بھی نظر آتا ہے جو

اب تک لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہا تھا یہ حوالہ سری کنٹھ چرت نامی کتاب
 کے ایک فقرہ میں پایا جاتا ہے جو کلاہن کے ایک ہم وطن اور معاصر شاعر منکھ کی نظم
 ہے اس کتاب کا مآخذ اول پر و فیسر لوبلہ نے چلایا تھا اور اس کا زیادہ تر
 حصہ ہمارے لئے کانڈ ۲۵ ہے جسے سنسکرت لٹریچر میں بجا طور پر ایک مخصوص
 اہمیت دی گئی ہے (دیکھو رپورٹ صفحہ ۵۰) اس موقع پر منکھ ایک سمجھا یا علمی
 مجالس کا ذکر کرتا ہے جسکا اجلاس اس کے بھائی کے مکان پر منعقد ہوا تھا
 اور جہاں وزیر انکار نے اپنی نظم کشمیری فضلاد اہلکاران کے ایک مجمع کے روبرو
 پیش کی تھی۔ اس موقع پر جس قدر حاضرین موجود تھے منکھ نے ان سب کی
 اسم دار کیفیت لکھی ہے اور ہر حالت میں ان کی شخصی قابلیت اور علمیت کے

متعلق مناسب تفصیلات دی ہیں۔

پروفیسر بولہر قبل ازیں یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ منکھ نے اپنی یہ نظم کلہن کے اپنی راج تزنگی لکھنے سے صرف چند ہی سال پیشتر لکھی تھی اسکی تاریخ ۱۱۲۸ھ اور ۱۱۲۹ھ کے درمیان قائم کیا جاسکتی ہے۔ ان میں سے آخری تاریخ کا تقرر دو دوہ سے ہوتا ہے گو بند چندر والئے قنوج جس کے سفیر ہل کا انکار کے ہمانوں میں موجود ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ کتبوں کی رو سے ۱۱۲۰ھ اور ۱۱۲۴ھ کے درمیان حکمران تھا (دیکھو رپورٹ صفحہ ۵) علاوہ بریں یہ امر قابل غور ہے کہ کلہن جب ۱۱۲۴ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے منکھ کے بھائی انکار کا حوالہ دیتا ہے تو بیان کرتا ہے کہ وہ راجستھانیہ کے اعلیٰ عہدہ پر مامور تھا (دیکھو تزنگ ۸ شلوک ۲۵۵۴-۲۶۱۸ وغیرہ) وقت ۱۱۲۵ھ کتاب ہذا) بخلاف اس کے منکھ اپنے بھائی کا ذکر کرتا ہوا سری کنھ چرت کے ادھیائے ۳ شلوک ۶۲ دا دھیائے ۱۵ شلوک ۶۱ میں اسے سانھی ذکرہ یا وزیر خارجہ قرار دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکار کا سابقہ عہدہ ہوگا کیونکہ منکھ صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ عہدہ اسے راجہ رسل نے دیا تھا جیسا کہ تزنگ ۵۸ شلوک ۳۳۵۴ سے پایا جاتا ہے جب کلہن نے اپنی تصنیف شروع کی ہوئی تھی تو اس وقت خود منکھ کو یہ عہدہ مل چکا تھا۔

ادل الذکر تاریخ کی حد کے متعلق منکھ کا جے سنگھ کو جو ۱۱۲۸ھ اور ۱۱۲۹ھ کے درمیان حکمران تھا اپنا راجہ بیان کرنا جیسے کہ اس نے اپنی کتاب کے ادھیائے ۳ شلوک ۶۶ میں کیا ہے اس امر کا پورا ثبوت یہاں کہتا ہے پروفیسر بولہر ۱۱۲۵ھ کو اول تاریخ حد مقرر کیا تھا لیکن اس بارہ میں انکی دلائل کام نہیں دے سکتے عام بناسر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ سری کنھ چرت کی تصنیف کا زمانہ کسی ابتدائی تاریخ کی نسبت ۱۱۲۴ھ کے زیادہ قریب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ

ایرادیہ والے کو نکلن کا حوالہ پایا جاتا ہے جو ۱۸۶۷ء میں ملکان تھا۔
 زمانہ کے اس قرب کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارا اس بات کی توقع کرنا کچھ سیانہ ہوگا
 کہ اندکار کی بھاس کلہن بھی موجود ہوگا جس میں ۳۰ لائق علماء شریک تھے۔ لیکن جب
 ہم اس فہرست پر نظر ڈالتے ہیں جو اس کتاب کے اندر شرکا کے ناموں کی موجود
 ہے۔ تو اس میں کلہن کا نام کہیں نظر نہیں آتا اس نام کی عدم موجودگی اس وجہ
 سے اور بھی حیرت خیز بن جاتی ہے کہ خود کلہن نے منکھ اور اندکار کو اپنے معصروں کے
 طور پر بیان کیا ہے اور ان کا ذکر بھی ایک ایسے طریق پر کیا ہے گویا وہ ان کے خاندان
 سے کسی حد تک واقفیت رکھتا ہے (دیکھو ترنگ ۸ کے شلوک ۲۷۲۳ و نوٹ ۱۸)
 کتاب ہذا اور سرنگار کے متعلق جو منکھ کا ایک بھائی تھا (دیکھو ترنگ مذکور کا
 شلوک ۲۷۲۳ و نوٹ ۱۸ کتاب ہذا) لیکن واقعہ میں منکھ اس بارہ میں کسی
 قصور سے بری الذمہ ہے کیونکہ اس نے راج ترنگنی کے مصنف کا نام اپنی فہرست میں
 ضرور شامل کیا ہے البتہ جس نام کی صورت میں اس نے کلہن کا ذکر کیا ہے۔ وہ
 بادی النظر میں ہمارے زبان زد نام کلہن سے اس قدر مختلف ہے کہ ہمیں اس بات
 پر تعجب نہیں آتا کہ اب تک کیونکر کوئی محقق یہ بات معلوم نہ کر سکا کہ اس دوسرے نام
 کی تہ میں بھی راج ترنگنی کے مصنف ہی کی شخصیت پنہاں ہے

منکھ کا تذکرہ شاعر | منکھ نے اپنی تصنیف سری کنھ چرت کے کاڈ ۲۵

میں شلوک ۸ تا ۸۰ کے اندر کوئی کلیان کا ذکر تعریفی الفاظ میں کیا ہے اس موقع پر وہ لکھتا ہے کہ شاعر

کلیان کے متعلق

مذکور قابل نظم کہنے والوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے اور جس کی نسبت مشہور و
 معروف الکر رت کا خیال ہے کہ وہ اپنے منتخب کردہ کام (نظم لکھنے) کو پورے طور
 پر سر انجام دے سکتا ہے۔ کلیان کی شاعرانہ قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے

کہ اسکی نظم اسی عجیب و غریب کی طرح اس کے اندر بعض کی شاعری کا کمال منعکس
ہوتا ہے آخر میں اسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ مختلف قسم کی کہانیوں اور روایات کے مطالعہ
کا بدرجہ فائیت شائق تھا۔

سری کنھو چرت کے شارح جو نراج کی تخریر سے پتہ چلتا ہے کہ ایک دت جسے منکھ
بظاہر کلیان کے مربی کی حیثیت میں ظاہر کرتا ہے اور جسکا ذکر کسی اور جگہ دیکھنے میں
نہیں آتا ساندھی وگراہک یا وزیر خارجہ کا عہدہ رکھتا تھا۔ آگے چلکر وہ بجا طور پر اس
بات کی تشریح کرتا ہے کہ جن کھٹاؤں یا کہانیوں کے مطالعہ کا شوق کلیان سے منسوب
کیا گیا ہے ان سے مراد دراصل ہما بھارت اور دوسری رزمیہ نظموں کے قصص سے
ہے لیکن کلیان کی شخصیت کے متعلق خود اس فاضل شارح نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا
کیا کلہن اور کلیان دونوں ہمارے خیال میں یہ بات باسانی اور پورے
طور پر ثابت کی جاسکتی ہے کہ شاعر کلیان
نام ایک ہو سکتے ہیں؟

جو منکھ کا نامور معاصر تھا جو بعض کی طرز کو
نباہ سکتا تھا اور رزمیہ نظموں کے پڑھنے کا نہایت مشتاق تھا سوائے کلہن کے
اور کوئی نہ تھا۔ کلیان دراصل ایک سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی عام فہم ہیں
اور اکثر موقعوں پر یہ لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے کلہن بلاشبہ اس
لفظ کی ایک اپ بھرنش صورت ہے جو پراکت صورت کلان سے اخذ کی گئی ہے
در حقیقت "ل" اور "ی" کا مجموعہ ایک معینہ آوازی قاعدہ کی رو سے پراکت میں "ل"
کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اپ بھرنش اور جدید انداز و آرمین در شکوہ زبانونہ
میں آخر الذکر کی صورت "ل" بن جاتی ہے۔ مثلاً سنسکرت میں جو لفظ "کلینگ" کل
کے معنوں میں آتا ہے وہ پراکت میں "کلو" کی صورت میں پایا جاتا ہے اور جدید
در شکوہ زبانونہ میں کلہ۔ کلہ۔ کلہ۔ کلہ وغیرہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے

دیکھو ڈاکٹر گریسن کی کتاب فونولوجی جلد ۱ صفحہ ۳۷ فقرہ ۹۷ لفظ کے دوسرے جزو میں
 "آ" "کا" "ا" کی صورت میں رہ جانا بھی آوازی تبدیلی ہی کے باعث ظہور میں آتا ہے (دیکھو
 گریسن کی کتاب مذکورۃ الصدر فقرہ ۱۱)

اس بات کے ثبوت میں کہ کلہن کا لفظ کلیان ہی سے اخذ کیا گیا ہے ہم اسکی دو سیانی
 پراکرت صورت کا حوالہ دے سکتے ہیں جو ترنگ کے شلوک ۸۲ میں ایک شخص کے نام
 کے طور پر استعمال ہوا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ راج ترنگنی میں کلہن کا لفظ اپنی اپ بھرنش
 صورت میں صرف ایک بار ترنگ ۸ کے شلوک ۹۲۶ میں استعمال ہوا ہے جہاں سہدیو
 کے بیٹے راج نپتر کلہن کا ذکر آیا ہے لیکن کلیان کا لفظ ترنگ ۴ کے شلوک ۷۹۹ ترنگ
 ۸ کے شلوک ۶۰۹ و ۳۶۰ میں مستعمل ہوا ہے زمانہ نام بھی راج ترنگنی کے اندر اسی طرح
 تین شکلوں میں استعمال ہوئے ہیں چنانچہ جیا پید کی ایک رانی کا نام کلیان دیوی
 یا رانی کلیان تھا ایسے کلش کے عہد میں ایک شاہی عورت کا نام کلنا اور جے سنگھ کے
 عہد میں کاٹھیکا آیا ہے کالیکہ یہ سب لفظ "کلیان" یا "کالیانیکا" سے ماخوذ ہیں جو
 سنسکرت الاصل ہے۔

آگے چل کر ہم اس بات کا ذکر کریں گے کہ خود کلہن اکثر موقعوں پر اپنی تاریخ میں ایک ہی
 شخص کا ذکر مختلف ناموں سے کرتا ہے جن میں صرف آوازی ترسیم پائی جاتی ہے۔ مثلاً
 گرگ چندر اور گگ چنار اور رشتک اور لوٹھک دراصل ایک ہی شخص کے نام ہیں۔
 اہل صورت میں ہمیں یہ دیکھ کر کچھ تعجب نہیں ہوتا کہ گو کلہن نے اپنی تفسیف کی ہر
 ایک ترنگ کے خاتمہ پر اپنا نام اب بھرنش صورت میں کلہن لکھا ہے تاہم اس کے
 ہمعصر منکھ نے اس کا نام اسکی صحیح سنسکرت صورت میں درج کر دیا ہے۔ یہ امر اغلب
 ہے کہ راج ترنگنی کا مصنف خود اول ل ذکر نام کو ترجیح دیتا تھا بہرہ نوع جہاں کہیں اس
 نے اپنے ہمعصروں کا ذکر کیا ہے اسے اپبھرنش ناموں کے استعمال میں کچھ اعتراض

نہیں ہوا۔ لیکن بخلاف اس کے منکبہ اس بات کا خواہشمند پایا جاتا ہے کہ کلاسیکل رنگت قائم ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے ۲۵ دین کا نڈ کے تمام اشخاص کے لئے صرف سنگ نام ہی استعمال کئے ہیں۔

کلیان اور کلہن
کلیان طور کلہن دونوں لفظوں کی یکسانیت اور تاریکوں کی مطابقت جو بجائے خود اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ سری کنھ چرت کا کوئی کلیان درحقیقت کلہن

ہی ہے لیکن اس بارہ میں اگر کچھ شک و شبہ باقی بھی رہ گیا ہو تو وہ اس شہادت کے روبرو ناپید ہو جاتا ہے جو ہمیں اس بارہ میں ملتی ہے کہ کلہن کے علمی مطالعہ کے متعلق ہماری معلومات اور منکبہ کے وہ الفاظ جو اس نے کلیان کی نسبت استعمال کئے ہیں یہ دونوں باتیں باہم مطابقت رکھتی ہیں جب ہم راج ترنگنی کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کی پورے طور پر توجہ ہو جاتی ہے کہ کلہن پر لکھن کی نظم اور رزمیہ لٹریچر کے کامل مطالعہ کا کتنا عظیم اثر پڑا ہے

یہ بات واقعی عجیب ہے کہ چونکہ راج کو یہ امر معلوم نہ تھا کہ کلیان حقیقت میں وہی مصنف ہے جسکی تصنیف کے سلسلہ کو میں قائم رکھنے لگا ہوں اسکی تشریح کے طور پر یہ خیال دینا کافی ہے کہ کلہن کے پورے تین سو سال بعد چونکہ راج نے اپنی تصانیف کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس نے سری کنھ چرت کی جو شرح لکھی ہے اس میں ایک سے زیادہ موقعوں پر زمانہ گزشتہ کے واقعات کی اصلی حالت کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

بحالہ موجودہ یہ بات اور بھی ناقابل تشریح معلوم ہوتی ہے کہ کلہن نے الگ و ات کے بارہ میں بالکل ہی خاموشی سے کام لیا ہے بجا ایک منکبہ کی تحریک سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام میں بھی اس کے متعلق مختلف دلائل سوچے جاسکتے ہیں۔ لیکن

سردست کسی ایک دلیل کے لئے بھی ہمارے پاس شہادت موجود نہیں۔ البتہ اتنی بات
بد نظر رکھ لینی چاہئے کہ منکھی نظم اور کلہن کی تاریخ کی تحریریں برسوں کی مدت حائل
تھی اس اثنا میں ممکن ہے کلہن اور اس کے سابقہ مربی کے باہمی تعلقات میں کسی
قسم کی تبدیلی یا کشیدگی پیدا ہو گئی ہو۔

کلہن اور اس کا زمانہ

اگر اکثر کو یوں کی طرح کلہن بھی اپنے مضمون کے لئے کسی روایتی قصہ یا فرضی داستان
کو منتخب کر لیتا اور اس پر نظم کہتا تو ہم اس کی شخصیت کے متعلق ان مختصر تفصیل پر
ہی اکتفا کرتے جو معرض تحریر میں آ چکی ہیں لیکن کلہن کی تصنیف اس کے اپنے
ملک کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا بہت بڑا حصہ ان واقعات کو قلم بند کرنے
کی نذر کیا گیا ہے جو کشمیر کے اندر اس کی اپنی حیات میں وقوع پذیر ہوئے یا ایسے وقت
پر واقع ہوئے جسکی یاد اس کے ذہن میں ابھی تک تازہ تھی۔

کلہن کے واقعات زندگی | جن باتوں سے ہمیں گو نہ فائدہ حاصل ہوتا
ہے ان کی بدولت ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ

کلہن کی زندگی کس قسم کی سیاسی اور تمدنی حالتوں میں بسر ہوئی تھی اور اس بارہ
میں ہماری معلومات میں اس درجہ محنت حاصل ہو سکتی ہے جو کسی دوسرے ہندو
مصنف کی صورت میں امر محال خیال کیا جاسکتی ہے۔ اس کی تصنیف سے ہم کشمیر کی
قدیم جغرافیائی حالت کے متعلق مفصل حالات معلوم کر سکتے ہیں۔ ان امور پر غور
کرنے سے ہمارے لئے یہ جان لینا کچھ مشکل نہیں رہتا کہ کلہن کی زندگی کس قسم کی

مقامی حالتوں میں بسر ہوا کرتی تھی بالآخر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلہن نے اپنی تصنیف میں خصوص اس حصہ میں جہاں معاصرانہ واقعات کا ذکر کیا ہے مختلف ملکی تمدنی اور جراحاتی معاملات پر آزادی کے ساتھ اپنی رائے دی ہے۔ آگے چلے ہم ثابت کر دکھائیں گے کہ ایسے بیانات سے ہم کلہن کے کیریکٹر اور اس کے شخصی تعلقات کی نسبت بعض صحیح نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔

جن مقامی حالتوں میں کلہن کی زندگی بسر ہوئی اور جس تاریخی ترقی کے باعث اس کے اپنے زمانہ کی سیاسی حالتیں نمودار ہوئیں ان سب پر کسی دوسری جگہ بحث کرنا ہوگی۔ اس جگہ ہم صرف تاریخ کشمیر کے ان اہم واقعات کا خلاصہ ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے جو کلہن کے اپنے عہد زندگی میں وقوع پذیر ہوئے اور دیکھیں گے کہ معاصرانہ سوسائٹی پر ان واقعات کا کیا اثر پڑا۔

کلہن کی اغلب تاریخ پیدائش

قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ اپنے بیان کے بموجب کلہن نے یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں لکھی تھی طرز تحریر اور تاریخ کے معانی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کلہن

نے جب یہ کتاب لکھی تو وہ نوجوان نہ تھا لیکن خوش قسمتی سے اس بارہ میں کلہن کے اپنے الفاظ میں ہمارے پاس واضح شہادت موجود ہے جس جگہ وہ ان واقعات کو قلم بند کرتا ہے جو سری نگر میں ۱۸۹۲ء کے موسم بہار میں واقع ہوئے۔ جب سب ابھی تخت پر دوبارہ بحال نہ ہوئے تھے۔ تو وہ غاصب بھکشاچر کی فوجوں کے دغا بازانہ طریق عمل کو اس ڈھنگ سے بیان کرتا ہے۔ گو یادہ سب واقعات اس کے اپنے چشم دید ہوں (دیکھو ترنگہ قلوک ۱۸۹۱ء)

کلہن نے اس پہلے کچھ زمانہ اور راجہ سلسل کے عہد حکومت (۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۳ء) کے ابتدائی سالوں کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے گویا ان تحریرات

کی بنا کسی پختہ کار شخص کے ذاتی مشاہدہ پر قائم ہے۔ اس صورت میں یہ امر غیر اغلب ہے کہ کلھن اس زمانہ میں محض نو عمر لڑکا ہو۔ ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ہم کلھن کا یوم پیدائش صدی کے آغاز میں قائم کریں تو غالباً ہم زیادہ غلطی پر نہ ہوں گے یہ تاریخ کم و بیش ہماری ان معلومات سے مطابقت کھاتی ہے جو کلھن کے والد جنپاک کے متعلق اس بارہ میں ہمیں حاصل ہیں کہ ۱۰۹۸ء کے قریب وہ ایک اعلیٰ فوجی عہدہ پر مامور تھا۔

کلھن کے زمانہ میں کشمیر کی سیاسی حالت

تاریخ کشمیر میں ۱۲ دین صدی کا آغاز ایک اہم خاندانی انقلاب کے باعث قابل یادگار ہے جس سے ملک کی سیاسی حالت میں عظیم تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں

راجہ ہرش کے عہد حکومت (۱۰۸۹ء تا ۱۱۱۰ء) میں کشمیر خاص ترقی اور امن آمیز خوشحالی حاصل کر چکا تھا۔ لیکن آخر کار روما کے مشہور بدنام فرمازدانیرو کی طرح ہرش کا دربار چونکہ عیاشانہ تھا۔ کچھ تو اس وجہ سے مالی محصولات اور کچھ اراضی وارڈامروں کے مظالم کے باعث ملک میں اوجھل اور سسل نامی دو بھائیوں کی رہبری سے بغاوت شروع ہو گئی تھی۔ یہ دونوں خاندان لوہر کی ایک شاخ کی طرف سے ہرش کے رشتہ دار تھے۔ اس جدوجہد میں ہرش ناکام رہ کر ایک حسرت ناک طریق پر قتل ہوا تھا جب دونو باغی راجکار کامیاب ہو گئے تو پہلے تو اندیشہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف بن جائیں گے۔ لیکن انہوں نے ہرش کی مملکت کے حصے کر کے اس جھگڑے کو طے کر لیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ کشمیر پر اوجھل جو دونوں میں بڑا تھا حکومت کرے اور لوہر کا پہاڑی علاقہ جو درحقیقت اس خاندان کا وطن تھا سسل کے سپرد کیا جائے ہرش کے زوال کا موجب حقیقت میں طاقت ور کشمیری ڈامروں کی بغاوت تھی اس لئے ان کا عروج بدستور قائم رہا جو راجہ اور ملک کے امن دونوں کے لئے

خطرناک تھا معلوم ہوتا ہے کہ اوجھل کے تخت پر قابض ہونے کی بڑی وجہ محض یہ تھی کہ وہ ایک بڑے اراضی دار کی دوسرے کے ساتھ ٹکڑاڑا دیا کرتا تھا اور گرگ چندروالئے لہر جوان میں سب سے زبردست تھا وہ اس کا دوست تھا ۱۱۱۱ء سے ۱۱۱۲ء تک جبکہ وہ حکمران رہا ملک میں بدعیاں سلطنت کی بغاوتیں اور اس کے اپنے بھائی سسل کی طرف سے حملے ہوتے رہتے آخر کار وہ ایک سازش کے ذریعہ جو اس کے معتبر اہلکاروں نے کری تھی۔ مارا گیا۔

سلطنتوں میں سے ایک کا نام روہتا۔ جسے انہوں نے راجہ بنا دیا لیکن وہ صرف ایک ہی یوم یعنی ۸-۹ دسمبر ۱۱۱۱ء کو حکومت کر سکا۔ گرگ چندر نے ایک مختصر لیکن خوزیزہ لڑائی میں سازشیں کو شکست دی اور اس طرح پر حقیقی بادشاہ گرنگیا (دیکھو کلہن کے الفاظ مذکورہ ترنگ ۸ شلوک ۴۲۵) اس نے پہلے مقتول اوجھل کے ایک سوتیلے بھائی سلہن کو تخت پر بٹھایا اور یہ شخص چونکہ زبردست ڈامروں کے ہاتھ میں محض کھٹ تیلی تھا۔ ۱۱۱۱ء سلطنت میں سخت بد امنی پھیل گئی آخر کار ڈامروں کی خانہ جنگی اور سسل کی بغاوت کے باعث جس کے بعد بڑی خوزیزہ سختیاں کی گئیں سلہن کی چار ماہ کی حکومت ایک طویل خوفناک خواب منگئی (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۲۹)

سسل کا عہد حکومت	آخر کار سسل نے گرگ چندر سے مدد لیکر
۱۱۱۲ء تا ۱۱۲۸ء	اس تخت کو حاصل کیا جس پر اس کا مدت سے وراثت تھا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بڑے

بھائی کی نسبت وہ شخصی طور پر زیادہ بہادر تھا لیکن ساتھ ہی جلد باز ظالم اور ناقابل اندیش تھا۔ اپنے عہد حکومت میں جو ۱۱۲۸ء سے ۱۱۲۸ء تک رہا۔ سچ پوچھو تو اسے زبردست ڈامروں کو دیانے یا خطرناک بدعیاں سلطنت کی مدافعت کی کوشش ہی میں مصروف رہنا پڑا۔ آخر کار حیب وہ بہت سے جنگ وکیل اور دہوکہ بازی

کے بعد گرگ چند کو مارنے میں کامیاب ہو گیا تو ڈامروں کی بداسنی نے ایک عام بخت
کی صورت اختیار کر لی۔

بھکشا چر جو راجہ ہرش کا پوتا تھا انہیں دعویٰ دار سلطنت کے طور پر مل گیا بسل
کے مظالم اور تنگاریوں کے باعث ان کی تعداد شب و روز بڑھتی گئی حتیٰ کہ آخر کار پوری
طاقت پا کر انہوں نے دار السلطنت میں راجہ کا محاصرہ کر لیا ایک عرصہ طویل کے جنگ
کے بعد جس میں دار السلطنت کو بہت سا نقصان پہنچا بسل کو مجبور ہو کر لوہر کی طرف
بھاگنا پڑا۔

بھکشا چر کا تخت غصب کرتا
۱۱۲۰ء تا ۱۱۴۱ء

اب بھکشا چر کو دار السلطنت میں تاج پہنایا
گیا اور وہ ۱۱۲۰ء سے ۱۱۴۱ء تک عرصہ
۶ ماہ کے لئے محض برائے نام کشمیر کا حکمران رہا
وہ درحقیقت مخالفت ڈامروں کے ہاتھ میں محض ایک ذریعہ تھا اور اس کے شاہی اختیار
یہاں تک زایل ہو چکے تھے کہ جیسا ترنگ ۸ کے شلوک ۸۹۲ میں آتا ہے اسے کھانا
میسر ہوتا مشکل ہو گیا تھا۔ ڈامروں اور ان کے اہلکار دوستوں کے جبر و تعدی سے عیا
اس قدر تنگ اور پریشان حال ہو چکی تھی کہ دار السلطنت کے اندر اور مضافات میں
جایا برہمن پر دیو پوش کر رہے تھے اس حالت میں لوگوں کی نظریں پھر ایک بار سل
ہی پر پڑیں ایک کشمیری فوج کو جو لوہر کی طرف بھیجی گئی تھی کامیابی کے ساتھ سپہ
کر کے آخر کار بسل پھر کشمیر کا عازم ہوا اور ڈامروں کے نفاق کے باعث سلطنت
میں دوبارہ تخت حاصل کر لیا۔

سل کے عہد ثانی میں خانہ جنگی
اس کے بعد عرصہ ۲ سال تک
بلا توقف خانہ جنگی کا سلسلہ

جاری رہا راجہ اپنے رقیب کے زبردست حامیوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھا اور

اُس کی فوجوں پر آئے دن جو مصیبتیں نازل ہوتی تھیں ان کے باعث اس کی حالت بہت خستہ ہو چکی تھی۔ سری نگر کا تین بار نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کیا گیا اور اس پر آتشزدگی اور قحط نے اور بھی تتم ڈھایا۔ اس جدوجہد میں سسل اپنے آپ کو صرف جنوبی پہاڑیوں اور پنجاب کے جوانوں کی امداد سے برقرار رکھ سکا جنہوں نے اس زمانہ میں بھی جبکہ ہر طرف سے اس کے ساتھ دغا کا سلوک ہو رہا تھا وفادارانہ طور پر خدمت گزاری کی۔ ڈامر اس فساد کو اس وجہ سے اور بھی طول دے رہے تھے کہ ملک کے اندر بد امنی کی حالت میں ان کا اپنا فائدہ تھا اور یہی باعث تھا کہ وہ بھکشا چر کو کوئی فیصلہ کن فتح دلا کر اس جھگڑے کو رفع کرنے کی مطلق خواہش نہ رکھتے تھے (دیکھو ترنگہ شلوک ۱۰۲۸)

آخر کار ۱۱۲۸ء میں سسل ایک اس قسم کی قائمانہ سازش کا شکار ہوا جو اپنے رقیب کو مروانے کے لئے اس نے خود شروع کرائی تھی جب اس کا بیٹا جے سنگھ تخت نشین ہوا

جے سنگھ کی

ابتدائی جدوجہد

تو اس نے دیکھا کہ ڈامر ہمیشہ کی طرح طاقت ور ہیں اور بھکشا چر سری نگر کے اندر کوچ کر کے آنے کے لئے تیار ہے اس نے اپنے قدم جمانے اور کسی قدر طاہری حکومت کا سنگہ بھانے کے جو ذرائع اختیار کئے وہ اپنے باپ دالی ناعاقتیت اندیشیانہ بہادری پر مشتمل نہ تھے بلکہ ان میں باجگذار امرا کی صلح اور حکمت عملی کی چالاک کی کوہیت کچھ دخل تھا تخت نشین ہونے کے بعد عرصہ دو سال تک اسے بھکشا چر کی طرف سے خوف نگارہا جو رہ رہ کر حملہ آور ہوتا تھا لیکن آخر کار وہ بہادر و عویدار سلطنت دہوکے سے ایک سرحدی قلعہ میں محصور کر کے مار ڈالا گیا۔ اس دشمن کا کاٹنا ابھی رہا ہے دور ہوا ہی تھا کہ ایک اور کامیاب سازش کے ذریعہ دوسرے کا آبائی علاقہ اور قلعہ ایک نئے مدعی لوہتن کے انھوں میں جا پڑا جو سلھن کا بھائی تھا جے سنگھ

نے جب اس گم شدہ علاقہ کی بحالی کے لئے کوشش کی تو اس کا انجام ایک بدنام کرنے والی مصیبت ثابت ہوا آخر کار گولہ سر کا علاقہ دہوکے سے دوبارہ حاصل کر لیا گیا تاہم لوکھن اور ملارجن (جنہیں آخر الذکر بھی سلطنت کا دعویٰ رکھتا تھا) ایک مدت تک کشمیر میں پھیل پیدا کرتے رہے۔ انہیں بوقت ضرورت ڈامروں کی طرف سے جنگی طاقت حاصل بدستور قائم تھی مدد مل جاتی تھی

جے سنگھ کے عہد حکومت

کے واقعات مابعد

آخر کار حیدر علی شاہ ۱۲۳۵ھ میں گرفتار ہو گیا

تو ملک کو اپنی نکلایف اور مصائب سے کسی قدر آرام حاصل ہوا۔ لیکن یہ حالت دیر پا نہ تھی

ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۲۳۵ھ میں پھر بعض خطرناک دشمن جے سنگھ کے مقابلہ میں آتے رہے ہیں۔ بنیا دعویٰ سلطنت سامھن کا بیٹا بھوج تھا جسے شمالی کشمیر کے درووں کی معاونت حاصل ہو گئی۔ دوسری طرف ملک کے ہر حصہ میں طاقت ور ڈامر اختیار سمجھائے بغاوت پر تلے ہوئے تھے بھوج کے اپنے معاونوں میں چونکہ کسی قدر ناچاقی ہو گئی اس لئے راجہ تیاہی سے بچا رہا۔ لیکن پھر بھی باجگزار راضی داروں کے ساتھ اس کا مقابلہ سخت اور غیر فیصلہ کن ثابت ہوا آخر کار ۱۲۴۵ھ میں جے سنگھ نے حکمت عملی سے بھوج کے ساتھ صلح کر کے کامیابی حاصل کی۔ لیکن کلہن کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ اندرونی فساد اور کشمکش پیدا کرنے والی طاقتیں جو ہر ش کے زمانہ سے ملک کو برباد کر رہی تھیں ابھی تک نیست و نابود نہ ہوئی تھیں۔ سطور بالا میں واقعات کا جو مختل بیان دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کی زندگی کا بہت بڑا حصہ ایک ایسے زمانہ میں گزرا تھا جب کہ کشمیر میں خانہ جنگی اور اندرونی فسادات کا دور دورہ تھا۔ کلہن کی تصنیف پر اس امر کا بڑا اثر ہوا وہ آگے چلکر واضح ہو جائے گا۔ اس مگر ہم صرف اس معاملہ پر بحث کرے پر اکتفا کریں گے

کہ ملک کی سیاسی حالتوں کا اثر کلہن کی زندگی اور اپنے معاصرین کے ساتھ اس کے تعلقات پر کس قدر پڑا۔

کلہن کا خاندان اور ہرش کا زوال

ہمیں یہ بات یقینی طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ جس خاندانی انقلاب کے باعث ہرش کے ہاتھ سے تخت نکل کر اس کی جان بھی ضائع ہو چکی تھی اس کا کلہن کے خاندان

پر دائمی اثر پڑا تھا۔ آٹھویں ترنگ میں ان بڑے چھوٹے امہکاروں کے متعلق مفصل حالات درج ہیں جنہوں نے ہرش کے بعد مختلف حکمرانوں کی جگہ بعد دیگرے تخت گزاری کی تھی لیکن ان میں کہیں چنپک کا ذکر نہیں آتا البتہ شلوک ۲۳۶ میں بھتیشتور تیرتھ کا ذکر کرتے ہوئے اس کا بھی حوالہ دیدیا گیا ہے جس سے یہ امر غالب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵ء کے بعد وہ بھی زندہ تھا اس سے یہ بات صراحت کے ساتھ واضح ہوتی ہے کہ گوراجہ ہرش کے عہد میں کلہن کا والد ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز تھا۔ تاہم اس راجہ کی موت کے بعد اس کا سرکاری زندگی سے کوئی تعلق نہ رہا۔

یہ بات اب معلوم نہیں ہو سکتی آیا وہ خود اپنے عہدہ سے دست بردار ہو گیا یا اسکی علیحدگی کی کوئی اور وجہ تھی۔ بہر حال یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس کا منہ چنپک کی مہم و فساداری تھا جو اس تاریخ کی تحریر کے مطابق اس بد نصیب راجہ کے متعلق اس کے اندر موجود تھی

کلہن کا مربی

کلہن کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نئے خاندان کے فرزند اوّل کے ماتحت نہ تو اسے کوئی عہدہ حاصل تھا اور نہ اس پر ان کی طرف سے کوئی خاص عنایت ظہور

ہے نہ گھڑ نہ تھا

ہی آئی اس بار میں فیصلہ کن شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ گوہنرستانی مصنف رواج اور علمی روایات سے مجبور ہیں کہ اپنے مرمیوں کی غیر معمولی تعریف اور خوشام

کریں تاہم راج ترنگنی میں اس قسم کی کوئی چیز مطلق نہیں پائی جاتی یہ بات کہیں
 بھی حوالہ یا کتبہ ثابت نہیں ہوتی کہ کلہن نے اپنی نظم جے سنگھ کے حکم سے لکھی
 تھی جس آزادی کے ساتھ اس نے راج کے کیر کڑ پکٹ کی ہے اور اس کے بعض
 افعال کی غیر مناسبت اور ناموزنیت کا اظہار کیا ہے اس سے یہ امر بالکل غیر
 محو جاتا ہے کہ اسے کبھی شاہی امداد کی توقع ہو سکتی تھی (جے سنگھ کے کیر کڑ کے متعلق
 دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۵۵۳-۱۵۶۶-۲۱۰۵ و ۳۴۰۵-۱۰۲۹ اس کی دغا بازی کے متعلق
 دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۰۸۳-۲۱۸۶-۲۳۸۱ و ۱۰۲۹ اس کی خراب حکمت عملی
 کے متعلق دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۹۶۹ اور اس مصیبت کے متعلق جو اس کے عہد
 میں رعایا پر نازل ہوئی شلوک ۱۲۰۰۹)

جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ مہندستانی شاعر اپنے مربی کی مبالغہ آمیز
 الفاظ میں تریف کیا کرتے ہیں وہ معلوم کر سکیں گے کہ کلہن نے نسبتاً بہت کم
 مقامات پر جو تعریفی کلمات جے سنگھ کی شان میں کہے ہیں وہ بہت ہلکے اور رک
 رک کر کہے ہوئے ہیں ان کا اندراج محض اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کا
 اعزاز مناسب اور ضروری ہوتا ہے یہ ممکن ہے اس کا باعث یہ ہو کہ کلہن اس
 سے مخالف تھا کہ مبادا راجہ مجھ پر ناراض ہو جائے اور اس کے برے نتائج مجھے
 پہنچنے پڑیں۔

کلہن کا سسل کی نسبت
 سختی سے رائے زنی کرنا

یہی نتیجہ ان سخت الفاظ کے ذریعہ ثابت ہوتا
 ہے جو ممکن ہے سبھی برافصاف ہوں اور جو
 کلہن نے جے سنگھ کے والد سسل کے عہد

حکومت کی نسبت استقال کئے ہیں وہ آزادانہ طور پر اسکی خبیلی برائیوں، مظالم اور
 حرص وغیرہ پر رائے زنی کرتا ہے اور یہ خیال ظاہر کرنے سے بھی نہیں چھپاتا کہ اس

طور پر لوگ سمجھتے تھے اس پرچہ سوار ہے (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۶۵-۶۴-۶۱) ۱۱
 ۶۰-۵۹) بخلاف اس کے یہ امر قابل غور ہے کہ کلہن بھکشا چر کی بہادری اور دلیری
 کی ہر ان لفظوں میں تعریف کرتا ہے۔ بجائیکہ اس کے ہاتھوں سسل اور اس
 کے بیٹے کو اس قدر تکلیف اٹھانا پڑی تھی لیکن ساتھ ہی یہ جتنا دنیا بھی ناموزوں
 نہ ہو گا کہ کلہن نے بھکشا چر کے مختصر عہد حکومت کا جو تذکرہ لکھا ہے جس کے دوران
 میں گویا تخت پھر ہرش کے خاندان میں چلا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
 سے منپک یا اس کے خاندان کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تھا۔

راجہ جے سنگھ کے عہد حکومت میں جو باقی مدعیاں سلطنت پیدا ہوئے ان میں
 صرف بہادر اور سمجھ دار بھوج ہی ایسا معلوم ہوتا ہے جس سے کلہن کو کینقد ہمارا
 تھی (دیکھو بالخصوص ترنگ ۸ کے شلوک ۳۰۸۸ و ۳۰۶۱) معلوم ہوتا ہے کہ کلہن
 کو تازہ واقعات کی نسبت زیادہ تر واقفیت کسی نہ کسی طرح بھوج ہی سے حاصل
 ہوئی تھی۔ بڑے دعویدار سلطنت بوقت اس کے نکلے بھتیجے مارجن کی نسبت
 بہادر اور سرخ سوائے طنز و اور نفرت آمیز کلمات کے اور کچھ نہیں کہتا۔ بجائیکہ بھوج
 کی مانند وہ دونوں بھی اس وقت جے سنگھ ہی کے دربار میں تھے۔

کلہن کا اندازہ اپنے جس بچل کے زمانہ میں کلہن کی زندگی بسر ہوئی

ہموطنوں کی نسبت اس میں اکثر شاہی اور عوامی تبدیلیاں جلد

جلد وقوع پذیر ہوتی رہی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ کلہن کو اپنے ہموطنوں کی خصلتوں کا اندازہ کرنے کا کافی موقعہ مل گیا۔ اس

صورت میں یہ امر کچھ بھی تعجب خیز نہیں ہے کہ اسکی داستان میں صداقت کا عہد

نہایت زبردست ہے اور بعض پہلوؤں سے ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے۔

ظاہر ہے کہ کلہن اس سببانی اور اخلاقی کمزوری کی بین موجودگی کو بخوبی سمجھ گیا

جس میں وہ ان با اثر اور ممتاز فاضلوں کا حوالہ دیتا ہے جو دقت پر اپنے آقاؤں سے نہ صرف
ہونے یا رشوت لیکر ان سے دعا کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ (دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۶۹
ترنگ ۸ شلوک ۷۸۲-۸۰۳-۸۲۴-۹۲۳-۹۲۱-۹۲۷-۱۵۲۲-۱۵۳۷-۱۷۳۵ وغیرہ)
بخلاف اس کے جب کبھی وفاداری کی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں تو خواہ وہ وفاداری
اس کے ملک یا راجہ کے دشمنوں کے لئے ہی ظاہر کی گئی ہو۔ وہ ان کی بے حد تعریف
اور ثنا خوانی کرتا ہے (مقابلہ کر دو ترنگ ۷ شلوک ۱۳۲۳-۱۳۷۶-۱۴۱۱-۱۵۳۲-ترنگ ۸
شلوک ۶۳۴-۶۵۷-۶۳۳۰)

مشابہی دربار اور کیمپ میں بغاوت کا ہر وقت دور دورہ رہتا تھا جس کے پہلو پہلو
کلہن اس لاپرواہی کا بھی ذکر کر گزرتا ہے جس کے ساتھ کشمیری آبادی ہر وقت ہرقسم
کی تبدیلی کے لئے آمادہ رہتی تھی۔ کامل الوجود اور غیر متاثر اہل ہنر اور ان کے خیالات
کی جو دلچسپ کیفیت اس نے قلم بند کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہنر مند
کی فطرت کو کسی اچھی طرح سمجھتا تھا (دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۶۶۶-ترنگ ۸ شلوک ۷۲
تا ۷۱۱-۶۲۸ نیز ترنگ ۷ شلوک ۱۵۵۱ و ۱۶۸۳) اور ان کے علاوہ راج ترنگنی کے
بعض دیگر فقرات میں بھی مصنف کی امیرانہ نخوت کا اظہار ہوتا ہے کشمیریوں کے
کیڑ کر کی بعض دیگر کمزوریوں کو بھی اس نے ویسی ہی صاف دلی سے قبول کیا،
(دیکھو بغرض مثال ترنگ ۸ کا شلوک ۳، ترنگ ۷ کا شلوک ۴۱۸)

ڈامروں کی مخالفت | کلہن نے معاشرہ سوسائٹی کے مختلف طبقوں

کے لوگوں کی نسبت اپنی تصنیف میں جس قسم
کی روش اختیار کی ہے اسے دیکھتے ہوئے سب سے پہلے ہماری نگاہ اس نفرت
اور نخوت پر پڑتی ہے جو وہ ڈامروں کے ساتھ برتا ہے ان یا عیگزارا راضی داروں
کی زبردست طاقت اور شر و فساد ہی کی بدولت راجہ ہرش کا زوال واقع ہوا

تھا اور یہی لوگ ان تکالیف کو پیدا کرنے والے تھے جو کلہن کے زمانہ میں ملک کے اندر
 ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں جا بجا ڈامروں کے لئے اس نے وسیع (لیٹرے) کا جو لفظ
 استعمال کیا ہے وہ اس کے اندرونی خیالات کا بہترین مظہر ہے (مقابلہ کرو ترنگ ۸
 شلوک ۷، کانوٹ) ڈامروں کے وادی کشمیر کے کاشت کار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے
 معلوم ہوتا ہے کہ طاقتور خاندانوں میں بھی ان کا جلی گنوارین اور اجڑپین دور نہ ہوا
 تھا (ڈامروں کے مفصل حالات کے متعلق دیکھو نوٹ ۸ ضمیمہ کتاب ہذا) کلہن
 جا بجا ان کے ان معایب کا ذکر کرتا ہے۔ جنکے ساتھ وہ ڈامروں کے مظالم
 اور تنگاریوں کا ذکر کرتا ہے اسمیں اس بات کی جھلک پائی جاتی ہے کہ ان کے
 عروج حاصل کرنے سے اسے اور اس کے خاندان کو ضرور صدمہ پہنچا ہو گا۔ یہ امر
 یقینی ہے کہ ملک کے اندر اس قدر چھوٹے چھوٹے درجہ کے ظالموں کا وجود و شرف کا
 کاروں کے لئے باعث مصیبت ثابت ہوتا ہو گا۔ بلکہ اہلکاروں اور دارالسلطنت کے
 برہمن باشندگان کے لئے بھی بار ہو گا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ جن قطعات زمین سے خاندان
 روزی حاصل کرتے تھے وہ اندرونی فساد کے زمانوں میں ڈامروں ہی کے رحم پر
 موڑا کرتے تھے۔ (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴

بطور مثال ترنگ ۷ شلوک ۱۱۰۵-۱۳۱۹ و ترنگ ۸ شلوک ۱۲۳۸-۱۳۱۹ اس نے جا بجا
اونے الکاروں کے مطالعہ اور حص کا جس طنز آمیز لہجہ میں ذکر کیا ہے اور جہاں کہیں
ہوشیار راجاؤں نے انہیں دبانے کی کوشش کی ہے اس جگہ اس نے ان کی
تکلیف کا بیان کرتے وقت جس خوشی کا اظہار کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
ان کے کیر کیڑے ذاتی طور پر واقف تھا۔

پرومتوں سے راج ترنگنی کی عبارت کے مطالعہ سے ہم اس قابل بھی
ہو جاتے ہیں کہ معلوم کر سکیں کس تیر قدیم کے ایک اور زبردست
طبقة یعنی برہمن پرومتوں کی نسبت کلہن کی کیا رائے

تھی۔ وہ تمام بڑے بڑے معابد اور تیرتھوں پر شدوں (انجمنوں) کی صورت میں
موجود تھے اور اکثر عظیم الشان اوقاف اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ اس حالت میں
اس قدر اقتدار رکھتے تھے کہ ایک سے زیادہ موقعوں پر انہوں نے ملک کے اندرونی
انتظامات میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاقہ کشی کا وہ طریقہ جسے پالیو
پولش کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا ان کے ہاتھ میں دباؤ ڈالنے کا ایک زبردست
ذریعہ تھا جس سے کمزور حکمران بہت ڈرتے تھے۔ اور جس سے وہ اکثر کام لیا
کرتے تھے۔

کلہن کو پرومتوں کی اس جماعت سے جو اتنی ہی جاہل تھی جتنی کہ مغزور تھی
جب قدر نفرت تھی اسے وہ چھپا کر نہیں رکھتا اور ملکی انتظامات میں ان کی ضرر ساز
داخلت کو نہایت مذموم قرار دیتا ہے۔ بعض موقعوں پر اس نے پرومتوں کی بڑی
بڑی مجالس کی جو مذاقہ کیفیت قلم بند کی ہے اس میں خوب دل کھول کے ان
کے اظہار رائے اور بزدلی پر تخریٹا یا ہے اور ان کی تقدیس کی چنداں پرواہ نہیں
کی (دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۶۵-۶۸ ترنگ ۸ شلوک ۹۰-۹۳)

کے زمانہ کے تمام لوگوں سے صرف وہی ہے جسکی کلہن اس وجہ سے تعریف کرتا ہے کہ وہ علم کا مربی تھا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۴۰-۲۴۱ مصنف نے رطن اس کی بیوی اور بھائی کے قائم کردہ معاید کی غیر معمولی طویل کیفیت درج کی ہے اور اول الذکر کی بہادری اور جنگی قابلیت کی تعریف کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۴۰-۲۴۱ تا ۲۸۱ ۳۲۱-۳۲۲ تا ۳۸۳ ۴۰۹-۴۱۰ و ۳۳۵-۳۳۶) سب سے زیادہ دلچسپ وہ تعریفی شلوک ہیں جو کلہن نے اس آرائش کی کیفیت قلم بند کرنے میں وقف کئے ہیں جسکا سامان رطن نے مریشوری کے مندر کو دیا تھا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۲۳ تا ۴۲۷) یہ شلوک بلحاظ طرز تحریر کلہن کے معمولی طور پر ایسی باتوں کے تذکرہ سے مختلف ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک پرستش یا مدحیہ نظم ہے جو کوئی مذکور نے اپنے دوست یا مربی کے نئے چڑھائے کی تعریف میں لکھی ہو اسکی تشریح محض اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ کلہن اور رطن کا کوئی باہمی دوستانہ تعلق تھا۔

النگار جو بے سنگہ کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر مامور تھا اس کی نسبت بھی کلہن نے تعریفی الفاظ میں ذکر کیا ہے النگار کے بھائی منگہ کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر خود ایک عالم اور عالموں کا قدردان تھا (النگار کے متعلق دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۴۳ دنوٹ ۱۹۵) کتاب ہذا منگہ کا کلہن نے صرف ایک ہی موقعہ پر اس طرح پر ذکر کیا ہے کہ وہ وزیر خارجہ تھا اس کے شاعر مرنے کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا گیا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۲۳) جیسا کہ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۵۰ سے معلوم ہوتا ہے ڈوار اودے سے بھی غالباً کلہن کے دوستانہ تعلقات تھے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ کلہن نے مہا بھاراج و دن کا ذکر ادب کے ساتھ کیا ہے بالیکہ صرف چند ہی سال پہلے وہ جسے سنگہ کے خلاف ایک خطرناک بغاوت کا غصہ تھا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۲۳ و ۲۹۳ تا ۲۹۴) چونکہ اس غیر معمولی سلوک کی تاریخ

ہذا میں کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی۔ اس لئے اس کا باعث د دونوں کے ذاتی تعلقات ہی سمجھنا چاہئے۔

کلہن کی دنیاوی واقفیت | اس میں شک نہیں کہ مصنف کے جس قدر کہ ذاتی حالات ہم اس کی تصنیف سے اخذ

ہیں۔ وہ نہایت ہی مختصر ہیں اور اس نقصان عظیم کی کبھی تلافی نہیں کر سکتے جو اپنی شخصیت کے متعلق اس کے کچھ نہ لکھنے سے واقع ہوا ہے۔ تاہم ایک بات کلہن کے متعلق ایسی ضرور ہے جس پر اس کی تصنیف کی بدولت بہت کچھ روشنی پڑتی ہے جو شخص راج ترنگنی کو عموماً اور اس کے بعض بعض حصوں کو خصوصاً نگاہ غور سے پڑھیں گے وہ یقیناً اس بات کو معلوم کر سکے گا کہ جس شخص نے اس کتاب کو لکھا وہ اپنے ارد گرد کے دنیاوی معاملات کو پورے طور پر دیکھنے اور سمجھنے کی نااہلیت رکھتا تھا اسکی تصنیف ثابت کرتی ہے کہ وہ فطرت انسانی سے پورے طور پر واقف اور ملک کی مادی حالت سے اچھی طرح باخبر تھا۔ زمانہ قدیم سے تعلق رکھنے والے ادبے ترین امور کی نسبت دلی شوق رکھتا اور معاملات روزانہ زندگی کو بخوبی طور پر سمجھتا تھا ان سب باتوں پر نگاہ رکھتے ہوئے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ کلہن ایک جمہوری مہندوستانی گوی سے بالکل علیحدہ قسم کا شاعر اور مصنف تھا۔

فی الحقیقت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کی علمی تربیت بالکل روایتی قسم کی تھی اور جس طریق پر اس نے اپنی اس تربیت سے کام لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شاعری کے مقررہ ضوابط کو کہیں بھی ٹوٹے نہیں دیا تاہم یہ بات صریح ہے کہ اس کا علم محض کتابی نہ تھا نہ اسکی حالت اس شخص کی سی تھی جو صرف شاعر ٹرپھ کر اپنی روزی کمانے پر اکتفا کرتا ہو۔

کلہن کی تصنیف سے ہمیں ایک اور پر لطف بات معلوم ہوتی ہے یہ یاد رکھنے

کے قابل ہے کہ دوسرے مقامات کی طرح قدیم ہندوستان میں بھی علمی پیداوار بہت بڑا اثر مانگ اور عنایات کا پڑتا رہا ہے لیکن راج ترنگنی کی تالیف اس نقطہ خیال سے نہیں ہوئی۔ کلہن کے زمانہ کا دربار کشمیر اس قسم کا نہ تھا کہ اس میں شاعری یا علمیت کی کوئی خاص قدر کی جاتی۔ جس کی ہندوستان کے شعراء کو اکثر توقع رہا کرتی تھی۔ یہ امر یقینی ہے کہ راج ترنگنی کسی خاص فرمانروا کی امداد سے اس کی عنایا حاصل کرنے کے ارادہ سے نہ لکھی گئی تھی۔

راج ترنگنی کی تصنیف میں | ان سب باتوں پر غور کرتے اور کتاب
 کے ان پہلوؤں پر توجہ دیتے ہوئے جو
 مصنف کی شخصیت کو نمایاں طور پر ظاہر
 کلہن کا منشا دلی

کرتے ہیں۔ ہم اس بارہ میں رائے پیش کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ کلہن نے کس منشا دلی سے اس کتاب کو تصنیف کرنا شروع کیا تھا وہ چونکہ ایک نامی گرامی معزز خاندان سے پیدائشی تعلق رکھتا تھا اسلئے وہ اپنے باپ کی طرح ملکی انتظامات میں بڑا حصہ لینے کی توقع کر سکتا تھا۔ لیکن نجائمانہ سیاسی حالتوں یا شاید خاندانی پالیسی کی وجہ سے وہ سیاسی یا منتظم بن سکتا تھا۔ اس صورت میں اس مذاق سے جو موردنی طور پر اس میں ودیعت ہو چکا تھا وہ سوائے اس کے اور کیا کام لے سکتا تھا کہ اپنے ملک کی تاریخ لکھ ڈالتا اور اپنے زمانہ کے حالات پر رائے زنی کرتا؟ جب ہم اس خیال سے کتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو بہت سی باتیں جو اس کے اندر شخصی اور مخصوص نظر آتی ہیں۔ مناسب اور خاص اہمیت رکھنے والی معلوم ہوئے لگتی ہیں۔ پھر ہم اسکی تیز سیاسی آرا اور معاشرانہ واقعات کی اندرونی تاریخ کے متعلق اسکی کامل گرفت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس نے فوجی کارروائیوں کی تفصیلات کو جس مہمت اور رستی سے درج کیا ہے اور جو کم از کم اس بات پر دلالت کرتی ہے۔

کہ وہ فن حرب سے علمی واقفیت رکھتا تھا پورے طور پر ذہن نشین ہو جاتی ہے
کشمیر کے جغرافیائی حالات سے اسے جو کامل واقفیت حاصل تھی اس کا باعث
یہ نظر آنے لگتا ہے کہ صاحب اقتدار و مرتبت ہونے کے باعث اسے سیر و سیاحت
کے اکثر مواقع حاصل ہوتے رہے ہوں گے آخر میں ہم اس آزادانہ رائے زنی کے
معنی بھی سمجھ سکتے ہیں جس سے اس نے معاصرانہ واقعات و اشخاص کے متعلق
کام لیا ہے۔

لیکن ایک مورخ کی حیثیت میں کلہن کے کیرکڑ کے متعلق یہ اور دوسرے اہم امور
اس وقت اور بھی واضح ہو جائیں گے۔ جب ہم اس کی تاریخ کی نوعیت اور معانی
سے پورے طور پر واقف ہونگے۔

راج ترنگنی کی تحریر اور اس کی نوعیت

تاریخ ایک نظم کی حیثیت میں | کلہن کی تصنیف کی دلچسپی اور اہمیت
ہماری نظروں میں محض اس وجہ

سے ہے کہ یہ تاریخی واقعات کا ایک مجموعہ ہے جس میں قدیم کشمیر کے حالات کے متعلق
ہمیں مفصل کیفیت معلوم ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات نظر
انداز نہ کر دینی چاہئے کہ اس کے مصنف نے اسے زیادہ تر ایک نظم کی حیثیت میں
لکھا ہے اگر ہم تصنیف کے اس پہلو پر پہلے توجہ دیں تو اس کے مدعا اور نوعیت
کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھ سکیں گے۔

قبل ازیں ہم ان حالتوں پر نظر ڈال چکے ہیں جن کے باعث ہمیں بلیغ

سنسکرت نظموں کی تہ میں تاریخی واقعات کو ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ کلاسیکل لٹریچر میں بھی تاریخ کا نظم سے نہایت گہرا تعلق رہا ہے اور ابوالسائیرج "کو بلا وجہ ہو کر ثانی نہیں کہا جاتا لیکن اس بات کی توقع کرنا غیر مناسب ہوگا کہ تاریخی مضمون والی سنسکرت نظموں میں ہمیں وہ ترقی نظر آ سکے جسکی بدولت یونان میں رزمیہ نظموں کے بعد ابتدائی تاریخی نثر لکھی جانے لگی تھی۔

جس ڈھنگ پر کلہن کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ یہ کچھ زبان سنسکرت ہی کا خاصہ نہیں ہے۔ ردما میں بھی تھوسی ڈیڈس اور پولی بی اس کے بعد ایک مدت تک تاریخ نویسی کو محض اظہار بلاغت کا ایک ذریعہ اور اخلاقی اصولوں کی اشاعت کے لئے واقعات کو جمع کر دینے کا ایک وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔ کلہن کی تصنیف میں ان تصانیف سے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ فن بلاغت کی بجائے اس میں انکار شاستر سے کام لیا گیا ہے آخر الذکر کی مثالیں ان تہیدی نلوگوں سے جو اس نے اپنی تصنیف کے افتتاحی صفحات میں درج کی ہیں پورے طور پر نظر آتی ہیں۔

تحقیقی شعرا کی وہ طاقت واقعی قابل تعریف ہے جو خواہ کیسی بھی ہوا مرث کی ندی پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ان کی اپنی شہرت اور نیز دوسروں کی ناموری خیر فانی ہو جاتی ہے سوائے شاعروں کے جو پر جاپتیوں سے مشابہ ہیں اور کون ہے جو زمانہ ماضی کے دلفریب کارناموں کو لوگوں کی نظروں کے سامنے لا سکتا ہے؟

شاعروں کے فن کی یہ تعریف تاریخ کے اعتبار ہی میں اہمیت سے بیان کی گئی ہے اس رشتہ کو مخصوص کرنے کے لئے جو مصنف کو اپنے فن اور اپنی تاریخ کے مضمون میں نظر آتا ہے صرف اتنا بیان ہی کافی ہے وہ اس بات کی اسید

رکھتا ہے کہ میری شاعری کی خوبیاں ہی ملک کی تاریخ کو قہر گناہی سے بچانے کے لئے کافی ہیں

کلمہ پن اور انکار شاعر | اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم کرنا قدرتی

ہے کہ کلمہ پن اپنی تصنیف کا اندازہ اسکی معنوی خوبوں کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ ان موقعوں کے لحاظ سے لگاتا ہے جو اپنی شاعرانہ بلند پروازیوں کے اظہار کے لئے ملتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ گوداستان کی طوالت کے باعث تشریح کے ذریعہ بوقلمونی حاصل نہیں کی جاسکتی تاہم اس میں ضرور کوئی ایسی چیز پائی جائے گی جس سے تمام راستی پُر لوگ خوش ہوں گے۔ بوقلمونی ایک ایسی خوبی ہے جو انکار شاعر کے قوانین کی رو سے نظموں کے لئے خاص طور پر مقرر ہے اور اوسط درجہ کی سنکرت نظموں میں بشمار استعارات اور موسم اور نظاروں کی کیفیت پائی جاتی ہے اس کا باعث براہ راست یہی ہوتا ہے لیکن راج ترنگنی میں یہ لطافتیں جو آجکل کے نقطہ خیال سے غیر ضروری سمجھی جاتی ہیں نہیں پائی جاتیں اس کی تحریر بہت بڑی حد تک نسبتاً پر مطلب اور سادہ ہے جس کے لئے ہم مصنف کے ممنون احسان ہیں۔ لیکن کلمہ پن یہ جتنا ناچاہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ نہیں کہ وہ علمی خوبوں یا روایات سے عاری تھا۔ نہ اس کا باعث یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اس میں شاعرانہ تفصیل پیدا نہ کر سکتا تھا۔ تاریخ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر حصہ میں جا بجا ہمیں اس قسم کے شلوک ملتے ہیں جنہیں وہ تمام صنعتیں پائی جاتی ہیں جو کسی اعلیٰ درجہ کی نظم کی خوبی ہو سکتی ہیں بعض موقعوں پر صرف رنگین بیانی کی خاطر تحریر کے سلسلہ کو بھی شکست گیا گیا ہے جسکی مثالیں ترنگ اشلوک ۲۰۸ ترنگ ۳ اشلوک ۴۱۴ ترنگ ۵ اشلوک ۳۴ ترنگ ۶ اشلوک ۹۲۸ - ۱۵۵۹ -

سنسکرت نظموں کی تہ میں تاریخی واقعات کو ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ کلاسیکل لٹریچر میں بھی تاریخ کا نظم سے نہایت گہرا تعلق رہا ہے اور ابوالتاریخ "کو بلا وجہ ہو کر ثانی نہیں کہا جاتا لیکن اس بات کی توقع کرنا غیر مناسب ہوگا کہ تاریخی مضمون والی سنسکرت نظموں میں ہمیں وہ ترقی نظر آ سکے جسکی بدولت یونان میں رزمیہ نظموں کے بعد ابتدائی تاریخی نثر لکھی جانے لگی تھی۔

جس ڈھنگ پر کلہن کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ یہ کچھ زبان سنسکرت ہی کا خاصہ نہیں ہے۔ ردما میں بھی تھوسی ڈیڈس اور پولی بی اس کے بعد ایک مدت تک تاریخ نویسی کو محض اظہار بلاغت کا ایک ذریعہ اور اخلاقی اصولوں کی اشاعت کے لئے واقعات کو جمع کر دینے کا ایک وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔ کلہن کی تصنیف میں ان تصانیف سے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ فن بلاغت کی بجائے اس میں انکار شاستر سے کام لیا گیا ہے آخراذکر کی مثالیں ان تہیدیں شکوگوں سے جو اس نے اپنی تصنیف کے افتتاحی صفحات میں درج کی ہیں پورے طور پر نظر آتی ہیں۔

حقیقی شاعر کی وہ طاقت واقعی قابل تعریف ہے جو خواہ کیسی بھی ہو امت کی مذہبی پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ان کی اپنی شہرت اور نیز دوسروں کی ناموری غیر فانی ہو جاتی ہے سوائے شاعروں کے جو پر جاپتیوں سے مشابہ ہیں اور کون ہے جو زمانہ ماضی کے دلفریب کارناموں کو لوگوں کی نظروں کے سامنے لا سکتا ہے؟

شاعروں کے فن کی یہ تعریف تاریخ کے اعتبار ہی میں اہمیت سے بیان کی گئی ہے اس رشتہ کو مخصوص کرنے کے لئے جو مصنف کو اپنے فن اور اپنی تاریخ کے مضمون میں نظر آتا ہے صرف اتنا بیان ہی کافی ہے وہ اس بات کی امید

رہتا ہے کہ میری شاعری کی خوبیاں ہی ملک کی تاریخ کو قہر گناہی سے بچانے کے لئے کافی ہیں

کلہن اور انکار شاستر | اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم کرنا قدرتی

ہے کہ کلہن اپنی تصنیف کا اندازہ اسکی معنوی

خوبیوں کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ ان موقعوں کے لحاظ سے لگاتا ہے جو اسکی اپنی شاعرانہ بلند پروازیوں کے اظہار کے لئے ملتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ گوداستان کی طوالت کے باعث تشریح کے ذریعہ بودھوں کی حاصل نہیں کی جاسکتی تاہم اس میں ضرور کوئی ایسی چیز پائی جائے گی جس سے تمام راستی پسند لوگ خوش ہوں گے۔ بودھوں کی ایک ایسی خوبی ہے جو انکار شاستر کے قوانین کی رو سے نظموں کے لئے خاص طور پر مقرر ہے اور اس طرح کی سنکت نظموں میں بیشمار استعارات اور موسم اور نظاروں کی کیفیت پائی جاتی ہے اس کا باعث براہ راست یہی ہوتا ہے لیکن راج ترنگنی میں یہ لطافتیں جو آجکل کے نقطہ خیال سے غیر ضروری سمجھی جاتی ہیں نہیں پائی جاتیں اس کی تحریر بہت بڑی حد تک نسبتاً پر مطلب اور سادہ ہے جس کے لئے ہم مصنف کے ممنون احسان ہیں۔ لیکن کلہن یہ جتلاتا چاہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ نہیں کہ وہ علمی خوبیوں یا روایات سے عاری تھا۔ نہ اس کا باعث یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اس میں شاعرانہ تفصیلات پیدا نہ کر سکتا تھا۔ تاریخ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر حصہ میں جا بجا ہمیں اس قسم کے شلوک ملتے ہیں جن میں وہ تمام صنعتیں پائی جاتی ہیں جو کسی اعلیٰ درجہ کی نظم کی خوبی ہو سکتی ہیں بعض موقعوں پر صرف رنگین بیانی کی خاطر تخریر کے سلسلہ کو بھی شکست گیا گیا ہے جسکی مثالیں ترنگ اشلوک ۲۰۸ ترنگ ۳ اشلوک ۴۴۴ ترنگ ۵ اشلوک ۳۴۴ ترنگ ۶ اشلوک ۹۲۸ - ۱۵۵۹ -

اور ترنگ ۸ شلوک ۸۴۲-۹۴۸-۹۴۹-۱۰۴۲-۱۱۴۸ اور ۶۶۳-۳۳۳ میں پائی جاتی
ہیں اس قسم کی عبارتوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ انکی
اتنی کثرت نہیں جتنی ہر شے چرت یا ذکر نامک دیو چرت وغیرہ میں پائی جاتی ہے
اسکی وجہ وہی ہے جو کلہن نے خود بیان کی ہے یعنی داستان کی طوالت کا اندیشہ
ایک اور موقع پر کلہن یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ میں نے جو مضمون منتخب کیا ہے
ایک شاعر کی حیثیت سے میری تصنیف پر اس کا کیا اثر پڑا ہے۔ انکار شاستر
کے قواعد اس امر کے متقاضی ہیں کہ کسی نظم یا اس کے جزو اعظم میں کوئی مخصوص
رس یا خیال پایا جائے۔ کلہن نے ہمیں بتلادیا ہے کہ میری تصنیف کا رس
یا خیال غالب شانت رس ہے (دیکھو ترنگ اشلوک ۲۳) اس رس کے
انتخاب کی مناسبت ثابت کرنے کے لئے وہ اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ دنیا کی ہر
شے ناپائدار ہے جسکا ثبوت کافی طور پر اسکی تصنیف سے ملتا ہے اسی رس کو ناپائدار
بنانے کے لئے وہ ان راجاؤں کے عہد حکومت کو غیر معمولی طوالت کے ساتھ بیان
کرتا ہے جنہوں نے اپنی حکومت کا خاتمہ تیاگ یا کسی اور متاثر کن طریقہ پر کیا
(مقابلہ دیکھو ترنگ اشلوک ۳۶۷-۳۶۸ ترنگ ۲ شلوک ۱۵۳ ترنگ ۳ شلوک ۱۲۵)
ترنگ ۴ شلوک ۳۸۰-۳۸۱ شلوک ۱۶۶۶ جمیں ہر شے کے حسرت ناک انجام
کا ذکر کیا گیا ہے اس بات کو بھی اتفاقیہ نہ خیال کر لینا چاہئے کہ اسکی ۸ ترنگوں
میں سے ۴ ایسے ہی بیان کے ساتھ ختم ہوتی ہیں (دیکھو ترنگ ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸)
کلہن کی تصنیف | اسی رس کی سمت میں ہمیں کلہن کی تصنیف کے
کے نپد آمیز مہلو | نپد آمیز مہلو نظر آتے ہیں تمام دنیا وی شان و
شوکت کا عارضی ہونا۔ شاہی مقبوضات کا غیر متعین
اخلاقی قوانین کو شکست کرنے کا اہل معاوضہ یہ چند ایک سبق ہیں جنہیں

ناظرین کے ذہن نشین کرتا ہوا کلہن کبھی نہیں تھکتا۔

تاریخ کشمیر کے جواب اب اس کے زمانہ کے قریب تر تھے اور جنہیں وہ خوب اچھی طرح سمجھتا تھا اسے ایسی باتوں کی تشریح کا خاص موقع دیتے ہیں ایسے ہی حکمت عملی سیاست دان اور شخصی چال چلن سے تعلق رکھنے والی باتوں پر بار بار توجہ دلائی گئی ہے اور ان کی اس طرح تشریح کی ہے گو یا کسی دھرم یا نیتی شاستر میں ان کا تذکرہ آیا ہو کلہن اس بات کا عادی ہے کہ خاص خاص موقعوں پر وہاں بھارت یا راناؤ کے واقعات سے تشبیہ دے کر ان پر زور دیتا ہے ہمیں معلوم ہے کہ ہندوستان کی رزمیہ نظموں میں اس قسم کے فقرات کس قدر پسند آمیز ہیں اس لئے کلہن کی تصنیف میں ان کا بار بار اعادہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تصنیف میں بہت سے شلوک اس قسم کے درج ہیں جو دانا یا نہ ضرب الامثال کو بیان اور انکی توضیح کرتے ہیں اور جا بجا پائے جاتے ہیں۔

یہ معلوم کرنا دلچسپی کا موجب ہو گا کہ جو پسند آمیز لہجہ راج ترنگنی میں پایا جاتا ہے لیکن اکثر نظموں میں موجود نہیں اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی کیا یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ کلہن نے پوری توجہ سے ذاتی طور پر رزمیہ نظموں کو پڑھا اور ان پر کامل عبور حاصل کیا ہوا تھا؟ یا یہ لہجہ ان سابقہ تاریخوں میں بھی موجود تھا جسے کلہن واقف تھا اور جنہیں اس نے بطور ایک نمونہ کے اختیار کر لیا تھا؟ اگر آخری خیال درست ہو تو ہم قدرتی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ سنگت زبان کی تاریخی شاعری کی ترقی میں رزمیہ نظموں کو بہت کچھ دخل حاصل تھا بد قسمتی سے وہ کتابیں جو کلہن کی تاریخ سے پہلے لکھی گئی تھیں کم ہو چکی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں دوسرے اکثر سوالات کی طرح یہ سوال بھی بے جواب ہی چھوڑنا پڑتا ہے۔

کلہن کے تاریخی مآخذ

ہم اب اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ کلہن کی تصنیف کی دلچسپی زیادہ تر اس کے ایک تاریخ ہونے کی وجہ سے ہے اس نقطہ خیال سے اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانے میں جو بات ہمیں مدد دے سکے اس پر خاص اور قریبی توجہ دینا ہمارا فرض ہے لیکن اس بارہ میں پھر ہمیں واقفیت حاصل کرنے کے لئے خود مصنف ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

غیر طرقدارانہ تاریخ نویسی

سب سے پہلے یہ دیکھنا طمانیت بخش ہے کہ کلہن اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ تاریخ کو نویسی غیر طرقدارانہ ہونی چاہئے شاعروں کی تعریف میں اس نے جو شلوک لکھے ہیں۔

اور جسے اسکی تمہید کا افتتاح ہوتا ہے ان کے بعد ترنگ اکے شلوک میں وہ بیان کرتا ہے کہ صرف وہی شاعر تعریف کا مستحق ہے جو زمانہ ماضی کے واقعات کو قلم بند کرتے وقت مصنف کی طرح محبت یا نفرت سے پاک ہے۔ اس کے اس پر زور بیان اور اس اہمیت کی وجہ سے جو اس تحریر کو دی گئی ہے ہم کسی حد تک اس مورخ کے منشاءئے باطن کو سمجھ سکتے ہیں اس سے بھی زیادہ قابل تعریف و صف کلہن کا یہ ہے کہ اس نے کم از کم عام طور پر ہی ان مآخذوں کا ذکر کر دیا ہے جن سے اس نے اپنی تاریخ میں مدد لی ہے

پرائی تاریحوں پر کلہن کی سرسری نظر

اپنی تمہید (ترنگ اکے شلوک ۸) میں وہ ماضی لفظوں میں اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ میں نے جو مضمون اختیار کیا ہے اس پر قبل ازیں

دوسرے مورخ بھی بحث کر چکے ہیں۔ خود اس کام کو ہاتھ لگانے کے عذر کو مستقل بنانے کے لئے اس نے سابقہ تاریخوں پر کسی قدر مختصر اور سرسری نظر ڈالی ہے جو بہت بڑی تاریخی دلچسپی رکھتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کشمیر کی تاریخ شاہی کے متعلق مختلف کتابیں مروج تھیں۔ لیکن کلہن کے زمانہ میں وہ مکمل صورت میں نہ دیکھی جاتی تھیں۔ کلہن ان کے مندرجہ ہو جانے کو کسی حد تک اس بات سے منسوب کرتا ہے کہ سورت نے خلاصہ کر کے ان کے مطالب کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا تھا۔ ہندوستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مختصر خلاصہ موجود ہو تو پھر لوگوں نے اس مضمون کی تمام سابقہ کتابوں کی طرف سے لاپرواہی شروع کر دی جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ضائع ہو گئیں۔ کلہن اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ سورت کی نظم لوگوں میں ہر دلعزیز ضرور ہے لیکن وہ اس لحاظ سے اسے تکلیف دہ قرار دیتا ہے کہ مولف نے اپنی نفسیت سے غلط کام لیا ہے ان حالات میں اس بات کا اندازہ باسانی ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب بحیثیت ایک نظم کس پایہ کی ہوگی۔

کلہن صاف لفظوں میں اعتراف کرتا ہے کہ نیل مت پران کے علاوہ سابق علماء کی گیارہ تصانیف سے کام لیا گیا ہے جنہیں راجاؤں کے حالات موجود ہیں۔

ان میں سے نیل مت پران اب تک موجود ہے۔ آگے چل کر ہم اس ضمن میں اس کتاب کا ذکر کریں گے کہ کلہن نے جیسا کہ وہ خود اعتراف کرتا ہے بعض راجاؤں کے نام اس کتاب سے حاصل کئے تھے۔ باقی کتابوں کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ ان میں سے صرف تین کے مصنفوں کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ کشمیر کی نریا ولی | معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کی کتاب نریا ولی رتھت

راجگان) ایک مقبول اور کسی قدر مستند کتاب تھی۔ کیونکہ سورت کے رسالہ کے بعد کلہن خاص طور پر اسی کا ذکر کرتا ہے۔ وہ اسے ایک شاعر کی تصنیف تسلیم کرتا ہے لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ اس کے ہر حصہ میں غلطیاں موجود ہیں۔ جن کا باعث لاپرواہی ہے۔ کشمیر کشمیری شاعر اور مورخ کلہن کے زمانہ سے قریباً ایک صدی پہلے ہو گزرا ہے اس کی بیشتر تالیفات جواب تک موجود ہیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ وہ تصنیف کے کام میں ایسا ماہر مصنف نہ تھا۔ بلکہ تالیف کا کام بہت بڑی حد تک سراج نام سے سکتا تھا (دیکھو بولہ صاحب کی رپورٹ صفحہ ۱۴۶) نراولی کے متعلق سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے کشمیری کتب خانوں سے اس کتاب کو حاصل کرنے کے لئے بہت کوشش کی ہے۔ پروفیسر بولہ صاحب کی طرح ایک عرصہ تک میں اس بات کا متوقع رہا ہوں کہ یہ کتاب ضرور کہیں نہ کہیں سے مل سکتی ہے۔ لیکن باوجود کافی انعام شہر کرنے سے ابھی تک دیکھنے میں نہیں آسکی۔ اس صورت میں اندیشہ ہے کہ پروفیسر بولہ صاحب کو اس کتاب کے کشمیر میں موجود ہونے کی غلط خبر دی گئی ہوگی۔ بہر حال کلہن نے اسکی نراولی پر جو رائے قائم کی ہے وہ غالباً مناسب تھی۔ بحالت موجودہ اس کتاب کی گمنامی کا بہت افسوس ہے۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیر نے اپنی دیگر تالیفات میں ان مافذوں کا ذکر قلم بند کر دیا ہے جسے اس نے اپنی تالیف میں مدد لی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں بھی یقیناً یہ بات موجود ہوگی۔ اور اس سے ہمیں اس کے اور کلہن کے مافذوں کا بہت کچھ پتہ چل جاتا۔

دوسرے دو مورخ جنکا کلہن نے اسکی حوالہ دیا ہے ان کے حوالہ سے اس نے اپنی فہرست خاندان کے ابتدائی حصہ میں بعض اندراج کئے ہیں۔ یہ ہماری تصنیف

یہ ہم ہر اور چہ لا کر
کی تاریخیں

سے کلہن نے راجاؤں کے نام لئے تھے۔ جنکی ابتدا تو سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا خود ہم مہرنے ناموں کی یہ کسی قدر مشتبہ فہرست پاشوت سنیا سی ہیلاراج کی تالیف پادھواولی (فہرست راجگان) سے حاصل کی تھی (دیکھو ترنگ اشلوک ۱۷-۱۸) آخر الذکر (فہرست راجگان) کی نسبت کلہن کا بیان ہے کہ اس میں ۱۲ ہزار اشلوک تھے۔ لیکن جس طرح پر اس نے ہیلاراج کی تاریخ کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اس سے بالواسطہ تعلق نہیں پڑا۔ البتہ چھوڑا کر کی تصنیف یقیناً اس کے قبضہ میں تھی۔ کیونکہ اس نے اس کا براہ راست حوالہ دیا ہے اور اشوک اور بعض اور راجاؤں کے نام بھی اس نے اسی سے حاصل کئے تھے۔

سابقہ تاریخوں کی نوعیت | ان قدیم تاریخوں کے ناموں اور اس بات سے کہ کن موقعوں پر ان کے حوالے

کئے گئے ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان میں کشمیر کی تاریخ کے نہایت پرانے زمانہ کے حالات درج تھے۔ لیکن یہ بات مانتی پڑتی ہے کہ کلہن نے جو گیارہ کتابیں دیکھیں ان سب کی یہ حالت نہ تھی اپنی تصنیف کا ذکر کرتے وقت وہ صاف لفظوں میں ان مصنفوں کا ذکر کر گزرتا ہے جنہیں سے ہر ایک نے اپنی راجاؤں کے عہد کی تاریخ لکھی تھی۔ جو ان کے معاصر تھے۔ (مقابلہ کرو ترنگ کے اشلوک ۱۰ و ۹ کے نوٹ) کلہن یہ بھی بیان کرتا ہے کہ میری خواہش صرف اسی قدر نہیں کہ ان کی تاریخوں کے سلسلہ میں جدید واقعات کا اضافہ کر دیا ظاہر ہے کہ کلہن اس جگہ ان کتابوں کا حوالہ دیتا ہے جنہیں ساری تاریخ کشمیر موجود نہ تھی۔ بلکہ اس جگہ سے سلسلہ کو قائم رکھا گیا تھا جہاں پہلے مورخوں نے چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جو مزاج۔ سرلور اور پرچا بھٹ کی تاریخیں ایسی ہی ہیں۔

جو راج ترنگنی کے سلسلہ ہی میں لکھی گئی ہیں۔ کلہن ایسی تصانیف کا ذکر کسی قدر نثر کے ساتھ کرتے ہیں لیکن ہم نجوبی سمجھتے ہیں کہ معاصرانہ واقعات کی درست تحریر حقیقتاً انہیں موجود ہوتی تو اس بات کی کافی طور پر تلافی کر سکتی کہ ان کا دائرہ محدود تھا اور ان میں شاعرانہ باریکیاں نہ پائی جاتی تھیں

کتبوں اور دوسری اصلی
تخریروں کا استعمال
مذکورہ بالا قسم کی کتابوں کے مقابل میں
کلہن اپنی کتاب کی نسبت بیان کرتا
ہے کہ اس میں ان موقوفوں پر مسلسل

حالات قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں بہت سی حالتوں میں گذشتہ واقعات کا سلسلہ شکست ہو گیا تھا "اس غرض کے لئے اس نے صرف ان پورانی تاریخوں ہی سے کام نہیں لیا جنکا اد پر حوالہ دیا گیا ہے بلکہ اصلی ماخذوں کو بھی استعمال کیا ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مختلف غلطیوں سے جو تکلیف پیدا ہوتی تھی اس پر غالب آنے کے لئے ان کتبوں کا معائنہ کیا گیا ہے جنہیں مندردوں کے ہتھ پین کئے جانے اور سابق را حادوں کے عطایائے کا ذکر ہے اور ان کے علاوہ تعریفی کتبوں اور شاستروں کا بھی مطالعہ کیا گیا ہے (دیکھو ترنگ اشوک ۱۵) اس شاوک کے متعلق جو نوٹ دیا گیا ہے انہیں ان مختلف کتابوں کی نوعیت پر بحث کی گئی ہے اس جگہ ہم اس بیان کی عام اہمیت پر توجہ دلانا چاہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کو یہ ہونے کے علاوہ قدیم معاملات میں بھی دلچسپی لیتا تھا اور اس قسم کی تاریخی دستاویزات سے دلچسپی رکھتا اور ان سے واقف تھا جو اس کے ملک میں دستیاب ہو سکتی تھیں۔ سنسکرت زبان کے کسی شاعر کو محقق آثار قدیمہ کا پارٹ لیتے دیکھنا واقعی ایک نادریات ہے اور کلہن میں

اسے دیکھ کر گو نہ طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

قدیم امور سے
کلہن کی دلچسپی

کلہن کی تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جس قسم کے مصالحوں کا اس نے حوالہ دیا ہے ان سے کام بھی پورے طور پر لیا ہے اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ مندروں اور معبدوں کی بنیاد کے متعلق اس نے جو مفصل اور صحیح حالات قلم بند کئے ہیں اور نیز مورتیوں وغیرہ کے استحباب کئے جانے کے بارہ میں لکھے ہیں وہ ان مندروں وغیرہ کے کتبوں ہی سے اخذ کئے گئے ہیں ایسے ہی اس نے اگر ہاروں و دیگر اذقان کے متعلق جو مفصل حالات لکھے ہیں وہ غالباً تانبہ کی سندوں اور ایسے ہی ذرائع سے حاصل کئے گئے ہیں راج ترنگنی میں کم از کم ایک موقع پر (ترنگ ۱ کے شلوک ۳۴۴ میں) تعریفی کتبوں (پریشستی) سے جو زمانہ حال کے مہندستانی تاریخ کے محققوں کے لئے بدرجہ اتم کارآمد ہیں کام لیا گیا ہے اس نے مصنفوں اور لٹریری واقعات کے متعلق جو بیشمار حوالے دئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان امور سے کام لیا ہے جو سنگت نصانیف کے مسودوں کے اکثر ان کے مصنفوں کی شخصیت اور زمانہ کے بارہ میں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ کلہن نے جن قدیم مصالحوں سے کام لیا ہے۔ وہ کتبوں یا تحریری کتابوں تک ہی محدود نہیں۔ مختلف حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے قدیم سکوں سے جو تاریخی واقعات حاصل ہو سکتی تھیں اسے بھی نظر انداز نہیں کیا گیا (دیکھو نوٹ متعلقہ ترنگ ۳ شلوک ۱۰۳ ترنگ ۶ شلوک ۱۷۷ ترنگ ۷ شلوک ۱۹۲۶) ترنگ ۱ کے شلوک ۱۹۴ ترنگ ۳ کے شلوک ۷۸ ترنگ ۴ کے شلوک ۲۶۲ - ۳۳۵ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ ترنگ ۵

کے شلوک ۸۱ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کلہن بعض زمانہ قدیم کی دلچسپی رکھنے والی باتوں پر غور کرتا ہے اور ان کے متعلق اس نے جو عجیب عجیب روایات قلم بند کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان کے ماخذ اور تاریخ کو دریافت کرتے ہیں واقعی بڑی محنت اور جستجو سے کام لیا ہو گا ترنگ ۳ کے شلوک ۳۸۳ ترنگ ۴ کے شلوک ۱۲۴ اور ترنگ ۷ کے شلوک ۱۲۵ میں اس نے سرکاری دفاتر اور انسٹی ٹیوشنوں کا جو ذکر کیا ہے اس سے بھی وہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے

کلہن نے ان ذرائع سے جو قدیم تحقیق عام روایات کا استعمال کی تھی اسی کے ضمن میں ہم اس واقعہ

کو بھی درج کر دینا چاہتے ہیں جو اسے عام روایات سے حاصل ہوئی اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ کلہن کی تاریخ کے ابتدائی حصہ میں جو قصے کہانیاں پائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر کو اس نے عام روایات ہی سے حاصل کیا ہے گذشتہ مصنفوں کی تصانیف سے نہیں لیا اس کا ثبوت بہت بڑی حد تک یہ ملتا ہے کہ اکثر حالتوں میں کہانیاں بالکل ایک مقامی رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی ہیں یا ان کا طرز بیان اس قسم کا ہے (دیکھو ترنگ ۱)

شلوک ۱۳۱ قصہ کرتیا شرم و ہار ترنگ اشلوک ۱۵۶ تا ۱۶۷ روایت دامودر اور ترنگ اشلوک ۳۶۴ متعلقہ تباہی زور پور ترنگ اشلوک ۳۳۱ ترنگ ۲ اشلوک ۱۲۹ ترنگ ۳ اشلوک ۳۳۶ تا ۳۴۹ متعلقہ بنائے پور پور ترنگ ۳ اشلوک ۴۷۴ ترنگ ۴ اشلوک ۵۰۳ تا ۵۱۱ متعلقہ بنائے جے پور ترنگ ۵ اشلوک ۶۸ متعلقہ باقاعدگی دریا جو سویہ کی طرف سے عمل میں آئی تھی۔ بالخصوص ترنگ ۵ اشلوک ۱۰۱-۱۰۷ وغیرہ یہ بیان کرنا چنداں ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ کلہن کی تاریخ میں ان کہانیوں کا وجود اسلئے مناسب نہیں خیال

کیلیا تاکہ ہم ان کی کوئی خاص تاریخی اہمیت سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کی بدولت ہمارے ہاں مقامی ابتدائی روایات سے واقف ہو سکتے ہیں جو اب تک کشمیر میں مروج ہیں اور جنہیں ہمیشہ اس وادی کے قدیم جغرافیائی حالات یا روایات کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔ بعض حالات مثلاً ترنگ اشوک ۳۱۲۔ ترنگ سوشوک ۵۶۔ ترنگ مہاشوک ۳۶۷۔ ترنگ اشوک ۴۶۰ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کلہن خاص خاص مقبول روایات کا ذکر کرتا ہے جو اس کے یا ان مصنفوں کے بیانات سے جنہیں اس نے مستند خیال کیے ہیں مختلف ہیں۔

معاصرانہ تاریخ
سے واقفیت

کلہن نے اپنے زمانہ کی تاریخ کشمیر کے جو تفصیلی حالات قلم بند کئے ہیں ان کا باعث بلاشبہ یہ تھا کہ اس بارہ میں اس کی ذاتی معلومات بہت بڑھ چکی ہوں گی۔ نیز معاصرانہ

مشاہدوں کے بیانات سے حاصل ہوتے ہیں باعث ہے کہ ترنگ ۸ کی بھی معمولی طوالت ہمارے لئے قابل قدر معلوم ہوتی ہے اس سے پہلے ہم اس اشوک (ترنگ ۸ اشوک ۸۹۵) کا حوالہ دے چکے ہیں جس میں کلہن نے سنسل کی بجالی (سنہ ۱۱۲۱ء) کے متعلق ایک واقعہ کے بارہ میں ذاتی واقفیت کا ذکر کیا ہے لیکن کلہن ہمیں اس سے پہلے زمانہ کے متعلق بھی خود حاصل کردہ واقفیت دیتا رہا ہے یہ بات ظاہر کی جا چکی ہے کہ اس کے والد چنپک نے راجہ ہرش کے زمانہ (سنہ ۱۰۸۹ء تا سنہ ۱۱۱۱ء) میں سیاسی امور میں بہت بڑا حصہ لیا تھا ہو سکتا ہے کہ کلہن نے اس راجہ کے عہد حکومت اور اس کی حسرت ناک موت کا جو صحیح اور دلچسپ حال لکھا ہے اس کا باعث وہ خط و کتابت ہو جو اس کے اور اس کے باپ کے درمیان ہوتی رہی ہو۔ کلہن جس جگہ سنہ ۱۰۹۵ء میں تنوگ کے پوتوں کے قتل کا ذکر لکھتا ہے اس جگہ وہ ان لوگوں کی شہادت

درج کرتا ہے جو اس کی تصنیف کے وقت زندہ تھے۔ (دیکھو ترنگ، شلوک ۱۰۶۶) ایک اور موقع پر (ترنگ، شلوک ۹۴۲ میں) وہ راجہ ہرش کے زمانہ کے زندہ شاہدوں کا ذکر کرتا ہے ممکن ہے کہ خاندانی روایات کی بدولت جو جہ کشمیر میں بھی بہت کچھ پائی جاتی ہیں مصنف کو زمانہ قدیم کے بہت سے تحریریں نہ آئے ہوئے حالات معلوم ہو گئے ہوں ترنگ کے شلوک ۱۳۵ میں کلہن کے زمانہ سے ۲۰۰ سال پہلے کے ایک واقعہ کا ذکر اسی ذریعہ واقفیت سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

کلہن ایک اوی کی حیثیت میں

کلہن کی تصنیف کے ان پہلوؤں پر غور کرنا جو ہماری نظروں میں اس کی وقعت کو دوبالا کرتے ہیں واقعہ میں طمانیت اور مسرت بخش امر ہے۔ اس بارہ میں سب سے اول قابل ذکر مصنف کی دیانت داری منشا اور اسکی غیر فرداری ہیں اس سے پہلے ہم نے کلہن کی شخصیت پر جو مختصر بحث کی ہے اس میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ معاصرہ تاریخ اور اس میں حصہ لینے والوں کے کارناموں کو قلم بند کرتا ہوا آزادی سے کام لیتا ہے وہ ہم سے اس راجہ کی کمزوریاں اور غلطیاں بھی نہیں چھپاتا جس کے زمانہ میں اس نے اپنی کتاب لکھی تھی۔

جس بیباکی کے ساتھ وہ ان لوگوں کی طریق عمل پر نکتہ چینی کرتا ہے جو اسکے زمانہ

میں! اثر عہدوں پر مامور تھے اس کو دیکھتے ہوئے یہ امر مشتبہ معلوم ہوتا ہے
آیا وہ اس کتاب کو اپنی زندگی میں شہر کرنا چاہتا بھی تھا۔ یا نہیں؟ زمانہ
ماضی قریب کے حالات کا ذکر کرنے میں بھی وہ اسی غیر طرفداری سے کام لیتا
ہے اس نے راجہ جے سنگھ کے باپ اور چچا کو اور اس کے نہایت خوفناک دشمن
بھکشا چر کی جو تصاویر کھینچی ہیں ان میں روشنی اور سایہ ایک مناسبت کے
لگا تھا ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

کلمن نے ہر شے کے پر حوادث زمانہ کے جو مکمل اور تاریخی طور پر دلچسپ
حالات لکھے ہیں۔ ان سے بھی اسی خیال کی تصدیق ہوتی ہے ہم قبل ازیں
اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ کلمن اس راجہ کا شخصی طور پر بہت کچھ ممنون
احسان تھا کیونکہ اس کی عنایت سے اس کے خاندان کو اثر و اقتدار حاصل
ہوا تھا۔ یاد جو اس کے وہ اس راجہ کی برائیوں اور برے کاموں پر پورے
طور سے بحث کرتا ہے۔ جنکا ملک کی حالت اور خود اس فرمانروا کی خوشحالی پر
ایسا برا اثر پڑا تھا (دیکھو بالخصوص ترنگ ۷، شلوک ۸۶۹) چنانچہ اس نے
ہر شے کے حسرت تاں انجام کا منظر کھینچتے ہوئے جہاں اس کے رس کا
غلبہ پایا جاتا ہے ہمیں یہ بات محسوس کروادی ہے کہ تاریخ کشمیر کے اس
نیرو (روما کا ایک ظالم بادشاہ) کو قسمت نے جو کچھ دکھا یا وہ بالکل واجب
اور مناسب تھا۔

ٹین صاحب اپنی کتاب ٹائیٹ لو کے صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ کسی مورخ
میں دیانت داری کا موجود ہوتا اس کی قوت تنقید یہ کا پیش خیمہ ہوتا ہے
معاصرانہ تاریخ میں کلمن نے بدیہی طور پر انصاف پسند اور غیر طرفدار ہونے
کی کوشش کی ہے۔ اس صورت میں کیا ہم یہ نہیں خیال کر سکتے کہ عہد

ماضی کے متعلق بھی اس نے جس قدر رائیں قائم کی ہیں ان میں بھی اسی احساس کے مدد ملی ہے

کالم کی تحریر میں یہ بات بھی قابل
کالم کے کیرکٹروں کی شخصیت | تعریف ہے کہ جہاں کہیں اسے

زیادہ اور تاریخی معاملہ مل گیا ہے اس نے اپنی داستان کے خاص خاص کیرکٹروں کو محض نمونہ کے طور پر نہیں بلکہ انفرادی طور پر ہمارے روبرو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کالم کی اس خوبی کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ تنگ انتہا ہر شے سسل وغیرہ کی جو تصاویر اس نے کھینچی ہیں ان کا مقابلہ ان بے رنگ خاکوں سے کیا جائے جو اکثر سنکرت نظموں میں جنمیں تو تاریخی حیرت بھی شامل ہیں پائے جلتے ہیں۔ ان اور بلصن کی تصاویر بھی تو تاریخی ہیں لیکن جیسا کہ بولہ صاحب نے اپنی کتاب ذکر مانگ دیوچہ کے دیباچہ میں صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے "ان کے بہادروں کی تصاویر بالکل سفید اور ان کے دشمنوں کی بالکل سیاہ ہیں۔"

اس میں کچھ شک نہیں کہ ان چند شلوکوں میں جہاں کالم نے کسی شخص کے کیرکٹر کی باقاعدہ تشریح کی ہے وہ فن عروض کے قواعد اور ترکیبوں میں سمجھ گیا ہے ایسے موقعوں پر روایتی ترکیب بیانہ اس کے لئے اتنی زبردست ثابت ہوئی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ معمولی فصلی بیانات اور خاص خاص اشخاص کے انفرادی افعال کی کیفیت پر فرق عظیم پایا جاتا ہے (دیکھو حالات راجہ بیشکرت رنگ ۶ شلوک ۲ تا ۱۳ اور رنگ ۶ شلوک ۲۸) لیکن جب وہ کسی اشخاص اپنے افعال کی صورت میں ہمارے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے منشاء دلی پر بحث کی جاتی ہے تو

ہمیں ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا حقیقی افراد ہمارے پیش نظر کر دئے گئے
ہیں۔ کلہن کی تاریخ کے حصص مابعد میں اکثر کیرکڑوں کی جو حقیقی صورت
پیش کی گئی ہے اس کا باعث بلاشبہ یہ ہے کہ اسے جو تاریخی مصالحہ بکثرت دستیاب
ہوا ہے اس سے اس نے نہایت ایمان داری سے کام لیا ہے لیکن جوں جوں
ہم اس زمانہ سے پرے ہٹتے جاتے ہیں جس کے حالات اسے زندہ مشاہدوں
یا معتبر معاصرانہ تحریروں سے معلوم ہونے لگتے تھے اس کے کیرکڑ زیادہ عام اور دھندلے
پڑتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی تین ترنگوں کے رداسی شہرت رکھنے والے
بڑے بڑے راجاؤں مثلاً میگواہن۔ پنجن۔ پرورسین وغیرہ میں اس سے
زیادہ شخصیت نہیں پائی جاتی جتنی رزمیہ نظمیں یا پرلوں کی کہانیوں کے
ہیر و زمیں پائی جاتی ہے۔

چھوٹے چھوٹے اکیڑوں جہاں سے کشمیر کی تاریخ مابعد کا تذکرہ
شروع ہوتا ہے بہت سے چھوٹے اکیڑوں
کی مذاقبہ تصاویر

ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلہن میں مذاق کا وہ احساس اور انسانی کمزوریوں
کو پہچاننے کا وہ مادہ موجود تھا جو کشمیریوں سے مختص ہوتا ہے یہی باعث ہے
کہ اسکی زیادہ کاسیاب تصاویر وہ ہیں جنہیں اس نے مذاق یا طنز کا برش
بھی لگا دیا ہے عیاں ایک باختیار نبھاتے واسطے بھریشعدنجیل چندرکیہ اور دی
سازشی سرد وغیرہ کی تصاویر کلہن کی تصنیف کے صفحات میں ایک ایسی حقیقت
آئینہ صورت میں دکھائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر مفسد کے انسانی قصائل سے
پرے طرز پر باخبر ہونے کی داد دینا چڑتی ہے (دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۳۹
۱۱۱ ترنگ ۸ شلوک ۲۶۳)

ان کمینہ اور گنوار لوگوں کی کیفیت قلم بند کرتے ہوئے جو اپنی بے حیائی کے باعث ترقی حاصل کر گئے تھے۔ کلہن بڑی مذاقیہ طرز اختیار کرتا ہے (مثال کے طور پر دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۲۹-۲۸۵-۸۷ و ترنگ ۵ شلوک ۳۹) انہیں پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تفصیل اگر سب کی سب تاریخی نہیں تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ انہیں زندہ نمونوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس قسم کے کیرکڑ کے خاکوں میں کلہن نے اگر ہمدردی یا طرفداری محسوس نہیں بھی کی تو کم از کم انصاف کو ضرور مد نظر رکھا ہے اس بارہ میں ایک قابل ذکر مثال کلراج کی زندگی اور افعال کی دی جا سکتی ہے جو ایک قاتل کے طور پر خاص جہارت رکھنے کی وجہ سے کوئوال شہر کے بائزر درجہ تک پہنچ گیا تھا (دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۳۳۳)

وقائع مابعد کی تاریخی صحت | کلہن کے اکثر کیرکڑوں میں تاریخی صدا کا جو وجود پایا جاتا ہے وہ تاریخ کے وقائع مابعد کے تفصیلی حالات میں دیکھا جاتا ہے۔ ممکن ہے زمانہ حال کے مورخوں کے نقطہ خیال سے ہم اس بات کو غیر مناسب تصور کریں کہ ایسے موقعوں پر غیر معمولی طوالت سے کام لیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ یہ تفصیلات بجائے خود اکثر نہایت دلچسپ اور ہمیشہ تاریخی پہلو لئے ہوتی ہیں اگر راجہ ہرش کی آخری جدوجہد اس کی فراری اور موت۔ بھکشاچر کے حسرت ناک انجام اور لوہر کے زوال کی کیفیتیں جو ترنگ ۷ کے شلوک ۱۷۰-۱۷۱ میں قلم بند ہیں ہمیں درست معلوم ہوتی ہیں تو اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ انہیں پوری صحت کے ساتھ تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کا موجب یہ بھی ہے کہ ایسے بیانات ڈرامٹیک طور پر بالواسطہ ہیں اور

میں عام طور پر مقبول معلوم ہوتے ہیں یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ ان کا
ایسا ہونا ہی ان کی قدر کو ہماری نظروں میں بڑھاتا ہے لیکن کلہن صرف
عوام کے مذاق ہی کو صحت کے ساتھ قلم بند نہیں کرتا ترنگ کے شلوک ۶۶
میں اس نے خاندان شاہی کی زائل شدہ عظمت کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے
اس سے پوری تازگی کے ساتھ وہ اثر ہمارے ذہن نشین ہو جاتا ہے جو اس
واقعہ سے لوگوں کے دلوں پر پیدا ہو چکا تھا۔

نسب ناموں کی صحت | کسی مورخ کا بہت بڑا فرض یہ ہوتا ہے
کہ وہ تاریخی نسب ناموں کی درستی کیلئے

پوری توجہ دے یہ امر طمانیت بخش ہے کہ کلہن اس بات کی اہمیت سے
واقف تھا۔ اسکی تاریخ کے ان حصوں میں جنکے لئے اس کے پاس معتبر
مصالحہ موجود تھا ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں وہ کسی نئے ایکڑ کو سلج پر لانا
ہے تو اس کے نسب نامہ کو پوری صحت کے ساتھ بیان کر دیتا ہے اگر وہ لیا
نہ کرتا تو آخری دو ترنگوں کے واقعات کو سمجھنے میں ہمیں بہت کچھ وقت
پیش آتی کیونکہ ان میں اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ چنداں وضاحت
کے ساتھ نہیں لکھا۔ جو لوگ اس کے قصہ میں زیادہ نمایاں حصہ لیتے ہیں
ان کے اس نئے باقاعدہ طور پر نسب نامے بیان کر دئے ہیں۔ جسے ہم انکی
خاندانی تاریخ معلوم کر سکتے ہیں اور جسے تاریخی تفصیلات کے سمجھنے میں
بھی سہولیت ہوتی ہے

کلہن کی صحیح
جغرافیائی تفصیلات
اس سے پہلے ہم اس بات کا حوالہ دے چکے ہیں کہ کلہن
کو ملک کی جغرافیائی حالت سے کامل اور وسیع واقفیت
ماصل تھی۔ تاریخ میں اس قسم کے جس قدر حوالے

دئے گئے ہیں۔ ان کے سمجھنے میں اس درجہ سے جو سہولیت ہوتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ کلہن کی تحریر کی ایک اونے اسی خوبی یہ ہے کہ کشمیر کی قدیم جغرافیائی حالت کی نسبت ہمیں جو معلومات حاصل ہیں وہ اتنے ہی بڑے کسی اور علاقہ کی نسبت حاصل نہیں۔

کلہن کی طرز تحریر | قبل ازیں ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ کس لئے کلہن اپنی داستان کو محض نظم کی صورت

میں تیار کر سکتا تھا۔ چونکہ مضمون نظم میں باندھا گیا ہے اس لئے اس کی طرز انشا پر دانی بھی ویسی ہی ہے جیسی ایک اوسط درجہ کی نظم کی ہونی چاہئے

لوازم بلاغت | سنسکرت نظموں میں عام طور پر اس قسم کے لوازم بلاغت پائے جاتے ہیں جیسے کہ ازروئے انکار

کا استعمال | شاستران میں موجود ہونے ضروری ہیں۔ کلہن کی تاریخ میں ایک سرے سے دوسرے تک تشبیہیں۔ استعارات۔ الفاظ کا تکرار

اور اسی قسم کی صنعتیں جو کسی شاعر کی خوبی کو دو بالا کرتی ہیں بدرجہ غایت موجود پائی جاتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ امر قابل غور ہے کہ ان کا اجتماع

کم و بیش اس کتاب کے خاص ہی خاص موقعوں پر پایا جاتا ہے ساری کتاب میں اس قسم کی شاعرانہ صنعتوں سے کام نہ لینے کے عذر کے طور پر

کلہن وہی کتاب کی طوالت کا عذر پیش کرتا ہے اگر ہم معلوم کرنا چاہیں کہ عام شاعروں کے طریق بیان میں کلہن کو کہاں تک مہارت حاصل تھی

تو لازم ہے کہ ہم اس قسم کے واقعات کی کیفیت کا مطالعہ کریں جیسے یار مشہر کی جلا وطنی۔ چکر درمن یا سسل کا فتح حاصل کر کے دارالسلطنت میں اہل

یا بھکشاچر کی آخری جنگ وغیرہ (دیکھو تنگ اشلوک ۸ ۲ تنگ اشلوک ۳)

ترنگ ۸ شلوک ۴۷۹ و ۱۴۷۹ لیکن زمانہ موجودہ کی تاریخ نویسی کے لحاظ سے
عنیت ہے کہ کلہن نے بہت کم موقعوں پر اس قسم کی تحریر سے کام لیا ہے۔
متاثر کن واقعات کا کلہن کی تصنیف کے جن حصوں میں متاثر
ڈرامیٹک طرز بیان کن واقعات کو بیان کرتے ہوئے ڈرامیٹک
طرز اختیار کی گئی ہے وہ ایک جداگانہ قسم

کی شاعرانہ خوبی رکھتی ہے اس بارہ میں ایک دلچسپ نمونہ وہ ہے جس میں
جیا پید کی موت کے وقت راجہ اور مظلوم برہمنوں کا مکالمہ درج کیا گیا ہے
جبکہ سراپ آخر کار راجہ کے لئے تھلک ثابت ہوتا ہے (دیکھو ترنگ ۶۲ شلوک ۱۶۲)
راجہ انت کی تکفین اور اس کی رانی سوریمتی کے سستی ہونے کا جو ذکر ترنگ
۷۱ شلوک ۴۷۹ میں پایا جاتا ہے وہ بھی ویسا ہی متاثر کن ہے لیکن تاریخی
واقعات کے بیان میں کلہن کے کمال کا اظہار اس موقع پر ہوتا ہے جہاں
وہ ہرش کی حسرت ناک موت کا ذکر کرتا ہے (دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۶۰ تا ۱۷۱)
اس قسم کے الفاظ میں جو سادہ اور بالواسطہ ہونے کے باوجود ڈرامیٹک
ہیں وہ اس بد نصیب راجہ کے اپنے نشان موت کی طرف بڑھتے جانے کی
تصویر دکھاتا ہے مغلوب کرنے والے مصائب کے مقابلہ میں اس کی سبکی
اس کے ہمارے یوں کا ساتھ چھوڑ جانا اور دغا کرنا اس کی مصیبت آمیز جائے پناہ
اور نکالیف اور آخری جہاد جہد کے موقع پر اس کی بہادری ان سب باتوں
کو وہ نمایاں طریق پر ہماری نظروں کے سامنے لاتا ہے۔

کلہن کی داستان کا اثر ناظرین کے قلب پر اس وجہ سے اور بھی گہرا پڑتا
ہے کہ جس طرز میں اس نے اسے بیان کیا ہے۔ اس میں مبالغہ آمیزی اور
لبیخانہ اثرات کو بالکل دخل نہیں۔

چونکہ کلہن کو واقعات کا ایک طویل سلسلہ بیان کرنا تھا اس لئے ممکن نہ تھا کہ وہ ہر جگہ ایسی ہی ڈرامیٹک طرز اختیار کرتا اس وجہ سے اسکی تصنیف کا اکثر حصہ ایک منظوم نثر معلوم ہوتا ہے۔ بلاشبہ کلہن اس بات سے واقف ہو گا اس ہم آہنگی کو دور کرنے کے لئے جو ایک شاعر کے نقطہ خیال سے غیر موزون خیال کیجا سکتی ہے وہ جا بجا عجیب و غریب استعارات شاعرانہ نہیں اور ذومعنی الفاظ استعمال کرتا ہے۔

رنگین بیانی اور
تصنیف میں جس قدر استعارات یا تشبیہیں پائی جاتی ہیں۔ وہ بلاشبہ داستان کو زیادہ واضح یاد دلچسپ بنانے میں کوئی خاص مدد نہیں

ضرب الامثال

دینتیں باس ہمہ ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان میں سے اکثر استعارات نہایت دلفریب اور آریجنل ہیں (مثال کے طور پر دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۲۰۹ ترنگ ۷ شلوک ۱۰۶-۱۲۵ ۸ شلوک ۱۳۲-۲۵۲۰-۲۵۴۰-۲۵۸۶ ۹ شلوک ۲۶۳۵-۲۶۴۴) غالباً اسی وجہ سے کلہن اپنی تصنیف میں جا بجا عام محاورات اور مشابہات کو بصورت ضرب الامثال داخل کرتا جاتا ہے بعض میں گو مضمون اس قسم کا دیکھا جاتا ہے کہ اس پر بہت کچھ خامہ فرسائی ہو چکی ہے تاہم شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی قابل داد ہوتی ہے۔ ایسے شلوکوں کی زبان چمپہ لیکن شستہ اور خوشنایابی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلہن کے شلوکوں کو مہندوستان کے دانایانہ ضرب الامثال میں بلند تر دیا جاتا ہے (دیکھو دلچہ دیو کی سہا شادلی جس میں راج ترنگنی کی بہت سے شلوک دئے گئے ہیں۔ مولفہ پیڑمن صاحب صفحہ ۸۱ بولنگا صاحب نے اپنی کتاب انڈش سپریش میں بھی کلہن کے بہت سے شلوکوں کا

ترجمہ داخل کیا ہے

کلمہ کی تصنیف میں فصیحانہ راج ترنگی میں کہیں کہیں جو
مختصر فصیحانہ تقاریر یا مکملے
پائے جاتے ہیں وہ بھی غالباً

تقاریر اور مکالموں کی موجودگی

تحریر میں بوقلمونی پیدا کرنے کے لئے ہی داخل کئے گئے ہیں ایک سے زیادہ
موقعوں پر جس ترکیب سے کلمہ اپنی داستان کے ایکڑوں کی زبانی ان
کے منشاء دلی کو بوضاحت بیان کروا دیتا ہے (دیکھو دعویٰ تخت کی نسبت
ادھیل کی تشریح مذکورہ ترنگ ۷ شلوک ۸۱۲۸ ہر ش کا اپنے عہد حکومت
کی مناسبت قائم کرنا مذکورہ ترنگ ۷ شلوک ۱۲۱۶ بجکشا چرکا لپیٹے آپ کو
مخاطب کر کے خیالات کا اظہار کرنا مذکورہ ترنگ ۸ شلوک ۱۰۲۳ و ۱۲۹۱ بعض
موقعوں پر کسی دلچسپ کالمہ کی بدولت ہم کسی سچی یہ معاملہ کے انقلاب
پزیر پہلوؤں یا حاضرین کے تبدیل ہوتے ہوئے خیالات کو سمجھ سکتے ہیں
امثال کے طور پر دیکھو امنت اور سور یہ مٹی کا مکالمہ جو اول الذکر کی خود
کشی سے پہلے ہوتا ہے مذکورہ ترنگ ۷ شلوک ۲۲۳ ہر ش اور اس کے
وزرا کا مشورہ مذکورہ ترنگ ۷ شلوک ۱۳۸۶ بجکشا چرکے زوال کے بارہ
میں سپاہیوں اور ڈواہروں کی رائے زنی مذکورہ ترنگ ۸ شلوک ۴۰۰ و ۱
۱۰۲۵ قلعہ سرہ شلا کے باہر وزیروں کی محفل کا ایک دوسرے سے مشورہ
کرنا مذکورہ ترنگ ۸ شلوک ۲۶۱۳ جیسے سنگھ اور بھوج کی ملاقات مذکورہ
ترنگ ۸ شلوک ۳۲۱) یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایسے مکالموں ہی میں
اس قسم کے محاورات داخل کئے ہوئے پائے جاتے ہیں جو عام ضرب الامثال
یا خیالات کے مظہر ہیں اور جن میں سے بعض آجتک کشمیریوں میں استعمال

ہوتے ہیں (مقابلہ کرو ترنگ، شلوک الہم۔ ترنگ، شلوک ۲۸۶۳-۲۸۹۰) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کلہن جن موقعوں پر اپنی داستان کے آخری حصہ کے ایکڑوں کی زبان سے الفاظ ادا کر داتا ہے تو وہ اس زمانہ اور ملک کے آداب و لہجہ گفتگو کو خاص طور پر ملحوظ رکھتا ہے

اس قدر خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے
کلہن کی تحریر کا وصفد لاپن | اس بات سے انکار کرنا گویا انصاف

کا خون کرنے کے برابر ہو گا کہ کلہن نے بعض اوقات اپنی تحریر کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا ہے کہ اس کا مطلب سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے چنانچہ بہت سی مطبوعہ تالیفات تصنیف ہر اس میں جو غلطیاں پائی جاتی ہیں ان میں قصور مسودوں کا نہیں ہے بلکہ کلہن کی پیچیدہ تحریر کا ہے۔ تحریر کے اس منہلا پن کا باعث کسی قدر یہ بھی ہے کہ اس نے نادر الفاظ استعمال کئے ہیں یا فقرات کو پیچیدہ کر دیا ہے یا شاعرانہ گٹا پڑا دی ہے لیکن بہت بڑی حد تک اس کا باعث کچھ اور بھی ہے۔ کلہن اپنی تاریخ کے حصص آخری میں ملک کی پیچیدہ حالت پر درپچ سازشوں اور درباری زندگی یا انتظامی امور کی ذرا ذرا سی باتوں کو بہت کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اس حالت میں وہ جس قدر اپنے بیان کو درست اور مفصل بنانے کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی زیادہ ہم اس کا حقیقی مطلب سمجھنے میں مشکلات سید راہ پاتے ہیں۔ کیونکہ ان بیانات کی طرز تحریر بجائے خود شاعرانہ ڈھنگ پر بہت کچھ رنگین ہے یہ مشکلات اس وجہ سے اور بھی دو بالا ہو جاتی ہیں کہ کلہن نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایسے ڈھنگ پر لکھا ہے گویا اسی کے زمانہ میں پڑھا جائے تو ہے چنانچہ اپنے زمانہ کی تاریخ کو لکھتے وقت

وہ اکثر موقعوں پر تفصیل کو نظر انداز کر دیتا ہے جس سے مطلب بالکل تاریک پڑ جاتا ہے۔

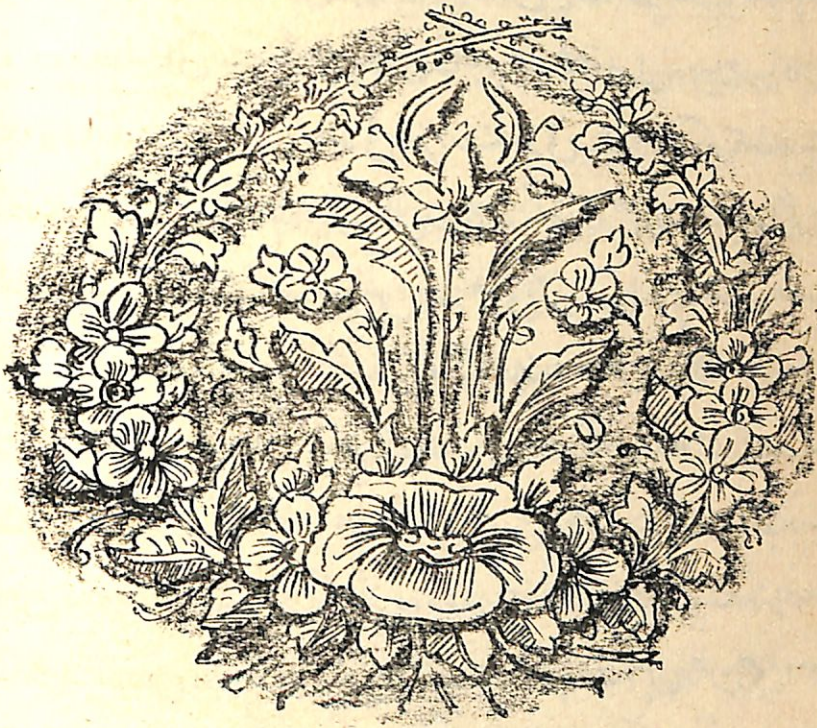
کلمہ کی تحریر میں اس قسم کی جس قدر دقتیں پائی جاتی ہیں انکی کثرت تنگدستی میں بہت بڑی ہوتی ہے۔ معاصرانہ تاریخ کشمیر کے اس دلچسپ باب کو سمجھنے میں سب سے بڑی دقت ہمیں صرف اس لئے پیش آتی ہیں کہ کلمہ سمجھ لیتا ہے کہ ہم اسکی داستان کے سٹیج پر نمودار ہونے والے چھوٹے بڑے تمام اکیڑوں سے واقف ہیں اور خواہ وہ کتنے بھی خالی ازاہمیت ہوں انکی ذاتی تاریخ سے واقف ہیں۔

ساتھ تین ہزار شلوک کی تصنیف میں ناظر کے لئے واقعی یہ امر بہت کچھ پرکاش کا موجب ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص مختلف موقعوں پر مختلف ناموں سے نمودار ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ گرگ چندر۔ گرگ۔ لگ چندر اور لگ۔ اور لوشٹک۔ لوشٹک اور لوکھن۔ راج ودن اور بلھریا اس قسم کے دو دو یا تین تین علی الترتیب ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ ایک اوسط درجہ کے پڑھنے والے کو کس قدر دقت پیش آتی ہے ممکن ہے رعایت نظم کی وجہ سے اس قسم کے ناموں کو استعمال کرنے کی ضرورت پڑی ہو۔ بعض بعض موقع پر تو یہ معلوم کرنا ہی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ کا اشارہ کس شخص کی طرف ہے بعض صورتوں میں موصوف الیہ کا پتہ لگانے کے لئے ایک پیچیدہ رشتہ کو ذریعہ بنانا یا اس حوالے کو تلاش کرنا پڑتا ہے جو اس کے گذشتہ عہد زندگی کے کسی خفیہ سے واقعہ کی سنیت دیا گیا ہو۔ پھر تو یہ امر بدیہی ہے کہ مصنف کو بوقت تصنیف اس بات کا خیال نہ ہو گا کہ زمانہ آئندہ میں ناظرین کو کتاب کے اس نہایت معتبر اور دلچسپ حصہ

کے سمجھنے میں اس وجہ سے بہت کچھ دقت پیش آئے گی۔

علاوہ ازیں فوق الفطرت عنصر جادو اور منتر وغیرہ کا بھی اس کی تاریخ میں بہت کچھ دخل ہے خصوصاً پہلی تین ترنگوں میں زمانہ حال کے مورخ کے لئے بہت کچھ چھپان بلین کی ضرورت ہے۔ مگر یہ کام کسی معمولی نکتہ چین کا نہیں۔ اس کے لئے مسند و مورخوں کی سالہا سال کی محنت اور دماغ سوزی کی ضرورت ہے۔ اور محقق بھی وہ جو راستی پسند اور تعصب سے پاک ہوں اور دودھ کو پانی سے الگ کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ ہیراجب کان سے لگا لاجب تک ہے تو اس کو جیلا کی ضرورت ہوتی ہے۔ موتی کو سمندر سے نکالنے کے بعد آب دیکھتی ہے۔ یہی حال راج ترنگنی کا بھی ہے جن لوگوں کا عا محض دوسروں کے کاموں میں تکتہ چینی کرنا ہوتا ہے معلوم نہیں کہ انہیں اس کتاب کے مطالعہ سے کہاں تک لطف حاصل ہو گا۔ لیکن اس شخص کے لئے جو ہندوستان قدیم کے واقعات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ راج ترنگنی سے بڑھ کر اور کوئی کتاب عزیز نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مہذب دنیا نے اس کے معمولی نقص کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کافی سے زیادہ اس کی قدر و منزلت کی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ہمارے اہل وطن بھی اس کو سر آنکھوں پر جگہ دینگے۔

راج ترنگنی کا مکمل ترجمہ محض ایک تواریخی مآخذ کے طور پر سیلک کے پیش کر کے اسکی چھپان بلین کا کام ان اصحاب کے لئے باقی چھوڑا جاتا ہے جو ہندوستان قدیم کی تاریخ کی تیاری کا بیڑا اٹھائیں گے۔



خاندان گونند

کیفیت	مدت حکومت			تاریخ تخت نشینی مطابق مکرگست	نام
	سال	هجری	دن		
	۳۵	۰	۰	۸۹۴-۰-۰	گونند سوم
	۵۲	۶	۰	۱۹۲۹-۰-۰	دبیش اول
	۳۵	۰	۰	۱۹۸۲-۶-۰	اندرجیت
	۳۰	۶	۰	۲۰۱۴-۶-۰	مادون
	۳۵	۶	۰	۲۰۳۸-۰-۰	دبیش دوم
	۴۰	۹	۰	۲۰۸۳-۶-۰	نرادول (کنیر)
	۶۰	۰	۰	۲۱۲۴-۳-۰	سده
	۳۰	۶	۰	۲۱۸۴-۳-۰	اتپلاکش
	۳۴	۷	۰	۲۲۱۴-۹-۰	هرنیاکش
	۶۰	۰	۰	۲۲۵۲-۴-۰	هرنیه کل
	۶۰	۰	۰	۲۳۱۲-۴-۰	وسوکل
	۷۰	۰	۰	۲۳۷۲-۴-۰	میه کل
	۶۳	۰	۱۳	۲۴۴۲-۴-۰	یک
	۲۰	۰	۰	۲۵۰۵-۴-۱۳	کشتی نند
	۵۲	۲	۰	۲۵۳۵-۴-۱۳	وسوند
	۶۰	۰	۰	۲۵۸۷-۶-۱۳	نزدویم
	۶۰	۰	۰	۲۶۴۷-۶-۱۳	اکش
	۶۰	۰	۶	۲۷۰۷-۶-۱۳	گوپا دیتیه
	۵۷	۱۱	۰	۲۷۶۷-۶-۱۹	گوکرن
	۳۶	۳	۱۰	۲۸۲۵-۵-۱۹	کشمیر (زمین داتیه)
	۳۴	۳	۱	۲۸۶۱-۵-۲۹	یدمشتر

دوسری ترتیب

کیفیت	مدت حکومت			تاریخ تخت نشینی مطابق نوک سرت	نام
	سال	ہجریہ	دن		
	۳۲	۰	۰	۲۸۹۶-۰۰-۰۰	پرتاپ ادیتہ اول
	۳۲	۰	۰	۲۹۲۸-۰۰-۰۰	جلوکس
	۳۶	۰	۰	۲۹۶۰-۰۰-۰۰	تجن اول
	۸	۰	۰	۲۹۹۶-۰۰-۰۰	وجے
	۳۷	۰	۰	۳۰۰۴-۰۰-۰۰	جے اندو
	۴۷	۰	۰	۳۰۴۱-۰۰-۰۰	سندی متی (آریہ راج)
	۱۹۲	۰	۰		میزان احمد حکومت

تیسری ترتیب
(خاندان گوند بار دوئم)

	۳۴	۰	۰	۳۰۸۸-۰۰-۰۰	میگواہن
	۳۰	۰	۰	۳۱۲۲-۰۰-۰۰	سرنیش سین (پرورسین اول)
	۳۰	۲	۰	۳۱۵۲-۰۰-۰۰	ہرنیہ معد تورمان
	۴	۹	۱	۳۱۸۲-۰۲-۰۰	ماتر گیت
	۶۰	۰	۰	۳۱۸۶-۱۱-۰۰	پرورسین دوئم
	۳۹	۳	۰	۳۲۴۶-۱۱-۰۱	پیشتر دوئم
	۱۳	۰	۰	۳۲۸۶-۰۲-۰۱	لکھن (رنیدر ادیتہ)
	۳۰۰	۰	۰	۳۲۹۹-۰۲-۰۱	رنادیتہ رتجن سوئم
	۴۲	۰	۰	۳۵۹۹-۰۲-۰۱	وکر م ادیتہ
	۳۶	۸	۰	۳۶۴۱-۰۲-۰۱	بالادیتہ
	۵۸۹	۱۰	۱		میزان مدت حکومت

یہاں پر پڑھاؤ کے حالات منشی محمد لڑکے صاحب خرق کی تاریخ سے لیکر مروج کتاب مذاکرے کے ہیں جس سے رنادیتہ کا عہد حکومت ۶۰ سال رہی تا ہے۔

چوتھی ترتیب
(خاندان کاکر کوٹ)

۳۶	۰	۰	۳۶۷۷-۱۰-۰۱
----	---	---	------------

در لب دردہن

نام	تاریخ تحت نشینی		مدت حکومت		کیفیت
	سنتھیری	لوگت سمت	دن	ہینہ سال	
درہمہ (ریپ تاپا دتیہ دوئم)	۳۷۱۳-۱۰-۱	۰	۰	۵۰	
چندر پٹ (وجرا دتیہ)	۳۷۱۳-۱۰-۱	۰	۸	۸	
تارا پٹ (زاد دتیہ)	۳۷۶۲-۶-۱	۲۲	۰	۴	
مکتا پٹ (لٹا دتیہ)	۳۷۷۶-۶-۲۵	۱۱	۷	۳۶	
کولیہ پٹ	۳۸۱۳-۲-۶	۱۵	۰	۱	
وجرا دتیہ (ریپک - لٹا دتیہ)	۳۸۱۴-۲-۲۱	۰	۰	۷	
پرھو پٹ	۳۸۲۱-۲-۲۱	۰	۱	۴	
سگام پٹ اول	۳۸۲۵-۳-۲۱	۷	۰	۰	
جج	۳۸۲۵-۳-۲۸	۰	۰	۳	
جیا پٹ (وٹا دتیہ)	۳۸۲۸-۳-۲۸	۰	۰	۳۱	
لٹا پٹ	۳۸۵۹-۳-۲۸	۰	۰	۱۲	
سگام پٹ دوم (پرھو پٹ)	۳۸۷۱-۳-۲۸	۰	۰	۷	
چپت جیا پٹ (پرھو پٹ)	۳۸۷۸-۳-۲۸	۰	۰	۱۲	
اجتا پٹ	۳۸۸۹-۰-۰۰	۰	۰	۳۷	
انگام پٹ	۳۹۲۶-۰-۰۰	۰	۰	۳	
انتہا پٹ	۳۹۲۹-۰-۰۰	۰	۰	۲	
میزان مدت حکومت	۲۷	۲۷	۵	۲۵۴	

پانچویں ترمک

(خاندان ایتیل)

نام	تاریخ تحت نشینی		مدت حکومت		کیفیت
	سنتھیری	لوگت سمت	دن	ہینہ سال	
ادتیہ دوم	۸۵۵-۶	۳۹۳۱	۰	۰	جن راجاؤں کی مدت حکومت یہاں
شکر دوم	۸۸۳	۳۹۵۹	۰	۰	نوج نہیں کی گئی وہ اصل کتاب
گوپاں دوم	۹۰۲	۳۹۷۷	۰	۰	میں بھی نہیں ہے لیکن لوگت
سنگت	۹۰۲	۳۹۷۹	۱۰	۰	سمت سے حساب لگا کر نکالی
راجا سوگند	۹۰۴	۳۹۷۹	۰	۰	حساب کئی ہے۔

نام	تاریخ تحت نشینی		مدت حکومت			کیفیت
	سنه سیوی	توکلک سمیت	دن	هینته	سال	
پارقه	۹۰۶	۳۹۸۱	-	-	-	
نرجت ورمین (پنگو)	۹۲۱	۳۹۹۷ (پوه)	-	-	-	
چکر ورمین	۹۲۳	۳۹۹۸ (راگه)	-	-	-	
شور ورمین اول	۹۳۳	۴۰۰۹	-	-	۱	
پارقه باردوغم	۹۳۴	۴۰۱۰	-	-	-	
چکر ورمین باردوغم	۹۳۵	۴۰۱۱ (اساطه)	-	-	-	
شکر ورمین	۹۳۵	۴۰۱۱ (پوه)	-	-	-	
چکر ورمین باروغم	۹۳۶	۴۰۱۲ (چتر سیدی ۸)	-	-	-	
انفادتی	۹۳۷	۴۰۱۳ (چتر سیدی ۸)	-	-	-	
شور ورمین دوغم	۹۳۹	۴۰۱۵ (اساطه)	-	-	-	

چھی ترنگ

۹	-	-	۴۰۱۵ (اساطه سیدی ۸)	۹۳۹	شیشا سکر دیو
-	-	۱	۴۰۲۴	۹۴۸	ورنت
-	-	-	۴۰۲۴ (دینا دوی ۳)	۹۴۸	سنگرام دیو
-	-	-	۴۰۲۴ (پیاگن بدی ۱۰)	۹۴۹	پر وگیت
-	-	-	۴۰۲۴ (اساطه بدی ۳)	۹۵۰	کشیم گیت
-	-	-	۴۰۲۴ (پوه سیدی ۹)	۹۵۸	اکھینو
-	-	-	۴۰۲۸ (رگنگ سیدی ۳)	۹۷۲	نندی گیت
-	-	-	۴۰۲۹ (رنگھیر سیدی ۱۳)	۹۷۳	نرجھون
-	-	-	۴۰۵۱ (رنگھیر سیدی ۵)	۹۷۵	بیم گیت
-	-	-	۴۰۵۶	۹۸۰-۱	رانی ددا

ساتویں ترنگ

(خاندان لودھراول)

-	-	-	۴۰۷۹ (رنگھیر سیدی ۸)	۱۰۰۳	سنگرام راج
---	---	---	----------------------	------	------------

نام	تاریخ تخت نشینی		مدت حکومت			کیفیت
	سنہ عیسوی	لوگ سمت	دن	ماہ	سال	
ہری راج	۱۰۲۸	(شاہ شاہ بدئی) ۱۰۴۰ م	۲۲	۰	۰	
انت	۱۰۲۸	(شاہ شاہ بدئی) ۱۰۴۰ م	-	۰	۰	
کاش	۱۰۶۳	(کنگ سدئی) ۱۰۳۹ م	-	۰	-	
ات کرش	۱۰۸۹	(کنگ سدئی) ۱۰۶۵ م	۲۲	۰	۰	
ہرش	۱۰۸۹	(پوہ بدئی) ۱۰۶۵ م	۰	۰	-	

آٹھویں ترینک

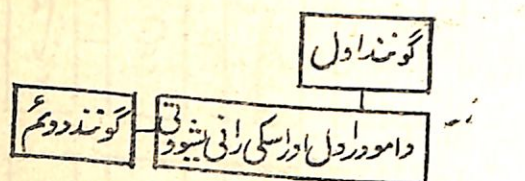
(خاندان لوہر درم)

ادھیل	۱۱۰۶	(ابہا دول اسری) ۱۰۷۰ م	-	۰	۰	
رد (شکھ راج)	۱۱۱۱	(پوہ بدئی) ۱۰۸۷ م	۱	۰	۰	
سلین	۱۱۱۱	(پوہ بدئی) ۱۰۸۷ م	۲۷	۳	-	
سل	۱۱۱۲	(کنگ سدئی) ۱۰۸۸ م	-	۰	-	
ہکشا چر	۱۱۲۰	(کنگ بدئی) ۱۰۹۶ م	۱۲	۶	-	
سل بار دوئم	۱۱۲۱	(کنگ سدئی) ۱۰۹۷ م	-	۰	۰	دنگ ۲۲۵ میں جیکہ کلہن نے اپنی کتاب ختم
جے سنگھ (سپہ دیو)	۱۱۲۸	(کنگ بدئی) ۱۱۰۳ م	-	۰	۲۲	کی جے سنگھ کی تخت نشینی کو ۲۲ سال گزر چکے تھے

کشمیر کے شاہی خاندانوں کا شجرہ مطابق راج پوتنی

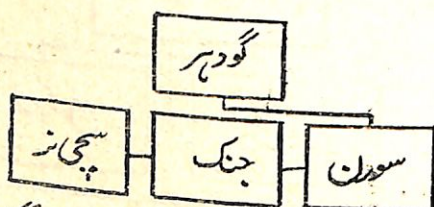
پہلی تریک

راجے جو تیل مت پوران سے لئے گئے



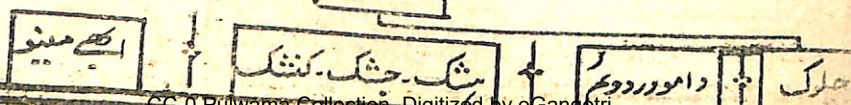
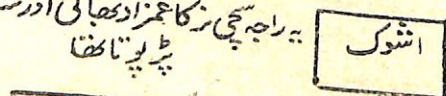
۳۵ راجگان گم شدہ

راجے جو ہیلاراج کی تواریخ سے لئے گئے

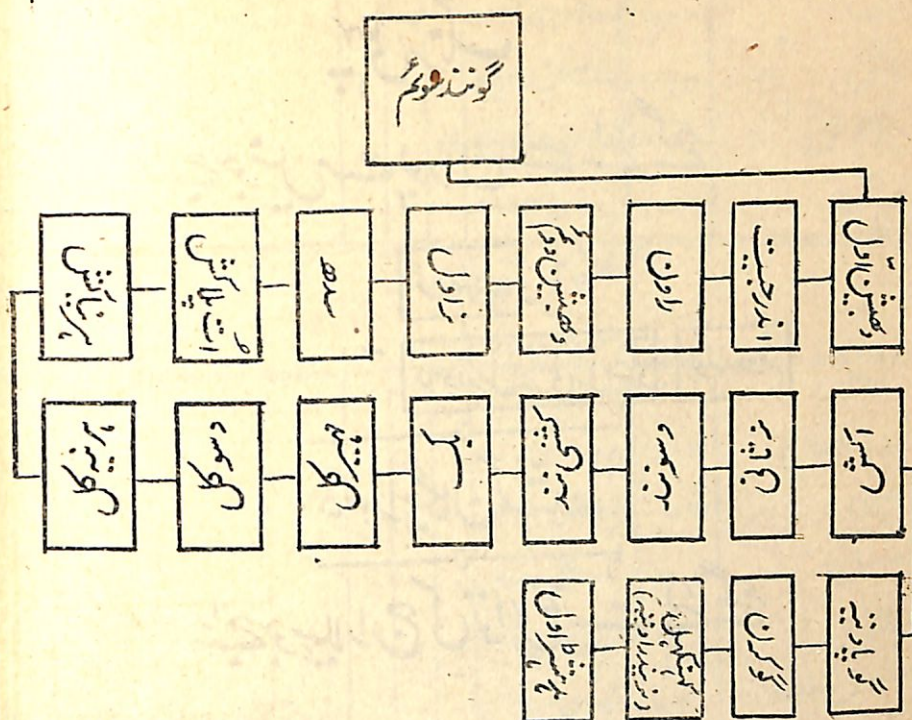


راجے جو چولاکر کی تواریخ سے لئے گئے

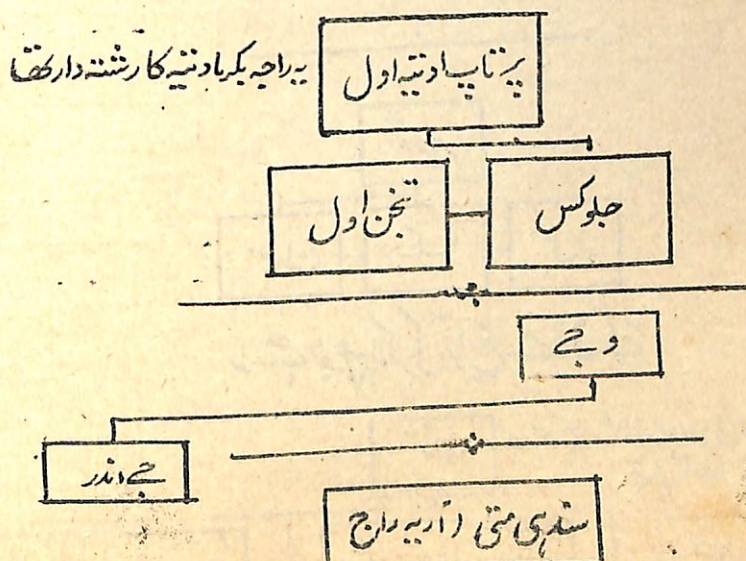
راجے سچی ز کا عمزاد بھائی اور شکونی کا
پڑ پوتا تھا



خاندان گونند

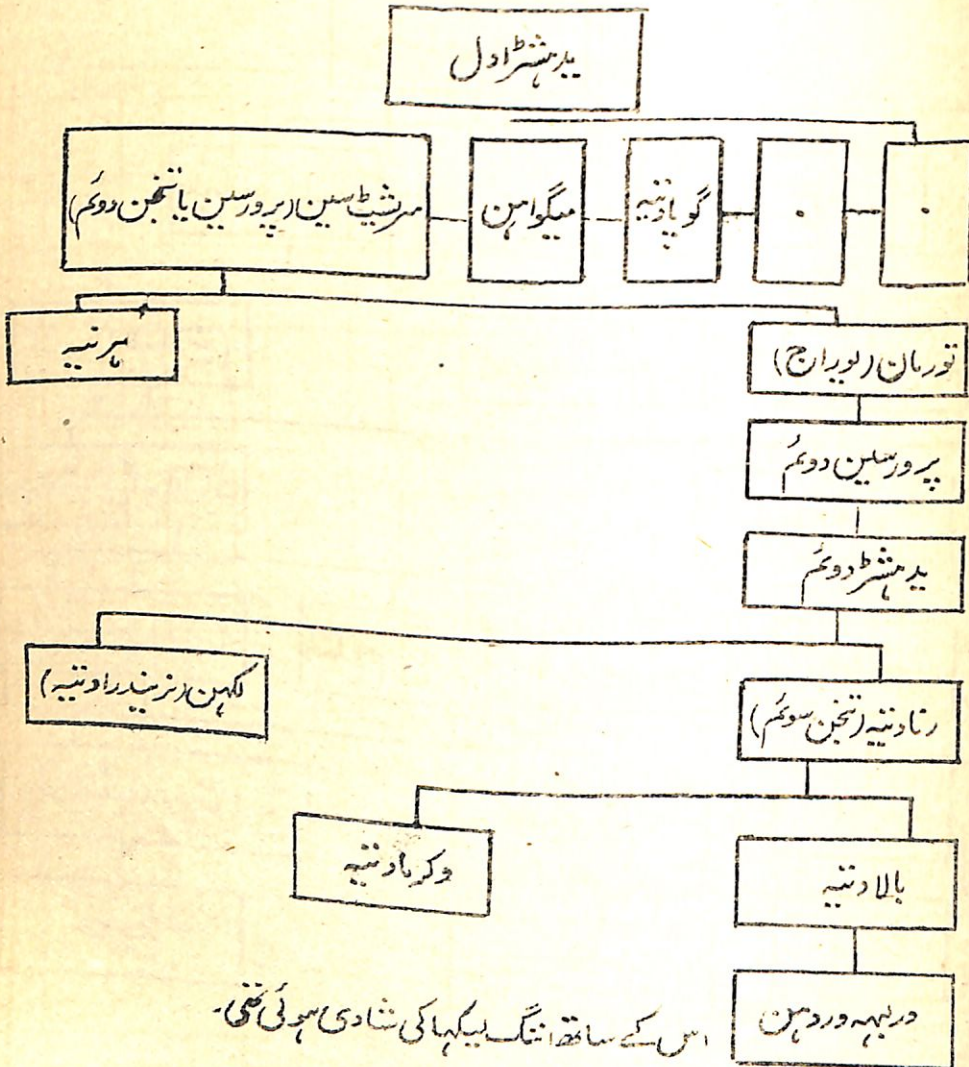


دوسری تنگ



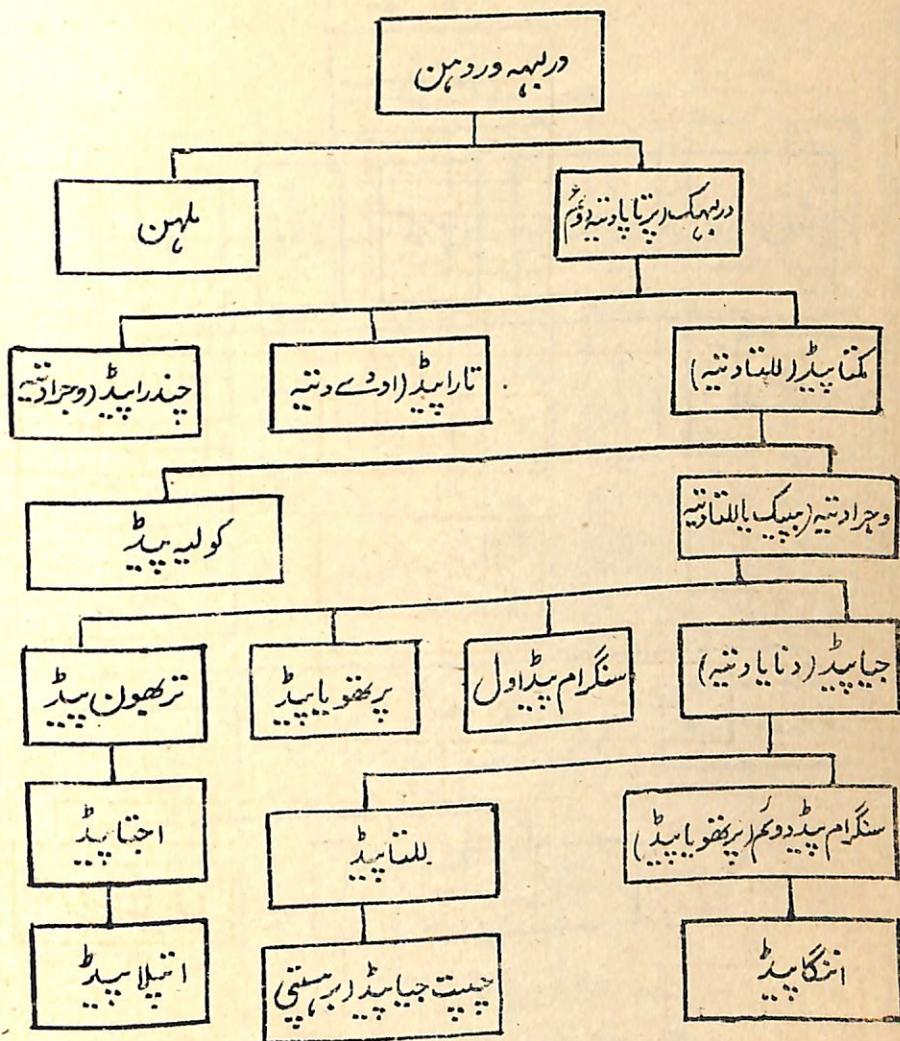
تیسری ترتیب

خاندان گوندیار دوم

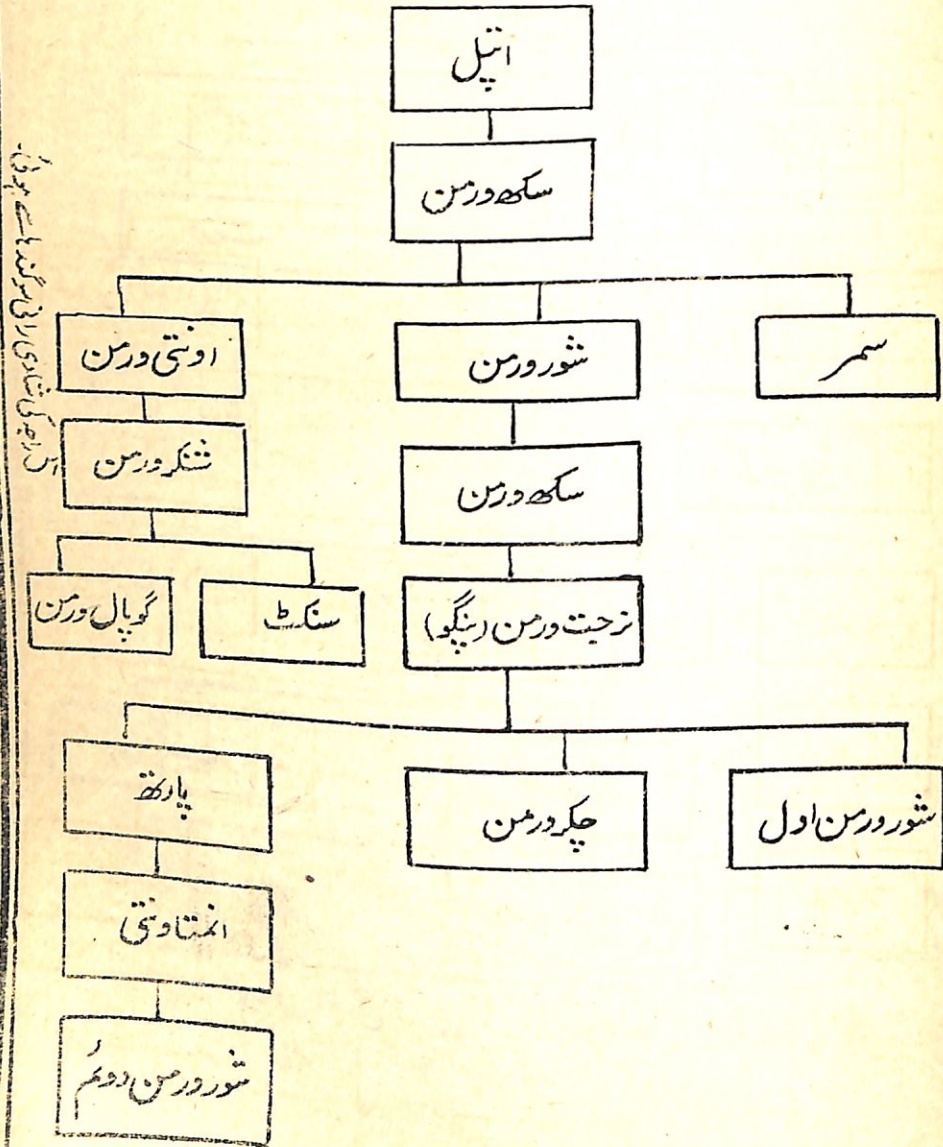


چوتھی ترنگ

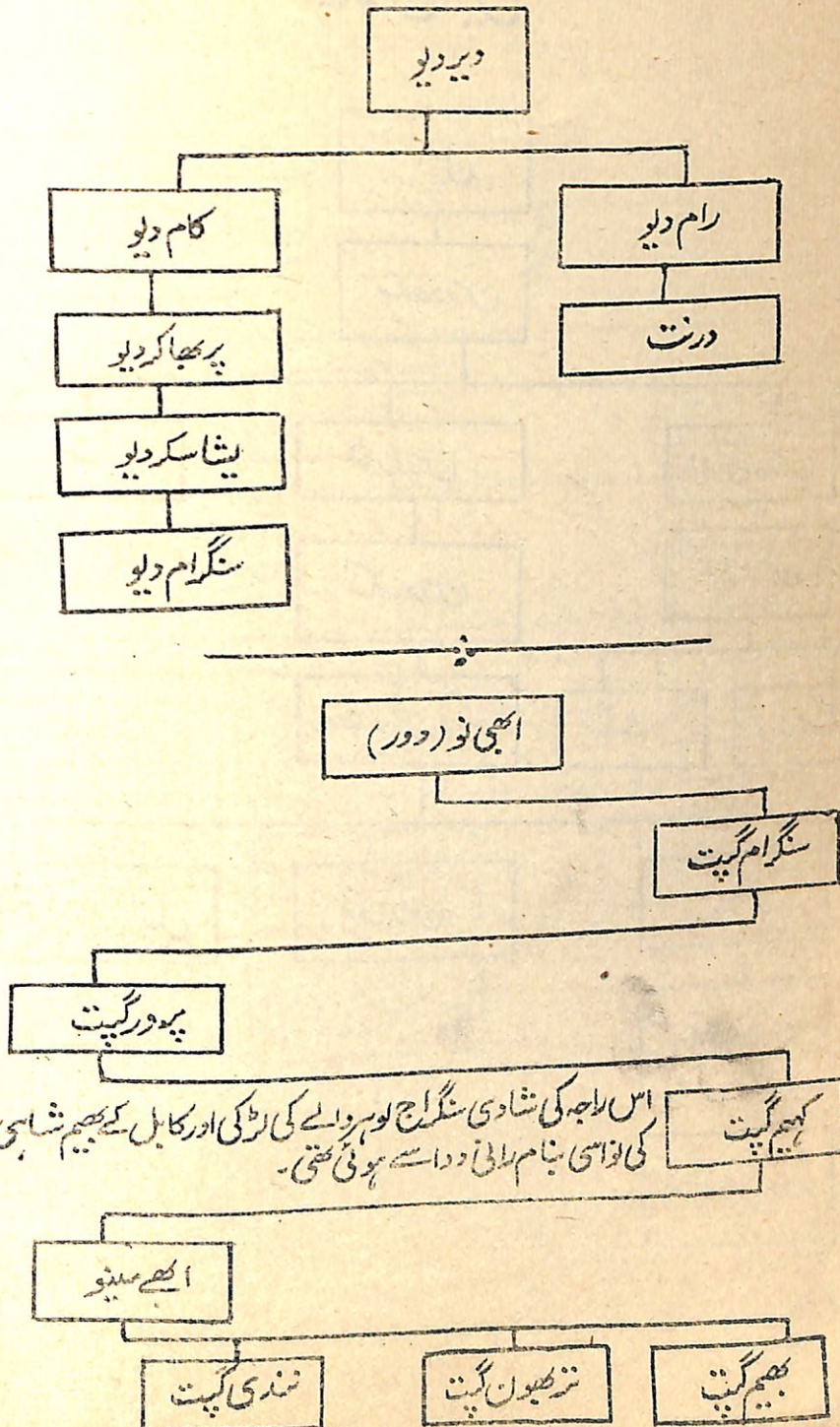
خاندان کارکوٹ



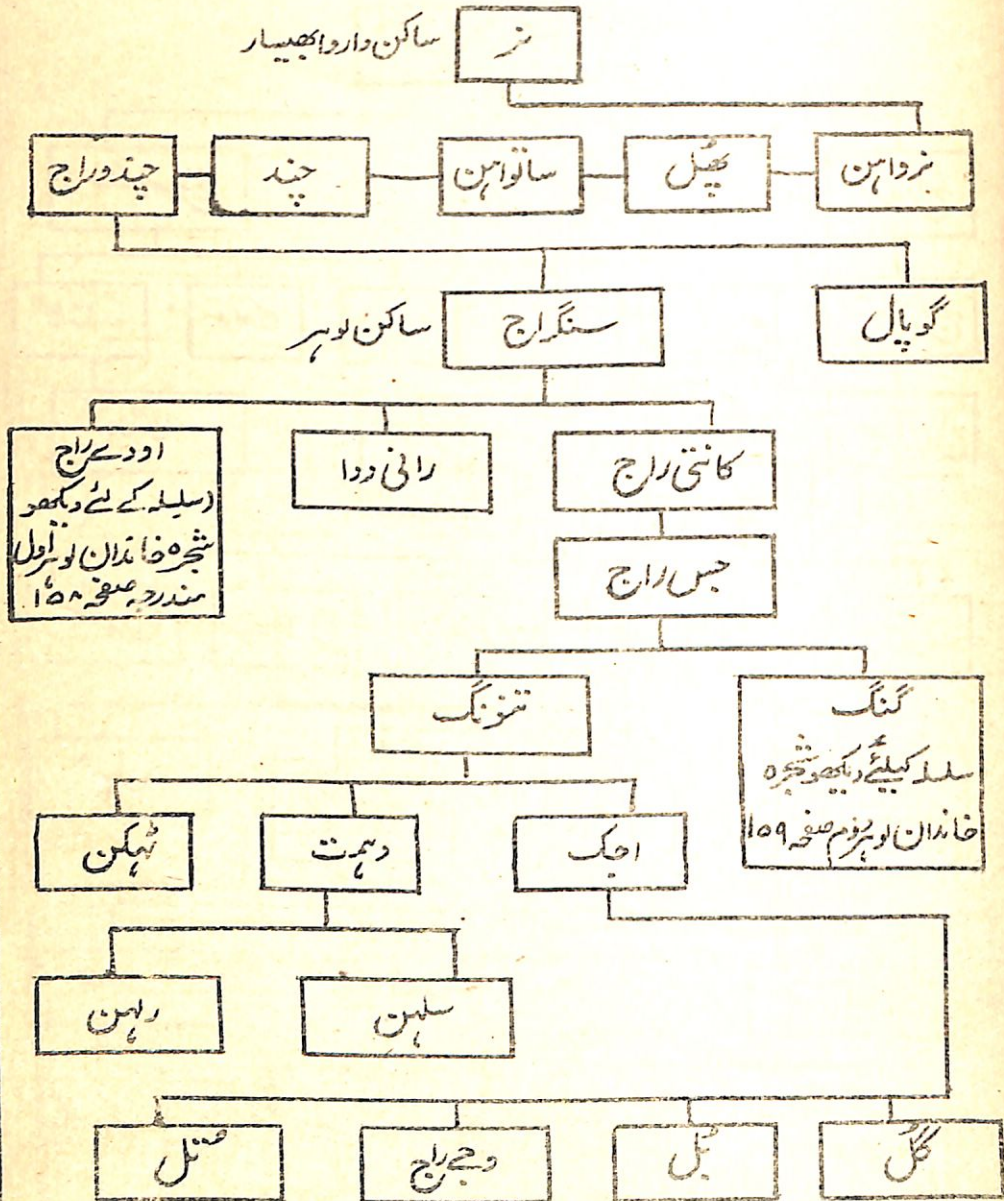
پانچویں ترنگ خاندان اٹیل



چھٹی ترنگ

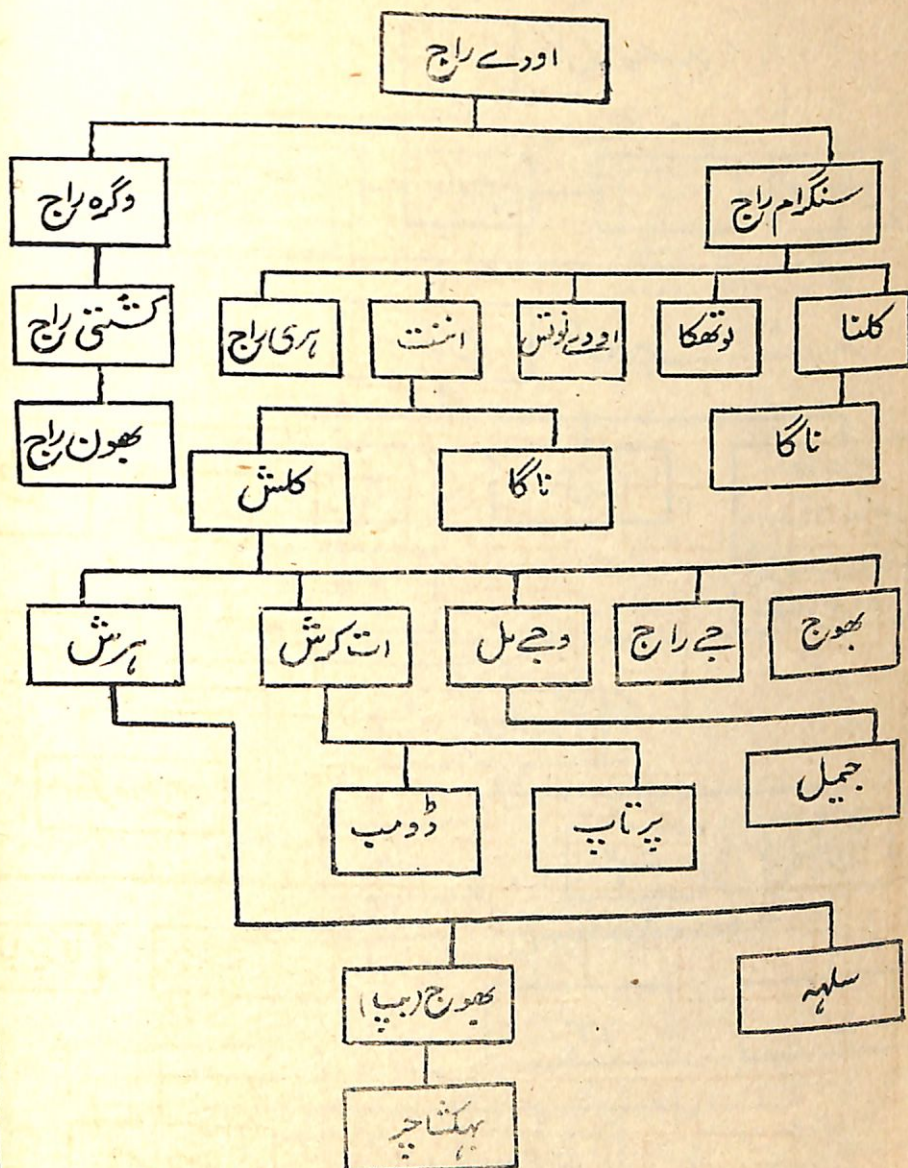


ساتویں اور آٹھویں نرننگ خاندان لوہر



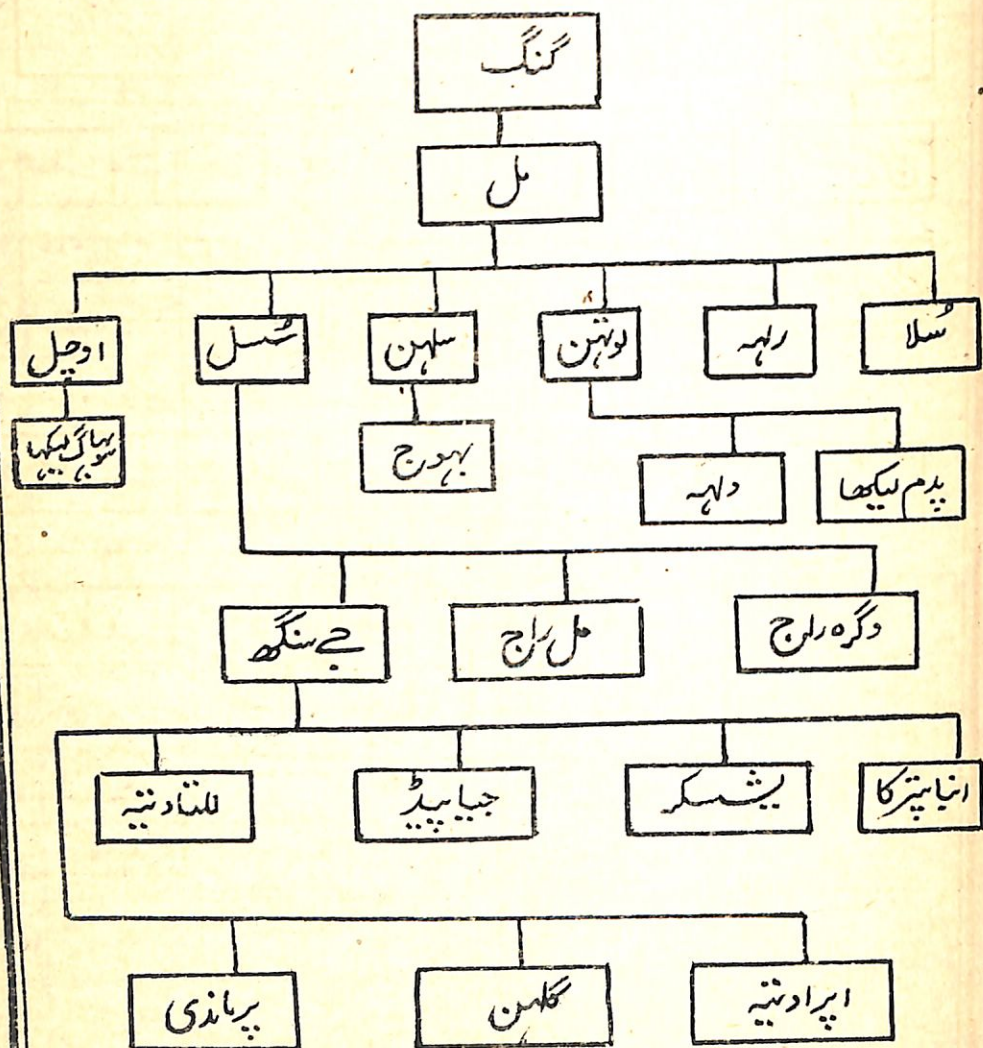
بقیہ صفحہ ۱۵۷

شجرہ خاندان لوہراؤل



بقیہ صفحہ ۱۵۷

خاندان لوہر دوم



سمت ہائے راج الوقت مع تعداد سال لغایت ۱۹۱۲ء

نمبر	نام سمت	کے جاری ہوا	تعداد سال	نمبر	نام سمت	کے جاری ہوا	تعداد سال
۱	شرعی سمت	شرعی تھیوینکے آغاز سے	۱۹۰۲۹۶۹۰۲۹	۱۹	سیار سمت	شہر سیار ٹالی بنیاد سے	۳۶۱۵
۲	چینی سمت	چین کے پہلے بادشاہ سے	۲۲۱۱-۹۶۰	۲۰	موسی سمت	حضرت موسیٰ کے وقت سے	۳۴۸۴
۳	خطائی سمت	خطا کے پہلے آیاؤ کنڈو کے	۲۸۸۴-۸۸۸۴	۲۱	داؤدی سمت	حضرت داؤد کے وقت سے	۲۹۲۶
۴	پاری سمت	ایران کے پہلے بادشاہ سے	۱۸۹۸۸۱	۲۲	یونانی سمت	اولیسیا کے اکھاڑ سے	۲۶۸۷
۵	کالڈیاسمت	مورت اعلیٰ سے	۱۵۱۹۱۱	۲۳	روی سمت	شہر رومی کی بنیاد سے	۲۶۶۴
۶	مصری سمت	مینس بادشاہ سے	۲۰۵۶۵	۲۴	بالوساری سمت	بال کے پہلے بادشاہ سے	۲۶۵۸
۷	قطنظنیہ سمت	۰	۷۵۱۸	۲۵	بوساکی منی سمت	بدہ کے پہلے برس سے	۲۴۸۵
۸	انطالکیہ سمت	۰	۷۴۰۴	۲۶	سکندی سمت	سکندر اعظم سے	۲۲۶۵
۹	جولین سمت	۰	۶۶۶۵	۲۷	برمی سمت	بد پراجن راجا سے	۲۲۵۶
۱۰	عیسائی دنیا کا سمت	۰	۵۹۱۶	۲۸	بکری سمت	راجہ بکرم کے جلوس سے	۱۹۶۹
۱۱	عبرانی سمت	آدم اور حوا کی پیدائش سے	۵۹۱۶	۲۹	عیسوی سمت	حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے جاری برس بعد	۱۹۱۲
۱۲	یہودی سمت	۰	۵۶۷۲	۳۰	شالیباہن سمت	راجہ شالیباہن سے	۱۸۳۴
۱۳	ملکی سمت	کلچک کے شروع سے	۵۰۱۳	۳۱	مجدری سمت یا سنہ ہجری	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ جانے کے وقت سے	۱۳۳۰
۱۴	نوح کا سمت	حضرت نوح کے وقت سے	۵۰۱۳	۳۲	بنگالی سمت	مروجہ جنوبی بنگال	۱۳۱۹
۱۵	لنگ سمت	کلچک کے ۲۵ سال بعد	۴۹۸۰	۳۳	پیریاری سمت	پاریاری سے	۱۲۸۱
۱۶	یہ شہری سمت	راجہ بدیشہ کی بنیاد سے	۴۳۶۰	۳۴	شہر سمت	آغاز ۲۷ جولائی ۱۹۰۲ء مروجہ ہرادرشہر	۵۷۰
۱۷	پیشرام سمت	مروجہ منگورتا اس کی ماری	۴۰۸۶	۳۵	نانک شہی سمت	گورو نانک صاحب کے وقت سے	۴۴۲
۱۸	ابراہیمی سمت	حضرت ابراہیم سے	۳۸۳۲	۳۶	دلائی پوجی سمت	روجا پوجی سے	۳۵۷
				۳۷	ریانڈی سمت	شرعی مساوی دنیا کی سرحد کے گزرنے کے وقت سے	۲۹

فہرست مضامین راج ترنگنی جلد اول

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۳	راجہ مرہن دیو		پہلی ترنگ
۵۵	چندر دیو		دیباچہ از نیارت کلہن
۵۷	آند دیو	۱	قدیم تاریخی کتابیں
۵۷	درپتا دیو	۴	کشمیر کی تعریف
۵۸	ہرنام دیو	۸	۵۲ گم شدہ راجے
۶۱	سلکن دیو	۱۳	علم تواریخ
۶۲	سنیاوت	۱۴	راجہ گوندادل
۶۴	منگلادت	۱۶	دامودرادل
۶۵	کھیمہ اندر	۱۸	رائی شیودتی
۶۶	بھیمہ سین	۲۰	راجہ گوندتانی
۶۸	بندر سین	۲۱	۵۲ گم شدہ راجگان کے حالات کی دستیابی
۷۰	سندر سین	۲۳	راجہ ہرن دیو
۷۲	لو	۲۷	رام دیو
۷۵	کش	۲۹	بیاس دیو
۷۵	کھنگ اندر	۳۷	ورنادیو
۷۶	سریندر	۴۰	ہم دیو
۷۷	گودھر	۴۲	گوپال دیو
۷۷	سورن	۴۴	دزیانند
۷۷	جینک	۴۶	سکھ دیو
۷۸	راجہ شیخ نر	۴۷	رامانند
۷۸	گلگندر	۴۹	سندیمان
۷۹	یلدیو	۵۰	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۱۶	شش و س ناگ کی کہانی	۸۱	راجہ تل سین
۱۲۲	زلور کی تباہی	۸۴	گھوٹکن
۱۲۸	رمنیہ کی کہانی	۸۶	پرہلا
۱۳۱	راجہ سدھ	۸۶	وزیر بھور
۱۳۲	اتپاکش	۸۹	راجہ پرتاب شیل
۱۳۵	ہرنیاکش	۹۰	شگدام چندر
۱۳۵	ہرنیہ کل	۹۰	الارک چندر
۱۳۶	دوسوکل	۹۱	سیرم چندر
۱۳۶	میرکل	۹۳	بھسکین
۱۳۸	لنگاپر فوجکشی	۹۷	بھگوت
۱۴۵	کھار کی استری چندر و تی کی کہانی	۹۵	اشوک
۱۴۷	راجہ بک	۹۶	جلوک
۱۵۰	راجہ شتی نند	۹۹	روایت متعلقہ سودرچستہ
۱۵۱	دوسوند	۱۰۰	جادوگری کی کہانی
۱۵۱	رتانی	۱۰۲	راجہ دامودر تانی
۱۵۲	اکش	۱۰۵	روایت متعلقہ دامودر سود
۱۵۲	گوپاوتیہ	۱۰۷	راجہ نراند
۱۵۵	گوکرن	۱۰۸	ہشک جشک گنشک
۱۵۶	نریندرادتیہ اول (کنہکھل)	۱۰۹	راجہ اچھمینا اول
۱۵۷	یہشتراول	۱۱۱	راجہ گوند سوئم
	دوسری ترنگ	۱۱۳	دھیشین اول
۱۶۵	پرتاپ ادتیہ	۱۱۳	اندرجیت
۱۶۶	جلوکس	۱۱۳	رادن
۱۶۷	تینجن اول	۱۱۴	دھیشین تانی
۱۶۸	قحط عظیم	۱۱۴	نر (کنہتر)

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۵۰	راجہ نریندر دتہ	۱۴۰	راجہ دجے
۲۵۱	رتخن ثانی	۱۴۰	” جے اندر
۲۵۲	” سرب سین	۱۴۰	سندھی متی کی کہانی
۲۵۳	” گندھپ سین	۱۴۴	سندھی متی کا دوبارہ زندہ ہونا
۲۵۴	” لچھمن	۱۸۴	راجہ سندھی متی (آریہ سملج)
۲۵۵	” شورک		تیسری ترنگ
۲۵۶	” بکرا دت		راجہ منگواسن
۲۵۸	” رنا دتہ	۱۹۵	ناگول کی کہانی
۲۵۹	” ولوی بھیرواسنی کی داستان	۱۹۴	میگواسن کی فتوحات
۲۶۶	” ریشورادرلن سواسن	۱۹۹	درلن کی داستان
۲۷۰	” راجہ دنیا دت	۱۹۹	ننکا کی فتح
۲۷۵	” بکرا دتہ	۲۰۵	ایک برہمن کے لڑکے کی کہانی
۲۷۷	” بالادتہ	۲۰۶	راجہ سریشٹ سین (پرورسین اول)
	چوتھی ترنگ	۲۰۹	” ہرنیہ
۲۸۷	” راجہ رلب وردھن	۲۱۰	پرورسین دوئم کی پیدائش
۲۸۸	” درہیاک (پرتاپ ادتہ ثانی)	۲۱۰	راجہ بکرا جیت اور ماتر گیت
۲۸۹	” راجہ کی شادی نریندر پر بھاسے	۲۱۳	ماتر گیت کشمیر کو بھیجا گیا
۲۹۵	” چندرا پٹ	۲۲۴	راجہ ماتر گیت
۲۹۸	” چار کی کہانی	۲۲۹	پرورسین کی واپسی
۳۰۲	” ایک جادوگر کی کہانی	۲۳۲	ماتر گیت کا ترنگ سلطنت
۳۰۸	” راجہ تارا پٹ	۲۳۷	راجہ پرورسین دوئم
۳۱۰	” للٹا دتہ (لکنا پٹ)	۲۴۱	پرورسین کی فتوحات
۳۱۱	” للٹا دتہ کی لڑائی نیشور من کے ساتھ	۲۴۲	شہر پرورپور کی تعمیر
۳۱۳	” للٹا دتہ کی فتوحات	۲۴۴	راجہ یدیشتر ثانی
۳۲۱	” شہر پراس پور کی تعمیر	۲۵۰	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۹۷	راجہ لٹنا پیڈ	۳۲۶	کیت پھل کی کہانی
۴۰۰	سنگرام پیڈ تانی	۳۲۸	چنگن کی داستان
۴۰۰	چیت جیا پیڈ (برہستی)	۳۳۱	ہمارا راجہ رام خیر جی اور بھیم جی کی
۴۰۱	پدم اور ات پلک وغیرہ کا زور پکڑنا		استہان کردہ دشمن کی دو مورتیاں
۴۰۲	چیت جیا پیڈ کا قتل	۳۳۳	لٹنا دتہ کی پریش ریت کے سمندر پر
۴۰۳	راجہ اجتا پیڈ	۳۳۷	شہر پر اس پور کو جلائی کی کوشش
۴۰۳	ات پل پور اور پدم پور کی بنیاد ڈالنا	۳۴۰	پر اس پور کا ہنگامہ
۴۰۵	راجہ انگا پیڈ	۳۴۳	لٹنا دتہ کا انجام
۴۰۵	ات پلا پیڈ	۳۴۹	راجہ کوئی پیڈ
	پانچویں ترنگ	۲۵۳	وجہ دتہ (بیک)
		۳۵۴	پنچو پیڈ
۴۱۰	راجہ ادنی درمن	۳۵۵	سنگرام پیڈ اول
۴۱۴	عہد ادنی درمن کی مقدس عمارات	۳۵۵	جیا پیڈ
۴۱۸	وزیر شہر درمن کی وفاداری	۳۵۶	جج کا فیضہ تخت کشمیر پر
۴۲۲	سویہ کی داستان	۳۵۸	جیا پیڈ کی سرگذشت سفر
۴۲۴	سویہ کے کام متعلقہ و تشنا	۳۶۶	جج کی شکست اور قتل
۴۲۸	وتشنا اور سندھو کے مقام اتصال کی	۳۶۸	جیا پیڈ کی سرپرستی علم
	تبدیلی	۳۷۰	شہر جیا پور کی تعمیر
۴۳۰	سویہ کا طریق آب پاشی	۳۷۳	راجہ بھیم سن پر فوج کشی
۴۳۴	راجہ شنکر درمن	۳۷۵	نیپال کے ملک پر چڑھائی
۴۳۷	شنکر درمن کی غیر ملکی مہمات	۳۷۷	جیا پیڈ کی گرفتاری
۴۳۸	گجرات کی فتح	۳۸۲	جیا پیڈ کی رہائی
۴۴۰	شہر شنکر پور کی تعمیر	۳۸۵	آگ مہا پدم کی کہانی
	شنکر درمن کا انتظام متعلقہ خزانہ و	۳۹۰	جیا پیڈ کے مطالبہ
۴۴۲	خراج	۳۹۴	جیا پیڈ کا انجام

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۱۶	برجمنوں کی مجلس	۴۶۵	گوپال درمن کا اپنے باپ کو نصیحت کرنا
۵۰۸	ششکر کشمیر کا راجہ منتخب کیا گیا	۴۵۳	شکر درمن کی موت
	چھٹی ترنگ	۴۵۵	راجہ گوپال درمن
		۴۵۸	رینگٹ
۵۱۵	راجہ ششکر	۴۵۹	رانی سوگندہا
۵۱۷	ایک بدویانت سوداگر کی کہانی	۴۶۰	ننترن سپاہ کا زور پکڑنا
۵۲۱	ایک برہمن کی کہانی	۴۶۱	راجہ پارکھ
۵۲۸	درنت کا دلی عہد مقرر کیا جاتا	۴۶۲	رانی سوگندہا کی گرفتاری اور قتل
۵۳۰	راجہ ششکر کا انتقال	۴۶۵	ایک خوفناک قحط سالہ
۵۳۲	سنگرام دیو	۴۶۸	راجہ ترحیت درمن
۵۳۵	پروگیت	۴۶۹	چکر درمن
۵۳۸	کشمیر گیت	۴۷۰	شور درمن اادل
۵۴۳	راجہ کی شادی رانی ودا کے ساتھ	۴۷۱	ر پارہتہ بار دوم
۵۴۵	ایکے مینو	۴۷۲	چکر درمن بار دوم
۵۴۶	ہیلگن وزیر کی علیحدگی	۴۷۴	ر ششکر درمن
۵۴۹	ہی من کی بغاوت	۴۷۸	چکر درمن کا تترنیوں کو مغلوب کرنا
۵۵۲	شاہی راجہ ٹھکن پر فوج کشی	۴۸۱	راجہ چکر درمن بار سوم
۵۵۳	رانی ودا کے برخلاف بغاوت	۴۸۴	رنگ نامی ڈوم کی رسائی دربار میں
۵۵۶	نرداہن کا عروج	۴۹۰	ڈوموں کا عروج
۵۵۷	دوا اور نرداہن کی شکر رنجی	۴۹۵	راجہ اننتا دتی
۵۶۰	دوا کا بھلگن کو واپس بلانا	۴۹۶	پروگیت کا عروج
۵۶۱	راجہ نندی گیت	۴۹۸	پارکھ کا قتل
۵۶۲	دوا کی مقدس عمارت	۵۰۳	راجہ شور درمن ثانی
۵۶۴	راجہ تر بھون	۵۰۴	کسل و درمن کی بغاوت
۵۶۴	بھیم گیت	۵۰۴	شور درمن ثانی کی معزولی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۰۳	راجہ انت کا نیا شاہی محل	۵۶۵	تنگ کا عروج
۶۰۵	رانی سوربہ متی کے اختیارات	۵۶۶	رانی ددا
۶۰۷	وزیر اعظم ملہر	۵۶۷	دگرہ راج کی بغاوت
۶۰۸	راجہ انت کی غیر ملکی فتوحات	۵۶۸	راجپوری پر فوج کشی
	ساتویں ترنگ	۵۶۹	سنگرام راج کا ولیعهد مقرر کیا جانا
۶۰۹	وزیر اعظم ملہر کا زوال		ساتویں ترنگ
۶۱۰	انت کی سلطنت سے دست برداری	۵۷۰	راجہ سنگرام راج
۶۱۱	راجہ کلش	۵۷۱	تنگ کے برخلاف سازش
	انت کا دوبارہ شاہی اختیارات ہاتھ	۵۷۲	تنگ کی فتح
۶۱۳	میں لینا	۵۷۳	بھدریشور کا عروج
۶۱۴	انت اور کشتی راج کی ملاقات	۵۷۴	راجہ ترلوچن پال کی مدد پر فوج کشی
۶۱۵	انت کرش کی تخت نشینی لوہر میں	۵۷۵	ہمیر (محمود) کا مقابلہ
۶۱۸	کلش کی بد چلنی	۵۷۶	سلطنت شاہی کی بربادی
۶۲۶	کلش اور انت کا بگاڑ	۵۷۷	تنگ کے برخلاف ایکسا اور سازش
۶۲۸	انت وجے کشتر میں چلا گیا	۵۷۸	تنگ کا قتل
۶۳۱	کلش کا حملہ انت پر	۵۷۹	تنگ کے قتل کے بعد کے واقعات
۶۳۳	کلش کی واپسی	۵۸۰	مقدس عمارات
۶۳۴	انت کا سرش کو طلب کرنا	۵۸۱	راجہ ہری راج
۶۳۶	کلش کا آگ لگا کر وجیشور کو تباہ کر دینا	۵۸۲	انت
	کلش کا انت کو کشمیر کو چھوڑ دینا	۵۸۳	دگرہ راج کا حملہ کشمیر پر
۶۳۸	بھینا	۵۸۴	شاہی شاہزادوں کا عروج
۶۴۲	انت کی خودکشی	۵۸۵	کمانڈر انچیف تر بھون کی بغاوت
۶۴۴	انت کی آخری رسوم	۵۸۶	راجا چل منگل کا حملہ کشمیر پر
۶۴۵	سوربہ متی کا سنی ہونا	۵۸۷	رانی سوربہ متی کی مقدس عمارات
۶۴۶	کلش اور سرش کی صلح		

صفحہ نمبر	مصنوعین	صفحہ نمبر	مصنوعین
۷۰۰	ہرش کا دربار	۶۵۲	کلش کی مقدس عمارات
۷۰۲	مہم راجپوری	۶۵۴	راجپوری پر فوج کشی
۷۰۵	راجپوری پر قبضہ	۶۵۵	نہج کی جلا وطنی
۷۰۷	کندرپ لوہریں	۶۵۷	دامن کو وزیر اعظم بنایا جاتا
۷۰۹	دھمت کی سازش	۶۵۸	غیر ملکی جہات
۷۱۱	جے راج کا قتل	۶۶۰	بھاڑی راجوں کی مجلس
۷۱۳	دھمت کا قتل	۶۶۲	راجہ مارہرش کا چال چلن
۷۱۴	تنوگ کے پوتوں کا قتل	۶۶۶	ہرش کی ناراضگی
۷۱۶	بھیم کشو کے مندر کی لوٹ	۶۶۷	ہرش کی سازش
۷۱۸	دیوتائی مورتیوں کی ناپاکی	۶۶۹	ہرش پر حملہ
۷۱۹	ہرش کا جبر یہودیہ وصول کرنا	۶۷۱	ہرش کا قید ہونا
۷۲۲	چنڈ لا سے ہرش کا عشق	۶۷۳	کلش کی آخری بیماری
۷۲۶	راجپوری پر حملہ	۶۷۴	انت کرش کا لوہر سے بلایا جانا
۷۲۷	پریتھوی گری کا محاصرہ	۶۷۶	کلش کی موت
۷۲۸	پریتھوی گری سے واپسی	۶۷۷	راجہ انت کرش
۷۲۸	وگدہ گھاٹ کا محاصرہ	۶۷۹	وجے مل کی روانگی
۷۳۷	وگدہ گھاٹ سے واپسی	۶۸۰	ہرش کے طرفداروں کی بغاوت
۷۳۵	مدن کا قتل	۶۸۳	ہرش کو قتل کرنے کی کوششیں
۷۳۷	کشمیر میں قحط	۶۸۵	ہرش کا رہا کیا جانا
۷۳۷	ڈامروں پر تشدد	۶۸۷	راجہ ہرش
۷۴۰	اوچل اور سل کی فزاری	۶۸۹	انت کرش کی خودکشی
۷۴۱	اوچل راجپوری میں	۶۹۱	ہرش کا چال چلن
۷۴۳	اوچل کے خلاف سازش	۶۹۲	انتظامی تقرریاں
۷۴۴	اوچل کا نسب نامہ	۶۹۴	وجے مل کی بغاوت
۷۴۶	راجپوری میں اوچل کی لڑائی	۶۹۶	ہرش کی جدت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۴۳	ادھیل کا سرنگیر میں داخل ہونا	۴۴۶	ادھیل کا حملہ کشمیر
۴۴۴	شہر کے پل پر لڑائی	۴۴۸	ڈامروں کی بغاوت
۴۴۶	محمل شاہی کا سر ہونا	۴۴۹	ادھیل پر ہاس پور میں
	بھوج کی فزاری	۴۵۱	ادھیل کی شکست
۴۴۷	محمل کی لوٹ	۴۵۱	پرہاس کیشو کی مورتی کی تباہی
۴۴۹	چمپک کا بھوج کے پیچھے بھیجا جانا	۴۵۲	شور پور میں سسل کی فتح
۴۵۰	ہرش کی فوجوں کا اس کا ساتھ	۴۵۸	ادھیل کی رسم تاج پوشی
	چھوڑ دینا	۴۶۳	راجہ نکتا پید کی موت کا قصہ
۴۵۲	سرنگیر سے ہرش کی فزاری	۴۶۵	ہرش کے نوکروں کی ناراضگی
۴۵۴	ہرش کی آخری پناہ	۴۶۶	مل پر حملہ
۴۵۶	بھوج کا قتل	۴۶۸	مل کی موت
۴۵۸	ہرش کا بھوج کے مرنے کی خبر سننا	۴۶۹	سسل کا ادھیشور پر حملہ کرنا
۴۵۹	ہرش کے ساتھ دغا بازی	۴۷۰	ادھیشور کا سر ہونا
۴۶۳	ہرش کی موت	۴۷۲	سسل کا سری نگر پر حملہ

مکمل اچ ترنگنی

جلد اول

پہلی ترنگ

سری گنیش آئیمہ

مہادیو کو نمسکار ہو جو کلیپ برچھہ کی طرح اپنے بھگتوں کی دلی مرادیں پوری کرتے ہیں۔ اور سرپ بیا پاک ہونے پر بھی سب سے جدا ہیں۔ وہ مہادیو! جن کے جسم پر لپٹے ہوئے سانپوں کی مینوں کا پرکاش انکو زیادہ سندر بنا رہا ہے اور جس میں لپٹے ہوئے اُس کے بھگت دائمی سرور حاصل کرتے ہیں۔

وہ مہادیو! جن کا نشان نادیر (بیل) ہے اور جن کا دائیاں انگ مرد کا (مراد از شوچی) اور بائیاں انگ استری کا (مراد از پاربتی) ہے آپ کی غت بڑھائیں۔ کیسے ہیں مہادیو! جن کے بائیں انگ (پاربتی) کی پیدائنی پر کیسے کا تلک لگا ہوا ہے۔ کانوں میں جڑاؤ بالیوں کے گچھے لٹک رہے ہیں جس نے پاکیزگی کا جامہ پہنا ہوا ہے اور جس کا خوبصورت رنگ

اصل کتاب میں صفت کے لئے مجھو شا بھوگی اور پرکین جو دو سنکرت الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

وہ شوچی اور کلیپ برچھہ دونوں پر یکساں طور پر عائد ہو سکتے ہیں آخری صورت میں اس شلوک کے معنی یہ

سناکھ کے اندرونی سرخی مائل سفید حصے کے مشابہ ہے۔ وہ مہادیو جس کے دائیں انگ کی پیشانی پر نور کا شعلہ چمک رہا ہے۔ جس کے کانوں کے نزدیک شوخی سے لہراتے ہوئے بیٹیاں ساپوں کے کھلے ہوئے منہ دکھائی دے رہے ہیں اور جس کے گلے کی خوبصورتی میں زہر ہلاہل کی سیاہی سے ذرا بھی فرق نہیں آیا اور جس کی چھاتی شخصیش ناگ زرہ کی طرح پلٹا ہوا ہے۔

حقیقی شاعروں کی وہ طاقت خواہ کچھ بھی ہو قابل تعریف ہے اور اس اعتبار سے آب حیات کی ندی پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ کہ اس کے ذریعے خود شاعر اور ان لوگوں کی شہرت جن کے حالات وہ قلمبند کرتے ہیں زندہ جاوید ہو جاتی ہے۔ رسوائے شاعروں کے جو پیدا کرنے کی طاقت میں پر جاپتی (جو تعداد میں چودہ ہیں اور جنہوں نے باری باری سے

ہو جائینگے۔ ساپوں کی مینوں کا پرکاش کلپ پرچھ کو زیادہ سندر بنا رہا ہے۔ اور یہ میناں ان برکت حاصل کردہ لوگوں کے پاس ہیں جو اس درخت کی جن میں موتیوں کے آویزے لگتے ہیں آرائش ہیں۔ کشمیری چونگہ شیو کے معتقد ہیں اس لئے اسی کو سہارے عالم پر حاوی خیال کرتے ہیں اور اسی میں لبین ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں۔

اس موقع پر اور دوسری ترنگوں کے تمہیدی شلوکوں میں شوچی کا اہر ہنشیور کی صورت میں مخاطب کیا گیا ہے جس سے مراد پاربتی کے ساتھ اس کے ملاپ سے لی ہے۔ دونوں نصف حصوں کی کیفیت پہلے تین پدوں میں ایسے الفاظ میں دی گئی ہے جو یکساں طور پر بائیں نصف حصہ یعنی پاربتی اور دائیں نصف حصہ یعنی شوچی پر عائد ہو سکتے ہیں۔

بائیں نصف حصے کی کیفیت میں "سم بھرت کرپٹ کڈٹی" کا جملہ ایک جداگانہ صفت خیال کرنا چاہئے جس کا موصوف الہ جرم بھنگ ہے اگر اسی جملہ کو دائیں نصف حصے کے متعلق استعمال کیا جائے تو اس سے ایک مرکب تیار ہوتا ہے۔

جیسا کہ پروفیسر بولہر کا خیال ہے پہلی صورت میں "جلد ہی جج چھماچھ" (کشمج چھوی) سے مراد

دنیا کو پیدا کیا ہے) سے مشابہ ہیں اور خوبصورت پیداوار ظہور میں لاسکتے ہیں اور کون اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ گزشتہ زمانے کو لوگوں کی نظروں کے سامنے لاسکے؟ اگر شاعر اپنے من کی آنکھ سے اُن گزشتہ واقعات کو جو وہ لوگوں پر منکشف کرنا چاہتا ہے نہ دیکھے تو اس کے الہامی طاقت رکھنے کی اور کونسی علامت ہو سکتی ہے؟ ہر چند کہ اس کتاب کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اختلافات کو تو ضیع کے ذریعے دور نہیں کیا جاسکتا تاہم اس کے اندر ناظرین کو ضرور کوئی ایسی چیز نظر آئیگی جس سے صحیح الخیال لوگ خوش ہو سکیں گے۔ صرف وہی شریف خیال شاعر قابل تعریف ہے جس کے الفاظ ایک منصف کی طرح زمانہ گزشتہ کے واقعات بیان کرتے وقت محبت یا نفرت سے پاک رہیں۔ جن داستانوں کو میرے پیش رو بیان کر چکے ہیں اگر میں انہیں کے مضمون کو

جلد ہی جچ چھائے دیا چھ "لی جاسکتی ہے۔ دوسری صورت میں سٹالین صاحب اسے جلدی جچ چھایا چھ" خیال کرتے ہیں بھالیکہ پروفیسر بولہ اس کی تو ضیع جلدی جچ چھایا چھ یعنی اچھا دت کے ذریعے کرتے ہیں۔

شوجی کی کیفیت میں انہیں کا لفظ ہی نام ان "یعنی سانپوں کے مالک واسکی جو خوی کی بچکا" شوجی کی خدمت کرتا ہے کے معنوں میں خیال کرنا چاہئے۔ سمندر کی پیدا شدہ زہر سے مراد ہلاہل ہے جسے شوجی نے نگل لیا تھا (جب دیوتاؤں اور راکشوں نے متفق ہو کر سمندر کو بلویا تو اس میں سے چودہ رتن برآمد ہوئے تھے جن میں سے پہلا زہر ہلاہل تھا اس کی گرمی سے تمام دیوتا اور راکش بے قرار ہو گئے۔ اور انہوں نے مہادیو سے اس زہر کو ٹھکانے لگانے کی درخواست کی۔ مہادیو نے انکی التجا منظور کر لی لیکن جب زہر پینے لگے تو خیال پیدا ہوا کہ میرے دل میں وشنو کی جگہ ہے ایسا نہ ہو اس کے نکلنے سے انہیں تکلیف پہنچے یہ سوچ کر انہوں نے اس زہر کو حلق کے اندر ہی جذب کر لیا جس سے ان کے گلے کی رنگت سیاہ پڑ گئی اور اسی باعث اُن کا نام نیل کنٹھ مشہور ہوا۔ پیتے وقت جو زہر کی ایک آدھ بوند زمین پر گر پڑی تھی وہ آج تک اس دنیا میں مختلف صورتوں

یہاں پر دھرانے لگوں تو نیک خیال ناظرین کو میرے ایسا کرنے کی وجہ کو سننے بغیر اس سے روگرداں نہ ہونا چاہئے اس کام کے لئے کونسی قابلیت درکار ہے کہ زمانہ مابعد کے مورخ ان لوگوں کی تصانیف میں واقعات کا اضافہ کر دیں جو اپنے اپنے عہد کے راجاؤں کی تاریخ لکھکر چھوڑ گئے ہیں۔ اس لئے میری کوشش یہ ہے کہ جہاں زمانہ گذشتہ کے واقعات بہت سی باتوں میں غیر مسلسل ہو چکے ہیں ان کا ایک سلسلہ وار بیان مرتب کیا جائے۔

قدیم تاریخی کتابیں راجگان کشمیر کے متعلق قدیم ترین کتابیں اس لئے غیر مسلسل بن چکی ہیں کہ سورت نے ان کا اس خیال سے خلاصہ کر دیا تھا کہ انہیں آسانی سے یاد رکھا جاسکے۔ سورت کی نظم نے ہر چیز کی شہرت حاصل کر لی ہے تاہم اس میں مضمون کی کامل طور پر توضیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ

میں موجود ہے اور اسی کا کچھ حصہ سانپ دیکھو وغیرہ زہریلے جانوروں میں پایا جاتا ہے۔

۲۷ حکیم اندر نامی شاعر اور مورخ کے متعلق جس کا دوسرا نام ویاس واس ہے دیکھو پرفیسر بولہر کی رپورٹ صفحہ ۴۵ وہ راجہ اننت دیو (۱۲۹ء تا ۱۴۲ء) اور اس کے بیٹے کلشن (۱۸۲ء) کے عہد میں ہو گندا ہے۔ حکیم اندر کی مختلف کتابوں کی فہرست کے لئے دیکھو اف ویکٹ صاحب کی گیتا لوگس کیشا لوگازم۔ حکیم اندر کی تصنیف کردہ نرپاولی کا کوئی نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ نہ کسی اور کشمیری مصنف کی کتاب میں اس کا کوئی حوالہ پایا جاتا ہے۔

۲۸ موجودہ نیل مت پوران کی مکمل شرح کے لئے دیکھو پرفیسر بولہر کی رپورٹ صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۵۵ تا ۶۰ جیسا کہ کلہن ترنگ اول کے شلوک ۱۱ میں خود بیان کرتا ہے۔ اس نے پہلے چار راجاؤں کے ۱۰۰ نیل مت پوران ہی سے حاصل کئے ہیں۔ جس میں کشمیر کے قدیم مقدس حالات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کلن کے اُس بیان کا جو ترنگ اول کے شلوک ۵۷ تا ۸۲ میں موجود ہے مقابلہ نیل مت پوران کے ابتدائی ادھیائے کے موجودہ غیر مکمل حصے سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے اپنی تاریخ کے بعض حصے لفظ بہ لفظ اس پوران ہی سے لئے ہیں۔ دیکھو بولہر صاحب کی رپورٹ صفحہ ۳۸

علمیت کے بے جا استعمال سے اس کتاب کا مطالعہ مشکل بن چکا ہے۔ کسی قدر بے احتیاطی کے باعث کھیم اندر کی خرابی میں ایک حصہ بھی ایسا نہیں جو غلطیوں سے پاک ہو گو یہ کتاب ایک شاعر کی تصنیف ہے۔ راجاؤں کی تاریخ کے متعلق میں نے سابق علما کی گیارہ کتابوں اور اس پر ان کا مطالعہ کیا ہے جس میں نیل رشی کی ہدایات درج ہیں۔ ان کیتوں کا مطالعہ کرنے سے جو مندروں کی تعمیر اور زمانہ سابق کے راجاؤں کے عطایائے کے متعلق موجود ہیں نیز تعریفی کیتوں اور مسودوں کو پڑھ کر بہت سی غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے۔

ان بابوں راجاؤں میں سے جن کا ذکر علماء سابق نے نہیں کیا کیونکہ اس زمانہ کی تاریخ کم ہو چکی تھی مینے چار یعنی گوند اور اس کے جانشینوں کا ذکر نیل مت پورن سے حاصل کیا ہے۔ پاشوپت برہمن ہیلارا ج کی رائے کو پڑھ کر جس نے بارہ ہزار شگولوں میں پارتھی

۷ پروفیسر بولہر نے اس شلوک کے ترجمے کے متعلق جو نوٹ لکھا ہے اس میں صحیح طور پر

ان چار قسم کی تحریرات کو جن کا حوالہ کلہن نے دیا ہے عمیر کیا ہے۔ (۱) پرتشتا ساسن فرمان یعنی وہ کہتے جو مندروں عمارتوں یا تمام مندروں۔ محلات مورتیوں اور سجادہوں کے یادگاری ستونوں پر پائے جاتے ہیں۔ (۲) دستو ساشن فرمان یعنی ایسے کہتے جو مختلف اشیاء کے عطیہ کے متعلق ہیں یا مخصوص زمین اور شاید مستقل نقد انعام کے متعلق جیسے کہ تانبے کی پلیٹوں پر کندہ پائے جاتے ہیں۔

(۳) پرشتی پت جن میں بعض لوگوں یا مقامات کی تعریف درج ہے جیسے کہ اب بعض اوقات مندروں یا دوسری سرکاری عمارات میں پائے جاتے ہیں (بیسے کیتوں کے متعلق دیکھو پروفیسر بولہر کے ریمارک مندرجہ وائنا اورینٹل جرنل جلد ۲ صفحہ ۸۰) (۴) شاستر یعنی مختلف علوم کی کتابیں یا مختصر الفاظ میں سنسکرت کتابوں کے مسودے جن کے متعلق کشمیر میں رواج ہے کہ ان کے اخیر پر مصنف اور اس راجہ کا حال درج کیا جاتا ہے جس کے عہد میں وہ کتاب بنائی گئی ہو اور اس میں اس کتاب کا سنہ تصنیف بھی درج ہوتا ہے۔

قسم اول کے صرف چند ایک نمونے کشمیر میں دستیاب ہوئے ہیں اور رانی ودا کے زمانے

واولی لکھی تھی پدم مہرنے اپنی کتاب میں اُن آٹھ راجاؤں کا تذکرہ داخل کر دیا ہے۔ جنکی ابتداء الو سے ہو کر اشوک اور اُس کے جانشینوں تک جاتی ہے۔ ان پانچ راجاؤں کی نسبت جن میں اشوک نمبر اول پر ہے چھوڑا کر کا بیان ہے کہ انہیں بھی باون گم شدہ راجاؤں میں سے حاصل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کا اپنا شلوک حسب ذیل ہے۔

اشوک سے لیکر ابھیمینونک کے جن پانچ راجاؤں کا نام لیا گیا ہے انہیں قدمانے باون گم شدہ راجاؤں میں سے حاصل کیا ہے۔“

میری یہ داستان جو ٹھیک طور پر آراستہ اور ایک دو اسے مشابہ ہے۔ اُن موقعوں پر مفید ثابت ہوگی جہاں مقام یا راجہ کے زمانے کے متعلق بیانات میں اختلاف ہے یا اگر اس کا دوسرا پہلو مد نظر رکھا جائے تو کس سمجھدار شخص کا دل ایک ایسی کتاب

کے ایک مختصر سے کتبے کے علاوہ جولاہور کے عجائب خانے میں موجود ہے اور کوئی کتبہ ایسا نہیں جسے تینوں کے ساتھ کلن سے پیشتر کے زمانہ سے منسوب کیا جاسکے۔ پروفیسر بوہلر نے کھون موہ اور پارہ موہ کے مقام پر ایسے بعض بلا تاریخ کے کتبے دیکھے تھے جن کا ذکر اس کی رپورٹ کے صفحہ ۱۲۰ میں موجود ہے۔ ٹائین صاحب کو بھی اس قسم کے بعض کتبے وچ بیروہ۔ بون (مارتنڈ) اور بعض دیگر مقامات پر دستیاب ہوئے ہیں یہ امر اغلب ہے کہ کلن نے خاص خاص مندروں۔ مٹھوں۔ وماروں اور دوسرے مذہبی مکانات کی بنیادوں کے متعلق مفصل حالات جو اس کی کتاب میں پائے جاتے ہیں ایسی ہی تحریروں سے حاصل کئے ہوں۔

قسم دو تین کا کوئی کتبہ ٹائین صاحب نے کشمیر میں نہیں دیکھا۔ رنگ کی کمائی جو ترنگ کے شلوک ۳۹ میں مذکور ہے اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ عطایائے اراصی کی تحریروں کے متعلق تانبے کی پلیٹوں کے کتبے ہی استعمال کئے جایا کرتے تھے۔

۵۵ یہاں پر جن چار حکمرانوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ گوند اول دھودر اول پشوتی اور گوند ثانی ہیں۔ نیل مت پور ان کی موجودہ کتاب میں گوند اول پشوتی اور گوند ثانی کا ذکر موجود ہے لیکن ان

کو پڑھ کر خوش نہ ہو گا جس میں زمانہ قدیم کے بے انتہا واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جب سُننے والا جاندار مخلوق کی فوری اور ناپائدار ہستی پر اچھی طرح غور کرے گا تو اُسے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا کہ کیونکر اس کتاب میں شانت کے لمحہ کو ترجیح دی گئی ہے (النگار شا ستر شاعری کے نو مختلف رس قرار دیتا ہے۔ اور اس رس سے مراد وہ خاص مدعا ہوتا ہے جسے مد نظر رکھ کر کوئی نظم لکھی جائے۔ کلہن کی تصنیف میں چونکہ بہت سے واقعات مختلف قسم کے آتے ہیں اس لئے اس میں رس بھی کئی قسم کے ہونے چاہئیں لیکن اس کی تصنیف چونکہ ہر ایک انسانی چیز کے بے استقلال ہونے کا سبق سکھلاتی ہے اس لئے شاعر بیان کرتا ہے کہ میری اس تصنیف کا پردھان رس شانت (تیاگ) ہے۔ پس اس راجاؤں کے دریا (راج ترنگنی) کو اپنے کانوں کے ذریعے پی جاؤ (غور سے سنو) جسکی

تینوں میں سے نام صرف گوئند ثانی ہی کا درج ہے۔ دیکھو نیل مت پوران شلوک ۶ تا ۹ چونکہ موجودہ تمام مسودوں میں شلوک نامکمل حالت میں موجود ہیں اسی وجہ سے دامودر کا نام ہمیں نہیں ملتا گو وہ اس مسودے میں جو کلہن کے ہاتھ لگا موجود تھا۔

۷۱ شائن صاحب نے پروفیسر بولہر کے مطابق مہاورتن کا ترجمہ پیشو پت کر دیا ہے۔ ایک ہیلاراج جو کشمیری تھا اور نویں یا دسویں صدی میں ہو گزرا ہے اس نے ”واکپہ پڈ“ پڑھیا کی ہے جسکے بعض حصے آج تک موجود ہیں۔ دیکھو کیل ہارن کا تذکرہ مندرجہ کتاب انڈین انٹی کوٹی فصل ۳ صفحہ ۲۸۵۔

۱۰۰۔ اور ان شاہی ناموں کی خصوصیت کے متعلق جو ہیلاراج کی تصنیف سے حاصل کئے گئے ہیں ۷۵ سورج سدھانت کے مطابق چارگیوں یعنی ست یگ تریا۔ دو اپرا اور کلجگ کے زائے کو چترگی یا مہائیگ کہتے ہیں۔ اور ایک ہزار چترگی کا ایک کلپ یا برہما کا ایک دن کہلاتا ہے۔ یہی دنیا کی عمر ہے اور یہ چار ارب بتیس کروڑ سال کے برابر ہوتی ہے۔ جس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جاتا ہے

تہ میں بڑے زبردست خیالات کی خوشگوار لہریں بہ رہی ہیں۔

کشمیر کی تعریف { زمانہ سابق میں ابتدائے کلپ سے لیکر وہ زمین جو ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے ابتدائی چھ منوں کے عہد میں

پانی سے ڈھپی ہوئی تھی۔ دریاں ستی سرس نامی جھیل واقع تھی۔ اس کے بعد جب موجودہ ساتویں منو پلو سوت کا زمانہ آیا تو پر جا پتی کشپ نے دروہن (برہما) اوپیندر (وشنو) رور (دشو) کی رہبری میں دیوتاؤں سے مدد حاصل کر کے جلو پھور اکھش کو جو ان جھیل میں رہتا تھا مروا ڈالا اور اس زمین کو جو جھیل کے باعث رُکی ہوئی تھی کشمیر کے نام سے آباد کیا۔ اس زمین کا محافظ تمام ناگوں کا مالک نیل ہے جس کے شاہی چتر کا بالائی حصہ نیل کنگ کا گول تالاب اور ڈنڈی و تشٹا (جہلم) کا اس چشمنے سے نکلنے والا دریا ہے۔

اور پھر اسی قدر حصہ تک رات رہتی ہے۔

اسی طرح دنیا کی کل عمر کے چودہ حصے کئے گئے ہیں اور ہر ایک حصہ جو ۷۱ چتر گیوں کا ہوتا ہے منوتر کہلاتا ہے۔ اور ہر ایک منوتر کے ساتھ ایک سندھی اضافہ کی جاتی ہے جو کہ ست یگ کے زمانہ کے برابر ہوتی ہے۔ پس اگر ۱۴ منوتروں اور ۱۵ سندھیوں کے سال ملائے جائیں تو ایک کلپ یا دنیا کی کل عمر کے سال جو اوپر بیان کئے گئے ہیں نکل آتے ہیں۔ ذیل میں اس حساب کو واضح طور پر لکھا جاتا ہے۔

(۱) کلجک کا زمانہ ۴۳۲۰۰۰ سال ہے اس سے دگنا دو پر کا یعنی ۸۶۴۰۰۰ سال تین گنا تیشا کا یعنی ۱۲۹۶۰۰۰ سال اور چار گنا ست یگ کا یعنی ۱۷۲۸۰۰۰ سال چاروں یگوں کی میزن ۴۳۲۰۰۰ سال ہے اور یہی ایک مہا یگ کا زمانہ کہلاتا ہے چونکہ دنیا کی عمر ایک ہزار مہا یگ ہے لہذا مذکورہ بالا اعداد کو اگر ایک ہزار سے ضرب دی جائے تو وہی چار ارب اور تیس کروڑ سال نکل آتے ہیں۔

(۲) چتر گی یا ایک منوتر کا زمانہ ۳۰۶۷۲۰۰۰ سال ہوتا ہے اور ۱۴ منوتروں کا ۴۲۹۴۰۸۰۰۰ سال۔ اگر ان میں ۲۵۹۲۰۰۰۰ سال سندھی کے جو ست یگ کے سالوں کو ۱۵ سے ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں جمع کریں تو ایک کلپ یا سہس مہا یگ یا پرہا کے ایک دن کا زمانہ نکل آتا ہے جو

گوری (پاربتی) ہر چند کہ وٹھٹا کی صورت اختیار کر چکی ہے تاہم اس جگہ کے متعلق اسکی رغبت بدستور ہے۔ کیونکہ اپنی دریائی صورت میں وہ اپنا رخ ویسے ہی کھڑ (گوما) کی طرف رکھتی ہے جیسے دیوتائی وجود میں وہ اپنا رخ اپنے بیٹے کمار (گوما) کی طرف رکھتی تھی۔ جس طرح اس کی دریائی صورت میں ناگوں کے منہ (ناگ مکھ) اس کے کثیر المقدار پانی کو پیتے ہیں (اپیت بھوری پیاہ) ویسے ہی اس کی دیوتائی صورت میں ہاتھی کی شکل والا (گنیش) (ناگ مکھ) اُس کے کثیر المقدار دودھ (اپیت بھوری پیاہ) کو پیا کرتا تھا۔ جس طرح کویر کے شہر میں دولت کے نو محافظ جن میں شنکھ اور پدم داخل ہیں موجود رہتے ہیں ویسے ہی اس ملک میں شنکھ۔ پدم اور اور منیوں والے ناگ موجود ہیں۔ ناگ جو گڑ سے خوف زدہ ہو کر پناہ تلاش کرتے ہیں انہیں محفوظ رکھنے کے لئے

ساوی ہے۔ چار ارب اور بتیس کروڑ سال کے۔

واضح ہو کہ اس وقت تک چھ منونتر گذر چکے ہیں اور ساتواں منونتر جو گذر رہا ہے اس کی بھی ستائیسویں چترنگی گذر چکی ہے اور اٹھائیسویں چترنگی جو گذر رہی ہے اس کے تین یگ نیے ست یگ تترتیا اور دوا پر گذر چکے ہیں اور چوتھے یگ یعنی کلجگ کے بھی آج تک یعنی ۱۹ سال تک ۵۰۱۳ سال گذر چکے ہیں اور ۲۶۹۸ سال باقی ہیں۔ یاد دوسرے لفظوں میں موجودہ مہایگ کے ست یگ کے شروع سے آج تک ۳۰۱۳ سال گذرے ہیں۔

یہاں یہ بھی مناسب معلوم ہونا ہے کہ ۱۲ منونتروں کے جدا جدا نام بیان کر دیئے جائیں چنانچہ چھ منونتر جو گذر چکے ہیں انکے نام یہ ہیں۔ سویمبو۔ سوارو چھس۔ آدتم۔ تامس۔ ربوت۔ چاکیش ساتواں منونتر جو گذر رہا ہے۔ اس کا نام ویوسوت ہے اور آئندہ آنے والے منونتروں کے نام یہ ہیں۔ سادینہ۔ دکش ساورینہ۔ برہم ساورینہ۔ دھرم ساورینہ۔ روبرمتر۔ روچیشچ اور بھونک۔ دنیا کو پیدا ہوئے کتنے سال ہوئے ہیں؟ اس کا مفصل جواب حسب ذیل ہوگا۔

۱۸۴۰۳۲۰۰۰۰ =

گزشتہ چھ منونتروں کا عرصہ

اس نے اپنے بازو کو ہی دیواروں کی صورت میں اوپر کی طرف پھیلا رکھے ہیں۔
اس جگہ پر جو پوجاری پاپ سون کے تیرتھ پر اوماپتی (شوجی) کی چوٹی مورتی
کو چھوتے ہیں وہ اس دنیا میں راحت اور انجام کار نجات حاصل کرتے ہیں۔
یہیں ایک خشک پہاڑی پر سندھیا دیوی نے پانی نمودار کیا ہے جو پُن کی موجودگی
اور پاپ کی عدم موجودگی کا کام دیتا ہے (جس میں اشتنان کرنے سے پن بڑھتے اور
پاپ کھتے ہیں)۔

یہاں پر خود بخود پیدا ہونے والی آگ (سومیمبو) جو زمین کے اندر سے نکلتی ہے اپنے
شعلے کے بے شمار بازوؤں کے ذریعے اپنے بھگتوں کی بھینٹیں قبول کرتی ہے۔
اس جگہ دیوی سرستی ایک سنس کی صورت میں بھید پہاڑی (بھیدگری) کی چوٹی

ساتویں منومنتر کے گزرے ہوئے ۲۷ چترگیوں کا عرصہ $11442000 =$

اٹھائیسویں چترگی کے گزشتہ تین گیوں کا عرصہ $3888000 =$

کلجگ کا گذرا ہوا زمانہ ۱۹ لاکھ تک $5013 =$

سات مندیہی کے سال $12094000 =$

دنیا کی گزشتہ عمر کی میزان یعنی آریہ سموت $1922929013 =$

دنیا کی عمر جو ابھی باقی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کلجگ کی باقی ماندہ عمر $224984 =$

موجودہ منومنتر کی باقی ماندہ ۲۷ چترگیوں کا زمانہ $185440000 =$

موجودہ کلجگ کے باقی ماندہ ۷ منومنتروں کے سال $2126030000 =$

۸ مندیہیوں کے سال $13822000 =$

دنیا کی باقی عمر کی میزان $23325050986 =$

۵۵ کشیہ کا نام تہت سرود بھومیاد یعنی تیرتھوں کی سرزمین ہے۔ سب سے اول اور متبرک

پر ایک جھیل میں نظر آتی ہے جو گنگا کا منبع (گنگو بھید) ہونے کے باعث مقدس ہے۔

آج تک اس ملک میں ہندو کھیت کے مقام پر جو شوجی کی مستقل جائے رائج ہے صندل کے وہ چھٹے نظر آتے ہیں جو دیوتاؤں نے دیئے تھے۔

دیوی شاردہ کے مندر کی زیارت کرتے وقت انسان فوراً دریائے مقدس اور سرستی کے قریب جس کی شاعر پوجا کرتے ہیں جا پہنچتا ہے۔

اس ملک میں جہاں کیشو (وشنو) اور ایشان (شوجی) نے چکر بھرت اور جیش اور ایسے ہی دیگر اوتاروں میں ظاہر ہو کر اس کی عزت افزائی کی تھی ایک تل کے دانہ کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں کہ کوئی تیرتھ نہ ہو۔

تیرتھ نیل ناگ چشمہ ہے۔ اور یہ تیرتھ پورا اڑیسہ روایتوں کے مطابق اس ملک کے تمام تیرتھوں کا سرور مانا گیا ہے دیکھو نیل مت پوران صفحات ۱۹۹ و ۱۰۱ و ۹۰۔ یہ بھی مشہور ہے کہ نیل کشپ رشی کا بیٹا تھا اور اس کی جائے رائج ویرناگ قصبہ کے پاس ایک چشمہ ہے جو پرگنہ شاہ آباد میں درہ بانہال کے دامن میں واقع ہے۔ اس خوبصورت چشمے کے حالات کے لئے جس کے گرد جہانگیر نے سنگین دیوار بنوائی تھی دیکھو آئین اکبری مرتبہ ابو الفضل باب دوم صفحہ ۳۴۱۔ فارسی صاحب کا سفر نامہ باب ۲ صفحہ ۴۰۔ مورکرافٹ کا سفر نامہ باب ۲ صفحہ ۲۵۰۔ وگنی صاحب کا سفر نامہ باب اول صفحہ ۳۲۲۔ اس صاحب کی ہینڈ بک صفحہ ۱۸۴۔

نیل مت پوران کے صفحہ ۳۳۱ پر لکھا ہے کہ وشنو نے چشمہ نیل ناگ کے پاس راستہ بنا کر اور کشمیر کا پانی نکال کر زمین کو خشک کر دیا تھا۔ ۱۱۔ شوجی نے اپنی ترسول کے ذریعہ پاربتی کو دریائے ویشٹا (جلم) کی شکل میں زمین سے نکالا تھا (دیکھو نیل مت پوران صفحہ ۲۴۸) اس کا پورا حال ہرچرت چننامتی کے ادھیائے ۱۲ میں درج ہے۔ چنانچہ اس تیرتھ کے تین نام ہیں نیل کنڈ ویشٹا۔ اور ترسول گھاٹ۔ دیکھو نیل مت پوران باب ۱۲۹۰ اور ہرچرت چننامتی اور دیگر اشوک

اس ملک کو روحانی خوبوں کی طاقت سے فتح کیا جاسکتا ہے لیکن جنگی طاقت سے نہیں۔ اس لئے یہاں کے باشندوں کو سوائے عاقبت کے کسی قسم کا خوف نہیں۔ یہاں کے دریاؤں میں کسی قسم کا خطرہ یا خوفناک آبی جانور نہیں پائے جاتے۔ موسم سرما میں گرم کھلم موجود ہوتے ہیں اور پانی میں اُترنے کے لئے آرام وہ گھاٹ بچے ہوئے ہیں۔

چونکہ اس ملک کو سورج کے باپ کشپ نے پیدا کیا تھا اس لئے شاید وہ اسی خیال کو مد نظر رکھ کر موسم گرما میں بھی زیادہ تیزی سے نہیں چمکتا کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ علم۔ بلند مکان۔ زعفران۔ بروت جیسا سرد پانی اور انگور غرض وہ چیزیں جو بہشت میں بھی کیاب ہیں یہاں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ یہ جواہرات پیدا موجودہ زمانہ میں نیل ناگ چشمے کا نام ویرناگ ہے جو کہ دیر اور ناگ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ ویرناگ کے شاہ آباد پر گئے کا نام ہے اور ناگ سے مراد چشمہ ہے۔

اس چشمے کی شکل آجکل بہشت پہلو ہے مگر اس کے نام کے ساتھ کنڈ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں ضرور دائرہ کی شکل ہوگی چنانچہ کلہن نے بھی اس چشمہ کو شاہی چھتر سے تشبیہ دی ہے۔ اور دریائے وٹشا کو جو اس سے نکلا ہے چھتر کی ڈنڈی قرار دیا ہے دو کھونوٹ ۴۲ کتاب ہذا جہاں اس دریا کا منبع قریب کے چشمہ وٹشایا وڈوتر کو قرار دیا گیا ہے۔

۹ کشمیری زبان میں لفظ ناگ سے کشمیر کے وہ محاذ دیوتا مراد ہیں جو ادیئے کشمیر کے چشموں اور جھیلوں میں رہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں ان دیوتاؤں کی پرستش لازمی خیال کی جاتی تھی چنانچہ نیل مت پوران میں اس کی بابت بڑی جرات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بڑے چشموں کے کناروں پر بے شمار مندر بنے ہوئے تھے اور یا تری لوگ ان کے درشنوں اور استنان کے لئے جایا کرتے تھے۔

کشمیر کے ان علاقوں میں بھی جہاں کہ خالص مسلمان آبادی ہے آج تک بھی ان چشموں کو

کرنے والی سرزمین تینوں عالموں میں تعریف کی مستحق ہے کیونکہ شمال میں واقعہ ہونے کے باعث یہ کوہیر کا ملک ہے۔ یہاں وہ سلسلہ کوہ واقعہ ہے جو گوری کا باب ہے اور یہ پہاڑوں میں گھرا ہوا ملک ہے۔

اس ملک میں گونند ثالث سے پہلے باون ایسے جاؤں

۵۲م شدہ راجے { کے حالات تاریخ میں درج نہیں ہیں جو کورؤں اور کنتی کے بیٹوں (پانڈوں) کے ہم عصر تھے۔ یقیناً اس زمانے میں سرزمین کشپ (کشیر) کے راجاؤں کی عدم توجہی کے باعث کوئی اعلیٰ درجے کے شاعر موجود نہ تھے (جو ان کے کارناموں کو ثبت کر کے) ان کی شہرت کو قائم کر سکتے۔ ہم شاعروں کے اُس قدرتی طور پر اعلیٰ درجہ کے فن کی تعظیم کرتے ہیں جس کی مہربانی کے بغیر بڑے ان چشموں کو ویسا ہی متبرک خیال کیا جاتا ہے اور تبدیل شدہ طریق میں ان کی پوجا بھی ہوتی ہے۔

ناگوں کی نسبت جو عام خیال آجکل ہے یہ ہے کہ انکی شکل سانپوں کی ہوتی ہے اور وہ جھیلوں اور چشموں کے پانی کے نیچے رہتے ہیں۔ اور انکی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ یہ خیال کوئی نیا نہیں بلکہ پورا ہے اس کی تصدیق کے لئے دیکھو ترنگ ۴ کا شلوک ۱۶۰۱ اور ترنگ ۷ کا شلوک ۱۷۱۔ ان کی بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ انسانی شکل اختیار کر سکتے ہیں ترنگ اول کے شلوک ۲۰۳ میں ششروس ناگ اور اس کی بیٹیوں کی کتھا کو دیکھو) اور بادل بنکر زالمہ باری بھی کر سکتے ہیں دیکھو نوٹ ۷۷ و ۷۸ کتاب ہذا اور ترنگ ۳ کا شلوک ۲۱۷ تا ۲۲۷ مگر عام طور پر کشیر میں ناگ کے معنی چشمے کے لئے جاتے ہیں۔

یہ دونوں چشمے یعنی شانکھ ناگ اور پدم ناگ جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے کشیر کے چشموں کی فہرست میں کوئی مشہور چشمے نہیں ہیں۔ نیل مت پوران میں صفحہ ۹۰۲ پر جو چشموں کی فہرست ہے اس میں شانکھ چشمے کا نمبر چودھواں ہے۔ مہاتوں یا کسی قسم کی اور کتابوں میں اسکا نام نہیں مل سکا البتہ نیل مت پوران کے صفحہ ۹۰۲ پر دوپدم ناگ چشموں کا ذکر ہے اور یہ دونوں چشمے علاوہ دو مہاپدم

بڑے طاقتور راجے عوام کی یاد سے فراموش ہو جاتے ہیں۔ خواہ سمندروں سے گھیری ہوئی زمین ان کے بازوؤں کے سایہ میں اس طرح پناہ گزین ہو چکی ہو جیسے جنگلی درختوں کے سایہ میں۔ اے سچی نظم لکھنے والے برادر شاعر! تیرے بغیر یہ دنیا اپنے خواب میں بھی زمین کے اُن زیورات کے وجود سے باخبر نہیں جن کے پاؤں کسی زمانہ میں ہاتھیوں کی کپٹیوں پر پڑتے تھے۔ جو بہت بڑی دولت کے نالک تھے اور جن کے محلات میں اپنے زمانہ کی چاند عورتیں تھیں غرض تیرے بغیر یہ عالم اندھلے تیرے لئے صدمہ مدح سرائی کے گیت گانے کی کیوں ضرورت ہے؟ (اس سوال کا جواب مذکورہ بالا فقرات سے مل سکتا ہے۔)

علم تواریخ { راجہ گوتم اول اور اُس کے جانشینوں نے عہد کلجنگ میں ۲۲۶۸ سال کشمیر پر حکومت کی۔ ان راجاؤں کے عہد حکومت

نالوں کے ہیں اور اس فہرست میں ان کا نمبر چھبیسواں ہے۔ شاگھ چشے کی بابت ٹاٹن صاحب کوئی جگہ قائم نہیں کر سکے۔ پنڈت صاحب رام کے تیرتھ سنگرہ میں جس کا حوالہ پروفیسر بولہر نے دیا ہے سا نکھ پال نام ایک چشے کا ذکر ہے مگر یہ اس سے بالکل نرا لفظ ہے۔ پروفیسر بولہر کا بیان ہے کہ پدم ناگ درحقیقت وہی مہاپدم ناگ ہے جو کہ جھیل وار کا محافظ دیوتا مانا گیا ہے اور یہ جھیل اسی کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ سٹالین صاحب نے بھی باوجود اختلاف رائے کے اسکو تسلیم کیا ہے اور اس بارے میں مندرجہ ذیل شہادتیں پیش کی ہیں۔ "مٹریور نے اپنی کتاب کے پہلی ترنگ کے شلوک ۲۳۵ میں لکھا ہے کہ کرمراج میں ایک دفعہ سیلاب آیا تھا اور اس کا پانی چشمہ پدم ناگ کے پانی سے مل گیا تھا اس چشمہ سے مراد صرف جھیل ولر سے ہی ہو سکتی ہے۔" اسی کتاب کی چوتھی جلد کے شلوک ۸۵ میں پدم ناگ چشے کا ذکر ایک لڑائی کے متعلق آیا ہے جو کہ بھوتنگ (موجودہ نام بوتنگ) کے قصبے کے قریب واقع ہوئی تھی یہ قصبہ جھیل وار کے مغربی کنارے پر پرگنہ زمین گر (جہانگیر) میں واقع ہے۔" اخیر میں وقت ظاہر ماتم کے ادھیائے عہد کے شلوک ۳۵

کے اس حساب کو بعض مصنفوں نے غلط سمجھا ہے اس بنیاد پر کہ اُن کے خیال میں مہابھارت کی لڑائی دو اہریک کے اخیر میں واقع ہوئی تھی۔

اگر اُن راجاؤں کے سالہائے زمانہ حکومت کو جو معلوم ہیں جمع کیا جائے۔ اور گوند اول اور اس کے جانشینوں کے زمانہ حکومت کے سال (۲۲۶۸ سال) ۱۱ میں شامل نہ بھی کئے جائیں تو کلجنگ کے گذشتہ زمانہ کا کوئی سال باقی نہیں رہتا جیسا کہ ذیل کے حساب سے ظاہر ہے۔

کلجنگ کے ۶۵۳ سال گذرنے پر کورو اور پانڈو دنیا پر موجود تھے۔ اس وقت تک (زمانہ کلہن تک) شا کا سمت کے ۱۰۷ سال اور لوک سمیت کے ۲۴ سال (۲۲۲۴) گذرے ہیں۔ بہر حال گوند سوئم کی تخت نشینی سے اس وقت تک ۲۳۳۰

میں رتن کنڈ چشے کا ذکر ہے جو کہ موضع اریشا کے قریب پدم ناگ سے مل گیا تھا اور یہ گاؤں موضع آس کے نام سے جھیل ولر کے شمال مغربی کنارے پر پرگنہ کھوٹی ہوم میں واقع ہے۔

نیل مت پوران کے پہلے ادھیائے صفحہ ۷۷ تا ۷۸ میں لکھا ہے کہ کشپ رشی کی دو رانیاں تھیں ایک کا نام کدرو اور دوسری کا وشنا تھا۔ کدرو کی اولاد ناگ کے نام سے مشہور تھی اور دشنا کے لڑکے کا نام گرڑ تھا۔ گرڑ ناگوں کو بہت ستاتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بھاگ کر سستی سرس میں چلے گئے اور دشنو نے اپنے پاس انکو پناہ دی۔ پہاڑوں کا وہ سلسلہ جو شمال مشرقی گھاٹی کو گھیرے ہوئے ہے کشمیر کی انسانی صورت میں اپنے بازو پناہ گزین سانہوں کے سروں پر پھیلے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔

۱۵ پاپ سودن نامی متبرک چشے پر شوکی پوجا کیٹیشور کے نام سے ہوتی ہے۔ جہاں یہ ایک چوٹی ٹکڑے کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ تیرتھ موضع کوہتر دیہ نام سنکرت کے لفظ کوہتر سے نکلا ہوا ہے دیکھو نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہندا کے قریب پرگنہ گوہڑا میں واقع ہے۔ یہ چشہ دائرے کی شکل کا ایک تالاب ہے۔ جس میں مختلف چشموں کا پانی گرتا ہے۔ اس کے گرد بڑی

سال گزرے ہیں اور کم شدہ باون راجوں کے عہد حکومت کا زمانہ ۱۲۶۶ سال مانا گیا ہے اس بارہ میں بھرت سنگھتا کے مصنف کا فیصلہ یہ ہے۔ سپت رشی ستاروں کو ایک پچھترے دوسرے پچھتر تک کا فاصلہ طے کرنے میں سو سال کا عرصہ لگتا ہے جب راجہ یڈیشٹر حکمران تھا تو اُس وقت سپت رشی ستارے لکھا پچھتر میں تھے اس کے عہد حکومت کی تاریخ شا کا سمت سے ۲۵۲۶ سال پیشتر ہے۔

راجہ گوند اول

اس صاحب اقبال راجہ کی ہندوستان کے شمالی حصہ (کشمیر) کے لوگ جس پر کوہ کیلاش کی سفید برف اپنا روشن عکس ڈالتی ہے اور جس ملک کو گنگا کا پانی سیراب پختہ سنگین دیوار ہے اور اس کی بابت لکھا ہے اور آجکل بھی لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ مالوہ کے راجہ بھوج نے تعمیر کرایا تھا۔ دیکھو نوٹ ۵۰ کتاب ہذا۔ نیل مت پوران کے صفحات ۱۱۵ تا ۱۱۸ میں اس تیرتھ کا مفصل حال پایا جاتا ہے۔ نیز دیکھو ہرچرت چنتامنی ادھیائے ۴ جس میں سے کپیشور مہاتم کی کتھالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ شری کنٹھک کی کتاب کے باب ۳ اور شلوک ۱۴ میں بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ فرانسیسی سیاح البرونی اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۸۶ پر کپیشور تیرتھ کی بابت اس طرح لکھتا ہے۔ "کویشر کے تالاب میں جو وٹھا کے منبع کے بائیں جانب واقع ہے کشمیر لوں کا بیان ہے کہ ہر سال ایک دفعہ ماہ بیساکھ کے وسط میں مہادیو کا بھیجا ہوا لکڑی کا ٹکڑا نظر آتا ہے۔" مگر پروفیسر سی بولڈ صاحب لکھتے ہیں کہ لفظ کویشر مالک کی غلطی ہے۔ اصل میں یہ لفظ کپیشور ہی ہے اور اس معجزہ کے اظہار اور میلہ کی تاریخ بھی ایک ہے۔ دیکھو ہرچرت چنتامنی ادھیائے ۴ صفحہ ۱۲۲ علاوہ ان میں اس تیرتھ کا جائے وقوع بھی جو لکھا گیا ہے درست ہے۔ ابو الفضل آئین اکبری کی فصل ۲ صفحہ ۳۵۸ پر لکھتا ہے۔ موضع کوٹی ہار میں ایک بڑا گرا چشمہ ہے جس کے گرد سنگین مندر بنے ہوئے ہیں اور جب چشمے کا پانی کم ہو جاتا

کرتا ہے (دیوتا کی طرح) پرستش کرتے ہیں۔ (یہ زبردست راجہ یہ شہر دل سے ہستنا پور کا ہم عصر اور کرشن کے دشمن جراسندہ کا دوست تھا) زمین نے شیش ناگ کی زہر سے ڈر کر سانپ کے جسم سے علیحدگی اختیار کر لی اور راجہ کے بازو بند میں جس میں گڑ کا مقدس جواہر (زمرّد) لگا ہوا تھا پناہ لی۔ اس کے رشتہ دار جراسندہ نے اُسے مدد کے لئے طلب کیا تو اُس نے بہت بڑی فوج لیکر شہر متھرا میں کنس کے دشمن (کرشن) کا محاصرہ کر لیا اور جب اس نے کالندی (جمنّا) کے کنارے پر اپنا خیمہ نصب کیا تو غنیم کے جنگ جوؤں کی شہرت اور یاد و نسل کی عورتوں کی مسکراہٹ مقہود ہو گئی۔ مگر بلبھدر نے اپنی منتشر فوج کو بچانے کے لئے اس جنگجو بہادر کا مقابلہ کیا۔ جب یہ دونوں یکساں طاقت کے دلاور لڑ رہے تھے نتیجہ مشتبہہ معلوم ہوتا تھا حتمی کہ فتح کی دیوی کا ہار زیادہ دیر تک اُس کے ہاتھ میں رہنے کے باعث کھل گیا۔ آخر کار

ہے تو مہادیو کی صندل کی لکڑی کی بنی ہوئی مورتی نمودار ہوتی ہے۔" شائیں صاحب لکھتے ہیں کہ ستمبر ۱۹۱۱ء میں جب وہ اس جگہ گئے تو جیسا کہ کلہن نے ترنگ، کے شلوک ۱۹۰ تا ۱۹۳ میں بیان کیا ہے انہوں نے بھی سنا تھا کہ راجہ مکند کو اس چشمہ کے پانی سے بزرگ معجزہ شفا ہوئی تھی اور ان کا خیال ہے کہ اس چشمہ کے پانی میں بھی بیماری کو دور کرنے کی طاقت بھی ہوتی ہوگی۔

۱۱۔ یہ تیرتھ بزرگ پرگنہ میں دیول گام کے جنوب کی طرف واقع ہے اور اس چھوٹے سے گاؤں اور اس چشمے کا نام سندبرا رہے۔ کشمیر کے لوگ اس کو تری سندھیا کہتے ہیں۔ یہ چشمہ جیٹھ اور اسارٹھ کے مہینوں میں زمین کے اندر ہی اندر تین دفعہ دن میں اور تین دفعہ رات میں بہتا ہے۔ زمانہ قدیم سے اس کی یا تر کرنا اور اس کے کنارے پر تین دفعہ دن کو اور تین دفعہ رات کو گائتری منتر کا پاٹھ کرنا بڑا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اس تیرتھ کی معجزہ نما طاقتوں کا مفصل حال نیل مت پور ان صفحہ ۱۲۸۸ اور تر سندھیا مہاتم میں درج ہے۔ نیز دیکھویر جابھٹ اور شک کی تاریخ کا شلوک ۸۳۳۔

ڈاکٹر برنیر نے جو مئی ۱۹۵۵ء میں اپنے مربی دانشمند خاں کی خواہش کے مطابق اس چشمہ کا حال

میدان جنگ میں ایک دوسرے کے ہتھیاروں سے مجروح ہو کر کشمیر کا راجہ زمین سے بغل گیر ہوا اور یاد و نسل کا فتح کی دیوی سے۔

راجہ دامودر اول

جب وہ نیک دل جنگجو اُس راستے پر روانہ ہو گیا جسے بڑے بڑے بہادر ہی آسانی سے پاسکتے ہیں تو اس کا بیٹا مشہور و معروف دامودر حکمران ہوا۔ ہر چند کہ اس عالی رتبہ شاہزادے کو ایک ایسی سلطنت ورثہ میں ملی تھی جس میں عیش و خوشی کے سارے سامان مہیا تھے تاہم اُسے امن حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی موت پر کڑھتا رہتا تھا۔ آخر کار اُس راجہ نے جس کے بازو درخت کی مانند مضبوط اور ہمیشہ بھڑکتے رہتے تھے سنا کہ ورثہ (جادوؤں) کو گاندھار کے راجہ

معلوم کرنے کے لئے یہاں آیا تھا مکمل تحقیقات کے بعد اس نے یہ خبر اور اس کے گرد و نواح کا حال لکھا ہے۔

دیکھو راجہ کا حوالہ صفحہ ۱۴۱۔ نیز گنی صاحب کا سفر نامہ باب اول صفحہ ۳۳۹۔ علاوہ ان کے علاوہ ان کے حوالے سے ترنہ دھیا کی بابت تفصیل حال درج بھی اپنی کتاب کے باب اول صفحہ ۳۶۲ میں کتاب دبستان کے حوالہ سے ترنہ دھیا کی بابت تفصیل حال درج

کرتے ہیں اور یہ حال آئین اکبری فصل ۲ کے صفحہ ۳۵۵ میں بھی پایا جاتا ہے۔

مکمل نے جس یقین کا حوالہ اس جگہ دیا ہے اور آج تک بھی لوگوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے اور جس کی تصدیق ہر جہت چھاننی کی فصل ۴ کے صفحہ ۵۰ سے ہوتی ہے یہ ہے۔

کہ اگر کوئی غیر معتقد آدمی اس جگہ آجلے تو یہ چشمہ ظاہر ہی نہیں ہوتا اس طرح سٹائن صاحب بھی تجویز کرتے ہیں کہ جب کرنل میاں سنگھ سکھ گورنر اس جگہ کی یا ترا کے لئے آیا تو یہ چشمہ ظاہر بھی نہ ہوا جب تک کہ اس نے بڑی دیر تک پرار تھا نہ کی۔

۱۲۔ سوچو جس کو دیہاتی زبان میں سوام بھی کہتے ہیں اس جگہ نام ہے جو منہج نکہم کے شمال مغرب میں نصف میل کے فاصلہ پر پرگنہ مچھ پور میں واقع ہے اور یہاں مٹی اور ریت کے پشتوں سے

نے دریائے سندھ کے کنارے سوئمبر کی تقریب پر مدعو کیلئے اور وہ اُس جگہ پہنچ گئے ہیں۔ یہ سنکر اس نے ان پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور ان کے قریب پہنچکلاس زور کا حملہ کیا کہ اس کی فوج کے گھوڑوں کی اڑتی ہوئی گرد سے آسمان چھپ گیا۔ اس لڑائی میں وہ راج کمار کی جو شادی کی خواہشمند تھی اور اپنے لئے شوہر منتخب کرنے والی تھی اُس شخص پر منحصر ہو گئی جو اُسے پسند کرے۔ اور اس کی بجائے اپسراؤں نے ملک گاندھار سے اپنے لئے شوہر منتخب کر لیا گاندھار کے بہت سے باشندے میدان جنگ میں بہادر نہ موت مرنے سے بہشت میں اپسراؤں کے گلے جا ملے۔

تب قرص زمین کے اس بہادر راجہ نے میدان جنگ میں اس دیوتا پر حملہ کیا جس کا ہتھیار قرص جنگ ہے (اس جگہ مراد کرشن اور ان کے چکر سے ہے) لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر الذکر کے قرص جنگ (چکر) کے کنارے (دھار) کی راہ سے اُس کے

آگ کے شعلے بکثرت نکلتے رہتے ہیں جیسا کہ عام طور پر آتشخیز پہاڑوں سے نکلا کرتے ہیں۔ خاص خاص سالوں میں اس جگہ زمین کے شکافوں سے شعلے نکلتے ہیں جو یا تریوں کے چڑھا دوں کو جوش دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ ستمبر ۱۸۹۲ء میں جب میں نے اس جگہ کا ملاحظہ کیا تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ عرصہ پندرہ سال سے ان شعلوں کا نکلنا بالکل بند ہے۔ لیکن اس خلا کی زمین اس وقت بھی سرخ چمکیلی اور جلی ہوئی مٹی کی طرح نظر آتی تھی اور اس میں چھوٹے چھوٹے شکاف تھے۔ پنڈت گوہند کول نے ۱۸۶۹ء میں اس جگہ کی یا تراکی اس وقت متواتر دس مہینے تک یہ شعلے برآمد ہوتے رہے تھے۔ وگنی صاحب کے سفر نامے کے باب ۲ صفحہ ۲۸۰ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صدی کے شروع تک بھی یہ شعلے برآبر نظر آتے رہے۔ تازہ شہادت کے لئے دیکھو آئین اکبری باب صفحہ ۳۶۵۔ نیر لارنس صاحب کی کتاب "دیلی ان کشمیر" صفحہ ۴۲۔

سویمبھو مہاتم میں اس کا مفصل حال درج ہے کہ کس طرح شوجی (سویمبھو) نے دیوتاؤں کی درخواست کے مطابق جن کو راکھشوں نے بہت تنگ کر رکھا تھا۔ کال آگنی دودر کا اوتار لیا تھا نیز نیل میں چلنے کے

دشمنوں (دامودر) کی قرص نفاوج آسمان میں پہنچ گئی (قتل ہو گئی)۔

رانی یشووتی

اسپر کرشن جی نے جو خاندان یا دو کی نسل سے تھے برہمنوں کے ذریعے اس راجہ کی حاملہ بیوہ یشووتی کو سخت نشین کروا دیا۔ مگر جب انکے مشیر ایک عورت کی تاجپوشی پر بڑبڑا رہے تھے مدھو کے قاتل (کرشن جی) نے نیل مت پوران کا یہ شلوک پڑھ کر انہیں تسکین دی۔ سرزمین کشمیر پارتی ہے اس لئے یاد رکھو کہ یہاں کا حکمران شوجی کا ایک حصہ ہوتا ہے خواہ وہ بدچلن بھی کیوں نہ ہو دانا آدمی جو اپنی خوشحالی کا خواہشمند ہو اس سے نفرت نہ کریگا۔

ان لوگوں کی آنکھیں جو پہلے عورتوں کو محض ایک سامان عیش تصور کر کے

کلمن نے راجہ اوکل کے اس جگہ کی یا تر کرنے کا حال ترنگ ۸ کے شلوک ۲۵۰ میں لکھا ہے۔

۱۳ اس عرصہ دراز سے بھولے ہوئے تیرتھ کا پتہ سٹائن صاحب نے لگا یا تھا یہ جگہ بودہ برا

رجمیدادی (سو پان کے مغرب کی طرف پہاڑیوں میں واقع ہے۔ اس کے مفصل حالات کے لئے دیکھو نوٹ ۱ ضمیمہ کتاب ہذا۔

۱۴ نیل مت پورن ہندی کھتر مہاتم اور ہر مکت مہاتم میں ہندی کھتر کا نام اس جگہ کو دیا گیا

ہے جو کہ ہر کھ کی مشرقی بر فانی چوٹیوں کے دامن میں بلند وادی پر واقع ہے اس جگہ کا لودک کی پوتر جھیل

بھی جس کا نام نام نندکول ہے واقع ہے یہ جھیل سطح سمندر سے ۱۳۰۰ فٹ بلند ہے اور یہ جگہ لنگا کر ٹ

(اتر مانسا) کے جگہ اس سے اوپر کی طرف تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے باتریوں کے واسطے ٹھرنے کا ایک

خاص مقام ہے۔ نیل مت کے صفحہ ۱۰۶۱ و ۱۱۳۱ کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ سلاہہ کے بیٹے نندن

نے کالودک جھیل میں شوجی کی بڑی تپسیا کی تھی جس پر انہوں نے خوش ہو کر ہمیشہ اپنے بھگت کے

پاس رہنا منظور کر لیا تھا۔ اس جھیل کے درمیانی حصے کا پانی گہرے نیلے رنگ کا ہے اور کال رنجی

ان کی کچھ عزت نہ کرتے تھے کہ رشن جی کے الفاظ سن کر شیوتی کو اپنی رعایا کی ماں اور دیوی کی حیثیت میں دیکھنے لگ گئیں۔ میعاد مقررہ گزرنے پر اس رانی کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس میں فوق الفطرت علامات موجود تھیں اور یہ گویا اُس خاندانی شجر کی ایک نئی شاخ تھی جو آگ میں بھسم ہو چکا تھا۔

راجہ گوندشانی

برہمنوں نے جات کہمن اور دوسری رسوم کے ساتھ اس شہزادے کی تاجپوشی اور اس کے متعلقہ مراسم ادا کئے۔ مناسب وقت گزرنے پر اس شیرخوار راجہ کو شاہی اعزاز اور اُس کے دادا کا نام گونند دیا گیا۔ اس بچے کی پرورش کے لئے دو دائیاں مقرر ہوئیں جن میں سے ایک (ماں) نے اُسے اپنا دودھ دیا اور دوسری

کی جائے رانش مانا جاتا ہے۔ اس کے بیرونی حصے کا پانی ہلکے سبز رنگ کا ہے جو تندن کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس جگہ شوقی پوجا تندی کے نام سے ہوتی ہے دیکھو ترنگ اول شلوک ۱۱۳ تا ۱۲۳۔ ۱۵۰ و ۱۳۰۔ ترنگ ۲ شلوک ۱۰۰۔ کلہن تندی کھتر میں بھو تیشتر کے مندر کی تعمیر کا ذکر کرتا ہوا بھو تیشتر یعنی بت شیر کے گرد نواحی علاقے کو جو وادے کنک و اہنی میں تندی کول کے نیچے کی طرف واقع ہے تندی کھتر میں شامل کرتا ہے۔ دیکھو نوٹ ۷۷ کتاب ہذا۔ نیز ترنگ اول شلوک ۱۲۸۔ ترنگ ۷ شلوک ۹۵۴۔ ترنگ ۸ شلوک ۷۷ و ۲۳۶۔ اس کے علاوہ تندی کھتر کا ذکر ترنگ ۲ شلوک ۱۰۰۔ ترنگ ۷ شلوک ۶۲۶۔ ترنگ ۸ شلوک ۲۲۳۹ اور ترنگ اول کے شلوک ۱۱۳ میں بھی پایا جاتا ہے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ چند کے وہ چھپٹے جو دیوتاؤں نے پوجا کے وقت شوجی پر دیئے تھے۔ اور جن کا ذکر کلہن اپنی کتاب میں کرتا ہے ان کا ذکر نہ تو مجھے کسی کتاب میں ملا ہے نہ زبانی روبرویتوں میں بھو تیشتر کی بابت جو روایت کہ افضل نے بیان کی ہے اس کے لئے دیکھو آئین اکبری جلد ۲ صفحہ ۳۶۴۔

(زمین) نے اُسے اپنی ساری دولت۔ اُس کے باپ کے وزیر جو اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ اُس کا خوش ہونا بے نتیجہ ثابت نہ ہو اس وقت بھی نوکروں کو انعام دیتے تھے جب وہ بلا وجہ مسکرا دیتا تھا۔ جب اُس کے افسر بچہ کی مرضی نہ سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل میں قاصر رہتے تھے تو وہ خیال کرتے تھے گویا ہم سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہے۔ جب یہ شیر خوار راجہ اپنے باپ کے تخت پر بیٹھتا تھا تو اس کی ٹانگیں ہوا میں ٹٹکتی رہتی تھیں اور وہ پائڈان کی اس خواہش کو پوری نہ کر سکتا تھا کہ وہ اس کے پاؤں کو اپنے اوپر اٹھا سکے۔ اُس کے وزیر اُسے تخت پر بیٹھا لیتے تھے اور چنوروں کے ہلنے سے اُس کے سر کے بال متحرک ہوتے تھے۔ اور اس حالت میں اس کے وزیر رعایا کے مذہبی اور قانونی جھگڑوں کا تصفیہ کیا کرتے تھے۔ اس طرح پر کشمیر کا راجہ چونکہ شیر خوار تھا جب کورؤں اور پائڈوں میں جنگ

۱۸۹۲ء میں مقام ساروی میں جو اوئے کشن گنگا کی اوپر کی طرف ہے لگایا تھا اس مندر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو نوٹ نمبر ۱ ضمیمہ کتاب ہذا۔

سارو کا مندر کشن گنگا اور ایک چھوٹی سی ندی کے (جو سلسلہ کوہ سے جنوب مشرق کی طرف بہتی ہے اور جس کا نام آجکل مدھومتی ہے) سنگم پر ایک چھوٹی پہاڑی پر واقع ہے ساروی کے عین مقابل ایک بڑی ندی جو بر فانی پہاڑیوں سے نکل کر کیلاش کی طرف بہتی ہے شمال کی طرف سے کشن گنگا میں آ ملتی ہے۔ نقشے پر اس کا نام کنک تو ری درج ہے لیکن عام روایتوں اور سارو ماہتم میں اس کا نام سرسوتی پایا جاتا ہے۔ یہاں پر جو مرادی گئی ہے وہ ان تینوں ندیوں کے سنگم سے ہے۔ کشن گنگا کو جسے ماہتم میں گنگا یا سندھو لکھا ہے سارو ماہتم میں پاربتی گنگا کے نام سے تحریر کیا گیا ہے۔ کلہن نے جہاں راجہ جے سنگھ کے قلعہ سرا سیلا کے محاصرہ کا ذکر کیا ہے وہاں سارو کے مندر کا بھی بیان ہے اور جس کا پتہ سٹائن صاحب نے

کلمن کی راج ترنگنی کا انگریزی ترجمہ شائع کر کے اس میں ایک نئی روح پھونک دی ہے اس طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ شاید اس کو یہ یقین ہو چکا ہو گا کہ ان راجاؤں کے حالات کا ملنا اب ناممکن ہو چکا ہے۔“

ایسی حالت میں ہم منشی محمد الدین صاحب فوق کے مشکور ہیں جنہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے آخر کار اس بات کا پتہ لگایا کہ ان گم شدہ راجاؤں کے حالات جو کلمن کو دستیاب نہ ہو سکے تھے پنڈت رتناگر کی تصنیف کی ہوئی کتاب رتناگر میں موجود ہیں اور تاریخ حسن کے مولف نے بھی ان کو اپنی تاریخ میں درج کیا ہے چنانچہ باون گم شدہ راجاؤں میں سے جو ۳۵ راجاؤں کے حالات کلمن کو دستیاب نہ ہو سکے تھے منشی صاحب موصوف نے اپنی تاریخ کشمیر میں درج کئے ہیں۔“

چونکہ کلمن کی راج ترنگنی کا یہ لفظ بہ لفظ ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسکو

بے شمار یا تری اس خشتے پر جمع ہوتے ہیں جس کا نام ساروا کنڈ ہے اور جو ستا گاؤں کے قریب جھیل ڈل کے شمال کی طرف چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ مجھے مقام ہرل کا جسے ایک ٹیکا کار نے ساروا کے مندر کا جائے وقوع لکھا ہے کچھ پتہ نہیں ملا۔ پروفیسر بولر کے اس بیان کے مطابق سروے کے نقشے پر پرگنہ کھوٹی ہوم میں ہومل کا نام پایا جاتا ہے جو کہ جھیل ولر کے اس موقع سے جہاں دریائے مہوتی اس میں گرتا ہے شمال کی طرف واقع ہے۔“ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے کسی نقشے پر ہومل کا نام دکھائی نہیں دیا اور جس مہوتی ندی کا کلمن نے ترنگ، شلوک ۷۹ میں ذکر کیا ہے وہ اس کی ہم نام ایک اور ندی ہے۔

کتاب دیش و وست میں لکھا ہے کہ ساروا کا پورا نام مندر کشمیر کی شمالی حد ہے۔ دیکھو سٹائن صاحب کی قلمی سنسکرت کتابوں کی فہرست صفحہ ۷۳۔

۱۶ کلمن کی مراد اس جگہ وشنو چکر دھر اور شو ویش کے ان دو مشہور دیوتاؤں کی صورتوں کے

مکمل صورت میں لانے کے لئے ہم نے ان باقی ماندہ راجاؤں کے حالات کا بھی اس میں اضافہ کرنا ضروری سمجھا اور اس بات کی کوشش کی کہ اصل کتاب ترنگ سے ان واقعات کی نقل حاصل کی جائے مگر افسوس کہ کامیابی نہ ہوئی البتہ ایک مہربان نے تاریخ حسن کی نقل کا وعدہ کیا مگر شائقین کی بے تابی کی وجہ سے ہم اس کا بھی انتظار نہیں کر سکے مجبوراً منشی محمد الدین صاحب کی تاریخ سے ہی ان گم شدہ راجاؤں کے حالات اخذ کر کے اس کتاب میں حسب موقعہ اضافہ کر دیئے گئے ہیں۔ چونکہ منشی صاحب نے اپنی تاریخ میں اختصار سے کام لیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ حالات بھی مختصر ہوں مگر یہ بھی غنیمت ہے اگر زندگی باقی ہے تو دوسرے ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کر دیا جائیگا۔

جن راجاؤں کے حالات منشی محمد الدین صاحب کی تاریخ سے اخذ کر کے کتاب ہذا

ہے جو ایک دوسرے کے پاس واقعہ ہیں۔

وشنو چکر دھر کا پورا نامندر ایک بریتے (راور) میں جو دریائے وٹشٹا کے بائیں کنارے پر قبضہ و جبرور سے ایک میل نیچے کی طرف ہے واقعہ ہے اس بریتے کو آجکل سکدر اور دیر کہتے ہیں دیکھو پروفیسر بولہ کی رپورٹ صفحہ ۱۸۔ کلہن نے اکثر اس مندر اور چکر دھر کی پہاڑی کا ذکر کیا ہے جو کہ مصیبت کے وقتوں میں قلعے کا کام دیتے رہے ہیں دیکھو ترنگ اول شلوک ۲۴۱ و ترنگ ۲ شلوک ۱۹۱۔ ترنگ ۸ شلوک ۹۷۱۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۱۷۰ میں چکر دھر کو وشنو کا سب سے پہلا اوتار لکھا ہے۔

..... اور نیز اس کے شلوک ۱۸۹ میں اس کہانی اور مندر کا بھی مختصر ذکر کیا ہے

نیز دیکھو ہرچرت چنٹا منی کا ادھیائے ۸ شلوک ۹۱۔ اس مندر کے ٹھیک ٹھیک جائے وقوع کے حالات کے لئے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۹۷۱۔ مگر آجکل اس مقام کی یا تو انہیں موتی۔

شو و جیش یا ویشور کا مندر پورائے وقتوں سے اس وادی میں بہت مشہور مندر ہے۔

میں اضافہ کئے گئے ہیں انکے نام حسب ذیل ہیں۔
 ہرن دیو۔ رام دیو۔ بیاس دیو۔ ورن دیو۔ سہم دیو۔ گوپال دیو۔ وزیر اند۔ سکھ دیو۔
 رمانند۔ سندیمان۔ مرہن دیو۔ چندر دیو۔ آند دیو۔ ورتا دیو۔ ہرنام دیو۔ سلکن دیو
 سناوت۔ منگلادت۔ کھیمہ اندر۔ بھیمہ سین۔ نندو سین۔ سندرسین۔ گلکندر۔
 بلدیو۔ نل سین۔ گھوگرن۔ پرہلاد۔ وزیر بمبور پر تاب شیل۔ سنگرام چندر۔
 الارک چند۔ ہرم چند۔ بھگیکھن۔ بھگونت۔ نراند۔

”گلزار کشمیر“ مصنف دیوان کرپارام و تارخ کشمیر مصنفہ منشی محمد الدین صاحب کے مطالع
 سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے (گوند اول سے بھی پیشتر) پورن کرن دئے
 جھول کی اولاد سے تین راجے کشمیر میں ۵۵ سال تک حکومت کرتے رہے مگر انکے
 مفصل حالات کسی کتاب میں بھی درج نہیں۔
 ”ٹھاکراچھر چند شاہپوریہ“

اور یہی نام اس گاؤں کا بھی تھا جس میں کہ یہ واقعہ تھا مگر آجکل اس گاؤں کو وج بروہہ کہتے ہیں
 برور لفظ کشمیری ہے جس کے معنی ویوتا کے ہیں اور جو سنکرت کے لفظ بھتکارک سے نکلا ہوا
 ہے۔ دیکھو نوٹ نمبر ۱۳۲ کتاب ہذا۔ نیز کشمیری لفظ برابر جو کہ سنکرت کے لفظ دیوی کے برابر ہے
 دیکھو نوٹ نمبر ۱۱ کتاب ہذا۔ کلن کا بیان ہے کہ راجہ اشوک کے زمانہ میں یہ مندر دوبارہ تعمیر
 کرایا گیا تھا۔ دیکھو نوٹ نمبر ۴۶ کتاب ہذا۔ جس میں اس مندر کے کھنڈرات کا تھوڑا سا بیان بھی
 دیا ہوا ہے۔ ہر چرت چنتا منی اور وجیشور مہاتم میں اس کی بابت مختلف کہانیاں درج ہیں۔
 موجودہ نام وج برور کے بیان کے لئے دیکھو وگنی صاحب کے سفر نامے کا باب ۲ صفحہ ۲۳۔ اور
 انس صاحب کی بیٹڈ بک صفحہ ۵، (انگریزی کتابوں اور نقشوں میں اس جگہ کا نام جو وج بہار
 اور وج بیار لکھا ہے اس کا باعث پنجابی زبان کے تلفظ اور املا کی غلطی ہے)۔

۱۷ یہ حمام موسم سرما میں کشمیر کے امیر و غریب کے لئے ایک لازمی چیز ہیں۔ موسم سرما
 میں انکو یہ صدف غسل خانوں کا کام ہی نہیں دیتے بلکہ سخت جاڑوں کے موسم میں بھی یہ لوگ

راجہ ہرن دیو

ارجن دیو کا پوتا اور پرنچھت بن ابھمن کا دوسرا بیٹا ہرن دیو بڑے بھائی خنہیجے کے راجہ قرار پانے سے آشفۃ خاطر ہو کر مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور کچھ فوج فراہم کر کے بھائی سے لڑنے لگا لیکن تاب مقابلہ نہ لاکر موہاپنے ہمراہیوں کے کوہستان چمبہ کی محفوظ گھاٹیوں میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا۔ اس علاقہ کے جنگلوں میں ایک موقع پر کوئی تارک الدنیا اور گوشہ نشین فقیر کسی غار میں ہر وقت پر ماتا کی پرستش میں بے آب و دانہ مصروف رہتا۔ ہرن دیو جو گردشِ ایام سے پریشان دل اور خستہ حال ہو رہا تھا زمانہ کے ہاتھوں سے مایوس ہو کر اس فقیر و شہنشاہ کے قدموں پر آگرا اور عرصہ دراز تک حسن عقیدت اور خلوص دل سے اس کی خدمت کرتا رہا۔ آخر ایک دن

ان حماموں میں بڑے آرام سے وقت گزارتے ہیں۔ غریب مسلمان موسمِ سرما میں ان حماموں میں جا رہتے ہیں جو کہ بڑی بڑی مسجدوں سے متعلق ہیں۔ سری نگر شہر میں خاص طور پر حمام زیادہ تر دریا کے کنارے پر واقع ہیں جہاں سے پانی آرام سے مل سکتا ہے۔ یہی دستور ملک میں کلہن کے زمانہ میں بھی تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان حماموں کا ذکر دریاؤں کے بیان کے ساتھ آیا ہے۔

سرنگم اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں دریاؤں کے کناروں پر آجکل بھی پتھروں کے بڑے بڑے گھاٹ بنے ہوئے ہیں جو تمام لوگوں کے لئے اشتنان گھاٹ کا کام دیتے ہیں۔ ان گھاٹوں کو کشمیری زبان میں یارل کہتے ہیں جس کے معنی دوستوں کے ملنے کی جگہ ہیں۔ جن پر ہر روز بے شمار آدمی اشتنان وغیرہ کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ ان گھاٹیوں پر لکڑی کی جھونپڑیاں بھی بنی ہوئی ہیں جن کی بابت کلہن نے ترنگ نمبر ۷ کے شلوک ۷۰۶ میں حوالہ دیا ہے۔

۱۸ گیم کا وہ ترجمہ جو اس کتاب میں دیا گیا ہے اُس خیال سے مطابق ہے۔ جو ڈاکٹر

ہرنش نے اس عبارت پر اپنی قابلانہ بحث کے دوران میں ظاہر کیا ہے دیکھو ایدین اینڈ سٹی کوئی باب ۹۴

اس غائب نے ہرن دیو کی حسن خدمات سے خوش ہو کر اسے شروہ کامرانی اور نوید جہانبانی سنا یا اور کشمیر کی طرف روانہ کر دیا۔ ہرن دیو کشمیر میں پہنچ کر کچھ دنوں تک آوارہ گردی کی حالت میں رہ کر راجہ گوئند ثانی کی فوج میں بھرتی ہو گیا اور رفتہ رفتہ یاوری طالع سے ترقی کرتے کرتے مسنددار المہامی پر متمکن ہوا۔ رعایا برایا اور اُمرا دوزرا کو اپنے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ سے ایسا مطیع و منقاد کر لیا کہ تمام ملک اس کی خیر اندیشی کا دم بھرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس کا سکہ پورا پورا جم گیا تو فقیر کی پیشین گوئی کا خیال اُس کے دل میں کھٹکنے لگا اور راجہ گوئند ثانی کو اس کے متعلقین کے ہاتھ قتل کر اگر خود تاج و تخت پر قابض ہو گیا۔ اور کشمیر کا مالک و مختار بن کرنے کی خاندان کی حکومت کا بانی ہوا۔

اس راجہ نے تخت نشین ہو کر جو دوسرا اور بنڈل و عطا کو اپنے شعار بنایا۔ اور

اس سے پہلے ٹرائر راجہ نے بھی اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ اس سے مطابق ہے دیکھو ٹرائر صاحب کی راج ترنگنی ترنگ اول صفحہ ۳۳۸۔ اور ترنگ ۲ صفحات ۳۶۶ اور ۳۶۷ اور انس صاحب کا ”یہ“ صفحہ ۹۔ کلہن نے گوئند اول سے یہ ہشٹر اول تک یعنی اُن راجاؤں کے عہد حکومت کا مجموعہ جن کا ذکر ترنگ اول میں آتا ہے ۲۲۶۸ سال صحیح تسلیم کیا ہے۔ اس نے اس کے مافذ کا تو کہیں ذکر نہیں کیا البتہ اپنے سین کی بنا اس پر قائم کی ہے۔ پروفیسر بوہلر کے بیان کے مطابق کلہن کا ۲۲۶۸ سال کا اندازہ غلط ہے۔ لیکن اگر اس توضیح کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نہ ہم یہ ہشٹر اول کے عہد حکومت کا اندازہ کر سکتے جس کے لئے کلہن نے سالوں کی مقدار ہی مقرر نہیں کی نہ اگلے شلوک کے معنی کی پوری طور پر تشریح ہو سکے گی۔ اس ساری دلیل میں کلہن کا دعویٰ یہ ثابت کرنا ہے کہ سین کشمیر کی ابتدا کلہجگ ۶۵۳ سے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اُس رائے کی تردید کرتا ہے جو گوئند اول اور جنگ بھارت کو کلہجگی سمت کے ابتدا میں قائم کرتی ہے۔ کلہن کے بیانات جیسے کہ وہ ترنگ اول کے شلوک ۳۴ تا ۵۶ میں موجود ہیں اور اُس کے

رعیت پروری اور عدالت گستری سے خلق خدا کا دل خوش کر کے گرویدہ دام الفت کر لیا۔ رفق وفتق سلطنت میں سعی جمیلہ کر کے حکومت کو ایسا مستحکم بنا یا کہ عرصہ دراز تک اس کے جانشینوں کو عیش و آرام سے حکمرانی کرنے کا موقع مل گیا۔ آخر تیس سال تک مہام شہر یاری پر جلوہ افروز ہو کر وفات پا گیا۔

راجہ رام دیو

ہرن دیو کے بعد اُس کا بیٹا رام دیو مسند نشین تخت خلافت ہوا یہ راجہ عدل وواد اور جود و احسان میں باپ سے بھی بڑھ کر ممتاز تھا۔ چھٹا حصہ لینے کی بجائے اس نے دسواں حصہ محاصل خراج شاہی کے لئے مقرر کر کے رعایا کو آسودہ حال اور فرخندہ بال کر دیا۔ انتظام مملکت اور حکمرانی میں اُس نے نئے طریقہ سنیں پر اُس کے اثر کے متعلق پورے مباحثہ کے لئے دیکھو سٹائن صاحب کی انگریزی راج ترنگنی کا دیا چہ۔

۱۹ء ڈاکٹر سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں تک میں اس شلوک کا مطلب سمجھ سکتا ہوں اس کے اندر کلہن نے ترنگ اول کے راجاؤں کے عہد حکومت کا زمانہ ۲۲۶۸ سال شمار کر شکی وجہ بیان کی ہے۔ ڈاکٹر ہلریش نے لکھا ہے کہ کلہن نے یہ ہشتر اول کی مغزولی سے لیکر اپنے وقت تک کے عہد حکومت کے لئے ترنگ ۲ تا ۸ میں جو اعداد دیئے ہیں انہیں جمع کیا جائے تو ۱۳۲۸ سال بنتے ہیں۔

جن میں ترنگ ۳ اور ۴ کے عہد حکومت کے چند ماہ اور چند دن شمار نہیں کئے گئے اگر اس مجموعے کو ترنگ اول کے ۲۲۶۸ سالوں میں ملا لیا جائے اور اس حاصل جمع کو ۲۲۴۹ سال میں سے جو کلہن کے زمانہ کا کلجی سمت تھا منہا کیا جائے تو باقی ۴۵ سال رہ جاتے ہیں۔ کلہن نے ترنگ اول کے شلوک ۵۱ میں جس طرح پر بیان کیا ہے اتنے ہی سال ابتدائے

نئے قواعد و ضوابط اجرا کر کے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ کریوہ پٹن پر گیارہ لاکھ مکان بنا کر بابل نام ایک عالیشان اور وسیع شہر آباد کیا اور کوہستان و چھن پارہ سے مصنوعی نہر کاٹ کر اس شہر منیسو سود میں جاری کی۔ یہ پہلی مصنوعی نہر ہے جو خط کشمیر میں اس راجہ نے بنائی۔ اس لئے خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

اسی کریوہ پر اس نے مندر مارنڈی ایشور احداث کیا۔ جس کی استواری اور پائداری آج تک رام دیو کے چاہ و جلال کا نمونہ پیش کر رہی ہے۔ بڑے بڑے پتھر جن کو اس وقت ایک ہزار مزدور بھی نہ اٹھا سکیں اس صفائی اور کاریگری سے لگا کر قریب پچاس گز بلند عمارت بنائی کہ جیسے سانچے میں ڈھال کر دیواریں کھڑی کی گئی ہیں۔ دروازہ اور جوڑ اس ہنرمندی سے ملائے گئے کہ مندر کا مندر ایک ہی پتھر

کلبجگ سے لیکر جنگ مہابھارت یعنی گوئنداول کے زمانے تک گزر چکے تھے۔ اس طرح پانچ صنف کے زمانہ تک سارا کلبجگی سمت شمار میں آ جاتا ہے اور کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ پس کلہن نے مذکورہ بالا شلوک میں جو مساوات قائم کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(ب)	(الف)
<p>گوئنداول سے لیکر یہ شہر اول تک کے راجاؤں کا عہد حکومت ترنگ اول شلوک ۴۸ کے مطابق</p>	<p>کلبجگ کے سال جو ۱۰۴۰ شاکا سمت تک گزر چکے تھے۔</p>
<p>ان راجاؤں کا عہد حکومت جنگا و کر ترنگ ۴ تا ۱۰۰ سال تک</p>	<p>ان کی تشریح اس طرح پر ہے سالہائے کلبجگ جو شاکا</p>
<p>کلبجگ کے سال جو گوئنداول کے زمانہ تک گزر چکے تھے</p>	<p>سمت سے پہلے تھے مساوی ہیں = ۳۱۴۹ سالہائے شاکا سمت ۱۰۴۰</p>
<p>۴۲۴۹ میزان</p>	<p>۴۲۴۹ میزان</p>

دکھائی دیتا ہے اس کے ارد گرد ایک رفیع الشان دیوار کے باہر چاروں طرف دوسو چالیس منقش ستونوں سے مزین بارہ درسی کی شکل کا جو دالان بنایا گیا تھا وہ اس عمارت کی قدرت اور عظمت کو دوبالا کرتا تھا۔ اس بے توجہی اور شکستگی کی حالت میں بھی اس مندر کے چپہ چپہ سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ صرف دیکھنے والوں کے دلی جذبات ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ پہلا راجہ تھا جس کو ترقی ملک و قوم کا خیال ہوا اور اس میں شک نہیں کہ مذاق زمانہ کے مطابق اس نے عوام الناس کی بہبودی اور آسائش کے سامان تھے الامکان بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔

جب اندرونی ریشہ دوائیوں کا خاطر خواہ تدارک کر کے اس نے انتظام ملکی کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو سمیٹ کر مستحکم اور مضبوط بنا دیا تو تسخیر ممالک کی ہوس اُس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ لشکر جہاد فراہم کر کے ملک گیری کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

پروفیسر بولر کا اختلاف کچھ تو اس وجہ سے ہے کہ اس نے ترنگ اول کے شلوک ۴۸ و ۴۹ کے معنی اور لئے ہیں اور کچھ اس لئے کہ اس نے لفظ "تدور جتان" کے لفظ کو اختیار کیا ہے چونکہ پروفیسر نے کور نے یہ لفظ راج ترنگنی کی سابقہ ایڈیشنوں سے لیا ہے اور یہ ایک اور ٹیکا کار کے ٹیکا میں بھی پایا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ خاص طور پر توجہ کا مستحق ہے لیکن اگر اس لفظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو "تد" کو ترنگ اول کے شلوک ۴۹ میں "ہارتم" سے متعلق سمجھنا پڑیگا چونکہ فقرے کی یہ ساخت غیر مانوس معلوم ہوتی ہے اور جو ترجمہ اوپر دیا گیا ہے اس میں اصل مطلب زیادہ اچھی طرح ادا ہوتا ہے اس لئے سٹائن صاحب اس جگہ لفظ "تدور جتان" کو ہی رکھتے ہیں جیسا کہ ایک اور ٹیکا کار نے لکھا ہے۔ ایونگ کا لفظ اگلے شلوک کے بیان سے متعلق ہے جس کے ذریعے کلہن جنگ بھارت کی تاریخ کے متعلق ترنگ اول شلوک ۴۹ کی غلطی کی اصلاح کرتا ہے ترنگ ۵ کے شلوک ۵۵ میں بھی ایونگ کا ایسا ہی استعمال آتا ہے۔

لوکک یا سپت رشی سمت کے متعلق جو کشمیر کے برہمنوں میں آج تک مروج ہے دیکھیں پروفیسر

جدھر جاتا فتح و نصرت ساتھ تھی کابل کو رام کر کے پنجاب کو بھی ملتان تک روند ڈالا وہاں سے عنان غنیمت مارواڑ کی جانب معطوف کی۔ قوم کچھواہہ کو جو وہاں کی حاکم تھی، منسوب کر کے لکھنؤ کی طرف بڑھا۔ جس کو فتح کر کے اپنے چیمبرے بھائی کے دست تصرف میں دیدیا اور خود بیشمار مال غنیمت لے کر کشمیر چلا آیا۔ تین سال بعد ملک قنوج پر حملہ آور ہوا اور اسے مفتوح کر کے تقریباً دو سال تک وہیں قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد مالوہ کا رخ کیا اس علاقہ کو بھی اپنے قبضہ اقتدار میں لایا۔ یہاں اس نے بہت سے قصبہ جات آباد کئے قلعہ نرور کی مرمت کرائی۔ راجہ بیجا نگر کی لڑکیاں اور شیوہ رائے کی لڑکی عقد مناکحت میں لا کر دو سال تک مقام گوندہ وارہ میں استقامت گزیر رہا اس عرصہ میں اس نے عموماً سربر آوردہ زمینداروں کو لوٹ مار اور غارتگری سے تباہ و ویران کر دیا۔ اس کے بعد کوہستان سوا لک کی جانب متوجہ ہوا۔

بولہر کی رپورٹ صفحہ ۵۹۔ سب سے پہلے اسی شخص نے اس سمت کی ابتدائی تاریخ یعنی بسر شدہ کلجگ سمت ۲۵ جیتر شدی ایکم یا ۵۰۶۰ قبل مسیح علمائے یورپ کے پیش کیا۔ اور اوپر جو مساوات درج کی گئی ہے وہ بھی اسی کی بنا پر قائم ہے۔ ذیل کے حساب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس سال کلہن نے اپنی کتاب کی تہمید لکھی وہ لوگک سمت ۲۲۲۲ تھا۔

کلجگ سمت ۲۵ جو لوگک سمت کی ابتدائی تاریخ ہے۔ اور شا کا سمت کی ابتدائی تاریخ

کا باہمی اختلاف سال ۳۱۵۲

شا کا سمت کی ابتدا اور کلہن کے زمانے کا باہمی اختلاف ۱۰۰ سال

میزان سال ماٹے سپت رشی ۲۲۲۲

لوگک تاریخیں دیتے وقت صدیوں کو مخدوف کرنے کا طریقہ قدیم سے چلا آتا ہے جیسا کہ اُن کبتوں اور مسودوں سے چمپر بہ سمت درج ہے پایا جاتا ہے۔ لوگک سمت اور کشمیر کے مطافات میں پہاڑی علاقوں پر اس کے استحال کے متعلق پوری بحث کے لئے دیکھو کنگھیم صاحب کی کتاب "انڈین اسیراز" صفحات ۱۰ تا ۱۱۔

وہاں کے تمام سرداروں اور راجوں کو مغلوب کر کے باجگذاڑ بنایا اس کا ستارہ اقبال شمس النہار عروج پر تھا جدھر رخ کرتا فتح و نصرت پیش قدمی کے لئے آگے آتی۔ راجہ کمائیوں مقابلہ کے لئے نکلا لیکن شکست کھائی قدموں پر گرنا اور اپنی لڑکی راجہ رام دیو کی رانیوں کے حلقہ میں داخل کر کے اپنے ملک کا دوبارہ فرمانروا ہوا۔ اس کے بعد نگہ کوٹ پر سکھ بٹھا کر وہاں کے راجہ کی لڑکی اپنے بیٹے بیا س دیو سے منسوب کی۔ اس کے بعد بنکوٹ کو بھی شامل فتوحات کر کے درگا مندر کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ تمام ہندوستان میں اُس کی بے مثال کامیابیوں کا چرچا ہو رہا تھا۔ درگا مندر کا راجہ خوف زدہ ہو کر معہ تحفہ و ستیافت استقبال کے لئے آیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر اُس نے جموں کی طرف رجوع کیا۔ لیکن خلاف توقع وہاں کا راجہ مقابلہ کے لئے باہر نکلا آخر بہت سے حرب و ضرب اور

لفظ پیرایہ سے مراد ایک عام اندازہ ہے جیسا کہ ترنگ اول کے شلوک ۵۰ میں کیا گیا ہے۔ اگر ہم ترنگ ۲ تا ۸ کے عہد حکومت کے ۱۳۶۸ سالہ مجموعے میں ۱۰۰۲ سال وہ ملاویں جو گوندہ ثالث سے لیکر یہ ہشتر اول کے عہد حکومت کے سال ہیں تو ترنگ اول کے مجموعی عدا ۲۲۶۸ میں سے باون عدم پتہ راجاؤں کے ۱۲۶۶ سال ہنہا کرتے پر ۲۳۳۰ سال باقی بچتے ہیں جو گوندہ ثالث کے وقت سے لیکر کلہن کے زمانہ تک کے عہد حکومت کے سال ہیں۔

لفظ مٹ کا استعمال یہ ظاہر کرنے کے لئے کیا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ عدم پتہ راجاؤں کے عہد حکومت ۱۲۶۶ سال قائم کرنے کے نتیجے پر کلہن خود ان روایتی اعداد کی بنا پر جو ترنگ اول شلوک ۴۸ میں آتے ہیں نیز ترنگ اول کے شلوک ۵۳ کے ۲۳۳۰ سالہ میعاد کے ذریعے پہنچا ہوگا۔

کلہن واراہیہر کی بھرت سنگھتا ادھیائے ۱۲ شلوک ۳ کے حوالہ سے اپنے اُس بیان کی شہادت پیش کرتا ہے جو کوہ و پاٹدو اور گوندہ اول کے زمانہ کے متعلق ترنگ اول کے

پیکار و کار راز کے بعد منہ کی کھا کر اُس کو بھی راہ ہزیمت اختیار کرنی پڑی۔ اور قلعہ جموں راجہ رام دیو کے قبضہ میں آ گیا۔ جہاں سے بے انتہا مال و دولت اور خزانہ و ذخائر اس کے ہاتھ آئے۔ اس طولانی سفر کو بے شمار فتوحات کے بعد منقطع کر کے راجہ رام دیو وطن مالوٹ کی جانب روانہ ہوا وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ لیکن سیروس یا حث کی خواہش تاخت و تاراج کی ہو س۔ مال غنیمت کی حرص و لبتان بوالعجب کا اشتیاق اسے کب چین لینے دیتا تھا ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ یہ منچلا بہادر تیسری مرتبہ ہندوستان پر یلقا کر کے تمام ملک کو تہ و بالا کرتا ہوا سمندر کے کنارے تک جا پہنچا۔ تمام بنگال کو روند کر قنوج کی راہ سے عازم کشمیر ہوا۔ زر و جواہر اور مال و متاع جو اس مرتبہ اسکے ہمراہی ساتھ لائے محاسبہ قیاس سے باہر ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس آخری مہم میں اس نے پانچ سو راجوں کو باجگذار بنایا۔ کشمیر پہنچ کر اس نے اپنی غیر معمولی کامیابی

شلوک ۵۱ میں آیا ہے۔ سمت ۲۵۲۶ قبل سا کا ۵۳ سمت کلجگی سے مطابق ہے۔ یہ ہشتر کے تاجپوشی کی یہ تاریخ کلہن نے گوئند اول کے عہد حکومت کا پہلا سال شمار کی ہے اور اسی پناپر دہ اپنے سنہین کا تخمینہ ہیں سے کرتا ہے۔ ترنگ اول کے شلوک ۸۲ کا یہ بیان کہ گوئند اول کا پوتا گوئند ثانی اس جنگ عظیم کا ہم عصر تھا اس خیال کی تردید نہیں کرتا کیونکہ خیال ہے کہ یہ ہشتر کی تخت نشینی اور آغاز جنگ کے درمیان ضرور کچھ عرصہ گزر چکا ہو گا۔ دیکھو رپورٹ صفحہ ۵۵ کاؤٹ اس تھوری کے متعلق کہ سپت رشی ستارے ایک صدی تک ہر ایک برج قمری میں حرکت کرتے ہیں دیکھو پورٹ سنگھتا اویہائے ۱۳ شلوک ۴۰۔ البرونی کی کتاب انڈیا فصل اول صفحات ۳۹۱ تا ۴۳۳ اوگلیم صاحب کا انڈین ایراز صفحہ ۱۱۔ رسالہ کے لئے دیکھو نوٹ ۲۲ ضمیمہ کتاب (۱) صفحہ ۱۱ اس کتاب میں جہاں کہیں گنگا کا ذکر آیا ہے اُس سے مراد دریائے سندھ ہی ہے۔ دریائے سندھ جو اس وادی کے شمال میں در اس سے لیکر ہر لکھ تک سلسلہ کوہ کو

کی خوشی میں ایک جشن عظیم منعقد کیا۔ اسی تقریب پر اس نے الطاف خسروانہ سے مال غنیمت کا تیسرا حصہ رعایائے کشمیر میں تقسیم کر کے تمام ملک کو مالا مال کر دیا۔ رتناگر کا قول ہے کہ ایسا الوالعزم اور ذی جاہ راجہ کوئی نہیں ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں لاثانی ہونے کی کافی وجوہات رکھتا تھا۔ سخاوت اور کریم النفسی میں ایسا ممتاز تھا کہ اپنی زندگی میں علاوہ دیگر صدقہ و خیرات تین لاکھ گاؤں اس نے پُرن کیں۔ سادھوؤں اور گُستاویوں کی خدمت میں شب و روز سرگرم رہتا تھا۔

ہاروسوامی اور ماروسوامی جو علاقہ سلٹ (سامدہ) میں اس کے ہاتھ لگے تھے اس کے مشیران خاص تھے۔ انہیں کی سرپرستی اور رہنمائی سے اس نے تمام فتوحات سرانجام دیں۔ عوام کی طرح راجہ بھی انہیں مشیروں کی حیثیت سے بڑھ کر فقیر کامل اور دستگیر مطلق سمجھتا اور ان کے احکام کی تعمیل ایک ادنیٰ غلام سیراب کرتا ہے اور کشمیر کے اندر دریائے وتشا کا سب سے بڑا معاون ہے اُسے نیل مت پوران کے ادھیائے ۱۰ شلوک ۲۹ میں صاف طور پر گنگا کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے نیز دیکھو جو نراج کی راج ترنگنی شلوک ۸۶۴ جہاں پر مراد سندھ سے لیکر انس بل جھیل تک نہر کی تعمیر ہے۔ ہر کر پوران ادھیائے ۱۲ شلوک ۴۰۔ وتشا مہاتم ادھیائے ۲۰ شلوک ۱۵ قدیم روایت کے مطابق اس سندھو گنگا کا منبع مقدس جھیل گنگا (گنگ بل) ہے جو ہر مکھ کی چوٹیوں کے شمال مشرقی ہرفانی حصوں کے نیچے کی طرف واقع ہے دیکھو نوٹ ۱۲ کتاب ہذا۔ وہر مکت گنگا وندی کھشتر مہاتم۔ کشمیر میں بہت سے چشمے اور ندیاں مقامی روایت کے مطابق گنگا کے منظر خیال کی جاتی ہیں لیکن یہاں ان کا حوالہ دینا غیر ضروری معلوم دیتا ہے۔ ۱۲۔ وہ مقام ہے جہاں آج کل جھیل وُلر لہریں مار رہی ہے۔ اس شہر کے ویران ہونے کے حالات اپنے موقع پر اس کے صفحوں میں درج کئے گئے ہیں۔

کی طرح کرتا تھا۔ لوگ انہیں دیوتا خیال کرتے۔ وہ بھی باتیں کرتے کرتے ناگاہ غائب اور کچھ عرصہ بعد خود بخود ہویا ہو جاتے۔ کئی دنوں بلکہ مہینوں تک بے خور و خواب زندگی بسر کرتے ایسی ایسی کرامات نے راجہ کو انکا میرد راسخ الاعتقاد بنادیا تھا انکی صحبت نے اس پر یہاں تک اثر کیا کہ اُسٹھ برس کی فرماں دہی کے بعد راجہ مذکور نے ایک تخت تاج اپنے سر سے اتار کر بیا سدیو کے سر پر رکھ دیا اور خود تارک الدنیا ہو کر پوست آہو بدن پر آراستہ کر کے اپنے گردوں سمیت مندر پارتنی شوا میں جو اس نے خود چشمہ بھون پر آباد کیا تھا جا بیٹھا اور عرصہ دراز کی گوشہ نشینی کے بعد ایک دن اچانک غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ہارو سوامی و مارو سوامی کو بھی کسی نہ دیکھا۔ یہ تینوں رفیق ہمیشہ کے لئے ایک ہی وقت دنیا سے پوشیدہ ہو گئے۔

۲۲ چونکہ اس راجہ کو فسق و فجور کی سخت لت پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس نے ہر ایک گھر میں پہنچنے کے لئے کافی انتظام کر رکھا تھا کسی کو خبر بھی نہ ہونے پاتی کہ راجہ آنکھ سچا کر جہاں چاہتا پہنچ جاتا۔ اسی لئے اس کی نسبت مشہور ہو گیا کہ اسے کوئی افسون یاد ہے جس کو پڑھ کر یہ جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے اور اسے کوئی بھی نہ دیکھ سکتا تھا اگرچہ جادو یا طلسم سے کسی کے گھر داخل ہو جائے تو ممکن ہے لیکن ایسے افعال شنیعہ کا کسی کی مرضی اور اطلاع کے بغیر ترک ہونا کسی صورت میں ممکن نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وزیر نے اپنی بیوی کو بدکاری کے الزام سے بری کرنے کے لئے اس امر کو مشہور کیا۔ کیونکہ وزیر موصوف اپنی ہم جلیس کا والد و شیدا تھا اور اسکی مفارقت کسی صورت میں گوارا نہ کر سکتا تھا۔ ان کی محبت کا اظہار رتناگر نے اپنی تاریخ میں واضح طور پر کر دیا ہے ایسے راجہ کی نسبت مصنف تاریخ حن کا یہ لکھنا کہ عدل و داد و نصفت شعاری سے حکومت کرتا رہا مضحکہ انگیز ہے جس کی شہادت اصل نسخہ رتناگر میں کہیں نہیں ملتی۔ جو سب سے پرانی اور نہایت قدیم تاریخ ہے۔

راجہ بیاسدیو

یہ راجہ خلعت شہر یاری زیب تن کر کے عدل و انصاف اور بذل و عطا سے رعایا
برایا کو خوشنود کرنے لگا۔ عوام کی رفاہ و بہبودی اور امن و آسائش کا خیال
قدرت نے اس کے دل میں ایسا بٹھا دیا تھا کہ تمام عمر خلق خدا کی آسودہ حالی
اور فارغ البالی کے لئے دل و جان سے کوشاں رہا۔ سرکاری طور پر تعلیم کا سلسلہ
پہلے پہل اسی نے جاری کیا۔ دور دراز اور اطراف و اکناف سے لائق و فائق
علامہ دھرم پڑتوں کی خدمات حاصل کرنے میں اُس نے بہت کوشش کی۔ وید
کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کر کے لوگوں کے دلوں میں تعلیم کا شوق پیدا کر دیا
ان کے علاوہ علوم غریبہ اور فنون عجیبہ کے مدارس بھی جاری کئے۔ گھر گھر میں علم و
ہنر کا شوق پھیل گیا۔

۵۲۳ اکثر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ درحقیقت یہ حکیم اسی قسم کا تھا جادو سے لوگوں کو
بیمار کر کے اُن کا علاج کرتا۔ چنانچہ ان کا خیال ہے کہ جیب اس کو سولی پر چڑھایا گیا تو انہیں
بد ذاتیوں کے باعث اس کی شکل خرس کی ہو گئی۔

۵۲۴ سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ انہیں نقشہ پر اس بڑے شہر کا اصلی یا نقلی
کوئی نام نہیں ملا مگر مشہور ہے کہ علاقہ کامراز کے پرگنہ سوراب میں جو شہر لولاؤ نامی ہے وہ
راجہ لولاؤ آباد کیا ہوا ہے۔ اور سنسکرت کی کتاب کے حاشیہ پر جو ٹیکا دی گئی ہے اس
میں اس شہر کا نام لولاؤ پڑھا جاتا ہے جو کہ پورانی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ ابو الفضل کی آئین گری
کے باب دوم صفحہ ۳۸۱ پر رفیع الدین اور محمد عظیم کی فارسی تواریخوں میں جن کا ذکر سن صاحب
نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۱ پر کیا ہے اور بولہ صاحب کی اپنی رپورٹ کے صفحہ ۶۹ پر بھی
اس کا ذکر کیا ہے علاقہ لولاؤ کا پورانا سنسکرت نام لولاٹا ہے۔ لوک پرکاش کے باب دوم

فرقہ پانڈواں کے راجوں کو تعمیرات کا شوق میراث میں چلا آتا تھا۔ اُس نے بھی باپ کے بنائے ہوئے شہر بابل کی ترمیم و تجدید بدرجہ غایت کی۔ وہ نہر جو اس کے باپ نے جاری کی تھی موسم سرما میں قلت آب کے باعث عموماً سچ بستہ ہو جاتی اور عوام کو پانی کی کمیابی سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی اس نے شہر کے درمیان ایک وسیع اور عمیق پختہ تالاب کھدوا کر پانی سے لبریز کر دیا اس حوض کے چاروں طرف پختہ سیڑھیاں بنوائیں تاکہ آمد و رفت میں وقت نہ ہو۔ اس کے عہد میں فوجی طاقت میں بھی مناسب اضافہ ہوا۔ اہل حرب کی غور و پرداخت نے انہیں جان نثار سپاہی بنا دیا۔ اسی طرح سلطنت کے تمام صیغہ جات میں ترقی کے جدید قوانین نافذ کئے۔ جس سے تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

امورات ملکی سے فراغت پا کر منا در ہند کے درشن کے لئے تنہا یلباس فقیری میں جس لوک شہر کا ذکر ہے اور پنڈت صاحب رام نے جس لولو کا ذکر کیا ہے یہ زمانہ حال کی آبادیاں ہیں۔

ڈاکٹر ہلزش نے اس بارہ میں تحریر کیا ہے راجہ لوا اور دیگر سات راجاؤں کے نام جن کے ناموں پر شہر لولو اور دیگر شہروں کے نام مقرر ہیں۔ کلن نے پدم مہر کی کتاب سے لئے ہیں۔ اور جس کی بنیاد محض زبان زد کمانیوں پر ہے دو بکھو کتاب انڈین اینٹی کوٹی باب ۱۸ صفحہ ۶۹ کشمیر میں آج تک بھی یہ دستور چلا آتا ہے کہ اپنی کتھاؤں کو رونق دینے کے واسطے شہر کا نام خواہ وہ خیالی ہو خواہ اصلی کسی راجہ کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اس بیان سے ڈاکٹر ہلزش کے فیصلے اور پدم مہر کی فہرست کے غیر تواریحی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

۲۵ یہ گاؤں دریائے لدر (لدری) کے دائیں کنارے پر گنہ چن پور میں واقع ہے

عازم سفر ہوا۔ لاکھوں روپیہ پُن دان دے کر جدھر جاتا زرباشی کرتا جاتا تھا۔ انہیں دنوں راجہ جسونت والے مارواڑ کی دختر بلند اختر موسومہ گلابوں کے سوئمیر کا چچا اس کے کانوں میں پہنچا۔ بیاسہ یو بھی اسی فقیرانہ لباس میں مارواڑ پہنچا اور جشن سوئمیر میں شامل ہوا۔ جو ہر شناس گلابوں نے جو حسن صورت کے علاوہ حسن ہریت میں بھی آراستہ و پیراستہ تھی آوارہ وطن راجہ کو لباس و لقب پوشی میں بھی محکم امتحان پر پرکھ لیا اور اس نے اپنی آئندہ قسمت کا ممتاز سہرا اسی جوہر گراں مایہ کے سر پر باندھ دیا۔ راجہ جسونت اپنی لڑکی کی حاققت دیکھ کر کھسیا تاں ہو گیا لیکن جب اُسے معاملہ کی اصلیت معلوم ہوئی تو جامے میں پھولنا نہ سمایا فوراً شاہی کا انتظام ہو گیا۔ راجہ بیاسہ یو اس نعمت حذا داد کو معہ بے شمار مال و دولت ہمراہ لے کر وار و خطہ بے نظیر ہوا۔ اس سفر سے ایک ہزار مورتی مہادیو شہری و روپلی اور ننانوے ہزار سا لگرام منا و کشمیر کے لئے ساتھ لایا۔

۱۸۹۱ء میں جب سٹائن صاحب اس گاؤں میں گئے ادا جکل اس کو لورکتے ہیں۔ لیکن ستمبر ۱۸۹۱ء میں جب سٹائن صاحب اس گاؤں میں گئے تو ان کا بیان ہے کہ قدیم زمانہ کی کوئی یا دگار ان کو نظر نہیں آئی۔

۵۲۶ لاری کا موجودہ نام لدر ہے اور وٹشٹا کا سب سے بڑا معاون دریہ ہے جو کہ وادیئے سندھ کے بالائی حصہ کے جنوبی پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اننت ناگ اور جہرہ کے درمیان دریائے وٹشٹا میں مل جاتا ہے۔ لاری کا ذکر شریو نے اپنی کتاب کے شلوک ۲۲۱ اور چون راج نے شلوک ۱۰۶-۱۱۸ میں کیا ہے۔

۵۲۷ لفظ اگر ہار کو کلہن نے اپنی تصنیف میں اکثر استعمال کیا ہے اس کے معنی جاگیر کے ہیں خواہ وہ کوئی گاؤں ہو یا زمین کا قطعہ جس کی آمدن خواہ ایک شخص کو یا کسی کمیٹی کو یا کسی مذہبی مکان کے ساتھ لگائی جاتی تھی۔ اس طرح پر جو جاگیریں کمیٹیوں یا فرداً فرداً زمینوں کو دی جاتی تھیں ان کا ذکر آئندہ مختلف موقعوں پر آئیگا۔ دیکھو تنگنی شلوک ۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳

مناور مارٹنڈی ایشور وغیرہ کو مورتوں اور سالگرہ اموں سے بھر پور کر دیا۔ آخر ۵۶ برس تک ملک کشمیر کو اپنی فیاضیوں سے شاداب کر کے عالم جاودانی کو حلت کر گیا۔

راجہ درنا دیو

اس راجہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر انتظام ملک داری کو بطریق احسن سمجھا لا۔ باپ سے بڑھ کر جو دو احسان سے رعایا کو سرفراز کرنے لگا۔ یہ راجہ حلیم الطبع اور منکسر المزاج پر لے درجے کا تھا۔ ظاہری شان و شوکت اور جاہ و تمکنت سے کوسوں بھاگتا۔ ادنے لباس میں باپ کے مندر کے دروازے پر بیٹھ کر صبح سے شام تک مظلوموں کی داد رسی میں مصروف رہتا۔ اس کے خیال میں فریاد رسی اور عدالت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی ذمہ داری نہ تھی۔

ترنگ ۳ شلوک ۸-۳۱۶-۴۸۱-۶۳۹- ترنگ ۵ شلوک ۴۰۳-۴۲۲- ترنگ ۶ شلوک ۸۹- ۳۳۶- ترنگ ۷ شلوک ۱۸۹- ترنگ ۸ شلوک ۸۹۸-

۵۲۸ اس کا موجودہ نام کلر ہے جو غالباً درست ہے۔ یہ ایک اچھا آباد اور وسیع قصبہ ہے اور دایئے دریائے لدر کے مغرب کی طرف اور کے شمال میں چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۵۲۹ کھاگی کا موجودہ نام کھاگ ہے یہ ایک بڑا شہر ہے اور پرگنہ بیرو میں واقع ہے۔ اس کا ذکر ترنگ اول کے شلوک ۳۴۰ میں بھی آیا ہے۔ راجہ گوپاوت نے اس کا نام کھاگی کا مقرر کر کے بطور اگہ قائم کیا تھا۔ کاک پور جو کہ دریائے ویشٹا کے کنارے پر پامپر کے اوپر کی طرف واقع ہے اور جس کا ذکر حیدر ملک اور نارائن کول کی تواریخوں میں آیا ہے کسی شہادت سے اس کے کھاگی کا ہونے کی تائید نہیں ہوتی۔

رحم دل بھی غایت درجہ کا تھا ملزموں اور مجرموں کو دو پیسہ سے زیادہ جرمانہ نہ کرتا تھا۔
 داب شاہی کے لئے اپنے کاروبار کے سامنے اس نے ایک شکنجہ استادہ
 کر رکھا تھا لیکن تمام عمر میں صرف ایک ہی ملزم کو شکنجے میں کھینچا گیا اُسی وقت
 سے اس کی سیاست اور رعب و داب نے لوگوں کے دلوں میں سکھ بٹھا دیا۔
 ظالم اور سفاک ایسے سہم گئے کہ زیر دستوں کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھتے
 اس کے عہد میں فتنہ و فساد - جبر و تعدی تاخت و تاراج کا نام و نشان تک
 باقی نہ رہا۔ نہ چور کا ڈر نہ رہزن کا خطرہ مشہور ہے کہ سوداگر اپنی دوکانیں
 بغیر قفل کھلی چھوڑ جاتے نہ پہرہ اور نہ چوکیدار کیا مجال کہ کسی کا خشناش بھر
 نقصان ہو جائے اس کے احسان و کرم نے لوگوں کو ماں باپ کی شفقت بھی
 بھلا دی۔ اُسی کا زمانہ اس مقولہ کا مصداق تھا کہ شیر بکری ایک گھاٹ پر
 پانی پیتے ہیں۔ گوشت خوری سے اسے سخت نفرت تھی فقیرانہ خیالات کا
 آدمی تھا لیکن پرستش اصنام کا چنداں پابند نہ تھا اسی کا یہ مشہور قول ہے
 کہ ہزار ریاضت اور پرستش سے ایک مظلوم کی چارہ جوئی بہتر اور افضل ہے۔“

۳۷ کھون موش کا موجودہ نام کھون موہ ہے اور پامپر کے شمال مغرب میں واقعہ
 ہے (پامپر کا نام نقشہ پر پام پور لکھا ہے) یہاں زعفران کی کاشت بکثرت ہوتی ہے اور
 بلہن شاعر کی جائے ولادت ہے جس نے اس کا ذکر اپنی کتاب بنام وکرمانک دیو کرت
 کے ادھیائے ۸ کے شلوک ۷۰ سے ۷۲ تک کیا ہے اس جگہ کا ذکر پہلے جنرل کنگیم نے اپنی
 کتاب (اینسٹ جیوگرافی) کے صفحہ ۹۸ پر کیا ہے اور اس کے صحیح حال اور قدامت کی
 بابت معلوم کرنے کے لئے پروفیسر بولہر کی رپورٹ کے صفحہ ۴ کا ملاحظہ کرو۔

۳۸ جس و ہار اور قصبہ کا یہاں ذکر ہے ان کا پورا پتہ نہیں ملتا۔ اُس حوالہ سے جو
 درد کے ملک کی بابت دیا گیا ہے اور لفظ سوامن دل سے جو کہ دوسرے شلوک میں تھا بلکہ

خود تمام عمر رعایا کی امن و آسائش میں سرگرم رہ کر دنیا و مافیہا سے بالکل غافل رہا لیکن اس کی رانی مارگی دیوی نے موضع کو ٹھیر میں مندر مارگی ایشور تعمیر کرا کے اپنے اور اپنے شوہر کی پاؤں یادگار حسنہ چھوڑی۔ آخر بمقتضا کُلْ نَفْسٍ ذَا لِقَةِ الْمَوْتِ یہ کریم النفس۔ رحیم الطبع فقیر منش بادشاہ اٹھاون سال کی بے ریا حکومت کے بعد دنیا فانی کو خیر باد کہہ کر اور عالم جاودانی میں راحت پذیر ہو کر جان نثار اور وفادار رعایا کے دلوں میں داغ حسرت کا محکم نشان چھوٹ گیا۔

چشم ظاہر میں سمجھتی ہے کہ موت آئی تجھے
در حقیقت تو حیات جاوداں ہونے کو ہے

راجہ سہم دیو

راجہ سہم دیو باپ کی گدھی پر جانشین ہوا۔ عدل و احسان اور جود و عطاس ممتاز باپ کے قدم بقدم چلنے لگا اگرچہ درنا دیو کی وفات نے لوگوں کو سخت استعمال کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شورشورک جس کی اس راجہ نے بنیاد ڈالی تھی کشمیر خاص کے علاقہ سے باہر ہے۔ لفظ بھون کے معنی جائے رہائش کے ہیں اور کشمیری زبان میں اکثر وادوں پر اس لفظ کا اطلاق آیا ہے۔ مثلاً امرت بھون دیکھو ترنگ خلوک ۹۔ سکند بھون ترنگ ۶۔ خلوک ۱۳۔ وراک بھون ترنگ خلوک ۳۵۶ نیز دیکھو شائیں صاحب کی کتاب ”نوٹس اون سنگ“ صفحہ ۹۔

۳۲ سورس کا ومار پنڈت گوہند کول کے خیال کے مطابق شائد اُس جگہ آباد تھا جہاں کہ آج کل قصبہ سورس آباد ہے یہ قصبہ دریائے سنگ سفید کے کنارہ پر پرگنہ ناسنام میں واقع ہے۔ صرف زبانی کہاوتوں سے پایا جاتا ہے کہ سورک اور سورس کے قصبے راجہ سریندر کے بنوائے ہوئے ہیں اس کے علاوہ کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

صدمہ پہنچا یا تھا لیکن سہم دیو کی رعایا پروری نے کافی نعم البدل عطا کر دیا۔ اس نے اپنی تمام عمر عزیز ریاضت شاقہ اور پرستش اصنام میں بسر کی۔ گوشت خوری سے اسے بھی سخت نفرت تھی۔ بلکہ رعایا کے لئے بھی گوشت خوری حکماً ممنوع کر دی تھی راجہ ہرن دیو کی حکومت سے ایالیان کشمیر فلاح و بہبودی کے ثمن میں پرورش پارہے تھے۔ اور اس اڑھائی سو برس کے عرصہ میں ہر ایک پہلو سے کشمیر نے نمایاں ترقی کی۔ آبادی اس قدر بڑھ گئی کہ میدانوں میں رہائش کی کافی گنجائش نہ رہی۔ کئی گاؤں اور پرگتے آباد ہو گئے لوگ ٹیلوں اور پہاڑی بلندیوں پر جا کر آباد ہو گئے۔ اس راجہ نے بھی بہت سے گاؤں اور منادور تعمیر کرائے منجملہ ان کے موضع سہم پور بھی اسی نامور کی یادگار حسنہ ہے۔ شاگانام اس کا ایک چچیرا بھائی تھا۔ کسی زمیندار کی لڑکی پر عاشق ہو گیا حکومت کے گھمنڈ میں جبراً اس عفت شعار کے دامن عصمت میں دست انداز ہوا۔ لڑکی کے لواحق سہم دیو کے پاس نالش لے گئے تو اس داگر بادشاہ نے بھائی کا پاس خاطر بالائے طاق رکھا اور اس بدکردار کو قتل کر کے

۳۳ یہ اگر مار جو اب تک شناخت نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ راج ترنگنی کے پہلے قلمی نسخوں میں غلطی سے اس کا نام گودھر و ہستی شالا کہیم لکھا ہے۔ یہ نام دونوں سے مرکب ہے اور یہ دونوں لفظ جدا جدا دو جگہوں گودھرہ اور ہستی شالا کے نام ہیں۔ سٹائن صاحب نے ستمبر ۱۸۹۱ء میں ان دونوں جگہوں کا پتہ لگایا تھا اول الذکر شہر کا نام گدہ ہے اور موخر الذکر کا استہیل۔ یہ دونوں قبضے پر گنہ دیو سر میں واقع ہیں۔ گودھر کے گاؤں میں قریباً ۲۰ گھر کی آبادی ہے۔ اور دریائے وشو کا کے جس کا موجودہ نام وساؤ ہے دائیں کنارہ پر آباد ہے۔ اس گاؤں کے قریب مغرب کی طرف یہ دریا گوداوری کے متبرک مقام میں گرتا ہے اور یہ جگہ ایک مشہور تیر تھ ہے۔ گوداوری تم

اپنی انصاف پسندی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ جس کی نظیر شاذ ہی ملتی ہے مقتول کی ماں نے بہت واویلا کیا لیکن راجہ نے ایک نہ سنی آخر وہ بھی شفقت داری سے شاگا کے شمشان پرستی ہو گئی۔ اس حادثہ نے راجہ سہم دیو کے دل پر بھی سخت چوٹ لگائی تین چار روز تک اسی درد جانسوز میں مبتلا رہ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ اس راجہ نے چون سال تک کمال نیک نامی سے مہام ملکی کو سرانجام دیا۔

راجہ گوپال دیو

اب سہم دیو کا لڑکا گوپال دیو زینت بخش سریر سلطنت ہوا۔ یہ راجہ صوبت امراض کے باعث بڑا کمزور اور دائم المریض رہتا۔ ضعف بدنی نے اسے پرلے درجے کا کاہل الوجود بنا دیا چنانچہ مہام ملکی کے انصرام میں بھی عدم توجہی سے کام لیتا۔ لیکن خوش قسمتی سے اسے ششوپال جیسا مدبر اور منتظم وزیر مل گیا جس نے اپنے حسن تدبیر سے تمام رعایا کو خوشحال اور ملک کو شاداب کر رکھا۔ بڑی سرگرمی

میں گد رقصہ کا نام گودر لکھا ہے۔ اور گود داری کے ظہور ہونے کی روایت کے ساتھ معنون کیا گیا ہے۔ یہاں کے مقامی پروہت اور جاگیردار میاں پلین کرتے ہیں کہ راجہ گد رگودھ نے اس جگہ ایک شہر آباد کرایا تھا مگر پورے شہر کا یہاں کوئی بھی نشان موجود نہیں ہے۔ اور یہ جگہ اسقدر تھوڑی ہے کہ یہاں بڑی آبادی ہو ہی نہیں سکتی۔ مٹی شالہ

جس کا نام ٹیکا میں استی ہیل لکھا ہے اور موجودہ نام است ہیل ہے گد سے ایک میل کے فاصلہ پر گوشہ شمال مشرق میں دریائے وشو کا ایک ریتلے جزیرے پر واقع ہے یہ ممکن ہے کہ اوپر کی روایتوں میں یہی ایک روایت تھی جس کی بنا پر سیلا راج نے راجہ گودھر کی نسبت ذکر کیا ہے اور جس کو پدم میہرا اور کلہن نے بھی نقل کیا ہے یہ روایت

اور نمک حلائی سے بکیں راجہ کے معاملات سرانجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ راجہ معاملات مملکت سے بے پرواہ رہ کر بڑے اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اور انتظام ملک کی حالت میں بھی کسی قسم کا خلل واقعہ نہ ہوا۔

انہیں ایام میں راجہ ختن نے قلمرو کا شغریہ فوج کشی کی اور وہاں کے حاکم کو جو گوپال دیو کا سالہ خسر پورہ تھا مغلوب کر کے قتل کر دیا اور ملک پر اپنا تسلط بٹھا دیا اس واقعہ کی خبر کشمیر پہنچی تو راجہ کو سخت رنج ہوا اس نے وزیر شمشوپال کو فوج گراں دے کر مقتول کے قصاص کے لئے کا شغریہ بھجوا دیا۔ اثنائے راہ میں کوہ ٹونک پر غنیم سے ملت بھٹڑ ہو گئی معرکہ کارزار کا میدان گرم ہوا۔ اتفاقاً وزیر شمشوپال کی فوج پہاڑی درہ کے نرغہ میں ایسی پھنسی کہ اُسے جان بچانی مشکل ہو گئی۔ غنیم پہاڑی چوٹیوں سے پتھر لکڑی گرا کر ان بیچاروں کی فوج کو بیرہیغ کچلنے لگا۔ جس سے وزیر کی ساری فوج پائمال ہو کر ضائع ہو گئی۔ اس واقعہ کے استماع نے راجہ کا مضمحل دل پاش پاش کر دیا۔ وزیر کی موت اور لشکر کی تباہی نے اس کے دل پر ایسی چوٹ لگائی کہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد ہی وہ

بذات خود زبانی کہا توں تک ہی محدود ہے۔ اس گاؤں کا نام خواہ اس کا ماخذ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا تعلق گوداوری کی کنٹھا سے ضرور ہے۔

۳۴ کراں کی بابت پنڈت جونراج نے اپنی کتاب کے شلوک ۸۶۱ء ۸۶۲ء میں واضح طور پر لکھا ہے اور نثری ور نے اپنی کتاب کی تیسری ترنگ کے شلوک ۱۹۴ میں تحریر کیا ہے کہ زین العابدین نے اس جگہ شہر زین پوری تعمیر کرایا تھا جو کہ پرگنہ کراں میں واقع ہے اور بعد میں اس کا نام زین پور مشہور ہو گیا لیکن اس وقت یہ نام پرگنہ آدون میں اُس بلند سطح مرتفع کا ہے جو دریلے رمبیار کے جنوب میں واقع ہے۔ ایک ٹیکا کار کے بیان کے مطابق کراں کا موجودہ نام پرگنہ آدون ہے۔ آدون کا ذکر حیدر ملک نے بھی اپنی تصنیف

بھی نہنگ اجل کا شکار ہو گیا۔

راجہ وزیا نند

راجہ گوپال دیو کی وفات پر اس کا چھوٹا بھائی وزیا نند تخت نشین ہوا۔ ملک میں اپنا انتظام قائم کر کے اس نے ششوپال کا انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ اور ایک لاکھ پیادہ اور سچاس ہزار سوار حیدر لے کر راجہ ختن پر فوج کشی کر دی بہت سی لڑائیوں کے بعد راجہ اس کے پاؤں پر آگرا اور صلح کا خواہاں ہوا۔ اس کی لڑکی سمرن رانی وزیا نند کے عقد ازدواج میں آئی اور حکومت ختن اسی کے سپرد رہی وزیا نند مظفر و منصور بنیشا مال و دولت سے کر مراجعت پذیر ہوا۔

اس فتح کے بعد اس نے عدل و انصاف کے دروازے کھول دیئے اور باپ سے بڑھ کر ربط و ضبط ملک میں ممتاز ہوا۔ اس نے اپنے عہد میں مندر و زیا ایشری تعمیر کیا جو متانت و استواری میں بے نظیر نقش و نگار سے مزین تین سو گز میں راجہ سورن کے حال میں کیا ہے۔

۳۵ سورن منی کلیہ کا دوسرا نام سورن منی نادو ہے۔ ستمبر ۱۸۹۵ء میں جب سٹائن صاحب علاقہ زین پور واقعہ پر گئے آدون میں گئے تو اس وقت اس نہر کا نام سن من کل مشہور ہو چکا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ نام سورن منی کلیہ سے نکلا ہوا ہے۔ یہ ایک بڑی نہر ہے جو موضع لارگو کے پاس دریا سے نکلتی ہے و شوکا سے نکل کر زین پور کے مشرقی علاقہ کو سیراب کرتی اور نیلو۔ پرگم اور گوجرو کے گاؤں سے گذرتی ہوئی بیس میل کا فاصلہ طے کر کے موضع آدون (جس کا نام نقشہ پر آرون ہے) کے قریب پھر دریا سے نکلتی ہے و شوکا میں ہی جاگرتی ہے۔

اونچا تھا۔ اُس کے درمیان ایک مصنوعی گاؤ کشش مقناطیس کے زور سے معلق تھی۔ اس مندر کے نقش و نگار اور بلبح پردس لاکھ اشرفی خرچ ہوئی۔ پچیس سال تک عدل و احسان سے حکومت کر کے جان بحق تسلیم ہوا۔

راجہ سکھ دیو

گوپال دیو کا لڑکا سکھ دیو اپنے چچا کی جگہ حاکم کشمیر بنا۔ اس زمانہ میں ملک کشمیر کی وسعت ترکستان سے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے اور بھی کئی راجے کشمیر کے باجگزار تھے۔ سکھ دیو نے تخت نشین ہو کر ملک کی حالت ہی بدل دی۔ اور فرقہ پانڈواں کی حکومت جو ساڑھے تین سو برس سے پورے استقلال اور جاہ و جلال سے چل رہی تھی۔ بمصدق ہر کمالے راز و لے شمس النہار عروج سے برج زوال میں داخل ہونے لگی۔ خود تو راجہ ہمیشہ عیش و عشرت اور سیر و شکار میں مصروف رہتا۔ ناچ رنگ اور ساز و سرود کا بازار ہر وقت گرم رکھتا اور زمام اختیار ملکہاری اپنے چچیرے بھائی راما تہ پسر و زیاتہ

۳۶ پنڈت گوبند کول کے بیان کے مطابق جالور اور ذولر ایک ہی قصبے کا نام

ہے اور نقشہ پر اس کا نام ذو ہڑ لکھا ہے جو کہ پرگنہ زین گریں واقعہ ہے حیدر ملک نے اس کا نام زلور یا لکھا ہے جو کہ پرگنہ دیہو میں (جس کا موجودہ نام دیہی ہے) واقعہ ہے۔

۳۷ ایک ٹیکا کرنے اس اگر بار کا نام شان گا سا شناریوہ لکھا ہے اور

اس کا بیان ہے کہ یہ نام دو لفظوں شان گا سا اور سنار سے مرکب ہے اول الذکر کا پورا نام بلاشبہ شو انگس ہے اور موجودہ نام شانگس ہے یہ ایک بڑا سا قصبہ دریائے اربیت کے بائیں کنارہ پر پرگنہ کوٹ ہار میں واقع ہے۔ شنار کا موجودہ نام شار ہے

کے ہاتھ میں دے دی۔ اس کی غفلت نے سلطنت کا انتظام درہم برہم کر دیا۔
 راماند بھی بھائی کے حالات سے بیزار مہام شہریاری کے سرانجام دینے میں پوری
 توجہ نہ دیتا۔ چالیس برس تک تو سابقہ حکمرانوں کا ربط و ضبط ملک کی حالت سنبھالے
 رہا۔ لیکن اس کے بعد اطراف و اکناف کے باجگذار راجے اور حاکم مطابعت کا
 جو اگردن سے اُتار کر خود مختار بن گئے۔ راجہ چتراتھ وائے دہلی جادہ اعتدال سے
 منحرف ہو کر تمام پنجاب پر متصرف ہو گیا ترکستان ہاتھ سے جاتا رہا۔ وادی
 کشمیر میں بھی ابتری پھیل گئی۔ خزانہ شاہی قوالوں اور نالائقوں کی نذر ہو کر
 خالی ہو گیا۔ مالی مشکلات نے جنگی طاقت کو بھی کمزور کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر
 راماند سے نہ رہا گیا۔ یہ پہلے بھی تاک ہی میں تھا ایک دن شکار کے موقع پر
 کوہستان امرناتھ میں اس نے سکھ دیو کو گرفتار کر کے دریائے لمبودری میں
 غرق کر دیا۔ اور ۴۴ سال کی وزارت کے بعد خود مختار حکمرانی کا جھنڈا اٹھڑا
 کر کے خطہ کشمیر پر قابض ہو گیا۔

یہ گاؤں پرگنہ وہی میں واقع ہے۔ حیدر ملک لکھتا ہے کہ راجہ شیچی نے کوٹ ہار میں
 شمال کاس اور وہی میں شرار کے گاؤں آباد کروائے تھے مگر یہ فارسی زبان کی قلمی
 کتابوں میں املا کی غلطی ہے۔ رشار کی بابت جہاں کبھی لوہے کا بڑا عمدہ کام بنتا تھا اور
 آجکل بھی ایک اچھا قصبہ ہے انس صاحب کی ہینڈ بک کے صفحہ ۱۷۲ اور وگنی صاحب
 کے سفر نامہ کے باب ۲ صفحہ ۳۵ پر بھی ذکر آیا ہے۔ ستمبر ۱۸۹۱ء میں سٹائن صاحب
 نے اس گاؤں کے وسط میں ایک زیادت گاہ دیکھی تھی جس کی عمارت میں پورے
 زمانہ کی تراشی ہوئی پتھر کی بڑی بڑی سلیں لگی ہوئی تھیں۔ اور ایک چشمہ پر بھی جو اس
 گاؤں کے قریب ہی ہے پورانی سنگ تراشی کے نمونہ کی سلیں تھیں۔ اور ان کا ذکر
 بوہلر صاحب نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۵ پر کیا ہے۔

راجہ راما نند

یہ راجہ بڑا مُستعد اور مُستقل مزاج تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر انتظام مملکت کے درپے ہوا۔ مفسدوں اور خیرہ سروں کی خاطر خواہ سرکوبی کر کے امن و امان قائم کر دیا۔ راجہ جموں جو حلقہ اطاعت سے قدم باہر رکھتا تھا مورد عتاب ہوا۔ اسپر فوج کشی کر کے جموں اور نگر کوٹ دونوں کو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ خزانہ شاہی چونکہ خالی تھا اس لئے اس نے خراج ملک دو چند کر دیا اور سچائے دسواں حصہ لینے کے پانچواں حصہ محاصل ملک مقرر کیا۔ باوجود اس کے رعایا قانع خوشحال اور آسودہ تھی۔ حرف شکایت کسی کی زبان پر نہ تھا بلکہ سہدیو کی بد انتظامی کے برخلاف ذاتی نقصان کو بھی پیچ سمجھ کر سب راما نند کے مدح تھے۔ ستاون سال کی فرماندہی کے بعد اولاد کے لئے ملک اور حکومت کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے اس نے بھی عزم کا رستہ لیا۔

وگنی صاحب نے اپنے سفر نامہ کی جلد اول کے صفحہ ۴۷۹ پر اور انس صاحب نے اپنی ہیڈریک کے صفحہ ۱۸۲ پر شانگس کی بابت جو کہ ایک وسیع اور بارونق قصبہ ہے پورا پورا حال تحریر کیا ہے۔ مگر سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ ستمبر ۱۸۹۱ء میں جب وہ وہاں گئے تو انہیں زمانہ قدیم کا کوئی نشان نہیں ملا سوائے اُن پتھر کی بڑی بڑی سلوں کے جو ایک زیارت کی عمارت میں جو کہ ۱۵۸۰ء کے قریب تعمیر کی گئی تھی لگی ہوئی ہیں۔ شانگس کا ذکر دوبارہ ترنگ ۱۵۱ء میں بھی آیا ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۱۱۳ کتاب ہذا۔

۳۸ یہ پہاڑی جھیل وُکر کے کنارے پر علاقہ کھویامہ اور علاقہ زینہ گر کے مابین حائل ہے۔ اور اب سنگری بابا شکور الدین رشی کے نام سے مشہور ہے پہلے عوام اسے تو سنگری کہتے تھے لیکن جب سے اسپر بابا شکور الدین کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ اسی کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

راجہ سندیمان

راماند کی وفات پر اُس کا بیٹا سندیمان تخت نشین ہوا۔ باپ کی طرح یہ بھی اعلیٰ درجہ کا مدبر اور منظم تھا اُس نے اپنے حسن انتظام سے سلطنت کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا اور جا بجا عالیشان عمارتیں اور پُر فضا مقامات بنوا کر ملک کو نمونہ فردوس بریں بنا دیا۔ کوہستان شمالی کے دامن میں علاقہ کھوئی ہامہ کے اندر دریائے بہت کے دونوں کناروں پر ایک وسیع اور عالیشان شہر آباد کر کے اپنے نام پر سند ^۱مست نگر سے موسوم کیا۔ خوشنما اور بلند عمارتیں اس شہر فرخندہ بنیاد کو رشک ارم بناتی تھیں۔ اسی طرح اکیس دلکش مندر تعمیر کر کے اس نے مطلع کشمیر کو جگمگاتی ہوئی عمارتوں سے منور کر دیا۔ منجملہ انکے مہادیو مندر جو اپنی رفعت اور شان میں لاثانی اور مہادیو کی تین سوسنہری اور روپہلی مورتیوں سے آراستہ تھا اور جن میں سے دو مورتیاں صنعت و حرفت نقش و نگار اور مرصع کاری میں عجوبہ روزگار تھیں تمام عمارتوں میں خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

۳۹ مورخوں کا قول ہے کہ ان کی چتا سے اسی لحظہ سبز شاخ نے پیدا ہو گئی جس سے پرانے عقائد کے رو سے صداقت اور پاکیزگی کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

۴۰ راجہ پر تاب شیل کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے کہ کوئی ساحرہ اس کے بیٹال حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی تھی جب راجہ سیدھے ہاتھ اس کے قابو نہ چڑھا تو ایک دن وہ دربار میں آگئی اور راجہ کو جادو سے پتھر کی مورتی بنا کر سیرا جلاس نعل میں دبا کر لے گئی۔

۴۱ اس معاملہ کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے کہ ایک دن رانی چکرا دیوی رات کو گشت کر رہی تھی کہ ایک جھونپڑی کے پاس سے اس کا گزرا ہوا۔ اس جھونپڑی میں ایک رکھیشہ رہتا تھا آدھی رات کے وقت رکھیشہ موصوف کی بیوی اپنے شوہر سے کہنے لگی

مندرز شٹی ایشور جو اس وقت تک کوہ شکر اچارج کی چوٹی پر یادگار سلف کا نمونہ پیش کرتا ہے اسی راجہ کی عالی ہمتی کا نمونہ ہے۔ مسلمان مورخ اسی مندر کو تخت سلیمان کے نام سے پکارتے ہیں۔

جب اندرونی معاملات کو اپنی منشاء کے مطابق سرانجام دے چکا تو اُس کو اپنے چچا کے کھوٹے ہوئے ملکوں کی بازیافت کا خیال دا منگیر ہوا۔ اور بشیار لشکر آراستہ کر کے عازم ہند ہوا۔ تمام درمیانی ممالک کو پائمال اور مفتوح کر کے قنوج تک پہنچا۔ جہاں کچھ عرصہ تک قیام رکھا۔ اُس کے بعد ہندوستان کے معابد و منا در کی زیارت سے فیض یاب ہو کر اس نے کابل اور قندھار کی طرف رجوع کیا۔ راجہ قندھار اس کی آمد کی خبر سننے ہی پریشان خاطر ہوا۔ اور کمال دانشمندی سے بغیر فتنہ و فساد صلح کا خواستگار ہوا۔ ابھی اتحاد اور یک جہتی کے ثبوت میں اُس نے اپنی لڑکی پارتی دیوی جو حسن و جمال میں اپنی نظیر آپ ہی تھی سندیمان کے پیش کش کی راجہ اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر بہت خوش ہوا۔ اور اس پری پیکر کی نازک اندامیوں اور ناز و اداپر ایسا

کہ یہاں کا راجہ بڑا کم عقل اور بیوقوف ہے اگر چکرارانی نہ ہوتی تو ملک تباہ ہو گیا تھا۔ کیا ہی باادر اور دانا رانی خدا نے پیدا کی ہے اکثر راتوں کو بے خوف و خطر گشت کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ مرد ہوتی اور راجہ اس کی بیوی تو بہت مناسب تھا۔ رکھیش نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ چکرارانی نے ان سب باتوں کو سن کر رکھیش کے جواب پر اس میں آثارِ مردی پیدا ہو گئے۔ سخت گھبرائی اور دوڑ کر رکھیش کے قدموں پر گر پڑی اور عجز و انکسار کرنے لگی لیکن رکھیش نے ایک بھی نہ مانی اور جواب دیا کہ یہ امر شنی تھا اب کوئی چارہ نہیں جاؤ تمہارے خاوند میں علاماتِ نسواں پیدا ہو گئے ہیں کوئی فکر نہ کرو۔ یہ سن کر چکرارانی واپس ہوئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ واقعی راجہ عورت بن گیا ہے تمام ماجرا اُس نے

شید اہوا کہ تمام ملکی معاملات کو ترک کر کے شب و روز اسی حوروش کی صحبت
 جانفرا میں مستغرق ہو گیا۔ ملک گیری اور رعایا پروری کے خیالات ایک دم رفوچک
 ہو گئے۔ اور اس عندلیب حسن کے گلشن جمال کی خوشہ چینی کے مزے لوٹنے کی
 ہوس نے آوارہ وطنی اور غربت سے منہ موڑ کر شاہی محلات کے اونچے جھڑوں
 کی خوشگوار اور روح افزا ہوا کے جھوکوں کی لہر اس کے مشتاق دل میں پیدا
 کر دی۔ اور وہیں سے مراجعت اختیار کر کے روانہ کشمیر ہو گیا۔ اثنائے راہ
 میں دریائے اٹک عبور کرتے ہوئے کشتی اُلٹ گئی۔ اور راجہ کی بد قسمتی سے
 وہ حسن کی دیوی غرق دریا ہو کر طعمہ نہنگ اجل ہو گئی۔ اس سانحہ جانکاہ نے
 سندیمان کا جگر چاک کر دیا۔ ہر وقت مغموم خاطر اور افسردہ دل رہتا قریب تھا
 کہ جامہ عقل و حواس کو چاک کر کے مجنوں وار آوارہ وشت جنوں ہو جاتا۔ لیکن
 راجہ قندھار نے اس حالت سے آگاہ ہو کر اپنی دوسری لڑکی جو پہلی سے بھی
 حسن و جمال میں بڑھ کر تھی سندیمان کے پاس بھجوا دی۔ اس نعم البدل نے راجہ
 کے تمام غم غلط کر دیئے اور خدا خدا کر کے اصلی حالت کو پہنچا۔ ان واقعات کے
 راجہ سے کہہ سنایا۔ اس واقعہ سے بیکھن ایسا نادم ہوا کہ ایک مہینہ تک خانہ نشین بکر
 اس نے زہر کھالی رانی بھی محلات کو چھوڑ کر رکھیشتر کی خدمت میں چلی گئی اور تمام عمر اسی کی
 خدمت میں رہی۔

۴۶۷ نشتی محمد الدین صاحب فوق اپنی تاریخ کشمیر میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کی تاریخ میں
 یہ راجہ بڑا زبردست اور صاحب اقبال راجہ گذرا ہے۔ اس کے عہد میں دولت کشمیر
 کا ستارہ اقبال اسقدر ترویج تک پہنچ گیا تھا کہ تقریباً تمام ہندوستان میں اسی کی
 حکومت کا ڈونکا بجاتا تھا اور ہندوستان کے علاوہ اس کی حکومت کا سراغ دور دراز تک
 ملتا ہے شاہ چین بھی اس کا باج گزار تھا چنانچہ اکثر چینی شہزادے اس کے دربار میں حاضر

بعد اس نے کاروبار سلطنت میں پوری توجہ کی لیکن تھوڑے عرصہ تک داد عکمرانی دے کر پھر بالکل لاپرواہ ہو گیا آخر ۶۵ برس کی فرماندہی کے بعد مجلس رقص و سرود سے منقض ہو کر عشرت گاہ عقبے کو چلایا۔

راجہ مرہن دیو

باپ کی وفات پر مرہن دیو تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ جس نے اپنے چھوٹے بھائی کامن دیو کو نائب السلطنت کا رتبہ عطا کر کے مالک و مختار بنا دیا۔ مرہن خود تو ہمیشہ عدل و انصاف اور رعایا پروری میں رہتا لیکن کامن دیو جس کی طبیعت میں شخوت۔ خود پسندی اور جاہ طلبی کا مادہ قدرت نے کوٹ کوڑ کر بھر رکھا تھا اپنی جہلی غادوں سے باز نہ آیا اور رعایا کو سخت ایذا پہنچانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد مرہن دیو کی لاپرواہی نے اُس کے دماغ میں ہوائے خود سری بھردی جادۂ اطاعت سے منحرف ہو کر بڑے بھائی سے آمادہ پیکار ہوا۔ طبل جنگ بجا کر اس نے میدان کارزار گرم کر دیا۔ کشت و خون کی ندیاں بہانے لگا۔ اس پر بھی مرہن دیو مجت

رہتے تھے۔ علاوہ ازیں برہما۔ کابل۔ قندھار اور ترکستان میں بھی اس کی سلطنت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ۱۳۱۰ء میں جب ہیون تسانگ نامی چینی سیاح وارد ہند ہوا تو اُس کا بیان ہے کہ سمرقند میں اگنی پوجا ہوتی تھی اور ہنوم یگ کا بھی دستور تھا۔ اس نے اشوک و غالباً وائے کشمیر کے تصنیف کئے ہوئے سچاس سے زیادہ پستک بھی بلخ میں دیکھے تھے۔ چونکہ دادئی کشمیر ایسے موقع پر واقع ہے جہاں سکونت پذیر ہو کر راجہ اشوک ممالک دور دراز کے انتظام میں پوری پوری توجہ نہ دے سکتا تھا اس لئے موسم سرما میں عموماً ہندوستان کی رہائش رکھتا تھا چنانچہ اس نے وناں پورائے شہر بشب پور کے مقام پر پاتلی پتر نام ایک عالیشان شہر آباد کیا جو آجکل پٹنہ کے نام سے

و اخوت کے لحاظ سے بھائی کو احسان مندی اور مروت سے رام کرنے کے درپے ہوا۔ مدبران ملک اور خیر سنگ لان حکومت کی صواب دیکھ سے صلح ہو گئی کامن دیو حصہ غربی کشمیر میں خود مختار حکومت کرنے لگا اور اُس کا علاقہ اسی کے نام سے کامن راج (اب کامراج) مشہور ہوا۔ مرہن دیو نے حصہ شرقی پر قناعت کی اور اس کا علاقہ مرہن راج (اب مرارج) کہلانے لگا۔ شہر بابل کو بدستور پایہ تخت حکومت قرار دے کر عدل و انصاف سے حکومت کرنی شروع کی۔ اس کی رعایا خوشحال اور آسودہ ہو گئی لیکن کامن دیو نے سندھ مت نگر میں بیٹھ کر جوڑو ستم اور ظلم و تعدی سے تمام کامراج کو تہ و بالا کر دیا رعایا کا خون پینے لگا۔ چھوٹا بڑا امیر غریب جو تھا سب اس کے ہاتھ سے نالائک سینکڑوں ستم رسیدہ جامائے وطنی اختیار کر کے مرہن دیو کے زیر سایہ آکر پناہ گزیں ہوئے۔ ملک میں ظلم و ظلم مچ گیا۔ اسی زمانہ میں ستارہ دُم دار نمودار ہوا۔ جس کا ظہور و طالع عام خیال کے مطابق منحوس اور کسی آنے والی خوفناک مصیبت کا پیش خیمہ خیال کیا جاتا ہے جو بعض اوقات راست آتا ہے۔ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی سال

مشہور ہے اور جو اس کا دارالصدر ہندوستان تھا اسی طرح موسم بہار میں قندمار اور موسم گرما میں کابل اور کشمیر کی بود و باش رکھتا تھا چونکہ اس راجہ کو معاملات ہند کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے اور سال تمام کا ایک بڑا حصہ ہندوستان ہی میں بسر کرتا تھا اس لئے غلط فہمی سے اس کے حالات راجہ اشوک والے نگہ دیس کے حالات کے ساتھ مخلوط ہو گئے ہیں جس سے اختلاف واقعات کی ایک مستحکم بنیاد قائم ہو گئی ہے لیکن اس مسئلہ پر غور و خوض کی نگاہ ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ والے کشمیر اور والے نگہ خدا جدا دو اشوک ہوئے ہیں۔

ایک ہی قسم کے جن واقعات نے اس غلط فہمی کو پیدا کر دیا ہے وہ یہ ہیں اول تو

اس شدت سے بارش شروع ہوئی کہ طغیانی آب نے تمام ملک میں ایک طوفان مچا دیا ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ کئی مکان۔ گاؤں اور شہر خاکِ مذلت میں مل گئے۔ اسی اثنا میں بمقام چکدر ایک اردو پانی کے ساتھ ہی آسمان سے گرا۔ جس نے قمر اکہی کا اعلان کر دیا۔ یہ سانپ دو روز تک متحرک رہا اور ایک سال تک اس کی لاش موجود رہی۔ غرض راجہ مرہن دیو نے ۵۵ سال عدل و انصاف سے حکومت کی۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں موضع مرہامہ آباد کیا جسکی عمارتوں میں ایک رفیع الشان مندر خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

راجہ چندر دیو

مرہن دیو کی وفات پر اُس کا لڑکا چندر دیو مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ انہیں دونوں میں کامن دیو کے ظلم و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ ایک مرض ضعف میں گرفتار ہوا۔ چندر دیو نے موقع غنیمت جان کر اسپر فوج کشی کر دی کیا رعایا کیا سپاہ سب کے سب اس ظالم کے دستِ تعدی سے جان بلب ہندوستان کی کوئی باقاعدہ تاریخ نہیں جو اس تفاوت کو دور کر سکے۔ دوئم والے کشمیر اور والے مکہ کی زندگیاں تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات لئے ہوئے ہیں۔ دونوں کا دارالسلطنت پٹنہ تھا۔ دونوں بدھ مذہب کے پیرو تھے۔ دونوں الو الغرم راجے گزرے ہیں۔ اور دونوں کے مقبوضات دور دور تک پھیل گئے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے مذہب کے واعظ ممالک غیر میں بھجوائے اور دونوں کا انجام بھی تقریباً ایک ہی ہوا یعنی دونوں تخت چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ جس سے ان کے حالات میں فرق پیدا کرنا سخت مشکل ہو گیا تاہم ان کی سوانح عمریوں میں بعض واقعات ایسے بھی ہیں جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور جن سے ان کے دواشوک ہونے کا ثبوت ملتا ہے (الف) پٹنہ

پور رہے تھے چندر دیو کا پہنچنا تھا کہ کامن دیو گرفتار ہو کر قتل ہو گیا۔ جب اس کا لڑکا رگھ دیو بھی راجہ چندر دیو نے قید کر دیا تو تمام دادی کشمیر ایک ہی حاکم کے ماتحت ہو گئی۔ جب دشمن کا خدشہ دور ہو گیا تو چندر دیو کے دماغ میں دور دور کی سوچیں حکمرانی سے مستغنی عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔ دربار مجلس قیص و سرود اور شراب ناب کا دور چلنے لگا۔ بجائے فوج اس نے حرم سرا کی بھرتی شروع کر دی۔ سال کے دنوں کے حساب سے ہر وقت رانیوں کی تعداد تین سو ساٹھ سے کم نہ ہونے پاتی۔ باری باری تمام رانیوں کی صحبت میں سارا سال گزار دیتا حکومت ملک سے بالکل بے خبر ہو گیا یہاں تک کہ تمام ملک میں استری پھیل گئی۔ امراؤ و وزرانے لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم کر دیا۔ اسی حالت میں باون برس کی حکومت کے بعد یہ راجہ حرم سرا کے محبوبوں کو آزاد کر کے خود گرفتار پنجپہ اہل ہو گیا۔ باوجود اس قدر رانیوں کے یہ راجہ لا ولد ہی رہا اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی آنند دیو تخت نشین ہوا۔

رتناگر لکھتا ہے اور پنڈت کامن اس کی تصدیق کرتا ہے کہ راجہ سورن کی وفات پر اسکے دو بیٹے پیچھے رہے بڑا لڑکا جنک گدی نشین ہوا اور چھوٹا شکنی امورات ملکی سے بالکل کنارہ کش ہو کر کشمیر ہی میں آزادانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ تقریباً ساڑھے تین سو برس بعد جب راجہ بھگونت کے لاؤد فوت ہونے سے وارث تخت کوئی نہ رہا تو آراکین دولت نے راجہ شکنی کی اولاد سے اشوک نامی ایک شخص کو تخت پر بٹھا دیا۔ حالانکہ سر اوپر لیتھہ برج مصنف تاریخ ہند اور بابو شاما چرن پرشاد مولف تذکرہ اشوک عظیم اس امر کے مدعی ہیں کہ اشوک اعظم کے خاندان کی بنیاد چندر گپت واسٹے مگدھ سے شروع ہوتی ہے یہ چندر گپت کسی شاہی خاندان سے نہ تھا بلکہ اس کی ماں مورا قوم شود کی ایک عورت تھی اور اس کا باپ بھی کسی ادنیٰ قوم ہی کا آدمی تھا جو چانکیہ بہمن کی

راجہ آنند دیو

اب راجہ مرہن دیو کا دوسرا بیٹا آنند دیو حکومت ملک پر مامور ہوا۔ ملک کی حالت دیکھ کر اس نے جبر و تعدی کا شیوہ اختیار کیا سفاکی اور بیباکی میں ایسا ممتاز ہوا کہ تمام ملک میں تھلکے مچ گیا۔ ہزاروں بیگناہوں کو دار پر کھینچ کر رعایا کو تباہ و ویران کر دیا۔ اگرچہ چند دیو کی اتبری اور بد انتظامی کو رفع کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایسی روش اختیار کرتا لیکن اس نے ضرورت سے زیادہ سختی برت کر اپنے آپ کو ظالم اظلم بنا دیا۔ اٹھائیس سال تک جو رستم کا بازار گرم رکھ کر داعی اجل ہوا۔

راجہ درپتا دیو

اس کے بعد آنند دیو کا بیٹا درپتا دیو گدی نشین ہوا۔ اس نے باپ کے تمام مظالم کا تدارک بطریق احسن کیا۔ فسق و فجور کو دور کر کے رعایا کو عدل و حکمت عملی سے راجہ بن گیا۔ اور نازندان موریہ کا جو اس کی ماں کے نام سے مشہور ہوا بانی ہوا اس کا بیٹا نید و سار بھی نامور راجہ ہوا اور یہ اشوک اس کا بیٹا ہے۔ اس لئے حسب نسب کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی یگانگت یا وحدت نہیں پائی جاتی (ب) وائے کشمیر کی نسبت متناکر لکھتا ہے کہ کلچوگ کے ۱۶۷۶ سال گزر چکے تھے کہ وہ تخت کشمیر پر متمکن ہوا زمانہ کو دو پانڈو سے لیکر راجہ اشوک کے زمانہ تک سلسلہ وار لکھتے ہوئے وہ اس کی تاجپوشی کی تاریخ قائم کرتا ہے لیکن مغربی مورخ ہنر، عقلیہ تحقیقات کے رو سے رقمطراز ہیں۔ کہ اشوک اعظم مسیح سے قریب ۲۶۳ سال پہلے یا سنہ ۳۲۸ء کلچگی میں گدہ کے تخت پر بیٹھا انتوگن۔ ٹائسی۔ انٹی گونس اور ٹائس وغیرہ دیان ملک اس کے ہم عصر تھے جو اس کے کنوئس

انصاف سے سرفراز کرنے لگا۔ رعیت پروری اور داد گستری کو اپنا شیوہ بنا کر
 ملک اور سلطنت کی بہبودی اور ترقی میں مصروف ہوا۔ اس کی شجاعت اور
 مردانگی بھی شہرہ آفاق تھی۔ شاہ زور ایسا تھا کہ ایک دن اُس نے ایک بھاری
 پتھر جو ایک سومن سے زیادہ وزنی تھا سیر راہ پڑا دیکھا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر
 اُس نے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کی تعمیرات میں موضع شادا کا جوالا مکھی
 مندر قابل یادگار ہے۔ آخر عمر میں اُس کے بھائی ہرنام دیونے بناوت کا جھنڈا
 کھڑا کر دیا ادھر ادھر سے جمعیت ہم پہنچا کر اُس نے راجہ سے معرکہ کارزار چھیڑ
 دیا۔ اتفاقاً ایک تیر راجہ کی آنکھ میں ایسا آکر بیٹھا کہ دم لے کر نکلا۔ اس کے
 ساتھ ہی درپتا دیو کا تمام کھیل بگڑ گیا۔ ہرنام دیو فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا داخل
 شہر ہو گیا۔ اراکین دولت نے بھی مطابعت اختیار کر لی۔ راجہ درتیا دیونے کا ون
 سال عدل و رافت سے حکومت کی۔

راجہ ہرنام دیو

ہرنام دیو کی تخت نشینی کے ساتھ ہی حکومت پانڈوں کی کا یا پلٹ گئی۔

بخوبی ظاہر ہے یہ ایک بڑی بھاری تفاوت ہے (ج) ا وایت ہے کہ والے لگدہ بھی پہلے
 پہل شیوہ مت کا پیرو تھا اور ساٹھ ہزار برہمنوں کو روزانہ بھوجن دیتا تھا۔ ایک دن بارہری
 سے مہانوں کا تماشا دیکھ رہا تھا برہمن بڑی بدتمیزی سے کھانے پر لوٹ کھسوٹ مچا ہے
 تھے اسی اثناء میں اس کی نظر ایک بدھ پر پڑی جو ہکٹا لیکر آنکھیں نیچے کئے چلا جاتا تھا
 اشوک نے اُسے اوپر بلایا وہ آتے ہی راجہ کے برابر تخت پر بیٹھ گیا اس کا مونتر پڑش
 سنا تو اس کا معتقد ہو گیا۔ یہی واقعہ والے کشمیر سے بھی منسوب کیا جاتا ہے واضح ہو
 کہ ساکی منی کی زندگی ہی میں تقریباً تمام بہاری یعنی مکہ میں بدھ مت پھیل گیا تھا بلکہ وہاں

اگرچہ راجہ سکھدیو کے زمانہ سے تنزل کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ لیکن سندھیان وغیرہ بعض اولو الغرم راجوں نے بد انتظامیوں کو رفع کر کے عتاق حکومت پھر سنبھال لی تھی۔ مگر ہر نام دیو نے جو ر بدعت کا بیج ایسا بویا کہ ان کے خاندان کی بچکنی کر کے رہا۔ دختر رز کے عشق نے اسے دنیا و مافیہا سے بالکل غافل بنا دیا۔ ہر وقت نشہ شراب میں مخمور دن رات ساز و سرود اور چنگ در باب کی انجمن آراستہ رکھتا۔ شراب کھچوانے کے لئے اُس نے باسجا انگور کے باغ لگوائے۔ اس کی ان کارروائیوں نے عوام کو بھی اس کا ہم مشرب بنا دیا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ مے کدے اور میخانہ بن گئے۔ گھر گھر میں شراب و کباب کا دور چلنے لگا۔ جن لوگوں کو ناداری کے باعث یہ خانہ خراب نہ مل سکتی اُن کے لئے راجہ صاحب کی فیاضی اور عالی ہمتی نے ہمایوں سرا کے صحن میں ایک وسیع حوض بنا دیا جو ہر وقت شراب کے بریز رہتا تھا غراب و مساکین کی دعوت کا سامان بہم پہنچاتا۔ اسی زمانہ میں شراب خانہ خراب قانوناً حلال سمجھی جاتی تھی اس کی چاٹ نے دوسری بد کاریوں کو بھی مدعو کیا۔ زنا کاری۔ رنڈی بازی۔

کا ایک راجہ بھی اس دین کا معتقد ہو گیا تھا جس سے بدھ مت راج گدی کا دھرم قرار پا چکا تھا۔ علاوہ ازیں اہل یونان نے جو گریں ہیں حالات والیان گدہ کے لکھے ہیں ان سے بھی پایا جاتا ہے کہ اشوک گدہ کے بزرگ بدھ مت کے پیرو تھے مزید برآں تعجب ہے کہ اس خیال کا جو ہر ایک فرقہ اور مذہب کی صداقت کا قائل ہو اور جس کا مقولہ ہو کہ سب کا نتیجہ ایک ہی ہے اتنی سی بات پر ایسا تغیر عظیم پیدا کر لے (۵) والے کشمیر کی نسبت تمام موزع بالاتفاق لکھتے ہیں کہ اُس نے شیوہ مت کی مناد رسا کر کے جین مت کے مناد و تعمیر کرائے اور لوگوں کو جبر و تعدی سے اپنے مت کا پیرو بنا یا چنانچہ اسی مذہبی تعصب کے باعث اخیر دور حکومت میں عالمگیر مخالفت پیدا ہو گئی اور وہ گدی اپنے جانشین کے حوالہ

قمار بازی معمولی دل لگی کے سامان سمجھے جانے لگے۔ رعایا کی بہو بیٹیاں راجہ کے ہاتھوں خراب ہونے لگیں۔ راہ چلتی مستورات کو زیر دستی پکڑ لینا ایک معمولی بات تھی۔ بقول اناؤس غلے دینے والوں کو عوام نے بھی دست تعدی دراز کیا۔ سر راہ زنا کاری ہوتی اور کوئی پردہ خاش نہ کرتا۔ یہ حالت دیکھ کر راجہ کے سپہ سالار درگا کے بدن میں خون حمیت نے جوش مارا۔ غیرت کی آگ اس کے سینہ میں بھڑکنے لگی۔ کچھ فوج جمع کر کے راجہ پر چڑھ آیا۔ ایسے مدہوش راجہ کا مغلوب کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ آٹا فاناٹا ہی فوج پس پا کر کے دارالخلافہ میں داخل ہو گیا۔ محلات شاہی میں آگ لگا دی جس سے شہر بابل کا بھی ایک حصہ جل گیا لوگوں نے درگا کی زیادتیوں کو دیکھ کر شراب کے پیالے رکھ دیئے ان کو خیال ہوا کہ سپہ سالار غمدا لوگوں کے مکانات جلا رہا ہے نشہ کی ترنگ میں جو نہی مخالفت کی آواز ایک زبان سے نکلی سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور درگا کی فوج پر ایک بار جان توڑ حملہ کر دیا۔ تیر و ترکش کی بوچھاڑ سے درگا کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کی فوج تباہ و خستہ حال ہو کر

کر کے فقیر ہو گیا۔ لیکن والے مکدہ کے حالات سے پایا جاتا ہے کہ وہ بدھ مت کا پیرو توفور بن گیا لیکن متعصب بالکل نہ تھا اور ہر ایک مذہب کی قدر کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق جو کتبہ تذکرہ اشوک اعظم میں درج ہے بجنہ نقل کیا جاتا ہے۔ کتبہ دوازدہم میں ہر ایک فرقہ کی یکساں قدر کرتا ہوں اور ان کی ترقی دل سے چاہتا ہوں میں جو سب مذہبوں کی قدر کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنے مذہب پر کمال اعتقاد رکھیکا دوسرے مذہب کی توہین نہ کریکا جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا ہی مذہب سب سے اچھا ہے اور دوسرے کا خراب ہے وہ دراصل اپنے لئے خرابی کرتا ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ ہر ایک اہل مذہب گیان دھرم میں ترقی کریں کیونکہ سب کا نتیجہ ایک ہی ہے اس لئے مہا ماتر مقرر

تترتر ہو گئی۔ اور راجہ ہرنام دیو بدستور حکومت پر قائم ہو گیا۔ رعایا کی جانفشانی کی داد دیتے ہوئے اس نے دو سال کا خراج بالکل معاف کر دیا۔ اور خود بدستور سابق بے خوف و خطر عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ آخر الامر درگاہ کالہ کا رنگو جو دن رات باپ کا انتقام لینے کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ چند اوباشوں اور چندالوں کی چوکڑی لے کر شکار کے موقعہ پر آ پڑا اور راجہ کو مع چند ہمراہیوں کے شکار اجل بنا کر سعادت مند بیٹا بن گیا۔

گندم از گندم ہر وید جو ز جو

از مکافاتِ عمل تاغل مشو

جو حال ہرنام دیو نے اپنے بھائی درپتا دیوہ کا کیا وہی حال رنگو کے ہاتھ سے ہرنام دیو کا ہوا۔ اس کی حکومت کی میعاد ۳۹ سال تک تھی۔

راجہ سلکن دیو

ہرنام دیو کی وفات پر اس کا بیٹا سلکن دیو عروس مملکت سے ہم کنار ہوا۔

کئے ہیں کہ سب کی نگرانی کریں اس سے ہر ایک مذہب والے کو فائدہ پہنچیکا (۵) دائے کشمیر نے شہر پٹنہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسے موسم سرما میں ہندوستان رہنے کا قیام گاہ بنا رکھا تھا لیکن وائے مگرہ نے اس شہر کو آباد نہیں کیا البتہ اس نے بھی اپنا دار السلطنت یہیں رکھا (۶) وائے مگرہ نے بہت سے فرمان جاری کئے اور اپنی قلمرو کے مختلف مقامات پر پتھر کے ستونوں اور پہاڑوں کے بڑے بڑے پتھروں احکام کندہ کرائے جو موجودہ زمانہ میں پر نسب صاحب کی کوشش اور جستجو سے دستیاب ہو گئے ہیں جیسے پشاور کے پاس شہباز گڈھ۔ لٹکا و تنجور۔ گرنا واقعہ ملک گجرات۔ دھولی واقعہ ملک اوڑیسہ۔ میراٹ واقعہ جے پور۔ جونا گڈھ اور پریاگ میں کتبے اور دہلی۔ الہ آباد۔ کوریا علاقہ تریہٹ اور رائچی علاقہ

باپ کی طرح دن رات عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مصروف ہر وقت شراب سے مخمور رہتا تھا۔ تاہم ہفتہ میں ایک دن اُس نے اموات ملکی کے انصرام کے لئے مقرر کر رکھا تھا چھ دن عیش و طرب اور تاج و رنگ میں ہی مصروف رہتا البتہ شنبہ کے روز دربار لگا کر عدل و انصاف سے نصفت شعاری اور معدلت گستری سے رعایا برابرا کو سرا فرار کرتا۔ الغرض اٹھائیس سال تک داد حکومت دیکر راہ گرائے عالم حشر و حساب ہوا۔

راجہ سنیادت

باپ کے مرنے پر راجہ سنیادت تخت خلافت پر رونق افروز ہوا۔ ناؤ نوش اور عیش و طرب میں یہ بھی متقدمین کے نقش قدم پر چلا۔ یہ راجہ تمام کاروبار سلطنت و زیر کے سپرد کر کے خود بالکل سبکدوش ہو گیا۔ راجہ کیا تھا نقش دیوار۔ اراکین دولت جو چاہتے کرتے۔ اس کی جانب سے کوئی روک ٹوک نہ تھی ہر وقت عیش و آرام میں مصروف رہتا رہتا۔ اسے عقل سلیم بھی وہ

بھوپال وغیرہ میں لاٹ (پتھر کے ستون) ملتے ہیں۔ اسی طرح بولہر صاحب کے بیان سے دھن میں بھی راجہ اشوک کا ایک پروانہ لوح مس پر کندہ برآمد ہوا ایسی ایسی باتوں سے پایا جاتا ہے کہ والے نگہ کی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع تھا لیکن یہ تمام آثار صرف ہندوستان ہی میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت ملک ہند ہی کے اندر محدود رہی ورنہ دوسرے ممالک میں بھی اس کے کتبہ ضرور ملتے اور اگرچہ ہندوستان کے علاوہ اس نے اپنے مذہب کے واعظ کاشمیر (کشمیر) گاندھار (قندھار) جون لوک (یونانی فری) ممالک میں بھی بھیجائے تھے۔ لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہاں بھی اسی کی حکومت تھی لیکن جس اشوک نے علاوہ ہندوستان۔ کابل۔ قندھار۔ تبت۔ ترکستان اور چین کے

عطا کی تھی کہ نیک و بد کی بھی تمیز نہ کر سکتا تھا۔ حماقت اور رعوت میں ممتاز۔ کام کاج سے بالکل متنفر ہر وقت بدنی آرائش اور زیبائش میں لگا رہتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سنیادت آئینہ چینی سامنے رکھے اپنے چہرے کو سنوار رہا تھا ایک حرم آئی اور راجہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ جونہی اس نے رانی کی شکل بھی آئینہ میں دیکھی تو سخت جھنجھلا یا اور رانی مذکور کو باواز بلند پکار کر کہنے لگا کہ حرام زادی تو نے شخص آئینہ کے ساتھ الفت پیدا کی ہے اور میرے سامنے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی ہے تجھے ذرا بھی شرم نہیں آتی یہ کہہ کر اس کا ناک کٹوا دیا۔ ایک مرتبہ اس نے کتھا میں سورگ کی گویوں کے بمیشال حسن و جمال کا تذکرہ سنا ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گیا وزیر کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً ایک گویا اس کے لئے بھی حاضر کر وزیر سخت حیران ہوا آخر اس نے مجبور ہو کر کسی خوبصورت لڑکی کو لباس فاخرہ سے آراستہ کر کے راجہ کی ہم بستری پر آمادہ کیا۔ اور اس حور طلعت کو سنیادت کے پاس لا کر اس نے عرض کی کہ حضور یہ ماہ نقاداروغہ سورگ کی اکلوتی بیٹی ہے بادشاہوں کو بھی اپنا باغذاں بنایا اور ان ممالک میں اپنا سکہ بھی جاری کیا وہ والے کشمیر ہی تھا جس کی سوا نغمہری یہ تمام واقعات ظاہر کر رہی ہے۔

اب یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر والے کشمیر کوئی دوسرا اشوک ہے جو مسیح سے ۳۷۴ برس پہلے گزر چکا ہے تو وہ بدھ مت کا پیرو کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی مورخوں کے اقوال کے مطابق ساکی مٹی کی ولادت مسیح سے قریب ۵۵۰ برس پہلے ہوئی جس کی رو سے ہمارا اشوک بدھ سے ۸۲۴ برس پہلے ہوا۔ یہ ایک جاندار اعتراض ہے۔ جس سے ہم کو ماتا پڑتا ہے کہ والے کشمیر یا تو بدھ سے پہلے نہیں ہوا یا بدھ مت کا معتقد نہ تھا یا بدھ مت کا زمانہ قائم کرنے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ لہذا یہ واقعہ ثبت خورد جہاں

وہ اس کا عوض ایک کروڑ دینار مانگتا ہے راجہ بہت خوش ہوا۔ وزیر کو حکم دیا کہ فوراً زر مطلوبہ داروغہ مذکور کے پاس بھجوا دے۔ خود اس حور طلعت کی محبت میں ایسا مستغرق ہوا کہ رہے سے جو اس بھی باختہ کر بیٹھا۔ آخر کار سترہ سال کی حکومت کے بعد اس کے بھائی منگلادت نے شہستان شاہی میں گھسکر سنیادت کا کام تمام کر دیا اور حکومت ملک خود سمبھال بیٹھا۔

راجہ منگلادت

یہ راجہ بھائی سے بھی بڑھ کر عیاش نکلا۔ ہر وقت ساز و سرود اور چنگ ورباب کی مجلس گرم شراب خانہ خراب کو اس نے وہ عروج دیا جو ہر نام دیو کے زمانہ میں بھی اسے نصیب نہ تھا گلی کوچوں کی بجائے گھر گھر میں کلال خانے قائم ہو گئے اس راجہ نے آبکاریوں کے لئے انگور کا بے شمار ذخیرہ ہم پہنچایا۔ شراب پریٹیکس لگا کر اس نے محاصل ملک میں لاکھوں روپے کی آمدنی کا اضافہ کر دیا۔ قمار بازی کو بھی اس کے عہد میں بے مثال ترقی ہو گئی۔ اعلیٰ وادے

کے باشندے فیصدی ۹۰ سے زیادہ بدھ مت کے پیرو ہیں وہاں ایک مندر سمیک کاغینا کے نام سے مشہور ہے یہ مندر بڑا متبرک خیال کیا جاتا ہے یہاں سالانہ میلہ ہوتا ہے جس میں نواح چین رتبت۔ لاسہ وغیرہ سب بے تعداد لامہ کے چیلے جمع ہوتے ہیں اکثر کتھا بھی ہوتی رہتی ہے ۱۹۰۵ء میں وہاں کے ایک پٹجاری نے ایک پوتھی پڑھ کر سنائی جس میں بدھ کے حالات لکھے تھے معلوم ہوا کہ وہ مسیح سے قریب سولہ سو برس پہلے پیدا ہوا تھا بلکہ مسیح سے ۱۱۰۰ سال پہلے ہی مت چین میں مروج ہے میں نے اس معاملہ میں وہاں کے پوجاریوں سے بہت بحث مباحثہ کیا اور نئی روشنی والوں کے خیال کی تقلید میں انہیں جھٹلاتا چاہا لیکن انہوں نے اور کئی نہیں کتا میں پیش کیں اس کے بعد جب پنڈت رتاگرا اور کلہن پنڈت کی رازہ ترنگیوں نے بھی

اسی کے شغل میں دن رات بسر کرتے۔ اس کے زمانہ میں ایک مرتبہ ہوا میں ایسا زہر ملا دھند بھیل گیا کہ اس کے اثر سے ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ ملک میں داویلا مچ گیا۔ آخر ۳۹ سال کی حکومت کے بعد ملک برباد کر کے دنیا سے فانی سے کوچ کر گیا۔

راجہ کھیمہ اندر

اب منگلات کا لڑکا کھیمہ اندر سند نشین حکومت ہوا۔ تاج شاہی سر پر رکھ کر پہلے تو انتظام ملک میں خوب کوشش کی۔ لیکن جونہی اسے ربط و ضبط مملکت سے فراغت مل گئی ایک لخت اس نے اپنے باپ کا وطیرہ اختیار کر لیا۔ سیر و شکار کا بھی اسے بہت شوق تھا۔ عیش پسندی اور زنا کاری میں لٹا۔ رعایا یا اراکین دولت میں سے جس کے ہاں کسی مہربانی کی سُن گن پاتا کسی نہ کسی حیلہ سے ضرور اپنے آپ کو وہاں پہنچاتا۔ غربا و مساکین کے گھروں میں بلا کھٹکے گھس جاتا بیگانہ بھومیٹیوں سے جبراً سوا داتا جو جہنے اندارین کامرتکب

اُن کی تصدیق کی تو ضروری طور پر مانتا پڑا کہ بمقابلہ مغربی تحقیقات کے ان کا قول صحیح ہے۔ کیونکہ مشرقی معاملات کی نسبت باقاعدہ تاریخ کی عدم موجودگی میں مغربی مؤرخوں نے زیادہ تر عقلیہ دلائل سے کام لیا ہے جو صحیح واقعات کی موجودگی میں چنداں وقعت نہیں رکھ سکتیں۔ ان وجوہات سے ثابت ہے کہ والے کشمیر دوسرا شوک تھا۔ اور والے مگدہ الگ تھا۔

۵۴۳ ایک ٹیکا کار نے اس کا نام ہلکیترو لکھا ہے مگر اس کا موجودہ نام ہلکیترو ہے اور نقشہ پر ہلکتری درج ہے۔ یہ گاؤں پرگنہ ڈنٹس میں واقع ہے مگر ۱۸۹۱ء میں جب سٹائن صاحب نے پنڈت کانشی رام کو اس جگہ کی تحقیقات کے لئے بھیجا تو باوجود

ہو کر لوگوں کو ذلیل و رسوا کرتا۔ آخر اس نے دُرنا وزیر کی چاہتی بیوی کے حسن و جمال کی خبر پا کر اس کے ساتھ رابطہ اتحاد جوڑا۔ ایک دن اس کے گھر پہنچا جب واپس آیا تو اتفاقاً اس کی انگشتی ہاتھ سے گر کر وہیں رہ گئی۔ یہ انگوٹھی وزیر کے ہاتھ لگ گئی۔ پہچان کر سخت تلملایا۔ راجہ کے کردار سے تو بخوبی واقف تھا اپنی بیوی کی رسوائی تو نہ کر سکا لیکن راجہ کی بھگینی کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ ۶۶ سال کی حکومت کے بعد اس نے راجہ کے ملازموں کو درغلا کر رات کے وقت شبستان خاص میں اس ظالم کا کام تمام کرا دیا۔

راجہ بھیم سین

راجہ بھیم اندر کا صاحبزادہ مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے بجلے بابل سندھ مت لنگر کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ یہ راجہ بڑا شجاع اور دلاور تھا۔ لیکن شراب و کباب اور ناچ و رنگ کی چاٹنے لے پرے کوشش بیار کے اس کو اس گاؤں میں یا اس کے قریب ان مندروں کا کوئی نشان نہ ملا۔ ۴۴۳ء ایک ٹیکا کرنے و تشٹا تر کا نام و ٹھو تر و لکھا ہے اور اس کا موجودہ نام و ٹھو تر ہے یہ ایک چھوٹا سا گاؤں مشہور چشمہ ویرنگ کے قریب گوشہ شمال مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر پرگنہ شاہ آباد میں واقع ہے۔ اس گاؤں کے قریب ایک تالاب میں ایک بڑا چشمہ نکلتا ہے جو مقامی تیرتھ بنا ہوا ہے اس چشمہ کی بابت ایک کتھا میں ذکر ہے کہ دریائے وٹشا کا اصلی منبع یہی ہے۔ دیکھو گئی صاحب کا سفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۵۳۔ وٹشا مہاتم کے ادھیائے ۲ اور شلوک ۴۰ میں اس کا نام وٹشتا ورتکا لکھا ہے۔ راجہ اشوک کے بنوائے ہوئے مندروں اور عبادت گاہوں کا اب

درجے کا سفاک اور بیباک بنا دیا۔ فسق و فجور اور شراب خوری کو اس نے ایسا قرونع دیا کہ اس کی نظیر شاذ ہی ملے گی۔ اس کے علاوہ اس نے رعایا پر بھی بہت سے ظلم و ستم روا رکھے۔ باج شاہی بڑھا کر عوام کو تاخت و تاراج کر دیا۔

علاقہ کا شفر جو عرصہ سے کشمیر کا باجگذار چلا آتا تھا۔ اوائل عہد میں اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ راجہ ختن نے چڑھائی کر کے تمام علاقہ کا شفر پر قبضہ کر لیا۔ جب اسے اطلاع ہوئی تو اُس نے اُس کے انسداد کے لئے فوج قاہرہ معمور کی لیکن بد قسمتی سے اس کا تمام لشکر کوہ قراقرم عبور کرتے ہوئے برف کے نیچے دب کر نیست و نابود ہو گیا اور ایک متنفس بھی زندہ نہ بچ سکا اس حادثہ سے بھیمہ سین کا حوصلہ پست ہو گیا اور اس نے قہر آبی سمجھ کر دوبارہ فوج کشی کرنے کی جرات نہ کی۔

اس نے اپنے عہد میں دریائے ہمت کے کنارے پر مندر کوٹا ایشور تعمیر کیا۔ موضع سمپورہ جو تحصیل اوتر پھی پورہ میں واقع ہے اسی کی یادگار اس جگہ زمین پر کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ یہ جگہ چاروں طرف پہاڑوں سے محصور ہوئی تھے باعث اس قدر تنگ ہے کہ اس جگہ کوئی بڑا شہر آباد ہی نہیں ہو سکتا لیکن یہ شہر چونکہ درہ بانہال کے دامن میں مشرقی پنجاب کے راستہ پر واقع ہے اس واسطے یہ عام طور پر بہت مشہور مقام ہے ورنہ تاثر کا ذکر راجہ اننت دیو کے عہد حکومت میں بھی آیا ہے دیکھو ترنگ ۷، شلوک ۳۶۴ اور ترنگ ۸، شلوک ۱۰۷۔

۷۴۵ جنرل سنگھیم نے اپنے انیشٹ چیو گرافی کے صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے کہ راجہ اشوک کا بنوایا پور پورنگ اُس جگہ پر تھا جہاں کہ آج کل قصبہ پاندری تھن آباد ہے اور کلہن نے اس قصبہ کا نام پورانا دہستان لکھا ہے۔ یہ قصبہ موجودہ مریگڑ سے تین میل کے فاصلہ پر

حسنہ ہے۔ اسی زمانہ میں ترجمان نام ایک طبیب ہندوستان سے کشمیر آیا۔ کچھ عرصہ بعد بھیہ سین کی رانی کسی ایسے عارضہ میں مبتلا ہوئی کہ کشمیر کے تمام اطبا اس کے معالجہ سے دست بردار ہو گئے۔ آخر ترجمان حکیم تک نوبت پہنچی جس کے معالجہ سے رانی چند ہی دنوں میں شفا یاب ہو گئی راجہ نے ایک ہزار اشرفی حکیم موصوف کو بطور انعام عطا کی اسی اثنا میں ترجمان کے شاگردوں میں سے کسی نے راجہ کے کان تک یہ بات پہنچائی کہ یہ حکیم دراصل جادوگر ہے طلسم کے زور سے لوگوں کو مریض بنا کر ان کے معالجہ سے اپنی جیب گرم کرتا ہے۔ یہ بات سنکر راجہ آگ بگولا ہو گیا۔ اسی وقت حکیم موصوف کو بلا تحقیق دار پر کھچوا دیا۔ آخر ۶۱ سال کی حکومت کے بعد یہ راجہ فسق و فجور کو رواج دے کر گوشہ اجل میں پناہ گزین ہوا۔

راجہ بندر سین

بھیہ سین کا لڑکا بندر سین سریر سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ فسق و فجور کی

دریائے و تشائے دائیں کنارے پر آباد ہے دیکھو نوٹ ۱۵۲ کتاب ہذا۔

کلمن نے ترنگ اول کے شلوک ۱۲۴ میں بیان کیا ہے کہ راجہ جلوک نے سری نگر میں جو جیٹھار دور کا مندر بنوایا تھا۔ وہ کوہ تخت سلیمان کی چوٹی پر بنا ہوا تھا اور جرنل کنگھیم نے بھی اسی بنیاد پر اس کی تاکید کی ہے اس مندر کے دو میل نیچے قصبہ پاندری تھن واقع ہے اگرچہ اس کتھا کی راستی میں جس کی بنیاد کنگھیم نے اپنا مذکورہ خیال قائم کیا ہے شک ہے اور اس پر پروفیسر بوہلر نے بھی اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۷ پر مدلل سوال کئے ہیں اور اگرچہ تخت سلیمان کی پہاڑی کے مندر کی تاریخ بناء میں بھی شک ہے دیکھو فرگوسن صاحب کی ہسٹری آف انڈین آرٹس ملکہ صفحہ ۲۸۲) پھر بھی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے

ترقی میں یہ بھی باپ کا خلف سعادت مند ثابت ہوا۔ تنزل حکومت کے جس قدر آثار ضروری ہوتے ہیں ان راجاؤں کے عہد میں یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے رہے لیکن اس کے زمانہ میں عوام نے ایسا وطیرہ اختیار کیا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ قضا کار اس جو رو بدعت کے زمانہ آغاز سے ہی آیا۔ دی مہروعات بدرجہ غایت ہونے لگی غلہ اس افراط سے پیدا ہوتا کہ کوئی کسی کا محتاج نہ رہا۔ اس آسائش نے لوگوں کے دلوں میں اور بھی رعونت پیدا کر دی۔ ہر ایک فرعونی دم بھرنے لگا یا د خدا تو درکنار خدا کی خدائی سے بھی منکر ہو گئے کوئی عیب ایسا نہ تھا جس میں نیمہ سین اور اس کی رعایا ممتاز بلکہ سرفراز نہ تھی۔ خود توراجہ ہر وقت عیش و عشرت اور کھیل تماشوں میں مشغول تھا انتظام مملکت اس نے وزیر شور اندر کے تفویض کر دیا۔ راجہ کی معاش کے آدمی ہمیشہ سبک گوش اور کج رائے ہی ہوتے ہیں تھوڑے ہی دنوں میں وزیر سے بدگمان ہو گیا۔ اور اسے وزارت سے معزول کر کے ذیل منوار کرنے لگا۔ مگر وہ بھی شور اندر تھا شور و شر پر آمادہ ہو گیا۔ ہوائے خیرہ سری

ثابت ہوتا ہے کہ جیسا رو در کا مندر اسی پہاڑی پر یا اس کے قریب ہی واقع تھا۔ اشوک کا سری نگر بھی اسی قرب وجوار میں تھا۔ مگر موجودہ حالات میں ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا یہ شہر پانڈری تھن کے مقام پر آباد تھا یا کسی اور جگہ پر اگرچہ ہمارے پاس پورا ناہستان کی زبردست شہادت موجود ہے جس کے معنی ہی قدیم دارالسلطنت کے ہیں۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس شہر کے پاس سودر کا چشہ بھی تھا دیکھو نوٹ نمبر ۹ ضمیمہ کتاب ہذا۔

موجودہ شہر سری نگر جس جگہ آباد ہے وہاں پہلے راجہ پرور سین دوئم کا آباد کیا ہوا شہر پرور پور تھا۔ اس کی تصدیق جنرل کنگیم صاحب نے بھی کی ہے۔ دیکھو کتاب لیٹرانڈو سٹیٹین صفحہ ۹

دل میں سٹائی اور فوج لے کر راجہ پر چڑھ آیا۔ یہاں کیا تھا رقا ص اور مخنی شوراند
 کے مقابلہ میں کہاں بھڑکتے تھے۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد شاہی فوج پسپا
 ہو گئی۔ لیکن ابھی کچھ دن تک خاندان پانڈواں کے مقدر میں حکومت کشمیر کا
 حصہ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے میدان راجہ ہی کے ہاتھ رہا۔ قسمت کا مارا وزیر
 تعقب کی جدوجہد میں گھوڑے سے گر کر گرفتار ہو گیا۔ اس کے ہمراہی بھاگ
 گئے ایسے نازک موقع پر سخت نے یاوری کر کے راجہ کو شاد کام کیا۔ وزیر
 اپنے کیفر کردار کے پاداش میں پوست سے بدن اُدھیر کر مارا گیا۔ انہیں ایام
 میں راجہ نگر کوٹ نے بھی بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا لیکن راجہ کی فوج نے جسکے
 حوصلہ گزشتہ معرکہ سے بڑھے ہوئے تھے حملہ آور ہو کر اسے بھی قتل کر دیا۔
 یہ راجہ ۲۶ سال تک عیش و عشرت کا بازار گرم رکھ کر شراب اہل کے تلخ
 گھونٹ نوش جان کر کے دنیا ئے فانی کو الوداع کہہ گیا۔

راجہ سندرسین

راجہ ہر نام دیو کے وقت سے جو بد افعالیوں اور بد کرداریوں کا مادہ نشوونما
 کلہن اور دیگر کشمیری مصنفوں نے اس شہر کو سری نگر لکھا ہے اور عام طور پر ہی نام آج تک
 مشہور بھی ہے۔ لیکن سری نگری کا نام بھی نامعلوم نہیں ہے دیکھو ترنگ ۴ شلوک ۴
 جواز کی کتاب شلوک ۸۱۔ وزیر پر جا بھٹ اور شک کی کتاب شلوک ۲۴۰ و مہادیو مہاتم
 ادھیائے ۳ شلوک ۸۔ برعکس اس کے یہ بھی قابل نوٹ ہے کہ فارسی مورخ حیدر ملک اور
 محمد عظیم وغیرہ لکھتے ہیں کہ راجہ اشوک کا تعمیر کردہ سرینگر علاقہ سیر میں دریائے لدی کے بائیں کنارے
 پر پرگنہ کھاور پور میں واقع تھا۔ اور پروفیسر بوہل نے بھی اپنے ریمارک میں اس کی تائید کی
 ہے اور لکھا ہے کہ بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ یہ شہر اسلام آباد کے قریب آباو تھا۔ سرینگر

یار ہاتھ بیدرسین کے بیٹے سندرسین کے عہد میں شباب کو پہنچ گیا بیدرسین کے وقت تو لوگ خدا کو بھول ہی گئے تھے مگر سندرسین کے عہد میں ہر ایک شخص خدائی دعوے کرنے لگا۔ شراب نوشی ان کی خدا اور قمار بازی انکا دیوتا تھے۔ اسی زمانہ کی ایک حسرت ناک اور دلفکار حکایت مشہور ہے جس کو سنکر روٹ گئے کھڑے ہوتے ہیں۔ کوئی ملعون اپنی صلیبی بیٹی سے ہم بستر ہوا۔ لڑکی کے خاوند یعنی اُس کے داماد کو خسر کی یہ حرکت ناگوار خاطر ہوئی وہ راجہ سندرسین کے پاس دادرسی کے لئے گیا شہادت گذر گئی۔ راجہ صاف واقعات مقدمہ سنکر کچھ دیر تک سوچتے رہے آخر آپ نے مستغیث کو افشائے راز کے جرم میں سزا دی اور زانی کو بالکل بری کر دیا۔ اراکین دولت راجہ کی دانشمندی کی داد دیتے لگے جس قوم کا یہ حال ہو کب تک صفحہ ہستی پر قائم رہ سکتی ہے۔ جب ان کے فسق و فجور کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو مصلح حقیقی نے اس قوم کی ہدایت کے لئے اسی شہر سندمت نگر کے ایک شخص تندگپت نام کو نامور کیا۔ یہ شخص قوم کھار کا ایک زویل اور اونٹ آدمی تھا۔ اگرچہ ہمیشہ کے پاس جو جیشٹارودر کا مندر بنوایا گیا تھا اس کے مفصل حالات کے لئے دیکھو ضمیمہ کتاب ہذا کا نوٹ ۷۲

۷۲ شو و جیغور کے مشہور مندر کے نام پر اس کے گرد و نواح کا سارا علاقہ آجکل وچ برور کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو نوٹ ۷۱ کتاب ہذا۔ وہاں کے پروہت بیان کرتے ہیں کہ ویشور کا مندر دریائے جلم کے بائیں کنارے پر پل کے محاذ میں سوگنڈ کے فاصلہ پرواتھ تھا۔ یہاں سے مہاراجہ رنیر سنگھ نے نیا مندر تعمیر کرنے کے واسطے پتھر وغیرہ مصالح لیا تھا۔ سٹائن صاحب نے ۱۸۸۹ء میں اس جگہ کا معائنہ کیا مگر مندر کی جگہ بالکل غار سی بنی ہوئی تھی اور سوائے چند ٹوٹی پھوٹی سلوں اور ملبے کے ڈھیر کے اور کچھ نہ تھا۔

عبادت اور ریاضت آبی میں مصروف رہتا تھا لیکن چونکہ اس کا وطیرہ تمام دنیا سے برخلاف تھا لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے کچھ عرصہ بعد المام آبی کے مطابق اس نے پند و نصائح کا وعظ شروع کر دیا لیکن اس کی گمراہ قوم اُلٹا اسی پر تبرے گھرتی۔ ہنسی اُڑاتی اور وہ کرتی جو نہ بھبتی۔ جب پند و نصائح کا رگرنہ ہو سکے تو نند گیت بالکل مایوس ہو گیا۔ آخر کار ایک دن بشارت غیبی کے بموجب شہر سے نکل کر پاس کی پہاڑی پر جو آج کل کراہ سنگر کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھا۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا۔ اور زمین گھولنے کی طرح ہلنے لگی تو ایسا سخت بھونچال آیا کہ زمین و آسمان ہل گیا۔ عین سند مت نگر کے وسط میں زمین پھٹ گئی۔ ایک دم پانی کی نہریں جاری ہو گئیں کھاؤں کے گاؤں منہدم ہو گئے۔ اسی زلزلہ سے بارہ مولہ کے پاس مقام کما وہ نیار کے موقعہ پر پہاڑ کا ایک ٹکڑا اگر جس سے دریائے بہت کی وانی مسدود ہو گئی۔ تمام کامراج میں عالم آب دکھائی دینے لگا سند مت نگر اور اس کے باشندے ایک دم میں فنا ہو گئے۔ واضح ہو کہ سند مت نگر اس

اب اس کا کچھ حصہ بنا ہوا ہے اور تپھر کی کچھ موتیں جو پورانی صنعت کا نمونہ ہیں نئے مندر کے سامنے رکھی ہوئی ہیں یہ نیا مندر دریا کے کنارے پر اس جگہ سے کچھ فاصلہ پر اوپر کی طرف بنا ہوا ہے۔ ویشور کا مندر راجہ انت دیو کے زمانہ میں جلایا گیا تھا مگر اس کے جانشین کلش دیو نے اسے پھر تعمیر کرا دیا۔ دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۵۲۷۔ کشمیر کے اکثر مندروں کی عمارتیں ایسی خوبصورت بنی ہوئی ہیں کہ انکو دیکھ کر حیرت پیدا ہوتی ہے۔ انکی بابت جنرل کننگھم نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بمبے مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۳۱۰ پر مفصلی ذکر کیا ہے۔

۷۷ دج برور میں ان عمارتوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا نہ انکی بابت کئی کتھا مشہور ہے کہ جن

مقام پر آباد تھا جہاں آجکل وادی کشمیر کی مشہور جھیل ولر بحیرہ قلندرم کا سماں کھاتی ہے جب موسم سرما میں پانی کم ہو جاتا ہے تو بعض مقاموں پر اب بھی اس میں پُرانی تعمیروں کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس حادثہ نے فرقہ پانڈواں کی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا۔

سندرسین نے ۱۴ سال تک حکومت کر کے اپنی وفات کے ساتھ اپنے خاندان کا نام و نشان بھی مٹا دیا اور اپنی اور اپنے خاندان کے افعال ناشائستہ کی مستقل یادگار جھیل ولر میں مدفون کر کے خود بھی وہیں غرق ہو گیا۔

فرقہ پانڈواں کی تباہی اور سندمت نگر کی ویرانی کے بعد ایک دو ماہ تک خطہ کشمیر میں بے استقلالی رہی۔ میدان کی آبادی تو تقریباً بالکل معدوم ہو چکی تھی جو لوگ دامن کوہستان یا بلند مقامات پر جا بسے البتہ جانیں سلامت رہ گئے۔ اب جب کہ ملک میں کوئی حاکم نہ رہا تو سخت ابتری پھیلنے لگی جھکڑے فساد برپا ہونے لگے۔

آخر اعیان ملک اور ارباب دانش نے اتفاق کر کے کو نام ایک شخص کو حکومت

زلنے میں جوڑتیں، ان مندروں کی کئی تھیں ان کا حالہ ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳۰ ۹۱ میں دیا ہوا ہے۔

قدیم جغرافیہ کے صفحہ ۹۰ پر جنرل گنگام سائیہ ریمارک "پانڈچیک میں جو کہ پانڈری تھن سے دو میل اوپر ہے دو مندروں کے ذخیف سے کھنڈرات ملتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ پانڈوں کھنڈرات اشوک ایشور کے مندروں کے ہیں" کسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

۳۸ شو بھو تیشور کا مندر جو کہ ہرکت کی پوتر پہاڑی کے پاس واقع تھا کشمیر کا نہایت ہی مشہور تیرتھ ہو گزرا ہے اور اس کی پرستش اہل کشمیر کے قدیم مذہب میں لازمی سمجھی جاتی تھی۔ یہ کہتا کہ کس طرح شو جی نے بھو تیشور کا اوتار لیکر اس علاقہ میں رہنا منظور کیا

ملک کے لئے منتخب کیا۔ یہ شخص راجگان مالوہ کے خاندان سے تھا انقلاب زمانہ کے باعث اپنا وطن ترک کر کے کشمیر میں مسکن گزین تھا اور فرقہ پانڈواں کی قدردانی سے ترقی کرتے کرتے علاقہ لولاب کا جاگیردار بنا ہوا تھا۔ اب جو قسمت نے یاوری کی راجگان سابقہ سے کوئی نہ رہا تو اس کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا۔

راجہ لو

اس کے بعد تو جو اس دنیا کا زیور اور فتح کا جو شہرت کی لمبی پوشاک پہنتی ہے منظور نظر تھا راجہ نبایہ ایک عجیب بات ہے کہ یہی فوج کی گرج ہر چند کہ سارے عالم کو بیدار رکھتی تھی تاہم اُس کے دشمنوں کو لمبی نیند میں سلا دیتی تھی۔ چوراسی لاکھ سنگین عمارات تعمیر کر کے اس نے قصبہ لولور کی بنیاد قائم کی اور برہمنوں کی ایک جماعت کو لیوار واقعہ دریائے لدیری کا اگر ہار دیکر یہ بہادر راجہ جس کی بہادری کی شان و شوکت بے عیب تھی آسمان کو چڑھ گیا۔

نیل مت پوران کے شلوک ۱۰۴۹ میں درج ہے۔ اور اس کا تمدن کی کتھا کے ساتھ گہرا تعلق ہے دیکھو نوٹ ۱۲۷ کتاب ہذا۔ جو کتھا ہندی کہتر مہاتم اور ہر مکت گنگا مہاتم میں درج ہے وہ آجکل بھی کشمیریوں میں مروج ہے اور اسی کتھا کے مطابق شو بھو تیشور کا مندر ہر مکھ پہاڑی کے جنوب مشرقی گوشے پر واقع تھا اور اس پہاڑی کا نام آجکل بو تھ شیر رکھو تیشور ہے۔

دریائے کنک نائی کی جس کا پورا نام کنک واہنی ہے اور جو ہر مکھ پہاڑی کے جنوب کی طرف بہتا ہے تنگ وادی میں وان گھٹ (وسنٹ آئرم) سے دو میل اوپر مختلف وقتوں اور مختلف اوقات کے ستارہ مندروں کے کھنڈرات دکھائی دیتے ہیں۔ ان

راجہ کش

(کنول نین)

اس کے بعد اس کا بیٹا کش جس کی آنکھیں کنول پھول کی طرح تھیں اور شجاعت کے کاموں میں ماہر تھا تخت نشین ہوا اور اُس نے کرد ہار کا اگر ہار وقف کیا۔

راجہ کھگ اندر

اس کے بعد اس کے بیٹے مشہور و معروف کھگ اندر نے تخت حاصل کیا یہ راجہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں کی صف کو تباہ کرنے والا۔ لوگوں کا ہیر اور بہادری کا مسکن تھا اس نے کہاگی اور کہوں موش کے دو اگر ہار قائم کئے۔ اور اس کے بعد اُس بالائی دنیا میں چلا گیا جسے اس نے ایسے کاموں سے جن کی چمک ہنستے وقت شوجی کے دانتوں کی چمک سے مشابہ تھی خرید لیا تھا۔

کھنڈرات کی بابت جو کہ جھگل کی خود رجھاڑیوں کے نیچے پوشیدہ ہیں پہلے پہل پادری کاوی صاحب نے اپنی کتاب ہے۔ ایس۔ بی۔ مطبوعہ ۱۸۶۶ء کے صفحہ ۱۰۱ پر اور پیچر کول نے اپنی کتاب قدیم عمارات کشمیر کے صفحہ ۱۱ پر ذکر کیا ہے اور موضع دان گٹھ کے قریب کے مزد لکھا ہے۔ ان عمارتوں کے کھنڈرات کی شناخت جو کہ کشمیر کے مختلف راجوں نے مختلف وقتوں میں شو بھو تیشور اور قریب کے شو لنگ نام شوچٹھیش کے نام پر بنوائے تھے سٹائن صاحب نے اگست ۱۸۹۱ء میں خود وہاں جا کر کی تھی۔ بھو تیشور کے بڑے مزد کے کھنڈر کی شناخت کے واسطے دیکھو نوٹ ۳۵۶ کتاب ہذا۔

بھو تیشور کا مزد رشوک کے بیٹے جلوک نے بنوایا تھا دیکھو ترنگ اول شلوک ۱۴۸۔

راجہ سریندر

اس کے بعد اس کا بیٹا بیش بہا عظمت رکھنے والا سریندر حکمران ہوا جو گناہوں سے دور تھا اور جس کے افعال دنیا کو محو حیرت بناتے تھے۔ دیوتاؤں کے مالک (سریندر) کا مقابلہ اس سریندر سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُس کے نام شت مینور (سوداوتوں کو دل میں رکھنے والا) اور گوتر بھید (پہاڑوں کو توڑنے والا) ہیں۔ بھالیکہ راجہ سریندر اس بات کا مستحق تھا کہ اُسے شانت مینو (وہ جس کا غصہ سچھا ہوا ہو) اور گوتر رکشن (گوتر یا پہاڑوں کا محافظ) کہا جائے۔

اس مشہور و معروف راجہ نے علاقہ ورد کے نواح میں سورگ نامی ایک شہر کی بنا ڈالی اور نریندر بھون نامی ومار تعمیر کرایا۔ اپنے ملک میں اس مشہور اور عابد راجہ نے سورگ نامی ومار جو مذہبی خوبیوں کے لحاظ سے مشہور تھا قائم کیا۔

جس کی سنگین عمارت بڑی عالیشان تھی۔ اور اس کے ساتھ بڑی بہاری جاگیر مقرر کی تھی اس مندر کے ساتھ جو جاگیریں راجہ نریندر دتہ اور راجہ للتاوت نے مقرر کی تھیں انکا ذکر علیحدہ علیحدہ ترنگ اول کے شلوک ۳۷۷ اور ترنگ ۴ کے شلوک ۱۸۹ میں آیا ہے راجہ اونٹنی درمن بھی اس مندر کا سہانگ تھا اور اس کا ذکر ترنگ پانچ کے شلوک ۴۶ میں آیا ہے۔ یہ راجہ ایک دفعہ جب اس مندر کے درشن کو آیا تو جو دلچسپ واقعہ وہاں گذرا اس کا ذکر ترنگ ۵ کے شلوک ۴۱ سے ۶۱ تک درج ہے۔

اس کے بعد کے راجہ کی بدعالی کے زمانہ میں جو حال دوسرے مندروں کا ہوا وہی بھوتیشور کا بھی ہوا تھا۔ سنگرام دیو کے زمانہ میں ایک نریندر نے بھوتیشور کے مندر کا خزانہ لوٹ لیا تھا۔ اس کا ذکر ترنگ ۳ کے شلوک ۱۳ میں آیا ہے۔ معلوم ہوتا

راجہ گودھر

جب یہ راجہ لاولد مر گیا تو گودھر جو کسی اور خاندان کا رکن تھا اس زمین اور اس کے نہایت خوشنما پہاڑوں کا محافظ بنا۔ یہ شریف خیال عابد راجہ گودھر ^{۳۳} ہستی شالہ نامی اگر ہار برہمنوں کو دیکر آسمان پر چلا گیا۔

راجہ سورن

اس کے بعد اس کا بیٹا سورن تخت نشین ہوا جو محتاجوں کو سورن یعنی سونا دیتا تھا اور جس نے کرا ^{۳۴} ال تک سورن ^{۳۵} منی نامی نر (کلیہ) کھدوائی تھی۔

راجہ جنک

سورن کے بعد اُس کے بیٹے جنک نے جو اپنی رعایا کے لئے بمنزلہ جنک یعنی باپ کے تھا جالود کا وہار اور اگر ہار قائم کیا۔

ہے کہ راجہ ہرش دیو کے زمانہ میں یہ مندر ضبط ہونے سے بچ گیا تھا مگر اُس کے بعد اوچل کے زمانہ میں آگ سے اس مندر کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۷۷ اور ۱۱۰ میں آیا ہے۔ بے سنگھ کے عہد حکومت میں جو بغاوتیں ہوئی تھیں ان میں پہاڑی لیٹروں نے ان مندروں کو لوٹ لیا تھا اس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۵۶ ۲۷ میں آیا ہے راج ترنگنی کی ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳ ۵۶ میں ذکر ہے کہ اس جگہ پر راجہ بے سنگھ نے ایک مٹھ بنوایا تھا مگر اس مٹھ کا بعد کے زمانہ میں جو حال ہوا اس کا پتہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ ابوالفضل نے بھی اپنی کتاب آئین اکبری کی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ پر اس کا ذکر کیا ہے اور حیدر ملک اپنی کتاب میں بھوتیشود جس کا موجودہ نام بوتھ شیر ہے۔ بھوتی سر کے نام سے

راجہ شچی نر

اس کے بعد اس کا بیٹا مشہور و معروف شچی نر جو رضی اندر (شچی پتی) کا درجہ رکھتا تھا زمین کا محافظ بنا۔ اس کی طبیعت میں عفو کا عنصر پایا جاتا تھا اور اُس کے احکام کو کبھی توڑا نہ جاتا تھا۔ اس راجہ نے شمان کھاسا اور شنار کے اگر ہار قائم کئے اور لا ولد مر کر بھی آسمان میں اندر کی نشست کا آدھا حصہ لے لیا۔

راجہ گلندر

اس کے بعد راجہ سینچی نر کے بھتیجے گلندر نے افسر ایالت سرپر رکھ کر عدل و انصاف اور جوہر و سخا سے عوام کو آسودہ حال کر دیا۔ مصافات ملک میں ربط و ضبط بٹھا کر اپنے تمام ملک میں نئے قوانین اور ضوابط اجرا کئے۔ علاقہ مرارج میں ایک بلند کریوہ (ٹیلیہ) پر اُس نے نوگر نام ایک عالیشان اور وسیع شہر تحریر کرتا ہے یا تری لوگ جو ہر مکت پہاڑی کی جھیلوں کی زیارت کر کے واپس آتے ہیں تو اس مندر کے کھنڈر کے پاس سے گزرتے ہیں۔ مگر اس کی طرف کسی کی توجہ بھی نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ دراز سے اس کی یاد لوگوں کے دلوں سے اُتر گئی ہے۔

نارائن ناگ کا خوبصورت چشمہ جو کہ ان کھنڈرات کے شمال مشرق میں واقع ہے اور جو کہ بہر مکت کی یا تری کی آخری منزل ہے وہی تیرتھ ہے جس کا نام کلن نے سو در تیرتھ لکھا ہے۔ دیکھو ترنگ اول کا شلوک ۱۲۳

۴۹ ان ملیچھوں سے اہل یونان سے مراد ہے۔ دیکھو لاسی صاحب کی کتاب انڈین

۱ ملیٹی چیوڈ باب ۲ صفحہ ۲۸۵

آباد کیا۔ جس میں پے شمار عالیشان مندر تعمیر کر کے شہر کو بقعہ نور بنا دیا۔ رینی
 آ رہ ندی میں سد بندی قائم کر کے درمیان شہر نہر جاری کرائی۔ جس سے ٹونگر
 کی رونق اور شان دوبالا ہو گئی۔ اس شہر کی عمارتوں کی تعداد مورخوں نے
 تیرہ لاکھ لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا شہر ہوگا۔ پنتالیس سال
 تک کشمیر کو نئے نئے قوانین اور آئین سے منور کر کے یہ راجہ بھی باد یہ پیمائے
 عالم جاودانی ہوا۔

راجہ بلدیو

اب گلگند کا بڑا لڑکا بلدیو زینت بخش تاج خسروی ہوا۔ عدل و رافت اور
 جود و سخاوت میں باپ سے بھی گوئے سبقت لے گیا۔ ربط و ضبط اور نظم و
 نسق مملکت میں بھی اس نے نمایاں ترقی کی۔ موضع بلدیو پور جو بعد میں بلہ پور
 کے نام سے مشہور ہوا اسی کی یادگار حسنہ ہے۔ اس کے عہد میں راجہ بھیکیم داس
 اوجین نے لشکر جہاز لے کر کشمیر پر فوج کشی کی۔ راجہ بلدیو بھی اپنی فوج آراستہ

۷۵ کشمیر کی تمام کتابوں کے مطالع سے جن میں شوچیشیش کا ذکر آیا ہے معلوم
 ہوتا ہے کہ اس دیوتا کی اسی نام سے یا اس کے برابر جیشٹ راور کے نام سے کشمیر کے
 تین علیحدہ علیحدہ علاقوں میں پوجا ہوتی تھی۔ اول ہرکت پہاڑی کے نیچے اُس علاقہ میں
 جو ندی کھتر یا تہ لیش کھتر کے نام سے مشہور ہے دیکھو نیٹ ۱۷۷ کتاب ہذا۔ دوئم
 ترپیشور کے قریب جس کا موجودہ نام ترفر ہے (دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۱۲۳) سوئم سرنگ
 کے پاس دیکھو ترنگ اول شلوک ۱۲۴ جیشٹیش کے پہلے منڈیش کھتر کا لفظ لگانے
 سے کلہن نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ اس دیوتا کی پوجا اس علاقہ میں ہوتی تھی اسی طرح وہ
 دوسری جگہ پر اس کے ساتھ ترپیشا درنشت کا لفظ اضافہ کرتا ہے جس کے معنی ہیں ترپیش

کر کے مقابلہ کو نظر لائی روز تک لڑائی رہی آخر والے اوجین پسا ہو گیا اور اپنا سامنہ لیکر لوٹ گیا۔ یہ پہلا حملہ ہے جو غیر ممالک کے راجہ نے خطہ کشمیر پر کیا۔ لیکن اس میں بھی مخالف کو منہ کی کھا کر لوٹنا پڑا۔

مشہور ہی مال جس کے عشق اور راز و نیاز کا قصہ آج تک کشمیر کا سچہ سچہ بڑے ذوق و شوق سے پڑھتا اور ورد زبان رکھتا ہے اسی راجہ کی دختر بلند اختر تھی مختصر قصہ یوں ہے کہ ناکی ارجن نام ایک شاہزادہ اس ماہ لقا کے کشش محبت کے باعث فقیرانہ لباس میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اسی حالت میں وہ سیر کشمیر کے لئے بھی آ گیا ہی مال نے جب ناکی ارجن کو اصلی حالت میں دیکھا تو ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گئی۔ باپ سے التجا کر کے اس نے اپنے سوئمگر کی رسم شہر کر دی۔ اور اس تقریب کے موقع پر اس نے اسی فقیر کو شادی کے لئے منتخب کیا۔ اگرچہ بلدیوں نے اسے حقیر سمجھ کر لڑکی کی مخالفت کی لیکن ہی مال کے اصرار پر خاموش رہا اور اس کی شادی ناکی ارجن سے ہو گئی کچھ عرصہ بعد ناکی ارجن کی پہلی بیویوں کی سازش سے اس جوڑہ میں ایسا تفرقہ پڑا کہ عرصہ

کی پہاڑی کے نیچے رہنے والا۔ دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۱۲۳۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۱۳۴ سے ۱۱۳۶ تک نندیش کہتر کے شو جیشٹھیش کا ذکر آیا ہے اور وہاں ہم کو شوا اور نندن کی کتھا کے ضمن میں ایک پورانے لگ کا بھی ذکر ملتا ہے جس کو جیشٹھیش کہتے تھے اور جو شو بھو نیشور کی جائے رہائش یعنی بوت شیر میں واقع تھا دیکھو نوٹ ۴ کتاب ہذا۔ اسی طرح قدیم نندی کہشتر مہاتم کے ادھیائے ۱۰ شلوک ۱۴۶ میں جیشٹھور یا جیشٹ ناتھ کا بھی ذکر آیا ہے جسکی پیش نندیش اور بھو نیشور کے گرد و نواح میں ہوتی تھی۔

ترنگ اول کے شلوک ۱۵۱ میں اس جیشٹھیش کا ذکر ہے جسے کلہن نے جیشٹ رودر (جیشٹھیش) لکھا ہے۔ اور اس کا جائے قیام نندی کہتر میں بیان کیا ہے ترنگ ۴ کے

دراز تک ہی مال اپنے شوہر کے فراق میں سرگردان و پریشان رہی۔ آخر کسی جیلہ سے ناگی ارجن کے گھر پہنچی اور اُن کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے اظہار کرنے میں مورخوں نے بے انتہا مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے اُنہوں نے لکھا ہے کہ ناگی ارجن دراصل ناگ (سانپ) کا بیٹا تھا۔ گھر سے سیر کشمیر کے لئے نکلا انسان کی شکل میں ہیال کو اُس نے دیکھا اور اس سے شادی کر لی۔ آخر ایک مکارہ عورت نے ہیال کو ناگی ارجن کی ذات پوچھنے پر آمادہ کیا تو وہ سانپ بن کر غائب ہو گیا۔ عرصہ دراز کے بعد ہیال بھی سانپوں کی سلطنت میں پہنچی اور ناگی ارجن کی شبستان حرم میں زندگی بسر کرنے لگی۔

یہ راجہ ۵۳ سال تک عدل و انصاف حکمرانی کر کے انتقال کر گیا۔ اور حکومت کشمیر اس کے بیٹے نل سین کے ہاتھ لگی۔

راجہ نل سین

راجہ نل سین نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر خاندان گودھر کی بے ریا

شلوک ۱۹۰ کا حوالہ اور بھی زیادہ واضح ہے جس میں لکھا ہے کہ لذات نے بھوتیش کے مقام پر جیشٹ رو در کا مندر بنوایا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۷۳ میں اور نیل مت پوران اور مہاتموں میں لکھا ہے کہ وسشٹ جی اپنے وشٹ آشرم میں جس کا موجودہ نام وان گھٹ ہے) جو کہ بھوتیشور کے قریب ہے رہتے تھے اور جیشٹھور کی پوجا کیا کرتے تھے اس سے مراد ندی کہتر کے جیشٹھور سے ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۷۳ سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ لنگ جس کی پرستش سویمبھو جیشٹ رو در کے نام سے ہوتی تھی پتھر کا قدرتی لنگ تھا نہ کہ تراشا ہوا (سویمبھو کے نقیضے قدرتی کے ہیں) اور ایسے ایسے بہت سے سویمبھو لنگوں کی پرستش آج تک کئی ایک تیرتھوں پر ہوتی ہے۔ مثلاً

حکومت کو ایک دم پلٹ دیا۔ ظلم و ستم اور جور و جفا کا بازار گرم کر کے اس نے تمام ملک میں قیامت برپا کر دی۔ لوٹ مار تاخت و تاراج اور کشت و خون کا سخت ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس بیدرد ظالم اظلم نے اپنے عہد میں ایک لاکھ بے گناہ انسان طرح طرح کے عذاب دے کر قتل کر ڈالے۔ اعلیٰ و ادنیٰ جو تھا اس کے مظالم سے نالاں اور اُس کی سفاکی سے ہراساں۔ جب ظلم کی کوئی حد باقی نہ رہی تو آہِ مظلوماں نے اپنا کام کیا۔ ستم رسیدوں کی سوزش دہنی کی آگ نے اس کا خانہ ویران ہی نہیں کیا بلکہ اُس کے محل میں آگ لگا دی اور یہ ظالم تمام اہل و عیال سمیت جس میں اُس کے تین جوان لڑکے بھی شامل تھے جل کر براکھ ہو گیا۔

۵

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال مے آند

اس راجہ کے ظلم و ستم اور سفاکی و بیباکی کی عبرت ناک کہانیاں آج تک مشہور چلی آتی ہیں۔ چنانچہ اب تک بد معاش اور بے ایمان اشخاص کو بچانے

مرنگر میں سارک پریت اور سریشوری وغیرہ وغیرہ۔ وان گھات کے اوپر بوتھ شیر میں مندر کے جو کھنڈرات ہیں اُس کا ذکر ترنگ اول کے شلوک ۱۰۷ میں آچکا ہے اور اس شہادت سے جو کہ نوٹ ۳۵۶ کتاب ہذا سے ملتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان مندروں کے کھنڈرات کے دو جھنڈوں میں سے جو اس جگہ واقع ہیں پہلا یا مغربی جھنڈ شوشیٹھیش کی پوجا کے لئے مخصوص تھا۔

۵۱۵ ویشور سے جیشیٹھیش تک جو کہ ندی کھتر میں واقع ہے چار منزلوں کا راستہ ہے اور یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح یہ راجہ ہر روز اس قدر فاصلہ طے کر کے پوجا کے لئے وہاں جایا کرتا تھا۔

شیطان نل سین کا خطاب دیا جاتا ہے۔

قانون قدرت اسی طرح ہے اور سلاطین عالم کی سوانح عمریاں اس کی شاہد ہیں کہ جب کسی قوم کا ستارہ اقبال معراج ترقی پر ہوتا ہے تو اُس قوم کے ہر ایک فعل اور اُس کی ہر ایک حرکت میں خوبیاں ہی خوبیاں پائی جاتی ہیں ان خوبیوں کی کمک تا ئید غیبی سے ہوتی ہے اور یہی خوبیاں اس قوم کی سرافرازی اور سر بلندی کا باعث بن کر اسے دنیا میں نامور بنا دیتی ہیں۔ برخلاف اسکے جب زمانہ دوبار کا آغاز ہوتا ہے تو ظلم و ستم۔ فسق و فجور اپنا سکھ جاتے ہیں نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ جب یہاں تک حالات پہنچتی ہے تو قہر آبی نازل ہوتا ہے اور تعزیرات قدرت اُن کی قوم کے جرائم کی سزا دیتے ہوئے اسے صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیتی ہے۔ یہی حال ہر ایک قوم کا ہے فرقہ پانڈ واں میں جب تک راست باڑی اور خدا ترسی کی بوباقی تھی اُن کی کمان کماں تک بکچی ہوئی تھی کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ اُن کا جاہ و جلال کم ہو سکے گا۔ لیکن جو نہی سخوت اور رعونت نے انہیں جاہ و اعتدال سے منحرف کر کے ستم رانی پر آمادہ کر دیا۔ زمانہ

۱۵۲ بابو جگیش چندر دت نے راج ترنگنی کے اپنے انگریزی ترجمے میں اس جگہ لفظ

اوجیت ڈمب لکھا ہے اور اس کے معنی یہ لگائے ہیں کہ راجہ نے دشمنوں کو شکست دینے کے بعد یہاں اپنے بال سنوارے تھے اس لئے یہ جگہ اس نام سے مشہور ہو گئی۔

۱۵۳ داربال کا موجودہ نام بارول ہے یہ چھوٹا سا گاؤں دریائے کنک ناٹی کے

دائیں کنارے پر دریائے سندھ کے مقام اتصال سے ایک میل اوپر کی طرف ہے ایک ٹیکا کار نے اس کو بارولو لکھا ہے سٹائن صاحب جب ۱۸۹۱ء میں بھونیشور کے مندر کو جارہے تھے تو اس بستی کے قریب کھیتوں میں پتھر کا بنا ہوا شولنگ کا چہرہ ترہ دیکھا اور جب اس کی بابت مزید تحقیقات کی گئی تو لوگوں نے پتھر کی ایک اور پٹری سل انکو دکھائی

بھی آمادہٴ پیکار ہوا اور منتظم حقیقی نے بھی ان کی بیچ و بنیاد اُکھاڑ دی اسی طرح راجہ نل سین کی خیر و برکت سے خاندان گودھر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور خدانے حکومت ملک کا فخر انکے ہاتھ سے چھین کر دوسرے خاندان کے حوالہ کر دیا۔ اعیان مملکت اور رؤسائے ملک نے اتفاق کر کے راجہ دیال کرن کی اولاد سے گھوکرن نام ایک انقلاب زدہ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

راجہ گھوکرن

راجہ نل سین کی تباہی پر اعیان ملک نے اتفاق کر کے خاندان جہوں کے راجہ گھوکرن کو تخت پر ممتاز کیا۔ اس نے عدل و انصاف اور بذل و عطا سے رعایا کو سرفراز کر کے نل سین کی زیادتیوں کا پورا محاورہ دیدیا اس کی احسانمندی اور جود و بخشش نے خلق خدا کو آسودہ حال اور فراخ البال بنا دیا۔ اقا صی واوانی

جو کہ گھروں سے نیچے کھیتوں میں پڑی ہوئی تھی۔ گاؤں کے بوڑھے مقدم (نمبردار) کی زبانی معلوم ہوا کہ بارول عرصہ دراز تک سرچرگ کے ایک پیر زادے کے خاندان کی جاگیر رہا ہے مگر مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس کو ضبط کر لیا تھا۔ سروے کے نقشوں پر بارول کا نام درج نہیں ہے البتہ اس جگہ پر بلرکرا کا نام لکھا ہے مگر اس علاقہ کے لوگ اس نام سے محض ناواقف ہیں۔ کلہن نے خاص طور پر اس اگر ہار کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ وہ بھوتیشور کے مندر کے راستے میں ہے چنانچہ کلہن کا باپ چمپک بلاناغہ ہر سال بھوتیشور کی یاترہ کو جایا کرتا تھا اس واسطے اغلب ہے کہ خود کلہن بھی کئی دفعہ اس گاؤں کے پاس سے گذرا ہو۔

ہر ایک اس کی حکومت میں مرفعہ الحال ہو گئے۔ ملک میں امن و آمان قائم کر کے اسے ہندوستان کے تیرتھوں کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور قلیل جماعت ہمراہ لے کر اپنا اشتیاق پورا کرنے کو روانہ ہند ہو گیا۔ جب قنوج کے نزدیک پہنچا تو وہاں کا راجہ اس کی نقل و حرکت سے مشوش ہوا اور فوج جمع کر کے مقابلہ کو نکلا۔ لیکن جب اُسے گھوکرن کے ارادوں کی اطلاع ہوئی تو اُس کی تشویش جاتی رہی اور باہم صلح ہو گئی۔ عرصہ تک راجہ گھوکرن تیرتھوں کے سیر و سیاحت میں مصروف رہا۔ جہاں کہیں کسی تیرتھ کا اسے پتہ ملتا فوراً پہنچتا۔ لاکھوں روپیہ بطور خیرات تمام ہندوستان میں پھیلا کر تین سال کے بعد مراجعت پذیر ہوا۔ واپسی پر اُس کے وزیر نے کوہ ماران (پرومن پیٹھ) کے دامن میں اصراف کثیر سے شار کا دیوی کا مندر تعمیر کیا جو آج تک فرقہ ہنود کے نزدیک نہایت ہی متبرک مقام خیال کیا جاتا ہے اس مندر کے اخراجات کے لئے راجہ نے موضع برنڈ وقف کر دیا۔ آخر ۳۶ سال کی حکمرانی کے بعد اُس کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا اور تخت و تاج اپنے لڑکے پر ہلا دے کے لئے خالی کر کے دار آخرت کو

۵۴ کلہن نے ترنگ اول کے شلوک ۳۳۵ اور ۳۴۸ میں اور ترنگ تیسری کے شلوک ۹۹ اور ترنگ پانچویں کے شلوک ۵۵ میں ماتر چکروں کا ذکر کیا ہے اور آخر کے دو موقعوں پر ان کا ذکر مندروں کے ساتھ آیا ہے ترنگ اول کے شلوک ۳۳ میں اس کے ہم معنی لفظ دیوی چکر آیا ہے۔ راجنی چکر اور شری چکر کی طرح پتھروں کے ٹکڑوں پر ان چکروں کے غیر مفہوم نقشے بنے ہوئے ہیں اور ان کی پوجا منتر شاستر کے قواعد کے مطابق کشمیر میں مندروں اور گھروں میں ہوتی ہے۔ ان چکروں میں سے سرسنگ میں شار کا پریت پر شری چکر کی اور ادین (اس کا سنکرت نام اوون ہے) میں جو پرگنہ دیہی میں ہے ایک پہاڑی کے اوپر جو الاکھی چکر کی آج تک خاص طور پر پوجا

کو چل دیا۔

راجہ پرہلا د

راجہ پرہلا د تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ منقہ پیر نیز گارہا بد اور فقیر دوست تھا۔ دنیا اور حکومت کے جاہ و چشم سے مستغنی ہمیشہ فقر کی صحبت میں رہتا درنا نام ایک فقیر کامل اسے مل گیا جس کی صحبت اور تربیت کے اثر نے اس کا دل دنیا سے بالکل پھیر دیا۔ یہاں تک کہ گیارہ سال تک برائے نام حکمرانی کر کے تاج و تخت اپنے وزیر بمبور کے تفویض کر کے تارک الہ نیا ہو گیا۔ اس نے اپنے ایام ایالت میں کوہ شیر کوٹ پر مندر پرتی الشیور تعمیر کرایا۔

وزیر بمبور

وزیر بمبور نے تاج شاہی سر پر رکھ کر کچھ عرصہ تک تو اس نے رعیت پوری اور داد گستری سے رعایا کو دلشاد رکھا۔ اپنے حسن انتظام سے خاص و عام کو ہوتی ہے۔

ماتاؤں یعنی شکتیوں کی پوجا جو کہ تتر شاستر میں بڑی ضروری سمجھی گئی ہے زمانہ قدیم سے لیکر آج تک کشمیر میں عام طور پر کی جاتی ہے۔

۵۵ سنسکرت کتاب میں لفظ دواردیشو اور پرادی شیشو آئے ہیں اور کلہن کی مراد غالباً ان سے اُن دروں سے ہے جو کشمیر میں داخل ہونے کے راستے ہیں۔ کشمیر کی تواریخ میں ان دروں کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے۔ اور زمانہ حال تک بھی انکی حفاظت کے لئے خاص چوکیاں مقرر رہی ہیں۔ لفظ دوارد کے عام معنی راستے کے ہیں اور راج ترنگنی میں یہاں کے حاکم دوارد ہی پتی۔ دور رایش یا دوارد ہی کارن کے خطابوں سے مخاطب

سرافراز کیا لیکن کچھ عرصہ بعد ناگاہ اپنے چمیرے بھائی کی بیوی لولری پر عاشق ہو گیا
کچھ عرصہ تک تو دل ہی دل میں یہ آگ بھڑکتی رہی اُس نے بہتری کو شمش
کی کہ اپنی اصلاح کرے لیکن دل بیتاب نے ایک نہ مانی اور یہ اندرونی آگ
ایسی مشتعل ہو گئی کہ سمبھالنا مشکل ہو گیا۔ آخر کار اس کے عشق کا چرچا چار
دانگ عالم میں پھیل گیا۔ روز بروز اس کا اضطراب بڑھنے لگا بقراری حد
سے گذر گئی۔ آہ وزاری اور نالہ و بکا جگر چاک کرنے لگے۔ ہر وقت لولری کے
فراق میں مجنون وار بیتاب رہنے لگا۔ شورش درونی عاشقانہ غزلیں اور در
انگیز ترانے کہنے لگا لولو لولو ہر وقت ورد زبان تھا چنانچہ لولو۔ لولری اور بمبر کے
ترانے آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ لولو کا مروجہ محبت آمیز لفظ اسی عاشق
جان باز کی ایجاد ہے۔ آخر اس کی سچی محبت نے لولری کے دل میں بھی چٹکی
لی بمبور کی طرح وہ بھی بیتاب ہونے لگی۔ اب یہ بھی جامہ سے باہر ہو گئی۔
دن رات بمبور کے فراق میں مرغ نیم بسمل کی طرح ترپنے لگی۔ تنگ و
ناموس کو چاک کر کے آوارہ دشت ہونے پر آمادہ ہو گئی لیکن اقربانے

کئے گئے ہیں۔ وہ بڑے عمدہ دارجن کو یہ خطاب ملتے تھے فوج کے افسر اعلیٰ اور ان دروں
کے محافظ ہوا کرتے تھے دیکھو نوٹ ۳۹۹ کتاب ہذا۔ موقع کے لحاظ سے ان تمام چوکیوں
میں سے سب سے افضل چوکی وہ چوکی تھی جو وٹشا کی تنگ وادی میں بارہ مولا کے نیچے
تھی۔ تواریخ میں اس کا ذکر متواتر آیا ہے دیکھو ترنگ ۸ کا شلوک ۴۱۳ اور ۴۵۱۔

البرونی صاحب نے بھی اپنی کتاب کے باب اول صفحہ ۲۰۷ میں اس کا حوالہ دیا ہے
اور اس کا نام دواری لکھا ہے دیکھو ہیون سانگ چینی کا سفر نامہ صفحہ ۶۸ اور اوکنگ چینی
کے سفر نامے کے صفحہ ۲۲ کا نوٹ۔ ترنگ اول کے شلوک ۳۰۲ میں دواری سے مراد درہ
بیر پچال ہے اور ترنگ ۸ کے شلوک ۱۴۰ میں درہ سے مراد درہ توس میدان کے

اسے محبوبس کر دیا۔ بمبور بھی محلات چھوڑ کر صحرا نور دھو گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد دنیا کو الوداع کہہ گیا۔ کہتے ہیں کہ ٹھیک اسی وقت لوری نے بھی نندن ہی میں جان دے کر عاشق جانناز کی رفاقت اختیار کر لی۔ عاشق و معشوق دونوں کو ایک ہی چٹا^{۳۵} پر جلا یا گیا۔

وزیر بمبور آٹھ سال تک حکومت ملک پر سرفراز رہ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی اس اورنگ کا انجام ہو گیا۔

وزیر بمبور کے خلل دماغ کے وقت سے اعیان دولت میں آئندہ حکمران کے انتخاب کے بارے میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ تھوڑے ہی دنوں بعد وزیر کا انتقال ہو گیا خاندان گودھر کے سخت نے پھر یاوری کی۔ اور اراکین دولت کی اعانت نے گلندر کی اولاد سے پرتاب شیل نام ایک شخص کے سر پر تاج شاہی رکھ کر حکومت ملک سابقہ حکمرانوں کو تقویض کر دی۔ راجہ نل سین کی سفایکوں اور جو روتندی نے پچپن سال کے لئے اس خاندان سے حکومت چھین کر دوسرے خاندان میں منتقل کر دی تھی لیکن پرتاب شیل کی

بیچے کی جنگی چوکی سے جو کہ آجکل قصبہ درنگ کے نام سے مشہور ہے۔ درنگ۔ دہک اور دوارا کے ایک ہی مغز ہیں تحقیق کے لئے دیکھو نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔ ان دروں کے مزید حالات کے واسطے دیکھو سٹائن صاحب کے نوٹ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی مطبوعہ ۱۸۹۵ء کا صفحہ ۳۸۲۔

۵۶ سودر چشمہ کا ذکر جو معجزہ کے طور پر سری نگر کے پاس ظاہر ہوا تھا اور جس پر اس کتھا کی بنیاد ہے نیل مت اور ندی کیتر مہاتم میں آیا ہے نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۷ میں سودر ناگ کا ذکر بھوتیشور کے مندر اور کنک داہنی دریا کے ساتھ آیا ہے۔ دیکھو نوٹ ۷ کتاب ہذا و ترنگ اول کا شلوک ۱۵۰ نیل مت پوران کے شلوک ۱۱۸

نیک نیتی نے پھر اسی خاندان کے انقلاب چشیدہ پس ماندگان کے حوالہ کر دی
اس مرتبہ اس خاندان نے ۲۸۷ سال ۴ ماہ تک عدل و انصاف اور جود و عطائے
حکمرانی کی۔

راجہ پرتاب شیل

وزیر بمبور کے انتقال پر راجہ گلگندر کے پوتے پرتاب شیل نے عنان
حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے عدل و انصاف اور جود و احسان سے
عروس ملک کو آراستہ و پیراستہ کر دیا۔ اس نے کوہ اُمر کے دامن میں
پرتاب نگر نام ایک شہر آباد کیا۔ اسی طرح بمقام چھ بون ایک مندر پرتاب
ایشور کی بھی بنیاد ڈالی یہ راجہ شکل و شباهت اور ڈیل ڈول میں اپنا ثانی
آپ ہی تھا۔ حسینان جہاں اس کے دیدار کے لئے نرگس و ارچشم براہ تھیں
آخر ۴۳ سال تک عدل و داد سے حکمرانی کرنے کے بعد اس کی حکومت کا
خاتمہ ہو گیا۔

میں بھوتیشور جیشٹیش اور ندن تیرتھ کے یاتریوں کے واسطے سودرناگ میں اشنان کرنا لازمی قرار
دیا گیا ہے اور شلوک ۳۳۱ میں دریا کے کنارے اپنی کے سنگم کی یاترا کے ساتھ سودرپشتے
کی یاترا بھی ضروری لکھی ہے۔ ندی کیترمہا تم سے معلوم ہوتا ہے کہ بھوتیشور کا مندر
سودرناگ پر واقع ہے۔ ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ جس چشے کا موجودہ نام نارائن ناگ
ہے اسی کا قدیم نام سودرناگ تھا۔ جیسا کہ کتاب ہذا کے نوٹ ۷۸ میں بیان ہو چکا ہے۔
کہ یہ چشمہ بھوتیشور کے کھنڈر کے قریب ہے۔ یہاں کے پرہتوں کو اب اس کا پورا نام
بالکل یاد نہیں رہا لیکن متوفی پنڈت صاحب رام کو یہ بخوبی یاد تھا جیسا کہ اس نے ہرکت
کنگا کی یاترا پر اپنی کتاب بنام تیرتھ سنگرہ میں لکھا ہے اور اس کی تصدیق پنڈت کلہن نے

راجہ سنگرام چند

پرتاب شیل کے بعد اس کا بیٹا سنگرام چند تخت نشین ہوا۔ اُس نے بھی حکومت ملک عدل و احسان ہی سے شروع کی۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے موضع سنگرام پور کی تعمیر شروع کر دی لیکن عمر نے وفانہ کی ابھی عنان حکومت سمجھانے بھی نہ پایا تھا کہ ایک سال ۴ ماہ کے بعد ظالم موت نے اُسے آدبا یا گدھی اپنے چھوٹے بھائی الارک چند کے لئے چھوڑ کر رہ نور و عالم ثانی ہو گیا۔

راجہ الارک چند

اب الارک چند راجہ کشمیر بنا۔ یہ راجہ عدل و داد اور بزل و عطا میں لاثانی تھا۔ نظم و نسق سلطنت میں ایسا ممتاز کہ عرصہ دراز تک اس کا زمانہ یاد گار رہا۔ اس کی تعمیرات میں شہر لارک نگر خصوصیت سے قابل ذکر ہے پرگنہ لار میں کوہ و سرگنگ کے دامن میں اس نے یہ وسیع اور عالیشان شہر بھی کی ہے دیکھو ترنگ ۲ شلوک ۱۶۹۔

نندیش شوچی کا ایک نام ہے جس کی پوجا نند کول جھیل میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ نام یعنی ندی کہتیرا و نندیش کہتیر ہر مکت پہاڑی کی جھیل سے لیکر بھو تیشور تک کے سارے پوتر علاقہ پر عائد ہوتا ہے دیکھو نوٹ ۳۷ کتاب ہذا۔

۷۵۸ سری نگر والے جیشٹ رور کے محل وقوع کے واسطے دیکھو نوٹ ۳۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔

۷۵۸ سری نگر میں جو جیشٹ رور کا مندر راجہ جلوک نے بنوایا تھا اسکو پورا پوتر کہنے کے لئے سودر چٹے کی بھی ضرورت تھی یہ تیر تھ جسے کتھا میں نندی کہتیر والے سودر چٹے

بنایا۔ دامن کوہ سے ایک ٹہر کا ٹکڑا شہر چاری کی اس شہر کی آبادی ایسی گنجان تیلانی جاتی ہے کہ اگر شرقی دیوار سے بڑغالہ چھت پر چڑھ جاتا تو بغیر کسی رکاوٹ کے اوپر ہی اوپر مغربی فصیل تک پہنچ جاتا تھا۔ اس راجہ نے ۱۳ سال تک فسانہ ہی کا ڈنکا بجا کر نقارہ اجل بجا یا۔

راجہ بیرم چند

الارک چند کا بیٹا بیرم چند تخت کشمیر پر جلوہ افروز ہو کر رعیت پروری اور داد گستری میں مصروف ہوا۔ اس کے عہد مودت مہد میں آبادی ملک درجہ کمال کو پہنچ گئی۔ ریاضت۔ سخاوت۔ غریب نوازی اور مسکین پروری میں یہ اپنے تمام ہم عصروں سے گوئے سبقت لے گیا۔ ہر روز علی الصباح سو تیرتھوں کی زیارت کرتا ہر ایک مقام پر نیا اشنان کر کے مناد کی پوجا کرنے سے اپنی عبادت کا وظیفہ سرانجام دیتا۔ پیراجہ ایسا سخاوت پسند اور متوکل تھا کہ دن میں جس قدر آمدنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتی سب کا قائم مقام مانا گیا ہے سری نگر والے حبیشٹ رودر کے محل وقوع کی بابت جس کا ذکر صمیمہ کیا ہذا کے نوٹ ۴ میں آیا ہے پڑھنے کے بعد ضروری ہے کہ سرینگ کے ہی قرب وجوار میں تلاش کیا جائے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں اس بات کے ملنے میں کوئی اعتراض نہیں کہ سودر چٹمہ بھی جھیل ڈل کے ایک حصہ کا نام ہے جس کو سودر کن کہتے ہیں اور اس کے قریب ہی موضع سودر بل ہے جس کا تعلق اس کتھا سے ہے سودر کن ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو کہ موضع سودر بل اور آرم پور کے درمیانی زمین کو سیراب کرتا ہوا مغرب کی طرف سے ڈل میں آ ملتا ہے جھیل کا یہ حصہ نہایت ہی گہرا حصہ ہے۔

جون ۱۸۹۵ء میں جب سٹائن صاحب موضع سودر بل میں گئے تو ان کو سودر کن کے

کی سب شام کے وقت غریبا اور مساکین میں تقسیم کر دیتا اور نان شینہ تک اپنے لئے نہ چھوڑتا۔ ایک دن جب کہ یہ روزانہ خیرات تقسیم کر چکا تو ایک برہمن سائل نے اس سے سوال کیا۔ راجہ نے مجبور ہو کر اُسے جواب دیا کہ مہاراج آج معاف رکھو کل تم کو خوش کروں گا۔ سائل نے سر ہلایا اور عرض کی کہ اگر کل تک تو زندہ ہی نہ رہا تو مجھے کیا دے گا۔ اگر توفیق ہے تو لا بھی دیدے یہ سنکر راجہ سخت پریشان ہوا۔ سائل کا سوال رد نہ کر سکتا تھا اور اپنے پاس بھی کچھ نہ تھا ناچار اس نے اپنے تئیں برہمن کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ میں مجبور ہوں اس وقت میرے پاس کچھ نہیں اب تم مجھی کو فروخت کر کے اپنی خواہش پوری کر لو۔ برہمن کیا چاہتا تھا راجہ کا ہاتھ پکڑ بازار کو لے چلا۔ راستہ میں ایک سوداگر نے راجہ کو پہچان لیا۔ اور برہمن کو ایک ہزار اشرفی دے کر بیرم چند کو اس سے خرید لیا۔ رات بھر راجہ سوداگر کے ہاں رہا صبح جب اراکین دولت کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس دن کی آمدنی نے ہزار اشرفی سوداگر کے پاس بھجوائی لیکن اس نے منظور نہ کیا اور راجہ سے کہا کہ تم صیبا

کنارے اور گاؤں کی مسجد کے قریب دو چھوٹے چھوٹے گڑھے دکھلائے گئے جو اس وقت جھیل کے پانی سے بھرے ہوئے تھے اور گاؤں کے بوڑھے آدمیوں کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ ان گڑھوں میں ہمیشہ جاری رہنے والے چشموں کا پانی موجود رہتا ہے علاوہ ان میں سے لوگوں کی زبانی یہ بھی پتہ ملا کہ صدیاں گزر چکی ہیں جبکہ برہمن لوگ ان چشموں کی یا ترائے کو آیا کرتے تھے۔ اس کے ثبوت میں ان کو ایک اجڑی ہوئی بستی کا موقعہ دکھلایا گیا جس کا نام بٹ پور تھا اور اس تیرتھ کے پروہتوں کی جائے رہائش تھی (لفظ بٹ سنسکرت کے لفظ بھٹ کا بگڑا ہوا ہے اور یہ برہمنوں کی ایک شاخ ہے) اب ان چشموں کے نزدیک کوئی پورا نا نشان نظر نہیں آتا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ بنیر سنگھ نے سرنگم میں مقام رتھور

راجہ میرے ہاتھ لگے اور اس طرح سستا چھوڑ دوں۔ اس بات پر راجہ نے اسے دس ہزار اشرفی دینی چاہی لیکن اس کو بھی سوداگر نے قبول نہ کیا اور بولا کہ اگر ایک لاکھ اشرفی بھی دو گے تو بھی میں نہ مانوں گا۔ البتہ اگر تم اقرار کرو کہ تاحین حیات شام کا کھانا میرے ہاں کھایا کرو گے تو میں اپنا حق تمہیں بخش دوں گا۔ ورنہ روپیہ کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ بیرم چند نے اس بات کو خوشی سے قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد عرصہ تین سال تک جب تک کہ وہ زندہ رہا شام کا کھانا اسی سوداگر کے ہاں کھاتا تھا۔ واقعی ایسے فباض اور خدادوست راجوں کا نام آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آخر ۲۵ سال تک زر پاشی کر کے یہ نیک مرد دار البقا کو روانہ ہو گیا۔

راجہ بیکیھن

راجہ بیکیھن خلافت پدری پر مامور ہو کر عروس مملکت کی آغوش میں تمنائی دل بپوری کرنے لگا۔ یہ راجہ بڑا سادہ لوح تھا خود تو کم عقل اور کاہل وجود ہی تھا پر نیا مندر بنوانے کے واسطے یہاں سے پتھر کی پورانی منقش سلیں اور عمارتی مصالح اکٹھا کیا تھا۔ اس کے علاوہ سٹائن صاحب کو جس قدر کتابیں دستیاب ہو سکیں تھیں ان میں سے کسی میں بھی اس چشمے کا کچھ حال نہیں مل سکا نہ ہی سرینگر کے برہمنوں کی کسی کتھیاں اس کا کوئی حوالہ ملا ہے۔ البتہ راج ترنگنی کے حاشیہ پر کسی ٹیکا کار نے جو سودر بل اور گگری بل کے نام لکھے ہیں صرف ان سے اس چشمے کا کچھ پتہ چلتا ہے۔ مگر یہ بھی اس کتاب کے کسی زمانہ حال کے پڑھنے والے کے لکھے ہوئے ہیں۔

۵۹ بھوتیشور سے لیکر سری نگر تک کا فاصلہ اندازاً ۳۲ میل کے قریب ہے اور

آج کل کی اڑھائی منزلوں کے برابر ہے۔

اور مہام سلطنت کے انصرام میں پوری توجہ اور تدبیر سے کار بند نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے اُس کی پیغم چکر ارا نی عقل و دانش اور فہم و فراست پیش بینی اور معاملہ فہمی میں لاثانی تھی خاوند کی بجائے خود امور ات ملکی و مالی کی ذمہ دار بن گئی۔ اور اس حسن تدبیر سے مہام مملکت سر انجام دیتی رہتی کہ مدبران ملک اس کی مردا قابلیتوں پر عیش عیش کرتے تھے۔ ملک کے حالات دریافت کرنے کے لئے اکثر راتوں کو مردانہ لباس بدل کر شہر میں گشت کرتی رستہ سال تک کمال دانشمندی سے عنان حکومت سمجھاتے رہی یہاں تک کہ ایک دن کسی رشی کی دعا سے ^{۵۴} نادم اور منفصل ہو کر راجہ خانہ نشین ہو گیا۔ اور اسی حالت میں زہر کھا کر جان بحق تسلیم ہوا چکرہ رانی بھی خاوند کے انتقال پر دنیا سے ایسی بیزار ہو گئی کہ راج پاٹ راجہ کے بھائی بھگونت کے حوالے کر کے خود فقیر بن گئی اور مدت العمر اسی رشی کے قدموں میں زندگی بسر کرتی رہی جس کی دعا راجہ بیکھن کی موت کا باعث ہوئی تھی۔

راجہ بھگونت

بھائی کی وفات پر چکرادیوی کی اعانت سے راجہ بھگونت جلوہ افروز تخت نشین چینی سیاح اوکنگ کے سفر نامے پر جو نوٹ سٹائن صاحب نے دیئے ہیں ان میں اس ومار کا نام "مونسٹری ڈومونٹ کچی" لکھا ہے جس کے معنی کرتی کی دھرم سالہ کے ہیں۔ مذکورہ بالا سیاح نے جو ۱۵۹۵ء لغایت ۱۶۲۳ء تک کشمیر میں دورہ کرتا رہا تھا جو بار ملاحظہ کئے تھے ان میں یہ بھی مشا مل تھا۔ اور اس کی تصدیق "ایل انیٹی ریڈی اوکنگ" کے ترجمہ سے جو میسرز لوی اور چارلس نے جرنل ایشیاٹک مطبوعہ ۱۸۹۵ء کی جلد ۶ کے صفحہ ۳۵۴ پر کیا ہے ہوتی ہے۔ کرتی آشرم جس کے اصلی معنی کرتی کا گھر ہیں اس کا موجودہ نام کتس نام ہے جو کہ دریائے وٹشا کے بائیں کنارے پر وراہا مولا (بارہ مولا) سے ۵ میل

حکومت ہوا۔ انتظام ملک حسب دلخواہ سرانجام دیکر چودہ برس کی حکمرانی کے بعد لاوادی دار آخرت کو چل دیا۔ راجہ بیکھن کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ تھی اور تخت بالکل لاوارث ہو گیا۔ آخر اسی سال میں ہی خواہان دولت اور ارباب وائش نے اسی خاندان کے ایک شخص اشوک نام کو حکومت کشمیر کے لئے منتخب کر کے گدی اس کے حوالہ کر دی۔

راجہ اشوک

اس کے بعد شیچی نر کاعم زاد بھائی اور شکونی کا پڑپوتا دھرم آتما اشوک^{۴۲} دنیا کا حکمران ہوا۔ اس راجہ نے جو گناہوں سے پاک اور بدھ کا معتقد ہو چکا تھا شش کایتر اور وٹشتا تر میں بے شمار ستوپا (بدھ مندر) تعمیر کرائے اور موضع وٹشتا تر میں دھرم آرنیہ ومار کے قریب اُس کا بنوایا ہوا ایک جیتہ موجود تھا جس کی بلندی کو آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس مشہور و معروف راجہ نے^{۴۵} سری نگری کا شہر بنوایا جو ۹۶ لاکھ دولت سے معمور مکانات کی وجہ سے بے حد

نیچے کی طرف ہے پر جا بھٹ اور شک کی کتاب کے شلوک ۲۴۰ میں لکھا ہے کرتی آشرم ایک قصبہ ہے جو کہ بارہ مولا کے قریب ہے اس گاؤں کا نام کچ آشرم بھی لکھا ہے "موجودہ نام کنش نام سنسکرت نام کچ آشرم کا بگڑا ہوا ہے۔

مئی ۱۸۹۶ء میں جب سٹائن صاحب اس موقع پر گئے تو وہ لکھتے ہیں۔ "میں اس گاؤں میں دو مسجدوں کے پاس قدیم زمانہ کے تراشیدہ پتھروں کی چند سلیں پڑی ہوئی دیکھیں اور ان مسجدوں کے کسی قدر شمال کی طرف ایک چار دیواری کا احاطہ تھا جس کا رقبہ ۱۱۵ گز مربع تھا اس احاطہ کے وسط میں ایک اونچی سی جگہ بنی ہوئی ہے جس کا نام گدی یا تخت مشہور ہے اس کے جنوب مشرق کے کونے میں ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے جو کہ ۱۵ فٹ اونچا

اہمیت رکھتا تھا۔ اس گناہ سے پاک اور باہمت راجہ نے وجیشور کے مندر کا پورا نا
استرکاری شدہ احاطہ کر کے اس کی سچائے سنگین دیوار بنوادی اور اس احاطے
کے اندر وجیش کے مندر کے پاس دو مندر بنوا کر ان کا نام اشوک ایشور رکھا۔ چونکہ
ملک کو ملیچھ تاخت و تاراج کر رہے تھے اس لئے اس عابد راجہ نے شو بھوتیش
سے جسے اس نے اپنی ریاضتوں کے ذریعے خوش کیا تھا ملیچھوں کی بیخ کنی کے
لئے ایک بیٹا حاصل کیا۔

راجہ جلوک

جب اشوک کا بیٹا جلوک جو ارضی علاقوں کا اندر تھا تخت نشین ہوا تو
اس نے اپنی شہرت کی سفید استرکاری کے ذریعے سارے عالم کو بے داغ
بنا دیا۔ جب اس کی فوق الفطرت طاقت کی کہانیاں دیوتاؤں کے کانوں تک
پہنچتی تھیں تو وہ حیران اور متعجب ہو کر رہ جاتے تھے۔ چونکہ اُسے ایک ایسا
پارس مل چکا تھا جو کروڑوں اونٹوں کے درجہ کی دھاتوں کو قیمتی دھاتوں کی صورت
میں تبدیل کر سکتا تھا اس لئے اگر وہ چاہتا تو اس دنیاوی اندھے (خلائے زمیں آسمان)

ہے اور یہ جگہ غالباً مندر کا کھنڈر معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ انہیں پورانی عمارت کا کوئی نمایاں بقایا
جو یہاں دکھائی نہیں دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ پٹھانوں کے زمانہ میں اس مندر کے مشرق کی
طرف پتھر کی ایک دیوار بنائی گئی تھی جو چوتھائی میل لمبی تھی چنانچہ بیرن ہیوگل صاحب نے
جو ۱۸۹۵ء میں کشمیر کی سیاحت کو آیا تھا اور دریا کے دوسرے کنارے کے ساتھ ساتھ
سفر کر رہا تھا لکھا ہے کہ اس دیوار کے بنانے کے واسطے تمام پتھر اس مندر کے کھنڈر سے
لئے گئے تھے علاوہ انہیں دس سال کا عرصہ ہوا جبکہ ایک نئی سڑک اس جگہ بنائی گئی تھی تو
اس کی تعمیر کے واسطے بھی تمام مصالح اس جگہ سے لیا گیا تھا۔ کلہن اور اوکنگ کی مشترکہ شہادت

کے خالی حصے کو سونے سے بھر سکتا تھا۔ اُسے پانی پر بھی یہاں تک اقتدار حاصل تھا کہ وہ ناگوں کی جھیلوں میں داخل ہو کر ناگنیوں کے ساتھ رنگ لیاں مانتا اور لطف شباب حاصل کیا کرتا تھا۔ اس کا مذہبی اتالیق ابد ہوت رشی تھا جس نے بدھوں کے ساتھ جو اُس زمانے میں پر زور اور کامیاب تھے مباحثہ کر کے انہیں شکست دی تھی۔ اس صادق القول راجہ نے اس بات کا عہد کر رکھا تھا کہ میں ہمیشہ (رشو) و جیشور اور جیشیش کی جو مندی کھیت میں رہتا ہے پو جا کیا کرونگا ایک ناگ اسپر یہاں تک مہربان ہوا کہ وہ اُسے ڈاک کے گھوڑوں پر جو ہر ایک گاؤں میں کھڑے تیار رہا کرتے تھے سوار نہ ہونے دیتا تھا بلکہ اُسے خود اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ اس دلیر راجہ نے ملیچھوں کو جو ملک پر حیر کرتے تھے باہر نکال دیا اور فاستخانہ مہمات کے ذریعے زمین کو اس مقام تک جہاں اُسکے گرد سمندر موجود ہیں فتح کر لیا۔ جس مقام پر اس نے ملیچھوں کو جو زمین پر قابض تھے شکست فاش دی (اوجھاتاس) اس کا نام لوگوں نے آج تک اوجھات دھم^۲ رکھا ہوا ہے۔ کنیا کیج اور دوسرے ممالک سمیت اس ملک

پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کرتی آشرم و مار جو جلوک نے بنوایا تھا اس جگہ پر تھا اور اس وقت قصبہ کنش نام میں جو چند نشان باقی ہیں اسی کے ہیں۔ کرتی آشرم کے ومار کی بابت دیکھو کتاب "سمیم" ادھیائے ۲ شلوک ۶۱۔

۵۶ یہ مندر جو راجہ جلوک نے بنوایا تھا بوت شیر کے مشرقی مندروں کے کھنڈرات کے جھنڈ میں بڑا کھنڈر اسی مندر کا ہے اور ان کھنڈرات کا ذکر کتاب ہذا کے نوٹ ۴۸ میں آچکا ہے۔ قیمتی پتھروں اور جو اہرات کے پھول بنا کر بطور نذرانہ پیش کرنے کا حال مختلف شیوا پدیتوں میں جو آج کل کشمیر میں رائج ہیں بیان کیا گیا ہے۔

۵۷ کنک واہنی وہی ندی ہے جو بھو تیشور کے پاس بہتی ہے اور جس کا موجودہ نام

فتح کر کے اس نے وہاں سے چاروں ذاتوں کے لوگوں بالخصوص ایسے صدق
 شعار آدمیوں کو جو قانونی واقفیت رکھتے تھے لاکر آباد کیا۔ اُس وقت تک
 اس سرزمین میں جس نے قانونی انتظامات میں پوری ترقی حاصل نہ کی تھی
 دولت اور اکثر ممالک کی طرح کی حکومت موجود تھی صرف سات بڑے بڑے
 سرکاری عہدہ دار ہوا کرتے تھے یعنی منصف۔ افسر مال۔ افسر خزانہ۔ سپہ سالار
 سفیر۔ پروہت اور جوتشی۔ اب اس راجہ نے قدیم رواج کے مطابق رجو اس
 وقت تک کشمیر میں موجود نہ تھا) اکھارہ دفا تر قائم کر کے انتظامی صورت
 اس قسم کی پیدا کر دی جیسی کہ راجہ ید ہشتر (واٹے ہت نا پور) کے زمانہ میں
 موجود تھی۔ اُس دولت کے ذریعے جو اس راجہ نے دلیری اور طاقت کی بدولت
 حاصل کی تھی اس نے وار بال اور دوسرے مقامات پر اگر مار قائم کئے اسکی
 شریف رانی ایشان دیوی نے ماتر چکر (ماتاؤں کے مقدس حلقے) قائم کئے
 جو اپنی روحانی طاقت کے باعث کشمیر کے دروں اور دوسرے مقامات پر مشہور
 ہوئے۔ راجہ نے ایک موقع پر ویاس کے کسی چیلے کو نندی پور ان پڑھنے

کنک نائی یا کنک ناز ہے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۵۶ ۳۳۔ اس میں اس وادی کا پانی آتا
 ہے جو ہرکھ کے جنوب مشرق میں۔ اور اُس آبشار کے نیچے جو کرشن کنگا کی طرف بہتا ہے وہ
 ہے۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۳۴ میں کنک واہنی دریا کا دریائے سندھ میں گرنالکھا
 ہے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ دریائے کنک واہنی سودر تیرتھ کے جنوب کی طرف بہتا ہے
 اور جو ندی مہرک مندل کول اور کنگا کی جمیل کے جوہر گت کے علاقہ میں ہے نکلتی ہے اس
 میں آلتی ہے۔ اور اسی واسطے نندی کیتر مہاتم میں لکھا ہے کہ اس کا پہلا نام کالودک تھا
 اور پھر کنک واہنی ہو گیا نیل مت پوران کے ادھیائے ۱۰ شلوک ۱۳۳۱ میں جو چیر موچانا
 تیرتھ کی بابت ذکر ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنک واہنی سے یہ مقام قریب ہے۔

سن لیا جس کے باعث وہ ^{۵۶}سودر اور مقدس چشموں پر جو نندیش کے برابر تبرک خیال کئے جاتے ہیں جانے لگ گیا۔

روایت متعلقہ ^{۵۷}سودر چشمہ { جیب وہ سرنگر میں جیشٹ رودر کا مندر بنانے میں مصروف تھا اس نے محسوس کیا کہ

^{۵۸}سودر چشمے کے بغیر یہ نندیش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ کاروبار کی مصروفیت کے باعث وہ اپنے روزانہ معمول کو بھول گیا اور اس طرح پر سودر کے بعید چشمے کے پانی میں غسل نہ کر سکنے کے باعث افسردہ خاطر ہو رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک خشک جگہ سے یکا یک ایک چشمہ پیدا ہو رہا ہے جو رنگ ذائقے اور دوسری خاصیتوں میں سودر سے مشابہ ہے۔ اس نئے تیار شدہ تیرتھ میں نہا چکنے کے بعد اس سنجیدہ خیال راجہ کو اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ نندی رودر یعنی نندیش کا مقابلہ کرنے کے متعلق میری خواہش پوری ہو گئی ہے۔ ایک موقع پر ان دونوں چشموں کی یکسانیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس نے سودر کے سابق چشمے میں ایک خالی طلائی پیالے کے منہ پر ڈھکنا

یہ نام (چیر موچانا) لفظ چرائی سے لیا گیا ہے جس کے معنی اُس چھال کے لباس کے ہیں جو سات رشی بیکنٹھ کو جاتے ہوئے یہاں چھوڑ گئے تھے۔ نندی کہیتر مہاتم کے ادھیائے ۱۰ شلوک ۳۳ میں بھی یہی کتھا درج ہے اور کنگ واہنی اور چیر موچانا کا نزدیکی تعلق ظاہر کرتی ہے۔ ہر مکت یا ترا کے پروہتوں کو یہ نام بالکل معلوم نہیں لیکن اس تیرتھ کا جائے وقوع غالباً ابھی تک معلوم ہو سکتا ہے۔ ہر مکت گنگا مہاتم کے متعلقہ قلبی مانیوں میں کنگا ہنی کا نام کنگا نندی یا کرن کیکا لکھا ہے اور وہ جگہ جہاں کنگا نندی و تشا میں کرتی ہے۔ ماہ کے نام سے کنگا نندی تیرتھ کہلاتی ہے اور کرن کا گاؤں کے قریب ہے۔ ہر مکت جھیل کو جانے سے پہلے اس جگہ کی یا ترا لکھی ہے۔ یہاں کے رہنے والے پروہتوں سے دریافت کرنے پر

لگا کر ڈال دیا اور جب اڑھائی دن کے بعد یہ پیالہ سری نگوی کے چستے میں نظر آ گیا تو اس سے راجہ کے تمام شکوک دور ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ خود تدش تھا جو ایک اوتار کی صورت میں دنیا کے لطف حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا تھا ورنہ اس قسم کا معجزہ کبھی انسان کی نظروں کے روبرو نہیں ہو سکتا۔

ایک موقع پر جبکہ یہ راجہ وجیشور کو جارہا تھا اُسے جادو گرنی کی کہانی { سڑک پر ایک عورت ملی جس نے اس سے کھانا مانگا جب وہ اس کے ساتھ اس بات کا وعدہ کر چکا کہ جس قسم کا کھانا تجھے درکار ہوگا میں دوں گا تو اُس نے اپنی صورت بدل لی اور انسان کا گوشت مانگنے لگی۔ راجہ ہر چند کہ جیو ہتیا کو تیاگ چکا تھا تاہم اُس نے اجازت دیدی کہ میرے جسم سے جس قدر گوشت کی ضرورت ہو لے لو۔ اسپر وہ کئے لگی۔ اے راجہ تم جو اپنے عہد کی اس طرح کابل نیکی (ستیو) سے پالنا کرتے اور جاندار مخلوق کے لئے اس قدر رحم کا اظہار کرتے ہیں ضرور کوئی بدہستو

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا تیرتھ موضع پرانگ کے نیچے دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر واقع ہے اور اُس بستی کے نزدیک ہے جس کا نام نقشے پر سری درج ہے۔ موضع پرانگ کے چند گھروں کے نیچے کی طرف سے ایک چھوٹی سی ندی جو باروں کے نزدیک کنک واہنی سے نکلتی ہے سندھ میں جا گرتی ہے دیکھو نوٹ ۵۳ کتاب ہذا۔ اور یہی سنگم ہے جہاں پر کرناک تیرتھ کا ایشنان کیا جاتا ہے اور غالباً زمانہ قدیم کا چیر موجدانا تیرتھ یہی جگہ ہو سکتی ہے۔

ہرکت مہاتم کے موجودہ زمانہ کے نسخوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آجکل لئی ایک تیرتھوں کے کھنڈرات کے نام تبدیل ہو چکے ہیں مثلاً پورانے زمانہ کے بھو تیشور کا نام

(بودہ گورو) ہو۔“

راجہ نے جو شوکا پوجاری ہونے کے باعث بودھوں کے طریق عمل سے ناواقف تھا پوچھا۔

اے سندری! وہ بدہستہ کون ہے جس کا تمہیں مجھ پر دھوکا ہوا ہے؟
اس پر وہ بولی۔ ”میری عرضداشت سُنئے! مجھے بودھوں نے بھیجا ہے
جنہیں آپ غصے میں آ کر ضرر پہنچا چکے ہیں۔ ہم جادوگر نیاں (کرتیہ کا) کوہ لوکا
لوک کے قریب جو روشنی اور تاریکی کو جدا کرتا ہے رہتی ہیں۔ تاریکی (گناہ)
سے تعلق رکھتی ہیں اور بدہستہوں پر پورا بھروسہ رکھ کر اس تاریکی سے
نجات حاصل کرنے کی خواہشمند ہیں۔ یاد رکھئے کہ بدہستہ خاص خاص لوگ
ہیں جو ہر دو جہان کے مالک بدھ کی آمد کے وقت سے اپنے آپ کو اس دنیا
کی پانچوں مصیبتوں (اودیا۔ استمنا۔ راگ۔ دوش۔ ابھنی ویش) سے آزاد
کر چکے ہیں چونکہ وہ تمام جانداروں کی امداد پر تلے ہوئے ہیں اس لئے گنہگار
پر بھی انہیں غصہ نہیں آتا بلکہ صبر کے ساتھ انہیں مہربانی کرتے ہیں اور اس بات کے

بدھ ایشور ہے اور امہورو بھون کا نام امریشور جس کو آجکل امبرہیر ہی کہتے ہیں۔ جس طرح
کنک واہنی کا نام کرنک ندی جس کو کنک ناٹی بھی کہتے ہیں مشہور ہو گیا تھا اسی طرح قدیمی
چیر موچانا کا نام بدل کر کرنک ہو گیا۔ نیل مت ندی کہیتر اور راج ترنگنی سے اس بات کی
مضبوط شہادت ملتی ہے کہ چیر موچانا تیرتھ کا تعلق کنک واہنی دریا سے ہے اور یہاں
کرنک تیرتھ کی بابت کچھ بیان نہیں کرتیں حالانکہ ہر مکت مہاتم میں جہاں چیر موچانا کا ذکر
نہیں ہے اس کی بجائے کرنک تیرتھ اور کنک ناٹی کے نام پائے جاتے ہیں۔

ترنگ اول کے شلوک ۵۰ کی دوسری سطر کے دو مضعے نکلے ہیں اول یہ کہ خود راجہ
نے کنک واہنی دریا میں جس میں کہ ند کول جھیل یا ندیش کا پانی گرتا ہے استنان کرنے پر

خواہشمند ہے کہ اپنی بودھی (روشنی) کی ہر جگہ اشاعت کریں۔ کچھ عرصہ گزر جب ایک ومار میں گھنٹوں کے بجنے کی آواز سے آپ کو نیند نہ آئی تو اس وقت بعض شریر مصاحبوں کے ایما پر آپ نے غصے میں آ کر حکم دیدیا تھا کہ ومار کو مسمار کر دیا جائے اس پر بودھوں نے جوش میں آ کر مجھے یاد کیا اور تمہیں مارنے کے لئے بھیجا لیکن اس کے بعد بودھستوں نے مجھے بلا کر یہ ہدایت کی۔ راجہ ساکی اعظم (مہا ساکی) ہے تم اُسے ضرر نہیں پہنچا سکتی البتہ اس کے سامنے جا کر تمہیں اپنے گناہ سے نجات حاصل ہو جائیگی۔ اُس وقت ہماری طرف سے التجا کرنا کہ شریر لوگوں نے آپ کو بہکا دیا ہے اب آپ اپنی جمع شدہ دولت نکال کر ایک ومار تعمیر کرائیں اگر وہ ایسا کر دیگا تو سابقہ ومار کے گرانے کے عوض اس پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوگی کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی اور اُس کے مشیروں کے گناہ کی تلافی ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے اس سابقہ بھیس میں آپ کی نیکی کا امتحان لیا ہے۔ آج میں گناہ سے آزاد ہو گئی ہوں۔ الوداع ! میں رخصت ہوتی ہوں۔“

اُس دور دراز تیرتھ کی پوجا کرنے کے خیال کو دل سے نکال ڈالا۔ دوسرے یہ کہ راجہ کی فوق الفطرت طاقت کی وجہ سے خود دریائے کنک واہنی کو ندیش کو چھوڑ کر راجہ کو استنان کرانے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی۔ موخر الذکر کی تائید میں کلہن نے ترنگ اول کے شلوک ۳۰ میں اشارہ کیا ہے کہ راجہ شونندیش کا اُتار تھا۔

۶۳ سری نگر کے جنوب کی طرف ایک سطح مرتفع ہے جو بالکل خشک جگہ ہے آجکل بھی اس کی بابت مشہور ہے کہ یہ راجہ دامودر ثانی کا بنوایا ہوا اگمیتو ہے اور اس کے سبب سے راجہ کا نام آجکل قائم ہے یہ جگہ جس کا نام کلہن نے دامودر سدھا لکھا ہے اور آجکل دامودر اور کلاتی ہے ویسی ہی ہے جیسی کہ اس وادی میں اور بھی ایسی جگہ ہیں اور جن کا نام کلہن

راجہ سے وہاں بنوانے کا وعدہ لے کر وہ فوق الفطرت جادوگرنی (کریتہ) جسکی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں نظروں سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد راجہ نے کریتہ آشرم^{۱۱} وہاں کو تعمیر کرایا اور اس میں اس فوق الفطرت جادوگرنی کی پوجا کرتا رہا جو تاریکی (گناہوں) سے آزادی حاصل کر چکی تھی۔

اس راجہ نے ہندی کھیتریں^{۱۲} شوبھو تیش کا سنگین مندر تعمیر کروایا اور دوسرے مال و خزانہ کے علاوہ بہت سے قیمتی جواہرات اسپر چڑھائے۔ یہ راجہ بسا اوقات راتوں کو چیر موچن تیرتھے پر ریاضت کیا کرتا تھا اور اس وقت مراقبے کی جو صورت اختیار کرتا تھا اس میں اس کا جسم بالکل بے حس و حرکت ہو جاتا تھا اس طرح پر رفتہ رفتہ دریائے کنک واہنی کی موجودگی کے باعث ہندیش کے پاس جانے کی اپنی عادت کو ترک کر دیا۔ اس نے اپنے رنواس کی سو عورتیں جو وقت مقررہ پر اس دیوتا کے سامنے نرت اور کیرتن کرنے کے لئے آئی تھیں خوش ہو کر حبیشٹ رو در پر چڑھاویں۔ پورا اقتدار حاصل کر نیکے بعد یہ راجہ اپنی زندگی کے اختتامی ایام میں چیر موچن چلا گیا جہاں اس نے

کی اصلاح میں اودر لکھا گیا ہے۔ فارسی کتابوں میں ان اودروں کا نام کریو لکھا ہے۔ دیکھو گئی صاحب کا سفر نامہ جلد ۲ صفحہ ۳۹ اور ڈریو صاحب کی تاریخ جوں صفحہ ۱۶۷۔ یہ سطح مرتفع پر گنہ بیچ میں واقع ہے اور وہنتور کے بڑے گاؤں سے لیکر جو کہ سرینگر کے عین جنوب میں سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شمال مغرب کی طرف چلا گیا ہے۔ اس کی لمبائی چھ میل اور چوڑائی دو میل سے لیکر تین میل تک ہے چونکہ اس سطح مرتفع کی زمین بالکل خشک ہے اس لئے اس پر کہیں کہیں صرف کئی (جوار) کی ہلکی سی پیداوار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ جگہ بالکل خشک اور ویران ہے۔ اور گیڈروں کی جائے رہائش ہے جیسا کہ راجہ کھیم گپت دامودر یہ رائن پر گیڈر کا شکار کیا کرتا تھا اور اس کا ذکر ترنگ ۶ کے شلوک ۱۸۳ میں آیا ہے۔ اور ترنگ ۶

مہاپنی رانی کے پاربتی کے شوہر (شو) کی رفاقت حاصل کی (شولوک کو چلا گیا)

راجہ دامودر ثانی

اس کے بعد دامودر ثانی جو اشوک کی نسل یا کسی اور خاندان سے تھا حکمران ہوا۔ اس راجہ کی طاقت کے متعلق جو شوجی کے پور جا ریوں کی کلفی کا ایک ایسا جواہر تھا جو خوش قسمتی کی بدولت روشن ہو چکا ہو آجتک کسی عجوبہ روزگار کی طرح بہت سی کہانیاں سنی جاتی ہیں۔ خود ویشرون (کوبیر) اس خوش قسمت حکمران کا دوست تھا۔ جس پر شوجی کی مہربانی تھی اور جو بالکل نیکی کی ہی زندگی کے لئے وقف ہو چکا تھا۔ گو یک لوگ اس راجاؤں کے سرتاج کا حکم کوبیر کی طرح مانتے تھے۔ اور انہیں حکم دیکر اس نے گرسیتو نامی لمبا بند تیار کر دیا اس کی خواہش تھی کہ اس بند (سیتو) کے ذریعے اس شہر میں جسے اس نے خود دامودر سو پر بنوایا تھا پانی لایا جائے۔

شولوک ۱۵۱۹ میں کلن نے اس جگہ کا نام صرف دامودر ہی تحریر کیا ہے۔ اس بند کے جنوب میں ایک چھوٹا سا گاؤں واقع ہے جس کا نام کلن نے گدستو اور ایک ٹیکا کارنے گدستو لکھا ہے اور آجکل اس کا نام گدستھ مشہور ہے۔ اس گاؤں کے پاس اس بند کی بلندی معمول سے سو فٹ زیادہ ہے اور اس گاؤں کی زمین کو دریائے پیچار کے پانی سے سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس پہاڑی سے جس کی شکل دیوار کے ساتھ ملتی ہے لوگوں کو خیال پیدا ہو گیا ہو کہ راجہ دامودر نے جو بند اس بلند جگہ پر پانی چڑھانے کے واسطے بنوایا تھا یہی ہے۔ جب سٹائن صاحب اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اس جگہ گئے تو انکو اس بند کے مصنوعی ہونے کی بابت کوئی ثبوت نہیں ملا یہ بھی یاد رہے کہ گدستھ کا نام جسے کلن نے گدستو لکھ کر سنسکرت لفظ بنا دیا ہے اس کے پہلے جسے یعنی گد کے معنی کشمیری زبان میں بھی بند کے ہیں اور اس

روایت متعلقہ دامودر سو جب کوئی اعلیٰ خیال کا آدمی کوئی غیر معمولی فائدے کا کام کرنے لگتا ہے تو لوگوں کی سابقہ جنم کی روحانی خوبیوں کی کمی کے باعث اُس کام میں روکا دٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ راجہ نے کوشش کی کہ اپنے ملک میں یکشوں سے پتھر کے پستے بنوا دے تاکہ پانی کی طغیانی سے حفاظت رہ سکے۔ ان عظیم الشان برہمنوں کی ریاضتوں کی طاقت ہمارے فہم و قیاس سے بھی بالا ہے جو ایسے بڑے بڑے حکمرانوں کی قسمت کو بھی پلٹا دے سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ شاہی طاقت مخالف ورثا یا دوسرے لوگوں کے ذریعے زائل ہو کر دوبارہ بحال ہو جائے لیکن جب کسی برہمن کی بے ادبی کرنے کے باعث ایک بار کوئی سلطنت ہاتھ سے نکل جائے تو وہ پھر واپس نہیں آتی۔

ایک بار بھوکے برہمنوں نے راجہ سے اس وقت جبکہ وہ شرادھ کے لئے غسل کرنے اٹھا تھا درخواست کی کہ ہمیں نہانے سے پہلے کھانا دیا جائے مگر مگر جب اس نے دریائے ویشٹا کے پانی میں داخل ہونے کے شوق سے اس بناد پر یہ نام عام طور پر مشہور ہو گیا ہے۔ یہ روایت بھی کشمیر میں عام طور پر آج تک مشہور ہے کہ راجہ دامودر جو برہمنوں کے سراپ سے سانپ بن گیا تھا آج تک دامودر اور کے علاقہ میں پھرتا ہے۔ اس کی بابت وگنی صاحب نے بھی اپنے سفر نامہ کی جلد اول کے صفحہ ۴۴ پر تحریر کیا ہے۔ برخلاف اس کے دامودر کے بند بنوانے کی بابت صرف انہیں لوگوں کو معلوم ہے جنہوں نے راج ترنگنی یا اس کے خلاصوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس علاقہ کے ناخواندہ برہمنوں اور مسلمانوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک ویران جگہ کا چوک اور کے اوپر اور گہرے سے ایک میل شمال کی طرف واقع ہے پتہ دیا اور کہا کہ اس جگہ پر راجہ دامودر کے محل تھے۔ اس کے علاوہ ایک چشمہ بھی جس کا نام دامودر ناگ ہے

درخواست کو رد کر دیا تو وہ اپنی روحانی طاقت کے ذریعے دریا کو اُس کے سامنے لے آئے۔ اور کہنے لگے۔ ”یہ دریا اُنے و تشا موجود ہے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہوئے ہمیں کھانا دیدو“ لیکن اس پر بھی راجہ نے خیال کیا کہ یہ دریا جو انہوں نے میرے سامنے پیش کیا ہے محض کوئی سحر ہے اور جو اب دیا میں اس وقت تک تمہیں کھانا نہ دوں گا جب تک کہ نہانہ لوں۔ براہمنو! ابھی یہاں سے چلے جاؤ (سرپت) جب وہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر چکا تو انہوں نے اُسے سراپ دیا کہ سانپ (سرپ) بن جا لیکن جب راجہ نے رحم کے لئے التجا کی تو وہ بولے۔

”جب تو ساری رات ^{۶۴} ایک دن میں سنے گا اس وقت ہمارے سراپ کا اثر دور ہوگا۔“ آج تک لوگ اُس کے سانس کے ذریعے جو سراپ کے باعث گرم ہو چکا ہے اُس وقت اُسے شناخت کرتے ہیں جبکہ وہ پانی کی تلاش میں دامودر سودر پر ادھر ادھر دوڑتا پھرتا ہے۔

اور جو لال گام کی بستی کے پاس ہے سٹائن صاحب کو دکھلایا گیا تھا کہ اس چشمہ پر راجہ دامودر اشنان کیا کرتا تھا۔ گو یک لوگ ادنیٰ درجہ کے دیوتا ہیں جو کیش قوم کی طرح کویر کے ماتحت ہیں۔

^{۶۵} اس بارہ میں جو روایت آجکل بھی کشمیر میں مشہور ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ راجہ کا اس سراپ سے چھٹکا رانا ناممکن ہے کیونکہ جب تک کوئی رحم دل برہمن شو راتری کی رات کو دامودر اور در کی برف سے ڈھپی ہوئی زمین پر بیٹھ کر ایک ہی رات میں اس کو مکمل راتیں نہ سنائے تب تک وہ سانپ کی شکل سے اپنی اصلی حالت میں نہیں آ سکتا۔ اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

^{۶۶} پنڈت رتناگر کا قول ہے کہ راجہ نراند کے تخت نشین ہونے کے چند دن

راجہ نرائندر

اس واقعہ کے بعد راجہ نرائندر نے عنان حکومت ہاتھ میں لی اس کے جلوس کے چند روز بعد سلیمان^{۶۵} وارد کشمیر ہوئے اور ان کا ہوائی تخت کوہ جیت لارک یا شنکر اچارج کی چوٹی پر ٹھہرا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عوام و خواص وہاں جمع ہوئے۔ کوئی اسے دیوتا کتا کوئی فرشتہ بناتا۔ راجہ نرائندر بھی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلیمان کی شفقت اور قدر افزائی سے مسرور ہو کر راجہ نے راج پاٹ کو بھی خیر باد کہی اور کشمیر چھوڑ کر سلیمان کے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ قریب ایک ہزار برس پہلے جو سند مت نگر غرق آب ہو کر تباہ ہو چکا تھا اور بارہ مولہ کے پاس پارہ کوہ گر کر مخرج آب کے سد راہ ہو کر نصف حصہ کشمیر کو زیر آب دبائے بیٹھا تھا اس کے باعث آبادی ملک اور پیداوار غلہ میں سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ سلیمان کی عظمت و شان دیکھ کر رعایائے کشمیر نے ان کی خدمت میں اس کے انسداد کے لئے درخواست

بعد سلیمان نام ایک شخص جو مغربی ممالک کے رکھشوروں میں سے تھا کشمیر پہنچ کر کوہ لار جیت پر مقیم ہوا وہ لکھتا ہے کہ سندیمان کابلوان (تخت) آسمان پر چلتا تھا۔ تمام جن۔ دیو۔ چرند و پرند اُس کے مطیع تھے ان حالات کی مطابقت سے ہی شائد منشی محمد الدین صاحب نے اپنی تاریخ میں اس کا نام سلیمان درج کیا ہے مگر ہم اس بارہ میں زیادہ چھان بین نہیں کر سکے۔

۵۶۶ شولا کر کے شلوک جس کا حوالہ ترنگ اول کے شلوک ۲۰ میں دیا گیا ہے اور کلہن کے اپنے بیان مذکورہ ترنگ ۸ شلوک ۳۲۱۲ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تین ترشک (ترکش) راجاؤں نے ایک ہی زمانہ میں حکومت کی۔ اس صورت میں جس ترتیب سے

کی جس پر سلیمان نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ دریائے بھت (وٹشٹا) کو گرا کر کے سد آب کو کاٹ ڈالیں تاکہ آبادی کی صورت نکل آئے وہاں کیا دیر تھی حکم پاتے ہی قوم اجنبہ نے کھا وہ بار کے پاس دریا گہرا کر کے صاف کر دیا جس سے سوائے اس مقام کے جہاں جھیل ولر لریں مار رہی ہے تمام علاقہ کا مراج کی زمین خشک ہو گئی۔ زراعت اور آبادی کا موقع نکل آیا۔ قریب ایک ہفتہ کے قیام کے بعد حبیب سلیمان مراجعت پذیر ہونے لگے تو راجہ نراند بھی ہمراہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس لئے سلیمان نے اپنے ہمراہیوں میں سے تین ترکی شاہزادوں کو حکومت ملک تفویض کر کے راجہ نراند کی استدعا منظور کر لی اور حکومت کشمیر خاندان گودھر کے ہاتھ سے نکل کر ہشک۔ جشک اور کنشک کے ہاتھ لگی۔ اس وقت سے لیکر کشمیر باغ سلیمان اور کوہ جیت لارک کوہ سلیمان کملانے لگا۔

ہشک۔ جشک۔ کنشک

اس کے بعد اس سرزمین پر تین راجہ ہشک۔ جشک اور کنشک حکمران اُن کے نام درج کئے گئے ہیں اس سے مراد اُن کے سلسلہ جانشینی کی ترتیب نہیں ہو سکتی راج ترنگنی میں کنشک کا ذکر آتا ہے اُس کے متعلق ۱۸۳۳ء میں پرنسپ صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ وہ راجہ ہے جس کا نام سکوں پر کنہکی درج ہے اور یہ وہی کنشک تھا جو بدھوں کے زمانہ میں مشہور ہو گزرا ہے۔ راج ترنگنی میں جس ہشک کا ذکر آتا ہے اُس کے متعلق بھی عرصہ سے یہ خیال چلا آتا ہے کہ یہ کنشک کا جانشین ہو جشک تھا جس کا نام کبتوں میں دیکھا جاتا ہے اور جس کا نام سکوں پر ادہکی درج ہے لیکن تھوڑی مدت گزری اس وقت بوہلر صاحب نے متھرا کے ایک کتبے میں یہ بات معلوم کی تھی کہ

ہوئے اور انہوں نے ہشک پور^{۶۷}۔ جشک پور^{۶۸} اور کنشک پور^{۶۹} تین شہر آباد کئے۔
 دانا راجہ جشک جس نے جشک پور اور اس کا دہار تعمیر کرایا تھا بے سوامی پور کا
 بھی بانی تھا۔ یہ عابد راجہ ہر چند کہ ترشک نسل^{۷۰} سے تھے تاہم انہوں نے شش
 کلنتر اور دوسرے مقامات پر مٹھ۔ چیتہ اور اسی قسم کی عمارات بنوائیں۔ ان
 راجاؤں کے زبردست عہد حکومت میں کشمیر زیادہ تر بودھوں کے قبضے میں
 رہی جنہوں نے مذہبی گدگری (پرورجیا) کے قانون پر عمل کر کے بہت سی شہرت
 حاصل کر لی تھی۔ اس وقت ساکی سنگہ (بدھ) کو نروان حاصل کئے ڈیڑھ سو سال
 گزر چکا تھا اور اس زمانہ میں عظیم الشان ناگ ارجن نامی ایک بدھ ستو اس
 ملک میں ساری زمین کے واحد مالک کی حیثیت سے سردار دون^{۷۱} کے مقام
 پر رہتا تھا۔

راجہ ابھے مینو اول

اس کے بعد بے خوف ابھے مینو جو دشمنوں کی پرواہ نہ کرتا تھا اور اندر ثانی

ہشک اور ہوشک دونوں ایک ہی نام ہیں۔
 دوسرے نام جشک کے متعلق ابھی تک دیگر وسائل سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی
 ان ابتدائی اندوستانی حکمرانوں کے متعلق تاریخی بیانات کے جدید تذکرات کے بارے
 میں دیکھو وان گش ڈ کا مضمون مندرجہ ان سائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۶۰۶ اور ڈروین
 صاحب کی کتاب لی راینر انڈوسیتھز صفحہ ۴۶۔ بدھوں کی روایات کشمیر کو خاص طور پر کنشک
 کی حکومت سے یہ خیال ظاہر کر کے ملتی قرار دیتی ہیں کہ اس راجہ نے بدھ مذہب کی
 تیسری عظیم مجلس منعقد کی تھی۔ دیکھو سی۔ یو۔ کی "جلد اول صفحہ ۱۵۱۔ یہ بات قابل غور
 ہے کہ کنشک اور اس کے جانشین کے زمانے کے تانبے کے سکے آج تک کشمیر میں بلا واسطہ

بدشت مینو کا درجہ رکھتا تھا راجہ بنا۔ اس نے کنت کوئٹھ کا اگر مار قائم کیا تھا اس عظیم الشان راجہ نے ابھے منو پور کا شہر بسایا جس میں دولت کثیر تھی اسکا نام اس نے اپنے نام پر رکھا اور بطور چوٹی کے زیور کے اس میں شوجی کا ایک مندر بنوایا۔ اس کے زیر ہدایت چندر اچاریہ اور دوسرے لوگوں نے مہابھاش کو جس تک رسائی حاصل کرنا اس زمانے تک مشکل تھا عام استعمال میں لانے کی صورت پیدا کی نیز اپنی ایک گرائمر (چندر ویا کرن) تصنیف کی۔ اس زمانہ میں بودھوں نے جو دانا بدھ ستونگ ارجن کے زیر حفاظت تھے ملک میں غلبہ حاصل کر لیا اور دوران مباحثات میں تمام فاضل مخالفوں کو شکست دیکر قدیم طریقوں کے ان دشمنوں نے ان مراسم کو بند کر دیا جو نل مت پودان میں مذکور ہیں۔ جب ملک میں قدیم دستور قائم نہ رہے تو ناگوں نے حسب معمول نیازتہ ملنے پر بے حد برف باری کے ذریعے لوگوں کو تباہ کر دیا۔ چونکہ ہر سال بڑی گہری برف بودھوں کو تکلیف دینے کے لیے پڑتی تھی۔ اس لئے راجہ چھ ماہ موسم سرما میں داروا بھیسار میں رہتا تھا اور باقی عرصہ ملتے ہیں۔

۶۷۷ء جنرل کننگھم نے اپنی کتاب "انیشنٹ جیوگرافی" کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ ہشک پور کا موجودہ نام اسکور ہے جو کہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور بارہ مولا سے جنوب مشرق کی طرف ۲ میل کے فاصلہ پر دریا گئے جہلم کے بائیں کنارہ پر واقع ہے ترنگ ۵ کے شلوک ۲۵۹ اور ترنگ ۶ کے شلوک ۱۸۶ سے واضح ہوتا ہے کہ ہشک پور اہمیت میں واقع ہے اور اس کی تائید ترنگ ۷ کے شلوک ۱۳۱ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۳۹۰-۴۱۸-۸۲۲ اور ۹۷۷ء سے ہوتی ہے۔

راجہ ملتا دت نے جو مندر اس جگہ بنوائے تھے انکے کھنڈرات بھی اس جگہ موجود

نواحی علاقوں میں۔ اس موقع پر کوئی ایسی معجزانہ طاقت نمودار ہوئی جس کی بدولت نذر و نیاز دینے اور یگ کرنے والے برہمن تو بچ گئے لیکن بودہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ اس وقت چند دیونا می ایک برہمن نے جو کشپ کی نسل سے تھا کشمیر کے ناگوں کے مالک اور دنیا کے محافظ نیل کو خوش کرنے کے لئے ریاضت شروع کی۔ آخر کار نیل اُس کے روبرو نمودار ہوا۔ اس نے بچہ برف باری کی مصیبت کو دور کیا اور نئے سرے سے وہ مراسم جملائے جو اُسکے اپنے پوران (نیل مت پوران) میں درج ہیں۔

پہلے چند دیو نے جس طرح یکیشوں کی تکلیف کو دور کیا تھا ویسے ہی اب دوسرے نے بھکشوؤں کی ناقابل برداشت مصیبت کا خاتمہ کیا۔

راجہ گوند سوم

اس کے بعد جب راجہ گوند ثالث تخت نشین ہوا تو اُس نے پہلے کی طرح ناگوں کے اعزاز میں یا ترا یگ، اور دوسری پوجا کا سلسلہ جاری کر دیا۔
ہیں۔ دیکھو نوٹ ۲۵۵ کتاب ہذا۔ جب ہیون سانگ چینی سیاح کشمیر کی سیر کو آیا تو وہ بارہ مولا کے پاس مقام ہو سی کیا نو میں ٹھہرا تھا اور جو لین صاحب اس کا نام ہشکر تحریر کرتے ہیں۔ البرونی صاحب کا بھی بیان ہے کہ اشکارا بارہ مولا کے پاس ہے دیکھو انیشنٹ انڈیا کی جلد اول صفحہ ۲۰۷۔

۵۶۸ جزل کھنگیم کو وہاں کے برہمنوں نے پتہ دیا تھا کہ جبکہ پور کا موجودہ نام ذوکو ہے یہ ایک بڑا سا قصبہ ہے اور سرینگر سے شمال کی طرف ہار پربت سے قریب چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک ٹیکہ کار نے اس کا نام جو کوس و لکھا ہے ۱۸۴۷ء میں جزل کھنگیم نے دریافت کیا تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں اور قبروں کا بہت سا مصالح

جب اس راجہ نے نیل مت کے قائم کردہ مراسم کو دوبارہ جاری کر دیا تو بھکشوں اور برہمنوں نے بھی تکلیف دینی بند کر دی۔ وقتاً فوقتاً رعایا کی خوبیوں سے ایسے راجہ نمودار ہوتے رہتے ہیں جو سلطنت کو اس وقت سرور و نق دیتے ہیں جبکہ وہ بربادی کی سڑک پر پڑ چکی ہو۔ جن راجاؤں کا واحد مدعا رعایا کو تکلیف دینا ہی ہے وہ مع اپنے ورثا کے تباہ ہو جاتے ہیں اور شاہی قسمت اس نسل کے ہم رکاب رہتی ہے جو تباہ شدہ چیزوں کو از سر نو مرمت کرے۔ جن دانا لوگوں نے اس ملک کے ہر راجہ کی داستان کا یہ امتیازی پہلو مد نظر رکھ لیا ہے انہیں زمانہ مستقبل کے راجاؤں کی آئندہ حالت کا پہلے سے ہی پتہ لگ جائیگا۔ چنانچہ جب یہ راجا اپنی سلطنت کو از سر نو قائم کر چکا تو یہ ملک عرصہ دراز تک اس کے جانشینوں پر ورہیں اول وغیرہ کے ہاتھوں میں رہا جنہیں فوق الفطرت طاقتیں حاصل تھیں اور عابدانہ کام سرانجام دیتے تھے۔ اس راجہ نے جو گوند نسل کا ٹھیک ویسا ہی پہلا راجہ تھا جیسے راگھو رگھوکل کا پتیش سال ملک پر حکومت کی۔

اسی شہر کی قدیمی عمارتوں سے لیا گیا تھا اور سٹائن صاحب نے بھی مصالح کا معانیہ کر کے بھی نتیجہ نکالا تھا۔

۵۶۹ سٹائن صاحب کنشک پور کا موجودہ نام کانس پور تحریر کرتے ہیں جو دریا جہلم اور شاہی سڑک کے درمیان جو بارہ مولا سے سری نگر کو جاتی ہے واقعہ ہے اور پنڈت صاحب رام نے بھی اپنی کتاب تیرتھ سنگرہ میں اس کا نام کنشک پور لکھا ہے پنڈت کانشی رام نے جو ۱۸۹۱ء میں سٹائن صاحب کی طرف سے اس جگہ تحقیقات کرنے کے لئے گیا تھا وہاں کے برہمنوں سے یہ بھی سنا تھا کہ اس شہر کو ایک راجہ نے جس کا نام کنشک راج تھا آباد کیا تھا۔ (شائد یہ نام بھی کنشک کا بگڑا ہوا ہے) اس گاؤں کے

راجہ وبھیشن اول

گوند کے بعد اُس کا بیٹا وبھیشن اول تریپن سال چھ ماہ حکمران رہا۔

راجہ اندرجیت

وبھیشن اول کے بعد اس کا بیٹا اندرجیت باپ کی گدی پر بیٹھا اور ۳۵ سال حکومت کر کے رہ گرائے عالم جاودانی ہوا۔

راجہ راون

راون نے اندرجیت کے مرنے پر تخت نشین ہو کر ۳۰ سال حکومت کی۔ ویشور نامی لنگ جہو راون کی پوجا کے کام ۴ تا تھا اب تک بخوبی چمکتا ہے

پاس ایک بلند ٹیلہ ہے جہاں سے کبھی کبھی پورانے سکے اور کتے نکلا کرتے ہیں اور لوگوں کا عام خیال ہے کہ اس جگہ پر راجہ کا محل تھا جنل کھنگھیم کا بیان ہے کہ یہ شہر اس بڑے واقعہ ہے جو کہ سرچنگ سے شوبین کو جاتی ہے اور اس کا موجودہ نام کام پور ہے لیکن شاٹن صاحب اس خیال کو غلط سمجھتے ہیں کام پور کا اصلی نام خام پور ہے اور کنشک پور سے اسکی کسی قسم کی مطابقت نہیں پائی جاتی۔

۳۵ جے سوای پور کی جائے وقوع کا جس کا نام ایک ٹیکہ کار نے جیہاس پور بھی لکھا ہے۔ کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۱۱۵ راجہ کنشک کی بابت مشہور ہے کہ اس نے بدھ مذہب اختیار کر لیا تھا اور

اس کی اولاد بھی بدھ مذہب کی پیرو تھی۔ چنانچہ چینی سیاحوں فائی ہن۔ سانگیان اور ہیون سانگ کے ہندوستان میں آنے کے زمانہ تک گاندھار (قندھار) میں عام طور پر مشہور تھا کہ یہ راجہ بدھ مذہب کا بڑا سرپرست گذرا ہے اور ہندوؤں اور پارسیوں

کی کتابوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھو "سیدو کی" جلد اول صفحہ ۳۲۔

اور اس کے خط و خال میں جو روشنی پائی جاتی ہے اس سے زمانہ مستقبل کے واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ راجہ نے ساری سرزمین کشمیر اس و تیشور لنگ کو جسے اس نے ایک تطیل شکل کے مٹھے میں استھاپن کر دیا تھا دینے کا عہد کر لیا تھا۔

راجہ دبیش ثانی

دبیش ثانی نے جو مضبوط بازوؤں والے راجہ راون کا بیٹا تھا ۳۵ ۱/۲ سال اس دنیا میں حکومت کی۔

راجہ نر (کنٹر)

اس کے بعد اس کا بیٹا نر جسے کنٹر بھی کہتے تھے اور جس کی شجاعت کے

اگست ۱۹۰۹ء میں شہر پشاور کے قریب جس سمار شدہ بدھ مندر کے کھنڈر سے بدھ دیو کے پھول (ہڈیاں) برآمد ہوئے تھے یہ مندر بھی راجہ کنشک کا تعمیر کرایا ہوا تھا چنانچہ فروری ۱۹۰۹ء میں مجھے (مولف کتاب ہذا) پشاور جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس جگہ کو بھی جو شہر پشاور کے جانب مشرق چوتھائی میل کے فاصلہ پر ہے دیکھا۔ اس وقت محکمہ آرچیاہوجی کل کی طرف سے مزید تحقیقات کے لئے اس ٹیلہ کی کھدائی شروع تھی۔ دیواروں کے زیرین حصے جو اس وقت برآمد ہو چکے تھے ان پر ہندو دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں یہ تصویریں اگرچہ شکستہ حالت میں تھیں مگر پھر بھی اپنی عظمت اور شان و شوکت کا اظہار کرتی تھیں۔ بدھ دیو کے دو سنگین بت جو شکستہ حالت میں اس جگہ سے برآمد ہوئے تھے ان کے اکثر جگہوں میں جلی ہوئی عمارتی لکڑی کے جو کوئلے نظر آتے تھے اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ مندر کو سمار کرنے سے پہلے اس کو آگ لگائی گئی

گیت کنر لوگ گاتے تھے راجہ بنا۔ ہر چند کہ یہ راجہ صحیح رواجات کا پیرو رہا تاہم جب اس کی رعایا کی قسمت نے پلٹا کھایا تو شہوت پرستی کے بُرے اثر میں آکر اُس نے مصائب کا ایک سلسلہ پیدا کر دیا۔ ایک بدص فیقر (شہنشاہ) نے جو کنر گرام کے ایک دہار میں اکیلا ہی رہتا تھا جادو کے زور سے اسکی رانی کو ورغلا لیا اس پر غصے میں آکر راجہ نے ہزاروں دہار جلا ڈالے اور وہ گاؤں جو ان سے متعلق تھے مدھے مٹھ کے برہمنوں کے حوالہ کر دیئے دریا ئے و تشٹا کے ریتلے کنارے پر اس نے ایک شہر آباد کیا۔ جس کی منڈیاں مختلف شہروں کے مال سے بھری رہتی تھیں اور جہاں آنے جانے والے جہازوں کے باعث دریا میں بڑی چل پھل رہتی تھی۔ اس میں خوشبودار پھولوں اور پھلوں سے بھرے ہوئے باغات تھے جن کے باعث یہ شہر بہشت کا مترادف بن گیا تھا۔ اور دنیا کی فتوحات کے ذریعہ حاصل

ہوگی۔ مگر جب مجھے اس مندر کی گذشتہ شان و شوکت کی کہانی سنائی گئی تو زمانہ کے انقلاب کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے کھچ گیا اور بے اختیار آنسو بہ نکلے۔

جس جگہ آجکل شہر پشاور آباد ہے راجہ کنشک کے عہد سے پہلے ایک لائق و دق جنگل تھا اور کوسوں تک آبادی کا نشان نظر نہ آتا تھا۔ ایک دن راجہ کنشک جو عموماً اس جنگل میں شکار کھیلنے آیا کرتا تھا ایک ہرن کے پیچھے اس موقع پر آنکلا جہاں کہ مذکورہ بالا مندرجہ کا کھنڈر ہے۔ ہرن جھارڑیوں میں چھپ گیا۔ اور راجہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اچانک اس کی نگاہ ایک سادھو پر پڑی جو چند اینٹوں کے ڈھیر کے پاس بیٹھا ہوا ایک چوتھرہ سا بنارہا تھا۔ راجہ نے اس سے ہرن کی بابت دریافت کیا تو سادھو نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔ ”میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں مجھے تمہارے ہرن کی کیا خبر!“ راجہ نے پوچھا ”تم کیا کر رہے ہو؟“ سادھو نے جواب دیا۔ ”میں مہاتما بدھ کا

کردہ دولت جو یہاں جمع کی گئی اُس کے باعث یہ شہر کو بیر کے شہر پر بھی سبقت لے گیا۔

ششروس ناگ کی کہانی { جنگل میں درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے صاف اور میٹھے پانی کا ایک تالاب ^{سینچ}

تھا جس میں ششروس نامی ایک ناگ رہتا تھا۔ ایک موقع پر ایک نوجوان برہمن جس کا نام وشاکھ تھا اور جو چلتا چلتا تھک گیا تھا دوپہر کے وقت اس تالاب کے کنارے آرام حاصل کرنے کے لئے گیا۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر دم لے کر اور ہاتھ منہ دھو کر اس نے ستونگھولے اور کھانے کی تیاری کرنے لگا۔ مگر ابھی اپنے ہاتھ کو منہ کی طرف اٹھایا ہی تھا کہ اُسے پازیب کی وہ آواز سنائی دی جو آج تک اس تالاب کے کناروں پر رہنے والے راج ہنسوں نے ہی سنی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامنے

مند بنار ہا ہوں۔“ راجہ نے ہنسکر کہا۔“ تم اس مندر کو کس طرح بنا سکو گے؟“ سادھو نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔“ مہاتما بدھ کی یہ پیشین گوئی تھی کہ راجہ کشک اس جگہ پر اس کا عالیشان مندر بنوائے گا مگر افسوس کہ راجہ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی مجبوراً اس کام کو میں نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اور جو کچھ مجھ سے بن پڑیگا کرونگا۔“ معلوم نہیں کہ سادھو نے یہ گفتگو راجہ کو ایک معمولی آدمی سمجھ کر کی تھی یا اس کو راجہ ہونے کا علم ہو چکا تھا مگر راجہ کے دل پر اس گفتگو کا بہت بڑا اثر ہوا اور کہا۔

”میں ہی راجہ کشک ہوں اب تم کو زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ میں ہی ^{رنگا} اس کے بعد راجہ سادھو سے رخصت ہوا اور تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اس جگہ پر ایک عالیشان مندر تعمیر کرایا گیا جو حسب بیان ایک چینی سیاح کے دنیا کے عجائبات میں سے ایک تھا۔ یہ پانچ سو فٹ تک بلند تھا۔ اور سومات کے مندر کی طرح رات کے وقت اس کے

دور سیلی آنکھوں والی لڑکیاں جنہوں نے نیلی پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی بیلوں کے ایک جھنڈ سے باہر نکلتی دیکھیں۔ انکی آنکھوں کے دنبارے نہایت دل نشین اور سرے کی باریک دھاریوں سے بنے ہوئے تھے اور یہ انکے کانوں میں پہنے ہوئے کرن پھولوں کی ڈنڈیوں کی حیثیت میں نظر آتے تھے۔ ان کے شانوں پر ان کے چہرے جھنڈوں کی مانند تھے۔ اور ان کی دلفریب آنکھیں جھنڈوں کے پھرمیوں کی طرح جو باد نسیم کے ہلکے جھونکوں میں ہل رہی ہوں معلوم ہوتی تھیں۔ جب برہمن نے ان دو ماہرو لڑکیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ کھانے سے دست کش ہو گیا اور رہ کر اس کے بشرے پر گھبراہٹ کی علامات نمودار ہونے لگیں۔ جب اُس نے دوبارہ انہیں دیدہ نگاہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کنول جیسی آنکھوں والی لڑکیاں دھان کے خوشوں سے دانے (چاول) نکال کر کھا رہی ہیں۔ برہمن نے اپنے دل میں سوچا۔ ”شرم کی بات ہے ایسی حسین لڑکیاں اس قسم کا کھانا کھاتی ہیں۔“ یہ خیال کر کے اُس نے انہیں اپنے قریب بلایا ستو کھانے کو دیئے اور اند جواہرات کی چمک سی روشنی ہوتی تھی۔ اس کی دیواروں میں جواہرات سے بھرے ہوئے برتن اس لئے چوائے گئے تھے کہ اگر راجہ کے بعد اس مندر کو کسی طرح کا گزند پہنچے تو ان کی قیمت سے اس کو پھر تعمیر کر دیا جائے۔ اس مندر کی بابت ایک اور روایت بھی مجھے بتلائی گئی تھی اور وہ یہ تھی کہ جب یہ مندر بن کر طیار ہوا اور اس کی چھت ڈالی گئی تو وہ خود بخود گر پڑی۔ چھت دوبارہ تیار کی گئی مگر پھر بھی یہی واقعہ پیش آیا چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا کارِ یگر شام کے وقت چھت ڈال کر گھر کو جاتے تھے مگر صبح کے وقت اس کو بالکل گرا ہوا پاتے تھے راجہ کے دل میں اس واقعہ کو سنکر سخت تشویش پیدا ہو گئی اس نے بدھ پنڈتوں کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا کہ اگرچہ تو اپنے قول

پتوں کا ڈونا تیار کر کے چشے سے صاف اور ٹھنڈا پانی لے آیا۔ جب وہ ستو کھا کر پانی پی چکیں اور فارغ ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئیں تو اُس نے پتوں کے پنکھوں سے ہوا کرنی شروع کی اور بولا۔ آپ کا ادنیٰ خادم جسے کسی سابقہ جنم کے بھلے کاموں کی وجہ سے آپ کا دیدار نصیب ہوا ہے اس قسم کی دلیری کے ساتھ جو برہمنوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہے بھلا وہ کونسا خوش نصیب خاندان ہے جسے آپ کی پیاری صورتیں آراستہ کرتی ہیں اور وہ کونسی مصیبت ہے جس کے باعث آپ کو یہ بذائقہ اناج کھانا پڑتا ہے؟ ان میں سے ایک بولی۔ صاحب! ہم ششروس ناگ کی بیٹیاں ہیں چونکہ ہمیں اس سے زیادہ خوشگوار کھانے کی چیز حاصل نہ تھی اس لئے اس کے کھانے میں کیا ہرج ہو سکتا ہے؟ میرا نام ایراوتی ہے اور میرے والد نے میری نسبت ودیا دھروں کے راجے سے کی ہوئی ہے۔ یہ چند ریکھیا میری

کے موافق اس مندر کو بنوا رہا ہے مگر تجھے دل سے بدھ پر اعتقاد نہیں یہی وجہ ہے کہ اس مندر کی چھت گر جاتی ہے اور جب تک تم خدا اس مذہب کو قبول نہ کرو گے برابر گرتی رہے گی بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ کنشک نے اسی وقت بدھ مذہب اختیار کر لیا اور اس عالیشان مندر جب کی چھت بھی قائم ہو گئی! لیکن افسوس ہے کہ جب محمود غزنوی ہندوستان میں آیا تو دوسرے مندروں کی طرح یہ مندر بھی اس کے تعصب کا شکار ہو گیا مگر اس کے واپس چلے جانے پر یہ نئے سرے سے تعمیر کرا دیا گیا۔ چینی سیاح جو اس واقعہ کے بعد اس جگہ آیا تھا جہاں وہ مندر کے مسمار ہونے پر افسوس کرتا ہے وہاں وہ اس کے دوبارہ تعمیر کئے جانے پر بھی اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ دوسری مرتبہ محمود کے اس عالیشان مندر کو آگ سے جلا کر اور اس کی عجوبہ روزگار عمارت کو گر اگر ایسا مسمار کر دیا کہ دوبارہ اس کو تعمیر ہونا نصیب نہ ہوا۔ اس کے بعد صدیوں تک یہ جگہ محض ایک مٹی کا

چھوٹی بہن ہے۔ اس پر برہمن پھر بولا۔ کیا وجہ ہے کہ تم اس قسم کے افلاس میں مبتلا ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس کی وجہ ہمارے والد کو ہی معلوم ہے آپ اُسی سے پوچھیں۔ جب وہ ماہ جیٹھ کے کرشن پکھ کی دوا دشی کو تکشک ناگ سے ملاقات کرنے آئیگا تو آپ اس بات سے اُسے شناخت کر سکیں گے کہ اُس کے سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوگا۔ اس وقت آپ ہم دونوں کو بھی اس کے قریب کھڑی پائیں گے۔ اتنا کہ کردہ لڑکیاں یکا یک نظروں سے غائب ہو گئیں۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد تکشک یا ترا کا عظیم تیو ہمارا آیا اور بہت سے ناپختہ گانے اور تماشہ کرنے والے اور اور لوگ وہاں جمع ہوئے۔ برہمن بھی کشتن شتیاق سے وہاں جا پہنچا اور تماشا میوں کے گروہ میں ادھر ادھر پھر رہا تھا کہ یکا یک اُس کا اُس ناگ سے سامنا ہو گیا جسے اُس نے اُس علامت

ڈھیر بنی رہی اور عام طور پر لوگوں کو اب اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ اس کے نیچے ہندوستان کے ایک برگزیدہ بزرگ کی متبرک ہڈیاں دبی پڑی ہیں۔ آخر کار محکمہ ارجیا لوجی کل کی قیمتی کوششیں اس کا پتہ لگانے اور ہندوستان کی تاریخی دنیا پر ایک اور روشن شعاع ڈالنے میں کامیاب ہوئیں۔

۱۷۷۰ء اودھ کے شمال اور کوہ ہمالہ کے دامن میں کبیل دست نام ایک ریاست تھی۔ یہاں کے راجہ کے ہاں سولہ سو سال قبل از مسیح ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام شاکی منی یا گوتم رکھا گیا۔ بچپن ہی سے شاکی منی کو عبادت الہی کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور وہ ہر وقت مطالعہ اور غور و فکر میں مشغول رہتا تھا۔ اسی حالت میں آخر کار یہ راج پٹ کو چھوڑ کر تارکالہ نیا ہو گیا۔ پہلے تو برہمنوں کا چیلہ بنا مگر ان کی تعلیم اس آزاد اور باریک بین محقق کے اشتیاق کو پورا نہ کر سکی اور ان سے جدا ہو کر اس نے جنگل کا راستہ لیا

سے جوان لڑکیوں نے بتائی ہوئی تھی شناخت کر لیا۔ لڑکیوں نے جو اُس کے پاس کھڑی تھیں ناگ کو اس کی آمد سے خبردار کیا اور اس نے برہمن کو خوش آید کہا۔ دوران گفتگو میں جب برہمن نے اُس سے اُن کی مصیبتوں کا باعث پوچھا تو ناگ نے اپنا ماجرا اس طرح بیان کیا۔

جو لوگ ذاتی اغراض رکھتے ہوں اور مناسب و غیر مناسب امور میں امتیاز کر سکیں اُنکے لئے یہ واجب نہیں کہ اپنی مصیبتوں سے جنہیں بہر صورت نہیں بھگوننا ہے دوسروں کو آگاہ کریں۔ حقیقی شرافت رکھنے والا آدمی جب کسی دوسرے شخص کی مصیبت کا ذکر سُنا ہے اور اس کا دور کرنا اس کی طاقت سے باہر ہوتا ہے تو اُسے اپنے دل میں دُکھ پہنچتا ہے۔ برعکس اس کے اگر وہ مصیبت کسی معمولی شخص پر واضح کی جائے تو وہ اس سے ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے تسلی دہ الفاظ سے بھی سنانے والے کو تکلیف ہوتی ہے وہ اپنی تعریف

اور پتیا کرنے لگا۔ آخر ایک عرصہ کے بعد ایک نئے مت کا بانی ہوا۔ بدھ کے معنی عارف کے ہیں چونکہ اس مذہب کا بانی بدھ ہی کے نام سے مشہور تھا اس لئے اس کا مذہب بھی بدھ مت کہلانے لگا۔ اس کی تعلیم دیگر مروجہ مذاہب سے زیادہ پاک اور سیدھی سادھی تھی اس کا اصول تھا کہ درحقیقت تمام بنی نوع انسان یکساں ہیں۔ ذات اور مذہب میں کوئی فرق نہیں اور کہ ہر ایک انسان کو لازم ہے کہ راست بازی۔ پاکیزگی اور ایمان داری سے کام کرے اور بلا لحاظ مذہب و ملت تمام مخلوق سے ہمدردی۔ یکسانیت اور یگانگت کا برتاؤ رکھے۔ دنیا کی آلائشوں اور دلفریبیوں سے کنارہ کش ہو کر مکتی یا نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس میں نروان یا فناء ہو جائے۔ بدھ عقیدہ کے مطابق جب نفسانی خواہشوں سے پاک ہو کر نروان حاصل کر لے تو دائمی اوگون سے بھی نجات پا سکتا ہے۔ بدھ نے اپنی تمام زندگی اپنے مذہب کی اشاعت میں خرچ کر دی چونکہ اس

کرتا ہوا دوسرے کی قابلیت پر علانیہ اعتراض کرتا ہے۔ چاہے خود کتنی ہی گھٹیا سمجھ رکھتا ہوں نامناسب باتوں سے کام لینے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس مصیبت کو دائمی بیان کرتا ہے اور اس طرح پراس دل شکن تکلیف کو گھٹانے کی بجائے بڑھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانا آدمی اپنی خوش قسمتی یا بد قسمتی کے راز کو عمر بھر اپنے اندر چھپائے رکھنے کے بعد آخر کار اپنے ساتھ چٹاکی آگ میں لے جاتے ہیں۔ اگر نیچے یا نوکر ایسی بات کو ظاہر نہ کریں تو قدرتی طور پر ایک سمجھا شخص کی مصیبت کو ظاہری علامات سے کون معلوم کر سکتا ہے؟ چونکہ یہ معاملہ ان دولٹ کیوں کی طفلانہ حرکت سے روشنی میں آچکا ہے اس لئے میرے لئے بھی مناسب نہیں کہ آپ سے چھپائے رکھوں۔ اے شریف مرد! تم فطرتاً نیک شعار معلوم ہوتے ہو۔ اگر تم سے ممکن ہو سکے تو ہماری مدد کے لئے تھوڑی بہت کوشش کر دینا۔ وہ عابد جسے تم درخت کے تنے کے قریب

ملت کی تعلیم بھی عام فہم اور پاکیزہ تھی اس کا اثر بھی ایسا فوری ہوا کہ شاکی منی کی زندگی میں ہی ملک بہار اور اس کے مضافات نئی ملت کے پیرو بن گئے راجہ مگدھ دیس نے بھی اس مذہب کو قبول کر لیا اور رفتہ رفتہ اس کی اشاعت یہاں تک بڑھ گئی کہ ایک دو صدیوں میں یہ مذہب تمام ہندوستان۔ تبت اور چین تک پھیل گیا اور قریب دو ہزار سال تک بڑے زور و شور سے ترقی پر رہا۔ اگرچہ بعد میں سوامی شنکر اچارج کی کوششوں اور جانفشانیوں سے بدھ مت کا پہلا زور گھٹ گیا اور ہندوستان میں دوبارہ شیومت کو عروج ہو گیا لیکن اب بھی ایشیا کی ایک تہائی آبادی اس ملت کی پیروی کرتی ہے بدھ کی وفات نے بھی اس مت کو کوئی ضعف نہ پہنچایا بلکہ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بدھ مت کی مجلس منعقد ہوئی اور راجہ اشوک کے عہد میں تو یہ مذہب ہندوستان کا راج چھڑا بن گیا۔ اس کے جلوس کے اکاون برس بعد کشمیر کی کنسر دیو پارٹی نے زور پکڑ لیا اور نئے

بیٹھا دیکھتے ہو جس کا سر منڈا ہوا ہے اور بالوں کا صرف ایک ہی گچھا نظر آتا ہے وہ کھیتوں کا رکھوالا ہے اور وہی ہمیں اس مایوسی کی نوبت تک پہنچاتا ہے جب تک یہ لوگ چومنتروں کے ذریعہ کھیتوں کی حفاظت کرتے ہیں تازہ اناج کو نہ کھائیں اُس وقت تک ناگ بھی اُسے نہیں چھو سکتے۔ یہ شخص جو نظر آتا ہے چونکہ خود تازہ اناج نہیں کھاتا اس لئے اُس قاعدہ کے رو سے ہماری تباہی ہو رہی ہے۔ جب تک یہ شخص کھیتوں کی حفاظت کرتا ہے ہم اس پیداوار کو نہیں کھا سکتے ٹھیک اسی طرح جس طرح بھوٹ (پشچ) ندی کا پانی نہیں پی سکتے گو یہ پیداوار ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے۔ اتفاق سے اس عابد نے عہد کر رکھا ہے کہ میں ہمیشہ تازہ پیداوار کو نہ کھایا کروں گا اگر آپ اُس کے اس عہد کو توڑ سکیں تو ہم بھی بخوبی سمجھتے ہیں کہ اپنے مریوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہئے۔“

مذہب کی سخت مخالفت شروع کر دی اور راجہ کو یہاں تک تنگ کر دیا کہ وہ گدی سے کنارہ کش ہونے پر مجبور ہو گیا اس کے ساتھ ہی بدھ مت کا عروج بھی کچھ عرصہ کے لئے رک گیا۔ اگرچہ اس کا جانشین بھی بدھ مت کا پیرو تھا لیکن جب اس نے عوام کے جوش و خروش کو سلطنت کے ضعف کا باعث سمجھا تو اس سے بیزار ہو کر پورے مذہب کا منقذ ہو گیا۔ اس کے ۸۴۴ سال بعد جب اشوک ثانی نے سلطنت مگدھ دیس کی عنان حکومت لاتھ میں لی تو اس میں پھر جان آگئی۔ اس نے بڑی تلاش کے بعد ایک چار دیواری سے گوتم بدھ کی راکھ کا پتہ لگایا اور پانچ برس کے عرصہ میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں چوراسی ہزار مندر تعمیر کرا کر یہ راکھ تھڑی تھڑی ان میں رکھوا دی۔ اس کے لڑکے ہمندر اور لڑکی سکوامتی نے لنکا کے راجہ تسہ اور اس کی رانی کو بدھ مت کی تلقین کی۔ اس نے کشمیر۔ قندھار۔ مہیش منڈل۔ بن بانتی۔ پراہنت۔ مہاراشٹر۔ جون لوک ہمدونت

برہمن نے ناگ سے مدد کا وعدہ کیا اور بڑے شوق سے شب و روز اس خیال میں محو رہنے لگا کہ کھیت کے محافظ کو کیونکہ دھوکا دیا جائے۔ ایک روز جبکہ آخر الذکر کھیتوں میں اپنی جھونپڑی کے اندر بیٹھا تھا اس نے کھانے میں جو باہر پک رہا تھا نیا اناج ڈال دیا۔ جو نہیں کھیت کے محافظ نے کھانا کھایا ناگوں کے راجہ نے فوراً ^{۸۶}آزالہ باریجی اور بارش کا سلسلہ شروع کر کے اس کی کثیر اور زرخیز فصل تباہ کر دی۔ (اور تمام اناج اٹھا کر لے گئے)۔

مصیبت سے آزاد ہو کر اگلے روز وہ برہمن کو جس نے اس کی مدد کی تھی اور جواب پھر تالاب کے کنارے آیا ہوا تھا اپنے محل کے اندر لے گئے اپنے والد کا حکم پا کر اُن دونوں لڑکیوں نے برہمن کی خاطر خواہ عزت کی اور وہ روزمرہ اس قسم کی خوشیاں حاصل کرتا رہا جنہیں صرف غیر فانی لوگ ہی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ آخر کار کچھ مدت گزرنے کے بعد جب اس نے اُن سے

اور سوان بھومی کو اوعظ روا نہ کئے۔ جس سے اس مت کو اشوک اول کے عہد سے بھی بڑھ کر ترقی ہو گئی۔ تاہم چین اور تبت کی طرف متوجہ ہونے کی اس کو ضرورت نہ ہوئی کیونکہ ان ممالک نے اشوک اول کے بعد بھی اپنے مت کو قائم رکھا تھا۔ بدھ مت کی ترقی اور راجہ اشوک کی وسعت سلطنت محض کمائی یا فساد ہی نہیں ہے بلکہ اب جدید معلومات ہزار ہا سال کے گم شدہ اور مٹے ہوئے کارناموں پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ ڈاکٹر ہلوش صاحب نے جو گوتم (بدھ) کی سوانح عمری لکھی ہے اس کے صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے کہ ناگ ارجن جو کہ بدھ کا تیرھواں جانشین تھا راجہ کنتک کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا اور اس سے کلہن کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

۸۷ اس نام کے لفظی معنی چھ ریشیوں کے بن کے ہیں اور ایک ٹیکا کرنے اس کا نام ہرون گرام لکھا ہے جس کو آجکل ہارون کہتے ہیں۔ اور چومرینگر کے قریب شالاماریا

رفعت حاصل کی اور اپنے ملک کو واپس آنے لگا تو اس نے ناگ سے جس نے اُسے منہ مانگا انعام دینے کا وعدہ کیا تھا چند لیکھا طلب کی۔ ناگ نے شکریہ کے ساتھ اُس کے احکام کی تعمیل کی اور اپنی لڑکی اور دولت کثیر اس برہمن کو دیدی گو وہ اس لڑکی کے ساتھ تعلقات شادی قائم کرنے کا مستحق نہ تھا۔

نرپور کی تباہی { یہ برہمن جس نے ناگ کے کئے ہوئے وعدے کی بدولت دولت حاصل کی تھی بہت دیر تک نرپور میں سامان عیش و طرب میں مصروف رہا۔ ناگ کی بیٹی نے بھی جو نہایت حسین تھی ایک وفادار بیوی کی حیثیت میں اپنی شریفانہ فطرت کے قابل نظیر چال چلن اور دوسری خوبیوں کے ذریعے اپنے خاوند کو خوب خوش کیا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی کہ ایک کھلا

کے شمال مشرق میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باروں کے دکن کی طرف ایک پہاڑی کے دامن میں قدیم زمانہ کی اینٹوں کے فرش کے نشان پائے گئے تھے جن پر بڑی عمدہ نقش کاری کی ہوئی تھی اور یہ اس وقت نکلے تھے۔ جب موجودہ سری نگر میں پانی پہنچانے کے لئے واٹر ورکس کے لئے کھدائی ہو رہی تھی۔ دیکھو پریسیڈنٹس آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۸۹۵ء صفحہ ۲۔

۷۴ ایک ٹیکا کار نے اس گاؤں کا نام کندور لکھا ہے اور آجکل اس کا نام کندر ہے جو پرگنہ بیرو میں ہلکیتر کے قریب واقع ہے۔

۷۵ یہ شہر شاید اس جگہ پر واقع تھا جہاں آجکل قصبہ بامیاں آباد ہے۔ اور سری نگر کے جنوب مغرب میں چار میل کے فاصلہ پر ایک دلدلی زمین پر واقع ہے۔ رانی دوانے جو گاؤں اس نام کا را بھی منو پورا آباد کیا تھا اس کے لئے دیکھو ترنگ ۶

گھوڑا آکر اُن چاولوں کو کھانے لگ گیا جنہیں باہر صحن میں خشک کرنے کے لئے پھیلا یا ہوا تھا۔ اس نے نوکروں کو گھوڑے کے ہٹانے کے لئے آوازیں دیں لیکن اتفاق سے اس وقت ان میں سے کوئی بھی گھر میں موجود نہ تھا۔ اس پر وہ خود نیچے اُتر آئی۔ اس کے پاؤں کی خلتال سے چھنکار کی آواز آتی تھی۔ اتفاق سے جلدی جلدی میں اُس کے سر سے دوپٹہ کھسک گیا جسے ایک ہاتھ کے ذریعے بھتام کر وہ دوڑی ہوئی گھوڑے کے قریب گئی اور اپنے کنول جیسے نازک ہاتھ سے اُس کے جسم پر تھپڑ مارا۔ گھوڑا وہاں سے ہٹ گیا مگر اُس کے جسم پر اُس کے ہاتھ کا طلائی نشان قائم ہو گیا۔

اس سے پہلے راجہ نے کٹنیوں کے ذریعے برہمن کی خوبصورت آنکھوں والی بیوی کا حال سنا ہوا تھا اور آج تک اس کی طرف سے اُس کے سینہ میں آتش عشق شعلہ زن تھی۔ جب اس کا شوق ہاتھی کی طرح بے قابو

شلوک ۲۹۹ -

۱۷۷۹ عام ناگوں کی پوجا اور خاص خاص تہواروں کے موقع پر خاص خاص ناگوں کو بلی دینے کا ذکر نیل مت پوران میں اکثر جگہ پر آیا ہے۔ دیکھو نیل مت پوران کا شلوک ۲۱۲ اور ۲۶۵ -

۱۷۷۹ یہ نام دونوں فلوں داروس اور ابھی سارس سے مرکب ہے۔ اور ان کا ذکر مہابھارت برہم سنگھتا اور دیگر پورانوں میں پنجاب کی قوموں کے بیان کے ساتھ آچکا ہے۔ ان دونوں قوموں کے اصلی علاقہ کا پتہ پہلے پہل ٹھیک طور پر وین صاحب نے لگایا تھا۔ دیکھو وین کی کتاب کا صفحہ ۱۱۶ اور لاسن صاحب کی کتاب انڈین ایلیٹی چیوڈ کا صفحہ ۱۲۷ اور کتاب پینٹ پائٹ کا صفحہ ۱۸ اور سینٹ مارٹن صاحب کی کتاب مے مائرس ڈی لار کے ڈے می ڈیس انسکرپشن سیونگ اٹرانگ کا سلسلہ صفحہ ۲۹۹ انڈین ایلیٹی کوئی

ہو گیا تو ملامت کا خوف بھی اُسے جبراً روک نہ سکتا تھا۔ راجہ کی محبت کے جلتے ہوئے شعلوں پر گھوڑے کے قصے نے تیل کا کام دیا۔ اس کے ہاتھ کا جو طلائی نشان گھوڑے کے جسم پر قائم ہو گیا تھا اس میں اس کی سیدھی انگلی کی خوبصورتی کو دیکھ کر وہ اسی طرح اخلاق کی حدود سے متجاوز ہو گیا جس طرح سمندر چاند کے اثر سے اپنی حدود سے باہر ہو جاتا ہے (جوار بھاٹا پیدا ہو جاتا ہے) شرم و جیا کو بالائے طاق رکھ کر اس کے قاصدوں کے ذریعے اپنی خوشنما کا اظہار کر کے اس خوبصورت عورت کو خائف کر دیا۔ لیکن جب وہ اُس کی ان مکاریوں سے دام فریب میں نہ آسکی تو اُس نے انتہائے شوق میں اُس کے شوہر یعنی برہمن سے اُسے طلب کرنا شروع کیا۔ بلاشبہ جن لوگوں کو عشق اندھا کر دے اُن میں شرم و جیا کہاں باقی رہتی ہے؟ جب ایک دوبار برہمن نے بھی اُسے روکھا پھیکا جواب دیا تو راجہ نے اپنے سپاہی بھیجے تاکہ اُسے

باب ۴۲ صفحہ ۳۲۱۔ متبر شہا دتوں سے پایا جاتا ہے کہ داروا بھیار اس علاقہ کا نام ہے جو دریائے و تشٹا اور چندر بھاگا کی درمیانی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ وشنو پوران کے ادھیائے ۴ صفحہ ۲۲۳ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ کی مشرقی حد چندر بھاگا ترنگ کے شلوک ۱۵۳ اور ۸۶۱ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ راج پوری (رجوڑی) کی ساری پہاڑی ریاست داروا بھیار میں شامل تھی۔ راج ترنگنی کا ایک ٹیکار بھیہر اور دانگل کے علاقوں کو داروا بھیار میں شامل نہیں کرتا۔ بھیہر اس علاقہ کے باہر کی پہاڑیوں کے اہن میں ہے اور کسی زمانہ میں یہ چناب اور و تشٹا کے درمیان ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست کا دارالسلطنت تھا۔ دیکھو جنرل کننگھم کا اینڈلٹ جیوگرافی صفحہ ۱۳۴۔ دانگل قوم لکھنڑ کے ایک قلعے کا نام ہے جو کہ دریائے و تشٹا کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ ترنگ کے شلوک ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ اُتپلا پٹ کے زمانہ میں داروا بھیار کشمیر کے

جبراً اٹھا لائیں۔ جب ان لوگوں نے سامنے کی طرف سے مکان پر حملہ کیا تو برہمن معہ اپنی بیوی کے ایک اور راستہ سے فرار ہو گیا۔ اور بغرض محافظت ناگ کے مکان پر جا پہنچا۔ جب یہ دونوں اپنا قصہ بیان کر چکے تو ناگوں کا راجہ غصے میں آ کر باہر نکلا اور چاروں طرف بھینانک اور گرجتے ہوئے بادلوں کی گہری تاریکی پھیلانے ہوئے راجہ اور اُس کے شہر کو خوفناک بجلیاں گر کر خاک سیاہ کر دیا۔ دریاؤں و تٹا میں جلتے ہوئے لوگوں کی ہڈیوں کے مغز۔ خون اور چربی بہتی ہوئی اس طرح معلوم ہوتی تھی گویا مور کے پروں کی آنکھیں پانی پر لگی ہوئی ہیں۔ ہزار ہا خوف زدہ لوگ جو بغرض محافظت و شنو کی موتی دھک دھک کے سامنے جا پہنچے تھے وہ بھی جل کر ایک لمحے میں راکھ ہو گئے۔ جس طرح زمانہ قدیم میں دھواں اور کھٹو نامی راکھشوں کی چربی نے چکر دھارن کرنے والے دیوتا کے کوہلوں کو ڈھک دیا تھا ویسے ہی جلے

ماتحت تھا لیکن راجہ شنکر درمن نے گوجر (گجرات پنجاب) پر چڑھائی کرنے سے پہلے اسے دوبارہ فتح کیا تھا۔ یہ علاقہ بھمبر کے جنوب میں واقع ہے دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۱۴۱ و ۲۰۸۔ لیکن اس کے بعد جو راجے کشمیر کے تخت پر بیٹھے وہ کمزور تھے اس لئے یہ علاقہ پھر ان کے ماتحت سے نکل گیا۔ اس علاقہ کے باشندوں کے عادات و اطوار کی بابت دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۵۳۱۔ برنیز صاحب نے اپنی کتاب سفر نامہ بخارا کے باب اول صفحہ ۶۴ پر اس جگہ کا حوالہ دیا ہے جہاں سے دریاؤں جہلم پہاڑوں میں سے مقام دم گلی یعنی دان گلی سے نکلتا ہے۔

۵۷۸ اس کا ذکر مفصل طور پر کشمیر کی وجہ تسمیہ بیان میں آچکا ہے۔

۵۷۹ اس اعجاز خا لنگ اور ان مٹھوں کی بابت جو اس کے ارد گرد بنے ہوئے تھے

سوائے راج ترنگنی کے کہیں کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ سنگ مرمر کے اس لنگ میں جو قدرتی

ہوئے انسانوں کی چربی نے چکر دھر کی موتی کو ڈھانپ دیا۔

ششروس کی بہن ناگی رمنیہ پہاڑوں کے بعید مقامات
رمنیہ کی کہانی { سے بہت سے پتھر ہمراہ لیکر اپنے بھائی کی امداد کے
 لئے آئی۔ لیکن نرپور سے ایک یوجن کے فاصلہ پر ہی جب اس نے
 سنا کہ اس کے بھائی نے اس کام کو طے کر لیا ہے تو اس نے وہ پتھر اسی
 جگہ دیہات میں برسا دیئے اور پانچ یوجن تک وہ مقام بڑے بڑے پتھروں
 سے ڈھک گیا۔ چنانچہ آج تک اس کا نام رمنیہ تو ہی یعنی رمنیہ کا جنگل مشہور
 ہے۔

یہ خوفناک بربادی کا کام مکمل کر کے ناگ کو خود بھی افسوس ہوا اور
 لوگوں نے بھی اُسے لعنت ملامت کی جس کے باعث صبح کو وہ اس جگہ سے
 رخصت ہو کر کسی اور طرف کو چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنی رہائش کے لئے دو

خطوط موجود ہیں وہ اس کی خوبصورتی کا آجکل بھی خاص نشان سمجھے جاتے ہیں۔

۵۸۰ ایک ٹیکا کارنے لکھا ہے کہ یہ گاؤں پرگنہ ناکام میں واقع ہے اور اس کا موجودہ
 نام کانر ہے اور سرو کے نقشے پر اس کا نام کامل لکھا ہے مگر سٹائن صاحب کا بیان ہے
 کہ یہ پوزیشن جو اس کی قائم کی گئی ہے شک ہے۔

۵۸۱ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی مقامی نام ہے لیکن پختہ طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ
 کہاں ہے سنکرت کا لفظ مٹھ اور کشمیری زبان کا لفظ مراکشر کشمیر کے مقامی ناموں کے
 اخیر میں خصوصاً شہر کے محلوں اور چوکوں کے ناموں کے پیچھے آتا ہے مثلاً دو مٹھ جس کا
 موجودہ نام دومر ہے اور اس کا ذکر ترنگ ۶ کے شلوک ۳۰۰ میں آیا ہے۔ بھنارک مٹھ
 اس کا موجودہ نام برومر ہے اس کا ذکر ترنگ ۶ کے شلوک ۲۴۰ میں آیا ہے۔ اہلا د مٹھ اس کا
 موجودہ نام اہل مر ہے۔

کے سمندر جیسی چمکدار سفید جھیل دور پہاڑ میں بنوائی چنانچہ آج تک لوگوں کا بیان ہے کہ وہ امریشور یا ترا کے راستے پر موجود ہے۔ اس علاقہ میں جا ماتر سرس نامی ایک اور جھیل ہے جہاں وہ برہمن رہتا تھا جسے اس کے خسر نے ناگ کی صورت میں تبدیل کر لیا تھا۔

بعض اوقات بلا وجہ موت کے ایسے دیوتا نمودار ہوتے ہیں جو اپنی رعایا کی محافظت کے نہانے اُس کی غیر متوقع تباہی کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔ آج تک جب لوگ چکر دھر کے قریب اس شہر کو دیکھتے ہیں جو آگ سے تباہ ہوا تھا۔ نیز اُس تالاب کو جو اب خشک ہو چکا ہے تو انہیں وہ قصہ یاد

۱۲۵۰ء یہ شہر جس کو راجہ نے آباد کیا تھا اور جس کا نام ترنگ اول کے شلوک ۲۷۴ میں کنرپور آیا ہے اور شلوک ۲۷۴ میں اس کا نام نرپور لکھا ہے وحیشور یا وچ برور کے قریب ہے اور ترنگ اول کے شلوک ۲۶۱ تا ۲۷۰ میں کلن نے چکر دھر کے مندر کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے نیز دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۹۹۱۔ یہ تو تحریری ثبوت ہیں انکے علاوہ عام طور پر زبان زد روایتوں سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر (نرپور یا کنرپور) علاقہ وچ برور میں چکر دھر کے مندر کے پاس واقع تھا۔ وچ برور کے ایک میل نیچے ایک چھوٹا سا سطح مرتفع یا اوڈر جس کا موجودہ نام سکدر ہے اور جس کا ذکر کتاب ہذا کے نوٹ ۱۶ میں آچکا ہے چکر دھر کے مندر کا کھنڈ ہے۔ ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۵ء میں جب سٹائن صاحب اس جگہ گئے تو وہ لکھتے ہیں کہ اس سطح مرتفع کے جنوب مشرقی گوشہ کے قریب انکو ایک بڑا سا گڑھا دکھایا گیا اور بتلایا گیا کہ شہر ناگ کی جائے رہائش یہی جگہ تھی یہ وہی ناگ ہے جسکا نام اس راجہ کے بیان میں شروس ناگ لکھا ہے اور اس کے متعلق جو داستان کلن نے لکھی ہے آجکل بھی لوگوں میں مشہور ہے۔ وچ برور اور سکدر کے ٹیلے کے درمیان جو خشک میدان ہے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ شہر جسے ناگ نے جلایا تھا اسی جگہ

آجاتا ہے۔

اوتے خیال کے لوگ راجہ کے اندر محبت کے جذبے کے وجود کو بہت کم حقیر خیال کرتے ہیں تاہم اس راجہ کے اسی جذبہ کی بدولت وہ باتیں ظہور میں آئیں جو اور کسی کو کہیں پر پیش نہ آئی تھیں۔ فی الحقیقت ہر ایک ایسی کمافی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ صرف ایک نیک عورت دیوتا یا برہمن کے غصے سے ساری دنیا تباہ ہو سکتی ہے۔

یہ راجہ چالیس سال نو مہینے حکمران رہ کر اپنی بدچلنی کے ہاتھوں شکار ہوا۔ اور کٹر پور کا شہر بھی اپنی فیصل اور دمدموں سمیت کچھ عرصہ کے لئے اپنا

آباد تھا۔ زمانہ قدیم کے حکمرانوں بلکہ یونانی اور اندو ستھین راجاؤں کے وقت تک کے سکے اس جگہ اور خاص کر دریا کے قریب آجکل بھی بکثرت ملتے ہیں اور ان سے اس شہر کے قدیم ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ ممکن ہے کہ اگر اس سطح مرتفع کی زمین کھودی جائے تو اس کے نیچے سے اس شہر کے وہ بعض کھنڈرات جس کا حوالہ کلہن نے ترنگ اول کے شلوک ۲۷۰ میں دیا ہے اور جو اُس کے (کلہن) وقت تک نمایاں تھے برآمد ہو جائیں۔

۵۸۳ ہرچرت چیتا منی کے ادھیائے ۱۰ اور شلوک ۲۴۸ اور نیل مت پوران کے شلوک ۹۱۲ میں لکھا ہے کہ یہ چشمہ ریشترس (ویشور تیرتھ) کے قرب وجوار میں ہے لیکن اس کے متعلق جو داستان اس کتاب میں درج ہے اُس کا حوالہ ان دونوں مذکورہ بالا کتابوں میں نہیں ہے۔

۵۸۴ تلشک ناگ کی آجکل بھی موضع زیون (جیون) کے قریب ایک خوشگوار اور میٹھے پانی کے چشمہ میں پوجا ہوتی ہے موضع زیون پر گنہ ویسی میں واقع ہے (دیکھو ترنگ، کا شلوک ۶۰۷ اور بولر صاحب کی رپورٹ صفحہ ۵) شاعر بلہن نے بھی جو کہ موضع

نمود دکھا کر گندھروں کے شہر کی طرح دنیا کی آنکھوں سے پنہاں ہو گیا۔ لیکن راجہ کا ایک بیٹا اس وجہ سے بچ نکلا کہ اس واقعہ سے پہلے اس کی دایہ اُسے ^{بچے} کبوتر میں لے گئی تھی۔

راجہ سدرہ

راجہ نر کی تباہی کے بعد اُس کا بیٹا سدرہ تخت پر بیٹھا اس راجہ نے اپنے باپ کی تباہ شدہ سلطنت کو نئے سرے سے اس طرح رونق دی جس طرح جنگل کی آگ سے جلے ہوئے پہاڑوں پر بارش سے تروتازگی آ جاتی ہے۔

کھون موس (کھون موہ) میں پیدا ہوا تھا اپنی کتاب بنام وکرمانک دیوچرت کے دھیتا ۱۸ کے شلوک ۵۰ میں اس چشمے کا ذکر کیا ہے اور پروفیسر بولہ نے بھی جو اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اُس میں لکھا ہے ”پرور پور (جس کی جگہ اب موجودہ سری نگر واقعہ ہے) سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں اس کا نام زریون ہے اور اس مقام پر ایک شفاف پانی کا چشمہ ہے جو کہ سانپوں کے راجہ تکشک کے نام پر مشہور ہے“ یہ چشمہ جس کی شکل چکر کی ہے زمانہ کلجنگ میں خاص طور پر متبرک مانا گیا ہے اور جس طرح کرشن جی کا چکر دشمنوں کا ناش کرتا تھا اسی طرح یہ دی کے پاپوں کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔

زعفران کی ابتدائی پیدائش اسی چشمہ سے بیان کی جاتی ہے اور آج کل بھی اس علاقہ میں زعفران کی کاشت بکثرت ہوتی ہے۔ آئین اکبری کی جلد ۲ صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے کہ اس چشمے کی یا ترا زعفران کی کاشت کے موسم کے شروع میں یعنی ماہ جیٹھ میں ہوتی ہے۔ ہر شیشور مہاتم اور تیرتھ سنگرہ کے شلوک ۸۰ میں ذکر ہے کہ تکشک ناگ کی یا ترا کا دن جیٹھ کی پور ناشی ہے اور یہی دن ہر شیشور کی یا ترہ کے لئے مقرر

اس کے مرحوم باپ کی عبرت ناک داستان جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اس ہوشیار
 راجہ کے واسطے پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے ایک عمدہ رہنما تھی۔ اُسے اس
 دنیا کی بے ثباتی اور انسانی ہستی کی ناپائیداری کا پورا پورا سبق مل چکا تھا اور
 اُسے یقین ہو چکا تھا کہ آدمی کو اس دنیا میں جھوٹی شیخی کا نتیجہ سوائے
 تکلیف کے اور کچھ نہیں ملتا۔ اگرچہ اُس کے گرد ہر طرح کے عیش و عشرت
 کے سامان موجود تھے مگر جس طرح چاند کا عکس کیچڑ اور پانی کے گڑھے میں پڑنے
 سے چاند پر اس غلاظت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اسی طرح اس راجہ پر بھی خواہشا
 نفسانی اپنا غلبہ نہ پاسکتی تھیں اُن راجوں کے درمیان جن کو غرور کا بخار

۵۸۵ پدم پوران کے پانچویں سرگ کے ادھیائے ۲۷ شلوک ۱۸ میں لکھا ہے کہ
 پاپیوں کی رو میں مارے پیاس کے ہمیشہ بھٹکتی رہتی ہیں اور پینے کے لئے ان کو پانی
 نصیب نہیں ہوتا۔

۵۸۶ ناگوں کی بابت خیال کیا گیا ہے کہ وہ بادل بنکر ترالہ باری کر سکتے تھے اور
 اور اس طرح کھیتوں کو تباہ کر کے فصل کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۱۶
 ناگوں کی طوفان برپا کرنے والی طاقت کی بابت۔ دیکھو ترنگ اول شلوک ۵۹-۶۰ سیوکی
 باب اول صفحہ ۶۴-۱۱۲۔

۵۸۷ وشنو پوران میں لکھا ہے کہ مدھوا اور کیٹو دور اکھش تھے اور وشنو نے
 برہما کو بچانے کے واسطے ان دونوں کو اپنی رانوں پر لٹا کر قتل کیا تھا۔

۵۸۸ ششروس ناگ کی بہن رمنیہ کی جو کمائی اس جگہ بیان کی گئی ہے اس کا تعلق
 رمبیارندی سے ہے یہ نام سنسکرت لفظ رمنیہ تو ہی سے نکلا ہوا ہے رمبیارندی اُن
 ندیوں کو جو درہ پیر پینچال اور درہ روپری کے درمیان کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں اپنے
 ساتھ لیتی ہوئی ہو پور اور سوپیان کے پاس سے بہتی ہوئی شمال مشرق کو چلی جاتی ہے

رہتا تھا صرف یہی ایک تھا جس نے اپنی صحت کو پورے طور پر قائم رکھا ہوا تھا کیونکہ یہ دن رات شوجی کا دھیان رکھتا تھا۔ اس دھرماتما راجہ نے دولت کو بالکل ناجیز سمجھ کر زر و جواہرات کے تمام زیورات جسم سے اتار دیئے تھے اور ساری خوبصورتی شوجی کی بوجا ہی میں خیال کرتا تھا۔ صرف یہی ایک راجہ تھا جس کا شاہی اقبال سوگ تک اس کے مہر کا ب رہا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی پاکیزہ اور پوتر زندگی سے اسے اپنا غلام بنالیا ہوا تھا۔

ساٹھ سال حکومت کرنے کے بعد یہ راجہ اپنے جسم اور کٹنب سمیت شوکوک سدھارا۔ راجہ نر کے نوکروں کا انجام نہایت عبرت ناک تھا۔ لیکن سدھ کے نوکروں اور مقام گنپیر سنگم پر جو کہ سکدر سے تین میل کے قریب نیچے ہے وٹشٹا میں مل جاتی ہے اور ہور پور کے قریب (اس شہر کا نام نقشے پر میر پور لکھا ہے) اس کی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں جو عموماً خشک رہتی ہیں اور صرف برسات کے موقعہ پر ان میں پانی آتا ہے قصبہ سورن کے نزدیک پنچکر اس کا پاٹ دو میل سے بھی زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے مگر موضع لتر کے پاس جہاں اس کی پھر ایک ہی شاخ بن جاتی ہے اس کا پاٹ بالکل تھوڑا اور پانی بڑا گہرا ہو کر بہتا ہے۔ وہ جگہ جہاں رمنیہ نے پتھر پھینکے تھے موضع لتر کے اوپر ایک پتھر ملی زمین ہے اور یہ جگہ سکدر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۵۸۹ پانچ یو جن اس زمین کی لمبائی کا اندازہ ہے جو رمنیہ نے پتھر برسا کر تباہ کی تھی ایک یو جن ۴ کوس کا ہوتا ہے اس حساب سے یہ لمبائی ۲۰ کوس کے برابر ہوئی چونکہ کشمیر کا موجودہ کوس بھی ڈیڑھ میل کے برابر ہے اس لئے کشمیر کا پورانا کوس اس سے کم نہیں ہو سکتا پس اس حساب سے اس جگہ کی لمبائی ۳۰ میل کے برابر ہونی چاہئے لیکن پانچ یو جن کا فاصلہ درست نہیں ہے کیونکہ ہور پور (قدیم نام شور پور اور موجودہ نام میر پور ہے) کے اوپر سے بیکر موضع لتر تک کا فاصلہ ۲۲ میل ہے اور یہ پانچ یو جن سے

کی تمام دنیا تعریف کرتی تھی۔ نوکر ہمیشہ اپنے مالک کی تقلید کرتے ہیں خواہ اس کام میں دنیا ان کی تعریف کرے یا ان پر الزام لگائے۔ گھاس کی رسی اگر کوٹیس میں لٹکائی جائے تو وہ نیچے کی طرف جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ پھولوں کے ساتھ باندھی جائے تو دیوتا کے سر پر جا چڑھتی ہے۔ یہ راجہ جس کا نام سدہ تھا اپنے نیک کاموں کے باعث اصلی سدہ (دیوتا) بن گیا تھا اور جب یہ شلوک میں پہنچا تو دیوتا لوگ سات دن تک خوشی کے تقارے سجا کر اس بات کی منادی کرتے رہے۔

راجہ ایتلاکش

سدہ کے بعد اس کا بیٹا جس کا نام رُا ایتلاکش تھا یہ نام اس کو اس لئے دیا

بہت کم ہے۔

۵۹۰ وہ پہاڑی چشمہ جہاں ششروس ناگ اپنے پہلے مکان کو چھوڑ کر چلا گیا تھا دریائے لدر کے منج کے قریب ہے اس چشمے کا عام نام شیس ناگ ہے اور امریشور کے یاتریوں کے ٹھرنے کا ایک مشہور مقام ہے دیکھو وگنی صاحب کا سفرنامہ جلد ۲ صفحہ ۱۰ اور انس صاحب کی ہینڈ بک صفحہ ۱۹۳۔ ۱۹۴ امریشور مہاتم کے ادھیائے ۶ میں اس چشمہ کا نام سیش ناگ لکھا ہے اور اسی جگہ اس کا نام ششرم ناگ بھی آیا ہے۔ لفظ ششرم سے اُس کے پورانے نام ششروس کا پتہ چلتا ہے امریشور کے پورانے پر وہت اس نام سے واقف ہیں اور ایک ٹیکا کار نے بھی اس کا یہی نام لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ امریشور کے راستہ پر واقع ہے۔ اس چشمہ کے پانی کی سفیدی قابل ذکر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ارد گرد سفید پتھر کی رجن سے چونہ بنایا جاتا ہے (پہاڑیاں ہیں اس چشمے سے ایک چھوٹا سا نالہ نکل کر جنوب کی طرف بہتا ہوا کوہن کا پہاڑی کے دامن میں ایک چشمے میں جا ملتا ہے جس کا نام زامتر ناگ ہے یہ وہی چشمہ

گیا تھا کہ اس کی آنکھیں کنول کی طرح خوبصورت تھیں (تخت کشمیر پر بیٹھ کر تیس سال چھ مہینے تک دارحکومت دیکر راہی ملک بقا ہوا۔

راجہ ہرنیاکش

اُتپلاکش کے بعد اس کا بیٹا ہرنیاکش اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا اور ۳ سال سات مہینے کی حکومت کے بعد اس دنیا فانی سے کنارہ کر گیا۔

راجہ ہرنیکل

ہرنیاکش کے بعد اُس کے بیٹے ہرنیکل نے کشمیر کی عنان حکومت اپنے

ہے جس کا نام کلن نے جاتا تر سر (داماد کا چشتم) لکھا ہے۔ کتاب تیرتھ سنگرہ میں لکھا ہے کہ یہ چشتم یعنی جاتا تر ناگ سشتم ناگ کے پاس ہے اور امریشور کے راستہ پر واقع ہے۔

۹۱ امریشور کی یاترا امرنا تھ کی مشہور گھیا میں ہوتی ہے اور کشمیری زبان میں اس کا نام امبرنا تھ ہے۔ یہ تیرتھ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر واقع ہے۔ عوام کا یقین ہے کہ اس جگہ امریشور سوامی دیوتاؤں کے سامنے پرگٹ ہوئے تھے جبکہ انہوں نے موت سے بچنے کے لئے ان کی پرارتھنا کی تھی یہاں پر برف کبے ہوئے شولنگ کی پوجا ہوتی ہے۔ اس جگہ کی یاترا باوجود راستہ کے اس قدر دشوار گزار ہونے کے کشمیر میں نہایت ہی مشہور ہے اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بھی بہت سی یاتری اس کے درشنوں کو آتے ہیں۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۲۴ میں اس تیرتھ کا ذکر مبہم طور پر آیا ہے اور اس سے پایا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس کی یاترا اس قدر

ہاتھ میں لی اس نے ہر نوٹس نام ایک شہر آباد کیا اور ساٹھ سالہ حکومت کے بعد دنیا سے چل دیا۔

راجہ وسوکل

اس راجہ نے اپنے باپ کے بعد تخت پر بیٹھ کر ساٹھ سال تک حکومت کی۔

راجہ مہرکل

اس کے بعد اس کا بیٹا جو بڑا ظالم اور کال (موت) کے مشابہ تھا اور جس کا نام

مشہور نہ تھی جتنی کہ آجکل ہے دیکھو نوٹ ۷۹ء کتاب ہذا اور پر جابھٹ اور شک کی راج ترنگنی کا شلوک ۸۷۵۔

۹۲ء دیے کبیر و جیشور کبیر کے نام کا مخفف ہے اور اس میں وجیشور کا کھنڈر اور وچ برور کا علاقہ دونوں شامل ہیں۔ دیکھو ترنگ، شلوک ۳۳۶-۳۳۷-۵۲۲ وغیرہ اور ہر جرت چنٹا منی ادھیائے ۱۰ شلوک ۱۹۱۔

۹۳ء ایک ٹیکا کار لکھتا ہے کہ اس راجہ کے بنائے ہوئے شہر کے موقع پر آجکل قصبہ رینیل آباد ہے یہ قصبہ اس شاہی سڑک کے کنارے پر ہے جو کہ سرینگر سے گندربل اور وادیئے دریائے سندھ کو جاتی ہے۔ اس گاؤں کے پاس ایک چشمہ ہے جو کہ ہر مکت تیرتھ کو جانے والے یا تریوں کے راستہ میں پڑتا ہے اس کا نام تیرتھ سنگرہ اور سترم مہاتم میں ہر نیا کش ناگ لکھا ہے اور ہر مکت مہاتم کے ادھیائے ۲ اور شلوک ۷ میں اس کا نام ہرن گنگا آیا ہے۔ کلہن نے اس قصبہ کا نام ہرن پور لکھا ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۹ء میں تحریر ہے کہ جس وقت بھکشا کر موضع نے گرام کے پاس جس کا موجودہ نام منگام ہے اور وادیئے دریائے سندھ کے درہ کے قریب ہے

۹۵ مہر کل تھا ملک کشمیر پر جو ملیچھوں کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہو چکا تھا حکومت کرنے لگا۔ شمال کے ملک (کشمیر) نے ملک دکن پر جس کا محاط قیام ہے سبقت حاصل کرنے کے لئے اس راجہ کی صورت میں ایک اور یم پیدا کر دیا۔ لوگوں کو اس کی آمد کا پتہ لگ جاتا تھا جبکہ وہ آسمان میں گدوں۔ کوؤں اور دوسرے پرندوں کو ان لوگوں کا گوشت کھانے کے اشتیاق پیچ اس کی فوج کی آمد پر قتل کئے جاتے تھے سروں پر منڈلاتے دیکھتے تھے۔ یہ شاہی بیتال (بھوت) دن رات ہزاروں مقتول انسانوں میں گمراہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اُس کے عشرت کدوں میں بھی یہی نظارے دکھائی دیتے تھے۔ بنی نوع انسان کے اس خفناک

ڈیرہ ڈائے پڑا تھا تو ہر (دار) سبانیوں نے جو اس کے مددگار تھے موضع ہرن پور کے قریب شاہی فوج کو شکست دی تھی۔ چونکہ شاہی فوج کا کمپ امریشور (موجودہ نام امبرہیرہ) سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر موضع رینیل کے جنوب میں تھا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس مقام سے موضع ہرن پور ہی مراد ہے۔ پھر ترنگ ۷ کے شلوک ۱۳۳۵ میں درج ہے کہ جب اوکل لہر یعنی وادیئے دریائے سندھ سے دارالسلطنت کا محاصرہ کرنے کے لئے جا رہا تھا تو ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ ہرن پور کے برہمنوں نے اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی تھی۔ دسن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ کتھاسرت ساگر کے ادھیائے ۶۵ شلوک ۲۱۵ میں ہرنیاکش کے باپ کا نام کنکاش تحریر ہے جو کہ کشمیر کا راجہ تھا اور اس کا صدر مقام ہرن پور تھا۔

۹۶ اس راجہ کے بنائے ہوئے شہر کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں واقعہ تھا اکبتہ جنرل کنگھیم نے ایک شے پر ہرنیہ کل کا نام پڑھا تھا اس شے کی شکل مہر کل کے جاری کئے ہوئے بعض سکوں سے ملتی تھی دیکھو کتاب لیٹر اندو سیتھین کا صفحہ ۱۱۲۔

۹۷ کلہن کے مہر کل سے مراد بلاشبہ سفید ہن یا ایفتے لائٹ قوم کے اُس

دشمن کو نہ تو بچوں اور عورتوں پر کچھ رحم آتا تھا نہ ہی اس کی نگاہوں میں بوڑھوں کی کچھ عزت تھی۔

لنکا پر فوج کشی { ایک دفعہ جب اس نے اپنی رانی کے سینے پر سنگھل (سیلون) کے بنے ہوئے کپڑے کی انگلیا کو جیسر پاؤں کے سنہری نشان بنے ہوئے تھے دیکھا تو مارے غصہ کے اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ تحقیقات کرنے پر حیرت اس کے درباری پر وہمت نے بتلایا کہ اس سیلون کے بنے ہوئے کپڑے پر وہاں کے راجہ کے پاؤں کے نشان لگے ہوئے ہیں تو وہ اس پر حملہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوا اور اس کے جنگی ہاتھیوں

زبردست فرمانروا سے ہے جس کا نام سکوں پر مہر کل یا مہر گل آتا ہے۔ اور جس کا نام کاسمس انڈی کو پلوٹس نے کالس لکھا ہے۔ اس بارے میں ہم مسٹر فلیٹ کے شکر گزار ہیں کہ مہر کل کے عہد حکومت کے متعلق جو ہمیں تاریخی معلومات حاصل ہیں انہوں نے انکو ایران اور مند سور کے کتبوں کی شہادت کے ساتھ کلین۔ ہیوں سانگ سانگین اور سکوں کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کو ملا کر محفوظ بنا پر قائم کر دیا ہے دیکھو انڈین اینٹی کوئی باب ۱۵ صفحہ ۲۴۵ جہاں راج ترنگنی کے ترنگ اول شلوک ۲۸۹ تا ۳۲۴ کا ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔ بڑی بڑی باتیں جو یقینی ہیں وہ یہ ہیں کہ مہر کل ۱۵ء کے قریب اپنے باپ گورمان کے بعد ان علاقوں کا حکمران ہوا جنہیں قوم سفید ہن نے کابل سے لیکر وسط ہند تک فتح کیا تھا۔ بہت سی وسیع مہمات کے بعد آخر کار وہ بالادتیہ والے مگدہ اوریشودھر من کے ہاتھوں مغلوب ہوا اور ۳۱۵ء کے قریب اور اس کے مضامات میں واپس چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہیں سے وہ اپنے عہد حکومت کے انجام تک (۳۱۵ء تا ۳۵۰ء) جنوبی سندھ کی جانب اپنے ہاتھ سے نکلے ہوئے علاقوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا۔ مسٹر فلیٹ کی محولہ بالا تحریرات کے

کی کپٹیوں سے بکر آنے والے پسینے کے ملنے سے سمندر میں اس قدر طغیانی پیدا ہو گئی کہ اس کا پانی دریائے جمناتک بڑھ آیا۔ انجام کار اس نے ایک سخت حملہ کر کے سیلون کے راجہ کو تخت سے اتار دیا اور ساتھ ہی اس کا وہ غصہ بھی جو اپنی رانی کی انگیا پر اس راجہ کے پاؤں کے نشان دیکھ کر اُس کے دل میں پیدا ہوا تھا جاتا رہا۔ راکھشوں نے جب لنکا کے محل سے اس راجہ کے لشکر کو دور سے آتے دیکھا تو ان کے دل میں راجہ کے حملہ کی دہشت پیدا ہو گئی اور مارے خوف کے کلپنے لگ گئے۔

اس کے بعد عظیم الشان راجہ ایک اور شخص کو لنکا کے تخت پر بٹھا کر او

ساتھ اس مصالح کا مقابلہ کر جو سر اے کھنگیم نے اپنی کتاب لیٹرا اندو سیتھین کے صفحہ ۸ پر جمع کیا ہے۔ یا جس کا زیادہ سلیس خلاصہ مشرووی۔ اے سمتھ نے جنرل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۱۸۵ پر دیلے۔

کلمن نے جو کچھ بیانات لکھے ہیں ان میں روایات اس قدر بھری ہوئی ہیں کہ ان سے آزادانہ طور پر میہر کل کی تاریخ کے متعلق چنداں معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں لیکن کمانیوں میں جو یہاں بیان کی گئی ہیں اور میہر کل کے چال چلن کی اُس تصویر میں جو ہونانگ نے کھینچی ہے ایک عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ترنگ اول کے شلوک ۲۹ تا ۲۹۳ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۱۸ - ۳۲۳ میں اس کے مظالم کے متعلق جو کیفیت بیان کی گئی ہے اور ہیون سانگ نے اس کے متعلق جو قصہ لکھا ہے ان دونوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ ہو سکتا ہے۔ نیز اس بات کا کہ وہ برہمنوں پر بہت مہربانی اور انکی پرستش کرتا تھا جیسا کہ ترنگ اول کے شلوک ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۱۲ - ۳۱۴ سے ظاہر ہے یا یہ کہ بقول ہیون سانگ وہ بدھ مذہب کا سخت دشمن تھا اس بات کا ثبوت کہ یہ روایت تاریخی واقعات پر مبنی ہے۔ ساگلین کی اس علامات سے ملتا ہے جو ۲۵ء میں اس

ایک کپڑے کو جس کا نام میس دیوتا تھا اور جس پر سورج دیوتا کی مورتی بنی ہوئی تھی ہمراہ لیکر واپس لوٹا۔

واپسی پر اس نے چولا۔ کرناٹ۔ لات وغیرہ کے راجوں کو اس طرح ترسہتر کر دیا جس طرح ایک مست ہاتھی اپنی بو سے دوسرے ہاتھیوں کو بھگا دیتا ہے جب یہ راج میہر کل کے گذر جانے پر واپس آئے تو ان کے شہر ٹوٹی ہوئی فصیلوں سے اپنی تباہی کا اظہار کرتے تھے۔

جب یہ راج کشمیر کے درے پر پہنچا تو ایک ہاتھی کی خوفناک چیخ کو جو ایک غار میں گر پڑا تھا سنکر بہت خوش ہوا۔ کچ فہم راجہ کو یہ آواز بہت بھلی معلوم

اس ظالم اور کینہ دوز راجہ سے قندمار کی حدود پر اس کے کمپ میں کی تھی۔ ایسے ہی میہر کل کی مذہبی رجمان کا ثبوت اُس سکوں سے ملتا ہے جن پر بیل اور ترسول کی علامت موجود ہے اور جیتو ورش۔ جیتو ورشت دھوج کی روایات منظر میں کہ وہ شومت کی طرف زیادہ رغبت ہوتا ہے۔

میہر کل کے نام کے پہلے حصہ میں سورج دیوتا کا ایرانی نام موجود ہے جو اُستا کے لفظ منتر۔ اندو سیتھین سکوں کے لفظ میوپو اور فارسی لفظ مہر سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے نام کے دوسرے حصے کل یا گل کے معنی مشتبہ ہیں۔

اس جگہ میہر کل کے لٹکا پر چڑھائی کرنے اور اُس کے باعث کے متعلق جو کہانی بیان کی گئی ہے وہ بہت بڑی حد تک اُس کم روایتی قصے سے جو کشمیر کے ایک راجہ کے متعلق مجمع التواریخ میں مذکور ہے مشابہ ہے دیکھو رے نوڈ کی کتاب فریگ منٹس الو بس اٹ پرنس“ صفحہ ۴۲ نیز مٹر فلیٹ کا خلاصہ کتاب انڈین اینٹی کوٹی“ فصل ۱۵ صفحہ ۲۵۰۔ مجمع التواریخ میں اُس راجہ کشمیر کا نام درج نہیں لیکن اس کا مخالف سندھ کا راجہ حال بیان کیا گیا ہے جو آخر کار حملہ آور کو صلح پر مجبور کر لیتا ہے۔ رے نوڈ صاحب کا خیال ہے کہ یہ راجہ کشمیر

ہوئی اور اس نے ایک تسوہا تھی یکے بعد دیگرے زبردستی غار میں گروا دیئے۔ جس طرح کسی پانی کا ہاتھ گلے سے جسم ناپاک ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے کاموں کے بیان سے زبان خراب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مینے اس راجہ کے باقی ظالمانہ کاموں کا بیان نہیں کیا۔

اُن آدمیوں کے چال چلن کا اندازہ کون شخص لگا سکتا ہے جو اپنی کمینہ فطرت کے باوجود بھی بڑے حیرت ناک کام کرتے ہیں۔ چنانچہ اس راجہ نے بھی مذہبی خوبیوں کو حاصل کرنے کے لئے بہت سے نیکی کے کام کئے۔ باوجودیکہ یہ اس قدر بد طبیعت تھا اس نے سری نگر میں شو میر ^{۱۹۹} ایشور کا مندر اور ^{۱۹۹} ہوالدیس میہر کل ہی تھا۔

۵۹۶ چولا کا موجودہ نام تنجور۔ کرنات کا کرناٹک اور لات کا گجرات (سنٹرل) ہے دیکھو انڈین اینٹی کوٹی باب ۲۲ صفحہ ۱۷۶-۱۸۱-۱۸۳۔

۵۹۷ یہ کہانی جو اس جگہ بیان کی گئی ہے اس کی تصدیق آئین اکبری اور دوسری فارسی تواریخوں سے ہوتی ہے اور ان کی شہادت سے بڑی صحت کے ساتھ اس جگہ کا پتہ چلتا ہے ایک ٹیکا کار کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس جگہ کا نام عام طور پر ہستی ونج مشہور ہو گیا ہے۔ آئین اکبری کے قلمی نسخے کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۸۳ پر املا کی غلطی سے اس جگہ کا نام ہستی وتر لکھا ہے لیکن حیدر ملک۔ نارائن کول اور بیربل کی فارسی تواریخوں میں اس جگہ کا نام ہستی ونج لکھا ہے اور اس کا محل وقوع درہ پیر پچال میں ہے۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں ٹائن صاحب نے خود اس جگہ پہنچ کر موقعہ کا مائدہ کیا تھا اور لوگوں کی زبانی اس کہانی کو بھی سنا تھا وہ لکھتے ہیں اس درے کا موجودہ راستہ اکبر کی بنوائی ہوئی پورانی شاہی سڑک ہے۔ اور اس کا پورا حال و گنی صاحب نے اپنے سفر نامے کی جلد اول کے صفحہ ۲۶۱ پر اور انس صاحب نے اپنی ہینڈ بک کے صفحہ ۶۰ پر دیا ہے۔ ہور پور سے آگے بڑھ کر یہ

میسر پور کا شہر آباد کرایا۔ گاندھار کے برہمنوں نے جن کی عادات اس سے ملتے تھیں اور دوج لوگوں میں سے ادنیٰ ترین طبقے کے تھے اس کے اگر باروں کو قبول کر لیا۔ آسمان پر بادلوں کے گہرنے سے اگرچہ تاریکی چھا جاتی ہے مگر مور اس کو پسند کرتے ہیں برعکس اس کے راج ہنس بادلوں کے پھٹنے اور مطلع کے صاف ہو جانے سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی دان کے دینے اور لینے والا ایک دوسرے سے جس قسم کے لحاظ کا سلوک کرے اس سے بہت بڑی حد تک ان دونوں کے مذاق کی مشابہت کا پتہ چلتا ہے۔

۱۰ سال حکومت کرنے کے بعد اس راجہ کو جو دہشت مجسم تھا کئی بیماریاں

سڑک کچھ دور تک دریائے ربیاری کے دائیں کنارے پر چلی جاتی ہے دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۱۲۴ اور پھر یہ ان پہاڑیوں پر سے گزرتی ہے جو کہ اس دریا کے بائیں یا شمالی کنارہ پر واقع ہیں۔ اور علی آباد کی پورانی مغل سرائے تک چلی جاتی ہے۔ علی آباد سے نصف میل نیچے ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو تہ رتچ پنچا ہوا دریا کے پاٹ میں جا ملتا ہے اس جگہ کے رہنے والوں کی زبانی جو اکثر اس راستہ سے واقف ہیں معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام ہستی ونج ہے۔ اور لوگوں میں یہ اکثر یہ بھی مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں اس جگہ ایک راجہ کے ہاتھی ہستی ونج کی چوٹی سے نیچے غار میں گرے تھے۔ اگرچہ ان لوگوں کو اس راجہ کا نام معلوم نہیں ہے۔ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ آیا یہ ہاتھی اتفاقیہ طور پر گرے تھے یا زبردستی نیچے گرائے گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اکبرؑ اس سڑک کو بنوانے سے پہلے جو پورانا راستہ تھا وہ سلسلہ ہستی ونج کے اوپر سے ہوتا ہوا دریا کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ جاتا تھا۔ لوگوں کے اس بیان کی تصدیق ابوالفضل کے بیان سے ہوتی ہے وہ آئین اکبری کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۴ پر ان راستوں کی بابت جو بھیر سے کشمیر کو جاتے ہیں ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ اس سڑک کے بند ہونے سے پہلے اکبر کی فوجیں درہ پیر پنچال سے کشمیر کو اسی ہستی ونج جس کا نام قلمی نسخہ

لاحق ہو گئیں اور آگ میں جل کر مر گیا۔ جب اس نے اپنے آپ کو آگ کی نذر کیا تو اس وقت یہ اکاش بانی ہوئی۔ اس تین کروڑ انسانوں کے قاتل کو مکتی حاصل ہو گئی ہے کیونکہ اس نے اپنے جسم پر بھی رحم نہیں کیا۔

ان آدمیوں کے خیال میں یہ ایک فیاض راجہ تھا جو یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اگر ہمارا قائم کر کے اور ایسے ہی دیگر نیک کاموں کے ذریعے اپنے ظلموں کی تلافی کر دی تھی۔ بعض آدمی اس شیر سیرت انسان کے ظالمانہ کاموں کو اس مشہور عام روایت کے بموجب قابل معافی قرار دیتے ہیں کہ آریہ دیش کے باشندوں کو قتل کرنے کے بعد اس نے ایک سخت تپ کیا اور ملک میں

میں ہستی و تر لکھا ہے) کے راستے سے آیا جا یا کرتی تھیں۔ اس راستہ کی تصدیق اور اسکے قدیم ہونے کا ثبوت کشمیر کے پورانے جغرافیہ سے بھی ملتا ہے راجڑی (راجپوری) کی طرف سے جو سڑک کشمیر کو جاتی ہے وہ درہال کے اوپر چشمہ نندن سر کے پاس سے ہوتی ہوئی پشیمان اور بہرام گل کے راستے دکن کی طرف سے علی آباد کے پاس شاہی سڑک سے ملتی ہے۔ راجڑی سے کشمیر تک یہ بہت ہی سیدھا راستہ ہے اس واسطے سکھوں کی فوجیں ۱۸۱۷ء اور ۱۸۱۹ء میں اسی راستہ سے کشمیر میں داخل ہوئی تھیں اور آجکل بھی یہ راستہ عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قدرتی طور پر یہ راستہ دریائے رمبیار کے جنوب یعنی ہتی نچ کے اوپر کی طرف چلا جاتا ہے اور اس راستہ پر اس طرف سے جانے والے کو دریائے عبور کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ بھی یاد رہے کہ قدیمی سرحدی جنگی سٹیشن کا محل وقوع اس راستہ پر کرام ورت میں تھا دیکھو نوٹ ۵ ضمیمہ کتاب ہذا۔ اور اسی جگہ پر کالمن کوٹ کے جنگی سٹیشن کا برج اب تک موجود ہے جو کہ دریائے رمبیار کے دکن کے کنارے پر ہستی و نچ سے تین میل نیچے ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ پورا نا شاہی راستہ جس کی حفاظت کے واسطے یہ جنگی

جس کو دردوں (درد کے بہنے والوں) بھوٹوں اور لمپھوں نے تباہ کر دیا تھا اور دھرم سے بالکل پخت ہو چکا تھا نئے سرے سے متبرک کر کے مذہبی رسوم قائم کیں اور آخر کار جب اس نے اپنے جسم کو اگنی میں اہوتی دینے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے پہلے گناہوں کی تلافی میں وجیشور کے مقام پر گاندھار کے برہمنوں کو ایک ہزار اکرہاردان کر دیئے۔ اور پھر لوہے کے تختے پر جس میں استرے۔ تلواریں۔ چاقو اور دیگر ایسے ہی دھاردار اوزار لگے ہوئے تھے آگ کی بھینٹ ہو گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس راجہ نے جو مذکورہ بالا ظلم کئے وہ صرف کھش لوگوں کی تباہی کے واسطے تھے جنہوں نے ناگ (ششروس) کے غضب سے شہر نریور کی تباہی

سٹیشن بنایا گیا تھا وہ بھی دریائے کے اسی طرف تھا۔ ہستی ونج کی پہاڑی کو اس کے مشرقی اور مغربی ڈھلوانوں سے عبور کرتے ہیں یہ ڈھلوان اگرچہ پہاڑی گھاٹ سے ڈپے رہتے ہیں اور انکی کچھ غود پرداخت بھی نہیں ہوتی پھر بھی بار برداری کے لئے ہوئے جانور انپر سے آسانی کے ساتھ گزرتے ہیں۔

۵۹۸ اس مندر کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کس جگہ پر بنوایا گیا تھا۔

۵۹۹ ہولدا کا موجودہ نام پرگنہ ولر ہے اس پرگنہ میں دریائے وٹشٹا کی شمالی مشرقی وادی جو کہ پرگنہ واپن پور اور پرگنہ ویہی کے درمیان واقع ہے شامل ہے۔ اور آجکل یہ علاقہ صوبہ ترال کا مرکز ہے۔ تریگ ۸ کے شلوک ۳۱۱۸ میں ہولدا کا نام ہر اور دیوسرس کے ساتھ آیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک علاقہ کا نام ہے۔ تریگ ۷ کے شلوک ۱۲۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ مدوراج میں جس کا موجودہ نام مرازیعی کشمیر کا مشرقی حصہ ہے شامل تھا۔ تریگ ۸ کے شلوک ۱۳۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہولدا کے باغی ڈامروں نے راجہ جے سنگھ کے دو افسروں کا محاصرہ اونتی سوامی کے مندر واقعہ اونتی پور میں کیا تھا اور اونتی پور کا شہر پرگنہ ولر میں واقع ہے اور اس کی تائید تریگ کے شلوک ۴۳

کے بعد ملک میں زیادہ غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

چند روتی کی کہانی { ایک موقع پر جبکہ وہ چندر کلیہ دریا کا رخ بدلو اور مانتھا تو ایک درمیانی چٹان کے باعث جو کسی سے ہل نہ سکتی تھی کام (کھدائی) رک گیا۔ اس پر راجہ نے تپسیا کی اور دیوتاؤں نے خواب میں ظاہر ہو کر بیان کیا کہ اس چٹان میں ایک طاقتور کیش (جن) رہتا ہے جس نے پاکبازی کا عہدے رکھا ہے۔ اگر کوئی پاکباز عورت اس کو چھوئے تو اس کی رو کاوٹ دور ہو جائیگی۔ چنانچہ راجہ نے دوسرے دن چٹان پر اپنے خواب کی آزمائش کی۔ مگر اچھی اچھی خاندانی استریاں بھی اس کو شش میں ناکام رہیں۔

سے ہوتی ہے جس میں ہولناکے ڈامروں کا ذکر کما دوی کے ڈامروں کے ساتھ آیا ہے۔ کھا دی کا موجودہ نام کھڑو ہے۔ اور یہ جگہ پرگنہ ویہی کے قریب ہے اور جو راج نے اپنی کتاب کے شلوک ۵۴۸ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۵ مہر پور کے جائے وقوع کا کوئی پتہ نہیں ملتا اور پرگنہ ولریس کوئی شخص اس شہر کے نام سے بھی واقف نہیں۔

۱۶ گاندھار (موجودہ قندھار) کے برہمنوں کا ذکر مہابھارت کے کون پریم میں پنجاپ کے برہمنوں کے ساتھ آیا ہے کہ ان کے چال چلن درست نہ تھے۔ بیون سانگ چینی سیاح اپنی کتاب "سیوکی" کی جلد اول کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتا ہے کہ گاندھار کو راجہ مہر گل نے فتح کیا تھا۔ راج ترنگنی کے فرانسیسی ترجمہ میں اس شلوک کے بعد دو اور شلوک ہیں جو کہ سٹائن صاحب کے ترجمہ میں نہیں پائے جاتے ان میں لکھا ہے "لیچھوں کی نسل میں اپنی بہنوں سے اور اہل دارو میں اپنی بہنوں سے ناجائز تعلق رکھنا برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بھوٹ لوگ اپنی استریوں کو دوسری چیزوں کی طرح فروخت کر دیتے تھے اور انکی استریوں کو بھی غیر آدمیوں سے تعلق پیدا کرنے سے مطلق شرم نہ آتی تھی۔"

اور آخر کار جب ایک کہار کی استری نے جس کا نام چند روتی تھا اس کو ہاتھ لگایا تو یہ چٹان اپنی جگہ سے ہل گئی۔ اسپر راجہ کو (اپنے خیال کے مطابق) ان تمام عورتوں کی گری ہوئی حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور اس نے تین کروڑ اعلیٰ خاندان کی عورتوں کو معہ ان کے خاوندوں۔ بھائیوں اور بیٹوں کے قتل کروا دیا۔

اس قصہ کے متعلق دوسرے لوگوں نے بھی جو حالات لکھے ہیں ان سے یہی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر سچ پوچھو تو جانداروں کا تباہ کرنا خواہ اس کی کچھ بھی وجہ کیوں نہ ہو نہایت ہی بڑا کام ہے۔ ایسے گنہگار راجہ کا اپنی عمت کے

۳۱ اہل دار کا موجودہ نام در دہ ہے اور اس نام کی وجہ تسمیہ ڈریو صاحب کی کتاب ”مجموع“ کے صفحہ ۳۹۳ پر درج ہے۔ ان لوگوں کے رہنے کے مقامات جو کہ ہیرودتس کے زمانہ سے لیکر اب تک تبدیل نہیں ہوئے دریائے سندھ کے پار چترال۔ یاسین۔ گلگت۔ کیلاش اور پنجی سے لیکر کشمیر کے شمال میں وادیئے دریائے کشن گنگا تک چلے جاتے ہیں۔ مگر راج ترنگنی میں جہاں کہیں اہل درد کا ذکر آیا ہے اُس سے وہ لوگ مراد ہیں جو وادیئے دریائے کشن گنگا کے بہنے والے ہیں دیکھو ترنگ ۷، شلوک ۱۱۷۱۔ اور ترنگ ۸، شلوک ۲۷۹۔
قدیم اہل درد کے مزید حالات کے لئے دیکھو لاسن صاحب کی ”انڈین الٹی چیوڈ“ جلد اول صفحہ ۲۹۸ اور میگزین ڈل صاحب کی ”ٹالمی“ کا صفحہ ۱۰۷۔

۳۲ کلہن اور اس کے بعد کے مورخوں نے جن لوگوں کو بھٹو یا بھٹ یا کہیں کہیں بھوٹ بھی لکھا ہے اس سے مراد اُس فرقہ سے ہے جسے آجکل بٹ کہتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر تبتی نسل سے ہیں اور کشمیر کے مشرق اور شمال مشرق میں یعنی آجکل کے پہاڑی اضلاع دراس۔ کدایچ اور شاند سکرو میں بھی رہتے ہیں۔ دیکھو ترنگ ۴، شلوک ۱۷۸۔ جو مزاج کی تاریخ شلوک ۱۳۸۔ ۱۵۸۔ ۱۶۷ اور ۸۳۵۔ شری ور کی تاریخ ترنگ اول شلوک ۷۱۔ ۸۲۔

ہاتھوں قتل نہ کئے جانے کا باعث صرف یہی ہو سکتا ہے کہ دیوتا اُس کی رکھشیا کرتے تھے جن کے ایماء پر وہ ایسے کام کرتا تھا۔

(اس راجہ کی نسبت موزخوں کے مختلف خیالات ہیں اور ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں جس سے اس کے چال چلن کا صحیح صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ترجمہ)

راجہ بک

جب رعایا کی خوش قسمتی سے یہ راجہ وفات پا گیا تو اُس کا نیک ہناد بیٹا بک اس کا جانشین ہوا۔ پہلے راجہ کے عہد حکومت کے تجربہ سے لوگ اسے تخت پر

ترنگ ۳ شلوک ۳۲-۴۰۱-۴۲۵ وغیرہ۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۸۸۶-۸۸۷ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاہراہ در اس اور لدانخ کا درہ ذو جیلا آجکل کی طرح اُس زمانہ میں بھی کشمیر اور بھوٹوں کے علاقے میں صرفاصل کا کام دیتا تھا۔ دیکھو ڈیو صاحب کی کتاب ”جموں“ صفحہ ۲۳۱ کلہن نے شلوک ۳۱۰ تا ۳۲۴ میں جو مختلف آراء کا اظہار کیا ہے اس سے اس زمانے کی عامہ اُئے جو میہر کل کے کیر کیٹر کے متعلق تھی مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ جس کا پتہ ہون ساٹک کی کتاب ”سی۔ یو۔ کی“ فصل اول صفحہ ۱۶۷ میں چلتا ہے۔

۴۷ لاسن صاحب کی کتاب اٹلین الٹی چیوڈ جلد اول کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے ”زمانہ قدیم میں زبان سنسکرت میں کھش اُس قوم کا نام تھا جو کوہ ہمالہ میں ملک کے بہت بڑے حصہ میں آباد تھی۔ مگر بہت سی حالتوں میں یہ شک پڑ جاتا ہے کہ یہ نام کس قوم پر استعمال کیا جاوے۔“

کشمیر کی تواریخ میں اکثر جگہ قوم کھش کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کوئی مغالطہ نہیں پڑتا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہ ہمالہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی۔ اور یہ وہ قلعہ ہے جس کے مغرب میں دریائے ویشٹما کے گذر گاہ کا درمیانی حصہ اور

بٹھانے سے پیشتر اس طرح ڈرتے تھے جس طرح ایک آدمی اُس تفریح گاہ میں ڈرتا رہتا ہے جو شمسان بھومی پر بنائی گئی ہو۔

اگرچہ یہ ایک نہایت ہی ظالم راجہ کا بیٹھا تھا تو بھی بنی نوع انسان کا بڑا مربی ثابت ہوا جس طرح سخت گرمی کے دنوں میں آسمان پر بادلوں کے گھرے رہنے کے بعد بارش کی بوچھاڑ آرام دہ ثابت ہوتی ہے۔

اب لوگوں نے خیال کیا کہ انصاف جو دوسری دنیا میں چلا گیا تھا اور اس جو کسی ناقابل رسائی جگہ میں جا چھپا تھا واپس آ گئے ہیں۔ اس عالی رتبہ شاہزاد نے بکش دھڑ کے علاقہ میں لوٹوٹس کا شہر آباد کرنے کے بعد شو بکیش کا مندر

مشرق میں کشتوار ہے۔ راج ترنگنی میں کئی جگہ پر ذکر آیا ہے کہ راج پوری (موجودہ لاہوری)

کے حکمران کھش قوم کے راجہ تھے۔ اور انکی فوج کھش قوم سے ہوا کرتی تھی دیکھو ترنگ ۷

شلوک ۹۷۹-۱۲۷۱-۱۲۷۴ اور ترنگ ۸ شلوک ۸۸۷-۱۲۷۴-۱۸۶۸-۱۸۹۵۔ راج پوری

سے مشرق کی طرف چل کر ہم دریائے انس کی بالائی وادی میں آتے ہیں اس دریا کا موجودہ

نام پنج گھر ہے اور شری ورنے اپنی کتاب کی ترنگ ۴ شلوک ۲۱۳ میں اس دریا کا نام پنج گھو

لکھا ہے۔ یہ وادی کھش قوم کی جائے رہائش ہے۔ اس سے آگے چل کر مشرق کی طرف

بانسالیہ جن کا موجودہ نام بان ہال ہے اور اس کے اوپر کی طرف اسی نام کا ایک درہ

ہے جہاں کہ بھکتا چرنے کھشوں کے راجہ بھاگلک کے قلعہ میں جا کر پناہ لی تھی دیکھو

ترنگ ۸ شلوک ۱۶۶۵۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۷۰ اور ۱۷۱ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ

بان ہال سے بیکر دریائے چندر بھاگاتک کی ساری وادی جس کا نام آجکل سچلاری ہے

اور جس کا نام تواریخ میں وزلاتا لکھا ہے کھش قوم کی جائے رہائش تھی۔ اخیر میں یہ بھی

نبوت ملتا ہے کہ کھاشوں کی بستیاں وادیئے کھشالیہ میں تھیں اس وادی کا ذکر جرنل

کی تواریخ کے شلوک ۵۶-۵۸-۲۸۳-۲۹۰ اور ۲۹۹ میں آیا ہے۔ کھشالیہ درحقیقت

بنوایا اور بکوتی نام نہر کھدوائی۔

جب اس راجہ کو حکومت کرتے ۶۳ سال اور تیرہ دن گذر گئے تو ایک جادو گرنی جس کا نام بہٹا تھا ایک خوبصورت عورت کی شکل میں شام کے وقت اسکے پاس آئی اور درخواست کی کہ آپ میرے مکان پر جس جگہ ایک ہو رہا ہے تشریف لے چلیں۔ راجہ اس کی دلفریب باتوں پر مفتون ہو گیا اور بڑی خوشی سے اس کی دعوت کو منظور کر لیا۔ لیکن دوسرے دن صبح کے وقت جب وہ اپنے سو بیٹوں اور پوتوں کے وہاں گیا تو جادو گرنی نے انہیں ماتری چکر کی بھیسٹ کر دیا۔ آج تک بھی اس چٹان پر جادو گرنی کے گھٹنوں کے گرے نشان دکھائی

کھٹال کی وادی کا نام ہے اور نقشہ پر اس کا نام کاشر لکھا ہے اور یہ وادی درہ بارہل سے جو کشمیر کے جنوب مشرقی گوشہ میں ہے لیکر کشتوار تک چلی جاتی ہے۔ کھٹالیہ کا قدیم نام غالباً کھٹالی ہے دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۳۹۹ اور شری ور کی کتاب کی ترنگ ۴۸ کا شلوک ۳۵

راجپوری سے مغرب کی طرف چل کر کھٹنوں کا ایک علاقہ پڑتا ہے جس کا نام پرنوتس یا پرنٹس ہے اور اس کی بابت راج ترنگنی کی ترنگ ۶ کے شلوک ۳۱۸ میں لکھا ہے کہ ترنگ نام ایک شخص جو معمولی گولا تھا اور بعد میں رانی دوا کا ایک زبردست مشیر بن گیا تھا۔

یہیں کا رہنے والا تھا۔ اور رانی کا باپ سنگھ راج جو لوہریا لوہرین کا حاکم تھا وہ بھی کھٹش قوم سے تھا دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۵۷۱-۵۷۲ ترنگ ۷ کے شلوک ۳۷۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگھ راج کی اولاد جو رانی دوا کے بعد کشمیر کے تخت پر قابض ہوئی کھٹش کہلاتی تھی

ترنگ ۸ کے شلوک ۴۰۹ میں ویرانک کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وٹشا کی وہ وادی جو بارہ مولا سے نیچے کی طرف ہے کھٹنوں کی جائے رہائش تھی۔ نوٹ ۳۹۹ کتاب ہذا میں لکھا ہے کہ اس وادی کا قدیم نام دواروتی تھا اور موجودہ دوار بدی ہے۔ یہ وادی

کھٹائی اور مظفر آباد کے درمیان وادیئے وٹشا کا ایک حصہ ہے۔ مذکورہ بالا بیانات سے

دیتے ہیں۔ جس پر دوزانو ہو کر وہ دیوتاؤں کی طاقت حاصل کر کے آسمان کو اڑ گئی تھی۔

یہ کہانی جس کا تعلق شتک پالیس (ماتری چکر) اور اس چٹان سے ہے کہیرچی کے کئی ایک مٹھوں میں آج تک بھی سنائی جاتی ہے۔

راجہ شتی نند

اب راجہ بک کا بیٹا شتی نند جس کو دیوی نے اس کے خاندان کے درخت کی جڑ خیاں کر کے قتل ہونے سے بچا لیا تھا تخت پر بیٹھا اور تیس سال

معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کا نام زمانہ قدیم میں کشش تھا آجکل کمکھ کہلاتی ہے اور دریاے وشٹا کی وادی میں جو کشمیر کے نیچے کی طرف ہے بہت سے چھوٹے چھوٹے پہاڑی سردار اور عام رعایا کا کچھ حصہ اسی قوم میں سے ہے۔ لفظ کھاکھ پہاڑی زبان سے نکلا ہوا ہے کشمیری زبان میں اس کی جمع کھاکھ ہے یہ لفظ سنسکرت کے لفظ کشش سے نکلا ہوا ہے زمانہ قدیم میں پنجاب اور اس کے گرد و نواح کے پہاڑی علاقوں میں کشش کی بجائے کھاکھ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ کیونکہ سنسکرت زبان کا حرف **श** پہاڑی زبان میں **स** اور **ह** سے بدل جاتا ہے۔ وادی وشٹا کے ان کھاکھ سرداروں نے سکھوں کے زمانہ تک اپنی نیم آزادی کو قائم رکھا تھا یہ فرقہ مہ اپنے پڑوسی فرقے بمب کے اہل کشمیر کے لئے بڑا تکلیف دہ رہا ہے دیکھو کھنگھیم کا انیشنٹ جیوگرافی صفحہ ۱۳۱۔ پٹھانوں کی حکومت کے زمانہ میں اور اس کے بعد شیخ امام الدین کے عہد میں بھی جو ۱۲۷۶ء میں کشمیر کا حاکم تھا کھاکھ لوگ لوٹ مار کرنے کی نیت سے جن راستوں سے کشمیر میں داخل ہوتے تھے ان کی بابت کشمیر میں لوگوں کو اب تک بھی بہت سی کہانیاں یاد ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں کشش لوگ بڑے زبردست لڑے تھے دیکھو شتری ور کی راج ترنگنی

تک حکمران رہا۔

راجہ وسوئند

شتی تند کے بعد اس کے بیٹے وسوئند نے جس نے سمر شاستر نامی ایک مشہور کتاب تصنیف کی تھی تخت پر بیٹھ کر ۵۲ سال ۲ ماہ حکومت کی۔

راجہ نرثانی

اس کے بعد اس کا بیٹا نرثانی اس کا جانشین ہوا اور ساٹھ سال تک

شلوک ۲۲۶-۲۵۶-۲۹۸-۵۷۱-۶۳۸-۶۷۶ پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۳۲۶ اور راج ترنگنی مصنفہ پنڈت کلہن کی ترنگ ۸ شلوک ۱۸۹۵ اور ۲۲۸۹۔

۱۸۹۱ء میں جو کشمیر کی مردم شماری ہوئی تھی اس کی رپورٹ کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھا کہ قوم کی آبادی ۲۰۲۶۷ لکھی ہے اور یہ فرقہ کشمیر کے پہاڑی مسلمان راجپوتوں کی ایک شاخ گنا جاتا ہے۔ لکھنوی زمانہ حال کی تواریخ کے واسطے دیکھو لارنس صاحب کی کتاب بنام ویلی کا صفحہ ۲۰۱۔

۱۵۵۵ء اس دریا کا اب کچھ پتہ نہیں چلنا کہ یہ کہاں ہے اور اس کا موجودہ نام کیا ہے سٹائن صاحب کو بھی اس کا کچھ سراغ نہیں ملا۔ البتہ منشی محمد الدین اپنی تاریخ کشمیر میں لکھتے ہیں اس راجہ نے اپنی آخری حکومت میں پرگنہ کھا چارہ میں نہر چندر کول جاری کرائی اتفاقاً موضع امراوکر کے پہاڑ سے ایک بھاری پتھر کے گرنے سے پانی کی روانی بند ہو گئی۔ پتھر کو ہٹانے کی بہت کوششیں کی گئیں لیکن سب اکارت گئیں آخر اس عقدہ کشائی کے لئے آپ نے عبادت شروع کی وغیرہ وغیرہ۔ سٹائن صاحب اور جگیش چندر دت کے انگریزی ترجموں کی نسبت یہ بیان زیادہ واضح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ سٹائن صاحب کے ترجمے میں لکھا ہے ایک موقع پر جبکہ وہ چندر کلیہ دریا کا رخ بدلا رہا تھا تو ایک درمیانی چٹان کے باعث جو کسی سے

حکمران رہا۔

راجہ اکش

نر کے بعد اس کا بیٹا اکش تخت کا وارث بنا اس نے بھی ساٹھ سال تک حکومت کی اور شہر اکشوال^{۱۱۷} کی بنیاد ڈالی۔

راجہ گوپا دتیہ

اس کے بعد سرزمین کشمیر معہ اپنے تمام جزیروں کے گوپا دتیہ کے قبضے میں

ہل نہ سکتی تھی کام (کھدائی) رک گیا۔ اسکی مطلب واضح نہیں ہوتا کہ کیوں دریا کا رخ تبدیل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ جوگیش چندرت کے انگریزی تریبے میں تحریر ہے۔ "ایکین وہ چندر کلیہ دریا میں اتر رہا تھا اُس کے راستہ میں ایک بڑا پتھر آگیا جو کسی سہل نہیں سکتا تھا یہ بیان بھی بالکل مہمل ہے غالباً درست یہی ہے کہ اس راجہ نے جو نہر کھدوائی تھی اس میں یہ پہاڑی چٹان گر پڑا تھا اور اس نے پانی کا راستہ روک دیا تھا۔

۱۱۷۔ ترنگ اول کے شلوک ۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راجہ کا نام ترکوٹی مہن (تین کروڑ جانوں کا قتل کرنے والا) بھی تھا۔ اور ہیرو دوتس یونانی مورخ کے سفر نامے سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے مگر ہیون سانگ اپنے سفر نامے میں اس راجہ کی بابت تحریر کرتا ہے کہ اس نے قندھار کی فتح کے موقع پر ۹ لاکھ آدمی تباہ کرائے تھے۔ جن میں سے تین لاکھ دریائے سندھ کے کنارے پر قتل کئے گئے تھے تین لاکھ دریائے ڈیوئے گئے تھے اور تین لاکھ بطور غلام اپنے فوج میں بانٹ دیئے تھے۔ دیکھو ہیون سانگ کی کتاب "سیوکی" باب اول صفحہ ۱۷۲۔

۱۱۸۔ کشمیر کی تمام قلمی کتابوں میں اس راجہ کا نام بک لکھا ہے مگر ڈاکٹر ہلز لکھتے ہیں کہ انہوں نے پونا کی مطبوعہ کتاب میں اس کا نام ایک لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اس غلطی

آئی جس کی توجہ کے باعث جو چاروں وزنوں اور تمام رسومات کی طرف پائی جاتی تھی۔ لوگوں کی نظروں کے سامنے ایک دفعہ پھر ست یک کا زمانہ پلٹ آیا۔ اس نے کھول^{۱۱۳}۔ کھاگی کا۔ ہادی گرام۔ سکند پور اور شاما جاسا اور دیگر اگر ہاڑ قائم کئے۔ اور گوپ کی پہاڑی پر جس کا موجودہ نام گواپاڈری^{۱۱۴} ہے۔ رتھو جیستھیتھو کا مندر بنوانے کے بعد اس داناراجہ نے آریہ دیش کے برہمنوں کو گوپ اگر ہاڑ دان کئے۔ اُس نے اُن آدمیوں کو جو لہسن کھانے تھے شہر سے نکال کر بھوکسو^{۱۱۵} آٹکا دیل جن برہمنوں

کی وجہ آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ستار دازبان کے حروف میں صرف **च** اور **ज** کی شکل بالکل ملتی ہے۔ اسبطج منشی محمد الدین صاحب (دگوند رگوند اہل) کو اوکتند لکھتے ہیں۔ **११** اگرچہ کلہن نے اس شہر کا کئی جگہ پر ذکر کیا ہے مگر اس کا محل وقوع ابھی تک پختہ طور پر معلوم نہیں ہوا۔ ترنگ، کے شلوک ۷۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ لونوتس سے سرنگ پورے ایک دن کی منزل پر تھا اور پدم پور (موجودہ پامپرا) اس کے راستہ پر واقع ہے۔ ترنگ، کے شلوک ۱۵۳ اور ۱۶۵ میں لونوتس کا ذکر وجیشور کے محاصرہ کے ساتھ آیا ہے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ لونوتس اور وجیشور کے درمیان کوئی بڑا نالہ تھا۔ ترنگ کے شلوک ۲۶، ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ لونوتس کا شہر ان بڑی سڑکوں میں سے کسی ایک پر واقع ہے جو کہ باہر کی طرف سے سرنگ میں آتی ہیں۔ **۱۰۹** بکیش کے مندر اور بکوتی نہر کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۱۱۰ ماتری چکریا دیوی چکر کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا نوٹ ۵۲

۱۱۱ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۲۰ اور شری ور کی راج ترنگنی کی ترنگ ۳ شلوک ۱۹۰ ترنگ ۴ شلوک ۴۵۲ سے ظاہر ہے کہ کھیری ایک نام ہے اور اس کا موجودہ نام کھرنارادو ہے اس پر گتے میں وہ سرسبز وادیاں شامل ہیں جو کہ پیر پینچال کے درہ گلاب گڑھ اور موہ سے لیکر دریائے وشاؤ تک چلی جاتی ہیں۔ موضع کرا کا نام سروے کے بڑے نقشے پر کوری لکھا ہے اور یہ اس کے نام کے پہلے حصے کی وجہ تسمیہ ہے۔ اس کے مفصل حال کے لئے دیکھو

اپنے کرم چھوڑ دیئے تھے انکو کھاس^{۱۱۸}تہ میں چلے جانے کا حکم دے دیا۔ اور ان عیوب سے پاک ملکوں سے دھرماتما برہمنوں کو بلا کر وشچکا^{۱۱۸} وغیرہ کے اگر باروں میں آباد کیا۔ چونکہ یک کے موقع پر بلی دان دینے کے علاوہ وہ کسی جانور کا مارا جانا پسند نہیں کرتا تھا اس لئے قصائد (پر شاستی) میں اُس کے لئے دُینا کے اعلیٰ نگہبان کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔

ساتھ سال چھ دن حکومت کرنے کے بعد آخر کار یہ راجہ اپنے نیک کاموں کا

وگنی صاحب کا سفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۰۴۔ شری ور کی ترنگ ۴ کے شلوک ۴۵۲ میں ذکر ہے کہ کھیری میں دونوں پر گئے یعنی دیوسرس (موجودہ دیوسر) اور اردون (موجودہ آدون) شامل ہیں اور دونوں پر گئے مل کر پرگنہ کھرنارواو بنتا ہے اور جگہ دریاٹے و شاؤ کے شمال میں ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۹۶۰-۱۱۱۸-۱۲۸۲ اور ۱۶۲۴ سے پایا جاتا ہے کہ اس علاقہ کا حکم بڑا مغرور سمجھا جاتا تھا اور کھیری کاریہ کہلاتا تھا۔ غالباً سکھوں اور ڈوگروں کے زمانہ میں بھی اس علاقہ میں شاہی خاندان کے ممبروں کو جاگیریں ملتی رہی ہیں۔ دیکھو وگنی صاحب کا سفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۰۷۔ اس بات کا کچھ پتہ نہیں چلنا کہ وہ کون کون سی جگہیں تھیں جن کا ذکر کلہن نے مٹھوں کے نام سے کیا ہے۔ کسی زمانہ میں کھروڑا میں سے کئی راستے مذکورہ بالا مقام کی طرف نکلتے تھے اور یہ اغلب ہے کہ وہ مٹھ جن کا ذکر کیا گیا ہے راستہ پر کی دھرم سالوں کے نام ہوں۔ اسی طرح شری ور نے اپنی کتاب کی ترنگ ۸ کے شلوک ۱۹۰ میں حسن شاہ کے وقت کھیری میں دھرم مٹھ کے قائم ہونے کی بابت اشارہ کیا ہے۔ اُس کھاوت کے لحاظ سے جو ہمارے سلسلہ مضمون کے ساتھ وابستہ ہے آجکل ان مقامات کا کچھ بھی نشان باقی نہیں۔

۱۱۲ اشوال کا موجودہ نام اکیل ہے اور پرگنہ کو ٹھار میں واقع ہے۔ یہ جگہ اپنے خوشنما چشموں کی بابت جن کا ذکر برنیر صاحب کے سفر نامہ کے صفحہ ۴۱۳ اور وگنی صاحب

پھل بھو گنے کے لئے سورگ لوک کو چلا گیا۔

راجہ گوکرن

اس راجہ کے بعد اس کا بیٹا گوکرن جس نے اپنے نام پر گوکرن ایشور کا مندر بنوایا تھا تخت پر بیٹھا اور ۵ سال حکومت کر کے راہی ملک بقا ہوا۔

کے سفر نامے کی جلد اول کے صفحہ ۳۴ پر ہے مشہور ہے۔ نیل مت پور ان کے شلوک ۹۱ء میں کشپال ناگ کا ذکر ہے۔

۱۳۳ کھاگی کا کا دوسرا نام کھاگی اور موجودہ نام کھاگ ہے دیکھو نوٹ ۲۹ کتاب ہذا۔ کھول غالباً وہ شہر ہے جس کا نام آجکل کھلی ہے اور پرگنہ ور میں واقع ہے ایک ٹیکا کار کے بیان کے مطابق دی گرام یا دی گرام کا موجودہ نام آرگوم ہے اور پرگنہ نگام میں واقع ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۶۷-۱۵۸۶ اور ۲۱۹۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ کئی ایک لڑائیوں کا میدان جنگ رہی ہے۔ پنڈت کانشی رام نے ۱۸۹۱ء میں اس جگہ کئی مندروں کے کھنڈرات کا بھی پتہ لگایا تھا۔

سکند پور کا دوسرا نام کھانڈور اور موجودہ نام کھنڈر ہے جو کہ ایک بڑا قصبہ ہے اور پرگنہ کوٹھار میں نگام اور تیلون کے درمیان واقع ہے۔ سروے کے نقشے پر اس شہر کا نام درج نہیں لیکن سٹائن صاحب نے ستمبر ۱۸۹۱ء میں اس جگہ کا ملاحظہ کیا تھا۔

شما جاسا کا نام ایک ٹیکا کار نے شان کا سا بھی لکھا ہے لیکن دوسرے ٹیکا کار نے اس کو شما جاسا ہی تحریر کیا ہے اور یہی درست بھی ہے صرف ساردا بھاشا کی املا کی غلطی سے شما جاسا لکھا گیا ہے۔ ایک اور ٹیکا کار نے اس کو شمین جاسو لکھا ہے مگر آجکل اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ موجودہ سانگس نام کا گاؤں ہی شما جاسا ہو مفصل

راجہ نریندر اوتیہ اول

گوکرن کے بعد اس کا بیٹا نراندراوتیہ جس کا دوسرا نام کھنکھل بھی ہے تخت نشین ہوا۔ اس راجہ نے شو بھو تیشور کے مندر بنوائے اور برہمنوں کے واسطے مستقل سدبرت جاری کر دیئے اس کے گورو اور گرنے جس پر دیوتاؤں کی مہربانی تھی اور جس کا قد عزت کے باعث بڑھا ہوا تھا (جو بڑا ذی غوث تھا)

حال کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا نوٹ ۳۷

۱۱۲۷ء ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱۰۴ سے ۱۱۱۰ء تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا درہی وہی پہاڑی ہے جس کا نام تخت سلیمان ہے اور جو سری نگر کے ٹھیک مشرق میں واقع ہے۔ ایک ٹیکا کار نے اس پہاڑی کا نام موضع گوپ کار کے نام پر گوپ کار لکھا ہے۔ یہ گاؤں جس کا موجودہ نام گوپ کار ہے تخت سلیمان اور جھیل ڈل کے درمیان شمال مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔

۱۱۵۵ء ضمیمہ کتاب ہذا کے نوٹ ۳۷ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شو بھو تیشور کی پوجا تخت سلیمان پہاڑی کے قریب علاقہ جیٹھ میں زمانہ قدیم سے لیکر آج تک ہوتی چلی آتی ہے۔ جیٹھ تیشور کا مندر غالباً جیٹھ روڈ کے پیرانے مقدس مندر کے کھنڈر پر بنایا گیا تھا۔ اس مندر کی عمارت زمانہ قدیم کے مندروں کی طرز سے ملتی جلتی ہے دیکھو فرگوس صاحب کی کتاب "انڈین آرکیالوجی" کا صفحہ ۲۸۲۔ لیکن یہ بیان کٹنگھیم اور کل صاحب کے خیالات کے مطابق نہیں ہے دیکھو جنرل اف ایشریٹاک سورسٹریٹس بمبئی یا بت ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۴۷ مندر کی کرسی اور اس کی سیڑھیاں اس سے بڑی پورانی معلوم ہوتی ہیں۔ کلہن نے جس مندر کی بابت لکھا ہے کہ راجہ گویاوتیہ کا بنوایا ہوا ہے عرصہ دراز کی شکست و مرمت سے بے باوجود ممکن ہے کہ اس کی موجودہ عمارت میں کچھ ۲۰۰ء پورانی عمارت کا بھی موجود ہو۔ ۳۶ پہاڑی کا

شواگر لیش کامند اور ماتری چکر بنوایا۔

یہ نیک نہادر اراجہ ۳۶ سال ۳ ماہ اور ۱۰ دن حکومت کر کے آخر سورگ کو سدھارا۔

راجہ یدہشٹراول

اس کے بعد نریندر ادرتہ کا بیٹا یدہشٹراول جسے لوگ اس کی چھوٹی آنکھوں کے سبب سے اندہ یدہشٹرا بھی کہتے تھے تخت پر بیٹھا۔ یہ راجہ تھوڑے عرصہ تک تو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتا ہوا اپنے موروثی ملک پر بڑی ہوشیاری سے حکومت کرتا رہا مگر کچھ مدت بعد بد قسمتی سے اس کو شاہی جاہ و جلال کا بڑا غور ہو گیا اور خوشادیوں کے دام میں پھنس گیا۔ اس کے بعد وہ اُن لوگوں کے ساتھ مہربانی نہ کرتا تھا جو اس کے مستحق ہوتے تھے نہ داناؤں کی غرت کرتا تھا اور نہ سابق کی طرح اُن لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا جو اسی کی خدمت کرتے تھے یہ کاربن چکے تھے جب داناؤں کے ساتھ جاہل

جو گوپادری ہے اس کی بابت فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ نام راجہ گوپادت کے نام سے منسوب کیا گیا تھا یا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس دشوار گزار پہاڑی پر سوائے اس مندر کے اور کسی قدیمی مندر کے کھنڈر نہیں پائے جاتے اور صرف یہی ایک جگہ ہے جہاں کہ عمارت بنائی جاسکتی ہے۔ گوپ اگر ہار (گوشالہ) اس پہاڑی کے مشرقی دامن میں اس سرسبز مرتفع پر واقعہ تھے جس جگہ آجکل موضع گوپ کار کے انگوروں اور دیگر میوہ جات کے باغ بنے ہوئے ہیں۔

۱۱۶ بھوکوٹار کا موجودہ نام بک ودر ہے۔ یہ تنگ قصبہ زمین جو کوہ سلیمان کے شمال مغربی دامن میں ہے کوہ سلیمان اور گاگری بل کے درمیان جو کہ جھیل ڈل کا ایک حصہ

نوکروں کا سا سلوک کر کے ان کی عزت کو زائل کر دیا تو وہ اس کی اس گری ہوئی حالت میں اُس سے پرے پرے رہنے لگے۔ یہ سچ ہے کہ ایک جوگی کے لئے سب کو ایک آنکھ سے دیکھنا اس کی ایک اعلیٰ صفت ہے لیکن راجہ کے لئے مستحق اور غیر مستحق کو یکساں سمجھنا بڑا عیب اور بے غوثی کا باعث ہے۔ خوشامدیوں کی صحبت نے جو اس کی خوبیوں کو بڑائیاں اور بُرائیوں کو خوبیاں ظاہر کرتے تھے اُسے رفتہ رفتہ عقل سے خارج کر دیا اور وہ عورتوں کا غلام بن گیا۔ اس کے الفاظ دل ریش ہوتے تھے۔ وہ ہر ایک کی منسی اڑاتا تھا اور اس کی بات چیت زیادہ تر خوشامدیوں کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ اُس کی تفریح طبع کے کام بھی ایسے ہی ہو کر تے تھے جو راجاؤں کی شان کے ہرگز شایاں نہ تھے اور جن سے لوگوں کے دل میں دہشت پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ بڑا متلون مزاج تھا اس لئے اس کی مہربانی کا بھی کوئی اعتبار نہ کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نوکروں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے امور میں عدم توجہی کے باعث ٹھکریل کھانے سے سلطنت میں بد انتظامی پھیل گئی۔ جب اس کے لائق اور تجربہ کار

ہے واقعہ ہے۔ اس کے نیچے کنارے پر جہاں طیفانی کا پانی اکثر چڑھ آتا ہے چند باغات لگے ہوئے ہیں اور یہ وادگ جان کے متعلق ہیں جو یہاں سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے کشمیری زبان کا لفظ وور سنسکرت کے لفظ واکا سے نکلا ہوا ہے اور اس کے معنی باغ کے ہیں۔ دیکھو نوٹ ۱۳۵ کتاب ہذا۔ سن کے ممنوع ہونے کی بابت دیکھو منو سمرتی کا ادھیائے ۵ شلوک ۵۔

۱۵۵ کھاسنہ سرنگ کے بہت ہی قریب ہے اور اس کا موجودہ نام سو در بل ہے مفصل حالات کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا نوٹ ۵۷۔ اس کے جائے وقوع کی تائید میں اور کوئی شہادت نہیں ملتی۔

مشیروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو بد باطن اور شریر امیر وزیر اس کو تخت سے معزول کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اہل دربار کی اس قدر مطلق العنانی اور راجہ کی کمزوری نے ارد گرد کے راجوں کے دل میں کشمیر پر قبضہ کرنے کا شوق پیدا کر دیا اور وہ کشمیر پر اس طرح اُگرے جس طرح گدہ مردار پر۔

اب راجہ کی آنکھیں کھلیں مگر وقت گند چکا تھا اور جس طرح دیوار سے نکلی ہوئی اینٹ کو اپنی جگہ پر قائم ہونا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح اب اس کے لئے بھی اپنے قدموں پر کھڑا ہونا مشکل تھا۔ اور اُسے اپنی سلطنت کی دیوار کو جس کی بنیاد عرصہ سے ہل چکی تھی اور اب گرنے کے قریب تھی سمجھانے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس نے اپنے باغی اُمراء سے صلح کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ راجہ کو ہمارے سارے عیوب معلوم ہو چکے ہیں اور جب وہ اپنی جگہ پر قائم ہو گیا تو ہم سب کو قتل کر دیگا۔

آخر کار ایک دن سب نے فراہم ہو کر محل شاہی کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے

۱۱۸ اس قصہ کا موجودہ نام دچی ہے اور دریائے ربیاری کے پتیلے کنارے پر واقع ہے۔ سروے کے نقشے پر اس کا نام وچی لکھا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں پنڈت کانشی رام نے اس جگہ پر زمانہ قدیم کی بنی ہوئی پتھر کی چند ٹوٹی پھوٹی مورتیاں دیکھی تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ زمانہ قدیم کا بنا ہوا ہے۔

۱۱۹ اس مندر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا نوٹ نمبر ایک ٹیکا کار کے خیال کے مطابق اکسائینی کے معنی اُس جاگیر کے ہیں جو کہ برہمنوں کے خرچ کے واسطے وقف کی جاتی تھی۔ کسی دوسری جگہ اس جاگیر کا ذکر کسی نیا کے نام سے آیا ہے جو کہ کشمیر کی نزدیکی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ شری در اپنی راج ترنگنی کی ترنگ اول کے شلوک ۴۰۸ میں ایک اس قسم کی جاگیر کی بابت ذکر کرتا ہے جو کہ زمین العابدین

نقاہوں کی خوفناک آوازوں میں لوگوں کی آہ وزاری کی آواز سنائی نہ دیتی تھی
 اُن کے ہاتھوں پر بندھے ہوئے جھنڈوں کے باعث سورج کی کرنیں نیچے تک نہ
 آ سکتی تھیں اور اس حالت میں ہر چند کہ دن کا وقت تھا تاہم محل کی چھتوں کے
 گرد تاریکی چھا گئی۔ مگر لڑائی سے معتر ز رہ کر باغیوں نے راجہ کو ملک سے نکل
 جانے کی اجازت دے دی۔ اور مصیبت زدہ راجہ جس کا اقبال اُس سے منہ
 موڑ چکا تھا بحالت مجبوری محلوں سے نکل کر اور اپنے ملک کو خیر باد کہہ کر
 جلا وطنی پر روانہ ہوا۔

لوگ جب راجہ اور اس کی رانیوں کو سڑک پر بحالت بے سرو سامانی پیدل
 چلتے دیکھتے تھے تو اُن کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہ نکلتے تھے اور اُس گرد
 میں جو ادھر ادھر پھرنے والے فوجی سواروں کے گھوڑوں کے سموں سے اڑ رہی
 تھی مل کر بٹھنے ہوئے دانوں کی شکل اختیار کر لیتے تھے مگر سنگدل اور بے رحم
 باغیوں کے دل راجہ کی اس مصیبت کو دیکھ کر بھی نرم نہ ہوئے اور اس کی

شور پور (مہارپور) واقعہ درہ پیر پنچال میں وقف کی تھی۔ جہاں پر مسافروں کو بغیر کسی امتیاز
 کے کھانا مفت ملتا تھا۔ اور اس نے اس کو اُن ستر اچھن کے نام سے تعبیر کیا ہے جو کہ
 ہمارے اوجھنم ان دانم کے عین مطابق ہے۔ مقابلہ کے لئے دیکھو ترنگ ۲ شلوک ۵۸۔
 ترنگ ۸ شلوک ۱، ۵۔ اور شری ور کی کتاب ترنگ اول شلوک ۴۰، ۲۔ لفظ "اکسی نی" بھی
 لفظ "کیا نو" کا ہم معنی ہے۔ جس کا مطلب دوامی وقف شدہ جاگیر ہے۔ اور
 جن کا ذکر ناسک غار کے کتبوں اور اور جگہ بار بار آیا ہے دیکھو انڈین اینٹی کوٹی بائی
 صفحہ ۱۶۷۔ اسی قسم کی جاگیریں آج تک ہندوستان کے مختلف حصوں میں کئی ایک
 دھرم مثالاؤں کے ساتھ قائم ہیں مثلاً جموں کا رگنا تھ جی کا مندر جہاں پر سداسرت کے
 نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح جہلم راؤڈ پر کشمیر کی طرف جانے والے فیروں۔ یاتریوں اور

کئی ایک حسین رانیوں اور خزانہ کو چھین کر لے گئے جس طرح پہاڑ کی چوٹی سے اکھڑ کر گرنے والے درخت کے پھل اور پتے پتھروں اور پہاڑ کی چٹانوں سے ٹکرا کر جھڑ جاتے ہیں ٹھیک یہی حالت اس وقت راجہ کی تھی۔

راجہ جب پہاڑی اور دشوار گزار راستوں پر چلتا ہوا تھک کر کسی درخت کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ جاتا تو پہاڑ کے قدرتی اور دلفریب نظاروں سے اس کا غم کسی قدر غلط ہو جاتا اور روزمرہ کے کوچ اور مقام کی مصیبت کا بوجھ اس کے دل سے ہلکا پڑ جاتا تھا مگر جونہی کہ گھاٹیوں کے رہنے والے لوگوں کے شور و غل کی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی تو وہ چونک پڑتا اور دشمن کی آمد سمجھ کر اپنے آپ کو بچانے کے لئے کسی کھد میں جا چھپتا۔ اس کی رانیاں جو کنول پھول

مسافروں کو درہ بانال اور مقام بونیار پر مرگ باشی مہاراجہ جوں کی وقت کردہ جاگیر کی آمدن کے ایک حصہ سے آجکل بھی خوراک وغیرہ بطور خیرات کے ملتی ہے۔

۱۹ (ب) ایک ٹیکا کار کے بیان کے مطابق یہ عرصہ ۱۰۲۴ سال کا تھا اور دو اور ٹیکا راجاؤں کی تعداد ۳۸ قرار دیتے ہیں یہ تعداد اس طرح پر حاصل ہوتی ہے کہ یہ ہشت اول اور ان تیس راجاؤں کے ساتھ جن کا عہد حکومت بیان ہوا ہے ان ۱۷ راجاؤں کو ملا لیا جائے جنکے نام کا ذکر گونند ثالث سے پہلے ہو چکا ہے۔

اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مجموعہ سنین و تعداد راجگان میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا کیونکہ گونند ثالث سے لیکر نریندر ادتیہ اول تک عہد حکومت کا حقیقی طور پر بیان کیا ہوا مجموعہ ۹۶۷ سال ۵۸ اور ۲۹ دن ہوتا ہے بجا ایک ایک ٹیکا کار نے اس تعداد کو ۹۶۸ سال ۵۲ اور ۲۳ دن رکھا ہے اس سے باقی ماندہ ۱۸ راجاؤں کا عہد حکومت زیادہ سے زیادہ صرف ۵۶ سال رہ جاتا ہے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ خواہ کسی نے بھی اس شلوک کا اضافہ کیا ہو اس کا منشا گونند ثالث

کی خوشنما کوٹیلوں کی مانند تازک تھیں جب جنگل میں کلنٹے دار جھاڑیوں سے گذرتی اور پھسلنے والے پتھروں پر سے ندیوں کو عبور کرتی تھک کر زمین پر بیٹھ جاتیں تو اپنے سر گھٹنوں پر رکھ کر غش کھا جاتی تھیں جب وہ کسی بلند پہاڑ کی چوٹی سے اپنے دور پیچھے رہے ہوئے ملک کی طرف دیر تک ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہنے کے بعد اس کی طرف پھول پھینک کر اور سرد آہ بھر کر آخری الوداع کہتی تھیں تو اس وقت جنگلی

سے یدہشٹر اول تک کے عہد حکومت کی مجموعی طوالت بیان کرنے کا تھا۔ لیکن دونوں ٹیکا کاروں کے رو سے یہ مجموعہ کلہن کے سلسلہ تاریخ کی بنا سے مطابقت نہیں کھاتا۔ ترنگ ۱ کے شلوک ۴۸ سے واضح ہوتا ہے کہ گوئند اول سے یدہشٹر اول تک راجاؤں نے ۲۲۶۸ سال مجموعی طور پر حکومت کی۔ ترنگ ۱ کے شلوک ۵۴ میں جن ۵۲ عدم پتہ راجاؤں کا ذکر ہے۔ ان کے ۱۲۶۶ سالہ عہد حکومت کو اس مجموعہ سے نفی کر دیا جائے تو اس ترنگ میں گوئند ثالث سے آگے کی طرف مجموعی عہد حکومت صرف ۱۰۰۲ سال باقی رہ جاتے ہیں۔ اس تعداد کے خلاف اس شلوک میں جس پر یہاں بحث کی گئی ہے ۱۰۱۴ یا ۱۰۲۴ سال ۹۵۹ سال ۹ دن یعنی ۱۲ یا ۲۲ سال چند ماہ کا اضافہ نظر آتا ہے۔ رٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ ٹرائٹر صاحب کی طرح میں بھی اس اختلاف پر کچھ روشنی نہیں ڈال سکتا کیونکہ انہوں نے ترنگ ۱ کے صفحہ ۳۹۶ پر اس معاملہ پر کافی بحث کی ہے۔ یہ امر اعلیٰ ہے کہ یہ شلوک اور اسی قسم کے دوسرے خلاصے جو ترنگ ۲ و ۵ تاء کے اخیر میں پائے جاتے ہیں ان کا اضافہ بعد میں ہوا ہے۔

۱۰۲ سال کے مجموعہ سے گوئند ثالث سے زیندر ادتیہ تک کے مذکورہ بالا عرصہ حکومت کو خارج کر دیا جائے تو ایک ٹیکا کار کے خیال کے مطابق یدہشٹر اول کا عہد حکومت ۳۴ سال ۳ ماہ ایک دن اور دوسرے کے مطابق ۳۳ سال ۹ ماہ ۷ دن رہ جاتا ہے۔

پرندے بھی جو پہاڑی ندی نالوں کے کناروں پر بیٹھے ہوئے ان کی مجنونانہ حرکت کو دیکھتے تھے بے اختیار چلا اُٹھتے اور پروں کو زمین پر پھیل کر اپنی چونچیں انہیں چھپالیتے تھے۔

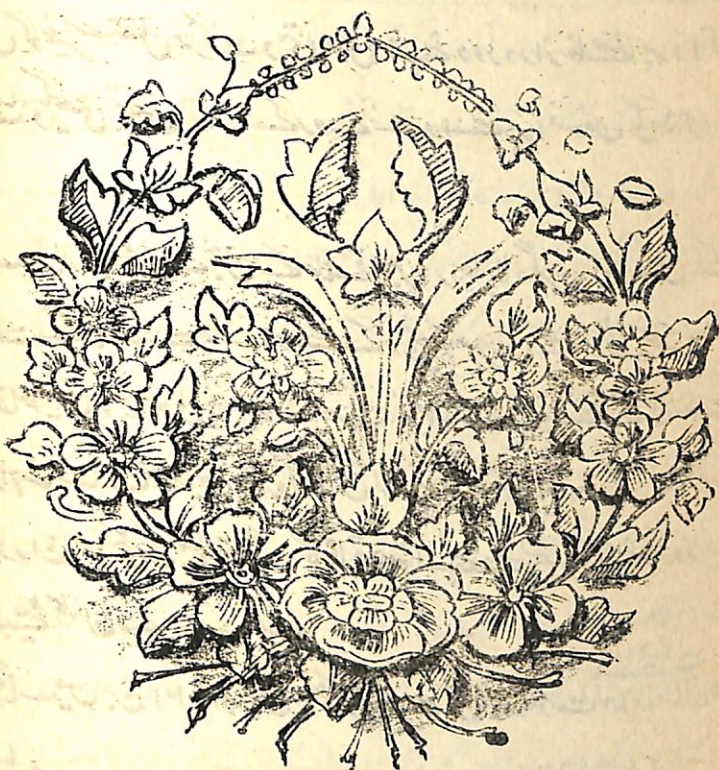
رائیوں کے دوپٹے اُن کے سروں سے کھسک کر چھپاتیوں پر گرے ہوئے اور ان کے ہاتھ سروں سے اوپر اُٹھے ہوئے ہوتے تھے اس حالت میں جب وہ اپنے شانوں کو غیر مستقل حرکت دیتی ہوئی اپنے دور دراز فاصلے پر واقع محل کی طرف دیکھتی تھیں تو ان کے رونے سے راستے پر آنسوؤں کی ندی یہ نکلتی تھی۔

ان نیک دل راجاؤں نے جن کے علاقے میں راجا پناہ گزین ہوا اُس کے غم اور سلطنت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کے رنج کو مہربانی سے اپنی پختہ دوستی مناسب الفاظ میں دی ہوئی تسلیوں اور اُن توجہات کے ذریعے جن کی رو سے وہ اس کی خواہشات کے مطابق بلا روک عمل کرتے تھے دور کیا۔

پیشاں پر راج ترنگنی کی پہلی ترنگ کا خاتمہ ہوتا ہے جسے کشمیر کے مشہور وزیر چمپک کے بیٹے کلن نے مرتب کیا۔

اس ترنگ میں جن ۲۱ راجاؤں کا ذکر آیا ہے اُن کا عہد حکومت ۱۰۱۲ء تا ۱۱۹ء

اور ۹ دن رہا۔



مکمل راج ترنگنی

دوسری ترنگ

شوجی کے جسم کی اُس ترکیب کو جس کا آدھا حصہ اسنری (پارتی) اور آدھا پرش (شوجی) کا ہونا اُس شخصیت کے قابل بناتا ہے جو مختلف چیزوں کے مجموعہ کا شوق رکھنے کے باعث اپنے پہلو میں بکری اور بیل کے سینگوں کی کمان اور اپنے گن (گنیش جی) کو جس کا آدھا جسم آدمی اور آدھا مانتھی کا ہے لئے ہوئے ہے میری نمسکار ہو۔

راجہ پرتاب ادتیہ اول

بڑھاپے کے عالم اور بزرگ رشیوں کی صحبت سے موثر ہو کر راجہ یدہنڈرنے اپنی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش بالکل چھوڑ دی اور اپنے ملک (دشنے) کے ساتھ پانچوں خواہشات (وشیوں) کو بھی ترک کر دیا۔ مگر بعض مصنفوں کا بیان ہے کہ وہ اپنے ملک کو دوبارہ حاصل کرنے کے خیال میں ارد گرد کے راجاؤں کے پاس جا کر مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور کچھ عرصہ کے بعد اُسکے وزیر نے اسکو گرفتار کر کے مقام ^{نیلے گلا} ^{نیلے گلا} لے کر لایا۔

۱۲۰ ورگا گلا کا موجودہ نام ورگ جن ہے اور سری نگر کی ملحقہ آبادی ہے جو تخت سلیمان

میں قید کر دیا اور پرتاب اوتیہ نامی ایک شخص کو جو بکرم اوتیہ کا رشتہ دار تھا بلو اکر کشمیر کے تخت پر بٹھا دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بکرم اوتیہ وہی بکرم اوتیہ^{۱۲۱} ہے جو شکس کا دشمن (شاکاری) تھا مگر یہ غلط ہے۔

اس وقت سے لیکر کشمیر کے ملک پر جو گھر کی نا اتفاقی کے باعث تباہ ہو رہا تھا ہر ش^{۱۲۲} وغیرہ دوسرے ملکوں کے راجہ راج کرتے رہے۔

جس طرح ایک نئی دہن سسرال کے گھر میں آکر تھوڑے ہی دنوں میں سب کے ساتھ اس طرح ہل بل جاتی ہے گویا کہ وہ پیدا ہی اس جگہ ہوئی تھی اس طرح یہ راجہ اگرچہ غیر ملک اور غیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر کشمیر کے تخت پر بیٹھ کر اس نے اسی خوش اسلوبی سے حکومت کی گویا کہ یہ اس کا جدی ملک تھا۔

راجہ جلوس

جب راجہ پرتاب اوتیہ ۳۲ سال حکومت کرنے کے بعد ویناٹے قانی سے

کے مغربی دامن اور درہ جمیل ڈل کے درمیان واقعہ ہے سرری نگر کے بعض آدمیوں کو اس وقت بھی ورگ جن میں ایک راجہ کے قید ہونے کی کہانی یاد ہے۔

^{۱۲۱} اس شلوک پر ڈاکٹر ہلنز نے اپنی کتاب انڈین اینٹی کوئی فصل ۱۹ صفحہ

۲۶۱ پر پورے طور سے بحث کی ہے۔ کلہن وکرا دتہ شکاری سے مراد اس راجہ سے لیتا ہے جس کی شک قوم پر مفروضہ فتح کی بنا پر شک سمت کے متعلق پورانی لیکن غلط تفسیری قائم ہو چکی ہے دیکھو ایم مولر کی کتاب "انڈیا" صفحہ ۲۹۱۔ شک سمت کی ابتدا (شک) اور اس سال (۱۸۰۰ قبل مسیح) کے درمیان جبکہ کلہن پرتاب دتہ اول کی تخت نشینی کا ذکر کرتا ہے ۲۵۸ سال کا فرق ہے۔ ممکن ہے یہی وجہ ہو جس نے کلہن کو

عالم جاو دانی کو سدھارا تو اس کے پیٹے جلوکس نے تخت سلطنت کو زینت بخشی یہ راجہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا بڑی شان و شوکت سے اسی کے برابر یعنی ۳۲ سال تک حکومت کرتا رہا۔ ان دونوں راجوں کا عہد حکومت تمام خوبیوں میں ایک دوسرے کے برابر تھا۔ اگر باپ آفتاب کی طرح دنیا بھر کو منور کرتا رہا تھا تو بیٹا بھی بدر کے چاند کی طرح تمام رات نور کی بارش کرتا رہا۔

راجہ تنجن اول

جلوک کے بعد اُس کا بیٹا تنجن کشمیر کے تخت پر بیٹھ کر داد حکمرانی دینے لگا اور اس کی رانی بھی جس کا نام واک پشٹا (صادق القول) تھا اور جس کو دیوتاؤں نے در دیئے ہوئے تھے کاروبار سلطنت میں اس کی پوری معاون و مددگار تھی۔ جس طرح شوجی کے سر کو گنگا اور چندرمان زینت دیتے ہیں اسی طرح کشمیر کے تخت پر یہ دونوں راجہ اور رانی جلوہ افروز تھے۔ اور جس طرح سجلی اور

پرناب دتہ کے رشتہ دار کو کرامادیتہ شکاری قرار دینے کے خیال سے باز رکھا ہو۔

۱۲۲ھ یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس جگہ جس ہرش کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کس ہرش سے

مراد ہے یہ راجہ اوجین کاراجہ ہرش جس کا نام بکرم آدیتہ بھی تھا ہو نہیں سکتا۔ اس بکرم آدیتہ کا ذکر کلہن نے ترنگ ۳ کے شلوک ۱۲۵ میں ماترگپت کے ساتھ کیا ہے اور اس کے اپنے حساب کے مطابق یہ زمانہ پرتاب آدیتہ سے ۲۶۸ برس پہلے کا ہے۔ یعنی اس کی تخت نشینی کی اصلی تاریخ چھٹی صدی مسیح کے پہلے نصف میں پڑتی ہے۔ اگر اس راجہ کو قنوج کاراجہ ہرش جس کا نام ہیون سانگ کی کتاب اور دیگر کتابوں میں ہرش وردھن آیا ہے دیہ راجہ ۶۷۷ء سے لیکر ۶۸۵ء تک حکمران تھا) قرار دیا جائے تو اس سے

بادل دونوں مل کر اندر کے دھنش (قوس و قزح) کو جس میں مختلف قسم کے رنگ (ورن) ہوتے ہیں قائم رکھتے ہیں اسی طرح یہ دونوں ملک کشمیر کو جس میں مختلف قوئیں (ورن) آباد ہیں رونق بخشتے تھے۔ انہوں نے تیج ایشور کا مندر جو ملک کی رونق تھا اور کنکا کا شہر تعمیر کرایا۔ یہ ان کی اقبال مندی کا ایک خاص نشان تھا کہ مدور راج کے ایک علاقہ میں جہاں سخت گرمی پڑتی ہے جو باغ انہوں نے لگوائے وہ کشمیر کے دوسرے علاقوں کی طرح پھل دیتے تھے۔ اس راجہ کے عہد میں چندر کا شاعر نے جو دوٹے پائٹن رشی یعنی بیاس جی کی نسل سے یا اُس کا اوتار مانا جاتا تھا ایک ڈرامہ نیا رکیا جس کو تمام لوگوں نے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا۔

قحط عظیم { ان کے عہد میں ملک کشمیر پر ایک بڑی بھاری آفت نازل ہوئی اور اس سے رعایا کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آفت ان نیک دل حکمرانوں کی روحانی طاقت کی عظمت کو آزمانے کے لئے دیوتاؤں نے بھیجی تھی۔

تاریخ میں ویسی ہی الجھن پڑ جاتی ہے جیسی کہ میہر کل کے زمانہ حکمرانی قائم کرنے میں پڑتی ہے۔ ۱۲۳۳ء تیج ایشور کے مندر کا پختہ پتہ نہیں ملتا اگر تیج ایشور اپن یعنی تیج ایشور کی مٹی کا نام (جس کا ذکر ترنگ ۶ کے شلوک ۱۹۰ میں آیا ہے) اس مندر کے نام پر مشہور ہوا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ مندر یا تو سری نگر میں یا اس کے آس پاس ہی کسی جگہ بنا ہو گا۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۵۶ میں وراٹا مولا (بارہ مولا) کے وشنو دھارتی تھ کے نام کے ساتھ تیجیش تیرتھ کا ذکر آیا ہے۔

۱۲۳۵ء کنکا کا موجودہ نام آئے ہے یہ قصبہ دریائے ویشٹا کے دائیں کنارے پر پرگنہ ولریں آباد ہے سروے کے نقشے پر قصبہ کے کی آبادی چاچپور سے ملتی ہے۔

بھادوں کے مہینے میں جب تمام ملک میں شالی (چاول) کی فصل پکنے کو تیار تھی تو اچانک سخت برف باری شروع ہو گئی۔ (ملک کشمیر میں دہان کی کٹائی کا موسم عام طور پر ماہ کا تک کا شکل پکش ہے) اور اس برف کے نیچے جو اپنی سفیدی میں موت کے خنجرہ دندان نما کی طرح تھی لوگوں کی امید زیست کے ساتھ ساری کی ساری فصل دب کر تباہ ہو گئی۔ اس وقت ایک بڑا بھیانک قحط پڑا جو دوندخ کی مانند تھا اور اس میں فاقہ کش لوگ رحوں کی طرح ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ بھوک کے ہاتھوں سے تنگ آ کر یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ہر ایک کو اپنے ہی پیٹ کی پٹری ہوئی تھی اور اُس پر بھوک سے مرنے ہوئی بیوی بچے یا باپ کی منت و زاری کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ عورت خاوند کی محبت جاتی رہی۔ باپ بیٹے کا پیار اٹھ گیا اور بزرگوں کا ادب و لحاظ ہر ایک کے دل سے جاتا رہا۔ لوگ مارے بھوک کے خوراک حاصل کرنے کی خود غرضانہ تلاش میں مصیبت کے تیز نگاہ کا نشانہ بنے ہوئے شرم۔ تمکنت اور عالی نسی کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ باپ اپنے سوکھ کر کاٹھا بنے اور مرتے ہوئے بیٹے کو باوجود اس کی

۱۲۵ زمانہ قدیم سے لیکر آج تک کشمیر کا ملک دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا رہا ہے جنکے

جدید نام کمراز اور مرزا ہیں اور یہ دونوں نام کمرراج اور مدوراج سے اخذ کئے ہوئے ہیں جنہیں کلہن اور اس کے بعد کے مورخوں نے استعمال کیا ہے۔ آج کل کمراز کا علاقہ وہ گنا جاتا ہے جس میں سرئی نگر سے پچھلی طرف و تشٹا کے دونوں جانب کے پرگنے شامل ہیں۔ اور مرزا اس علاقے کا نام ہے جس میں اس کے بالائی پرگنے شامل ہیں۔ ان دونوں علاقوں کی حد کا صحیح اندازہ ابوالفضل کی فہرست پرگنہ جات سے ہو سکتا ہے۔ دیکھو آئین اکبری جلد ۱ صفحہ ۳۶۸۔ اور راج ترنگنی کے مختلف بیانات سے بھی پایا جاتا ہے کہ کلہن کے وقت میں بھی یہی تقسیم پہلے سے موجود تھی۔ جنرل کننگھم نے اپنی کتاب "انیشٹ جیوگرافی" کے

نگار منت وزاری کے یا بیٹا باپ کو اسی حالت میں چھوڑ کر اپنی خوراک کی تلاش میں نکل جاتا تھا۔ لوگوں کے بھیانک جسموں میں محض پٹھے اور ہڈیاں نظر آتی تھیں جنہیں خود غرضی سے قائم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور خوراک پر بھوتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے سے گالی گلوچ کرتے۔ بھوک کے مارے سوکھ کر کاٹھا ہوئے ہوئے اور ان کی شکلیں ڈراونی نظر آتی تھیں۔ ان کی آنکھیں ادھر ادھر حرکت کرتی رہتی تھیں اور ہر شخص دوسرے تمام جانداروں کی پرواہ نہ کر کے صرف اپنی ہی جان بچانے کی کوشش میں تھا۔

اس ناقابل برداشت مصیبت کے وقت صرف ایک راجہ ہی تھا جس کے دل میں رحم موجود تھا۔ اس نے اپنی حفاظت کا خیال بالکل چھوڑ دیا اور اس کی ساری توجہ رعایا کی حفاظت کی طرف مبذول پائی جاتی تھی۔ اس کی ترجم آئینز نگاہیں لوگوں کی مایوسی اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے سنجوئی بوٹی اور چٹمانی کا کام دے رہی تھیں اس نے اپنے خزانہ اور امیروں اور وزیروں کے مشترکہ روپیہ سے دوسرے

صفحہ ۹۴ پر جدید اصطلاحات کے عام معنی صحیح طور پر ظاہر کئے ہیں مگر دریائے ویشٹا اور سندھو کے مقام اتصال پر جو اس نے اس علاقہ کی حد قائم کی ہے یہ اس کی غلط اطلاع یا بی پر مبنی ہے۔ بعض مورخوں نے کمران سے مراد معدود معنوں میں ان سات پرگوں سے لی ہے جو وادی کشمیر کے بعد شمال مغربی حصہ میں واقع ہیں اور جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ کھوئی ہوم۔ زین گر۔ لولاؤ۔ اُتر۔ مچ پور۔ حمل۔ اور گردین۔ پروفیسر بولہرنے اپنی رپوٹ کے صفحہ ۱۱ پر جن مختلف بیانات کا حوالہ دیا ہے ان کی اس سے توضیح ہوتی ہے۔ سرینگر کے بعض پٹنوں کو یہ بات معلوم ہے کہ دور راج اور مہراج دونوں ایک ہی علاقے کے نام ہیں۔ ڈاکٹر ہلرنش نے اپنی کتاب "انڈین اینٹی کوٹی" کے باب ۱۹ کے صفحہ ۲۶۲ پر بھی اسکو

ملکوں سے غلہ منگو کر لوگوں میں تقسیم کیا

اس طرح پرشب و روز اپنی رانی سمیت لوگوں کے اندر نئی زندگی داخل کرنی شروع کی کوئی شخص خواہ جنگل میں ہو یا شمشان میں۔ سڑک پر ہو یا گھر میں بھوکا نہ رہنے پاتا تھا (قدرت کا مقابلہ کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے سار کا سارا غلہ جو باہر سے منگوایا گیا تھا صرف ہو گیا) جب راجہ نے دیکھا کہ اب خزانہ بھی خالی ہو گیا ہے تو اس کا دل ٹوٹ گیا اور ایک رات بڑی مایوسی کے عالم میں اپنی رانی سے کہنے لگا۔ یہ مصیبت جس کا اب کوئی علاج نہیں معلوم ہوتا ہے کہ محض ہمارے ہی کسی گناہ کے عوض بے گناہ رعایا پر نازل ہوئی ہے۔ میری رعایا آنکھوں کے سامنے بھوک اور مصیبت کے ماتھوں، تباہ ہو رہی ہے اور میرا فرض ہے کہ میں اس کو بچاؤں مگر مجھ سے کچھ نہیں بن پڑتا مجھے اپنی اس مجبوری پر شرم آتی ہے۔ اگر میں اس مصیبت کے وقت اپنی رعایا کو جس کا کوئی سہارا نہیں رہا اور جو بدترج اپنے رشتہ داروں کو بھی چھوڑتی جاتی ہے بچا نہیں سکتا تو پھر میرا زندہ رہنا فضول ہے۔ جہاں تک بخوبی واضح کر دیا ہے۔

۱۲۶ کبوتروں کا کھانا چونکہ ممنوع ہے دیکھو پدم پوران جلد اول باب ۵۶ صفحہ ۳۳

اس لئے کلہن نے اس کی تشریح کرنی ضروری سمجھی ہے۔

۱۲۷ کتی مش کا موجودہ نام کیا موہ اور رامش کا راموہ ہے۔ ان میں سے اول الذکر

پرگنہ ادول میں دریائے وشوک (وشاؤ) کے مغربی کنارے پر ایک آباد گاؤں ہے۔

ستمبر ۱۸۹۵ء میں سٹائن صاحب نے اس گاؤں کی بڑی بڑی زیارت گاہوں کے قریب چند

پورانی پتھر کی سلیں دیکھی تھیں۔ راموہ ایک کسی قدر آباد قصبہ ہے جو سرینگر سے سو پانچ

کی طرف جانے والی سڑک کے قریب نصف راستہ پر واقع ہے۔ اس گاؤں کے گرد

مجھ سے ہو سکتا تھا یہ کوشش کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک کسی ایک جان کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ مگر اب چونکہ خزانہ بھی خالی ہو گیا ہے اور ملک کی پیداوار جو بکثرت ہوتی تھی تباہ ہو چکی ہے اس لئے اب کوئی ذریعہ غریب رعایا کو جو مصیبت کے بے تہاہ دریا میں غرق ہو رہی ہے بچانے کا دکھائی نہیں دیتا۔ اگرچہ سورج نکلتا ہے مگر بادلوں میں گرا رہتا ہے اور دنیا پر چاروں طرف قیامت کی رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ پہاڑوں کے راتے برف سے بند پڑے ہیں۔ اور لوگوں کے لئے ملک سے نکل جانا ناممکن ہے اور جس طرح گھولنے کا منہ بند ہو جانے سے جانور بے بس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بچائے بھی اب مجبور ہیں۔ رانی! تو دیکھتی ہے کہ اس مصیبت کے زمانہ میں بڑے بڑے بہادر۔ لائق پنڈت اور دانا لوگ بھی حوصلے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ روئے زمین پر کونسا ایسا ملک ہے جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ پیداوار نہیں ہوتی۔ کونسا ایسا ملک ہے جس کو ایسے قابل تعظیم آدمیوں کی جو اپنے ارد گرد امرت کی برکھا کرتے رہتے ہیں موجودگی کا فخر نہیں۔ کس ملک میں ایسے آدمی نہیں جو متواتر

جو زمین ہے وہ کچھ عرصہ تک دس خاندان کی جو سرنگر کے برہمنوں کا ایک قبیلہ ہے جاگیر رہ چکی ہے۔ سٹاین صاحب لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کے قریب ایک مشہور چشمہ کے پاس اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مجھے چند پورانے سنگتراشی کے نمونے ملے۔ اس مقام کا ذکر ترنگ کے شلوک ۲۸۱۳ میں بھی آیا ہے۔

۲۸۱۳ء واک پشٹا توڑی یعنی واک پشٹ کے جنگل کے محل وقوع کا کچھ پتہ نہیں چلتا اس جگہ کا دوبارہ ذکر جو سراج کی کتاب کے شلوک ۳۴۳ میں آتا ہے کہ یہاں پر شاہزادہ علاؤ الدین المعروف بہ ایشور کا مقابلہ ایک جادوگر نے سے ہوا تھا۔ چونکہ موخر الذکر کی بات ذکر آیا ہے کہ وہ گری گھور میں رہتی تھی اس لئے واک پشٹا توڑی کی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئے

خدتوں سے اپنے مالک کی نگاہوں میں اپنے آپ کو مغر زبا کر ترقی کے راستے نہیں نکال سکتے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے آدمیوں میں سے صرف وہی لوگ جن کی قسمت اُن سے منہ موڑ چکی ہے باوجود اپنی تمام خوبیوں کے کشمیر کے ملک میں چھپے بیٹھے ہیں۔ چونکہ اب کسی طرف سے مدد کی امید باقی نہیں رہی اور میں اپنی مصیبت نہ رعایا کی تباہی دیکھ نہیں سکتا اس لئے اب میرا پختہ ارادہ چل مرنے کا ہے۔ وہ راجہ نہایت ہی خوش قسمت ہیں جو رات کے وقت بے فکری سے پاؤں پسا کر سونے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیتے ہیں کہ ان کی رعایا جیسے وہ اپنے بال بچوں کے برابر عزیز سمجھتے ہیں اپنی اپنی جگہ آرام سے ہے۔“

یہ کہہ کر رحم دل راجہ اپنا منہ کپڑے سے ڈھانپ کر بستر پر گر پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

ہوا بالکل بند تھی اور شمع بڑی شانتی کے ساتھ جلتی ہوئی رانی کی طرف متوجہ تھی اس وقت اُس نے بڑی دلجوئی کے ساتھ راجہ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ اے راجہ! رعایا کے افعال بد کی وجہ سے آپ کے اندر خیالات کا یہ کیسا کہ وہ کہیں پہاڑ کے قریب واقع ہو گا۔ پنڈت گوئند کول کا خیال ہے کہ واک پشٹا تو ہی اس علاقہ میں واقع تھا جہاں آجکل موضع وٹو آباد ہے۔ یہ گاؤں پرگنہ کہرنار واو میں اس پہاڑ کے دامن کے قریب جو دو گلاب گڑھ کے نیچے ہے واقع ہے۔ سٹاین صاحب لکھتے ہیں کہ میں ستمبر ۱۸۹۱ء میں اس مقام پر پہنچا لیکن وہاں ان روایات کے متعلق مجھے کچھ تصدیق حاصل نہ ہوئی۔ ان دونوں ناموں کے تلفظ کے باہمی تعلقات بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔

۱۲۹ مہابھارت کی جن کہانیوں کا حوالہ اس جگہ دیا گیا ہے ان کے لئے دیکھو ٹرائل

صاحب کے نوٹ اور خلاصہ متعلقہ راج ترنگنی میزبان فرانسیسی کا باب اول صفحات ۵۷ تا ۶۱

القلاب پیدا ہو گیا ہے کہ آپ ایک معمولی شخص کی طرح خود بخود ایک ایسے کام کو کرنے کی خواہش کرتے ہیں جو بہادروں کے شایان نہیں، اگر بڑے آدمیوں میں اُن مصیبتوں کو جن کے سامنے معمولی آدمی حوصلہ مار کر بیٹھ جلتے ہیں دور کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو ان کی بڑائی کا نشان ہی کیا تھا۔ جو راجہ سچے دل سے اپنے فرائض کو پورا کرتے ہیں اُن کے سامنے یم راج کی توہستی ہی کیا ہے اندر اور برہما وغیرہ دیوتا بھی اُن کے حکم سے باہر نہیں ہو سکتے۔ جس طرح عورت کا فرض اپنے پتی برت و دھرم کا پالنہ کرنا اور وزیرا کا فرض اپنے راجہ کا وفادار رہنا ہے اسی طرح راجہ کا فرض ہے کہ اپنی ساری توجہ اپنی رعایا کی حفاظت کی طرف مبذول کرے۔ سو امی جی! اُٹھئے! امیر اکنتا آج تک کبھی غلط نہیں گیا اے رعایا کے محافظ! اب آپ کی رعایا کو بھوک کے ماتھوں کسی قسم کا خطہ باقی نہیں رہا۔“

دھرم آتما رانی جیب مذکورہ بالا گفتگو کر رہی تھی تو اُس وقت اُس کا خیال پورے طور پر دیوتاؤں کے چرنوں میں رگنا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک گھر کی اور مہا بھارت پر ۱۲ ادھیائے ۷۹ کا شلوک ۳ اور پرپ اول ادھیائے ۶ بشلوک ۱ تارکش یعنی گرگ کے ماتھوں سے سانپوں کی تباہی کی بابت دیکھو نوٹ نمبر ۱۴ کتاب ہذا۔ جیمت و این کے ماتھوں سے سانپوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق کتھا سار ادھیائے ۱۲ بشلوک ۲۴ میں ایک قصہ درج ہے۔

۱۳۵ بھوتیش اور جیش کے جائے قیام کے متعلق دیکھو نوٹ نمبر ۱۴ وغیرہ کتاب ہذا وردہ ہی نیش کے مندر کے متعلق مقامی روایت ہے کہ یہ دریا ئے و تشٹا کے دائیں کنارے پر اُس جگہ واقع تھا جہاں آج کل شہر سرنگ کا محلہ گپت یا یعنی گنیش گھاٹ واقع ہے اس روایت کی تائید و تشٹا مہاتم کے ادھیائے ۱۷ شلوک ۲۷ میں بھی ہوتی ہے جہاں

چھت پر بے جان کبوتروں کے ڈھیر کے ڈھیر آگرے اور راجہ نے صبح کے وقت جب یہ تعجب انگیز نظارہ دیکھا تو اس نے خود کشی کا ارادہ ترک کر دیا اور لوگ اُن کو دلی جو ہر روز خود بخود ان کے گھر میں پہنچ جاتے تھے گذارہ کرنے لگے۔

درحقیقت یہ کبوتر^{۱۲۶} تھے بلکہ کسی اور قسم کی خوراک تھی جو اس پتی برتا دیوی نے اپنی روحانی طاقت سے رعایا کی جان بچانے کے لئے ہم پہنچائی تھی کیونکہ جس کے دل میں تمام جانداروں کے لئے رحم بھرا ہوا ہو اس کی پاک زندگی پر کسی جاندار کے مارنے کا دھبہ ہرگز نہیں آ سکتا۔

اسی اشنا میں رانی کی بے عیب زندگی کی طرح آخر کار آسمان بھی صاف ہو گیا اور راجہ کے غم کے ساتھ قحط جاتا رہا۔

اس کے بعد اس نیک دل رانی نے برہمنوں کے واسطے رامش اور کتی مش (جو اپنی دولت اور خوشحالی کے لئے مشہور ہیں) کے اگر ہمارا مقرر کئے اور جب یہ راجہ ۳۶ سال راج کرنے کے بعد سورگ کو سدھارا تو اس نے بھی چتا کی آگ کے شعلوں میں جو اس کے واسطے کنول کے ریشوں سے بنی ہوئی بستر کی چادر سے

مذکور ہے کہ وردھانیش گنی پتی کے تیرتھ یعنی گنپت یار کے عین قریب واقع ہے۔^{۱۲۷} کے قریب اس حصہ شہر کے پروہتوں نے لیبار گھاٹ کے متصل وردھانیش کے نام پر ایک مختصر سا نیا مندر تعمیر کیا تھا اس مندر میں جو قدیم لنگ موجود ہے اُس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے پورانے مندر میں ہی ہوا کرتا تھا لیکن جب اسے حاصل کیا گیا تو یہ ایک مسجد میں دیوٹ کا کام دیا کرتا تھا۔ اس مسجد کی دیواروں میں بھی زمانہ قدیم کی تراشی ہوئی سلیں لگی ہوئی ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ وردھانیش کے پورانے مندر سے حاصل کی گئی تھیں۔

۱۲۸ کشمیر کے بعض برہمنوں میں آج تک بھی یہ رواج پایا جاتا ہے کہ دوج اور

مشابہ تھے بیٹھ کر اپنے شوہر کی آتش فراق کو ٹھنڈا کیا رکنول کے دُنٹھلوں کے ریشے بطور سرد صناد کے استعمال کئے جاتے ہیں اسی طرح سے کلہن نے انکو آگ کے شعلوں سے نسبت دی ہے) وہ جگہ جہاں یہ نیک طینت رانی ستی ہوئی تھی داک پشٹا تو سی کے نام سے مشہور ہے اور اس فیاض رانی نے سستی ہونے سے پہلے جو سردا برت اس جگہ قائم کیا تھا اس میں آج تک بھی غریبوں اور مسافروں کو کھانا ملتا ہے۔

تنگ مزاج برہانے اس راجہ اور رانی کو کوئی اولاد نہ دی جس کی وجہ سے بلاشبہ اُس کا یہ خیال تھا کہ ان دونوں سے بڑھ کر اور کون (نیکی کے کام) کر سکتا ہے برہا جب گئے کو خود بخود اپنا پھل بنانے کی کوشش کرتا ہے (یا جب وہ گئے کا پھل پیدا کرنے کی تکلیف گزارا نہیں کرتا) تو وہ اپنے آپ کو بہترین دوراندیش منصف ثابت کرتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس صورت میں گئے کا ذائقہ نہایت تیز آب حیات سے بھی بڑھا ہوا ہے تو پھر اس سے بڑھ کر اس کے متعلق کچھ اور کرنے کی ضرورت ہی کیا ہو سکتی ہے؟

پورنماشی کے دن ایک ہزار سے زیادہ رنگ تیار کر کے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ رنگ بہت چھوٹے چھوٹے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور انہیں اُس مٹی سے تیار کیا جاتا ہے جو کوہ سلیمان کے دامن سے حاصل کی جاتی ہے اور اسی دن شام کے وقت ان رنگوں کو دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مذہبی عقیدے کے رو سے پتھر کے رنگوں کی بہت بڑی تعداد تیار کرنے میں جو پتھر سمجھا جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ سرگباشی ہمارا چرنیر سنگھ کا ارادہ ایشیشور کے نئے مندر میں ایک ہزار اور برنیر ایشور کے مندر واقعہ جموں میں مختلف قد و قامت کے ایک کروڑ پتھر کے رنگ استھاپن کرانے کا تھا۔ ان میں سے بہت سے محض رنگ کی وضع کے پتھر کے ٹکڑے تھے جو نرپدا سے لائے گئے

بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ رانی اس لئے آگ میں جل کر مر گئی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ ملک پر اتنے دنوں تک اندھیرا چھا یا رہنے اور سورج کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ اُس کے اپنے ہی کسی پاپ کا نتیجہ ہے۔

راجہ وجے

اب وجے جو کسی اور خاندان سے تھا کشمیر کا راجہ بنا۔ اس نے آٹھ سال تک حکمرانی کی اور وجیشور کے مندر کے ارد گرد اسی نام کا شہر آباد کیا۔

راجہ جے اندر

وجے کے بعد اُس کا بیٹا جے اندر کشمیر کے تخت پر بیٹھا۔ یہ ایک مشہور و معروف حکمران گذرا ہے اس کے بازو ستون کی طرح مضبوط تھے اور اس کی ڈانگی شہرت کی موجوں سے پھڑ پھڑاتے ہوئے کپڑے پر فتح کی دیوی کا نشان بنا ہوا تھا۔

سندھی مٹی کی کہانی { سندھی مٹی نام اس راجہ کا ایک وزیر تھا جو بڑا دانا اور اپنی عجیب و غریب زندگی اور شیوجی کی سیوا کے لئے مشہور تھا۔ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو راجاؤں کے کانوں کو بند کر سکے یا مست ہاتھیوں کو غیر متقل طور پر حرکت کرنے سے روک سکے تھے دیکھو تنزگ ۲ شلوک ۱۳۱۔ ایک چٹان جس میں قدرتی طور پر لنگوں کی شکلیں تیار ہو گئی ہیں اور جن کی مفروضہ تعداد ایک ہزار خیال کی جاتی ہے وہ اب تک سہر لنگی کے نام سے موضع سلی گام کے قریب پرگنہ کھور پور میں دریائے لدر کے کنارے پر موجود ہے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ آیا مقامی روایت اسے سندھی مٹی

شریر آدمیوں نے اس معتبر مشیر کے برخلاف راجہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے اور اس بات کا خوف دلا دیا کہ ایسے عجیب ذہنی طاقت کے آدمی سے ہمیشہ خبردار رہنا چاہئے۔ اُسے سندھی متی سے بالکل متنفر کر دیا۔ اور اس نے غصہ میں آکر بلا وجہ اس کو دربار سے نکال دیا۔ اس کی ساری جائداد ضبط کر لی اور اُسے مدت العمر کے لئے بالکل مفلس بنا دیا جب یہ بچا راجہ کی نفرت کے تیز جھوٹکوں سے جو موسم گرمائی سخت لوہے کے مشابہ تھے تکلیف اٹھا رہا تھا تو درباریوں میں سے کسی نے بھی اُس کے ساتھ اظہار ہمدردی نہ کیا۔ جب کوئی دوسروں کی رائے پر چلنے والا راجہ کوئی خبر سُنکر اس کی بابت تصدیق کرنا چاہتا ہے تو اس کے درباری اپنے پہلے بیانات کو ہی دہرا کر اس کی جھوٹی تسلی کر دیتے ہیں۔

باوجود ان تمام باتوں کے سندھی متی کو اپنی اس مصیبت اور تنگدستی کا کچھ بھی غم نہ تھا بلکہ خوش تھا کہ اب وہ بلا روکا وٹ شیوجی کی پوجا میں مصروف رہے گا اور اپنی باقی ماندہ زندگی دیوتا کی پرستش میں صرف کریگا مگر افسوس کہ اس حالت میں بھی چین سے زندگی بسر کرنی نصیب نہ ہوئی کیونکہ انہی دنوں میں یہ عام افواہ اڑنے لگی اور پھیلتی پھیلتی تمام شہر میں پھیل گئی کہ سندھی متی کشمیر کا راجہ بنے گا۔ اس پر اس کے دشمنوں نے راجہ کو یہ یقین دلایا کہ معزول وزیر نے ہی یا فواہ اڑائی ہے۔ راجہ نے بھی اس خیال سے کہ اگر یہ افواہ درست نکلی کے قصے سے متعلق قرار دیتی ہے یا نہیں۔

۱۳۲۲ء مقدس دریا نے نربدا ہی سے ننگ کی شکل کے پتھر کشمیر اور ہندوستان کے دوسرے مقامات میں لا کر پوجا کی غرض سے استعمال کئے جاتے ہیں دیکھو ترنگی شلوک ۱۸ پانی میں ڈالے ہوئے ننگ آجنگ سری نگر کے مختلف گھاٹوں اور وادیئے کشمیر کے بہت سے

تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا سندھی متی کو بیٹری اور تھکڑی لگا کر جہل خانہ میں ڈال دیا اور یہاں یہ بیچارہ راجہ کے مرتے دم (۱۰ سال) تک قید رہا۔

جب راجہ کا آخری وقت قریب آیا تو اس خیال سے کہ چونکہ وہ لا ولد ہے اس کے بعد سندھی متی ضرور اس کے تخت کا مالک بنے گا اس کے دل کو سخت تکلیف محسوس ہونے لگی۔ یہ ایک ایسا خیال تھا جو بیماری کی تکلیفوں سے بھی بڑھ کر اس کو تکلیف دیتا تھا۔ آخر کار اس نے حکم دیا کہ سندھی متی کو جہاننا سے نکال کر قتل کر دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان اپنی بہتری کے لئے بہتر سے ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر جب تقدیر الٹی ہو تو کچھ بھی پیش نہیں جاتی اگر قدرت آگ کے ایک معمولی شعلے کو طاقت دینا چاہئے تو آدمی جو کہ اس کو سمجھانا چاہتا ہے پانی کے بجائے غلطی سے اس پر گہی کا برتن اُلٹ دیتا ہے ظالم راجہ کے حکم سے جلادوں نے سندھی متی کو رات کے وقت سو لی پر چڑھا دیا اور جب راجہ نے سنا کہ وزیر کا کام تمام ہو گیا ہے تو اس نے بھی مطمئن ہو کر جان دے دی۔ اس راجہ نے ۷۳ سال تک حکومت کی اور اس کے بعد چند دن تک تخت خالی پڑا رہا۔

اُدھر جب سندھی متی کے مارے جانے
سندھی متی کا دوبارہ زندہ ہونا { کسی خبر اس کے گورو ایشان دیو کو
 ملی تو اس نفس کش سا دھوکا دل بے قابو ہو گیا۔ افسوس کہ اس دنیاوی

مقدس چشموں میں پائے جاتے ہیں۔

۱۳۳۳ء اصلی عبارت میں پروہتوں کی جماعتوں کے لئے پرشدا کا لفظ آیا ہے۔ دیکھو

نوٹ ۷۷ کتاب ۱۰۱۔ یہ اصطلاح راج ترنگنی میں جا بجا ان جماعتوں کے متعلق آئی ہے جو مختلف مندروں اور تیرتھوں کے پروہتوں نے قائم کر رکھی تھیں۔ ان جماعتوں کے

زندگی کے بعد جو سرس کے پھول کی طرح بڑی آسانی سے ٹوٹ جاتی ہے اس پھول کی شاخ کی طرح پاک باز لوگوں کی صرف فیاضی ہی باقی رہ جاتی ہے۔ پس وہ اس غرض سے شمسان بھومی کی طرف روانہ ہوا کہ اس نیک دل شخص کی جس کا کہ اس کی زندگی میں بھی کئی ہمدرد نہ تھا آخری رسوم ادا کرے۔ موقع پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ غریب سندھی متی کے جسم کا گوشت جنگلی جانور کھا گئے ہیں اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ جو باقی رہ گیا ہے اس کو بھی بھیڑیے بنور کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر یہ سولی کے ساتھ اچھی طرح کسے ہونے کی وجہ سے ابھی تک انکے ہاتھ نہ پڑا تھا۔ اس کی کھوپری کے کھلے سوراخوں سے گذرتی ہوئی ہوا کے ذریعے سے جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں ان سے معلوم ہوتا تھا کہ سندھی متی اپنی حالت پر خود آہ وزاری کر رہا ہے۔ گورو نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو اس کا دل بھرا یا اور کہنے لگا۔

”اے میرے عزیز افسوس ہے کہ آج میں تجھے اس حالت میں دیکھتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اور چہنچہ ہوئے بھیڑیوں کو پرٹے ہٹا کر اس نے سندھی متی کی لاش کو جو سولی سے جکڑی ہوئی تھی کھول کر نیچے اتارا۔ مگر حیب وہ اس کے جملانے کی تیاریاں کر رہا تھا تو اس نے اس کی پیشانی پر مفصلہ ذیل شلوک لکھا ہوا دیکھا۔

”اُس کی زندگی افلاس میں گذریگی۔ دس سال قید رہیگا۔“

ممبروں کو پاری شیدا پارشد کہا جاتا تھا۔ دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۱۷۹ و ۱۸۰۔ ترنگ ۴ شلوک ۲۰۵۔ ترنگ ۷ شلوک ۱۳۔ ۹۹ و ۱۱۰۔ ترنگ ۸ شلوک ۷۹ و ۸۰۔ ۹۰۰ تا ۹۰۴ و ۹۳۹۔ اور بالخصوص ترنگ ۷ شلوک ۱۰۸۲ جہاں مذکور ہے کہ کسی مندر کی جائداد مشترکہ طور پر اُس کے پاری شدوں کے سپرد ہوتی ہے۔ اس قسم کی جماعتیں

”سولی پر جان دیگا۔ اور اس کے بعد تخت کا مالک بنے گا۔“

اب ایشان دیو کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جیب اس شلوک کے پہلے تین پدوں کی شرائط پوری ہو چکی ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ چوتھے پد کی شرط بھی پوری ہو جائے۔ مگر وہ حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شرط کیونکر پوری ہو سکتی ہے۔ آخر کار بہت کچھ غور و خوض کے بعد وہ اس نیچے پر پہنچا کہ قدرت کی طاقت کا اندازہ لگانا فہم انسانی سے بعید ہے۔ ہر شخص قسمت پر بھروسہ رکھتا ہوا بھی اپنے کاموں میں قدرت کے پراسرار تہیے کو شکست کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر قدرت جس کی عظمت اپنے ارادوں کو پورا کرنے میں کسی قسم کی روکاؤٹ کی پرواہ نہیں کرتی اپنی عجیب و غریب طاقت کا اظہار کرتی ہے قسمت ہی نے جو تمام معجزوں کا مجموعہ ہے قصہ منی پور^{۱۲۹} میں مقتول پارٹھ کوناگ کی دختر کی طاقت سے زندہ کروایا تھا۔ خالق نے جو تمام فرمائرواؤں سے بالاتر ہے کرشن جی کی طاقت کے ذریعے پر پچھت کو جسے دردنا چارج کے بیٹے نے اپنے ہتھیار کے زور سے ماں کے رحم میں ہی جلا دیا تھا زندہ کروایا تھا۔ قسمت کے علاوہ اور کون تھا جو کاک کو جسے دئیوں نے جلا کر راکھ کر دیا تھا زندہ کرنے کی جرات کر سکتا۔ مذکورہ بالا باتوں کو سوچ کر ایشان دیو اس کی لاش کو اسی جگہ چھوڑ کر اس بات کو دیکھنے کے لئے کہ سندھی متی کی پیشانی کے شلوک کے آخری پد کی پیشین گوئی کس طرح پوری ہوتی ہے ایک طرف بیٹھ گیا۔

۲ جب کشمیر کی بڑی بڑی زیارت گاہوں مثلاً شار کا دیوی واقعہ ہر پربت۔ جوالا بکھی تھہ کھرو۔ وجیشور۔ انت ناگ۔ ویرناگ۔ تل ملیہ۔ کوئی تیرتھ (بارہ مولا) کے تیرتھوں یا یا اس قسم کے دیگر مقامات پر جہاں مقامی پر وہتوں کے متعدد خاندان موجود ہیں قائم ہیں۔ کلہن نے ترنگ ۸ کے شلوک ۸۱۱ میں اس کے لئے نقطہ ستان پال بھی استعمال

آدھی رات کے وقت ایشان دیو کو جو کہ اپنے خیالات کی الجھن میں پڑا ہوا جاگ رہا تھا ایک آسمانی عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی اور ایک قسم کا بھیا تک ستور جو بڑے بڑے گھنٹوں اور نقاروں کے بجنے کی آواز سے پیدا ہوتا تھا اُس کے کانوں میں پہنچا۔ اور اس کے بعد جو گنیوں کا ایک مجمع جن کے گرد روشنی کا ہالہ بنا ہوا تھا اس کی نظر پڑا۔ اس مجمع کو دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ سندھی متی کی لاش کو بھی اٹھا کر لے گئی ہیں کانپتا ہوا تلوار ہاتھ میں لئے شمشان کی طرف بڑھا اور ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہو کر کیا دیکھتا ہے کہ ان جو گنیوں نے سندھی متی کا پنجر اپنے حلقہ میں کر لیا ہے اور اُس کے تمام اعضا جوڑ رہی ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان جو گنیوں کو کسی آدمی کے ساتھ لطف حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی اور اسی غرض سے وہ سندھی متی کے پنجر کو اٹھا کر لے گئی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے پنجر پر اپنا اپنا ایک عضو رکھا اور کہیں سے گوشت پوست لاکر اُس کے جسم کو مکمل کر دیا۔ اور پھر انہوں نے اپنی طاقت روحانی سے سندھی متی کی روح کو جو ابھی کسی دوسرے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اور اِدھر اُدھر آوارہ پھر رہی تھی طلب کر کے اس کے جسم میں داخل کر دیا۔ اب سندھی متی ایک ایسے شخص کی طرح اُٹھ بیٹھا جیسے کہ کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے۔ اور جو گنیوں نے اس کے جسم پر آسمانی خوشبو یا ت لگا کر شاندار پوشاک پہنا کر اپنی ٹولی کا مالک قرار دیا اور اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو گئیں۔

کیا ہے۔ یہ لوگ چڑھاوے اور دکھنا کی رقوم کو جو یا تریوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک مشترکہ فنڈ میں جمع کرتے جاتے ہیں اور اس میں سے مندر کے اخراجات نکال کر جو روپیہ بچتا ہے وہ حصہ رسد ہر ایک خاندان میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض جماعتوں کو آجکل سرکار کی طرف سے جنس یعنی چاولوں کی صورت میں گزارہ ملتا ہے۔ اور اس کا

ایشان دیکو کو خوف پیدا ہو رہا تھا کہ رات ختم ہونے والی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوگنیاں اپنے اپنے اعضاء واپس لیکر پھر سندھی متی کو مردہ بنا کر پھینک جائیں وہ دل کھڑا کر کے اور نعرہ مار کر فوراً ان کے قریب جا پہنچا جس کو دیکھ کر ان چنگیوں کا غول نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد یہ آواز سنائی دی۔ اے ایشان خائف مت ہو۔ ہمارا کوئی اعضاء کم نہیں ہوا نہ ہم اس شخص کو جسے ایک دفعہ زندہ کر چکی ہیں دھوکا دینا چاہتی ہیں۔ یہ شخص جس کو ہم نے آسمانی جسم سے مرتب کیا ہے زمین پر سندھی متی کے نام اور اپنے شریفانہ چال چلن کی وجہ سے آریہ راج کے لقب سے مشہور ہوگا۔“

اب سندھی متی کو جس نے شاندار پوشاک اور ہار پہنا ہوا تھا اور جو آسمانی زیورات سے آراستہ تھا گذشتہ واقعات یاد آنے لگے اور وہ جھجک کر اپنے گورو کے قدموں پر گر پڑا۔

ایشان دیونے اُسے اٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور اس شخص سے جس کے متعلق وہ کبھی خواب میں بھی خیال نہ کر سکتا تھا کہ وہ زندہ ہو جائے گا بغل گیر ہوتے وقت جو خیالات اس کے دل پر دورہ کر رہے تھے کون ہے جو ان کا اندازہ لگا سکے۔

قاعدہ تقسیم بھی ویسا ہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں ان جماعتوں کو جو جاگیریں ملی ہوئی تھیں ان کی آمدن بھی اسی طریق تقسیم کی جاتی تھی۔ ہر چند کہ سندھی متی کے قائم کردہ اوقات ان جماعتوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کے وقت میں بھی ان پرشدوں (جماعتوں) کی حالت خاطر خواہ تھی کیونکہ اس نے کئی جگہ بعد کے فرمانرواؤں کے وقت میں انکی سیاسی اہمیت کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۴۶۵-۱ اور ترنگ ۸ شلوک ۹۰۰۔

راجہ سندھی متی

(آسید سراج)

ادھر یہ دونوں ایک جگہ پر بیٹھ کر اس بے بنیاد لیکن عجیب دنیاوی زندگی پر غور کرتے ہوئے گفتگو کرنے لگے۔ ادھر جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو عورت مرد جوان بوڑھے اور امیر و وزیر سب کے سب جمع ہو کر شمشان بھومی میں پہنچ گئے۔ اگرچہ اول اول سندھی متی کی شکل و شباهت کو دیکھ کر جو پہلے سے بالکل مختلف تھی لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہو گیا تھا مگر جب اس نے انکے ساتھ گفتگو کی اور گزشتہ زمانہ کے واقعات کا ذکر کیا تو سارے شکوک جاتے رہے۔ ہر چند کہ سندھی متی دنیاوی جھیلوں میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنے گورو کے فرمان اور اہل ملک کے اصرار سے تخت پر جو اس وقت خالی پڑا تھا بیٹھنا منظور کر لیا۔ خوشی کے باجے بجنے لگے اور برہمنوں نے اس جگہ اس کو استنان کرنا کہ اس کے سر پر تاج پہنا دیا۔ اور جب اس کی سواری شہر میں داخل ہوئی تو رعایا خوشی کے نعرے مار رہی تھی اور چاروں طرف سے پھولوں اور جُھنڈے ہوئے دھانوں کی بارش ہو رہی تھی۔

چونکہ وہ خود تجربہ کار تھا اور ایک قابل حکمران کی تمام صفات اس میں موجود تھیں اس نے اپنی ہی واقفیت کی بنا پر تمام سابقہ دستور العمل میں اصلاح کی۔

۱۳۴۷ء سندھ ہیشور کے جائے وقوع کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ البتہ ایشیشور کی نسبت اغلب خیال یہ ہے کہ یہ وہ موضع و تیرتھ ایشیر کے محل وقوع پر قائم تھا جو کہ ڈل کے شمال مشرقی کنارے پر نشاط باغ سے نصف میل شمال کی جانب واقع ہے۔ ایشیر کا نام قدیم ایش برور کا مخفف معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر ایک ٹیکا کرنے ایش بھرادو

وہ رحم دل تھا۔ اس لئے اس کے تخت پر بیٹھنے کے بعد رعایا کی ساری تکلیفیں جاتی رہیں۔ اس کے دل پر جس نے اپنے محسوسات پر پورا پورا قبضہ کیا ہوا تھا عورتوں کے ناز و ادا کا کچھ اثر نہ پڑتا تھا۔ البتہ وہ جنگل کے دلفریب نظاروں اور پہاڑوں کی خوشنما وادیوں اور چوٹیوں کو جن کے گرد ہمیشہ پرندے اُڑتے رہتے ہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوتا تھا۔ وہ عود اور کافور کی خوشبو کو پسند کرتا تھا اور جب کبھی کوئی سادھو جنگلی پھولوں سے آراستہ بازو اس کے جسم پر لگاتا تھا تو اس کے دل کو بڑی شانتی ہوتی تھی۔ وہ بلاناغہ بھونیش ^{بھونیش} اور ویشی کے درشنوں کو جاتا تھا اور جو وقت اس کا وہاں گذرتا تھا بڑی خوشی سے گذرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنا سارا وقت رعایا کی بہتری اور بہبودی میں صرف کرتا تھا۔ جب ہوا اُس پانی کے ذرات کو جس سے مندر کی سیڑھیاں دھوئی جاتی تھیں ہمراہ لیکر اس کے جسم کو چھوتی تھی تو وہ یہاں تک خوش ہوتا تھا کہ بے خود ہو جاتا تھا۔ اُس کا خیال ہمیشہ ویشور کے لنگ کی طرف اس کی اس حالت پر لگا رہتا تھا جبکہ پوجا کے بعد اس کو آرائشی سامان سے پاک اور صاف کیا جاتا ہے۔ اس کو بنسری وغیرہ کی آوازوں سے نفرت تھی مگر وہ

کے نام سے کیا ہے۔ اس لفظ کی آخری صورت ایشیشور سے بالکل مشابہ ہے کشمیری بالکل لفظ بردر سنکرت کے بھتارک سے جس کے معنی دیوتا کے ہے نکا ہوا ہے اور ایشور کے ہم معنی ہے۔ پس ویشیشور اور ورج برور دونوں ہم معنی ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں تانیت کا لفظ برابر نوٹ عاضیمہ کتاب ہذا میں سنکرت کے لفظ دیوی کی جگہ استعمال ہوا ہے ایش بریس یا تری لوگ اس لئے بکثرت جاتے ہیں کہ یہاں گپت گنگا نام کا ایک مقدس چشمہ واقع ہے اس چشمے کا پانی ایک پورا نے سنگین تالاب میں جو گاؤں کے مرکز میں واقع ہے پڑتا ہے۔ اس تالاب کے عین کچھلی طرف ایک تیس فٹ مربع اور آٹھ فٹ اونچا غراباد

آواز جو ملکوں سے شولنگ پر گرتے اور اس کے گرد بہتے ہوئے پانی سے پیدا ہوتی تھی اس کو حالت خواب میں بھی بڑی پیاری معلوم ہوتی تھی۔ اس راجہ کا دربار شوجی کی محفل سے مشابہ تھا جس میں اس قسم کے سادھو جن کے جسم پر بھوت اور نگے میں رو در اکھش کی بالائیں اور سروں پر چٹائیں بندھی ہوئی ہوتی تھیں جمع رہتے تھے۔ اس نے ہر روز ایک ہزار شولنگ تیار کر کے دریا میں ڈالنے کا عہد کیا ہوا تھا اور اپنے اس عہد کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیا۔ ایک موقع پر جب کسی خاص باعث سے وہ اس کام کو پورا نہ کر سکا تو اس کے نوکروں نے ایک ہزار لنگ نواحات کی ایک چٹان میں کندہ کئے اور یہ لنگ آج تک دیکھے جاتے ہیں مختلف تالابوں میں اپنے مذہبی عقیدے کے اظہار کے لئے اس نے لنگ کی شکل کے کنول کے بیجوں کی قطاریں لگوا دیں اور اس نے دریاؤں کے مختلف حصوں میں اس قدر لنگ ڈلوائے کہ وہ نربدا کے مشابہ بن گئے۔ ہر ایک منہ کے ساتھ اس نے جو بڑے بڑے گاؤں کی جاگیریں وقف کر رکھیں تھیں اب ایک زمانہ گزر جانے کے باعث پر وہنتوں کی جماعتوں کے ہاتھ سے نکل چکی ہیں شوجی کے اس بڑے پوجارے نے بڑے بڑے مذہبی مکانات بڑے بڑے لنگ پیل

ٹیلہ واقعہ ہے جس کی کرسی میں بظاہر قدیم زمانہ کی پتھر کی تراشی ہوئی سلیں لگی ہوئی ہیں۔ مقامی پروہتوں کا خیال ہے کہ یہ ٹیلہ راجہ سندھی مان کے بنوائے ہوئے مندر کا پتلا حصہ ہے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ الی کا یہ عقیدہ کسی حقیقی روایت پر مبنی ہے۔ یا کسی فاضل یا تری نے آنکویہ واقفیت ہم پہنچائی ہے۔ اس تیرتھ کے مہاتم میں جو کئی وجہ سے زمانہ حال کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے اس گائے کے ایشالیہ اور ایش دھار آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے غلطی سے برور کے لئے لفظ دمار قرار دے لیا ہے۔ سرگباشی مہاراجہ کشمیر نے اس تیرتھ پر جو نیا مندر بنوانا شروع کیا تھا اور نا مکمل رہ گیا تھا اس کا ذکر قبل ازین

کی بڑی بڑی موتیں اور بڑے بڑے ترسول قائم کر کے سرزمین کشمیر کو بارونق
 بنا دیا۔ جس شمسان میں وہ دوبارہ زندہ کیا گیا تھا وہاں پر اس نے ایک مندر
 بنوا کر اس کا نام اپنے نام پر سندھویشور رکھا اور دوسرا مندر اپنے گورو ایشیا
 کے نام پر بنوا کر اس کا نام ایشیشور قرار دیا۔ اس نے ^{۱۳۳}ہیڈا۔ بھیجا دیوی اور
 دوسرے مقامات پر اس قسم کی عالیشان عمارات بنوا کر جن کے اندر ^{۱۳۴}مٹھ۔ دیوتاؤں
 کی مورتیاں اور لنگ موجود تھے رونق بخشی۔ سرزمین کشمیر میں تیرتھوں کے
 قیام اور قدرتی عبادت گاہوں سے جو لطف اس کو حاصل ہوتا تھا اُسے صرف
 اس دانا اور دھرماتما راجہ کا دل ہی جانتا تھا۔ بہار کا موسم وہ جنگلات میں
 لبر کرتا تھا اور وہاں پہاڑی چشموں میں استنان کر کے پھولوں کے بنے ہوئے
 لنگوں کی پوجا کرتا تھا۔ کشمیر کے خوشگوار موسم گرما میں جس کا لطف ساری دنیا
 میں اور کہیں حاصل نہیں ہوتا وہ جنگلات سے پرے برف کے بنے ہوئے ^{۱۳۵}لے
 لنگوں کی پوجا میں مصروف رہتا تھا۔ اس قسم کے تالابوں کے کناروں پر جا کر
 جو ہر طرف سے کھلے ہوئے کنول پھولوں سے ڈھپے ہوئے ہوتے تھے یہ خوش
 نصیب راجہ شوجی کی یاد میں محو ہو جاتا تھا۔ موسم خزاں میں وہ کنول پھولوں ^{۱۳۶}ا
 کتاب ہذا کے نوٹ ۱۳۱ میں آچکا ہے۔ ابو الفضل آئین اکبری کے باب دوم اور صفحہ ۳۶۱ پر ایش
 بلاری میں (جس سے اس کی مراد غالباً ایش براری سے ہے) ایک مقدس چشمے کے گرد چند
 پتھر کے بنے ہوئے مندروں کا ذکر کرتا ہے۔ اس چشمہ کا نام غلطی سے وہ سور یہ سر رکھتا
 ہے۔ اور ظاہر طور پر اس غلطی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس چشمے کے قریب ایک اور
 چشمہ ہے جس کا نام سوریشوری تیرتھ ہے۔

زمانہ قدیم میں ایش بر کے مندر میں سوریشوری کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ دیکھو نوٹ ۱۳۲

کتاب ہذا۔

تالابوں میں جو ستارہ اگست کے طلوع ہونے کے باعث پاک ہو چکے ہوتے تھے کھڑے ہو کر شوجی کا ارادہ بن کیا کرتا تھا۔ یہ راجہ ماگھ کے مہینے کی راتیں بھی ضائع نہیں کرتا تھا کیونکہ ان دنوں وہ مختلف سیاسیوں کے ساتھ بیٹھ کر رات جگا رات کا جاگنا کیا کرتا تھا۔ اس طرح پر اس شاہی طاقت کو جو نہایت عجیب و غریب طریقے پر حاصل کی تھی عبادت میں بسر کرتے ہوئے اس نے سنائیس سال حکومت کی۔

چونکہ اس کا سارا وقت عبادت میں ہی بسر ہوتا تھا اور سلطنت کے کاروبار کی طرف سے دن بدن اس کی توجہ کم ہوتی جاتی تھی۔ اس لئے اس کی رعایا اس سے ناراض ہو گئی۔ اور جب لوگوں نے دوسرے راجہ کی تلاش شروع کی تو ان کو معلوم ہوا کہ خاندان یدہشٹر کا ایک الوالعزم اور نامور شاہزادہ زندہ ہے۔

قندھار کے راجہ نے یدہشٹر کے پڑپوتے گوپاؤٹ کو کشمیر فتح کرنے کی امید سے اپنے ہاں پناہ دی تھی اس جلاوطن شاہزادہ کے ہاں میگواہن نامی ایک لڑکا تھا جس میں فوق الفطرت علامات پائی جاتی تھیں۔ اپنے باپ کے

۱۳۵ھ ٹھٹھا اور بھیجا دیوی اُس جگہ آباد تھے جہاں آجکل ڈل کے مشرقی ساحل پر ٹھٹھا اور بران کے گاؤں آباد ہیں۔ موضع ٹھٹھا جیتھر کے شمال میں تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ اور اس کے گرد تانگستان اور باغیچے لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو نوٹ ۴ ضمیمہ کتاب ہذا۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ موضع ٹھٹھا میں ایک خوشگوار مقام ہے جہاں سات چشے واقعہ ہیں اور ان کے گرد پتھر کے مکانات ہیں جو آثار قدیمہ میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے ان عمارات کا کوئی خاص پتہ نہیں ملا البتہ ساتوں چشے آج تک بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور صاحب رام کی کتاب تیرتھ سنگرہ میں ان کا ذکر موضع ٹھٹھا

مشورہ سے یہ نوجوان شاہزادہ (میگو اہن) راجہ نرک والے پر آگ جوتش کے^{۱۳۹} ملک میں جو وشنو کی نسل سے تھا اس کی بیٹی کے سوئمیر میں شریک ہونے کی غرض سے گیا۔ باوجودیکہ اس سوئمیر میں بڑے بڑے راجہ موجود تھے۔ شہزادی نے بے مال (پھولوں کا ہار) اسی کے گلے میں پہنا دی۔ اور ورن کا چھترا سکو جہیز میں ملا جس طرح مغرب کی ہوا بادلوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ ایسی طرح اس کی ہر کامیابی کو لوگوں نے اس کی آئندہ عظمت کا ایک نشان قرار دیا۔ کیونکہ یہ چھتر جسے راجہ نرک ورن سے لے گیا تھا سو اُسے چکرورتی راجہ کے کسی اور پرسایہ نہ ڈالتا تھا۔ جب یہ شاہزادہ مو اپنی بیوی اور بے شمار دولت کے اپنے باپ کے پاس واپس آیا تو ورزائے کشمیر نے اُسے اس ملک پر حکمرانی کرنے کی دعوت دی جس پر اس کا موروثی حق تھا۔

سندھی متی یعنی آریہ راج کو جب یہ معلوم ہوا کہ میرے تخت کے متعلق لوگوں میں کشمکش پیدا ہو چکی ہے تو اس نے کسی قسم کی روکاٹ پیدا نہ کی گو وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ مگر وہ خود تخت سے دست بردار ہونے پر رضامند ہو گیا۔ اور اس نے خیال کیا کہ حقیقت میں خالق کون و مکان مجھ سے خوش

کے سہت پشکرنی تیرتھ کے طور پر کیا گیا ہے۔ ہر چہ چٹا منی کے ادھیلے ۴ شلوک ۴۰ میں ایک قصہ درج ہے جس میں ان سات چشموں کو پاربتی کی ان ریاضتوں سے منسوب کیا گیا ہے جو اس نے بھیما دیوی کے قریب کے تیرتھ پر کی تھیں جھیل کے کنارے شمال کی طرف ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک چھوٹے چھوٹے گاؤں کے ایک مجموعہ کے قریب جو پھلدار درختوں سے ڈھپی ہوئی دادی میں آباد ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ ان گاؤں کے نام کروڑ۔ دام پور۔ منتر گام اور پوہل ہیں۔ جن کا مشترکہ نام بران ہے۔ دیکھو وگنی صاحب کا سفر نامہ باب ۲ صفحہ ۱۱۰ جہاں اس کے لئے لفظ برن استعمال کیا گیا ہے۔ بران اور

ہے کیونکہ وہ اُن تمام روکاؤں کو دور کرتا جا رہا ہے جو میری نجات کے راستہ میں
حائل تھیں۔ میں پر ماتما کا شکر گزار ہوں کہ گوا بھی مجھے بہت کچھ کرنا باقی رہ گیا
ہے تاہم میں موسم برسات کے اُس سیاح کی طرح جو تھک کر آرام طلب
بن جاتا ہے نیند میں غافل نہیں ہوا۔ پر ماتما کا شکر ہے کہ مناسب موقع پر
دولت سے دست بردار ہو کر اس عورت کی طرح جو خود لا پرواہ بن جاتی ہے میں
زبردستی نکالے جانے کی شرم سے بچتا ہوں۔ شکر ہے کہ گو میں اس شاہی تماشہ
گاہ پر ایک رقصہ کی طرح عرصہ دراز تک ایکٹ کرتا رہا ہوں تاہم تماشائیوں کی
اس بارہ میں سیری نہیں ہوئی۔ پر ماتما کا شکر ہے کہ ہمیشہ دولت سے اظہار
نفرت کرتے رہنے کے بعد میں اس شخص کی طرح جو محض میدان جنگ میں ہی
ڈینگین مارتا ہو تیاگ کے وقت کسی قسم کا اندیشہ محسوس نہیں کرتا۔ اس قسم کے
خیالات دل میں لیکر اور ہر چیز کو تیاگ دینے پر آمادہ ہو کر راجہ اس فقیر کی
مانند اپنے دل میں بہت خوش ہوا جو خیالی سلطنتیں تیا کر کرتا ہے۔ اس سے
اگلے روز اپنی تمام رعایا کا ایک عام دربار منعقد کر کے اس نے عنان سلطنت
کو ایک محفوظ امانت کی طرح اُن کے حوالے کر دیا۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے

بھیا دیوی کے ایک ہی گاؤں ہونے کی تائید نیل مت پوران کے شلوک ۱۰۳۲ میں بھی ہوتی
ہے۔ جہاں اس تیرتھ کا ذکر سریشوری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ آخر الذکر تیرتھ پوران سے اوپر سلسلہ
کوہ کے شمال میں دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے دیکھو نوٹ ۱۱۰ کتاب ہذا بھیا دیوی پر
پاربتی نے جو ریاضتیں کی تھیں ان کا ذکر ہر کر پوران کے ادھیائے ۴۷ شلوک ۴۷ میں آتا
ہے۔ معلوم نہیں کہ بھیا دیوی کا تیرتھ کس مقام پر واقع تھا۔ البتہ یہ امر اغلب ہے کہ اس
محل وقوع اس خوشنما چشمے کے نزدیک تھا جو دام پور کے گاؤں کے قریب ایک پہاڑی
سے نکلتا ہے اور جہاں مسلمانوں کی آجکل ایک مسجد واقع ہے۔

اُسے تخت کو ہاتھ سے نہ دینے کی ترغیب دی اور امراء و وزرائے بھی بہت التجا کی مگر جس طرح سانپ کو اپنی اتاری ہوئی کینچلی دوبارہ جسم پر چڑھانے کے لئے آمادہ نہیں کیا جاسکتا اس طرح سندھی متی کو بھی جو اپنی مرضی سے سلطنت سے دست بردار ہو گیا تھا کوئی آدمی واپس ہاتھ میں لینے پر رضا مند نہ کر سکتا تھا۔

اس کے بعد اس لنگ کو جس کی وہ پوجا کیا کرتا تھا اٹھا کر سفید کپڑے پہنے ننگے سر یا پیادہ شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اہل شہر چپ چاپ روتے دھوتے اس کے پیچھے ہوئے مگر وہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا اور نیچی نگاہیں کئے خاموشی کے عالم میں آگے بڑھا چلا جاتا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور بڑی دلجوئی کے ساتھ اُن آدمیوں کو جو باچشمِ نم اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے واپس جلنے کی تاکید کی۔ اور پھر اٹھ کر چل دیا۔ اسی طرح وہ راستہ میں اکثر جگہ پہاڑوں کے دامن میں راستہ پر کھڑا ہو کر بہت سے آدمیوں کو رخصت کر دیتا اور اسکے بعد تخفیف شدہ جماعت کے ساتھ آگے بڑھتا تھا جس طرح دریا جب گہرے مقامات کو پر کر لیتا ہے تو اپنی مناسب سطح سے پانی کی تھوڑی مقدار ساتھ

۱۳۶ قدرتی عبادت گاہ کے لئے اصل کتاب میں لفظ سویمبھو آیا ہے اور اس میں اور لفظ تیرتھ میں ایک خاص امتیاز قائم ہے اول الذکر سے مراد قدرتی طور پر بنی ہوئی لنگ کی شکل کی چٹانوں اور کوئی خاص ظہور رکھنے والے چشموں وغیرہ سے ہے اور آخر الذکر کا مطلب انسان کے تیار کردہ معبد یا اس قسم کے مقامات سے ہے جہاں کسی بزرگ نے کوئی خاص روحانی کرشمہ ظاہر کر کے اسے مقدس بنا دیا ہو سویمبھو لنگ کی بابت دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۴۲

لئے آگے کو بڑھتا ہے۔ آخر کار ایک گہنے جنگل کے کنارے پہنچ کر اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جن کے دل غم سے بھرے تھے۔ جن کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو برستے تھے اور جن کی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلتا تھا بہت کچھ تسلی دیکر اور دلجوئی کی باتیں کر کے زبردستی رخصت کر دیا اور خود جنگل میں داخل ہو گیا۔ اس جنگل کے اندر بنی ہوئی کپھاؤں میں بہت سے دشت نور و سادھو درختوں کی چھال اور پتوں سے اپنے جسم ڈھاتے ہوئے محو پڑے تھے۔ اور انکی تپسیا کے تیج سے جو ہیروں کی چمک کے مشابہ تھی یہ کپھاؤں منور ہو رہی تھیں۔ اس جگہ شام کے وقت اس نے رات بسر کرنے کے لئے ایک جوہڑ کے کنارے پر درختوں کے نیچے جھونپڑی بنائی اور درختوں کی شاخوں اور پتوں کا بستہ بنا کر پتوں کے ڈولوں میں پانی رکھ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ سامنے کے پہاڑ کی چوٹیوں پر چاند کی فرحت بخش روشنی پڑ رہی تھی۔ اور ان کے ڈھلوان حصوں پر سبز گھاس اپنی بہار دکھلا رہا تھا۔ چنبیلی کے درختوں کے نیچے جو سفید کلیوں سے لے ہوئے تھے گو انہیں مل کر سو رہی تھیں اور آبشاروں کے گرنے اور گڑریوں کی بانسریوں کی ملی ہوئی سر ملی آوازیں

۱۳۷ اصل کتاب میں جنگلات سے پرے کے علاقے کے لئے لفظ و نانت آیا ہے جس سے مراد اس قسم کی بلند وادیوں اور سطوح مرتفع سے ہے جو اس قدر بلند واقعہ ہے۔ کہ وہاں جنگلی نباتات اگ نہیں سکتی (کشمیر میں یہ علاقہ سطح سمندر سے فٹ کی بلندی پر پایا جاتا ہے) ایسے مقامات پر برف ٹھکیوں اور محفوظ حصوں میں موسم گرما میں عرصہ دراز تک پائی جاتی ہے۔ امرنا تھ کے غار میں بج کے بنے ہوئے تنگ کی پوجا کے متعلق دیکھو نوٹ ۹۹ کتاب ہذا۔

۱۳۸ ستارہ اگست چو ماہ بھادوں میں طلوع ہوتا ہے اُسے پانی کو گرلا اور علیظ

کانوں کو بہت ہی بھلی معلوم دیتی تھیں۔ تھکا ماندہ مسافر (سندھی متی) سو گیا اور جیب سارس کی آواز اور ہاتھیوں کے چنگناڑ کا شور جو نقاروں کی آواز سے مشابہ تھا اس کے کانوں میں پہنچا تو اس نے سمجھ لیا کہ اب رات ختم ہونے کے قریب ہے۔

نیند سے بیدار ہو کر سندھی متی نے پاس کے تالاب میں جو کنول پھولوں سے ڈھپا ہوا تھا اٹھا اٹھان کیا اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد بھوتیشور کے تیرتھ کی طرف جس کے قریب ہی سودر کا مشہور چشمہ واقع ہے روانہ ہوا یہاں پہنچ کر اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اور جسم پر بھبھوت لگائے سر پر جٹائیں باندھے ہاتھ میں رودر اکھش کی مالاٹھے جب وہ تینوں لوک کے مالک شوجی کے سامنے پرار تھنا کے لئے کھڑا ہوا تو بوڑھے بوڑھے رشی بھی اس کی طرف تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

جیب وہ بھیک مانگنے کے لئے نکلتا تھا تو شوجی کے ایک سچے بھگت کی حیثیت میں اس کی بہت کچھ آؤ بھگت کی جاتی تھی اور جھونپڑیوں میں رہنے والے سینا سیوں کی بیویاں ایک دوسری سے بڑھ کر اس کی تعظیم کرتیں اور اس کو بھکشا دیتی تھیں لیکن چونکہ پہاڑی خود رو درخت اس کے کچھول کو اپنے خوش گوار پھلوں اور پھولوں سے اچھی طرح بھر دیتے تھے اس لئے اس قابل تعظیم بزرگ کو گداگری کا طریق عمل اختیار کرتے ہوئے بھی دوسروں سے کر دینے والے موسم برسات کے خاتمے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

۱۳۹ پوراوں میں پرگ جوتش کے نیم روایتی شہر کی نسبت ذکر آیا ہے کہ وہ کامروپ (آسام) کا دار الخلافہ تھا اس کے بانی ترک کے متعلق جو وشنو کا بیٹا تھا دیکھو وشنو پوران ادھیائے ۵ صفحہ ۸۸ اور لاسن صاحب کی کتاب "انڈش آف ٹھمس کنڈ" باب اول صفحہ ۶۵۵۔

بھی کچھ مانگنے کا عجرا اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

یہاں پر کشمیر کے مشہور وزیر لارڈ چمپک کے بیٹے کلہن کی مرتبہ راج ترنگنی کی دوسری ترنگ ختم ہوتی ہے۔

اس ترنگ کے چھ اجاؤں نے بہ ہیت مجموعی ۱۹۲ سال تک حکومت کی۔
اس ترنگ کے راجاؤں کے عہد حکومت کی میزان جواو پردی گئی ہے کلہن
کے بیان کے عین مطابق ہے۔ (مترجم)



مکمل راج ترنگنی

تیسری ترنگ

شوخی تمہاری حفاظت کریں جو اپنی ارادہ نارائشور کی صورت میں جس میں وہ نصف حصوں یعنی نیم مذکر اور نیم مونث سے مرکب میں پاربتی کے سوالات کا حسب ذیل جواب دیتے ہیں۔ سوال ہاتھی کی کھال جو آپ نے اور سی ہوئی ہے اُسے اُتار کیوں نہیں دیتے؟ جواب۔ اس کے مستک میں وہ قیمتی موتی ہیں جو تمہارے گلے کا ہار بن کر تمہاری چھاتیوں کو آراستہ کرنے کے قابل ہیں۔ سوال۔ تمہاری پیشانی پر جو آگ (تیسری آنکھ) ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ جواب۔ اس سے تمہاری آنکھوں کے لئے کاجل حاصل کیا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر پاربتی ان کے سانپ (شیش ناگ) پر اعتراض کریں تو وہ اس کا بھی جواب دینے کو تیار ہیں۔

راجہ میگواہن

اس کے بعد رعایائے کشمیر و زرا کی رہبری سے گاندھار میں جا کر میگواہن کو ۱۳۰ء

۱۳۰ء منشی محمد الدین صاحب اپنی کتاب میں اس نام کی وجہ تسمیہ یہ لکھتے ہیں کہ جبکہ راجہ

جس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اپنے ہمراہ لائی جس طرح کپڑے کی اصلی رنگت اس کے پڑنے کے بعد معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح اس راجہ کی جو اپنی رعایا سے بڑی محبت کرتا تھا انسانی ہمدردی اس کی تخت نشینی کے بعد معلوم ہوئی یہ اعلیٰ خیال کا فرما نروا اپنے افعال کی بدولت کسی جاندار کو دکھ نہ دینے والے بدھ لوگوں پر بھی فوق لے گیا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے بعد فوراً ہی حکام نے اُس کے زیر حکم اس بات کی منادی کرا دی کہ زندہ جانوروں کا مارا جانا بند کیا جائے اور اُس کے بعد راجہ نے قصا پوئل و چڑھائی روکو جبکا گذارہ ہی اسی پر تھا اپنے خزانے سے اس قسم کی مالی امداد دی کہ وہ اپنی زندگی کو پاکیزگی کے ساتھ بسر کر سکیں۔ اس راجہ کے عہد میں جو کسی جاندار کو مارنے سے جینیوں کی طرح نفرت کرتا تھا کر تو نامی مذہبی قربانی کے موقع پر گہی کے اور بھوت بلی کے موقع پر جب روحوں کی نذریں پیش کی جاتی تھیں آٹے کے بنے ہوئے جانوروں سے کام کیا جاتا تھا۔ وہ میو شٹ گرام کا بانی تھا اس نے میگن نامی اگر ہار اور میگھ مٹھ جو مذہبی خوبیوں سے پر تھا قائم کیا۔ اس کی رانی امرت پر بھانے امرت بھون نامی ایک عالیشان دہار ممالک غیر کے بھکشوؤں کے فائدے کی غرض سے تعمیر کروایا۔ اس رانی کے والد کے گورو نے جو لوہ نامی ایک غیر ملک سے آیا

راجہ خللا دھرم کی لڑکی کے سوئمیر میں شامل ہوا تو سخت سیکسی کی حالت میں تھا۔ اتفاقاً جشن کے موقع پر بارش شروع ہو گئی۔ تمام راجے ہمارا راجے چتر شاہی کے سایہ میں شامل جلوس ہوئے میگو اہن حالت بیچارگی میں چتر آسمان کا سائبان سر پر لٹے جلوس میں تو شامل ہو گیا لیکن اپنی حالت سے سخت یلوس تھا۔ اسے باشوکت راجاؤں کے مقابلہ میں گامیابی کی امید کیسے ہو سکتی تھی لیکن قدرت نے وہ کرشمہ دکھلایا کہ سب دنگ رہ گئے سائبان کی جگہ بدلی نے اُس کے سر پر قدرتی سایہ بنا دیا۔ شاہی چھتر والے بھیگنے لگے لیکن اس کے

ہوا تھا اور جس کا لقب اُس ملک کی زبان میں ستپا تھا وہ ستپا نامی ایک بدھ مندر تعمیر کروایا۔ اس کی دوسری رانی یوک دیوی نے اپنی سوتلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک عجیب و غریب وضع کا دھارندون^{۱۳۵} کے مقام پر تعمیر کرایا۔ اس کے نصف حصہ میں وہ بھکشو رہتے تھے جن کا چال چلن مذہبی اصولوں کے مطابق ہوتا تھا اور باقی نصف حصہ میں ایسے لوگ آباد تھے جو بیویاں بچے مویشی اور جانوروں کے لئے کے باعث گرمہنتیوں کے طور پر اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے بعد اس کی ایک اور رانی اندر دیوی نے اندر دیوی بھمون نام ایک دھارم ایک وسیع احاطہ کے تعمیر کروایا اور ایک بدھ مندر بھی بنوایا۔ اس کی باقی رانیوں کا دنا^{۱۳۶} سمہ غیو نے بھی اپنے ناموں بہت سے مشہور دھارم بنوائے۔ ہر چند کہ یہ راجہ نسبتاً زمانہ حال میں گزرا ہے تاہم اُس کے عہد میں بعض ایسے عجیب واقعات ظہور میں آئے جو پہلے راجاؤں کی کہانیوں پر فوق رکھتے ہیں۔

ناگوں کی کہانی { ایک دن جبکہ وہ کھلے میدان میں بغرض تفریح پھر رہا تھا۔ اس کے کان میں چور چور کی آواز آئی۔ اُس نے غصے میں آکر کہا۔ کون ہے؟ چور کی مشکلیں کس لو؟ اس پر امداد طلب آوازیں تو آئی بند ہو گئیں لیکن چور کا کہیں پتہ نہ ملا۔ اس کے کچھ دن بعد جب وہ باہر

بدن پر پانی کا چھینٹا بھی نہ پڑا۔ امرت پر بھانے اس تاہید غیبی سے آگاہ ہو کر اسے ہی سرفرازی بخشی اسی وقت سے اس کا نام میگواہن مشہور ہو گیا۔ دیکھ کے منجئے بادل اور واہن کے سواری کے ہیں۔

^{۱۳۷} کہ تو سے مراد عام مذہبی قربانیاں ہیں۔ اور بھوت ملی۔ بے پوران اور سمرتیوں کے پنچ یجنہ (پنج یگوں) کے مطابق روحوں کو قربانیاں دینا ہے۔ اب تک کشمیریوں کے ایک فرقہ میں جو شوکا پاسک ہے آٹے کا جانور بنا کر بعض رسموں کے موقع پر قربانی دیا

جار ہاتھ دو تین فوق الفطرت کی عورتیں اس کو نظر آئیں جنہوں نے اس سے حفاظت کی التجا کی۔ جب رحم دل راجہ نے اپنا گھوڑا کھڑا کر لیا اور انکی درخواست سننے کا وعدہ کیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ جوڑ کر مانگ تک اٹھائے اور کہا۔

اے رحم کی مجسم صورت! جب اس دنیا پر تیرا راج ہو تو پھر کون ہے جس کو کسی کا ڈر ہو۔ ایک موقع پر جب ہمارے شوہر یعنی ناگ بادلوں کی صورت میں آسمان پر چھائے ہوئے تھے تو کسانوں نے ژالہ باری سے خائف اور اس خیال سے مضطرب ہو کر کہ ہماری چاول کی پکی ہوئی فصلیں خراب نہ ہو جائیں شریرانہ طور پر انہیں آپ کے پیچھے کا نشانہ بنا دیا۔ جب آپ نے کسی مصیبت زدہ شخص کی چورچور کی آواز سُن کر غصے میں آ کر حکم دیا تھا کہ انہیں پکڑ لیا جائے تو آپ کا حکم پاتے ہی وہ زنجیروں میں کس کر زمین پر آگرے اب آپ ہم پر رحم اور انہر نظر عنایت کریں۔ یہ سن کر راجہ مسکرایا اور اس کے چہرے پر مہربانی کی جھلک نمودار ہوئی پھر اس نے حکم دیا سب ناگ اپنی زنجیروں سے چھٹ جائیں۔ یہ حکم پاتے ہی ناگوں کی زنجیریں کھل گئیں اور آزاد ہونے کے بعد انہوں نے جھک کر راجہ کو پرنام کی۔ اور اپنی اپنی عورتوں کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔

جاتا ہے۔

۱۲۲۱ ان ہر سہ مقامات میں سے کسی کا بھی کہیں اور ذکر نہیں آتا۔

۱۲۲۲ سٹن صاحب نے چینی سیاح اوکنگ کے سفر نامہ پر جو نوٹ لکھے ہیں

ان کے صفحہ ۹ پر یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ امرت بھون کا دار اور تلومی تو پووان کا معبد جس کا اس چینی سیاح نے ذکر کیا ہے ایک ہی ہیں۔ اوکنگ کی مراد امرت بھون ہے جو امرت بھون کے نام کی ایک پراکرت صورت ہے۔ یہ پراکرت صورت وہی ہے

میگو اہن کی فتوحات { اس کے بعد یہ راجہ جو قانون مقدس پر صدق دل سے عامل تھا دنیا کو اس غرض سے فتح کرنے کے لئے نکلا کہ دوسرے راجاؤں کو بھی جانداروں کے مارنے کی ممانعت پر مجبور کرے اس کی فتح کی خواہش جس میں لوگوں کو خطرے سے آزاد رکھنے کی احتیاط قابل تعریف طریقے پر مشترک تھی ایسی تھی کہ اس پر ایک جینی کو بھی رشک آئے جن راجاؤں کو اس نے مفتوع کر لیا ان سے جانداروں کو نہ مارنے کا اقرار حاصل کر کے یہ عجیب راجہ سمندر کے مالک ورن کے پاس پہنچا اور جب اس کی فوج آرام سے کھجور کے درختوں کے سائے میں خیمہ زن تھی تو وہ اپنے دل میں دوسرے جنریزوں میں پہنچنے کا طریقہ سوچ رہا تھا۔

ورن کی داستان { اس وقت اُسے ساحل پر کے ایک جنگل سے کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کی طالب آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔ میگو اہن کے زیر حکومت میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ یہ آواز اُس کے دل میں اس طرح بیٹھی جیسے گرم لوہے کی سیخ۔ وہ شاہی چھترا لئے اس طرف کو جلد جلد روانہ ہوا۔ اور وہاں جا کر چند کا درگا کے مندر کے سامنے ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا اور جسے کوئی

جسے ہمیں سنکرت کے امرت بھون اور کشمیری زبان کے انت بون کے مابین سمجھنا پڑتا ہے آخر الذکر نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں سری نگر کے شمال میں تین میل کے فاصلہ پر وچار ناگ کے نواح میں واقع ہے۔ مرکب الفاظ کے شروع میں جہاں کہیں سنکرت لفظ امرت آتا ہے تو کشمیری زبان میں وہ انت سے بدل جاتا ہے۔ جون ۱۸۹۵ء میں جب سٹائن صاحب انت بون کا معائنہ کر رہے تھے تو انہیں اس کے اور کشمیری کلیہ نر کے درمیان کھلی زمین پر بعض کھنڈرات نظر آئے جو کسی دہار کے کھنڈرات

وحشی جان سے مار رہا تھا۔ راجہ نے غصے میں آکر کہا "اے بے سمجھ آدمی اس فعل بد کے لئے تجھے شرم آنی چاہئے" جب راجہ نے اسے اس طرح پر دھکی دی تو اس وحشی نے خائف ہو کر کہا "مہاراج میرا چھوٹا بچہ کسی مرض میں مبتلا ہو کر جان کنی کی حالت میں ہے۔ دیوتا کا ارشاد ہے کہ اس قربانی سے اُسے صحت حاصل ہو سکے گی۔ اگر اس قربانی کی ممانعت کی گئی تو وہ ابھی مر جائے گا۔ اور میں آپ سے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اُس کے سارے رشتہ داروں کی زندگی اسی کی جان سے وابستہ ہے۔ مہاراج! جب آپ ایک بے یار و مددگار شخص کی جیسے جنگل کے اندرونی حصوں سے نکالا گیا ہے حفاظت کرتے ہیں تو پھر آپ اس بچے کی طرف کیوں کچھ توجہ نہیں دیتے جس کے ساتھ بہنوں کی زندگی وابستہ ہیں"

وحشی کے یہ الفاظ سنکر اور قربان کئے جانے والے شخص کی خوف زدہ صورت کو دیکھ کر بلند خیال راجہ کو بہت دکھ پہنچا اور کہنے لگا "اے کرات (قاتل) بایوس مت ہو میں تیرے بچے کو جس کے بہت سے رشتہ دار ہیں اور اس شخص کو جس کا کوئی رشتہ دار نہیں دونوں کو بچاتا ہوں۔ میں اپنا جسم چند کاکی بھینٹ کرتا ہوں دلیری سے مجھ پر وار کر۔ پر ماتما کرے کہ یہ دونوں

مشابہ تھے۔ اس جگہ میں فٹ اونچے ایک ٹھوس ٹیلے کے گرد جس کی صورت اور تعمیر واضح طور پر سٹوپا (بدھ مندر) کے مشابہ ہے ایک مربع احاطے کے آثار اُن بڑی بڑی ستلوں کے ذریعے جواب تک قائم ہیں نمایاں ہیں۔ مشرق کی طرف تیس گز فاصلہ کے قریب ایک تالاب کی شکل کا گڑھا واقع ہے جس کے بعض حصوں میں اب تک ایک بھاری اور قدیم دیوار کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دیہاتیوں کا بیان ہے کہ یہاں سے بہت سارے تراشیدہ پتھر نکال کر سرگ باشی مہاراجہ کے عہد میں مندروں اور دوسری عمارات

شخص زندہ رہیں۔ اس پر یہ وحشی جو اس دلیر راجہ کی بلند خیالی سے متحیر ہو گیا تھا اور جس کے جسم میں ایک قسم کا جوش پیدا ہو رہا تھا یوں کہنے لگا۔ ”ہے پر تھو سی راج! آپ تو بے صدر حمدی سے کام لیتے ہیں لیکن آپ کے دل میں کسی قسم کی ذہنی غلطی پیدا ہو رہی ہے کس لئے آپ اپنے اس جسم کے لئے ایسی ہیوجی ظاہر کرتے ہیں جس کی حفاظت کے لئے تین لوک کی ساری جانیں بھی ضائع کرنی پڑیں تو بلا تامل کر دی جائیں اور جس کو اس دنیا میں خوشی سے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ زندگی کی خاطر راجاؤں کو عزت۔ شہرت۔ دولت یا رانیوں۔ رشتہ داروں یا قانون یا بچوں تک کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے رعایا کے پالک مہربانی کرو اور اس شخص پر رحم کا اظہار نہ کرو جبکہ تم زندہ ہو پر ماتا کرے کہ یہ بچہ اور آپ کی ساری رعایا زندہ رہے۔ اس پر ساری دنیا کے فرمانروا جو اپنی جان دیتے پر طیار تھا کا منہ ا دیو سی کی پرارتھنا کی اور بولا۔ ”سچے چال چلن کے امرت سے حظ حاصل کرنے کو تم جنگل کے رہنے والے کیا سمجھ سکتے ہو جو لوگ صحراؤں میں رہتے ہوں وہ گنگا اشنان کے لطف سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس جسم کی بدولت جس نے ایک روز فنا ہو نا ہے میری غیر فانی شہرت حاصل کرنے کی خواہش کو روکنے کے لئے اپنی پراصرار کوشش میں لے بیوقوف میں لگائے گئے تھے۔

۱۷۲۷ء پروفیسر بولر اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۷ پر اس بات کا ذکر کرتا ہے۔ ”پنڈت گوہند کول نے بڑی دور اندیشی سے لوہ اور لدانج کا دارالخلافہ لہہ کا ایک ہی ہوا قرار دیا ہے۔ اس نے اپنے بعض دوستوں سے جو لہہ میں مقیم ہیں تحقیقات کر کے معلوم کیا ہے کہ سٹیما دراصل ایک تبتی لفظ ہے۔ بیشک صاحب کی تبتی انگریزی دکنشری کے صفحہ ۲۲۴ کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ستومیا کا لفظ عام طور پر استاد کے معنی

شخص تو حد سے بڑھا جاتا ہے۔ اب ایک بھی لفظ زبان سے مت نکال البتہ اگر تجھے اس قدر رحم آتا ہے کہ تو خود وار نہیں کر سکتا تو کیا میری اپنی تلوار بھی اس کام کو انجام دینے سے قاصر ہے؟

اپنا جسم بھیٹ دینے کے شوق میں یہ الفاظ کہتے ہوئے راجہ نے اپنا سر کلٹنے کے لئے تلوار کھینچ لی مگر ابھی وہ وار کرنے کو ہی تھا کہ اُس کے سر پر دیوتاؤں نے پھول برسائے اور کسی فوق الفطرت شکل کے آدمی نے اُس کے بازو کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ اس وقت اس نے اپنے سامنے آسمانی صورت کے ایک شخص کو دیکھا جو نہ تو قتل ہونے والا نہ چنڈ کا۔ نہ کرات اور نہ ہی وہ لڑکا تھا۔

اے مات لوک کے چاند اور رحم کی مجسم صورت تجھے معلوم ہو کہ میں ورن ہوں جسے تیری دلیری نے مفتوح کر لیا ہے۔ وہ چتر جو آج تمہارے پاس ہے اُسے زمانہ قدیم میں میرے شہر سے تمہارے خسر یعنی طاقتور بھوم کا باپ لے گیا تھا۔ اس کے بغیر جو سطح زمین کی واحد آرائش ہے اور جو بہت بڑا اثر رکھتا ہے ہمارے اہل شہر میں جا بجا مہلک مصائب پیدا ہو جاتے ہیں چونکہ میں اسے خود حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے اے رحم دل راجہ تمہاری ذہنی شرافت

میں متعل ہوتا ہے۔ مگن کی اصلی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اُسے معلوم تھا یہ لفظ گورو کے معنوں میں آ سکتا ہے اور جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے وہ اسے اسم معرفہ نہ سمجھتا تھا۔ وہ اور لیہہ کے ناموں کے ایک ہی ہونے کے متعلق سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں کوئی معتبر شہادت نہیں مل سکی۔

جیشک صاحب کی ڈکشنری کے صفحہ ۵۸۶ پر دار الخلافہ لدرخ کا نام تبتی زبان میں سے لکھا ہے مگر اس کا اصلی تلفظ لے ہوتا ہے۔ چونکہ ان دونوں صورتوں اور

کا اندازہ کرنے کے لئے یہ سارا اڈبڑینے ہی رچا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جانداروں کو مارنے سے مقرر رہ کر تم اُس گناہ کا پراسچت کر رہے ہو جو تمہارے پیشرو و سواکل کے بیٹے میہر کل نے جانداروں کی زندگیاں ضائع کر کے کیا تھا۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک ہی مشہور نسل میں دو ایسے راجہ پیدا ہوئے ہیں جن میں سے ایک نے تو تین کروڑ مخلوق کو تہ تیغ کیا اور تم ہو کہ کسی کو جان سے مارنے سے بے حد اعتراض کرتے ہو۔ اُس نسل میں جو دنیا پر حکومت کرنے کی عادی ہے تم دونوں خوف اور خوشی کو اس طرح پیدا کرتے ہو جیسے شیش کے جسم میں جو زمین کو اٹھانے کا عادی ہو چکا ہے وہ نہر جو وہ اگلتا ہے خوف اور وہ جو اہر (دینیاں) جو اُس کے پھن میں ہیں خوشی پیدا کرتے ہیں۔ اُس نسل میں جو اپنی شان و شوکت کے باعث تمام دنیا میں ممتاز ہے تم دونوں اسی طرح تاریکی اور روشنی پیدا کرتے ہو جیسے آگ جس کے شعلے ہر طرف بھڑکتے ہیں تو اس کے دھوئیں سے تاریکی اور شعلوں سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اُس نسل میں جس کے ماتحت بہت سے شاندار شاہزادے ہو گزرے ہیں تم دونوں اسی طرح اضمحلال اور تفریح پیدا کرتے ہو جیسے موسم برسات کے ابر آلودوں میں سورج نظر آنے لگتا ہے تو طبیعت مضحل اور بارش ہوتی ہے تو خوش ہونے کا لہن کے لوہ میں اختلاف ہے اس لئے یہ بات طے نہیں ہو سکتی آیا آخر الذکر نامہ ثبت کے کسی اور علاقے کا ہے یا نہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ کلن نے رانی اتر پرہا کا وطن پر آگ یوتش قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی وہ اس کے باپ کے گورو کا بتی نسل ہو نا بدریہ ایک روایت کے بیان کرتا ہے۔

۱۴۵ ندون سے مراد شاید نرودور کا وہ موجودہ حصہ ہے جو سرنگ کے شمال مغربی علاقہ میں سنگین دروازے اور عید گاہ کے درمیان واقع ہے۔ نرودور کا لفظ ندوات سے

لگتی ہے۔“

جب بحری حیوانات کا فرمانروا ورن اس طرح گفتگو کر چکا تو راجہ نے ادب کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر اس کی پوجا کی۔ ایک تعریفی بھجن گایا اور چتر بطور ہدیہ کے پیش کیا۔ اور جب ورن نے مہربانی سے چتر کو قبول کر لیا تو دنیا کے نیک راجہ نے اُسے یوں مخاطب کیا۔ ”شردار درخت اور نیک آدمی ایک ہی جماعت میں یک جا کئے جانے کے مستحق نہیں۔ کیونکہ اول الذکر تو صرف اسی صورت میں محتاجوں کو اپنا میوہ دیتا ہے۔ جب اس سے خواہش ظاہر کی جائے لیکن آخر الذکر اپنی مرضی سے نیکی کرتے ہیں۔ اگر مصیبت زدہ لوگ آپ سے امداد کی درخواست نہ کرتے تو یہ چتر میرے لئے مذہبی خوبی حاصل کرنے کا ذریعہ کیوں کر بن سکتا تھا۔ کسی فیاض آدمی کے لئے لازم ہے کہ اُس شخص سے جو اس کی فیاضی کو حاصل کرنے والا ہو پوری مہربانی کا سلوک کرے کیونکہ درخت اپنے پھل کے علاوہ سائے کا لطف بھی دیتا ہے۔ آپ کی اُس فیاضی سے جو آپ میرے ساتھ کر چکے ہیں حوصلہ افزائی حاصل کر کے اے قابل پرستش دیوتا! میں آپ سے ایک اور خواہش کی منظر رسی کی التجا کرتا ہوں۔ آپ کی مہربانی سے میں ساری زمین کو مطیع کر چکا ہوں لیکن اب مہربانی کر کے آپ مجھے کوئی ایسا ذریعہ بتلائیں

نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے اس صورت میں وارٹ یا واٹکا جس کے معنی باغ کے ہوتے ہیں ورن کے مشابہ ہوتا ہے۔ کشمیر کے مقامی ناموں کے اخیر میں دور یا اس کی مونث صورت وار بکثرت پائی جاتی ہے۔ دیکھو نوٹ ۱۱۱۔ کتاب ہذا متعلقہ پیکسورڈنگا۔ نوٹ ۱۱۲ کتاب ہذا متعلقہ راجان واٹکا نوٹ ۱۱۳ کتاب ہذا متعلقہ رنگ واٹکا۔ سرینگو کے اکثر حصوں کی طرح نروور کے قبرستانوں اور زیارتوں میں قدیم مکانات کے اکثر آثار موجود ہیں لیکن جو کھنڈرات سطح زمین پر پائے جاتے ہیں انہیں ان میں سے کسی ایک

کہ میں پانی کو عبور کر کے جزائر کو فتح کر سکوں۔“ یہ التجا سنکر سمندر کے مالک نے زمین کے محافظ یعنی راجہ سے کہا۔ جب تم سمندر عبور کرنا چاہو گے تو میں اس کے پانی کو ٹھوس بنا دوں گا۔ اس پر راجہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور قابل تعظیم درن معہ چتر کے غائب ہو گیا۔

اس سے اگلے روز وہ سمندر پر سے جس کا توج کسی فوق الفطرت طاقت کے ذریعے ٹھوس صورت اختیار کر چکا تھا گذر گیا۔ اس نے پانی کو ایک سیدھی لکیر میں عبور کیا اور اس کی فوجیں ساتھ ساتھ حیرت و استجاب کے عالم میں مسکراتی جاتی تھیں۔

لنکا کی فتح اب یہ راجہ جو بیش بہا خبیوں کا مخزن تھا اپنی فوجوں کو ہمراہ لے کر وہ روہن ^{۱۲۹} پر جو سمندر کا مکٹ ہے اور جس میں بیش بہا جواہرات کی بہت سی کانیں ہیں جا چڑھا۔ اور اُس کی فوج نے گھجور کے درختوں کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے ڈیرہ ڈال دیا۔ لنکا کا راجہ و بھیشن اس سے دوستانہ ملاقات کرنے کے لئے آیا۔ آدمیوں اور راکشوں کے راجاؤں میں بڑی شاندار ملاقات ہوئی مگر ان دونوں نے جو الفاظ ایک دوسرے سے کہے وہ اس لئے نہ سنے جاسکے کہ بھٹ اپنے اپنے راجہ کی بلند آواز سے سے متعلق قرار دینا ناممکن ہے۔

^{۱۳۰} اندر دیوی بھون دمار کا ذکر اس موقع پر بھی آتا ہے جب بھکشا کر کے سلطنت غصب کرنے کے بعد فسادات برپا ہوئے تھے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۱۷۲ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مقام سرینگ کے نواح میں واقع تھا اور غالباً سرینگ کے حصہ کا تھول کے قریب تھا جس کا ذکر کایستھل کے نام سے ترنگ کے شلوک ۱۱۶۹ میں آتا ہے۔

تعریف کر رہے تھے۔ اس کے بعد راکھشوں کا راجہ و بھیشن اس پر تھوڑی کے جوہر یعنی میگو اہن کو لٹکائے گیا اور وہاں وہ ستائست اس کے روبرو پیش کئے جنہیں غیر فانی لوگ بہ آسانی حاصل کر سکتے ہیں۔

پنشناس یعنی گوشت خور کا لقب جو آجتک راکھشوں کے لئے مناسب طور پر استعمال کیا جاتا تھا اب اُن کے اس راجہ کے حکم منظور کر لینے پر گوشت خوری ترک کرنے کے بعد محض رواجاً مستعمل ہونے لگ گیا۔ راکھشوں کے راجہ نے اس کے روبرو اس قسم کے جھنڈے ^{۱۵۰} پیش کئے جن کے پھریوں پر راکھشوں کے سروں کی تصویریں تھیں اور جن سے مراد یہ تھی کہ وہ ہمیشہ اس کے تابعدار رہینگے۔ یہ جھنڈے جو پار دھو جا یعنی سمندر کے جھنڈے کہلاتے تھے اب بھی ایسے موقعوں پر استعمال کئے جاتے ہیں جب مہاراجگان کشمیر کسی مہم پر روانہ ہوتے ہیں۔

راکھشوں کے ملک میں جانداروں کے قتل کی ممانعت کرنے کے بعد یہ نیک دل راجہ اپنی سلطنت کو واپس لوٹا۔ اس کے بعد جانوروں کے مارنے سے معترض رہنے کے متعلق اس راجہ کے حکم کو کسی شخص نے نہیں توڑا۔ اس کے عہد میں کوئی ظالم کسی حیوان کو نہ مار سکتا تھا۔ پانی میں ^{۱۵۱} اود بٹاؤ اور دوسرے آبی

^{۱۵۲} ان دونوں رانیوں کے نام پر جو ہمارے تعمیر ہوئے تھے ان کا یقینی طور پر کوئی کھوج نہیں چل سکتا ممکن ہے کہ کماؤنا و ہار کا نام بگڑ کا کہا دینا رہو گیا ہو جس نام کا گاؤں بارہ مول سے قریباً چار میل نیچے کی طرف وٹشٹا کے دائیں کنارے پر آباد ہے۔ وٹشٹا مہاتم کے باب ۱۹ شلوک ۲ میں اس مقام کا نام کھاؤنا ہار دیا ہوا ہے۔

^{۱۵۳} بھوم دیت ترک کا جس کا ذکر ترنگ ۲ کے شلوک ۱۵۰ میں آچکا ہے

دوسرا نام ہے۔

حیوانات نے جانوروں کو مارنا بند کر دیا تھا۔ اور جنگل میں شیر یا دوسرے درندے بھی حیوانات کو نہ مارتے تھے۔ نہ عقاب یا دوسرے شکاری پرندے طيور کا شکار کرتے تھے۔

ایک برہمن کے لڑکے کی کہانی { اس کے کچھ عرصہ بعد ایک برہمن اپنے جان بلب بیٹے کو ہمراہ لاکر راجہ کے سامنے گریہ وزاری کرنے لگا اور بولا۔ ”درگا مجھ سے قربانی طلب کرتی ہے اور اگر میں نے جس کی اور کوئی اولاد نہیں قربانی نہ دی تو میرا بچہ آج بخار سے مر جائیگا۔ اگر آپ اہنسا کے اصول پر مصر رہے اور میرے اس بچے کو نہ بچایا تو اے پر تھوی پال میری نظروں میں سوائے آپ کے اسکی موت کا باعث اور کون ٹھہریگا؟ اے تمام ذاتوں کے رکھشک آپ خود اس بارے میں فیصلہ کریں کہ ایک برہمن اور حیوان کی زندگی میں کتنا فرق ہے؟ اے پر تھوی ماتا! وہ راجہ جو برہمنوں کی زندگیاں بچانے کے لئے سینا سیوں تک کو مار دیا کرتے تھے۔ اب نہیں رہے!“

جب برہمن نفرت آمیز لہجہ میں غم و غصہ سے بھرا ہوا یہ سخت الفاظ کہہ رہا تھا تو دکھوں کے ہرنے والا راجہ اپنے دل میں ان باتوں پر غور کر رہا تھا۔ اس سے

۱۴۹ ردہن کوہ آدم واقع سیلون کی چوٹی کا نام ہے۔

۱۵۰ راکھشوں کے سروں والے اُن شاہی جھنڈوں کے متعلق سٹائن صاحب کہتے ہیں کہ انہیں کوئی حوالہ نہیں مل سکا گو کلہن کے وقت میں ان کے متعلق ایک عام اعتقاد میگوواہن کے اس مہم کے بارے میں اس نے راکھشوں کی سرزمین پر کی تھی پھیلا ہوا تھا۔

۱۵۱ اصل کتاب میں اود بلاؤ کے لئے لفظ اودرا آیا ہے۔ سٹائن صاحب

پہلے میں یہ قاعدہ بنا چکا ہوں کہ جانداروں کو تلف نہ کیا جائے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک مہن کی خاطر ایسی بات کروں جسے میں گناہ عظیم تسلیم کر چکا ہوں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ برہمن لڑکا مجھے اپنی موت کا باعث قرار دیتا ہوا مر گیا تو یہ بھی ایک بہت بڑا پاپ ہوگا اور دنیا کے گی کہ میں نے دیدہ و دانستہ اُسے مرنے دیا۔ تفکرات میری روح کو مضطرب کر رہے ہیں اور اُسے اس پھول کی مانند کسی پہلو چین نہیں آتا جو دونوں کے مقام اتصال پر ایک بھنور میں گر پڑا ہو۔ پس اگر میں درگا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا جسم بھیٹ دیدوں تو میں ان دونوں کی زندگیوں اور اپنے عہد کو محفوظ رکھ سکتا ہوں ۱۱

اس طرح کچھ دیر تک غور کرنے کے بعد راجہ نے جو اپنا جسم بھیٹ دینے کے لئے تیار تھا برہمن کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ میں کھل کر دوں گا۔ مگر رات ہی میں درگا نے برہمن کے برہمن کے بیٹے کی صحت بحال کر دی اور اس طرح پر راجہ جو اپنا جسم بھیٹ دینے کے لئے تیار تھا اپنے ارادے سے باز رہا۔

زمانہ حال کے اس راجہ کے متعلق یہ اور اسی قسم کی دوسری کارروائیوں کا لکھتے ہیں کہ نوٹ نویسوں کو اس لفظ کے صحیح معنی یقینی طور پر معلوم نہیں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ سندھ میں اور درکا لفظ اود بلاؤ کے لئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے اور پنجاب میں بھی اس کا عام نام لُند مشہور ہے تو یہ شبہ بہت بڑی مذتک دور ہو جاتا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اور اسے مراد اود بلاؤ ہی لی گئی ہوگی۔

۱۵۲ء معلوم ہوتا ہے کہ جرنیل کنگھیم نے سب سے پہلے یہ بات ظاہر کی ہے کہ پورا نا ادھشٹان یعنی قدیم دار الخلافہ سے مراد وہ گاؤں ہے جو آجکل سرینگر سے تین میل

ذکر کرتے ہوئے جنہیں عام لوگ باور نہیں کر سکتے دل پریشان ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ رشیوں کے سچے راستہ پر چلتے ہیں انہیں اپنے بیانات ظلم بند کرتے ہوئے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ سننے والے انہیں پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ جب یہ راجہ چوتیس سال حکومت کرنے کے بعد رحلت کر گیا تو ساری دنیا گویا سورج اور روشنی سے محروم ہو گئی۔

راجہ سریشٹ سین

میکواہن کے بعد اس کا بیٹا سریشٹ سین جسے لوگ پرور سین اول اور تنجن ثانی بھی کہتے تھے تخت نشین ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی شان و شوکت اپنے رخ کو ادھر پھیر کر اس کی تلوار کے جوہر دار آئینے میں جو اس کے مضبوط ہاتھ میں مستقل طور پر پکڑی ہوئی تھی۔ منعکس ہو چکی ہے۔ پرور ایشور کا پہلا مندر اور ماتر چکر یعنی ماتاؤں کا حلقہ تعمیر کروانے کے بعد اس نے پورانا ادھشٹان میں بہت سی مقدس عبادت گاہیں تیار کروائیں چونکہ وہ سنہین کو جو اس کے زیر حکومت تھی اپنے محل کے صحن کی طرح سمجھتا تھا اس نے پرور ایش کے مندر کے ساتھ چند گاؤں اور ترنگرت کا علاقہ ^{۱۵۳} وقت کر دیا۔ یہ حلیم الطبع اوپر کی طرف دریائے ونشٹا کے دائیں کنارے پر پاندری تھن کے نام سے آباد ہے۔ اسکے علاوہ یہ بات پندتوں کو بھی عام طور پر معلوم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورانا ادھشٹان کا نام ساتویں صدی کے ابتدائی نصف حصہ میں انتقال ہوتا تھا کیونکہ ہیون سانگ نے جس قدیم شہر کا جو جدید شہر کے جنوب مشرق میں دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا ذکر کیا ہے اس سے اس کی مراد اسی شہر سے ہے۔ کلہن نے پورانا ادھشٹان کا ذکر ایک بار پھر پارٹھ کے عہد حکومت میں کیا ہے دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۲۶۔ اُس موقع پر میر ووردھن من

راجہ تین سال تک ان حکمرانوں کا سردار رہا جو بڑے بڑے علاقوں پر فرماں روا تھے۔

راجہ ہرنیہ

اس کے بعد اس کے دو بیٹوں میں سے ہرنیہ تخت نشین ہوا اور تورمان یوراج (روہی عہد) مقرر ہوا۔ تورمان نے پہلے کے مضروب شدہ کثیر التعداد سکوں کے چلن کو روک کر اپنے نام پر تیار کروائے ہوئے دینار مروج کروائے۔ اُس کے بڑے بھائی یعنی راجہ نے غصہ میں آکر اور یہ سوچ کر کہ تورمان کو یہ کیونکر جرات ہوئی کہ میری پرداہ نہ کرتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو راجہ ظاہر کیا اُسے اور اس کی بیوی انجنا کو جو اکشوا کو کی نسل کے وجراندر کی لڑکی تھی قید خانہ میں ڈالوا دیا۔

پرورسین دوئم کی پیدائش { جب انہیں قید میں رہتے ہوئے ایک مدت گزر گئی تو انجنا حاملہ ہو گئی اور جس وقت وضع حمل کے دن قریب آئے تو وہ اپنے شوہر کے کہنے پر جو اس بارہ میں شرمسار ہو رہا تھا ایک کمہار کی جھونپڑی میں چلی گئی اور وہاں اس کے

کے ص مندر کی تعمیر کا ذکر آتا ہے وہ جرنیل نگلیم کے خیال میں وہی چھوٹا سامندر ہے جو اب تک جدید شہر کے مرکز میں واقع ہے۔ اس کے بعد کلہن کے اپنے وقت میں تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وزیر لہن نے دونوں پرورسینوں کے شہروں میں مختلف عمارات تعمیر کیں جن میں خاص طور پر قابل ذکر راجہ پرورس کے پہلے شہر کی رلہن ایشور کی عمارت ہے آخر الذکر سے مراد بظاہر پورا نا اہیشٹان ہے پاندری تھن سے اوپر شمال کی جانب جو ڈھلوان پہاڑیاں اُٹھتی ہیں ان میں قدیم عمارات کے بہت سے آثار ترشے ہوئے

ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس طرح کانگنی کوئل کے بچے کو اپنا سمجھنے لگتی ہے ایسے ہی کمہار کی عورت نے اس شہزادہ کو اپنا بچہ بنا کر اس کی مناسب طریق پر پرورش کی۔ جس طرح دھینے کی خبر صرف زمین اور سانپنی کو ہوتی ہے اس طرح اس بات کی خبر سوائے اس کی ماں اور کمہار کی عورت کے جو اس کی پرورش کیا کرتی تھی کسی اور کو مطلق نہ تھی۔

اس کی ماں کے کہنے پر کمہار کی عورت نے اس بچے کا نام اُس کے دادا کے نام پر پرورسین رکھا۔ جوں جوں یہ لڑکا بڑا ہوتا گیا۔ وہ اُن لوگوں کی صحبت کو جن میں وہ رہتا تھا ناپسند کرنے لگا جس طرح کنول کا پھول سورج کی کرنوں کی صحبت میں رہنے کے شوق سے پانی کے ساتھ ملنا پسند نہیں کرتا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوا کرتے تھے کہ کھیلنے وقت اُس کے ساتھ صرف اعلیٰ نسل کے دلیر اور فاضل لڑکے ہی رہتے ہیں۔ جس طرح جنگل میں چھوٹے چھوٹے جانور شیر کے بچے کو اپنا راجہ بنا لیتے ہیں ایسے ہی لڑکے کھیلنے وقت اسکو جو غیر معمولی طاقت رکھتا تھا اپنی جماعت کا راجہ بنا لیتے تھے۔ وہ لڑکوں کو تحفے دیتا۔ ان سے مہربانی کا سلوک کرتا اور انہیں مطیع رکھتا تھا اور کسی موقع پر بھی کوئی حرکت اس سے ایسی سرزد نہ ہوتی تھی جو کسی راجہ کے شایاں شان

پتھروں اور عمارتی ٹکڑوں کی صورت میں پہاڑی کے دامن سے ڈیرہ میل کے فاصلہ تک ملتے ہیں۔ ان میں بہت سے بڑی بڑی جسامت کے ٹوٹے ہوئے انگ نظر آتے ہیں لیکن سطح زمین پر جو کھنڈرات اس وقت موجود ہیں اُن کے باعث انفرادی تعمیروں کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے سریشٹ سین کے بنوائے ہوئے مختلف مندروں کا پتہ ملنا ناممکن ہے۔ پرورش کا لنگ یا مندر جس کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سب میں کونسا ہوا تھا وہ پوروم لفظ کے ذریعے امتیاز میں آ سکتا ہے یہ نام اُس عظیم مندر سے حاصل

نہ ہو۔ جب کھار اُسے برتن وغیرہ بنانے کے لئے مٹی دیتے تو یہ اس کے شولنگ بنا دیتا۔

ایک موقع پر اس کے ماموں بے اندر نے اُسے ایسے ہی عجیب طریقے پر کھیلنے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ جب بچوں نے کہا کہ یہ بے اندر ہے تو اس نے کسی قدر انکسار کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اس کی طرف ایسی نگاہ سے دیکھا گویا وہ اپنے آپ کو راجہ کا بیٹا سمجھتا تھا۔ بے اندر نے اس لڑکے کے رویہ سے نتیجہ نکالا کہ وہ کسی معمولی نسل سے تعلق نہیں رکھتا اور چونکہ اس کی شکل اس کے پہنوٹی سے مشابہ تھی اس لئے اس نے خیال کیا کہ شاید یہ میرا بھانجہ ہی ہو۔ صورت حال معلوم کرنے کی غرض سے وہ اُس کے پیچھے گیا اور جب بے صبری کی حالت میں اس کے گھر پہنچا۔ تو وہاں اپنی بہن سے ملاقات کی۔ لڑکے نے کھار کی پوسی سے پوچھا ماما یہ دونوں کون ہیں؟ اس نے جواب دیا ”بچہ یہ تمہاری ماں اور یہ تمہارا ماموں ہے۔ بے اندر نے لڑکے کو جسے اپنے باپ کی حقیقت سنکر سخت غصہ آیا تھا لیکن جو بایں ہمہ کچھ کرنے سے معذور تھا انتظار کرنے کی نصیحت کی۔ اور اس کے بعد اپنے کام پر چلا گیا۔

کیا گیا ہے جو پوروسین ثانی نے اپنے نئے دار الخلافہ پرورپور میں تعمیر کیا تھا۔ دیکھو ترنگ شلوک ۳۵۰-۳۵۲ اور ۳۷۸-۳۷۹۔ یہ بات واضح طور پر معلوم نہیں ہو سکی کہ ترنگ کے شلوک ۱۰۹ میں دوپوریشول میں سے کھن کس کا ذکر کرتا ہے۔

۱۵۳ء علاقہ ترگرت سے مراد کانگرہ کا وہ جدید پہاڑی ضلع ہے جو کوہستان چیمہ اور دریائے بیاس کی بالائی وادی کے مابین واقع ہے دیکھو وشنو پوران ادھیائے ۲ صفحہ ۱۷۹۔ کنگھیم کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۳۸۔ محکمہ آثار قدیمہ کی سروے رپورٹ باب ۵ صفحہ ۱۲۸

اس کے کچھ عرصہ بعد پرورسین بغاوت کے لئے تیاریاں کرنے لگا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ تورمان جو مردوں کے درمیان سورج کی حیثیت رکھتا تھا اپنے بھائی کے ذریعہ قید سے نجات پا کر جلدی مرگیا۔ پرورسین ہر چند کہ خود ملول اور مخزون تھا تاہم اس نے اپنی ماں کو سنی ہونے سے روکا اور پھر خود تیرخصوں کو چلا گیا انہیں ایام میں ہرنیہ بھی تیس سال دو مہینے حکومت کر کے لا ولد مرگیا۔

اس زمانہ میں اوجین پردنیا کا عظیم الشان راجہ **راجہ بکرماجیت** اور **ماثر گیت** ^{۱۵۴} جس کا دوسرا نام ہرش تھا حکومت کر رہا تھا۔ شوچی کے چار بھائی (بازو) اور چاروں سمندر چھوڑ کر اس نے سارے عالم کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے اپنی دولت کو روز افزوں نیکی کا ذریعہ بنانے کے باعث ہی آج تک یہ حالت دیکھی جاتی ہے کہ شریف چال چلن کے آدمی اپنی گردنیں سیدھی کر کے دولت مندوں کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہیں (اُس کے عہد میں دولت مندوں کی نسبت شریفوں کی عزت زیادہ ہوتی تھی) بدھ مذہب کے پیروں کو تباہ کر کے شوچی کا کام جنہوں نے اس پر تھوڑی پرلیچھوں کی بیج کنی کے لئے آنا ہے۔ آسان کر دیا۔ اس راجہ کے پاس جس کی شہرت چار دانگ دنیا میں پھیلی ہوئی تھی جس کے پاس نیک

انڈین اینٹی کوپی باب ۷ صفحہ ۸ اور باب ۲۲ صفحہ ۱۹۱۔ چونکہ ترگت زمانہ قدیم میں جالندھر کی سلطنت کا ایک حصہ تھا اس لئے اندو چندر کو جو کا نگڑے کے کٹوچ راجاؤں کے شجرہ نسب کے اندر چندر کا دوسرا نام تھا ترنگ ۷ شلوک ۱۵۰ میں راجہ جالندھر قرار دیا گیا ہے۔ باشندگان ترگت کی خصوصیتوں کے متعلق دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۵۳۱۔

^{۱۵۴} یہ بات یقینی ہے کہ کلن بکرماجیت ہرش والے اوجین کو ہی راجہ سمجھتا ہے جس نے بدھوں کو مغلوب کر کے شک سمت کی ۸ عیسوی سے ابتدا کی تھی (سٹائن)۔

آدمی آسانی سے پہنچ سکتے تھے اور جس کے دربار میں ہر درجہ کے لوگ جاسکتے تھے مارتیکت نامی ایک شاعر گیا۔ یہ شاعر جو بہت سے درباروں میں رہ چکا تھا اس عظیم الشان راجہ کی عجیب و غریب طاقت پر اس طرح غور کرنے لگا۔ اُس راجہ میں بہت سی خوبیاں ہیں اور وہ نیکوں کا دوست ہے اس کی مکمل حالت کا اندازہ لگانے کے لئے ہمیں پورا نئے وقتوں کے راجاؤں کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اس راجہ کے روبرو دانا اور فاضل برہمنوں کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ عزت اور تعظیم حاصل کرنے کے لئے وہ دست بستہ کھڑے رہیں۔

اُس کے دربار میں ہر شخص کو اجازت ہے کہ اپنے خیالات کو آزادی سے ظاہر کر سکے اور انہیں کسی ظاہر واری کے پردہ میں چھپانے کی ضرورت نہ پڑے۔ شریہ آدمیوں کی اس کے دربار میں دال نہیں گلتی۔ وہ سچ اور جھوٹ میں پورے طور پر امتیاز کر سکتا ہے اور اس کی خدمت میں رہ کر کسی کی خوبی کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ اس کے دربار میں کوئی خوبی رکھنے والے اشخاص بحالت زندگی اپنا مردہ ہونا محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ انہیں شریروں اور جاہلوں کے ہم رتبہ نہیں بنا دیتا۔ شریف چال چلن کے آدمیوں کو اس کے انعام تقسیم کرنے کے موقع پر ناقدر دانی کی شکایت نہیں ہوتی نہ انہیں اہیں بھرنی

کا یہ فقرہ مشتبہ ہے کیونکہ سمت بکرماجیتی سنہ عیسوی سے ۵۷ سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ تاکہ اس کے بعد البتہ شا کا شالباہن کا سمت ۷۸ء میں شروع ہو گیا تھا ۱ اس کا ثبوت ترنگت کے شلوک ۱۲۸ اور مذکورہ بالا تاریخ کے ۷۸ء کے قریب ہونے سے بھی ملتا ہے جو کلہن کی تاریخ کے مطابق راجہ ہرنیہ کی موت کا سال تھا۔ کلہن جہاں ترنگ ۳ کے شلوک ۳۲۰ میں بیان کرتا ہے کہ بکرماجیت دہرش (سیلا دتیہ (پرتاب شیل) کا باپ تھا وہاں اس عظیم تاریخی غلطی کی اصلاح کر دیتا ہے۔ چونکہ آخر الذکر سوائے اُس راجہ سیلا دتیہ کے

پڑتی ہیں کیونکہ یہ دور بین راجہ مستحق لوگوں کا پورے طور پر خیال رکھتا ہے یہ دانشمند راجہ ہر شخص سے اس کی صفات کے مطابق سلوک کرتا ہے اور ان کی پوری قدر دانی کر کے ان کی کوششوں کو از سر نو تقویت دیتا ہے۔ جس حکم اس کی خدمت میں مہربانی حاصل کرنے کی غرض سے جو تکالیف اٹھاتے ہیں وہ کسی برف سے ڈھپے ہوئے پہاڑ پر برف فروخت کرنے کی کوشش کی طرح خالی از نفع نہیں ہوتیں۔ کیونکہ وہ اُن کی جھیلی ہوئی سختیوں کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اس راجہ کی بجا میں کوئی بد صفات مشیر۔ جھگڑا الو وزیر یا ایسا شخص نہیں جو وعدہ شکن یا رشوت خور ہو۔ اس کے نوکر سخت الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ نہ تمسخر کے ذریعے ایک دوسرے کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں نہ خاسدانہ طور پر متفق ہو کر دوسروں کے زمرہ میں داخل ہونے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ راجہ اُن لوگوں کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا جو غلامانہ طور پر ہر بات کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں یا جو اپنی ہی داتائی کی ڈینگیں مارتے ہیں اور اندھا دھند اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند تصور کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ اگر کسی اہم معاملہ پر گفتگو شروع کی جائے تو شریہ لوگوں کو اس میں رخنہ انداز ہونے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اگر میں اس لیے عیب

اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کا ذکر ہیون سانگ نے اپنے سفر نامے کے باب ۲ صفحہ ۲۰۱ میں اس طرح پر کیا ہے کہ وہ ۵۸۵ء میں مانوہ کے ملک پر حکمران تھا اس لئے ہم کو اُن دلائل کے مطابق جو پہلے ڈاکٹر بہاؤ داجی نے پیش کی تھیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا ہے کہ کلہن کا بکرماجیت (ہرش) حقیقت میں وہی بکرماجیت تھا جسے ہیون سانگ سیلا دتیہ کا پیشرو قرار دیتا ہے۔ پروفیسر ایم۔ مولر کی تحریر مندرجہ کتاب "انڈیا" کے صفحہ ۲۸۶ کے مطابق اس بکرماجیت کا عہد چھٹی صدی کے ابتدائی حصے میں قائم کیا جاسکتا ہے۔

راجہ کے ساتھ تعلقات پیدا کر لوں جو اس قابل ہے کہ اس کی خدمت کی جائے
تو روحانی خوبیوں کے علاوہ ذاتی منفعت کا حصول چنداں مشکل نہیں۔ میں خوب
سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے اس راجہ کی جو نکتہ رس ہے۔ خوبیوں کی قدر کرتا ہے
اور بڑا سمجھدار ہے خدمت کی تو مجھے کسی قسم کی مشکلات پیش نہیں آ سکتیں۔
نہ مجھے یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اسے خوش کر کے اور اس سے انعام
حاصل کر کے بعد میں کسی اور کی خدمت کی جائے جیسا کہ دوسرے راجاؤں کی
حالت میں کیا جاتا ہے۔“

جب وہ ان باتوں پر پورے طور پر غور کر چکا تو اس نے شاہی سبھا کو
نیا جانکر خوش کرنے یا مغزین کی صحبت میں زبردستی گھسنے کی کوشش نہیں
کی۔ جبکہ وہ اپنی قابلیتوں کو اس طرح چپکے چپکے ظاہر کر رہا تھا راجہ نے سمجھ
لیا کہ وہ کسی ایسے موقع کا منتظر ہے جب کہ اپنی اعلیٰ صفات کو ظاہر کر سکے
وہ سوچتا تھا کہ یہ شریف آدمی محض عزت کا مستحق ہی نہیں بلکہ اس کے دور
اندیشانہ طریقوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ قدر کی
جانی ضروری ہے۔ اس رائے کو رکھتے ہوئے بھی راجہ نے اس کے اندر دنی
خیالات کا اندازہ کرنے اور اس کا امتحان لینے کے لئے اس قسم کے انعامات

۱۵۵ ڈاکٹر بہاؤ داجی نے ایک عجیب تھیوری کے ذریعے اس بات کو ثابت کر دیا
کوشش کی ہے کہ ماتر گیت اور کالی داس دونوں ایک ہی شخص تھے۔ اس کے بعد
فرگوسن صاحب اور پروفیسر مولر نے اس تھیوری کو ایک نئی روشنی میں اس طرح لیا ہے
کہ مشہور و معروف کبرماجیت (ہرش) یہ دونوں ایک ہی شخص تھے۔ ڈاکٹر بہاؤ داجی کے
دلائل زیادہ تر یہ ہیں کہ کالی داس اور ماتر گیت دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ کالی داس
کے نام کا راج ترنگنی میں کہیں ذکر نہیں آتا اور پراکرت نظم سیتو بند جو راجہ پروردین کے

اُسے نہ دیئے جن کا کہ وہ مستحق تھا۔

دانا ماتر گپت اس ظاہرہ عدم توحی سے سمجھتا تھا کہ فیاض طبع راجہ مجھ سے کہے
تعلقات قائم کر رہا ہے اور اس خیال سے وہ اس کی وفاداری کے ساتھ خدمت
کرتا رہا۔ اس دانا شخص کی محنت سے کی ہوئی خدمات سے جو رفتہ رفتہ بڑھتی
جاتی تھیں راجہ اسی قدر کم آزدہ ہوتا تھا جتنا اپنی ذات سے جس طرح چاند
موسم خزاں کی اوسط درجہ کی راتوں سے خوش ہوتا ہے ایسے ہی راجہ اس
شخص سے جو نہ تو بہت کم اور نہ ہی بہت زیادہ دیر تک اس کے سامنے
حاضر رہتا تھا خوش تھا۔ وہ نہ تو خانگی نوکروں کے مہنسی ٹھٹھے سے مضطرب
ہوتا تھا نہ دربانوں کے متلون سلوک سے اور نہ درباریوں کی جھوٹی تعریفیں
اس پر اثر ڈال سکتی تھیں۔ جب کبھی راجہ اُسے تلطیف آمیز الفاظ کہتا تو
وہ اس چٹان کی مانند بن جاتا تھا چہرہ سایہ پڑا ہو۔ جب راجہ اُسے نظر انداز
کردیتا تو وہ رقیب کی طرح غصے میں نہ آتا تھا۔ یہ سمجھدار آدمی نہ تو راجہ کی
باندیوں پر بُری نظر ڈالتا تھا نہ اُس کے دشمنوں کے پاس بیٹھتا تھا اور نہ راجہ
کی موجودگی میں ادٹے حیثیت کے لوگوں سے گفتگو کرتا تھا۔ سرکاری افسر جو
قدرتی طور پر راجہ کو بدنام کرتے والے ہوتے ہیں اور مع اپنے ماتحتوں کے

نام کا راج ترنگنی میں کہیں ذکر نہیں آتا۔ اور پراکرت نظم سیتو بند جو راجہ پرور سین کے ایما پر
لکھی گئی تھی اُسے کالیداس سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ
اس پرور سین سے مراد پرور سین ثانی ہے جو ماتر گپت کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔
پروفیسر مولر نے کتاب - انڈیا کے صفحہ ۳۱۲ تا ۳۴۷ میں اسی قسم کی ولایتی ٹبری سلا
کے ساتھ بیان کی ہیں لیکن ساتھ ہی ان اعتراضات کا ذکر کر دیا ہے جو اس اصول پر
وارد ہو سکتے ہیں۔

فضول چرچا کر کے اوقات بسر کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اس کی زبان سے راجہ کے خلاف کوئی لفظ نہیں سنا۔ چونکہ وہ پختہ ارادہ کر چکا تھا اس لئے وہ اُن لوگوں کے کہنے سننے سے جو خود خدمات کی تکلیف برداشت کرنے کے ناقابل ہونے کے باعث ہر روز اُسے کہا کرتے تھے کہ راجہ کی خدمت کرنا فضول ہے وہ اپنی کوششیں ڈھیلی نہیں ہونے دیتا تھا۔ حسب موقعہ دوسروں کی اعلیٰ صفات کی تعریف کر کے اور کبھی ضد نہ کرنے اور اپنے خصائل کی بدولت جو خود بخود ظاہر ہوتے تھے اس نے درباریوں کے دلوں کو مسخر کر لیا۔

اس طرح ماتر گپت کو بے حد محنت کے ساتھ لگاتار راجہ کی خدمت کرتے ہوئے جب چھ ماہ گزر گئے تو ایک روز راجہ نے جبکہ وہ باہر جا رہا تھا دیکھا کہ اس کا بدن دبلا ہو گیا ہے۔ اس پر خاک جمی ہوئی ہے اور کپڑے پھٹ گئے ہیں پس اس نے خیال کیا۔ میں نے اس شخص کے چال چلن کی مضبوطی کا اندازہ کرنے کے لئے جو اجنبی ہے اور جس کا کوئی محافظ یا رشتہ دار نہیں بہت سخت امتحان لیا ہے۔ افسوس کہ میں نے اپنے اختیار است میں محو ہو کر اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ اس کی جلئے پناہ خور اک یا کپڑے کا کیا بندوبست ہے

۱۵۷ اصل کتاب کے شلوک میں مصنف نے یہ خوبی رکھی ہے کہ ایک ایک لفظ کے دو دو معنی لکھے ہیں مثلاً بھوگن کا لفظ ایک طرف تو سانپوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی اگر اس کے ماخذ بھج کو دیکھا جائے تو اس کے معنی فرحت حاصل کرنے کے ہیں گج کے ایک معنی ناقصی کے ہیں لیکن دوسری طرف اس کے ماخذ گائے کے معنی گانے کے ہیں۔ ایسے ہی لفظ شمی ایک درخت کیلئے استعمال ہوتا ہے گو اس کے ماخذ شم کے معنی مطمئن ہونے کے بھی یہ خاص لطف کی بات یہ ہے کہ شمی درخت سے ہی وہ لکڑی

جس طرح موسم بہار درختوں کو تسکین دیتی ہے اب بھی میں نے اس شخص کو جو سرد ہواؤں اور تیز گرمی سے سوکھ چکا ہے آسائش نہیں دی۔ ایسا کون ہے جو اس پڑمردہ بدنصیب شخص کی تھکان دور یا افسردگی رفع کرے۔ میں نے دھوکے میں آکر اس کا جیسا کڑا امتحان لیا ہے اس کے عوض کیا یہ مجھ پر لازم نہیں کہ میں اُسے پارس پتھری یا امرت تحفہ پیش کروں۔ میری خدمت کے لئے اس نے جن اعلیٰ صفات کا اظہار کیا اور جس محنت سے کام لیا ہے اس کا معاوضہ میں کس اعزاز کے ذریعہ سے دے سکتا ہوں۔“

راجہ اس طرح پر غور کر رہا تھا مگر اُسے کوئی بات ایسی نظر نہ آئی جس کے ذریعہ اس نوکر کی نیک دلی کا معاوضہ ادا کیا جاسکے۔ اس کے بعد موسم سرما آیا۔ سرد ہوائیں چلنے لگیں۔ کورا پڑنے لگا اور ہماری دھند ہر طرف نظر آنے لگی وہ مسلسل تاریکی جو کڑکڑاتے جاڑے کے زیر اطاعت تمام علاقوں پر حاوی تھی ایک سیاہ لبادے کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ دن چھوٹے ہو گئے کیونکہ سورج جسے سردی سے تکلیف پہنچتی معلوم دیتی تھی زیر آب آگ کی حرارت حاصل کرنے کے لئے جلد جلد سمندر میں اترتا جا رہا تھا۔ ایک روز اتفاق سے راجہ کی آنکھ آدھی رات کے وقت کھل گئی اس وقت محل چراغوں اور شمعوں کی حاصل ہوتی ہے جسے درگاہ آگ پیدا کرتے ہیں۔

۱۵۷ کشمیر میں جو مختلف ندیاں اور چشمے موجود ہیں ان کی نسبت قیال کیا جاتا ہے کہ ان میں یائے گنگا کے خواص موجود ہیں۔ ان میں زیادہ تر قابل ذکر دریائے سندھ ہے دیکھو نمائیل شلوک ۵۷۔

۱۵۸ منتہ یا بھرت شتھ کا ذکر حکیم اندر نے صورت تلک میں اور شاکھ نے سری کنٹھک کے باب ۲ شلوک ۵۳ میں کیا ہے آخر الذکر اُسے بھندہ ہو۔ بہاروی اور بان کے

روشنی سے منور تھا موسم سرما کی تند ہوائیں سائیں سائیں کرتی ہوئی محل کے اندر داخل ہوتی تھیں اور اس کے باعث چراغ ٹمٹما رہے تھے۔ ان چراغوں کی روشنی کو تیز کرنے کے لئے راجہ نے ادھر ادھر نوکر مل کو دیکھا اور باز بلند کلمہ اس وقت پہرے پر کون کون ہے؟“ باقی تمام پہرے دار گھوک سو رہے تھے۔ کمرے کے باہر سے آواز آئی۔ ”مہاراج! میں ماترگپت یہاں بیٹھا ہوں“ راجہ نے اُسے خود اندر طلب کیا اور وہ اس محل میں جو دولت کی موجودگی جسے خوشگوار بنا ہوا تھا اس طرح داخل ہوا کہ کسی غیر شخص نے اُسے نہیں دیکھا۔ اُسے چراغوں کی بتیاں تیز کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور جب وہ اپنا کام کر چکا تو میزوری جلدی قدم اٹھا کر باہر جانے کو ہی تھا کہ راجہ نے اُسے ایک منٹ ٹہرنے کے لئے کہا۔ سردی اور خوف سے کانپتا ہوا ماترگپت راجہ کے قریب جا کر تھوڑی دور ٹھہر گیا اور حیران تھا کہ دیکھوں مجھے کیا حکم ملتا ہے۔ راجہ نے پوچھا رات کتنی ڈھل چکی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ”مہاراج ڈیڑھ پہر رات باقی ہے“ تب راجہ نے پوچھا ”تینے رات کا صحیح اندازہ کیوں کر لگایا ہے اور کیا باعث ہے کہ تمہیں رات بھر نیند نہیں آئی؟“ اس پر اس نے اس بات کا ارادہ کر کے کہ آج اپنی حالت کا اظہار کر دوں خواہ اس سے آئندہ کے لئے امید بندھے یا مصیبت حصے میں

نام رتیہ قرار دیتا ہے۔ اُس کے نام سے بعض اشعار کا حوالہ مری وری کی کتاب سبھا استاوی میں دیا گیا ہے پروفیسر بولہر اپنی رپوٹ کے صفحہ ۴۲ پر سیم چندر کی کتاب انکار چوڑانی کا حوالہ دیکر بیان کرتا ہے کہ ہے گریو و ایک شاعرانہ کتاب تھی۔ کیٹا لوگس کیٹا لوگرم میں صفحہ ۵۴ پر بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کا ذکر کاویہ پرکاش اور ہت درپن میں آتا ہے۔ ڈاکٹر بہاؤ داجی نے اس کے اشعار کا حوالہ راگھو بھٹ کے بنائے ہوئے سکنتلا کے ٹیکے میں پایا ہے۔

آئے ایک کبت جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے فی البدیہہ کہا۔

میں سردی سے مغلوب ہو کر اور بھوک کے مارے گلا خشک ہونے کی حالت میں اناج کی ڈنڈی کی طرح خیالات کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا اور اپنے سردی سے پھٹے ہوئے نچلے ہونٹ کے ذریعے بجھتی ہوئی آگ کو پھونکیں مار رہا تھا۔ نیند ایک تغافل شعار محشوقہ کی طرح مجھے چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ اور میری آٹا اُس زمین کی طرح جو کسی لائق شخص کو انعام میں دی گئی ہو کم ہونے میں نہیں آتی۔ راجہ نے یہ شعر سن کر اس کی محنت کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور اس ملک الشعرا کو اپنی جگہ بھیج کر دل میں سوچنے لگا۔ میرے لئے شرم کا مقام ہے کہ میں اس نیک شخص کی زبانی جس کا دل مایوس ہو چکا ہے اس قسم کے دردناک الفاظ سن کر اس حالت میں کھڑا رہ سکتا ہوں۔ یقیناً وہ کمرے کے باہر مصیبت کی حالت میں بیٹھا ہے کیونکہ اُسے پورے طور پر یقین نہیں آیا اور میرے شکریہ کے الفاظ کو ایسے ہی مہمل سمجھتا ہے گویا کہ وہ کسی معمولی شخص کی زبان سے نکلے ہوئے ہوں۔ میں ایک عرصہ سے اس تلاش میں ہوں کہ اُس کے لائق کوئی عزت اُسے بخشوں تاہم اب بھی کوئی بیش بہا انعام میری نظروں کے سامنے نہیں آتا۔ ہاں! مجھے خوب یاد آیا کشمیر کی خوشنما سرزمین پر آجکل کوئی راجہ حکمران نہیں

۱۵۹۔ ماتر گپت سوامن کے مندر کا اور کہیں ذکر نہیں آتا۔ اور اس کا محل وقوع

بھی عدم ہے۔ ہم نے جو مندر ہم سوامن کے نام سے تعمیر کرایا تھا اس کے لئے دیکھو

ترنگ ۴ شلوک ۶۹۸۔ وشنو کے نام پر جو مندر بنوائے جائیں ان کے اخیر میں لفظ

سوامن تعمیر کنندہ کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ سوامن کا استعمال ویسا

ہی ہے جیسے شو کے مندروں میں ایش یا ایشور کا استعمال ہے۔ دیکھو نوٹ ۱۴ کتاب ۱

۱۶۰۔ سری پر بت یا سری شیل کے مقدس پہاڑ کے متعلق دیکھو وشنو پوران

ہے۔ پس میں وہ ملک اس لائق شخص کو دیتا ہوں۔ گو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بڑے بڑے راجہ وہاں حکومت کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔“

یہ بچہ ارادہ کر کے راجہ بنے خفیہ طور پر اسی رات وزرائے کشمیر کے پاس قاصد بھیج دیئے اور ان کی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ ماتر گپت نامی ایک شخص تمہیں میرا شاہی فرمان لاکر دکھلائے گا۔ اسے بلا تامل اپنا راجہ بنالینا۔ قاصدوں کو اس پیغام پر روانہ کر کے راجہ نے اپنا فرمان تیار کیا اور رات کا باقی حصہ آرام و چین سے بسر کیا۔

ادھر ماتر گپت جس کا خیال تھا کہ راجہ نے ملاقات بھی فضول ہی ثابت ہوئی تمام اُمیدوں سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اُسے ایسا محسوس ہوا گویا کسی بوجھ سے آزاد ہو گیا ہے۔ وہ اپنے دل میں اس طرح سوچنے لگا۔ جو کچھ کرنا تھا وہ توینے کر دیا۔ میرا شبہ آج رفع ہو گیا۔ اب جبکہ امید کا بھوت مجھے چھوڑ گیا ہے میں ضرور خوشی حاصل کر سکوں گا۔ دوسروں کی تقلید کر کے میں نے یہ کیسی غلطی کھائی کہ میں نے سنا ہے اس راجہ کو اپنی خدمات کے لائق تصور کر لیا۔ رینگنے والے جانور جو ہوا پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں (سانپ) بھونگ کھاتے ہیں۔ ہاتھی جو اپنے بڑے بڑے کانوں کے ذریعے بھنبھناتی ہوئی مکھیوں کو دور کرتے ہیں گج کھاتے

ادھیائے ۲ شلوک ۱۴۱۔ ترنگ ۵ شلوک ۱۱۸

۱۶۱ یہاں پر اُب نیو کی کہانی کا حوالہ دیا گیا ہے دیکھو مہا بھارت ادھیائے

۱۳۔ ۱۴ صفحہ ۳۵۲۔

۱۶۲ روایت ہے کہ اگست رشی نے سمندر کو پی لیا تھا اور بندھیا چل پہاڑ کو اپنی اونچائی کم کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اگست ستارہ برسات کے اخیر میں نمودار ہوتا ہے اور اس موقع پانی پھر صاف ہو کر بہنے لگتا ہے۔

ہیں اور وہ درخت جو اپنے اندر رہنے والی آگ سے متاثر ہوتا ہے شمی کہلاتا ہے اس طرح پر لوگوں نے اپنی بے قابو زبان کے ذریعے ہر چیز کے اُلٹے معنے لے لئے ہیں۔ بایں ہمہ یہ راجہ جس نے اپنے چاہتے نوکروں کے گھروں کو دولت سے مالا مال کر دیا ہے رسائی سے بعید نہیں۔ اس فیاض بے عیب راجہ کا اس میں کیا قصور ہے برعکس اس کے میرے اندر کسی خوبی کی عدم موجودگی موجب الزام ہے۔ یہی میری قسمت کے راستہ میں حائل ہے۔ اگر سمندر جو اپنے جواہرات سے بھری ہوئی لہروں کو متحرک کرتا ہے کنارے کی طرف آنے سے ہوا کے ذریعے رک جلے تو یہ سائل کی بد قسمتی ہے اس میں دینے والے کی فیاضانہ طبیعت کا کچھ قصور نہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو فوراً حاصل کئے جانے والے پھلوں کے شائق ہیں راجہ کے نوکر اپنے آقاؤں کی نسبت بہتر ہیں کیونکہ آخر الذکر سے تو صرف بے حد محنت کے بعد پھل حاصل ہو سکتا ہے۔ جو لوگ حیوانات کے مالک (شوچی) کے چرنوں میں جاتے ہیں انہیں اُس وقت سوائے راکھ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن جو لوگ اس کے بیل کی سیوا کرتے ہیں وہ چمکدار سونا اور ہر قسم کی خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں میں اس معاملہ پر کتنا بھی غور کروں مجھے اپنے اندر کوئی ایسا نقص نظر نہیں آتا۔ جسکے

۱۶۳ دریاٹے جمنہ کا پانی سیاہی مائل اور گنگا کا سفید خیال کیا جاتا ہے دیکھو

ترنگ ۷ شلوک ۱۵۴

۱۶۴ سور اشٹر کے لئے جو خیرہ ناگجرات کے ایک حصے کا نام ہے دیکھو گنگیم

صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۳۲۵

۱۶۵ ٹرائر صاحب اور لسن صاحب نے اپنی کتاب "انڈش آریٹھس کنڈ" کے

باب ۲ صفحہ ۹۱۲ میں بیان کیا ہے کہ راج ترنگنی کا یہ شلوک بکرماجیت کے اُس مشہور تخت

باعث میری خدمات کے باوجود راجہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہو۔ لیکن کن ایسا شخص ہے جو ایک ایسے راجہ سے جو دوسروں کی تقلید کرتا ہے انعام حاصل کر سکتا ہے؟ بالخصوص اُس حالت میں کہ جب وہ اُس کے پاس آیا ہو تو اس سے پہلے اور کسی نے اس کی عزت نہ کی ہو۔ پانی کے وہی قطرے جن کی سمندر میں تیرتے وقت کچھ پرواہ نہیں کی جاتی اس وقت جیکہ وہ بادلوں کے ذریعے اوپر کھچ جائیں اور بارش کے قطروں کی صورت میں دوبارہ نیچے گریں تو سمندر انہیں اپنی موجوں کی گود میں لے لیتا ہے اور ان کے موتی بنا تا ہے اسی طرح کوئی ادنیٰ حیثیت کا شخص بھی جب کسی دوسرے آدمی سے اچھا سلوک حاصل کرنے کے بعد کسی اور مقام پر پہنچتا ہے تو بڑے بڑے آدمی بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔“

اس قسم کے خیالات سے اس نے اس راجہ کو جو اس کی خدمات کا مستحق تھا بُرا بھلا کہنا شروع کیا کیونکہ مصیبت میں دانا آدمی کا بھی سر پھر جاتا ہے۔

ما تر گپت کشمیر کو بھیجا گیا { جب صبح ہوئی تو راجہ نے دربان کو حکم دیا کہ ما تر گپت کو طلب کرے۔ متعدد درباری

کے متعلق ہے جس کا ذکر روایات میں آتا ہے اور کہ پزور سین کی نسبت خیال ہے کہ وہ اسے واپس اوجین میں پہنچا آیا تھا۔

۱۶۶ء سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نہیں بیان کر سکتا کہ یہ ضدی دشمن جس کا ذکر راجہ مومونی کے نام سے کیا گیا ہے کون تھا ایک ٹیکا کار کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام زمانہ قدیم سے ہی بطور ایک معممہ کے چلا آتا ہے۔ اس ٹیکا کار نے اس سوال کو حل کرنے کی اس طرح پر کوشش کی ہے کہ اس سے مراد پرتاب شیل سے لی ہے لیکن

پنڈت اسے لینے کے لئے آگے بڑھے اور جب وہ راجہ کے سامنے حاضر ہوا تو بالکل مایوس نظر آتا تھا۔ اس نے جھک کر پرنام کی جس پر راجہ نے اپنی ہٹوں کے اشارے سے میرنشی کو وہ دستاویز اس کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ اور خود زبانی کہا۔ تم کشمیر جانتے ہو؟ وہاں جاؤ اور میرا یہ فرمان وہاں کے وزرا کے حوالے کر دو۔ تمہیں میری قسم ہے کہ راستے میں اس دستاویز کو کوئی شخص پٹھنے نہ پائے۔ اس حکم کو کسی صورت میں بھی بھول نہ جاتا۔ چونکہ وہ راجہ کی منشا سے ناواقف تھا اور راستہ کی تکالیف سے گھبراتا تھا اس لئے یہ حکم اسے بجائے کسی جواہر سے نکلنے والی روشنی کے بہلتا ہوا شعلہ معلوم ہوا۔ جب ماترگیت جو گیا مہاراج کہہ کر وہاں سے رخصت ہوا تو راجہ اپنے معتبر مشیروں سے حسب معمول گفتگو کرتا رہا اور اپنی اس فیاضی پر کسی قسم کے غور یا سختی کا اظہار نہ کیا لیکن جب لوگوں نے ماترگیت کو جوتھکا دینے والے کاموں کا عادی نہ تھا اور اس وقت نجیف نزاراوبے یارود و گار تھا سفر پر ہے سروسامانی کی حالت میں روانہ ہوتے دیکھا تو انہوں نے راجہ کو بڑا بھلا کنا شروع کیا۔

راجہ کی اس غفلت کو تو دیکھو کہ وہ ایک معمولی شخص کے کام پر ایک

یہی نام چونکہ ترنگ ۴ کے شلوک ۱۶ و ۵۱۶ میں دوبارہ آتا ہے۔ اس لئے یہ خیال غلط معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں شلوکوں میں سے پہلے میں ذکر آتا ہے کہ مومونی کو لٹا دتہ نے تین بار شکست دی اور دوسرے شلوک میں مذکور ہے کہ وہ دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر جیا پید کی رات کی کاررو میں شریک ہوا تھا۔ یہ تین مختلف راجہ جن کے عہد میں مومونی کا ذکر آتا ہے کلہن کے سلسلہ تاریخ کے مطابق ان کے عہد حکومت میں صدیوں کا فرق ہے اس سے ظاہر ہے کہ کلہن کی مراد یہ نہ تھی کہ ان تینوں موقعوں پر حصہ لینے

لائق شخص کو مقرر کرتا ہے عجیب اخق راجہ ہے کہ اس نے اس بچارے کو محض اس لئے سختیاں جھیلنے کے قابل سمجھ لیا ہے کہ اس نے بے فائدہ امیدوں میں شب و روز اس کی خدمت کی۔ اگر کوئی نوکر اپنے آقا کی خدمت گزاری کے لئے کسی وقت کوئی خاص طریقہ اختیار کرے تو آخر الذکر بغیر سوچے سمجھے اُسے اُسی کام کے لائق سمجھنے لگ جاتا ہے۔ شیش ناگ نے اسروں کے دشمن و شنوکی خاطر اپنا جسم بطور چارپائی کے پیش کیا اس نے دراصل سانپوں کے دشمن گرڑ کے خوف سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا مگر اس سے اُلٹا اسکا رہا سہا آرام بھی ہاتھ سے جاتا رہا کیونکہ دشمن کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ زیادہ تکلیف برداشت کر سکتا ہے تو زمین کا بوجھ اُٹھانے کا تھکا دینے اور نہ ختم ہونیوالا کام اس کے سپرد کر دیا۔ اس لائق شخص نے اپنے اندر ان لوگوں کی نسبت جو راجہ کی نظروں میں سمائے ہوئے تھے زیادہ خوبیاں پاکر پورے اعتقاد کے ساتھ اپنے تعلقات اس سے قائم کئے تھے۔ کیا اس راجہ کی نسبت زیادہ بے سمجھی کی مثال مل سکتی ہے جس نے اُس لائق شخص کی اُس کی اعلیٰ خوبیوں کی خاطر یہ عزت کی ہے؟ سو اُسے بادل کے اور کون ایسی بے سمجھی ظاہر کر سکتا ہے۔ جو محض ایک قطرہ پانی کا اس مور کے لئے گراتا ہے جو اپنی چنور پھیلا کر ناچتا والا ایک ہی شخص تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومونی کوئی لقب یا کسی ملک یا قوم کے فرمانرواؤں کا خاندانی نام تھا جس طرح کہ شاہی۔ فاقان وغیرہ نام ملتے ہیں۔ بظاہر یہ لفظ کسی غیر ہندی ماخذ سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ترنگ ۴ کے شلوک ۱۶۷ میں جہاں لانتا دتہ کے جانبِ شمال فتح کا کوچ کا ذکر ہے وہاں مومونی کا نام تو خارا اور بھوت قوم کے لوگوں کے درمیان آیا ہے ان میں سے اول الذکر یقیناً بدخشاں میں آباد ہونگے اور آخر الذکر سے مراد

اور امید کرتا ہے کہ وہ جو مختلف چمکدار چیزوں کی قدر کرتا ہے اور ہلکی سی قوس و فرج پر خوش ہوتا ہے میری دم دیکھ کر وہ کتنی کچھ مہربانی نہ کریگا۔

ادھر جب ماترگیت سڑک کے کنارے کنارے بالکل اطمینان کی حالت میں چل رہا تھا تو اُسے اپنی آئندہ عظمت کا خیال تک نہ تھا۔ البتہ اُسے جو مختلف شگون پیش آئے اس کے دل کو ڈھارس بندھا جاتے تھے اور انہیں کے سہارے پر اُسے راستہ کی تکان محسوس نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے ایک مموئے کو سانپ کی بھن پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ دوسرے موقع پر سچا لٹ خواب اس نے اپنے آپ کو ایک عالیشان عمارت میں بیٹھے پایا اور سمندر کو عبور کیا۔ چونکہ وہ شاستروں سے واقف تھا اس لئے ان نیک فالوں سے اس کو یقین ہو چکا تھا کہ راجہ کا حکم ضرور میری خوش نصیبی کا باعث ثابت ہوگا۔ اگر مجھے کشمیر میں کچھ تھوڑا سا بھی انعام مل گیا تو اس بے نظیر ملک کی روحانی فضیلت کے باعث میرے لئے یہی بہت کچھ قابل قدر ہوگا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا اسکو راستہ میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ جہاں جاتا اس کی خوب خاطر و مدارت کی جاتی تھی اور ہر جگہ اچھی طرح آؤ بھگت ہوتی تھی۔ اس طرح آگے بڑھتے ہوئے اُسے کو ہستان ہمالیہ کی برفانی چوٹیاں نظر آئیں جردہی کی تنہائی کی طرح

بلاشبہ لداخ کے اور اس کے نواح کے تبتی باشندوں سے ہے۔ دیکھو ترنگ ۱۶۶ شلوک ۱۶۶ نوٹ ۱۶۶ کتاب ہذا چونکہ درد قوم کے لوگوں کا ذکر علیحدہ طور پر آتا ہے اس لئے شاید یہاں مراد ترکی نسل کی اُن قوموں سے ہے جو بڑے اور چھوٹے یوچی اور سفید ہن لوگوں کے فوج ہونے پر بالائی سندھ کے علاقوں میں داخل ہو گئی تھیں اور اس طرح پر اُن کا کشمیر کے سیاسی معاملات سے تعلق پڑتا تھا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۶۹ اور ۱۷۰ کو مذکورہ بالا عبارت سے الگ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں بھی سنگت کے ایک بھائی

چمک رہی تھیں اور جن پر سبز سبز درخت ہوا کے خوشگوار جھونکیوں سے لراتے تھے۔ جس ملک پر اس کی قسمت میں حکمران ہونا لکھا تھا۔ وہاں کی سرد ہوائیں اس کے استقبال کے لئے آگے بڑھیں۔ یہ ہوائیں خوشبودار اور گنگا کی جھاگ میں لگنے کے باعث سرد تھیں۔ آخر کار مقام کرم ورت پر وہ اس جنگی چوکی پر پہنچ گیا جس کا نام کامبوتھا اور جو اس جگہ واقعہ تھی جہاں آجکل شور پور آباد ہے۔ وہاں اس نے سنا کہ وزرائے کشمیر کسی وجہ سے اس مقام پر جہاں مختلف قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا آئے ہوئے ہیں۔ اپنے سابقہ کپڑے اتار کر اس نے صاف ستھرا لباس پہنا اور راجہ کا فرمان پہنچانے کے لئے ان کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ نیک فالوں کے ذریعے اس کی کامیابی کی علامات ظاہر ہو چکی تھیں اس لئے اُس کے ہمراہی مسافر اُس کے پیچھے پیچھے اس غرض سے گئے کہ دیکھیں یہ فال کہاں تک صحیح ثابت ہوتے ہیں۔

جب دربانوں نے دیکھا کہ بکربا حیت کا قاصد آگیا ہے تو انہوں نے وزرائے کشمیر کو اس کے آنے کی اطلاع کی اور وہ بڑی عزت کے ساتھ دُزار کے پاس جن کے ہمراہ ان کے سارے خدام تھے پہنچا دیا گیا۔ جب سارے وزیر بھی علی الترتیب اس کا مناسب استقبال کر چکے تو اُسے سب سے اونچی گدی پر بٹھا کر بڑی عزت

مومونی کا ذکر آتا ہے شلوک اول میں اس کا نام غیر ملکی راج پتروں اور پھاڑی شاہزادوں کی فرست میں آتا ہے جو راجہ سسل کے مشیر تھے۔ ان ناموں کی یکسانیت پر زیادہ اعتبار نہ کرتے ہوئے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس موقع پر اُس شاہی خاندان کے کسی وارث کا ذکر آتا ہے جس کا حوالہ ابتدائی کتابوں میں دیا گیا ہے کابل کے شاہی نامی شاہی خاندان کی اولاد کے لئے لفظ شاہی کے مسلسل استعمال کا ثبوت اس وقت جبکہ اس خاندان کی حکومت تباہ ہو چکی تھی ترنگ کے شلوک ۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴

کے ساتھ راجہ بکرناجیت کافران طلب کیا اور جب اس نے کسی قدر جھجکتے ہوئے یہ حکم نامہ ان کے روبرو پیش کیا۔ تو انہوں نے اول اس کو سر آنکھوں پر لگایا اس کے بعد خلوت میں جمع ہو کر اسے کھولا۔ پڑھا اور واپس آ کر ادب کے ساتھ کہنے لگے۔ کیا ماتر گیت آپ ہی کا نام ہے؟ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں یہی ہے۔"

راجہ ماتر گیت

اس پر چاروں طرف خوشی کے نعرے گونج اُٹھے۔ گدی نشینی کا سامان تیار ہونے لگا اور وہ جگہ ایک لمحہ میں لوگوں کے ہجوم سے جو مختلف قسم کے نعرے لگائے تھے اور مضطرب سمندر کی مانند معلوم ہوتے تھے بھر گئی۔ ماتر گیت کا منہ مشرق کی طرف کر کے اُسے طلائی تخت پر بٹھایا گیا اور اعلیٰ درجہ کے درباری افسروں نے اسے گدی نشینی کا غسل دیا۔ گدی نشینی کی رسم کے وقت جو پانی اس کی بندھیا چل پہاڑ جیسی فراخ چھاتی پر سے ہو کر بلند آواز سے نیچے گرتا تھا وہ ریواندی سے مشابہ تھا۔

جب اسے استنان کر کر تیل ملا جا چکا تو زیورات سے آراستہ ہو کر

اور ترنگ ۸ کے شاوک ۳۲۳ میں ملتا ہے۔ اور اس سے ہمیں ایک مساوی نظیر مل سکتی ہے۔ اگر یہاں پر مراد کسی غیر ملکی حملہ آور سے ہے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے شخصی نام کی بجائے خاندانی نام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نام کی ابتدا کے متعلق مزید کیفیت کے لئے دیکھو نوٹ ۲۲۶ کتاب ہذا۔ مسٹر جوگیش چندر دت نے راج ترنگنی کا جو انگریزی ترجمہ کیا ہے اس میں ممونی کی بجائے پر تاب شیل کا نام ہی استعمال کیا گیا ہے جس کی وجہ غالباً وہی ہے۔ جو مذکورہ بالا سطور میں ایک ٹیکا کار سے منسوب کی جا چکی ہے

وہ تخت پر بیٹھا اور رعایا اس سے یوں مخاطب ہوئی۔ ”پر ماتھا کرے کہ آپ اس سرزمین پر حکمران رہیں کیونکہ راجہ بکرماجیت نے جن سے ہمنے خود اس ملک کی حفاظت کی درخواست کی تھی آپ کو اپنے برابر کا جان کر کشمیر کا راجہ نامزد کیا ہے۔ مہاراج آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ملک جو ہمیشہ دوسرے ملکوں کے راجاؤں کو نامزد کرتا رہا ہے آپ کی صورت میں اسے نامزدگی کے لئے دوسروں کا دست نگر ہونا پڑا ہے۔ جس طرح والدین کسی بچے کی پیدائش کا جو اپنے پہلے افعال کی بدولت پیدا ہوتا ہے فوری سبب ہوتے ہیں ایسے ہی دوسرے راجہ راجاؤں کی صورت میں تخت نشانی کا باعث بنتے ہیں۔ گو درحقیقت بیٹھنے والا اپنی قسمت کے بل سے تخت نشین ہوتا ہے۔ مہاراج چونکہ معاملات کی یہ صورت ہے اس لئے مناسب ہے کہ کسی اور کو اپنا وارث نہ سمجھے کہ آپ ہماری اور اپنی عزت کو گرنے نہ دیں۔“

ہر چند کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ راجہ ماترگپت کو منہی برانصاف معلوم ہوا تاہم اُسے جب اپنے آقائے سابق کا مہربانہ سلوک یاد آیا تو وہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ اس نے وہ دن اپنی نئی شاہی طاقت کے مطابق فیاضانہ عطیات تقسیم کرنے میں بسر کیا اور اپنی اعلیٰ ترین خوش نصیبی کا

۱۶۷ مومونی کے مور کی طرح ناچنے کے متعلق جو عجیب قصہ اس جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ابتدا کسی ایسی رسم سے ہوئی ہوگی جو مومونی کی قوم میں چلی آتی ہو۔ غیر ملک کی اقوام کی عادات کی توضیح کے متعلق اسی قسم کا ایک اور قصہ ترنگ ۴ کے شلوک ۱۷۹ میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۸ ترنگ ۳ کے شلوک ۹۹ کے رو سے ہمیں یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ پرورسین اول کی مقام رہائش سے مراد پورا نا ادھشتان سے ہے۔ جدید سرنگر کی بنیاد

وہ روز اسی مقام پر گزارا۔ اگلے روز جب وزرانے اُسے دارالسلطنت کی طرف چلنے کو کہا تو اُس نے ایک قاصد کو عجیب و غریب تحائف دیکر راجہ بکرماجیت کی طرف جس نے اُسے سلطنت بخشی تھی روانہ کیا۔ مگر اس بات کو سوچ کر کہ شاہ میرا آقا یہ سمجھے کہ میں اپنے حاصل کردہ ملک کی خوبیوں کی بدولت اسپر سبقت لے جانا چاہتا ہوں اُسے کچھ شرم سی محسوس ہوئی۔ اور اس نے چند اور قاصدوں کو طلب کر کے انہیں خوشگوار پھل اور اسی قسم کی اور کم قیمت چیزیں دیں اور انکی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ جو خدمات میری طرف سے اپنے والے نعمت کے لئے واجب الادا ہیں وہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں۔ اس کے بعد جب اُسے بکرماجیت کی عجیب و غریب نیکیاں یاد آئیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے ذیل کا شعر نے البدیہ لکھ کر تیسرے قاصد کے ہاتھ اس کے پاس روانہ کیا۔ آپ جوش کی کوئی علامت ظاہر نہیں کرتے نہ کبھی شہنی بگھارتے ہیں اور نہ اپنی فیاضانہ طبیعت کی نمائش کرتے ہیں۔ البتہ درخت کی طرح عمدہ پھل دیتے ہیں اور ایک برسنے والے بادل کی طرح جو کبھی گر جتا نہیں آپ کی مہربانی کا نتیجہ آخر میں معلوم ہوتا ہے۔“

اس کے بعد وہ تمام فوجوں کو ہمراہ لئے جو افق تک پھیلی ہوئی تھیں دارالسلطنت

قائم کرنے کے متعلق جو قصہ بیان کیا گیا ہے وہ بھی اس خیال سے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۹ کشمیر میں اب تک بدروحوں سے محفوظ رہنے کے لئے مہرسوں کے دانے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور عام طور پر انہیں چھوٹے بچوں کی ٹوپوں میں سی دیا جاتا ہے۔

۱۷۰ پرور سین کے شہر کی بنیاد قائم ہونے کے متعلق جو روایتی تذکرہ درج

میں داخل ہوا اور ملک پر ایسی اچھی طرح حکومت کرتا رہا گویا وہ اُسے ورثہ میں ملی تھی۔ وہ فطرتاً عالی ظرف تھا اور جن موقعوں پر فیاضی یا مردانگی کے اظہار کی ضرورت ہوتی تو اپنے جذبات کو کسی فقیر کی طرح روکے نہیں رکھتا تھا اس نے اپنی فیاضی کے اظہار میں بہت بڑے یگ کی تیاری کی مگر جب سب کچھ تیار ہو چکا تو اس کی ضمیر نے جانوروں کے مارنے کی اجازت نہ دی اور اس کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ پس اس نے اس بات کی منادی کر وادی کہ میرے عہد میں ملک کے کسی حصے میں جانوروں کو نہ مارا جائے اور یگ کے موقعوں پر اس نے جو کھانا تیار کروایا اس میں سونے کا سفوف اور اوریش قیمت چیزیں ملی ہوئی تھیں جب راجہ ماتر گپت نے اس کھانے کو فیاضانہ طور پر تقسیم کروایا تو کوئی شخص بھی ایسا باقی نہ رہا جس کی سیری نہ ہوئی ہو اور جو خوش نہ ہو گیا ہو۔

یہ راجہ جو بڑا مشہور اور فیاض تھا اور بدھ بیسی کے دن دیکھ چکا تھا اس کے پاس بکرماجیت سے بھی بڑھ کر صاحب غرض لوگ آتے لگ گئے۔ اس کی دل خوش کن تفریحات جنہیں وہ قابل تعریف طریقے پر منتخب کرتا تھا دانا لوگوں کی خوشی کا باعث ثابت ہوتی تھیں۔ جب مفتوحہ (شاعر) اپنی نئی نظم بہ عنوان

کیا گیا ہے اُسے جدید شہر سرینگر کے بیان کے متعلق ہی صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ کنگھیم صاحب نے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۷۹ پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ پوروسین کے دار الخلافہ کا مقام یہیں پر تھا۔ اس کی تائید میں وہ اس بات کا حوالہ دیتا ہے کہ ترنگ ۳ کے شلوک ۵۸ میں اس شہر کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ موجودہ دار السلطنت کے محل وقوع سے ملتی جلتی ہے۔ اور اس کے علاوہ ہیون سانگ نے بھی اسکی تصدیق کی ہے۔ آخر الذکر دار السلطنت کشمیر میں ہے اندر کے اسی دیار کو اپنا مقام رہائش ظاہر

ہے گریو دو (ہے گریو کی موت) راجہ کے پاس لیکر گیا تو اس نے اس کی تعریف یا نذمت میں اُس وقت تک ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا جب تک کہ اس نے اسے ختم نہ کر لیا۔ سنانے کے بعد جب وہ کتاب کو بند کرنے لگا تو راجہ نے اس کے نیچے سوئے کی طشتری اس غرض سے رکھ دی کہ اس کا لطف (رس) زائل نہ ہونے پائے (بہ نہ جلے)۔ جب بھر تر منٹھ نے راجہ کی طرف سے اس قسم کی قدر دانی ہوتے دیکھی تو وہ بہت خوش ہوا اور اُسے مزید انعام کی ضرورت نہ رہی۔

اس نے مدھو سودن یعنی وشنو کا ایک مندر باثر گیت سوامن کے نام سے تعمیر کروایا جس کے متعلقہ گاؤں ایک زمانہ گزرنے کے بعد مم نے اپنے مندر کے ساتھ ملائے۔ اس طرح اس راجہ کو حکومت کرتے ہوئے تین ماہ اور ایک دن کم پانچ سال ہو گئے۔

پرور سین کی واپسی { اس اثنا میں انجنا کے بیٹے پرور سین نے جو تیرتھ یا ترا اور اپنے بزرگوں کی گیا کو داوری کر چکا تھا معلوم کیا کہ میرے ملک میں تخت غصب کر لیا گیا ہے۔ جس طرح سورج کی حرارت رات کی شبیم کے قطروں کو درخت پر سے جذب کر لیتی ہے

کرتا ہے جس کے متعلق ترنگ ۳ کے شلوک ۳۵۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرور سین ثانی کے ماموں نے اُسے جدید شہر میں تعمیر کروایا تھا۔ پروفیسر پوہلر نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جدید شہر کے بعض حصوں کے نام ان کے قدیم ناموں سے مشابہ ہیں۔ مثلاً دوا مر = دوا مٹھ = بردی مہر = پھتاہ کا مٹھ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ شہر اور پرور سین ثانی کا آباد کیا ہوا شہر دونوں ایک ہی ہیں دیکھو پوہلر صاحب کی رپورٹ

ایسے ہی غصے نے اُس کے اندر وہ نرم خیال جو اُس کے والد کے غم میں پیدا ہوا
چمکا تھا جذب کر لیا اور کشمیر کو روانہ ہوا۔

جب سری پریت کے مقام پر پہنچا تو اشوپا دناہی ایک رشی نے
جس نے پاشوپت سنیاسی کا لباس پہنا ہوا تھا بنسیتی سے تیار کیا ہوا کھانا
اس کے روبرو پیش کیا اور کہا۔ ”پچھلے جنم میں تم نے میری بڑی خدمت
کی تھی اور جب میں تمہاری خواہش دریافت کی تو تم نے جواب دیا کہ میں راجہ
بنا چاہتا ہوں اس پر میں شوجی سے جن کے مستک میں چند رمان براجمان
ہے حصول مراد کی درخواست کی انہوں نے فرمایا کہ تمہارا یہ سیوک درحقیقت
میرا ایک گن (نیم فوق الفطرت خادم) ہے میں یقیناً اگلے جنم میں اس کی
خواہش پوری کرونگا۔ پس اب شوجی آپ کی مدد کے لئے آئیے اور تمہارے
اس خیال کو پورا کریں گے۔“ یہ الفاظ کہہ کر اشوپا غائب ہو گیا۔

اس کے بعد جب پرورسین کو شاہی طاقت حاصل کرنے کے لئے ریاضت
کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا تو شوجی جنہیں اُس رشی کے الفاظ نے یاد دلائی
کرائی تھی اُس کے سامنے نمودار ہوئے۔ انہوں نے اس موقع پر ایک سنیاسی
کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہاری خواہش پوری کرنے کیلئے

ان دو مورخوں نے جو رائے ظاہر کی ہے اس کی مزید تصدیق اس طرح پر ہوتی ہے
کہ پرور پور کا نام (جو پرورسین پور یا اس کے مخفف بھیم دت کے برابر ہے) کھیم اندر۔
بلہن۔ کلن اور اور مورخوں کی تصانیف میں موجودہ سرینگر کی مقامیت ظاہر کرنے کے
لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تسلی بخش ثبوت عمارات اور مقامات کی اُس
طویل فہرست سے ملتا ہے جن کا ذکر تاریخ میں جدید دارالخلافہ کے متعلق آیا ہے اور
جو پرورسین کے اپنے عظیم مندر پرورش سے لیکر جدید سرینگر یا اس کے نواح میں ملتے

آیا ہوں جو کچھ چاہتے ہو مانگو تو پرورسین نے عرض کی کہ میں ایک ایسا راجہ بننا چاہتا ہوں جسے ہر وقت دنیا کو فتح کرنے کا خیال ہو۔ شنبھو یعنی شوجی نے اس کا اصلی مدعا معلوم کرنے کی غرض سے کہا۔ اے راج کنور! کیا باعث ہے کہ تو اپنی نجات کی طرف غافل ہو کر عارضی خوشیوں کے پیچھے پڑتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ”میں یہ اس لئے کہا ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ آپ سنیا سی کے بھیس میں شنبھو ہیں لیکن درحقیقت معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس پر تھوی کے مالک یعنی وہ دیوتا نہیں ہیں۔ کیونکہ بڑوں سے جب کوئی چھوٹی چیز مانگی جائے تو وہ بڑی چیز اپنی منشا سے ہی دے دیتے ہیں۔ اس فیاض دیوتا (شوجی) نے اس کو جس نے پیاس میں دودھ مانگا تھا دودھ کا سمندر دے دیا تھا۔ کیا آپ اس شریف خاندان کی برہم کن تباہی کے حال سے ناواقف ہیں جسے دوبارہ گدی نشین ہونے کا موقع نہ دیا گیا تو آسمانی خوشیوں میں بھی اُسے مصیبت محسوس ہوتی رہے گی۔“ اس پر اس دنیا کے مالک (شوجی) نے مہربانی سے اس کی التجا منظور کر لی۔ اور اپنی اصلی صورت میں نمودار ہو کر پھر ایک بار کہا۔ ”ایک ایسے وقت میں جب تم شاہی اختیارات کی خوشیوں میں غرق

ہیں۔ ہماری روایات میں جن مقامی ناموں کا ذکر آیا ہے انہیں ہم موجودہ سرنگر کی حدود کے اندر تلاش کرنے لگیں تو سب سے پہلے دریائے مہاسرت کا پتہ چلتا ہے۔ پہلے تو اسے کوئی نام ہی نہ سمجھا گیا تھا لیکن کئی موقعوں پر اس کا ذکر آنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اس ندی کا قدیم نام ہے جو جھیل ڈل سے نکل کر سری نگر کے جنوب مشرقی انتہائی مقام پر وٹھلا سے جا ملتی ہے۔ ترنگ ۸ کے شاوک ۳۳۹ میں کلن نے بیان کیا ہے کہ راجہ اچل کی لاش جسے اس کے محل واقعہ سرنگر میں قتل کیا گیا تھا اس کے چند وفادار نوکروں نے اُس مرگٹ میں جلادی تھی جو مہاسرت اور وٹھلا ندی کے مقام اتصال پر

ہو گئے اشوپاد میرے حکم سے تمہارے پاس جا کر یہ جٹلائیگا کہ تمہیں میری رفاقت کی ضرورت ہے۔“

یہ الفاظ کہہ کر وہ دیوتا نظروں سے غائب ہو گیا اور پرور سین اپنی ریاضت کو ختم کر کے ریشوپاد سے رخصت حاصل کر اُس ملک کی طرف جس کی اسے خواہش تھی روانہ ہوا۔

جب وہ کشمیر میں پہنچا تو وزرا اس کے سامنے حاضر آئے۔ لیکن اس نے انہیں یہ کہتے ہوئے ماتر گپت کے خلاف دشمنی کے اظہار سے روکا۔ ”میرا دل مغرور بلکہ مابجیت کو تباہ کرنے کو چاہتا ہے۔ مجھے ماتر گپت کے خلاف کسی قسم کا بغض و کینہ نہیں۔ ایسے دشمنوں کو کچلنے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے جو مصیبت کو برداشت کرنے کے ناقابل ہوں۔ ان لوگوں پر فتح حاصل کرنے کی خواہش رکھنا مناسب ہے جو اول الذکر کی بیچ کنی کر سکیں۔ کنول پھولوں کی نسبت جو چاند سے نفرت کرتے ہیں اور کون سی چیز زیادہ نازک اور کمزور ہو سکتی ہے۔ مگر چاند کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ ان کو ہاتھیوں کے دانتوں کے ذریعے اکھڑا کر پھیرے۔ بہادر لوگ جب اپنی طاقت کے اظہار کا شوق ہوتا ہے تو وہ ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کرتے جو ان کے برابر کے نہ ہوں بلکہ اپنے

بنے ہوئے جزیرے میں واقعہ تھا جب ہم سری نگر کے نقشے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک جزیرہ دار السلطنت کے اندر یا اُس کے قریب جسے ویشٹا کے کسی اور ندی کے مقام اتصال پر واقعہ سمجھا جاسکتا ہے مایہ سم کا بڑا جزیرہ ہے اس کے جنوب میں ویشٹا اور دونوں پہلوؤں پر مذکورہ بالاندی (مہاسرت) کی دو شاخیں ہیں۔ دیکھو فوٹ ۲۳۲ کے مطابق متعلقہ ماکشکاسوامی نے کلمن کی بیان کردہ مہاسرت ندی کی شناخت کے متعلق اسے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کی مزید تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ اس مقام کے قریب

جمع شدہ غصے کو انہیں پر ظاہر کرتے ہیں جو ان کے برابر کی طاقت رکھتے ہوں۔“

جب ترگرت کو فتح کرنے کے بعد کوچ کرتا ہوا پرور سین آگے بڑھا تو اس نے سنا کہ بیکر ماجیت فوت ہو چکا ہے۔ اس روز وہ متواتر سرد آہیں بھرتا رہا۔ اور نہایت رنج و الم میں اس نے نہ تو اشتنان کیا نہ کچھ کھایا اور نہ ہی آرام کیا۔

ماترگپت کا ترک سلطنت [اس سے اگلے دن اُسے خبر ملی کہ ماترگپت جو کشمیر کی سلطنت سے دست بردار ہو کر چلا آیا ہے پاس ہی ڈیرہ ڈالے پڑا ہے۔ اس بات کا اندیشہ کر کے کہ اُسے میرے ہی حامیوں نے جلا وطن نہ کر دیا ہو پرور سین تھوڑی سی فوج ہمراہ لیکر اُس کے پاس پہنچا۔ آپس میں ملنے کے بعد راجہ نے جلیبی اور مشائستگی کے ساتھ پوچھا کہ آپ سلطنت کیوں چھوڑ آئے؟ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد ماترگپت نے آہ بھر کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مہاراج! وہ فیاض شخص جس کے ذریعے میں اس ملک پر حکمران تھا چل بسا ہے۔ آتش شیشے کی سطح پر جب تک سورج کی کرنیں پڑتی رہیں وہ تمام اطراف میں چمکتا رہتا ہے ورنہ بالکل ہی نہیں چمکتا کیونکہ وہ محض ایک پتھر ہے۔“

جہاں ڈل ندی کی مغربی شاخ و تشٹا سے ملتی ہے یعنی موجودہ پہلے پل سے کسی قدر نیچے کی طرف مہاراجہ رنیر سنگھ کے زمانہ تک ہندوؤں کا مرگٹ موجود تھا۔ چونکہ اس کا ذکر سری نے اپنی کتاب کے باب اول شلوک ۴۴ میں کیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ پندرھویں صدی میں یہ مرگٹ اسی مقام پر واقع تھا اس لئے یہ خیال کر لینا کچھ بے جا نہیں کہ اس کی مراد اسی مرگٹ سے ہے جس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳۹ میں آتا ہے۔ سری در اس مقام کا زیادہ جدید نام مری سنگم استعمال کرتا ہے جس کے متعلق و تشٹا مہاتم کے باب ۱۷

راجہ نے جواب دیا۔ ”مہاراج! آپ کو کیا دکھ پہنچا ہے کہ آپ اُس حکمران پر اس طرح افسوس کے ساتھ غم کر رہے ہیں؟“ یہ سنکر ماترگپت کے سچے ہونٹ پر غصے کی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور بولا۔ ”کوئی شخص خواہ وہ طاقت میں مجھ سے بڑا کیوں نہ ہو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ فی الواقع جب اس دور اندیش راجہ نے مجھے یہ عزت دی تھی تو اس نے مکھن کو آگ میں نہیں ڈالا تھا۔ نہ اناج کو بنجر زمین میں بویا تھا۔ لیکن وہ لوگ جو نفعات کو یاد رکھتے ہیں اور شکریہ کے غلام ہوتے ہیں بے خبری میں بھی اپنے مہربانوں کے قدم پر چلتے ہیں۔ کیا آتشیں شیشے کی چمک سورج کے غروب ہونے کے بعد زائل نہیں ہو جاتی؟ یا سنگ ماہ کی روشنی گھٹنے ہوئے چاند کے ساتھ نہیں گھسکتی۔ پس امن و امان میں خوشی حاصل کرنے کی امید سے مقدس وراثتی (دکانشی) کو جاتے ہوئے میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ جس طرح ایک برہمن کے شایاں شان ہوتا ہے کمل تیاگ سے کام لوں۔ مجھے اس زمین کی طرف دیکھتے ہوئے بھی خوف پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ راجہ جو جو اہر ات کے چرخ کی مانند تھا اس کے بغیر اس پر تاریکی چھائی ہوئی ہے خوشیوں کا تو آپ کیا ذکر کرتے ہیں۔ حیرت و استعجاب کے عالم میں عمدہ خیالات کی اس مجسم صورت کے الفاظ سنکر دانا

شلوک ۵ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسی مقام اتصال کا نام تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔
 راج ترنگنی میں مہاسرت کا ذکر مقامات ذیل پر بھی آیا ہے ترنگ ۸ کا شلوک ۳۳-۵۳،
 ۱۰۹۹-۱۱۵۸ و ۱۱۳۱-۱۱۳۱۔ ان شلوکوں میں اس ندی کے متعلق ذکر آیا ہے کہ اس کے راستے
 شہر پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ فوجیں مشرق سے آتی ہوں دیکھو
 ترنگ ۸ شلوک ۳۳-۵۳ و ۱۱۳۱-۱۱۳۱ نقشے کو دوبارہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ پایاب نہی
 جھیل ڈل سے آکر سری نگر کے اس حصے کی جنوب مشرقی حد قائم کرتی ہے جو وٹھا کے

پرور سین بولا۔

”مہاراج! اس دنیا میں آپ جیسے عابد اور شکر گزار لوگوں کا وجود بہتر نہ اُن
جواہرات کے ہے جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ اپنی قوت فیصلہ کے لئے اس
راجہ کے علاوہ اور کس کی تعریف ہو سکتی ہے جس نے ایسی بے سمجھ دنیا میں
آپ جیسے آدمی کو ڈھونڈ نکالا۔ اسے دانا آدمی شکر یہ کی سڑکیں اگر آپا پیر
اپنا قدم نہ رکھتے تھے دراز تک ویران پڑی رہتیں۔ کسی نالائق شخص کے ساتھ
مہربانی کی جائے تو عام طور پر وہ اپنے دل میں یہ سوچتا ہے و اگر مجھے یہ رتبہ آج
اپنی قسمت سے حاصل نہیں ہوا تو کیا باعث ہے کہ اس نے اس سے پہلے
مجھے نہ دیدیا۔ اگر اس کو مجھ سے کچھ غرض نہیں ہے تو وہ اپنے غریب رشتہ داروں
پر ہی مہربانی کیوں نہیں کرتا۔ اگر وہ اس بات سے خائف نہ ہو کہ میں اس کی
کمزوریوں سے واقف ہوں تو بھلا وہ حرص آدمی مجھے یہ دینا پسند کرتا ہے؟
چھوٹی سی عزت بھی کسی اعلیٰ کیریئر کے شخص کو دی جائے تو وہ ایک سو
شاخوں والے درخت کی صورت اختیار کر لیتی ہے کیونکہ اسے پہلے کی اصل
کی ہوئی خوبیوں سے غذائیت ملتی ہے پس تم جو نیکوں میں سب سے بڑے
اور دانائوں کی تعریف کے مستحق ہو ایک پرکھے ہوئے جواہر کا درجہ رکھتے ہو

دائیں کنارے پر واقع ہے اور جس میں شہر کا زیادہ بڑا حصہ آ جاتا ہے۔ چونکہ سرینگر کا یہ
حصہ مشرق اور مغرب کی طرف سے جھیل ڈل اور انچار کے ذریعے محفوظ ہے اور جنوب کی
طرف دریائے وشتاب بہتا ہے اس لئے اس پر حملہ کرنے کا راستہ یا تو وہ تنگ قطعہ
زمین ہے جو شمال کی طرف واقع ہے یا اُس ندی کو عبور کر کے حملہ کیا جاسکتا ہے جو جنوب
مشرق کی طرف ڈل سے نکلتی ہے۔ اس ندی کے جس کا موجودہ نام ستھہ کل ہے شمال
کی طرف یا دائیں کنارے پر ڈیڑھ میل لیا ایک پورا نا پشتہ ہے جو مشرق کی طرف گواہ سلیما

جس کی صادق لوگ قدر کرتے ہیں۔ پس مجھ پر مہربانی کر کے اس تخت سے دست بردار نہ ہو جائے۔ کاش مجھے بھی یہ عزت حاصل ہو جائے کہ مینے نیک آدمی ہی کی طرف داری کی ہے پر مانتا کرے کہ آپ پھر اپنی محبت کو اس سرزمین پر نازل کر سکیں جو پہلے آپ کو اس نے دی تھی اور اب میں بھی دیتا ہوں۔“

راجہ کے ان فیاضانہ الفاظ کو سنکر ماترگپت آہستگی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

”میں اُن الفاظ کو جن کے بغیر مطلب ادا نہیں ہو سکتا آداب تہذیب کی حدود سے باہر نکلے بغیر کیونکر زبان سے ادا کر سکتا ہوں۔ اس لئے ممکن ہے کہ آج میری زبان سے کوئی ناشارتہ لفظ بھی نکل جائے گو مجھے یقین ہے کہ آپ کا شریفانہ برتاؤ بالکل صادق ہے۔ ہر شخص کسی دوسرے کی سابقہ حالات زندگی کی غیر اہمیت کو جانتا ہے لیکن بحالت موجودہ کسی شخص کو اپنی عظمت خود ہی کو معلوم ہوتی ہے۔ میری سابقہ حالت جو آپ کے ذہن میں ہے اور آپ کی جو میرے ذہن میں ہے یہ دونوں ہمارے خیالات کو مضطرب کر رہی ہیں یہی باعث ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دلی خیالات کو نہیں سمجھ سکتے۔“

کے دامن سے لیکر مغرب کی طرف وٹٹا کے بلند کنارے تک پھیلا ہوا ہے۔ اس پستے کی قدامت کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ موجود نہ ہو تو شہر کے اُن بہت سے حصوں میں جو ڈل کے نشیبی کناروں پر آباد ہیں اور اُن بے شمار رودباروں میں جو ڈل سے لیکر مغرب تک پھیلا ہوئے ہیں جھیل کے تیرنے والے باغوں سمیت ہر سال دریا کی طغیانی کا پانی آ سکتا ہے۔ اس کی قدامت کا ایک اور ثبوت یہ بھی ملتا ہے کہ اس پستے اور اس پر بنے ہوئے مکان کے اوپر ستھ کا عام نام لکھا ہوا ہے

یہ کیونکر ممکن ہے کہ مجھ جیسی حیثیت کا شخص ایک بار شاہی کوتیاگ کر پھر اس طرف رخ کرے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک ہی قدم میں وہ تمام آداب شائستگی کو خیراً کہہ دے۔ یہ ناممکن ہے کہ مجھ جیسا شخص محض عارضی خوشیاں حاصل کرنے کی خاطر اس راجہ کی فیاضی کی غیر معمولی عظمت کو بالکل معمولی باتوں کی سطح پر لے آئے۔ بالفرض اگر مجھے ان خوشیوں کی خواہش بھی ہو تو مجھے اپنا ذاتی اعزاز برقرار رکھتے ہوئے کون انہیں حاصل کرنے سے روک سکتا ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ اس نے میرے لئے جو فائدے کی صورت نکالی تھی اس کا اگر میں معاوضہ نہ دوں تو وہ میرے اندر سے زائل ہو جائیگی۔ اس رستے پر چل کر جو اس حکمران نے اختیار کر رکھا تھا میرے لئے ضروری ہے کہ اس شہرت کو روشنی میں لاؤں۔ جس کا وہ لائق اور نالائق اشخاص میں امتیاز کرنے کی وجہ سے مستحق ہے۔ اب جبکہ وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے اور اس کا صرف نام باقی رہنا ہے میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوں کہ کم از کم خوشیوں کو تیاگ کر اپنے قول پر صادق ہو کر دکھاؤں۔“

راجہ پرور سین دھرم

یہ گفتگو کر چکنے کے بعد پرور سین نے کہا جب تک تم زندہ ہو میں بھی اس جس کے منہ پستے کے ہیں۔ سجالیکہ باقی بے شمار پشتوں وغیرہ کے جو سری نگر اور اس کے نواح میں بنے ہوئے ہیں خاص خاص نام ہیں۔ متعدد شہری بیانات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہی وہ قدیم پشتہ تھا جس کے متعلق اس عام روایت میں جس کا ذکر کلہن نے بھی کیا ہے یہ بات آتی ہے کہ جس دیو نے پرور سین کو مہارتر کے پار اپنے پاس بلایا تھا یہ اسی کی ٹانگ اور گھٹنا ہے۔ سب سے اول تو ہمیں نقشہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ پشتہ

ملک کی دولت کو ہاتھ نہیں لگاؤ نگا۔ اس کے بعد عبادت کیش ماترگیت
ورانشی کو چلا گیا۔ اس نے بھگو الباس پہن لیا اور ہر چیز کو تیاگ کر حتی بن
گیا۔ راجہ پرور سین بھی اپنے قول کا پورا ثابوت ہوا اور وہ کشمیر کی تمام مالگذاری
براہ راست ماترگیت کے پاس بھیجتا رہا۔ دانا ماترگیت جو خود خیرات پر گزارہ
کرتا تھا اس تمام دولت کو جو اس کی خلاف مرضی اس کے پاس پہنچتی تھی۔
سائلوں میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اور اس طرح وہ دس سال تک زندہ رہا۔

ان تین راجاؤں میں سے ہر ایک میں حسن اخلاق اور باہمی لحاظ کی خوبیاں
پائی جاتی تھیں اور ان کی داستان گنگا کے پانی کی طرح پوتر کرنے والی ہے۔

پروور سین کی فتوحات { اس کے بعد راجہ پرور سین نے دنیا کے بڑے
بڑے راجاؤں کو اپنے سامنے سرنگوں کرایا اور
اس طرح پر اس کی شہرت دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گئی۔ اس کی عظیم الشان
شان و شوکت جو آگست رشی کی طرح سمندر کو جذب کرنے اور پہاڑوں کو عبور
کرنے کی طاقت رکھتی تھی مخلوق کے لئے باعث خوشنودی ثابت ہوئی۔ اسکی
فوج نے ساحل بحر ہر تھال کے درختوں کے پتے خشک کر دیئے۔ تاڑ کے پتے
..... گرا دیئے۔ دشمنوں کی بیویوں کے چہروں سے

چنار باغ کے مقابل میں ۹۰ درجہ کے زاویہ کے موڑ پر بنا ہوا ہے اس کی مشابہت جو ایک
جھکے ہوئے گھٹنے کے ساتھ پائی جاتی ہے واقعی عجیب ہے۔ اس سے بھی اطمینان بخش ثبوت
یہ ہے کہ ہمیں کشوری کا بلہ کا نام ملتہ ہے جو ترنگ ۳ کے شلوک ۳۴ کے مطابق وہ مقام
تھا جہاں پرور سین گھٹنے سے اتر کر زمین پر پہنچا تھا اور یہ نام اپنی کشمیری صورت خوبریل
میں شہر کے اس حصے سے متعلق ہے جو اس پشتے کے مغربی سرے کی طرف واقع ہے۔
کھڑبل اور کشوری کا بلہ کے تلفظ میں جو تعلق پایا جاتا ہے اس کی توضیح اس طرح پر ہوتی

ہندیاں (تمال پتر) اُتار لیں اور ان کی بالیاں (تاڑی ڈل) نوچ لیں۔ اُس کے جنگی ہاتھیوں کی کینٹیوں پر سے بے ہوئے پسینہ کے مشرقی سمندر میں ملنے سے کالندی (جمنا) اور گنگا کے مقام اتصال کا نظارہ دکھائی دینے لگا۔ اپنی فوجوں کے ذریعے جو ساحل افق تک پھیلی ہوئی تھیں اس نے مغربی سمندر کے کنارے پرشوراشٹر^{۱۶۲۷} کے باشندوں کی بیخ کنی کر دی اور ان کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ یہ راجہ جو دنیاوی اندر کا درجہ رکھتا تھا محض اپنی نمود کی غرض سے بلا کسی قسم کی محبت یا نفرت کے راجاؤں پر فتوحات حاصل کر رہا تھا۔ بکرماجیت کے بیٹے پرتاب شیل کو جس کا دوسرا نام سیلا دتہ ہے دشمن معزول کر چکے تھے لیکن اس نے اُسے اُس کی سلطنت واپس دلائی اور اُس کے باپ کا تخت^{۱۶۵۸} جسے دشمن نے گئے تھے اس کے دارالسلطنت میں واپس پہنچا دیا۔

مومونی نے سات مرتبہ پرورسین کی ماتحتی سے نکلنے کی کوشش کی مگر جب آٹھویں مرتبہ وہ کوئی عذر پیش کرنا چاہتا تھا تو راجہ پرورسین نے غصے میں آکر حکم دیا۔ ”ایسے حیوانوں پر تفت ہے اس شخص کی مشکلیں کس لو“ مومونی نے جان بچانے کی غرض سے جھٹ کہہ دیا۔ ”مہاراج میں چونکہ ایک جیواں

ہے کہ کشمیری زبان میں کُر کا لفظ سنسکرت کے کشور کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اخیر میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ کلہن نے سینتو (پشتا) کے مہاسرت کا پانی تقسیم کرنے کے متعلق جو کیفیت بیان کی ہے وہ اس صورت میں ستھ پر پورے طور پر عائد ہو سکتی ہے۔ جب یہ سوچ لیں کہ مختلف رودبار اور دلدل جو اس پشتے کے شمال کی طرف واقع ہیں اور جن میں ستھ کل کی طرح ڈل کا پانی جاتا ہے ان سب کا مشترکہ نام مہاسرت ہے۔ اس مجموعے کا نام مہاسرت ہونا اس طریقے پر زیادہ اہم غالب ہو جاتا ہے کہ ستھ کے

ہوں۔ اس لئے میری جان بخشی ہوئی چاہئے کہ یہ کمکر اس نے وہیں دربار میں مور کی طرح ناچنا شروع کر دیا۔ راجہ نے جب اُسے مور کی طرح ناچتے اور جھنکار تے دیکھا تو اس نے نہ صرف اس کی جان بخشی کی بلکہ اُسے اس کی اس حرکت کا جو ایک ایکٹ کے لائق تھی انعام بھی دیا۔

شہر پرور پور کی تعمیر { فتوحات سے فارغ ہو کر جب وہ اپنے دادا پرورد اول کے شہر میں قیام پذیر ہوا اُسے اپنے نام

پر ایک شہر آباد کرنے کی خواہش پیدا ہوئی مگر موقعہ کے انتخاب کیلئے اُسے بڑی دقت پیش آئی۔ اسی فکر میں ایک رات جب فوق الفطرت طریقے پر نئے شہر کی بنیاد کے لئے مقام کی تلاش میں محل سے نکلا تو اس کے مکٹ کے جواہرات پرستاروں کی کرنیں پڑ کر اُن سرسوں کے دانوں کی طرح نظر آتی تھیں جو بُری روحوں کے دفعیہ کے لئے رکھے گئے ہوں۔ پھرتا پھرتا وہ ایک ندی کے کنارے پہنچا جو شمشان کے پاس سے ہو کر گذرتی تھی اور جس کے کنارے بہت سے درخت اوگے ہوئے تھے اور جو اس وقت بے شمار چٹاؤں کی روشنی میں بھیانک معلوم ہوتے تھے۔ اس وقت ندی کے دوسرے کنارے پر اُسے ایک گرجا ہوا دیو جس نے اپنے بازو اوپر کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے

تمام شمالی پانی کے راستوں کے جال کا نام آجتک مار رہا ہے جس کا ثبوت سطور بالا میں باری کی صورت میں ملا ہے جو ستھ کل کا ابتدائی نام تھا۔

یہ سوال کہ آیا ہمیں اس لفظ مار کی صورت میں مہاسرت کا کوئی مشتق لفظ ملتا ہے یا نہیں اس مصالح سے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے طے نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کا ان نتائج پر کچھ اثر پڑ سکتا ہے جن کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ اس نتیجہ پر پہنچ چکنے کے بہت مدت بعد مجھے اتفاقاً یہ طور پر وگنی صاحب

نظر آیا۔ اس دیو کی آتشین نگاہوں کی سنج روشنی میں راجہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح ایک بہت بڑا پہاڑ شہاب ثاقب کی روشنی میں چمکتا ہے۔ راکھش نے تہقہ لگایا اور ایک بڑی بھیانک آواز میں جو ہر طرف گونجتی تھی اس بے خوف راجہ کو یوں مخاطب کیا۔ "سوائے بکرماجیت، رشودرک اور آپ کے جو دلیری میں بہت بڑھے ہوئے ہیں کامل استقلال کی مثال اور کہیں مشکل سے نظر آتی ہے۔ ہے پر قصوی راج آپ کی خواہش پوری کی جائیگی۔ آپ اس پشتے پر سے گذر کر میرے پاس آئیے۔" یہ کہہ کر راکھش نے دوسرے کنارے سے اپنا گھٹنا آگے کی طرف پھیلایا جس سے ندی کا پانی اس پشتے کے باعث الگ ہو گیا۔ دلیر پروسین نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ پشتہ راکھش کے جسم کے ایک عضو سے بنا ہوا ہے میان سے خنجر نکالا۔ اور اس کے ذریعے راکھش کے گوشت کو کاٹ کر زینہ کی صورت بناتا اس پر سے گذر کر اس مقام پر جا پہنچا جو کشوری کا بلہ کہلاتا ہے جب وہ راکھش کے قریب پہنچا تو وہ اُسے لگن بتا کر اور یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا۔ اپنا شہر اس جگہ تیار کروانا جہاں کل تمہیں میرا لگایا ہوا نشان نظر آئیگا۔ یہ نشان جو بیتال لگایا تھا شاری تک کے مقام پر نظر آیا جہاں دیوی شارکا اور کیش ات رہتے تھے۔ یہی جگہ شہر

کا یہ ریمارک نظر آ گیا جس میں کوہ سلیمان کے دامن سے لیکر شہر پروسین تک پشتے کی تیاری کا ذکر ہے۔ چونکہ وگنی صاحب کے پاس سوائے ولسن صاحب کے راج ترنگنی کے خلاصے کے اس قسم کا اور کوئی مصراع موجود نہیں اور اس خلاصے میں یہ قصہ مذکور نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقفیت انہوں نے زبانی حاصل کی ہوگی۔ ستھ کے متعلق جکل اس قسم کی کوئی روایت مشہور نہیں۔ موضع شاری تک کے نام کا جہاں اس دیو نے پروین کو نئے شہر کا مقام دکھایا تھا۔ کہیں کھوج نہیں مل سکتا البتہ شارکا دیوی کے ذکر سے

کی آبادی کے لئے قرار دی گئی۔

جب راجہ پرور ایشور کا لنگ استھاپن کرنے لگا تو بے سوامن^{۱۴۱} یعنی
وشنو کی تصویر نیترو کو توڑ کر خود بخود قائم ہو گئی۔ راجہ نے وشنو کی اس مورتی
کا نام بے نامی مہار کے نام پر جسے بیتال کا بتایا ہوا لگن یاد تھا بے سوامی
رکھا۔

راجہ پرور سین چونکہ بھیم سودمن نامی ونا یک کی مورتی کا بڑا بھگت تھا
اس لئے اس مورتی نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میں اس شہر کے قیام کے
خلاف نہیں ہوں اپنا منہ مغرب سے مشرق کی طرف پھیر لیا۔ اس شہر میں
اس راجہ نے جو پانچ نسلوں پر حکمران تھا پانچ دیویوں کے مندر تعمیر کرائے
جن میں سے ہر ایک کے پیچھے لفظ شری لگا ہوا تھا۔ جیسے سد بہا و شری وغیرہ
اس نے دریائے وشنو پر بڑا پل (بھرت سیٹو)^{۱۴۲} تیار کروایا۔ اور اسی کے
زمانہ سے کشتیوں کے پلوں کی تیاری کی ابتدا ہوئی۔ راجہ کے ماموں بے اندر
نے مشہور بے اندر و ہار اور بدھ اعظم کی مورتیاں تیار کروائیں۔ اس کے وزیر
موراک نے جس کے قبضے میں سنگھل اور دوسرے جزائر تھے موراک بھون^{۱۴۳}
تیار کروایا جو عجوبہ روزگار تھا۔ یہ شہر جس کی حدود پروردھن سوامن اور وشنو^{۱۴۴}

خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس کے قریب کہیں واقعہ ہوگا۔ آخر الذکر درگا کی ایک صورت
ہے اور زمانہ قدیم سے اس کی پرستش اس پہاڑی کے شمال مغربی حصے میں ہوتی چلی
آئی ہے جو سری نگر کے مرکزی حصے کے عین شمال میں واقعہ ہے۔ اور اس کے نام پر
شار کا پریت یا ہر پریت کہلاتی ہے۔ اس پہاڑی کا فاصلہ کٹر بل سے پونے دو میل کے
قریب ہے۔ شار کا مہاتم میں جو روایت بالتوضیح درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
درگانے شار کا (جسے پنجابی میں گٹار یا لالی کہتے ہیں اور جو شکل میں مینا سے مشابہ ہوتی ہے)

کے مندر تھے ایک زمانے میں اس کے اندر ۳۶ لاکھ گھروں کی آبادی تھی۔ اس نے
 یہ شہر جس میں باقاعدہ طور پر لگنے والی منڈیوں کا انتظام تھا۔ پہلے پہل صرف
 دریائے وٹشٹا کے دائیں کنارے پر تعمیر کرایا گیا تھا۔ اس میں اتنے اونچے
 محل واقع ہیں جو آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور جن پر چڑھ کر موسم گرما کے
 خاتمے پر بارش میں چمکتی اور ماہ چیتیر میں پھولوں سے ڈھچی ہوئی زمین نظر آتی
 ہے۔ اس شہر کے علاوہ روئے زمین پر اور کو نسا مقام ہے جہاں کسی شخص کو
 تفویجی مقامات رٹائش اور منڈیوں کے قریب صاف اور خوشنمائیاں ^{۱۷۸} بہتی ہوئی
 نظر آئیں۔ اور کہیں ایسا شہر موجود نہیں ہے جس کے وسط میں ایک تفویجی
 پہاڑی ^{۱۷۹} اس قسم کی واقع ہو جس پر سے مکانات کی شان و شوکت اسی طرح نظر آئے
 جس طرح آسمان سے نظر آتی ہے۔ اور کس مقام پر بارشندوں کو موسم گرما کے
 دن اپنے مکانات کے سامنے دریائے وٹشٹا جیسا برف سے سرد شدہ پانی
 مل سکتا ہے؟ اس شہر میں راجاؤں نے ہر ایک مندر کے لئے اس قدر مال
 وقف کر رکھا ہے جس سے سمندروں تک زمین کو کئی ہزار مرتبہ خریدا جاسکتا
 ہے۔

اسی طرح اس عظیم الشان راجہ نے آہستہ آہستہ اپنی سلطنت کے ساٹھ سال

کی صورت اختیار کر کے کوہ میرو سے پہاڑی کو اپنی چونچ میں اٹھا کر اس کے موجودہ مقام پر
 لا رکھا جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس دوزخ کا جس میں دیت رہتے تھے دروازہ بند
 کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس نے اپنی سکونت اسی پہاڑی پر اس غرض سے اختیار کر لی
 کہ وہ اس میں سے نکل نہ سکیں۔ کتھاسار کے ادھیائے ۲۳ شلوک ۱۰۹ میں بھی یہ کہانی
 مختصر لفظوں میں درج ہے۔

دیوات کے متعلق جس کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ وہ موضع شاری تک میں شارکا

پورے کئے۔ اس کی پیشانی پشوجی کے رسول کی علامت تھی اور بڑھاپے کے باعث بال چونکہ سفید ہو گئے تھے اس لئے اُن سے دھوکا ہوتا تھا کہ گنگا کی لہروں نے اس کے مشک کو شوجی کی پیشانی سمجھ کر غلطی سے اپنے آپ کو وہاں منتقل کر لیا ہے۔

انہیں ایام میں اشوپا د نے شوجی کے حکم سے جے انت نامی ایک کشمیری برہمن کو جو حال ہی میں ان کے خدام کے زمرے میں شامل ہوا تھا پیغام دیکر راجہ کے پاس بھیجنا چاہا اور کہا۔ اے آوارہ گرد مسافر تم تھک چکے ہو جس چیز کی تمہیں خواہش ہے وہ تم کسی اور ملک سے حاصل نہ کر سکو گے یہ خط راجہ پرور سین کے پاس لے جاؤ وہ تم کو اس کا کافی معاوضہ دیگا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا خط برہمن کے حوالہ کیا مگر اس نے جواب دیا کہ میں مسافت سے تھک چکا ہوں اس لئے آج ہی کسی طویل سفر پر روانہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر اشوپا د نے کہا۔ تمہیں لازم ہے کہ اول اشنان کر لو۔ کیونکہ تم مجھ سے چوکا پالن ہوں چھو گئے ہو۔ یہ کہہ کر اس نے برہمن کو پاس کے تالاب میں پھینک دیا اور جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو وطن میں کھڑا پایا۔ اس وقت راجہ پوجا میں مصروف تھا اور اُس کے نوکر پانی لئے جا رہے تھے۔ اس نے

کے پاس رہتا ہے کوئی مزید حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ کلہن نے اس دیو کا نام جا بجا بھوت راکھش اور بیتال ظاہر کیا ہے لیکن اُسے یکیش بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ترنگ ۶ کے شلوک ۱۹۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مقام پر بیتال نے نشان قائم کیا تھا اس کا نام بیتال سو تر پاٹھ تھا لیکن اس عبارت سے اس کی مقامیت کا صحیح طور سے پتہ نہیں چل سکتا۔

راجہ شودرک جس کا نام بکرماجیت کے برابر قرار دیا گیا ہے ایک مشہور روایتی بہادر

بلاتامل اس خط کو ایک پانی کے ٹنگے میں جے نوکر دریا سے بھر کر راجہ کے پاس لے جا رہے تھے ڈال دیا۔

جب راجہ نے جو پرور ایش کے لنگ کو اشنان کر رہا تھا اس خط کو ٹنگے سے نکال کر پڑھا تو اس نے حکم دیا کہ ابھی جے انت کو میرے سامنے لے آؤ۔ اس خط کا مضمین یہ تھا۔ ”جو تم نے کرنا تھا کر لیا۔ تم بہت کچھ داد و دہش کر چکے ہو۔ خوشیاں بھوگ چکے ہو۔ اور زندگی بسر کر لی ہے۔ اب تمہارے لئے اور کیا کام کرنا باقی ہے؟“ جاؤ اور شوجی کے جائے رہائش پر پہنچ جاؤ۔“

جب پرور سین اس خط کو پڑھ چکا تو اس نے برہمن کو بہت سامان و دولت دیا اور پتھر کے عالی شان مندر کی چھت کو توڑ کر بے داغ آسمان میں پہنچ گیا جس وقت وہ کیلاش پر بہت کی طرف جا رہا تھا۔ لوگوں نے اُسے روشن آسمان پر آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے دیکھا۔

اس حیرت خیز واقعہ کے ذریعے دولت حاصل کرنے کے بعد جے انت نے اس سے یہ کام کیا کہ اپنے نام پر ایک آگرمار اور مقدس عمارتیں بنوائیں۔ اس طرح پر یہ بہترین راجہ دنیا کی شاہی بھوگ کر اپنی جسمانی حالت میں ہی شو لوک کو چلا گیا۔ پرور ایش کے مندر میں اس مقام پر جہاں راجہ نے سدھی حاصل کی تھی ہے۔ دیکھو کتھا سار باب ۳، شلوک ۵۔

۱۷۔ اس جگہ جو قصہ مذکور ہے اسے زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھنے کے لئے اسی طرز کے اُس قصے کو پڑھنا چاہئے جو مانیشور اور دن سوامن کی مورتیوں کے متعلق ترنگ ۳ کے شلوک ۴۵۱ میں آتا ہے۔ پہلے بیانات سے معلوم ہو چکا ہے کہ پرور سین شوکی پرستش کرنے والا ہے اور سید سے پہلے شوپروریشور کا لنگ استھاپن کرنا چاہتا ہے لیکن ایک معجزہ سے اس جگہ جو لنگ کے لئے مخصوص رکھی گئی تھی وشنو کی ایک مورتی جے سوامن بنو

اب تک ایک دروازہ نظر آتا ہے جو جنتی دروازے کا مقابلہ کرتا ہے۔

راجہ بدیشہرثانی

بدیشہرثانی جو پرورسین کی رتن پر بھانامی رانی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔
نومادہ کم چالیس سال تک حکمران رہا۔ اس کے وزیر اسرورتن جے اور سکندگپت
نے دیارِ چیتہ اور اور مقدس عمارتیں تعمیر کرا کر اعزاز حاصل کیا۔ اس کا ایک وزیر
جے اندر کا بیٹا جبر اندر بھی تھا اُس نے موضع بھوچھید کو چیتہ اور اور مقدس
عمارتیں بنوا کر مشہور کیا۔ اس کے وزیرائے خاص میں کمارسین اور بعض اور
لوگ تھے جنہوں نے اپنی شہرت کے سفوف صندل کے داغ افق کی دو شیزہ
لڑکیوں کے چہروں پر لگائے (جن کی شہرت بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی)۔

راجہ نریندر دتہ (لکھن)

نریندر آذنیہ جو رانی پرمادتی کے بطن سے پیدا ہوا تھا تخت پر بیٹھا۔ اس کا
دوسرا نام لکھن تھا اس نے نریندر سوامن کا مندر تعمیر کرایا۔ وجر اندر کے بیٹے جبر
اور کنک جو اپنے نیک افعال کے لئے مشہور تھے اس کے وزیر اور مہال پر بھا

ہو جاتی ہے۔ چونکہ مقدس مورتیوں کی پرستش کے متعلق قاعدہ ہے کہ ہر ایک دیوتا کے لئے
زمین پر جدا جدا نیتر تیار کئے جاتے ہیں۔ اس لئے وشنو شوکی جگہ پر بغیر اس کے نیتر کو ہٹائے
قابض نہیں ہو سکتا اس کہانی میں پرورسین کی وشنو کی مورتی کا نام اُس کے معمار سے منسوب
کیا گیا ہے۔ نیتروں کے متعلق دیکھو وشنو دھرم اتر باب ۳ اور وشنو کی تصاویر میں لفظ سوامن
کے استعمال کے لئے دیکھو ترنگ ۳ کا شلوک ۲۶۳۔

جے سوامن کے مندر کا ذکر صرف ایک مرتبہ پھر جے سوامی وروچن کے نام سے ترنگ ۵ کے

اس کی رانی تھی۔ سرکاری دستاویزات کی حفاظت کے لئے ایک خاص محکمہ قائم کرنے کے بعد یہ طاقتور راجہ تیرہ سال حکومت کرنے کے بعد دُنیائے ^{۱۸۳}ہجرت سے چلت کر گیا۔

راجہ نجین ثانی

بھائی کی وفات پر راجہ بدھشٹر کا دوسرا راجا نجین کشمیر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے نرائند رات کے بیٹے شیردول کو منصب وزارت عطا کر کے امور آجری وکلی میں مختار کر دیا۔ دونوں چچا بھتیجا با اتفاق داد عدل و انصاف دینے لگے مگر یہ حالت زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکی اور حاسدوں اور خوشامدیوں نے ان میں نفاق کا بیج بو کر انہیں ایک دوسرے کا مخالف بنا دیا۔ آخر باہمی کدورت نے مناصبت کی صورت اختیار کی اور جنگ و جدل برپا ہو گیا شیردول مارا گیا اور کچھ عرصہ کے لئے آتش فتنہ بھی فرو ہو گئی۔ اس حادثہ کے وقت وزیر کا بیٹا سرب سین جوستا برس کا بچہ تھا خوف زدہ ہو کر ملک کشمیر سے بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ ادھر ادھر رہ کر راجہ نگر کوٹ کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ اس کی بیکیسی اور شقی تلفی سے متاثر ہو کر راجہ موصوف بڑی تواضع سے پیش آیا اور خاندان کے زمرہ میں داخل کر کے اس نے

شلوک ۴۴۸ میں آتا ہے اور اس کی مقامیت معلوم نہیں۔

پرورش کے مندر کی مقامیت کی نسبت اغلب خیال یہ ہے کہ وہ سرینگر کے مرکزین ہر پریت کے جنوب اور جامع مسجد کے درمیان اس مقام پر واقع تھی جہاں محل باؤ الدین صاحب کی زیارت واقع ہے۔ اس زیارت کے گرد جو پورانا قبرستان ہے اس کی دیواروں اور مقبروں میں بہت سے قدیم آثار موجود ہیں۔

اس قبرستان کے جنوب مغربی گوشے پر بہت بڑی بلندی اور چوڑائی کا ایک قدیم

اس آوارہ دشت کے سر پر اپنی دامادی کا سہرہ باندھ دیا جس سے اس کے دلی رنج و الم کے زخموں کی کسی قدر مرہم پٹی بھی ہو گئی۔ اور سر چھپانے کی جگہ بھی نکل آئی۔ جب ہوش سمجھالا تو اپنے باپ کے انتقام کا خیال پیدا ہوا۔ ادھر ادھر سے کچھ فوج جمع کر کے راجہ جموں سے بھی اس نے کافی کمک حاصل کر لی اور کشمیر پر چڑھ آیا۔ ادھر سے راجہ تو نجین بھی فوج لے کر اس کے مقابلہ کو نکلا اور کوہستان بانہال میں معرکہ جہاں و قتال کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ راجہ کشمیر معرکہ کارزار میں مارا گیا اور سربسین مظفر و منصور داخل کشمیر ہو کر سلطنت پر مسلط ہو گیا۔ راجہ تو نجین ثانی کی حکومت ۴۳ برس تک رہی۔

راجہ سربسین

بقول جس کی لائٹھی اس کی بھینس راجہ سربسین ۲۵۷ء میں دادا کی بیچ کنی کر کے تخت حکومت پر قابض ہو گیا۔ مخالفوں اور سرکشوں کا قلع و قمع کر کے اس نے عدل و انصاف کے دروازے کھل دیئے۔ گرد و نواح کے جو علاقہ جات سابقہ حکمرانوں کے عہد میں ناچاقی اور ابتری کے باعث ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ یہ راجہ پھر اپنے قبضہ اقتدار میں لے آیا۔ یہاں سے فراغت پا کر اس نے دومرتبہ ہندوستان پر

دروازہ ہے جس میں بڑی بڑی جسامت کے پتھر کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی چھت بہت مدت گزری گر چکی ہے۔ برہمنوں کا خیال ہے کہ یہ دروازہ پرورسین کے مندر کا ایک حصہ تھا۔ اور اسی مقام سے راجہ شولوک کو گیا تھا۔

لکھ گنیش یعنی وناٹک کی پوجا آج تک بھییم سوامی گنیش کے نام سے اس چٹان کے مادیہ ہر پرست کے جنوبی سرے کے دامن میں اکبر کے قلعے کے باچہ دروازہ کے قریب واقع ہے ہوتی ہے۔ پوجاریوں نے اس پتھر کی مورتی پر سرخ رنگ کی اتنی موٹی تہ جاری

یلغار کی۔ تمام سرکشوں اور خیرہ سروں کا تدارک کر کے اس نے راجہ قنوج سے رابطہ اتحاد جوڑا اور اس کی لڑکی سے شادی کر کے کشمیر کو لوٹ آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے چشمہ بھارناگ پر منہ بھوئی شہر آباد کیا آخر ۲۸ سال تک بلبل حکومت سجا کر اس نے عالم بقا کا راستہ لیا۔

راجہ گندھرب سین

اب راجہ گندھرب سین خلافت پدر کا مالک بنا۔ یہ راجہ پرے درجے کا عیاش اور لاپرواہ تھا۔ اس کی غفلت اور غرور سے مصافات بعیدہ مثل پنجاب وغیرہ بھی ہاتھ سے نکل گئے اور کشمیر میں بھی بد امنی اور اتہری پھیل گئی۔ ایک مرتبہ حیات ہند کے لئے گیا تو وہاں سے ایک قوال ہمراہ لایا۔ اس گویا کی نسبت مشہور ہے کہ اس کے لحن داؤدی سے جانور متاثر ہو کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ اُس نے راجہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ دن رات اسی کی صحبت میں مجلس ساز و سرود اور عیش و طرب گرم رکھتا امورات ملکی اور مہام سلطنت کے پرداخت سے ایسا غافل ہو گیا کہ بھوئے سے کبھی نام بھی نہ لیتا۔ گویا اس کی سلطنت کا دائرہ اس کی مجلس رقص و سرود کی چار دیواری میں محیط تھا۔ یہ حالت دیکھ کر راجہ تو سنجین ثانی کا پوتا لچھن جو ہے کہ معلوم نہیں ہو سکتا اس کی صورت ہاتھی کے سرواے دیوتا (گنیش) سے کہاں تک مشابہ ہے نہ اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ اس کا رخ مغرب کی طرف ہے یا مشرق کی طرف۔

سری وراپنی کتاب جین راج ترنگنی کی ترنگ ۳ کے شلوک ۲۰۷ میں زین العابدین کے ماتحت بھیم سوامی گنیش کے اغار میں اپک نئے مندر کی تعمیر کا ذکر کرتا ہے۔ آخر الذکر کی ایک چٹانی صورت کا حوالہ صاحب رام نے بھی اپنی کتاب تیرتھ سنگرہ میں دیا ہے۔ اس کے عین قریب مقدم صاحب کی زیارت واقع ہے جو اس وادی کے مقدس اسلامی

علاقہ وچھن پارہ میں جاگیر دار تھا جادہ اعتدال سے منحرف ہو کر اپنی حق تلفی کے نذرانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ادھر ادھر ہاتھ پیر مار کر اس نے کچھ جمعیت ہم پہنچالی اور خفیہ طور پر اپنا انتظام درست کر کے دارالسلطنت میں داخل ہو گیا۔ اور محلات شاہی کا محاصرہ کر کے مخالفت کی پیش دستی کا منتظر ہوا۔ گندھرب کے جو رستم سے رعایا بھی اور فوج بھی سبزار تھی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر لکھچھن سے آملی۔ تاہم سات روز تک مجلس عیش و طرب کے رفیق چنگ و باب سے مسلح ہو کر مقابلہ پر ڈٹے رہے آخر راجہ کا نشہ ہرن ہونے لگا اور لکھچھن کے پاؤں پر گر کر اس میں سلامتی کا خواستگار ہوا۔ ہم جلس تو سب چراغ سحری کی طرح اس کی مجلس سے مٹنے موڑ گئے لیکن راجہ صاحب کو اپنی رنگینے طبع کا لطفت اٹھانا پڑا اور آخر ۳۴ سال کی حکمرانی کے بعد بجائے نغمہ و سرود کے سلاسل کی دل خراش صدائیں سننے کے لئے جیل خانہ کی رونق بڑھانے لگے۔ اور لکھچھن خاک ادا بار جھاڑ کر عروس ملک سے ہم آغوش ہو گیا۔

راجہ لکھچھن

راجہ لکھچھن نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر پرانے آئین کو رواج دیا جو

مقامات میں سے ایک ہے۔

۱۶۳۷ء ان دیویوں کے مندروں کے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔

۱۶۳۷ء یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ بھرت سینتو یعنی بڑا پل کسی خاص پل کا نام ہے۔

ہر نوع ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱ میں اسے انہیں معنوں میں لیا گیا ہے یہ قسمتی سے اس شلوک میں اس بات کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس پل کی مقامیت کہاں تھی۔ گو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماشکا سوامن (ماٹھے سم) سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ کشتیوں کے پلوں کا ذکر

دشمن سے ملک کو صاف کر کے رعیت پروری اور داد گستری میں مشغول ہوا گنڈھڑ پھین کے عہد میں جو علاقہ جات سرکش ہو گئے تھے اس کے عہد میں پھر مطیع و منقاد ہو گئے جس نے ہوا کے خود سری کو نہ چھوڑا حرب و پیکار سے راہ راست پر لایا گیا یہی اثنا میں راجہ سوکرم پال والے ملتان نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا راجہ چھمن کی گوشالی کے لئے عازم ملتان ہوا۔ جب حدود پنجاب میں پہنچا تو ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے ٹھہرا اور سُرُج رومال منہ پر اوڑھ کر سو گیا۔ اتفاقاً ایک چیل کی نگاہ اس رومال پر پڑی تو اسے گوشت کا ٹکڑا خیال کر کے اس ظالم جانور نے ایک ایسا چھپٹا مارا کہ بیچارے راجہ کی دونوں آنکھیں نکال کر لے گئی۔ اس حادثہ سے چھمن سخت بیتاب ہو گیا۔ یہاں تک کہ تین دن تک اس دردناک حالت میں مبتلا رہ کر ۳۲ سال ۶ ماہ کی فرماندہی کے بعد غریب الوطن راجہ رخت سفر باندھ کر منزل مقصود کو رحلت کر گیا۔

راجہ شورک

چھمن کی وفات پر اس کا بھتیجا شورک جو ہمراہ لشکر تھا تاج شہی زیب سر کر کے ملتان پہنچا۔ معمولی کارزار کے بعد سوکرم پال قلعہ میں محصور ہو گیا۔ راجہ شورک کلہن نے ہرش کے زمانہ میں کیا ہے دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۵۴ اور سری ور کی مین راج ترنگنی ترنگ ۴ شلوک ۱۶۶۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دریائے ویشٹا پر بنے ہوئے بہت سے مستقل چوٹی پلوں میں سے جنر جدید سیاحان کشمیر کی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ زین کدل سے پہلے کسی پل کا پتہ نہیں چلتا۔ اور یہ سری نگر کے اُن سات پلوں میں سے ایک ہے جنہیں پندرھویں صدی میں زین العابدین نے بنوایا تھا۔ دیکھو سری ور کی راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۳۳۳

نے ایک مہینہ تک محاصرہ کر کے قلعہ توڑ ڈالا جس سے راجہ ملتان نے مغلوب ہو کر
خراج دینا منظور کر لیا۔ راجہ شورک نے بھی معاملات کشمیر کو مد نظر رکھ کر صلح کر لی
اور ملک اس کے حوالہ کر کے بہ تعجیل تمام کشمیر کو لوٹ آیا۔ چھپن کا بیٹا بھرادت
ابھی نابالغ ہی تھا اس لئے یہاں بھی اس کی تخت نشینی میں کوئی مانع نہ ہوا۔ اور
راجہ شورک با استقلال تمام بلا وسوسہ حکومت ملک پر قابض ہو گیا۔ اور عدل و انصاف
سے حکمرانی کی داد دیتے لگا۔ نظم و نسق مملکت سے اس نے تمام اندرونی سرکشوں اور
فتنہ پردازوں کو حلقہ بگوش بنائے رکھا۔ لیکن حکومت کے آخری دوران میں راجہ
واروستان باغی ہو گیا۔ حدود کا مارج میں داخل ہو کر اس نے تاخت و تاراج
مچا دی۔ جب شورک نے سنا تو فوج لے کر اس کی مدافعت پر خود آمادہ ہوا۔
چند ایک لڑائیوں کے بعد راجہ واروستان شکست کھا کر واپس بھاگا۔ لیکن
کوہستان شمالی میں پہنچ کر اس نے پھر مورچے گاڑ دیئے۔ شورک نے اس کا
تعقب کیا۔ لیکن بد قسمتی سے ایک درہ میں پھنس گیا۔ قوم دارو نے اسکی فوج
کے چاروں طرف پہاڑوں پر مورچے گاڑ دیئے۔ رسد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا
اور کشمیری فوج ایسی نرغے میں آ گئی کہ جان بچانا مشکل ہو گیا۔ اسی اثنا میں قوم
دارو نے پہاڑوں سے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ بیچارے کشمیری اس بے بسی کی

۲۹۶- کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ ہندوؤں کے زمانہ کے انجیر جو پتھر کی عمارتوں کی تعمیر میں
بہت بڑی قابلیت کا اظہار کرتے تھے اپنے مسلمان جانشینوں کی نسبت جو لکڑی کے کام
میں خاص مہارت رکھتے تھے پلوں کی تعمیر میں کچھ کم ماہر تھے دیکھو نرنگ، شلوک ۷۷، ۱۰ کانوٹ
۷۵۵ ہیون سانگ کی سوانح عمری کے صفحہ ۹۹ پر ذکر آتا ہے۔ جب میں دارالخلافہ
کشمیر میں پہنچا تو جی۔ پی۔ ان تولو یا جے اندر کے دہار میں ٹھہرا تھا۔ اس دہار کے سب سے
بڑے پوجاری نے مجھے شاستروں کی تعلیم دی اور اس ملک میں میرے دو سالہ قیام کا اکثر

حالت میں مرنے لگے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ساری فوج
تباہ ہو گئی شورک گرفتار ہو کر قلعہ پٹن واقعہ دروستان میں محبوس ہو گیا۔ اسی اثنا
میں جب یہ خبر کشمیر پہنچی تو راجہ لچھمن کا بیٹا بجرادت ٹڈی دل لشکر لے کر دروستان
پر حملہ آور ہوا۔ بھوکے بھڑیئے کی طرح قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کرتا قلعہ پٹن پر
پہنچ گیا لیکن اہل قلعہ نے بکمال سنگدلی راجہ شورک کا سر کاٹ کر فصیل سے باہر
پھینک دیا جس نے بجرادت کی آتش غضب کو تیل کا کام دیا۔ یک بارگی حملہ آور
ہو کر اس نے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سرغٹوں اور سرکشوں کو کمانبانی
سزا دے کر مظفر منصر کشمیر لوٹ آیا۔ راجہ شورک نے ۵۱ سال تک عدل و داد
سے حکمرانی کی۔

راجہ بجرادت

بجرادت قلعہ پٹن فتح کرنے کے بعد راجہ شورک کے لڑکے جے اندر کو لاواڑ
کر کے آپ تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ جے اندر نے اپنے فیرواہوں کو جمع کر کے
علم بغاوت کھڑا کر دیا اور علاقہ مراج پر قابض ہو گیا۔ بجرادت بھی اپنی افواج
آراستہ کر کے مقابلہ کو نکلا قریب ایک سال تک یہ شورش برپا رہی جاہلیوں
حصہ میں بابر ہوا اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ جگہ جہاں ہین سانگ کھڑا ہی جے اندر
دیا تھی جس کا ذکر راج ترنگی میں آتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر بھوجی بھی ظاہر کر چکے ہیں یہ امر غلب
معلوم ہوتا ہے کہ جے اندر کا ہتھیار کیا ہوا بدھ اعظم کا بت اس بدھ بدھ سے مشابہ تھا
جسے راجہ لچھمن نے تانبے کا بنوا کر پری ہاس پور میں نصب کروایا تھا دیکھو ترنگ ۴
شلوک ۲۰۲۔ ترنگ ۶ کے شلوک ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کھیم گپت نے جے اندر
وہار کو جلا دیا اور بدھ کے بت کو پگھلوا کر اس کی دھات کھیم گوریشور کے مندر کی تعمیر

ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں لیکن نتیجہ کوئی نہ نکلا دونوں کا پلہ برابر ہی رہا۔ آخر کار مصلحان دولت نے درمیان آکر صلح کرادی۔ لیکن بجزاوت نے جیسے اندر کو ملاقات کے موقعہ پر خیمہ میں لیجا کر مار ڈالا۔ جب یہ خبر جیسے اندر کی فوج کو ہوئی تو وہ جوش میں آکر بجزاوت کی سپاہ پر آگری اور خوب گھسان کی تلوار چٹنے لگی۔ اس موقعہ پر طرفین کے دس ہزار سپاہی کھیت رہے آخریے سرفوج قائم نہ رہ سکی اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئی۔ بجزاوت مظفر و منصور واپس آگیا۔ اگرچہ جیسے اندر کے قتل نے اسکے نام پر وہ سبہ و صہبہ لگا دیا جو قیامت تک نہ ہٹ سکیگا تاہم اس نے فتنہ و فساد سے فراغت پا کر عدل و انصاف کو اپنا شعار بنالیا۔ رعایا پروری اور داد گستری میں چاروا تک عالم میں اسکی دھاک بندھ گئی۔ اپنے گناہوں کی مغفرت حاصل کرینکے لئے اس نے بہت سے نیک کام بھی کئے۔ کئی مندر طیار کرائے مندر وزیرہ ایشری کی مرمت بھی کرائی۔ اس کے عہد میں غلہ اسقدر ارزاں ہوا کہ حساب چار پیسے فی خروار پکنے لگا۔ آخر دس برس اور آٹھ ماہ کی فرماندہی کے بعد عازم عالم جاودانی ہو گیا۔

راجہ رنادتہ

تریڈر دتہ کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی رنادتہ راجہ بنا۔ اس کا دوسرا نام

میں صرف کی۔ اس شہر کے اندر بدھ کے ایک اور بہت بڑے بت کے وجود کا ذکر راجہ ہرش اور سوسل کے زمانہ میں ترنگ ۱۰۹۷-۱ اور ترنگ ۸ شلوک ۱۱۸۴ میں آتا ہے۔ اُس بدھ بدھ کے ذکر کے لئے جو چودھویں صدی تک قائم رہا۔ دیکھو جو مزاج کی راج ترنگنی شلوک ۱۱۸۴ اسے اس خوش قسمت وزیر کے ونا ریا مندر کا ذکر جس کی نسبت کلن کا خیال ہے کہ وہ سیلون پر قابض تھا اور کہیں نہیں ہے۔

کے آجکل ان دونوں مندروں میں سے کسی ایک کا پتہ بھی نہیں چل سکتا۔ ورہن

تتجن مشہور تھا۔ اس کا سر جس کی شکل سنگھ کی تھی تمام مخلوق کے سروں سے بالکل مختلف تھا اور اس کے اندر اس قسم کی عظمت پائی جاتی تھی گویا سورج چاند کے اندر جذب ہو چکا ہو۔ اس کی تلوار اپنے دشمنوں کی گردنوں پر اترتی تھی تو ان کی عورتیں خوب آنسو بہا بہا کر روتی تھیں۔ اس کی شان و شوکت کی آگ جو عظیم النظیر تھی جب دشمنوں کے علاقوں میں جا گھسٹی تو وہاں کی عورتوں کی آنکھوں سے پانی کی ندیاں بہا دیتی اور ان کے گھروں میں گھاس اُگا دیتی تھی۔ جب وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لیتا تو غنیم کی صف میں سوائے بے سر کی لاشوں کے اور کوئی ناچنا نظر نہ آتا تھا۔ اس فوق الفطرت صورت کے راجہ کی رانی ایک نہ ختم ہونے والی طاقت کی دیوی تھی فہ الحقیقت وہ دشمنوں کی سکتی (لکشی) تھی جو رنار میجہ کا نام اختیار کر کے اس زمین پر آئی ہوئی تھی۔

اپنے پہلے جنم میں یہ راجہ ایک جواری دیوی بھرمرواسنی کی داستان { رقرار بارا تھا اور اپنی ساری جائیداد

جوئے میں ہار کر سخت مشکلات میں پھنس گیا تھا۔ ہر چند کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھونے پر آمادہ تھا تاہم اس نے سوچا۔ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس میں کچھ نفع حاصل کر سکوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اخیر وقت تک جوئے باز

سوامن کا ذکر دوبارہ ترنگ ۶ کے شلوک ۱۹۱ میں اس حیثیت سے آتا ہے کہ یہ اور بھگشو کی پارک دونوں اس عظیم آگ کی انتہائی حد تھے جس نے بیتال سوتراپٹ کے مکانات کو تباہ کر دیا تھا۔ وشوکرمن کا ذکر دوبارہ کہیں نہیں آتا۔ البتہ کسی قدر تبدیلی کے ساتھ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۳ میں اس کا حوالہ دیا ہوا ہے۔

۷۸ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کلن یہاں پرانے بے شمار نہروں کا ذکر کرتا ہے جو جھیل

ڈل اور اچھار سے نکل کر سرینگر کے نواح تک کو قطع کرتی ہوئی شتر کے مرکز تک جا پہنچتی ہیں

نفع کے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اس نے ارادہ کیا کہ بندھیا چل پرت
 پر ہر عمر و اسنی دیوی کا درشن کیا جائے جو فضول ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اسے
 اُمید تھی کہ شاید وہ اسے برکت دے۔ اور اس کے علاوہ وہ اپنی جان سے بھی
 لاپرواہ تھا وہ جانتا تھا کہ جو فانی انسان اُس کے مسکن تک پہنچنے کی کوشش
 کرتا ہے اس کے لئے پانچ یوجن (۲۰ کوس) کا فاصلہ طے کرنا بہت مشکل ہوتا
 ہے کیونکہ راستہ میں بڑے بڑے تیز ڈنگوں والی مکھیاں اور اور کیڑے اُسے
 ستاتے ہیں۔ اس نے عاقبت بینی سے یہ بات سوچ لی کہ ایسے جسم کو جس کا
 تلف ہونا ضروری ہے۔ اُن کے ہیرے کی طرح سخت ڈنگوں سے محفوظ کر لینا کچھ
 مشکل نہیں۔ اس نے پہلے اپنے جسم پر زرہ پہنی اس کے اوپر ہینسے کی کھال
 اوڑھی اور پھر گوبر میں مٹی ملا کر اس کے اوپر لپ لی۔ جب وہ دھوپ میں مٹی
 کی ان تھوں کو اپنے جسم پر سے خشک کر چکا تو وہ مضبوط ارادہ کر کے مٹی کے
 ایک ڈھیلے کی طرح روانہ ہوا۔ آسان راستے کو زیست کی اُمید کے ساتھ پیچھے
 چھوڑ کر وہ ایک غار میں داخل ہوا جس کی تاریکی نہایت خوفناک تھی۔ دفعتاً
 اس غار کے اندر سے بے شمار مکھیاں نکل آئیں جن کے پروں کی
 آواز سے جو ماتی باجوں سے متاثر تھی کان بہت جھک جاتے تھے۔ اس نے
 اپنے اوپر جو مٹی کی تہ جمائی ہوئی تھی اس پر سے گرد کے اڑنے کے باعث مکھیوں کی

بڑے بڑے بازار اب تک دریا اور نہروں کے کناروں پر جمے ہوئے ہیں اور یہی جگہ ستون کا مینہ ہے
 ۱۶۹ سال پر مراد ہر پربت یا شار کا کی پھاڑی سے ہے جہاں پر کھڑے ہو کر سری سر
 کا بڑا پر بظن نگارہ ہو سکتا ہے۔ دیکھو نوٹ شکل کتاب پڑا۔

۱۷۰ شاعر پرورش کے مندر میں پور میں نے سہم سمیت بہشت کی طرف اڑ جانے کی شہادت
 اس صورت میں جس میں کہ اوپر بیان ہوئی ہے پہلے سے بلن شاعر کو بھی معلوم تھی اپنی

آنکھوں پر یہ اثر پڑا کہ گو وہ پوری طاقت سے اسے زخمی کرنے کی کوشش کرتی تھیں تاہم اس میں کامیاب نہ ہوتی تھیں۔ جن مکھیوں کی آنکھیں گرد سے اندھی ہو جاتی تھیں وہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھیں لیکن ان کے تازہ جھنڈاڑ کر آتے اور مٹی کی تہ میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب وہ اس طرح تین تین جن فاصلہ طے کر چکا تو ان تند مکھیوں نے اس مٹی کی تہ میں اس قدر سوراخ کر دیئے کہ وہ رفتہ رفتہ بالکل جھپٹ گئی۔ اس کے بعد بھینسے کی کھال پر ان کے متواتر ڈنک مارنے سے ایک بڑا بھیانک اور خوفناک شور پیدا ہونے لگا۔ چوتھے یو جن کا نصف حصہ طے کرنے کے بعد اس نے کھڑکھڑاہٹ سے یہ بات معلوم کی کہ مکھیاں دہاتی زرہ پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد وہ پوری طاقت سے دوڑنے لگا۔ آخر کار اس زرہ میں بھی مکھیوں نے اس قدر سوراخ کر دیئے کہ وہ بھی گر پڑی لیکن اس کے مستقل ارادے میں بال بھر فرق نہیں آیا۔ جب وہ دیوی کے مندر سے صرف ایک گویتی (دو کوس؟) کے فاصلہ پر رہ گیا تو اپنے بازوؤں سے مکھیوں کو ہٹاتا ہوا دلیری اور استقلال کے ساتھ آگے کودنے لگا۔ آخر کار جب وہ دیوی کے مندر کے قریب پہنچا تو مکھیوں نے اس کی ساری جلد نوچ لی تھی اور اس کے پٹھے اور ہڈیاں صاف نظر آ رہے تھے لیکن اپنی

کتاب وکرمانک دیوچرت کے ادھیلے ۱۸ شلوک ۲۲ میں یہ شاعر بیان کرتا ہے کہ پروریش کے مندر میں اب تک ۱۰۱ پر کی طرف ایک شکاف موجود ہے جو بہشت کے دروازے سے مشابہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی راستہ سے راجہ پرورجہ سمیت آسمان کو چڑھ گیا تھا۔ نوٹ: ۱۔ کتاب ہذا میں یہ بات ظاہر کی جا چکی ہے کہ اسی قسم کی ایک روایت اب تک ایک قدیم شکستہ دروازے کے متعلق مشہور ہے جس کی نسبت اغلب یہ ہے کہ وہ پرورش مندر ہی سے متعلق ہوگا۔ آخر الذکر کے مقام پر اب بہادر الدین صاحب کی زیارت موجود ہے

آنکھوں کو اس نے بازوں کے ذریعے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جب آنکھوں کا حملہ بند ہوا۔ اور اُسے روشنی نظر آئی تو وہ دیوی کے قدموں پر گر پڑا اس وقت اس کی جان نکلنے والی ہی تھی۔ اس پر دیوی نے وہ تھوڑی بہت جان جو اس کے اندر باقی تھی بجال کرنے کے لئے اُسے ایک عمدہ جسم دیا اور اُس کے اعضا کو اپنے ہاتھ سے چھوا۔ چونکہ دیوی کے امت بھرے ہاتھ کے چھونے سے اس کی طاقت بجال ہوئی اس نے تمام اطراف میں دیکھنا شروع کیا۔ وہ بہانک شکل کی دیوی جسے اس نے سنگھاسن کے قریب پہنچ کر دیکھا تھا اب اُسے کہیں نظر نہ آتی تھی۔ البتہ کنول پھولوں والے ایک تالاب کے کنارے بیلوں سے بنی ہوئی ایک محراب کے نیچے کھڑی ہوئی اُسے ایک چنچل کنول بینی دوشیزہ لڑکی نظر آئی۔ اس کے موتیوں کی مالا ایک ارگے کی صورت میں تھی۔ شباب نے اُس کے جسم کی پوجا حسن کے بیش بہا پھولوں سے کی تھی اور اُس کے (شباب کے) جوڑے ہوئے ہاتھ اس کی ابھری ہوئی چھاتیوں کی شکل میں نظر آتے تھے۔ اس کے پاؤں بڑے خوشنما طریق پر لاکھی رنگے ہوئے تھے۔ وہ ان کے ذریعے بڑی آسانی سے چل سکتی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی چھاتیوں میں چھپے ہوئے چہرے کو دیکھنے کے لئے ہر روز بہت کچھ ریاضت کرتے ہیں۔ اُس کا سچلا ہونٹ چمکدا جو اس کے آثار پر بنائی گئی تھی۔

۱۸۱۔ سکند گپت نے جو نارتھمیر کیا تھا اس کا نام یقیناً سکند بھون ومار ہے جس کا ذکر ترنگ ۶ کے شلوک ۱۳۷ میں آتا ہے اس ومار کی مقامیت کے متعلق یہاں اب کھنڈ بھون واقعہ سرسنگ موجود ہے اسی شلوک کے نوٹ سے مزید کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ اور انگ نے کشمیر میں جس جی۔ جی کے ومار کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مطلب جے کے ومار سے ہے۔

(بھاسوت)^{۱۸۴} یعنی بمب پھل کی مانند سرخ تھا۔ اُس کے بال سیاہ (کرشن) تھے۔ اس کا چہرہ چندرمان (سوم) کی طرح تھا۔ اس کی کمر شیربیر (ہری) سے مشابہ تھی۔ اور اس کی صورت ناز و نراکت (شو) سے معمور تھی اس طرح پر اس کی شخصیت میں تمام دیوتاؤں کا وجود پایا جاتا تھا۔ اپنے آپ کو اس بے عیب صورت کی دوشیزہ لڑکی کے قریب تنہا پا کر جو عین عالم شباب میں تھی اس کے اندر جذبہ عشق جو پیدائشی اختلافات کی حدود کو تسلیم نہیں کرتا پیدا ہو گیا۔ وہ اس کے حسن گلو سوز پر ایسا وارفتہ ہوا کہ یہ بات اس کو بالکل فراموش ہو گئی کہ میرا اس تک رسائی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ فی الحقیقت وہ اُسے اس وقت دیوی نہیں بلکہ ایک اپسرا (حور) معلوم ہوئی۔ اس کی حالت پر رحم کھا کر وہ بولی "تمہیں راستہ میں بہت تکلیف ہوئی ہے اب ذرا آرام کر کے جو کچھ تو نے مانگنا ہو مجھ سے طلب کر" یہ الفاظ سُن کر اس نے اس سے اس بات کا وعدہ لے لیا کہ جو کچھ میں کہوں گا اُسے ماننا ہوگا۔ اس کے بعد اس نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر ہم صحبت ہونے کی درخواست کی جس پر اس نے جواب دیا۔ "اے مورکھ یہ تیرا کیا غلط خیال ہے مجھ سے کچھ اور مانگ کہ میں بھر مرواسنی ہوں" اُسے دیوی جانتے ہوئے بھی اُس کے من نے پرواہ نہ کی۔ پھلا اُن خواہشوں کو جو

۱۸۴ جرنیل گنگیم صاحب اپنی کتاب لیٹر انڈوسیتھین کے صفحات ۹۷-۱۱۱-۱ اور باب کے صفحہ ۱۲ پر اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ راجہ لکھن کا نام ایک چاندی کے سکے کی پشت پر منا طور سے پڑھا جا سکتا ہے۔ گنگیم صاحب اس سکے کو اس بنا پر کشمیر کے متعلق قرار دیتے ہیں کہ اس کی شکل و صورت جہامت اور عام طرز ساخت دیو شاہی کھنگل کے عجیب و غریب سکوں سے مشابہ ہے۔ آخر ان کے ذکر کی نسبت خیال ہے کہ اس سے مراد کھنگل یا نریندر دتیہ اول سے ہے جس کا ذکر راج ترنگنی کی ترنگ اول شلوک ۳۴۷ میں آتا ہے۔ ان دونوں سکوں

سابقہ خیموں سے چلی آتی ہوں کون دبا سکتا ہے ؟ اس نے جواب دیا۔ "اے دیوی اگر تم اپنے قول پر صادق رہنا چاہتی ہو تو میری التجا پوری کرو۔ میری خواہش اور کسی چیز کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ خوشیو جو کسی شخص کو اُس کے سابقہ جنم میں ایک بار لگ چکی ہو وہ اخیر وقت تک تلوں کی خوشبو کی طرح دور نہیں ہٹ سکتی تم خواہ دیوی ہو یا حسین عورت خوفناک ہو یا خوبصورت میں جیسے تمہیں پہلے دیکھ چکا ہوں ویسی ہی تم اب بھی مجھے نظر آتی ہو۔" جب اس نے یہ الفاظ کہے تو دیوی نے سمجھ لیا کہ اس کا ارادہ بدل نہیں سکتا پس اس نے یہ کہہ کر اس کی درخواست منظور کر لی۔ "دوسرے جنم میں ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ وہ لوگ جو فانی انسانوں سے تعلق رکھتے ہیں کسی فوق الفطرت عورت کو چھو نہیں سکتے۔ پس اے پکے ارادے والے شخص یہاں سے چلا جا۔" یہ الفاظ کہہ کر وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ اس امید پر کہ میں اُس دیوی کے ساتھ نیا جنم حاصل کروں اس نے پریاگ میں مقدس انجیر کے درخت کی شاخ سے لٹک کر اپنی جان دیدی۔

اس کے بعد وہ دنیا پر رانا دتیہ کے جسم میں پیدا ہوا اور وہ دیوی جسے اپنے فانی وجود میں بھی سابقہ جنم کی خبر تھی رنا رنبھہ کی صورت میں نمودار ہوئی اور ایک دن جب چول قوم کا راجہ رتی سین سمندر کی پوچا کرنے گیا تو وہ اسے

اور ان سکوں کی شکل و صورت میں جن پر جل۔ مہر گل۔ ہرنیہ وغیرہ نام ہیں۔ ایک قریبی مشابہت یہ پائی جاتی ہے کہ اُنکے اوپر ساسانی وجہ کی تصویر موجود ہے۔ اس طرح پرنگھیم کا اس نتیجے پر پہنچنا بالکل بجا۔ ہے کہ یہ تمام سکے قوم ایفتہ لائٹ یا سفید ہن کے حکمرانوں سے متعلق تھے۔ چونکہ آخر الذکر کے علاقہ میں کشمیر بھی شامل تھا اس لئے یہ امر غالب معلوم ہوتا ہے کہ راج ترنگنی میں لکھن جو نیندر دتیہ کا نام آیا ہے اُس سے مراد وہی لکھن اور دے دتیہ ہے جس کا نام سکوں پر مضروب ہے۔ کھنکھل کی طرح اس صورت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ لکھن کے غیر ملکی نام

اس کے اندر سے موتیوں کی ایک چمکدار لڑی کی صورت میں حاصل ہوئی۔ وہ اسے گھر لے آیا۔ اور اس کی پرورش کرتا رہا۔ بچپن ہی سے اُس کی گفتگو میں دیوتاؤں کا سالجہ پایا جاتا تھا۔ شباب کو پہنچ کر وہ بہت ہی حسین ثابت ہوئی راجہ چونکہ اُس کا بیاہ کسی دیوتا سے کرنا چاہتا تھا اس لئے گو دینا بھر کے حکمرانوں نے اس سے شادی کی درخواستیں کیں تاہم وہ سب کو انکار ہی کرتا رہا۔ جب راجہ رنادتیا کا وزیر شادی کی درخواست لیکر آیا تو وہ اُسے بھی انکار ہی کرنے والا تھا کہ اس لڑکی نے خود اس بر کو بہترین قرار دیا۔ اس بات کی توضیح کے لئے اس نے اپنی ابتدا کی تمام کیفیت بیان کی جس پر اس کے باپ نے اُسے اپنے ایک دوست یعنی کلوت^{۱۸۹} کے راجہ کے ملک میں بھیج دیا۔

یہ ملک چونکہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اس لئے رنادتیا خوشی خوشی وہاں پہنچا اور اُسے بیاہ کرنے آیا۔ اور اپنے محل کی پٹ رانی بنایا۔ چونکہ وہ فانی انسان کی چھوت سے ڈرتی تھی اس لئے باوجود اس کی پٹ رانی ہونے کے بھی اس نے کبھی اُسے نہیں چھو۔ بلکہ جادو کے زور سے اُسے دھوکا دیتی رہی۔ وہ راجہ کے بستر پر اپنی ہم شکل ایک مصنوعی عورت لٹا دیتی تھی اور خود مکھی کی صورت بن کر رات کے وقت باہر نکل جاتی تھی۔

کے ساتھ ایک ہندوستانی نام موجود ہے۔ سٹائن صاحب کا خیال ہے کہ ہمارے پاس جو مصالح موجود ہے اس کی بنا پر ہم اس بارہ میں کچھ تحقیقات نہیں کر سکتے کہ کلن نے اس ہندوستانی نام میں کیوں تبدیلی پیدا کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی عجیب ہے کہ ایفٹے لائٹ فرانرواؤں کے جن سکوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے ہم شکل تانبے کے سکوں میں نریندر کا نام بھی موجود پایا جاتا ہے۔

۱۸۹ کلن نے اپنی کتاب میں راجہ نریندر دتیا کے بعد اس کے چھوٹے بھائی

راجہ چونکہ شوجی کا بھگت تھا اس لئے اس نے
لنیشور اور رن من اپنے اور اپنی رانی کے نام پر دو مندر تعمیر کروائے
 اور محاروں سے دو شولنگ بنوائے۔ جب انہیں استھاپن کرنے کا وقت
 آیا تو ایک خاص جوتشی نے جو باہر سے آیا ہوا تھا ان دونوں لنگوں کو دیکھ کر
 برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ بار بار یہ بات کہہ رہا تھا کہ
 ان دو پتھر کے بنے ہوئے لنگوں میں سنگریڑے اور مینڈک بھرے ہوئے ہیں
 راجہ حیران تھا کہ اس معاملہ میں کیا کیا جائے انہیں استھاپن کرنے میں جو
 یہ رکاوٹ حائل تھی وہ اُسے مضطرب کئے دیتی تھی۔ آخر رانی نے جو فوق لفظ
 بصیرت رکھتی تھی خود بخود اُسے کہا۔ تمہارا ج! ایک وقت پاربتی کی شادی پر
 پر جاپتی (ربہما) جو اس موقع پر پروہت کا کام کرتا تھا اپنے سامان یک کے
 ذخیرے میں سے اپنی دیوتائی مورتی پوجا کی غرض سے لے آیا۔ شوجی نے
 جس وقت دیکھا کہ یہ مورتی جس کی میں پوجا کر رہا ہوں وشنو کی ہے تو اس نے
 اسے بالکل فضول خیال کیا۔ کیونکہ اس میں شوجی کے بغیر صرف شکتی ہی
 شکتی موجود تھی۔ اس پر شوجی نے ان جواہرات کو جنہیں دیوتا اور اُسے بطور
 شادی کے تحفوں کے لیکر آئے تھے یک جا کر کے خود وہ لنگ تیار کیا جو سارے

رنا دتیہ کا تخت نشین ہونا بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی راجہ کا دوسرا نام تنجن تھا۔
 لیکن منشی محمد الدین صاحب نے رتناگر کے حوالہ سے اپنی تاریخ میں نریندر دتیہ کے بعد
 چھ اور راجوں کے حالات درج کئے ہیں۔ اس سلسلہ کا ساتواں راجہ رنا دتیہ تھا جو
 نریندر دتیہ کی وفات سے ۲۲۲ سال بعد تخت نشین ہوا۔ تنجن نریندر دتیہ کا بھائی تھا مگر
 رنا دتیہ سے بالکل علیحدہ تھا۔ بھائی کی وفات پر ہی گدی کا مالک بنا۔

ان حالات کی عدم واقفیت کے باعث جو کلہن نے رنا دتیہ کا عہد حکومت ۳۳ سال

عالم میں مشہور ہے۔ وشنو کی مورت اور وہ لنگ جس کی شوجی نے پوجا کی تھی اور جو اس قابل تھا کہ پر جا پتی خود اس کی پرستش کرے ایک زمانہ گزرنے کے بعد یہ دونوں راووں کے قبضہ میں آ گئے۔ راووں ان کی پوجا کرتا رہا اور یہ عرصہ دراز تک لنگا میں رہے۔ جس کے بعد ہنومان کی فوج انہیں ہاں سے اٹھا لائی۔ بندر جو ہمالیہ پر بٹ پر رہتے تھے چونکہ بے وقوف جا نور ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے اپنا استعجاب رفع کرنے کے بعد انہیں اتر ماس جھیل میں پھینک دیا۔ چنانچہ میں نے ہوشیار آدمیوں کے ذریعے ان دونوں کو اس جھیل سے نکلوا لیا ہے اور کل وہ یہاں پہنچ جائیگے۔ ان دونوں کو ان کے بجائے استھاپن کر دینا۔ یہ کہنے کے بعد رانی اپنے محل میں واپس چلی گئی۔ اور وہاں جا کر اس نے ان دیوتاؤں کو جو ہوا میں رہتے ہیں یاد کیا اس کے یاد کرتے ہی وہ حاضر ہو گئے اور اس کا حکم پا کر انہوں نے دونوں دیوتاؤں یعنی ہری (وشنو) اور ہر (شو) کی مورتیوں کو پانی میں سے نکلوا کر انہیں راجہ کے محل میں رکھوا دیا۔ صبح کے وقت لوگوں نے جب ہر اور نارائن کی مورتیوں کو دیوتاؤں پھولوں سے ڈھپے ہوئے شاہی محل میں دیکھا تو وہ نہایت حیران ہوئے۔ جب استھاپن کرنے کا وقت آیا تو راجہ نے جو ہشیور کا معتقد تھا

قرار دیا ہے اس کی بھی تصحیح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان چھ راجاؤں کے حالات جو کلہن کی تواریخ میں نہیں پائے جاتے۔ تاریخی سلسلہ قائم کرنے کی غرض سے منشی محمد الدین صاحب کی تواریخ سے اخذ کر کے درج کئے گئے ہیں ان راجوں کے نام حسب ذیل ہیں۔
تجن ثانی۔ سرب سین۔ گندھرب سین۔ لچھن۔ شورک اور بکرا دتیہ۔

علاوہ ازیں راجہ دینادت کے حالات بھی جو رنادتیہ کے بعد تخت نشین ہوئے منشی محمد الدین صاحب کی تواریخ کشمیر سے اخذ کئے گئے ہیں کیونکہ اس راجہ کے حالات بھی

پہلے رن ایشور کے لنگ کو استھاپن کرنے کی تیاری کی مگر نارمہ کی طاقت کے ذریعے رن سوامن نینتر کو توڑ کر معجزانہ طریق پر موجود ہو گیا۔ اس پر رانی نے اس کی طاقت کا امتحان کرنے کے لئے اپنی جائداد اس کے فیصلہ کے سپرد کر دی۔ اور وشنو کی اس خود بخود پیدا شدہ مورت نے اپنے آپ اس بات کا تصفیہ کیا کہ راجہ اور رانی مختلف گاؤں کو کیونکر وقف کریں۔ آج تک بعض لوگوں کے دلوں میں اس واردات کی ایک اور کیفیت موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک پانی دینے والے کے بھیس میں برہمن نامی ایک سدہ رہا کرتا تھا۔ رانی نے اس کی حقیقت حال سے واقف ہو کر اس سے دونوں لنگ استھاپن کروائے جب اس نے دیکھا کہ مجھے شناخت کر لیا گیا ہے تو وہ رن ایشور کا لنگ استھاپن کرنے کے بعد ہوا میں غائب ہو گیا۔ اس نے ایک پوشیدہ طریقے پر رن سوامن کو استھاپن کیا تھا۔ لیکن لوگوں نے یہ بات معلوم کر لی کہ اس نے اپنے آپ کو اوتار کی صورت میں اسے اپنی پیٹھ پر رکھا تھا اس سدہ کے اغراز میں جو برہمن اور برہمن وود (فلاسفی) کی پوری تصویر تھا۔ رانی نے برہمن منڈپ نامی ایک نہایت عالیشان ہال تیار کروایا۔ اسی راجہ اور رانی نے ان اہم سوامن اور رن ایشور کے مندر اور فقیروں کے لئے ایک کلمن کی راج ترنگنی میں موجود نہ تھے۔

۱۸۴۴ سکھ کی شکل کے سر کو خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا ہے اس شلوک میں سکھ اور چاندی کے درمیان ان کی سفیدی کے لحاظ سے استعارہ قائم کیا گیا ہے۔ سورج کی روشنی چونکہ سرخی مائل ہوتی ہے اس لئے اس کا چاندی کے اندر جذب ہونا اس لحاظ سے دکھایا گیا ہے کہ اس طرح سے اس کی روشنی سفید ہو کر نکلتی ہے۔

۱۸۵۵ برہم واسنی درگا کی ایک صورت ہے جس کا دوسرا نام وندھیا واسنی بھی

مٹھ پر دیومن پہاڑی پر تیار کروایا۔ اس کے علاوہ راجہ نے ایک مکمل ہسپتال
 بیماروں کی شفا اور اپنی رانی سنیاکھی کو ایک خطرے سے بچانے کے لئے
 بنوایا۔ اس نے موضع سنگروت ^{۱۹۵} کے گاؤں میں مارتنڈ کا ایک مندر بنوایا جو ن پور
 سو امن کے نام سے ہر جگہ مشہور ہوا۔ اس راجہ کی ایک اور رانی امرت پجھا
 نے رنیش کے واسطے کنارے پر امرت ^{۱۹۶} ایشور کا مندر بنوایا۔ راجہ میگوہن
 کی ایک رانی بہتا نامی نے جو دھار تعمیر کروایا تھا اس میں اس راجہ نے بدھ کا ایک
 خوشنما بت رکھوا دیا۔

رانی رنارنجہ نے جس پر راجہ مفتون تھا اور اُس سے بہت کچھ ہمدردی
 رکھتا تھا اسے بہت کیشور کا مہتر لایا جس سے اُسے پاتال لوگ پر اختیارات
 حاصل ہو گئے۔ اس منتر کو حاصل کرنے کے بعد جو رنارنجہ نے اُسے اس غرض
 سے سکھایا تھا کہ اس کا میرے ساتھ تعلق قائم کرنا بے سود ثابت نہ ہو۔
 راجہ کئی سال تک اس کا چابک تار رہا۔ اول اس نے اشدکاپتھ میں ^{۱۹۷} بڑی
 سخت ریاضت کی پھر وہ نندی شیلہ میں چلا گیا اور کئی سالوں کے بعد اپنی
 کوشش میں کامیاب ہوا۔ انسانی طاقت سے زیادہ طاقت کے نشان دیکھ
 کر اور اکاش بانی کے ذریعے اپنی کمالیت سے واقف ہو کر وہ چندر بھاگاکے

مشہور ہے۔

^{۱۸۶} موتیوں کو چاروں کے دانوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو درگا کی مورتی کے
 سامنے پوجا کے وقت رکھے جاتے ہیں۔ شباب جو انداز پیدا کرتا ہے اس کی تشبیہ
 اُن پھولوں سے دی گئی ہے جو پوجا کرنے والا ہاتھ جوڑ کر دیوی کے آگے چڑھاتا ہے۔ اُن
 چھاتیوں کی تشبیہ جن کو شباب نے او بھارا ہوا ہے شاعر نے پوجا کرنے والے کے
 بندھے ہوئے ہاتھوں سے دی ہے عورت کی ہلکی چال کو اکثر مٹھ کی رفتار سے تشبیہ دی

پانی میں سے گز کر نموچی دیو کی گھیا میں گیا۔ ۱۲ روز تک یہ گھیا کھلی رہی۔ وہ اہل
شہر کو اس کے اندر لے جاتا رہا اور اس طرح پردیت عورتوں کی محبت کا لطف
حاصل کرنے کا اپنی پہلی دفعہ موقعہ دیا۔

۳۰۰ سال حکومت کرنے کے بعد جس عرصہ میں وہ پاتال لوک پر بھی حکمران
رہا اس نے آخر کار نروان حاصل کر لیا۔ جب راجہ موہ اپنے ہمراہیوں کے دیت
عورتوں کے پاس گیا ہوا تھا اس کی رانی جو وشنو کی شکتی تھی سویت دوپ
(جزیرہ سفید) کو چلی گئی۔ بے شمار شاہی خاندانوں میں سے صرف دو خاندان اولہ
ان میں سے صرف دو راجہ ایسے ہو گزرے ہیں جنہیں اپنی رعایا کا بہت بڑا
خیال تھا ان میں سے ایک تو خاندان گوندہ کا راجہ رنادتیاہ اور دوسرا گھوگل کا
راجہ رتھاجن کی رعایا دوسری دنیا میں بھی ان کی خوشی میں شریک رہی
ہے۔

راجہ دیوات

یہ راجہ راجہ رنادت کے ہاں رانی نارمہہ کے بطن سے پیدا ہوا اور بچپن
ہی سے اسے ریاضت و عبادت کا شوق تھا۔ جب گیارہ سال کی عمر کو پہنچا تو

جانی ہے۔ اور اسے نہایت مخزون خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ لفظ گج کامنی سے معلوم
ہوتا ہے۔

۸۷ مختلف مرکب الفاظ جو دیوی کی تعریف کے لئے استعمال کئے گئے ہیں ان میں
خوبی یہ ہے کہ دیوتاؤں کے نام بھی آجاتے ہیں۔ جیسے بھاسوت کے ایک منے بمبھل
کے اور دوسرے سورج دیوتا کے ہیں۔ کرشن کے ایک منے سیاہ کے ہیں اور دوسری
طرف یہ ایک دیوتا کا نام ہے۔ سوم کے ایک منے سفید اور دوسرے چندرمان کے

اپنے چچا منگلاوت کے ہمراہ معابد ہندوستان کی زیارت کے لئے روانہ ہوا تمام مشہور مقامات - اور تیرتھ و منادر کے درشن کر کے تین سال کے بعد مراجعت پذیر ہوا لیکن جب کوہستان سوا لک میں پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ ایک فقیر کامل گنپت نام ایک سو سال سے کسی غار میں گوشہ تنہائی اختیار کئے بیٹھا ہے دیناوت کو بھی اس کے درشن کرنے کی خواہش ہوئی لیکن جب اُس فقیر و شغیر کی خدمت میں پہنچا تو وہیں کاہورہا - بیعت اختیار کر کے فقیر کی تعلیم و تربیت کے مطابق ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گیا - بارہ برس تک اُس نے سوائے دودھ کے کوئی چیز نہ کھائی ہمیشہ برت رکھتا - آخر فقیر کے یمن و برکت اور خدا کی عنایت سے اسے پوری صفائی قلب حاصل ہو گئی - تاہم آٹھ برس اور اسی خدا کے پیارے کی خدمت میں رہا - جب اس نے توحید باری اور معرفت الہی کے تمام عقدے حل کر لئے - گنپت نے تسلی و تشفی دے کر رخصت کر دیا اگرچہ اس کی فقیرانہ طبیعت مرشد کامل کی مفارقت کو گوارا نہ کرتی تھی لیکن گرد کے ارشاد کی تعمیل بھی لازمی تھی اس لئے کلیجہ پر پتھر رکھ کر وطن مالوف کو روانہ ہو پڑا - کشمیر پہنچ کر بھی اس نے سرینگر میں قدم نہ رکھا بلکہ کوہ شنکھ اچا راج (سلیمان) کی چوٹی پر مندر رشتی شور میں حسب عادت پرستش الہی میں مصروف ہیں - ہری کا لفظ ایک طرف شیر بیر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے معنی اندر کے ہیں - ایسے ہی لفظ سموز و نیت کے معنی رکھنے کے علاوہ ایک دیوتا کا بھی مشہور نام ہے - دیکھو ہر ش چرت صفحہ ۷۹ -

۱۸۸ قوم چول سے مراد باشندگان تنجور سے ہے -

۱۸۹ کلوت سے مراد ٹکڑوں کا پہاڑی علاقہ ہے جو بیاس کی بالائی وادی میں واقع ہے -

ہو گیا۔ ایک سال کے بعد راجہ رنادت تخت حکومت سے کنارہ کش ہو کر غار میں جا بیٹھا تو اعیان ملک نے دینا دت سے تخت نشینی کی التجا کی۔ پہلے تو اس فقیر منش نے قطعی انکار کر دیا۔ لیکن عوام کی خواہش سے مجبور ہو کر اس نے جبراً و قہراً ان کی درخواست اس شرط پر منظور کر لی کہ اس کے عہد میں رعایا برابر ایسا اقصی و ادانی ان شرائط کے پابند رہیں۔

(۱) جھوٹ قطعی کوئی نہ بولے۔

(۲) وعدہ خلافی کوئی نہ کرے۔

(۳) بیگانہ حق نہ کھائے۔

(۴) جانور کشتی یا گوشت خوری کا کوئی اقدام نہ کرے۔

ان شرائط کی پابندی کا اطمینان حاصل کر کے دینا دت مندر سے باہر نکلا اور تخت نشین ہو کر عدل انصاف رعایا پروری اور داد گستری میں مصروف ہوا۔ پہلے پہل اُس نے بمقام لگری بل اپنے لئے جو سامنے کا ایک معبد طیار کرایا یہی اس کا محل سرا اور دولت خانہ تھا اس کے متصل مزاج اور کامزاج کے محاصل کے لئے دو خزانے علیحدہ علیحدہ تعمیر کرائے اور حکم دیا کہ ہر ایک شخص اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خود بخود ان خزانوں میں سوہنوں کے راستہ جو

۱۹۰ وشنو کو شری کی شکتی یا طاقت کا مجسمہ خیال جاتا ہے۔

۱۹۱ اتر مانس سے مراد دریائے گنگا کے منبع کی وہ مقدس جھیل ہے جو کہ ہر مکھ کے برفانی پہاڑوں کے مشرق میں نیچے کی طرف واقع ہے۔ اور جس کا نام نام گنگ بل مشہور ہے۔ دیکھو نوٹ ۵۷ کتاب ہذا۔ اس جھیل کا یہی نام ہرکت مہاتم میں اور ہرچرت چننامنی کے ادھیائے ۴ شلوک ۸۷ میں بھی آتا ہے۔ نیز نیل مت پوران کے شلوک ۹۱۰-۹۰۹ و ۱۳۶۳ میں پایا جاتا ہے۔

اس غرض کے لئے پہلے سے بنائے گئے تھے ڈال جایا کرے۔ پہلے راجاؤں کے وقت سے جو عملہ اور سررشتہ اس کام کے لئے مقرر تھا سرسبر موقوف کر دیا۔ تاکہ رعایا پر کسی اہل کار کا دست تعدی دراز نہ ہو سکے۔ پچھلے انتظام سے صرف فوج باقی رہ گئی لیکن اس کا انتظام اس نے اپنے بھائی بکرمات کے سپرد کر دیا اور جنگی مصارف اور سپاہیوں کی تنخواہ کے لئے خزانہ کا مراج کی چابی بھائی کے حوالہ کر دی اور اُسے تاکید کر دی کہ ہر مہینہ کے اختتام پر فوج اور دیگر ملازمین کی تنخواہ زر نقدی دی جایا کرے۔ دوسرے خزانہ کی کنجی اس کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ یہ خزانہ ہر روز شام کے وقت کھولا جاتا تھا جس قدر آمدنی دان میں ہوتی شام کے وقت سب کی سب غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتا۔ یہاں تک کہ اپنے مصرف کے لئے بھی کچھ نہ رہنے دیتا۔ اپنے اذوقہ کے لئے اس نے کچھ زمین بہم پہنچا رکھی تھی اسے اپنے ہاتھ سے کاشت کرتا۔ محاصل کا دسواں حصہ بیت المال میں داخل کر کے باقی اپنے مصرف میں لاتا اور بڑی قناعت اور کفایت شعاری سے اسی آمدنی پر سال بھر گزارہ چلاتا۔ راجہ کی وقایت کا اثر

۱۹۲ء اس جگہ جو کہانی بیان کی گئی ہے اس کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۷ کتاب ہذا کلہن نے جو روایت بیان کی ہے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ نیش اور ان سوامن کے مندر شہر سری نگر کے اندر یا اس کے قریب تھے۔ اور ان میں باہم چنداں فاصلہ نہ تھا۔ نیش کے مندر کا پھر کہیں ذکر نہیں آتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان سوامن کے مندر نے بعد میں خوب شہرت حاصل کی تھی اور اس کے متعلق جو حوالے ملتے ہیں ان میں سے بعض کے ذریعے ہم اس کی مقامیت کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں۔ کلہن ترنگ دا کے متلوک ۳ میں ذکر کیا ہے کہ ماگھ کے مہینے میں چکرور من کی رانی اس مندر کی زیارت کے لئے گئی سجالیکہ اسی مہینے میں وادی کے اندر زیادہ برف پڑتی ہے۔ اور یہ مہینہ سیر و سیاحت

لوگوں کے دل پر کچھ ایسا بیٹھ گیا کہ خود بخود باس کے احکام کی تعمیل کرنے لگے ہر ایک شخص اپنی پیداوار کا دسواں حصہ فروخت کر کے جو کچھ وصول ہوتا سرکاری خزانہ میں ڈال آتا۔ یہ نفس کش راجہ تمام عمر ایک ہی خرفہ پہنے رہا گوشت اور نمک کے نزدیک تک نہیں گیا سدبرائے نگاہوں سے معاملات ملکی کے جانچنے سے یہ امر بالکل خلاف عقل معلوم ہوتا ہے کہ ایسے متوکل راجہ کا انتظام دون بھی درست رہ سکے مگر نہیں اس راجہ کی حسن نیت نے تمام ملک میں کچھ ایسا رعب پیدا کر دیا کہ ہر ایک شخص بجائے خود خائف تھا کسی کو بے ایمانی یا بددیانتی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ واقعی تائید غیبی اسی کا نام ہے۔ آخر کار ۳۳ سال کی حکمرانی کر کے ایک دن حجرہ شاہی سے غائب ہو گیا۔

اس راجہ کی کشف کرامات اور خرق عادات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ اس کے عہد کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ادائیگی خراج میں قصور کرتا تو فوراً بلائے ناگمانی میں مبتلا ہو جاتا۔ اگر کوئی حق الناس کھانا تو غیب سے اُسے سزا مل جاتی۔ اگر کوئی چوری کا اقدام کرتا تو اُس کے ہاتھ خشک

کے لئے بالکل غیر موزوں ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مندر محل سے کہیں قریب ہی واقعہ ہوگا۔ شری کنٹھ چرت کے ادھیائے ۳ شلوک ۶۸ میں کلہن کا ہم عصر منکھ اپنے والد کے رن سوامن کی پوجا کرنے کا ذکر کرتا ہے اور جون راج اپنی ٹیکا میں بوضاحت آخر الذکر کو سری پرورد پرمدان دیوتا قرار دیتا ہے جو راج اپنی تاریخ کے شلوک ۸۷۲ میں یہ بھی بیان کرتا ہے کہ رین العابدین جین گنگا نامی ہر کو جس پر جین نگری کا نیا شہر تعمیر ہوا تھا رن سوامن تک لے گیا تھا۔ چونکہ جو راج اپنی کتاب کے شلوک ۸۷۰ میں قابل تعریف صحت کے ساتھ پر دیوم نگری اور امیش پور یعنی ہر ہرپت اور امر و ہر کو جین نگری کی انتہائی حدود قائم کرتا ہے اس لئے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہروہی ہے جس کا نام

ہو جاتے۔ اس کے عہد میں کسی فرد بشر کو کوئی مضرت نہ پہنچتی تھی۔ یہاں تک کہ درندے اور حیوان بھی کسی سے مزاحمت نہ کرتے ریاضت اکی کے باعث پانی کی سطح پر باسانی چل سکتا تھا۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے نکل جانا فوراً پورا ہوتا۔ اسی طرح کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں لیکن سیاق تاریخ نویسی سے خارج ہیں۔ اس لئے یہاں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

راجہ بکرمادتیہ

دنیادت کے غائب ہونے پر اس کا بھائی بکرمادتیہ زمینت بخش تخت شاہی ہوا۔ اس راجہ نے جس کی طاقت تروی کرم یعنی دشمنوں کے برابر تھی۔ شوجی کا مندر بکرمیشور تعمیر کروایا۔

یہ راجہ جو اندر کا ثانی تھا اپنے وزرا برہمن اور گلن سمیت ۴۳ سال حکمران رہا۔ برہمن نے برہمن مٹھ اور گلن نے جس نے تمام بدکاروں کو نشٹ کیا تھا ایک ومار اپنی بیوی رتناولی کے نام پر تعمیر کروایا۔

اب لچم کل پڑ گیا ہے اور جو دریائے سندھ سے براستہ امرہر نوشہر اور سنگین دروازہ تک پانی لاتی ہے۔ آخر الذکر ہر پرست کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ نہر جنوب کی طرف ہوتی ہوئی جامع مسجد کے پاس سے گذر کر قاضی کول نامی پل کے قریب نہر میں جا ملتی ہے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ بات ثابت ہو سکے کہ لچم کل کا موجودہ انتہائی مقام وہی ہے جو بقول جو نراج زین العابدین کے وقت میں تھا تو میں اس قدیم شکستہ مندر کے کھنڈرات کو جو بار اور لچم کل کے مقام اتصال پر بنے ہوئے ایک کونے میں موجود ہیں رن سوامن کا مندر ہی سمجھنے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے کسی حد تک قائم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اسے پیر حاجی محمد صاحب کی زیارت سمجھتے رہے ہیں۔ ایک ہشت

(منشی محمد الدین صاحب اپنی توارئخ میں لکھتے ہیں کہ اس راجہ نے درگاہ کبریا سے دعا مانگی تھی کہ اس کے عہد میں کوئی نہ مرے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخر ۴۲ سالہ حکومت کے بعد ایک دن اس نے راستہ پر کسی مسافر کی لاش پڑی دیکھی اور اُسی وقت جان بحق تسلیم ہوا جب اس کی لاش جلانے لگے تو اُسے آگ نہ لگی۔ آخر ہر کھولنکا میں جا کر ڈالا۔ لیکن وہاں بھی پانی نے اس کی لاش کو آسمان کی طرف پھینک دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اب تک اس کی لاش آسمان پر اڑ رہی ہے۔)

راجہ بالادتیہ

جب یہ راجہ حکومت کر چکا تو اس کا چھوٹا بھائی بالادتیہ جو مخالف حکمرانوں کو اذیت دینے والا تھا تخت نشین ہوا۔ اس کی شان و شوکت اُسکے دشمنوں کی بیویوں کے منہ میں آنسو بھر لاتی تھی اور جس سے انہیں ایسی پیاس لگتی تھی گویا اس نے انہیں کھاری سمندری پانی پلا دیا ہو۔ آج تک مشرقی سمندر پہلو کوٹھڑی کی دیواروں اور دروازوں تک پہنچانے والی سیڑھیوں کے علاوہ قدیم اُچا کی بیرونی دیواریں اور دروازے اب تک کھڑے ہیں۔ کشمیر کے آثار قدیمہ کے متعلق اس عمارت کا ذکر کسی مضمون میں نہیں ہوا۔ اگر زمانہ قدیم میں لچم کل زیادہ شمال کی جانب اُس شاخ میں جو بوت کدل کے قریب جھیل ڈل میں جا ملتی ہے گرتی تھی تو ہم رن سوامن کی تلاش ان قدیم مندروں کے بے شمار کھنڈروں میں کر سکتے ہیں جو سنگین دروازے کے شمالی حصہ میں مادیں صاحب کی مسجد کے قریب واقع ہیں۔ پنڈت صاحب رام اپنی کتاب تیرتھ سنگرہ میں مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں کہ رن سوامی وشنو ہر پربت کے مغرب کی طرف واقع ہے لیکن اس کے علاوہ اس کی مقامیت کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا۔

سمندر میں اس کی فتوحات کے نشان کھڑے ہیں۔ جن کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں کے دلوں کے احساس کا اندازہ کرنے کے لئے انہیں قائم کیا تھا۔ اپنی طاقت کے ذریعے ^{۱۹۹}بنکال کو فتح کر کے اس نے کشمیر یوں کی رہائش کے لئے کالمبی نامی ایک شہر آباد کیا۔ مدہوراج واقعہ کشمیر میں اس نے برہمنوں کے لئے بھیدر کا اگرہار قائم کیا جو اپنی مالی خوشحالی کے لئے مشہور تھا اس کی رانی میمانے جس کے ہونٹ بمب بھل کی طرح مسخ تھے ارشٹوٹ ساون کے مقام پر نشوونمیشور کا مندر تعمیر کروایا جس کے ذریعے لوگوں کی ارشٹا یعنی مصیبت دور ہو گئی۔ اس کے تین وزیروں کنکھ۔ سترہن اور مالو نے جوتینوں بھائی تھے علی الترتیب ایک منٹھ ایک مندر اور ایک بند تعمیر کروایا۔ اس راجہ کی ایک بیٹی انتگ لیکھا نامی تھی جس کا حسن عجوبہ روزگار سمجھا جاتا تھا اور جو بحر عشق پر ماہتاب کی چمک کی مانند تھی۔ ایک راست گو جوتشی نے اس مرگ نبینی لوط کی کو اپنے والد کے سامنے دیکھ کر اور اس کی علامات کا اندازہ کر کے صاف لفظوں میں کہا۔

۱۹۳۳ء اصل کتاب میں اس کے لئے لفظ کبھہ داس آیا ہے جس کا سکرٹ لغات میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ لیکن اس کی ظاہری ترکیب کی بنا پر سٹائن صاحب نے اس کا ترجمہ پانی دینے والا کر دیا ہے۔ کوشوں میں اس کی تائید کبھہ داس کے لئے دلالہ کا جو لفظ دیا گیا ہے وہ بھی اس تشریح میں کسی قسم کی روکاؤٹ پیدا نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں آج تک برہمنوں کے گھروں میں نیچ ذات کے آدمی اور انکی عورتیں پانی دیتی ہیں۔ آخر الذکر کا چونکہ گھروں میں اکثر آنا جانا ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے وہ شہرت حاصل کر لی ہو جس کا ذکر کوشوں میں آتا ہے۔ کبھہ داس کے معنی عام طور پر ایک اونٹے درجہ کی خادمہ کے لئے جاتے ہیں۔

”تمہارا داماد دنیا کی حکومت حاصل کر لگا اور خاندان گوتمہ کی حکومت تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی“ اس پر راجہ نے جو نہیں چاہتا تھا کہ شاہی اختیارات میری لڑکی کی اولاد میں منتقل ہونے پائیں قسمت کو انسانی کوشش کے ذریعے شکست دینے کا ارادہ کیا۔ یہ خیال کر کے کہ اگر اس کی شادی کسی ایسے شخص سے کی جائے جس کی رگوں میں شاہی خون نہ ہو تو وہ کشمیر کے تخت پر قابض ہونے نہ پائے گی اس نے اس کی شادی کسی شاہزادے سے نہ کی۔ اور درلے دیہن نامی داروغہ اصطبل کو اپنا داماد بنالیا۔ اس میں خوبی صرف اتنی ہی تھی کہ وہ ذرا مشکل تھا مگر راجہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ حقیقت میں وہ تخت کی ملکیت کے لئے ہی پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ ناگ کار کوٹ ^{نٹھ} کا بیٹا تھا۔ جس نے اس کی ماں سے جب اس نے بعد از فراغت ایام حیض غسل کیا سپریش کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسمت جو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہتی ہے اس شخص کو دولت دیتی ہے جسے دوسرے لوگ جو اپنے آپ کو دانا سمجھتے ہیں پرے درجہ کا نالائق تصور کرتے ہیں۔ سورج جو غروب ہوتے وقت حسد سے دوسرے سیاروں

۱۹۲ پر دیومن مور دہن سے مراد سری نگر کا شار کا پر بت یا ہر پر بت ہے دیکھو نوٹ عن کتاب ہذا۔ اس کے لئے اکثر موقعوں پر پر دیومن پتھہ۔ پر دیومن نگری۔ پر دیومن سکھر وغیرہ الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ دیکھو ترنگ ۱، شلوک ۱۶۱۶۔ وکرما تک دیوچرت ادھیائے ۸ شلوک ۵ جو مزاج کی راج ترنگنی شلوک ۸۷، ۵۸، ۵۹ سری ور کی جین راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۶۳۱۔ ترنگ ۲ شلوک ۸۸۔ مہا دیو مہاتم ادھیائے ۲ شلوک ۱، شارکا مہاتم وغیرہ۔ آخر الذکر میں اس نام کی کچھ توضیح نہیں لگائی البتہ سوم دیو نے کتھا سار کے ادھیائے ۳، شلوک ۱۰۹ میں ایک کہانی کا حوالہ دیا ہے جس کے ذریعے اس پہاڑی کا تعلق اوشا اور پر دیومن کے بیٹے انرو د کے باہمی عشق سے ہے۔ اس پہاڑی کا مشرقی ڈھلوان

کو نظر انداز کر کے اپنی روشنی آگ میں جمع کرتا ہے کیونکہ وہ ایک غیر یکساں چیز کو قابل تصور کرتا ہے وہ قسمت کو نہیں سمجھتا۔ اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر ہنسی اڑائی جائے۔ آگ کو تو جانے دو وہ لمپ بھی جنہیں یہ روشن کرتا ہے اگر قسمت چاہے تو دنیا کو سورج کا لطف بہلا سکتے ہیں۔

درلب وردہن نے چونکہ کامیابی حاصل کرنے کا مستقل ارادہ کر رکھا تھا اس لئے اس نے اپنا چال چلن شائستہ بنایا اور ہر شخص کی نظروں میں سہانے لگا۔ کچھ زمانہ گزر جانے پر اُس کے خسر نے درلب وردہن کو جو اپنی ذہانت سے روشنی پھیلارہا تھا۔ اس کا نام پر جہادوت رکھا اور اُسے کبیر کی سی دولت عطا کی۔ لیکن راجکمار کی جو والدین کے ناڈو پیار سے بڑی مغرور بن چکی تھی۔ اس کی طرف چنداں ملاحظت نہ ہوتی تھی۔ اس کی صحبت میں آزاد عورتیں تھیں۔ شباب کا عالم تھا۔ طبیعت عیش پسند تھی۔ باپ کے گھر بود و باش تھی اور ان سب پر طرہ یہ کہ خاوند حلیم طبع تھا غرض کوئی بات بھی ایسی نہ تھی جو اُس کے چال چلن کو ٹھیک رکھ سکے۔ رفتہ رفتہ اتنا لیکھا لکھا کھنکھ نامی وزیر سے ناجائز تعلق ہو گیا۔ یہ دونوں چونکہ ہمیشہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے تھے اس لئے

حصہ اور دامن وسیع مکانات سے ڈھنچا ہوا ہے۔ جن میں مقدم صاحب اور آخون ملاشاہ کے مشہور اسلامی معابد سے متعلق سرایشیں بھی ہیں۔ یہ شائد زمانہ قدیم کی ان ہندو عمارات کے محل وقوع پر بنی ہوئی ہیں جن میں سے ایک کا اصل کتاب میں مٹھ کی حیثیت سے ذکر آیا ہے۔ یہ امر شبہ ہے کہ آیا وہ دومندر جن کا یہاں ذکر آتا ہے اسی پہاڑی یا کسی اور جگہ واقع تھے۔

۱۹۵ سنہ دورت سکا کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں۔ نہ کہیں اس مندر کا ذکر آتا ہے جو شنو کے نام پر اس کے مارتند یا سورج کی صورت میں بنایا گیا تھا۔ گنگہیم صاحب نے

واقفیت یہاں تک بڑھی کہ کھنکھ نے اُس کے دل پر قبضہ کر لیا۔ تب اس خفیہ عشق کی خوشیوں میں پڑ کر اس کی شرم و حیا اور بدنامی کا ڈر سب دور ہو گئے اور اس کی دلیری یہاں تک بڑھی کہ شب و روز وہ اسی کے خیال میں محو رہتی تھی وزیر نے انعام و اکرام دیکر اور اپنا ذاتی دباؤ ڈال کر نوکروں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا اور محل سرا میں جس طرح اس کا جی چاہتا کر سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ دانا دل بردہن نے اتنگ لیکھا کے اندر نفرت کی علامات پا کر یہ بات معلوم کی کہ اس کا اخلاق بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو عورت اپنا دل نا جائز محبت کی نذر کر چکی ہو وہ بد اخلاقی کی پیدا کی ہوئی تبدیلیاں ظاہر کرنے لگ جاتی ہے۔ وہ اپنی ہم جولیوں میں خفیہ طور پر مسکراتی ہے مگر اپنے شوہر کو دیکھ کر اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اچانک کھڑی ہو کر مسکراتی ہوئی وہ راستوں کی طرف دیکھنے لگ جاتی ہے اور جب اس کا شوہر ناراض ہو تو وہ اپنی بہنوں آنکھوں اور ٹھوڑی کی حرکات کے ذریعے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ تب وہ سخت کلامی سے پیش آتا ہے تو مسکرا کر نیچی نگاہ ڈال لیتی ہے۔ وہ اُن لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتی۔ جو اُس کے شوہر سے ملنے چلنے والے ہوں۔ البتہ

اس شلوک اور ترنگ ۳ کے شلوک ۱۹۳ کے سمجھنے میں غلطی کھا کر اس بات کو ثابت کر رہی کوشش کی تھی کہ جس مندر کا یہاں ذکر آتا ہے اُس سے مراد مارتنڈ کے مشہور مندر کی درمیانی عمارت سے ہے۔ اور کہ لانا دتہ نے اس کے باہر کا احاطہ بنوایا تھا۔ دیکھو جنرل افٹ رائٹ اینڈ ٹاک سوسائٹی صفحہ ۲۵۹ لیکن اس خیال کی کچھ تو یونہی تائید نہیں ہوتی اور کچھ فرگوسن صاحب نے انڈین آرکیالوجی کے صفحہ ۲۸۹ پر عام اور عمارتی بنا پر اس کی تردید کر دی ہے۔

۱۹۶ء امرت ایشور کے مندر کا جس کا اس شلوک میں ذکر ہے یا بھٹا کے دھارکا

اُس کے رقیبوں کی تعریف سے خوش ہوتی ہے۔ جب دیکھتی ہے کہ وہ مجھ سے مل کر خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی سہیلیوں سے گفتگو میں محو ہو جاتی ہے۔ جب وہ بوسہ دیتا ہے تو گردن نیچی ڈال لیتی ہے۔ وہ اس سے بغل گیر ہونا نہیں چاہتی۔ اس سے گلے مل کر اُسے کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ اور جب اس کے بستر پر پڑی ہو تو ایسا ظاہر کرتی ہے گویا وہ سو رہی ہے۔

درب و درہن جو اپنی بیوی کی خفیہ بدچلنی کے غم میں سوکھ کر کاٹا ہو گیا تھا ایک روز رات کے وقت جب مجلس میں آیا تو اس نے دیکھا کہ راجکماری اپنے عاشق سے لپٹ کر گھوک سو رہی ہے۔ کیونکہ عیاشی کی تکان سے نیند بہت جلد آ جاتی ہے۔ اُس کے گمے سانس سے جس میں سے گھبراہٹ ابھی دور نہیں ہوئی تھی اور اس کی انجھری ہوئی چھاتیوں کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی فعل ناجائز کر کے فارغ ہوئے ہیں۔ جب اس نے اُسے اس حالت میں دیکھا جسے دیکھ کر ایک اجنبی کو بھی غصہ آتا کہ کین تھا اور مشکل تھا کہ اس صورت میں تحمل سے کام لیا جاسکتا۔ اس کے غصے کا شعلہ بھرک اٹھا۔ وہ

جس اس سے اسکا شلوک میں ذکر ہے۔ مٹا دینا واجب لکھتے ہیں کہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہے

۱۹۷ء یہ امر یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ یہاں کن مقامات سے مراد لی گئی ہے تندی شیل اغلباً وہ جگہ ہے جس کا تعلق نندن واقعہ کوہ ہرکت کی روایت میں آتا ہے۔ دیکھو نوٹ ۱۰ کتاب ہذا متعلقہ تندی کیشتہ۔ نیل مت کے پوران کے ادھیائے ۱۰ شلوب ۱۰۶۱ میں ذکر آتا ہے کہ سیلا د نے نندن کو چٹانوں کے سفوف سے تیار کیا تھا۔ اور وہ اُس جھیل پر جو اُس کے نام سے منسوب ہے اپنے سر پر بہت بڑی سلاٹے ہوئے ریاضت کرتا رہا تھا۔ بخلاف اس کے یہ امر قابل غور ہے کہ درشتا مناتم کے ادھیائے ۲۴ شلوک ۲۴ میں نادھیل کے موجودہ گاؤں کا نام تندی شیل دیا گیا ہے۔ موضع نادھیل محل پرگنہ میں واقع ہے۔ نیل مت پوران

جوش میں آکر اُسے مارنے کو تھا لیکن کچھ سوچ کر وہ رک گیا اور کچھ عرصہ کے غور و خوض کے بعد اس کے غصے کا جوش جو سمندر کی طرح موجزن تھا ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ شخص قابلِ عزت ہے جو حسد کے زہر سے پیدا شدہ تیز صفراوی مرض (غصہ) پر غالب آ سکے۔ یہی شخص نفسِ امارہ پر قابو رکھنے والوں میں سب پر فوق رکھتا ہے وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔ اُن بہ ذاتِ عورتوں پر تعف ہے جو اپنے جذبات شہوانی کی غلام بن کر بغیر سوچے سمجھے مردوں کو دوزخ میں کھینچتی ہیں۔ وہ چیز جسے عورت کہتے ہیں خواہشِ نفسانی کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس لحاظ سے دوسری تمام چیزوں کی طرح ہر شخص اسے استعمال کر سکتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نفسِ امارہ پر قابو رکھنے والے شخص اُن پر ناراض ہوں۔ جو عورت متلون مزاج ہو بھلا اُسے کون روک سکتا ہے۔ یا اگر اُسے روکا بھی جائے تو اس کے کونسی دانتائی کی بات حاصل ہو سکتی ہے۔ جذبہٴ عشق میں دو شخصوں کا مان (عزت کا خیال) اگر اپنے آپ کو اُن دو کتوں کی لڑائی کی حیثیت میں ظاہر کرے جو ایک ہی چیز پر قابو حاصل کرنے کے درپے ہوں تو بھلا اس سے بڑھ کر اومان

کے شلوک ۱۰۸۱ میں جس مقام کا نام پتھیشور اِشتا آتا ہے اُس سے مراد غالباً اشتکا پتہ ہی ہے۔ اور یہ بھی ہماری توجہ کو ہرکت ہی کی طرف دلاتا ہے۔ اس مقام کے متعلق ایک ٹیکا کار نے ذکر کیا ہے کہ یہ مراد راؤن کے جدید گاؤں واقعہ لار پرگنہ کا جہاں سے ہرکت یا ترانگی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ دوسرا نام ہے۔

۱۹۸ الف نوجی دیو کی غار کو جس کا مفصل حال جرنل آف دی اینگلو اورینٹل سوسائٹی بابت ۱۸۹۹ کے صفحہ ۱۲۳ پر پروفیسر بلوم فیلڈ کے مضمون میں آتا ہے پاتال کا ایک خیال کیا جاتا ہے۔ چندر بھانگا سے مراد غالباً دریائے چناب سے ہے۔

۱۹۸ تاریخ کشمیر مصنفہ منشی محمد الدین صاحب فوق کے حوالے سے اس جگہ کا عہد حکومت

(بے غتی) کیا ہو سکتا ہے سمجھدار شخصوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ آہو چشم عورتوں سے خود غرضانہ عشق رکھیں اور جبکہ خود اپنے جسم کو اپنا ثابت نہیں کیا جاسکتا تو عورت کو کیونکہ اپنی کہا جاسکتا ہے۔ اگر یہ عورت میری نظروں میں موت کی مستحق ہے کیونکہ اس نے میرے اندر اضطراب پیدا کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُس جذبہ عشق کو ہی جو اس اضطراب کے درخت کی جڑ ہے فنا نہ کر دیا جائے۔ اور اس جذبہ کے درخت کو جس کی جڑیں سات دوزخوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس وقت تک کیونکر جڑ سے اکھاڑا جاسکتا ہے جب تک کہ حسد کو جو اس کی پیدائشی زمین ہے تباہ نہ کیا جائے۔ جو شخص حسد کو تباہ کر دے وہ نصف منزل کے اندر اس عشق کے جذبہ کو بالکل فنا کر سکتا ہے۔ اس علاج کو جو ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو بہت جلد جوش میں آجاتے ہیں مد نظر رکھ کر انسان کو پہلے حسد پر غالب آنا چاہئے اس کے بعد یہ جذبہ خود بخود منتشر ہو جاتا ہے۔ اس طرح پر سوچنے کے بعد اس نے کھناکھ کی پوشاک پر یہ الفاظ لکھ دیئے۔
 ”یاد رکھو کہ گو تم موت کے مستحق تھے لیکن تمہیں قتل نہیں کیا گیا“ جب

ساتھ سال ۱۸۳۵ء ہوتا ہے۔

۱۹۹ء۔ اسٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ بنگالہن سے مراد کس قوم

سے لی گئی ہے۔

۲۰۰ء۔ بھیدر سے مراد غالباً موجودہ موضع بدڑ سے ہے جو برنگہ ہر گنہ میں واقع ہے۔

اس گاؤں کے مرکز میں ایک ٹیلہ ہے جس کے متعلق تخمینہ ۱۸۹۱ء میں سٹائن صاحب کو بتایا گیا تھا کہ یہاں ایک قدیم مندر واقع تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں سے تراشی ہوئی سلیس نکال لی گئی ہیں۔ ہانگل گنڈ کے پاس کے گاؤں میں جہاں بہت سے برہمن آباد ہیں درگا کی ایک قدیم مورتی کی پوجا برادیلوی کے نام سے ہوتی ہے۔ مدراج کے لئے دیکھو

در لب وردہن بغیر کسی کو نظر آنے کے چپ چاپ وہاں سے نکل گیا تو وزیر کی آنکھیں کھلیں۔ اور اس نے ان الفاظ کو پڑھا۔ اس مہربانی کے صلہ میں جو دراب وردہن نے اس کی جان بخشی کر کے ظاہر کی تھی کھنکھ نے اہنگ بیکھا کو ترہیں اپنے دل سے نکال دیا اور اس فکر میں ہوا کہ اس کی مہربانی کا معاوضہ کیونکر ادا کیا جائے۔ جب وہ اس معاوضہ کا کوئی مناسب ذریعہ ڈھونڈ رہا تھا اس کا دل نہایت متفکر ہوا لیکن عشق کے پانچ تیروں کے باعث نہیں! اسکی آنکھوں کی توجہ بے خوابی میں لگی ہوئی تھی لیکن راجکمار میں نہیں!!

انہیں ایام میں بالادتیہ جس نے بہت سے کارہائے نمایاں کئے تھے ۳۶ سال ۸ مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کے چونکہ اولاد نہ تھی اس لئے خاندان گوئند اس کنول پھولوں کے تالاب کی طرح قابل رحم بن گیا جس کے پھولوں کو پہلے تو ہاتھیوں نے کچل ڈالا ہو اور اس کے بعد پانی کے طوفان نے ان کی ڈنڈیوں کو بھی اکھاڑ پھینکا ہو۔ اب وزیر نے اپنے شکریہ کا اظہار کرنے کے لئے کسی طریقے پران مشکلات کو جو وزراء کے خاص کی نامنتظری نوٹ ۱۲۵ کتاب ہذا۔

۱۲۵ ایک ٹیکا کار نے اس جگہ کا نام رتوشان لکھا ہے جس سے مراد غالباً رتن کے موجودہ گاؤں سے ہے۔ جو مانچہ ہوم پرگنہ میں واقع ہے پنڈت کانشی رام کو جو ۱۸۹۱ء میں پٹن صاحب کی طرف سے یہاں گئے تھے کوئی قدیم آثار نظر نہیں آ سکے۔

۱۲۶ نیل میں پورن کے شاوک ۹۰۱ میں کار کوٹ ناگ کا ذکر کشمیر کے ناگوں کی فرست کے شروع میں نیل واسکی اور تشاک کے ساتھ آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مقامات میں اس کی پوز ہوتی رہی ہے۔ کار کوٹ و ناگ کا نام کار کوٹ ناگ ہی سے آیا گیا ہوگا۔ دیکھو نوٹ ۱۲۵ نیل میں کتاب ہذا نوٹ ۸۱۶ کتاب ہذا۔ اسکی نسبت

کے باعث پیدا ہو چکی تھیں دور کیا اور قدیم رواج کے مطابق راجہ کے داماد کو تخت نشین کر دیا۔

جب ڈربار و درہن نے جوناگ کا رکوٹ کا بیٹا تھا اپنے بے بازوں کے ذریعے جن پر اس کے مکٹ میں جڑے ہوئے چھوٹے موتیوں کی شعا عین پڑتی تھیں اور اس لحاظ سے وہ سانپوں کے پھنوں کی چوٹیوں سے مشابہ تھے۔ زمین کو سہارا دیا تو ان بے شمار سنہری کنول پھولوں پر جو ایک بار کی صورت میں اُسے آراستہ کئے ہوئے تھے شیش ناگ کی چمک دار آنکھوں کی نوکوں سے نکلی ہوئی نگاہیں پڑیں اور یہ اپنے رشتہ دار کی محبت میں خوش ہوا۔

اب سرزمین کشمیر کی حکومت راجہ گوند کے خالص خاندان سے نکل کر اس سے بھی خاص کار کوٹ ناگ کی نسل میں آگئی جس طرح غیر فانیوں کا دریا

اغلب خیال یہ تھا کہ وہ لوہرین کی طرف جانے والے درہ توش میدان کی ایک چھوٹی پہاڑی جھیل میں رہا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر تیرھ سنگرہ میں بھی آیا ہے اور اسی لحاظ سے کا کو در کا ٹیلہ مشہور ہے جس پر سے وہ سڑک گذرتی ہے۔

ایک اور کار کوٹ ناگ کا ذکر تیرھ سنگرہ میں آتا ہے کہ وہ کٹھار پرگنہ کے موضع اترس میں رہتا تھا۔

۲۰۳ سورج کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ غروب ہوتے وقت وہ اپنی روشنی امانتاً آگ کے سپرد کر جاتا ہے۔

۲۰۴ خواہش نفسانی پورا کرنے کے ذریعے کے لئے اصل کتاب میں لفظ اندری تھ آیا ہے جس سے مراد دوشے سے لی گئی ہے۔ نیائے شاستریں اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ یعنی روپ۔ شہد۔ گندھ۔ رس۔ اور سپرش۔ یہاں پر استری کو چٹھا دشتہ شمار کیا گیا

ہے۔

راگنگا) دیو لوک سے جہاں یہ عرصہ دراز تک رہی تھی نکل کر تینوں لوک کے
مالک شمشو (شوجی) کی جٹاؤں میں آ گئی تھی۔

یہاں پر راج ترنگنی مرتبہ کلہن کی جو کشمیر کے مشہور وزیر چمپاک کا بیٹا تھا
تیسری ترنگ ختم ہوتی ہے۔



مکمل راج ترنگنی

چوتھی ترنگ

اس ناقابل تحریک شوجی کا جسم جس سے کوئی علیحدہ زندگی نہیں ہے۔ جو پاربتی کے جسم سے ملا ہوا ہے اور جو مشکلات کی پرواہ نہیں کرتا تمہارے راستہ سے جو اس دنیا میں موجود ہو مصائب کو دور کرے۔ وہ شوجی جس کی جٹا پر سانپ جیب کہ وہ اپنے جسم کو پاربتی کے آراستہ بانوں کے گرد جو لٹکتے ہوئے اپنی تاریکی کی شان و شوکت میں ناگن کے جسم سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں بیٹتا ہے تو اپنی مادہ سے بغل گیر معلوم ہوتا ہے۔

راجہ دلپ راجن

یہ راجہ جسے ایک ہی خاندان سے زمین و سلطنت اور راجا ماری دونوں حاصل ہوئی تھیں مناسب وقت گزرنے پر مال و دولت اور بال بچوں والا بن گیا۔ رانی نے جس کے قصور کو اُس کے شوہر نے چھپائے رکھا تھا اور اس کی بدچلنی کا حال کسی کو معلوم نہ ہوا تھا اتنا بھون و ہار تعمیر کرایا۔ راجہ کے ایک بیٹے

ملہن نامی نے جس کے متعلق بچپن ہی میں ایک جوتشی نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس کی عمر چھوٹی ہوگی وشنوکا ایک مندر ملہن سوامن کے نام سے تعمیر کروایا۔ راجہ نے برہمنوں کا اچھی طرح آدرستکار کرنے کے بعد انہیں موضع چندرگرام جو نواح قلعہ پاری وشنوک میں واقع ہے اور اور مقامات دان دیئے۔ آخر کار سرینگر میں درلب سوامن نامی وشنوکا ایک مندر تعمیر کروانے کے بعد اس نے چھتیس سالہ عہد حکومت بسر کر کے انتقال کیا۔

راجہ درلبھک (پرتاب ادتیہ ثانی)

اس کے بعد رانی انگ لیکھا کا بیٹا درلبھک اندر کی طرح حکمرانی کرتا رہا۔ چونکہ اس کی ماں نے اسے اس کے نانا کا مہتے قرار دیا تھا اس لئے اس نے اُس خاندان کے طریق کے مطابق پرتاب ادتیہ ثانی کا نام اختیار کر لیا۔ اس کے وزیر ہنومت نے جو اود کا بیٹا تھا اور جس کی خوش قسمتی کو عابد لوگ پسند کرتے تھے اید بد یعنی کو بیر سے دولت حاصل کر کے کئی اگر ہار قائم کئے۔ اس

۲۰۵ء پاری وشنوک کا لفظ جو اس جگہ اور ترنگ ۶ کے شلوک ۱۳ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۱۹۴ میں ایک چھوٹے سے علاقے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے دراصل اسکے معنی وشنوک سے پرے کے ہیں۔ وشنوک جس کا موجودہ نام وساؤت ایک ندی ہے جو کوثر ناگ (کرمرس) واقعہ کوہستان پیر پنبال سے نکلتی اور پہلے مشرق اور اس کے بعد شمال کی جانب بہ کر وچ برور سے نیچے گہر پیر ناگ کے مقام پر دریائے وٹشٹا میں جا ملتی ہے۔ دیکھو وگنی صاحب کی کتاب سفر نامہ کشمیر فصل اول صفحہ ۲۹۷۔ نیل مت

پیدہ ہو گئی ہے۔ اس کے بعد جیب سوداگر نے راجہ کی اپنے ہاں دعوت کی اور یہ اس کے مکان پر گیا تو بوقت شب اس نے دیکھا کہ شمع کی بجائے جواہرات سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے۔ اس کی فضول خرچی اور دولت کو دیکھ کر راجہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اور ایک غرت دار مہمان کی حیثیت میں چند روز اُس کے گھر میں مقیم رہا۔ ایک دفعہ اس نے اس گھر میں سوداگر کی بیوی ^{۱۲۱۰} مشہور و معروف نریندر پر بھیا کو جس کا جسم نہایت دلفریب اور چہرہ چاند کی مانند تھا دیکھا۔ راجہ کو وہ مجسم عشق کی دعوت نظر آئی۔ اس کی چھاتیاں بھرے ہوئے پیالوں کی مانند تھیں اور اس کی رانیں جادو کا اثر رکھتی تھیں۔ جب اس نے اس بے عیب سینہ کو جو اپنے مکان کے اندر کھلے طور پر چلتی پھرتی تھی دیکھا تو اُس کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ ادھر جیب اُس کی سہیلیوں نے اس کی توجہ راجہ کی طرف دلائی تو اس نے بھی اپنا چہرہ کسی قدر اس کی طرف پھیر کر اپنی اُن

سری نگر کے بجائے سری نگری کے استعمال کے متعلق دیکھو نوٹ ۷۵ کتاب ہذا۔
 ۱۲۱۰ چونکہ بالادتیہ (رائنگ لیکھا کا والد) کے کوئی اولاد نریندر نہ تھی اس لئے اُسکی وفات پر اس کی کریا کرم وغیرہ کے فرائض اور اس کا ورثہ رواجاً اس کے بیڑہ کے حصے میں آیا۔ دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۹ شلوک ۱۳۱۔

ملی ہوئی دھات کے وہ سکے جہر سری درلب دیو کی روایت مندرج ہے اور جن کا ذکر گنگہیم صاحب نے اپنی کتاب "کانیراف میڈیول انڈیا" کے صفحہ ۴۳ پر کیا ہے۔ غالباً درلبھک رپرتاب ادتیہ ثانی کے زمانہ کے نہیں ہیں بلکہ اُس کے والد درلب ورڈھن کے وقت کے ہیں۔ اول الذکر کا نام سری پرتاب کی صورت میں دو قسم کے تانبے کے سکوں پر پایا جاتا ہے۔ گنگہیم صاحب غلطی سے آخر الذکر کو ملتا ادتیہ سے منسوب کرتے ہیں۔ جس کے متعلق غلط فہمی سے انہیں یقین ہو گیا ہے کہ اس کا نام پرتاب ادتیہ بھی تھا۔

آنکھوں سے جن کے دنبائے اُس کے کانوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی طرف دیکھا۔ معلوم نہیں کہ اس کا باعث کسی پہلے جنم کا رشتہ محبت تھا یا یہ کام دیو کا اثر تھا کہ ایک ہی نگاہ میں اس نے راجہ کی روح کو اپنی محبت سے معمور کر دیا ہر چند کہ راجہ نے اُسے چھو نہ تھا تاہم اُسے محسوس ہوا کہ ٹریندر پر بھاجو خوشی کے آب حیات کا درجہ رکھتی تھی میرے اندر رگ رگ میں پھیلی ہوئی ہے اپنے جسم کو ایک لمحے کے لئے مکان کے ستون کے پیچھے چھپا کر وہ آگے کی طرف چل دی لیکن بار بار مڑ کر راجہ کی طرف دیکھتی جاتی تھی۔ اپنا دل اس حسینہ کو نذر کرنے کے بعد راجہ بادل ناخواستہ اپنے محل کو واپس آیا۔ اس کی آنکھوں سے تفکرات کے آثار نمایاں تھے۔ اس کی آنکھیں تنخیل میں اس کی صورت پر موج تھیں۔ اس کا جسم ڈبلا ہو گیا۔ اور رنورس کی چاہ اُس کے دل سے دور ہو گئی۔ مگر وہ اس حالت میں بھی سوچتا تھا۔ ”مجھے اپنی قسمت پر افسوس آتا

کھنگیم صاحب اس اعتقاد کا اظہار کر چکے ہیں کہ ”تو لوپا“ نامی ہندوستان کا راجہ جو چینی تاریخ کے مطابق ۶۲۷ء سے ۶۲۹ء تک حکمران رہا تھا اور جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ کی پن (کابل) کے سفیروں کو اس نے اپنے ملک میں واپس بھجوا دیا تھا وہ درلب وردھن ہی تھا۔ اگر بفرض محال یہ خیال کر لیا جائے کہ ”تو لوپا“ سے مراد درلب ہی ہے تو پھر بھی یہ امر مشتبہ رہتا ہے کہ آیا اس سے مراد درلب وردھن یا اُس کے بیٹے درلبجک سے ہے۔ کلہن نے جو تقسیم سنہین قائم کی ہے اُس کے مطابق اس زمانہ میں ان دونوں جاؤں نے حکومت کی تھی۔

۲۰۸ ایک ٹیکا کار نے پرتاب پور سے مراد موجودہ موضع تاپر سے لی ہے جو کہ وہن پرگنہ کا ایک قصبہ ہے اور اُس سڑک پر جو بارہ مولا سے سرنگر کو جاتی ہے واقع ہے۔ اس کی تصدیق ترنگ ۸ کے شلوک ۸۲۰ میں ہوتی ہے جہاں پرتاب پور کے متعلق بیان کیا گیا ہے

ہے کہ میرے من کے باغ میں خرابی کے پھل پیدا کرنے والا وہ زہریلا درخت جسے
جذبہ حیوانی کہتے ہیں پیدا ہو گیا ہے۔ اس عشق نے فہم و عقل کو شکست دیکر قوت
فیصلہ اور اور ذہنی قابلیتوں کو جو میرے اندر موجود تھیں دشمنوں کی طرح بھگا دیا
ہے۔ میرے اندر صحیح چال چلن کی اٹل تبدیلی کیوں پیدا ہوتی ہے حالانکہ ایک
راجہ کی حیثیت میں مجھے نیک اور بد نامی سے خائف ہونا ضروری ہے۔ اگر راجہ
خود اپنی رعایا کی بیویاں اڑانے پر آمادہ ہو جائے تو قانون کی خلاف ورزی کے
لئے سزا دینے والا کون باقی رہے گا؟ راجہ اسی سوچ میں پڑا ہوا تھا مگر اُسے
نہ تو اپنی نیک نامی کا اور نہ ہی اُس دنیا والے دار آئینکھوں والی حسینہ کا خیال
فراموش ہو سکتا تھا۔ اُس کی بیماری دن بدن ترقی کرتی گئی اور رفتہ رفتہ قریب لگ
ہو گیا۔

ہوتے ہوئے اس کی علالت کی خبر اس سوداگر کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اور

کہ وہ اس سڑک پر واقع ہے چہرے سے سوسل سری نگر سے لوہر کو واپس گیا تھا یعنی وہ
سڑک جو بارہ مولا سے ہو کر گذرتی ہے (نیز دیکھو سری ور کی راج ترنگنی شلوک ۸۲۰ جہاں
یہ نام پاس کے پرگنہ بانگل کے سلسلہ میں استعمال ہوا ہے۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۲ء میں جب میں تاپ کی سیاحت کر رہا تھا مجھے اُس
سڑک کے قریب جو زیارت سید نظام الدین اور تریبا با صاحب کے درمیان واقع ہے
دو کھنڈوں کے ٹیلے نظر آئے جہاں منقش ستونوں وغیرہ کے ٹکڑے موجود تھے۔ آخر الزکر
زیارت کی دیواروں میں بہت سی زمانہ قدیم کی تراشی ہوئی سلیں لگی ہوئی ہیں۔ جب سے
گھاٹیوں کی نئی سڑک بننے لگی ہے ان میں سے بہت سے کھنڈر استعمال کر لئے گئے ہیں۔
مقامی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں راجہ تاپ دتیہ (پرتاپ دتیہ) کا بسایا ہوا ایک
پورا ناشر آباد تھا۔

جب اس کو اس کا اصلی باعث معلوم ہوا تو وہ خود راجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
 ”اب آپ ایسی حالت میں پہنچ چکے ہیں کہ اس موقع پر قانون کی ہرگز پرواہ
 نہ کرنی چاہئے۔ جب انسان کی جان پر ہی آبنی ہو تو اُسے کسی کام کے کر نہیں
 درنہ کیا؟ اُن لوگوں کی نسبت بھی جن سے دانا آدمی قانون کے پیچیدہ امور
 کے متعلق رائے لیتے ہیں مشہور ہے کہ ایسی حالتوں میں انہوں نے بھی پابندی
 کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ علاوہ بریں شہرت کی خاطر اپنے جسم کی پرواہ نہ
 کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ لوگوں کے لئے دور تک پھیلی ہوئی شہرت
 اکیر کا کام نہیں دیتی۔ میرا تو آپ خیال نہ کریں کیونکہ آپ کی خاطر جب مجھے
 اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہیں تو پھر ان چیزوں کا ذکر ہی کیا ہے جو محض
 خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بنی ہیں۔ اگر اتنا کہنے پر بھی آپ اُسے
 منظور نہیں کرتے تو میں اسے ایک رقاصہ کی حیثیت میں کسی مندر پر چڑھا

۲۰۹ روہتک یا روہت کا نام شاید وہی ہے جس کا ذکر البرونی نے اپنی کتاب ”اندلیا“
 کے صفحات ۳۰۸ و ۳۱۶ میں اس حیثیت سے کیا ہے کہ یہ ضلع ملتان کے ایک ضلع کا نام
 ہے۔ جو اب غیر آباد پڑا ہے۔ یہ نام لکھا منڈل کے کتبے میں بھی آتا ہے۔ پروفیسر بولہ نے
 ڈاکٹر برگس کے مشورہ سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ روہتک سے مراد روہتک کے اُس شہر اور
 ضلع سے ہے جو دہلی کے شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔

۲۱۰ جس لفظ کا ترجمہ سٹائن صاحب نے اپنی کتاب میں بیوی کیا ہے اُس کے
 معنی باوجود گیش چندر دت نے اپنے ترجمہ راج ترنگنی میں مدخلہ عورت کے لئے ہیں گو اس
 لفظ کے آگے خطوط و مدانی میں علامت استفہام دیکر بیوی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنسکرت کا اصلی لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہونے والا ہوگا
 جہاں تک قیاس کام کرتا ہے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مراد اس سوداگر

دیتا ہوں جہاں سے آپ اُسے حاصل کر سکتے ہیں۔“
 جب سوداگر نے اُسے اس طرح تحریک کی اور اُس کے اپنے جذبہ عشق نے
 بھی جوش مارا تو اُسے پہلے تو کچھ شرم سی محسوس ہوئی لیکن بعد میں اس نے
 کسی قدر تامل کے ساتھ اس خوبصورت آنکھوں والی حسینہ کو منظور کر لیا۔
 اس رانی (نریندر پر بھا) نے اپنے چال چلن کی بے استقلالی کی تلافی اس
 طرح پر کی کہ نریندریشور کا مشہور مندر تعمیر کروایا۔ اس کے بعد مناسب زمانہ
 گزرنے پر رعایا کی خوبیوں کے باعث اس رانی کے بطن سے چندر پیڈ نامی ایک
 بیٹا پیدا ہوا۔ جس طرح کہ زمین خزانہ پیدا کرتی ہے۔ اس لڑکے کی اعلیٰ صفات
 نے اس کی پیدائش کی بدنامی کو ویسے ہی دور کر دیا جس طرح اس غلامت کو جو
 کان سے نکلے ہوئے جواہرات کے ساتھ لگی ہوتی ہے گھس کر دور کیا جاسکتا
 ہے۔ جس طرح بے حد غلیظ دھوئیں کے بنے ہوئے بادلوں کے جمع ہونے سے

کی کسی مدخلہ عورت سے ہی ہے کیونکہ اگر وہ اس کی شادی شدہ بیوی ہوتی تو وہ اس طرح
 پر راجہ کے پاس جا کر اس امر کی درخواست نہ کرتا کہ آپ اسے اپنے محل میں داخل کرنا
 منظور کر لیں۔ سوداگر نے راجہ کے سامنے جو یہ تجویز پیش کی کہ میں اسے مندر میں داخل
 کر آتا ہوں اور آپ اسے وہاں سے لے آئیں اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ راجہ کے
 اُس اعتراض کو دور کیا جاسکے جو وہ رعایا کی کسی عورت پر قبضہ کرنے کے متعلق پیش کرتا
 تھا۔ بہر نوع واقعات سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ نریندر پر بھا اس سوداگر کی
 بیاہتا بیوی تھی۔

۱۱۱ مکتا پیڈ کے اصلی معنی یہ ہیں ”وہ شخص جس کے کٹ میں موتی موجود ہوں۔“
 لیکن اس کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ”وہ جس کا مکٹ اتار لیا جائے“ اسی لئے
 کلہن نے اس راجہ کی عظمت کو مد نظر رکھ کر یہ لکھا ہے کہ اس کا نام اوی مکتا پیڈ ہونا

صاف پانی برستا ہے یا جس طرح کند پتھروں کی چٹان سے بہت تیز لوہا نکلتا ہے
یا جس طرح برف سے چمکدار آگ پیدا ہوتی ہے ایسے ہی ادے نسلوں سے
اکثر اعلیٰ چال چلن کے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

اس کے بعد راجہ کے گھر اسی رانی کے بطن سے دوسرا بیٹا تارا پیدا اور
اس کے بعد کتا پیدا جس کا نام ادی مکتا پیدا ہونا چاہئے تھا پیدا ہوئے۔ پرتاوتی
کے ان بیٹوں یعنی چندر پید اور باقی دو کے نام وجراوتیہ۔ ادے وتیہ اور لنتاوتیہ
بھی مشہور ہیں۔ سچاس سال حکومت کرنے کے بعد راجہ درلجھک اپنے نیک
افعال کی سیڑھی کے ذریعے مقدس آسمانی دنیا میں جا پہنچا۔

راجہ چندر پید

اس کے بعد مشہور و معروف چندر پید راجاؤں کا سرتاج بنا اور اس کی شہرت

چاہئے تھا چونکہ معنی دیتا ہے یعنی ”وہ شخص جس کا مکٹ اتارنا نہ جاسکے“

۲۱۲ء ولسن صاحب نے اس شلوک کے غلط معنی سمجھ کر اپنی کتاب ”ہندو ہسٹری
آف کشمیر“ کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ پرتاباوتیہ کے ساتھ بیٹے تھے اور یہ ایک ایسی غلطی
ہے جس کے ٹرائر اور لاسن صاحب بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ اس شلوک کے صحیح معنی
سب سے پہلے پروفیسر بولہرنے ظاہر کئے تھے۔

۲۱۳ء کلیپ راتھ صاحب نے اپنی کتاب ”میٹائرس ریٹ ٹفس ایلا ایشی“ کے

باب ۲ صفحہ ۲۷۵ پر سب سے پہلے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ راجہ چندر پید ہی کا نام
راجہ چن ٹو لوپی لی تھا جس نے خاندان ترنگ کی روایات کے مطابق ۱۳ء میں نغفور
چین سے عربوں کے خلاف امداد مانگی تھی۔ ان روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ۲۰ء
کے قریب نغفور نے چن ٹو لوپی کو راجہ کا خطاب دینا منظور کیا تھا۔ اس سے معلوم

کے ذریعے جو چاند کی روشنی کو بھی مغلوب کر چکی تھی کالی تاک کو تکلیف پہنچی۔ ایک ہوشیار شاعر کی مانند اُس نے اس قانون کو جسے پہلے راجہ سمسیہ^{۲۱۷} کی طرح صرف ایک پد کے ساتھ چھوڑ مرے تھے باقی ماندہ تین پدوں کے ذریعے مکمل کیا۔ جس طرح مختلف موسم بہشت کے باغ کی یکساں خدمت کرتے ہیں ویسے ہی حلم اور بہادری جیسی متضاد خوبیاں یکساں طور پر اس کی خدمت گزار تھیں۔ جس طرح آب پاشی کی نر ایک بلد کے مختلف درختوں کو یکساں طور پر سنبھالتی ہے ویسے ہی اس کی دولت سے اس کے تمام متعلقین کو اپنی اپنی جگہ پر یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ جس طرح ایک ندی اپنے ہاؤ کے ساتھ لائے ہوئے تمام غلیظ مادوں کو اُن چٹانوں پر جن پر سے وہ گذرتی ہے چھوڑ جاتی ہے ویسے ہی خوش قسمتی اپنی خرابیاں دوسرے راجاؤں پر چھوڑ کر خالص حالت میں اس تک پہنچتی تھی۔ معاملات سے واقفیت رکھنے کے باعث وہ کوئی ایسا کام نہ کرتا تھا

ہوتا ہے کہ وہ ۱۹ء کے قریب زندہ ہو گا۔ بحالیکہ کلن کی تقسیم زمین کے رو سے اس کا عہد حکومت ۱۸۶۷ء سے ۱۹۵۷ء تک بنا ہے۔ اس طرح پر خاندان کار کوٹ کے نسب نامہ کے متعلق کلن کے بیان کی صحت پر اصحاب ذیل نے بحث کی ہے۔ گنگھیم صاحب جغرافیہ قدیم صفحہ ۹۱۔ انڈین اینٹی کوٹی باب ۲ صفحہ ۱۰۶۔ پروفیسر ایم مولہ کتاب ”انڈیا“ صفحہ ۳۳۳۔ چندورنگ پنڈت کی کتاب ”گودوہو“ صفحہ ۸۰۔ نیز دیکھو کتاب میماٹر کے صفحہ ۱۸۸۔ پریناٹو صاحب کاریارک منطقہ ہندوستان کے شمال مشرقی حالت کے جب کہ عربوں کا پہلا حملہ ہو چکا تھا۔

^{۲۱۷} سمسیہ سے مراد زبان سنسکرت کی ایک قسم کی کوتا (شاعری) سے ہے جس میں ایک پد یا تو خود تیار کر لیا جاتا ہے یا کسی مشہور شاعر کے کلام سے اخذ کر کے اس پر قیامزدہ پد جوڑے جاتے ہیں۔

چار کی کہانی { جب اس راجہ نے تری بھون سوامن کے مندر کی تعمیر کا کام شروع کروانے کا ارادہ کیا تو ایک چار نے اپنی جھونپڑی جو اس مندر کی حدود میں واقع تھی دینے سے انکار کر دیا۔ ہر چند کہ وہ اُن لوگوں سے جن کے سپرد اس نئی عمارت کا کام تھا اپنا مکان دینے کا وعدہ کر چکا تھا تاہم فطرتاً ضدی ہونے کے باعث وہ انہیں پیمائش نہیں کرنے دیتا تھا۔ اس پر وہ راجہ کے پاس گئے اور ساری کیفیت بیان کی جسے سنکر راجہ نے چار کو نہیں بلکہ انہیں قصور وار ٹھرایا۔ راجہ نے اُن سے کہا۔ تم لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ نئے مندر کی تعمیر کرنے سے پہلے تم نے چار سے فیصلہ نہیں کیا عمارت کا کام فوراً بند کر دو یا کسی اور جگہ تعمیر شروع کراؤ۔ میں کسی دوسرے شخص کی زمین لیکر ایک مقدس کام پر دھبہ لگانا نہیں چاہتا۔ اگر ہم لوگ ہی جن کا فرض نیکی بدی میں امتیاز کرنا ہے خلاف قانون یا تیس کرنے لگیں تو پھر صحیح راستے پر کون چلے گا۔

جب راجہ یہ الفاظ کہ چکا تو ایک شخص نے جو اس چار کی طرف سے

۲۱۷ء شائن صاحب لکھتے ہیں مجھے اس کہانی کا جسکا یہاں حوالہ دیا گیا ہے کچھ پتہ نہیں مل سکا شاید کالشت کے جانتیوں مولویاں سے دستر تھ یا رام سے نیکی ہے ذرا رائیں میں بھی اس قسم کا کوئی واقعہ موجود نہیں مگر

۲۱۸ء کشمیر کے چار جنہیں وائل کہتے ہیں ایک بالکل ادائے بطقے کے لوگ ہیں اور عموماً خانہ بدوشوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنی جھونپڑیاں سرکنڈوں کی بنا کر وہ اوپر سے بزرگہ کیچڑ لپ دیتے ہیں اور کھڑکیوں کی بجائے بڑے بڑے مشکون بنڈین کے بانائی جھانگیاں ہیں

۲۱۹ء یہاں پر یہ شہر کی اُس کہانی کا حوالہ دیا گیا ہے جو مہابھارت کے ادھیائے ۷، شلوک ۳ میں مذکور ہے

۲۲۰ء تر بھون سوامی کا یہ مندر راجہ ارچل کے وقت میں بھی قائم تھا دیکھو ترنگنا شلوک ۸، مگر اس کی اور نہ پرشاشک و ہار کی مقامیت کا کچھ پتہ چلتا ہے۔

آیا تھا اور جسے وزرا کی کونسل نے راجہ کے سامنے پیش کر دیا تھا آگے بڑھ کر کہا۔ ”وہ چار خود راجہ سے ملنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرا آنا دربار عام میں نامناسب ہو تو مجھے دربار کے باہر کسی وقت ملنے کی اجازت دیجئے۔“ راجہ نے اس سے اگلے روز ملنے کا وعدہ کیا اور جب وہ ملاقات کے لئے آیا تو پوچھا کہ تم ہمارے مقدس کام میں کیوں روکاؤٹ پیدا کرتے ہو؟ اگر تمہیں وہ جھوٹی خبری خوشنما معلوم ہوتی ہے تو تم اُس سے بہتر مکان یا مقبول نقد رقم لے سکتے ہو۔ جب راجہ چپ ہوا تو چار نے جو اس بات کا شائق معلوم ہوتا تھا کہ راجہ کے سفید دانتوں کی کرنوں کے ناپ سے اس کے شریفانہ چال چلن کا اندازہ کرے کہا۔ ”اے راجہ! اگر میں اپنے دل کی باتیں صاف لفظوں میں بیان کروں تو ایک سچے منصف کی حیثیت میں آپ انہیں تکبر اور نخوت کے ساتھ نہ سنیں۔ میں ایک کتے سے کم درجہ نہیں رکھتا نہ آپ خاندان کاکشت کے وارثوں سے بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے درباری ہمارے درمیان اس قسم کی گفتگو ہونے سے گھبراتے ہیں۔ جو شخص وجود میں

۵۲۱ ایک ٹیکا کار خیال ظاہر کرتا ہے کہ گھمیر سوامن کا مندر گھمیر سنگم کے مقام پر واقع تھا جس سے مراد وٹشٹا مہاتم کے ادھیائے ۸ شلوک ۶۔ ویشور مہاتم کے شلوک ۱۵۱ اور صاحبم کے تیرتھ سنگرہ میں اُس تیرتھ سے لی گئی ہے جو دریائے وٹشٹا اور وشوکا (وساؤ) کے مقام اتصال پر واقع ہے۔ لفظ گھمیر سنگم کی قدامت کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ دریائے وشوکا کے نچلے حصے کو جس میں اس مقام اتصال سے تھوڑے فاصلے پر مہیا (رمنیہ توی) کا پانی ملتا ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۰۶۳-۱۲۹۷ میں۔ نیز جیدرت کے ہرچرت چٹامنی ادھیائے ۱۰ شلوک ۱۹۲ میں گھمیر (سندھو) لکھا ہے۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے گھمیر سنگم پر سطح زمین سے اوپر کوئی قدیم آثار نظر نہیں آئے۔

آتا ہے اس کا جسم ایک کمزور زرہ سے مشابہ ہوتا ہے۔ جو خود غرضی اور ذاتی گھمنڈ کے دو کیلوں سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ ہر چند کہ میں ایک غریب آدمی ہوں تاہم میرے اندر بھی اس قسم کی ذاتی باخبری موجود ہے جیسی کہ آپ کنگنے بیوتوں کی مالائیں اور اوزیورات رکھتے ہوئے اپنے اندر موجود پاتے ہیں جس طرح آپ کا یہ آسترکاری کیا ہوا محل آپ کو پیارا لگتا ہے ویسی ہی پیاری میرے لئے اپنی جھونپڑی ہے جس کی کھڑکی ایک ٹوٹی ہوئی ہنڈیا کے دہانے سے بنی ہوئی ہے بچپن سے میرے لئے یہ جھونپڑی بمنزلہ ایک ماں کے رہی ہے اور میں نے اپنی خوشحالی اور بدحالی کے دن اس کے روپر و گذارے ہیں اس لئے میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ آج اسے گر ادیا جائے۔ جب کسی شخص سے اس کا گھر جبراً چھین لیا جائے تو اُسے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اس کا اندازہ یا تو وہ دیوتا لگا سکتا ہے جسے بہشت سے نکال دیا گیا ہو یا وہ راجہ جس کی سلطنت چھین چکی ہو۔ بایں ہمہ اگر آپ میرے مکان پر آئیں اور شائستہ طریقے پر اس کے لئے درخواست کریں تو مجھے اس کے دے دینے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔“

۵۲۲ اصل کتاب میں فاتح کشی کے لئے لفظ پرایوپویش آیا ہے۔ جس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ نا انصافی کی حالت میں داد خواہی کا ایک ذریعہ تھا۔ دیکھو جولی صاحب کی کتاب گرنڈرس ریکٹ انڈسٹ“ صفحہ ۱۲۷۔

۵۲۳ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱۷ سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کاشک سوامن سری نگر کے ایک حصے یا اُس کے مضافات میں سے کسی ایک کا نام تھا۔ اس صورت میں سٹائن صاحب خیال کرتے ہیں کہ اس سے مراد ماٹے سم کا وہ جزیرہ ہے جو سرینگر کے جنوب مشرقی گوشے میں دریاٹے وٹشٹا اور سونتھ کل یا مہاسرت کی دو شاخوں کے درمیان واقع ہے جیسا کہ کتاب ہذا کے نوٹ ۱۷۰ میں مذکور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاشک سوامن

یہ جواب سنکر راجہ اس کی جھوٹری میں گیا اور وہاں جا کر اس سے قیمتاً خرید لی۔ واقعی جو لوگ خوشی چاہتے ہیں وہ بناوٹی تیکر کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس پر وہ چار ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ ”مہاراج! آپ میں ممنون کرنے کا مادہ بدرجہ مناسب اور قانون کے مطابق موجود ہے۔ جس طرح زمانہ قدیم میں مہرم نے ایک کتے کی صورت میں پانڈو پتر کی صداقت آزمائی تھی ویسے ہی آج ایک اچھوت شخص کی حیثیت میں بننے آپ کی صداقت کو آزمایا ہے۔ پر مانتا آپ کو سلامت رکھیں۔ اور آپ اپنے پاک اور خالص چال چلن کو جو اس قابل ہے کہ نیک لوگ اس پر بھروسہ رکھیں بدستور ظاہر کرتے رہیں۔“

اس طرح پر ایک بے غیب چال چلن کا ثبوت دیکر راجہ نے دشمنوتری ^{۲۲۰} بھون سوامن کا مندر تعمیر کروا کر زمین کو پاک کیا۔ اس کی رانی پرکاش دیوی نے جو اس نام کی اس لحاظ سے مستحق تھی کہ اُس کے کام چنگدار آسمان (پرکاش اکاش) کی طرح روشن تھے پرکاش و ہار کی بنا ڈالی۔ اس کے گورو مہروتی نے جو بہت سی شریفانہ نیکیاں رکھتا تھا گھمیر سوامن ^{۲۲۱} کا مندر بنوایا۔ اُس کے

کے ابتدائی حصہ، ماکشک کی صورت بدل کر پہلے ماہیا اور اس کے بعد مایا ہو گئی ہے۔

اس بات کا ثبوت کہ ماکشک سوامن سے مراد مائے سم ہی ہے اُس جگہ بھی ملتا ہے جہاں ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱ میں اول الذکر کا حوالہ اُس آگ کے متعلق دیا گیا ہے جو کاس تھیلا میں جس کا جدید نام کاتھول ہے لگ اٹھی تھی۔ مخفی نہ رہے کہ کاتھول سرنگر کا وہ حصہ ہے جو مائے سم کے قریب قریب مقابل میں واقع ہے مائے سم کے جزیرے میں جب یورپین آبادی نہ تھی شہر کے پہلے پل کے قریب اس کے مغربی انتہائی مقام پر ایک گہنی آبادی کی بستی واقع تھی۔

ماکشک سوامن ناگ کا ذکر نیل مت پوران کے شلوک ۹۵۱ میں بھی آتا ہے۔

کو تو ال چلتک نے جو بڑے بڑے وزراتک کو برطرف کر دینے کی طاقت رکھتا تھا چلتا سوامن نامی وشنو کا مندر بتوایا۔

^{۲۲۲}
ایک جادوگر کی کہانی { تھی اور اس بارے میں قانونی افسروں نے اس سے باز پرس کی تھی اس وقت جبکہ راجہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے آکر کہا۔ افسوس ہے کہ آپ کے عہد حکومت میں جو تمام خرابیوں کو دور کر رہے ہیں کسی شخص نے میرے شوہر کو جبکہ وہ امن کے ساتھ سو رہا تھا مار ڈالا واقعی کسی اچھے چال چلن کے راجہ کے لئے یہ شرم کا مقام ہے کہ اس کی رعایا سے کوئی شخص بے وقت مر جائے لیکن اگر آپ جیسے راجہ کلجنگ کا پرہیز جان کر اس بات پر رعایا میں سے کسی کی بے وقت موت پر چپ بھی ہو رہیں تو ایک ایسے واقعہ (قتل) پر جو اس سے بدتر تھا بدتر ہے آپ کیونکہ خاموش رہ سکتے ہیں۔ میں نے بہت کچھ غور کیا ہے لیکن مجھے اپنے شوہر کا کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ وہ خود بے عیب

^{۲۲۳} زمانہ قدیم سے کشمیر میں جادو کا رواج چلا آتا ہے۔ اور لوگوں میں اس کے با اثر ہونے کا بہت گہرا خیال بیٹھا ہوا ہے حتیٰ کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر آج تک بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو بولر صاحب کی رپورٹ صفحہ ۲۴۔ مارکو پولو اہل کشمیر کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے "یہ لوگ جادو کے شیطانی طریقوں سے حیرت انگیز طور پر واقف ہیں حتیٰ کہ وہ اپنی موتوں سے گفتگو کروا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے جادو کے زور سے موسم میں تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں اور اور بہت سی عجیب باتیں اس قسم کی سرانجام دے سکتے ہیں کہ جن پر دیکھ بغیر یقین نہیں آ سکتا" دیکھو پول صاحب کی کتاب مارکو پولو فضل اول صفحہ ۱۷۵۔ ایک مہلک جادو یا سحر کے معنوں میں کہا رکھو کی اصطلاح دوبارہ ترنگ ۵ کے

تھا۔ اس لئے ہر شخص کی اس کے ساتھ صلح تھی۔ چونکہ وہ کسی کی طرف سے دل میں کینہ نہ رکھتا تھا سخت سے پاک تھا۔ دوستانہ طریق پر گفتگو کرتا تھا نیکیوں کا شائق اور حرص و ہوا کا دشمن تھا اس لئے کوئی شخص اس سے نفرت نہ کرتا تھا۔ میرا شبہ صرف ماکیشک سوامن کے ایک برہمن پر ہے جو جادو جانتا ہے اور جو ہر جہد کہ میرے شوہر کا ہم عمر ہے تاہم غصیلت میں ابتدا ہی سے اس سے کمتر درجہ پر رہا ہے۔ وہ کینے لوگ جنہیں غرت حاصل نہ ہونے کے باعث نیند نہیں آتی اور جو شہرت کے میدان میں مقابلے کے لائق نہیں ہوتے۔ کینے میں آکر ان لوگوں کی جان مرض خطر میں ڈالتے ہیں جو اپنی ہوشیاری کے باعث مشہور ہوں۔ کوئی شخص اگر وہ فاحشہ کا بیٹا نہ ہو تو بد چلن نہیں ہوتا۔ کوئی شخص اگر مجرم نہ ہو تو اسے ہمیشہ خوف نہیں لگا رہتا۔ کوئی شخص اگر دروغ گو نہ ہو تو وہ باتونی نہیں ہوتا۔ کوئی شخص اگر وہ محرر (کایستھ) نہ ہو تو ناشکرا نہیں ہوتا۔ کوئی شخص اگر کسی فیاض آدمی کا بیٹا نہ ہو تو مصیبت کی حالت میں نہیں ہوتا۔ کوئی شخص اگر حاسد نہ ہو تو زیادہ افسردہ خاطر نہیں رہتا۔

شلوک ۲۳۹ میں آتی ہے اور اس کے علاوہ وجیشور مہاتم (آدی پوران) کے ادھیائے ۱۱ شلوک ۲۵ میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

کہار کھوت کی صورت میں اس لفظ کا حوالہ ان پی۔ ڈبلیو نے چرک کے ادھیائے ۶ شلوک ۲۳ سے دیا ہے بہرچرت چنٹا منی کے ادھیائے ۲ شلوک ۲۵ میں کرتیا اور بیتال کے علاوہ جادوگر کے لئے کہار کھوت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کتاب ہذا کے نوٹ ۵۳ میں کہار کھوت کے جس لفظ کا ذکر کیا گیا ہے معلوم نہیں اس کا کہار کھود سے کچھ تعلق ہے یا نہیں۔

۲۴۵ بقول ایک ٹیکا کار کے برہم ہتیا یعنی برہمن کو جان سے مار ڈالنے کا جرم

کوئی شخص جو زن مرید نہ ہو تو لوگ اس پر مسخر نہیں اڑاتے۔ کوئی شخص جو بوڑھا نہ ہو اس کی گفتگو حلیمانہ نہیں ہوتی۔ کوئی شخص جو کسی غیر کے نطفہ سے پیدا نہ ہوا ہو اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتا۔ کوئی شخص جو جذبہ عشق میں گرفتار نہ ہو شرم و حیا سے عاری نہیں ہوتا۔ جو شخص اونٹنے تعلیم حاصل کر دے نہ ہو وہ پکا شریر نہیں ہوتا۔ معاملات کی حقیقی صورت کا خلاصہ یہ ہے۔“

جب برہمن کی بیوی چپ ہوئی تو راج نے اُس برہمن کو جس پر اس کا شبہ تھا اپنی حاضری میں طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ تم اپنے آپ کو بے جرم ثابت کرو اس پر برہمن کی بیوی پھر بولی۔ ”مہاراج یہ شخص اپنے جادو کے علم (کمار کھڑو دیا) کے لئے مشہور ہے اور وہ کسی آزمائش میں بہ آسانی کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس پر راجہ کا چہرہ سفید پڑ گیا اور اس نے اس عورت سے کہا: ہم اس شخص کے لئے کیا کر سکتے ہیں جس کا جرم ثابت نہ ہوا ہو۔ یہ تو برہمن ہے اور اس لحاظ سے اُسے سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ اس کی بجائے اگر کوئی اور شخص بھی ہوتا تو جب تک اس کا جرم ثابت نہ ہوتا اُسے سزا نہ دی جاسکتی تھی۔“ جب ایک زنا نہ بھوت کی صورت میں قاتل کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔ سکند پوران کے کاشی کھنڈ ادھیائے اول شلوک ۳۱ میں مذکور ہے کہ برہمن ہتیا سب سے پہلے شوچی کے پیچھے پیچھے جس نے برہما کا پانچواں سرا اڑا دیا تھا نظر آئی تھی۔

۵۲۲۶ اصل کتاب میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ برہمن کو اس موقع پر کیا سزا دی گئی تھی اور نہ اس بارے میں سٹائن صاحب یا بابو جگیش چندر دت نے اپنے تراجم میں اس سزا کی کچھ تشریح کی ہے۔ البتہ منشی محمد الدین صاحب فوق نے اپنی کتاب تاریخ کشمیر میں لکھا ہے کہ اس برہمن کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی مگر یہ بات اس لحاظ سے ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ پھانسی پا چکنے کی صورت میں وہ تارا پیڈ کے ابا پر راجہ کو جادو کے رورے

راجہ قاموش ہوا تو برہمن کی عورت پھر بولی "مہاراج چار دن ہو گئے میرے حلق میں ایک لقمہ نہیں گیا۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ اس لئے سستی نہیں ہوئی کہ میں اس کے قاتل سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ چونکہ اس شخص کو سزا نہیں ملی اس لئے میں فاقہ کشی کر کے مرتی ہوں۔"

برہمنی کے اصرار پر چند پیڑ نے خود تری بھون سو امن کی مورتی کے سامنے بیٹھ کر پرائے اپولش کیا (برت رکھا) اور جب اُسے اس حالت میں تین راتیں گزر گئیں تو اس دیوتا (وشنو) نے جو ستیہ (گرڑ) کی سواری کرتا ہے اور جو نہ سونے والے دیوتاؤں میں سب سے اعلیٰ ہے اس وقت جبکہ رات ختم ہونے والی تھی مفصلہ ذیل سے الفاظ خواب کی حالت میں راجہ کے کان میں کہے۔ "اے راجہ! کالجک میں صداقت کے لئے اس قسم کی تلاش مناسب نہیں ہے بھلا رات کے وقت کون سورج کو آسمان پر نمودار کر سکتا ہے۔ لیکن تمہاری روحانی طاقت کی خاطر اب کی مرتبہ ایسا کر دیا جائیگا۔ تم میرے مندر کے صحن میں چاولوں کا آٹا چھڑکوا دو۔ اگر اس مندر کے گرد اُس شخص کے تین بار پرکرمان کرنے (چکر لگانے)

کیونکر مار سکتا تھا؟

۳۲۴ برہما کے متعلق خیال ہے کہ وہ کنول پھول سے پیدا ہوا تھا اور اسی پر اسکی نشست ہے چونکہ برہمنوں کو برہما کی اولاد تصور کیا جاتا ہے اس لئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تعلق کے باعث ان میں کنول کی سردی کا اثر منتقل ہو چکا ہے۔

۳۲۵ ساک پد کے لغوی معنی کوئے کا پنچہ ہیں اصطلاحی طور پر یہ اُن موقعوں پر استعمال ہوتا ہے جہاں عمارت میں کوئی لفظ رہ جانے کے باعث + اس قسم کا نشان بنا دیا جاتا ہے۔ کلہن نے اس کے لئے لفظ کاوک چھیدو استعمال کیا ہے جواب تکا سینوڈ کی صورت میں مروج ہے۔

کے بعد اُس کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے برہم ہتیا کے پاؤں کے نشان نظر آئیں تو جان لو کہ وہ قاتل ہے اور مناسب سزا کا مستوجب ہے۔ یہ کارروائی رات کے وقت ہونی چاہئے کیونکہ دن کے وقت سورج بڑائی کو پرے رکھتا ہے۔“

جب راجہ نے ایسا کیا تو برہمن کا جرم ثابت ہو گیا اس پر راجہ نے اُسے سزا دی مگر اس وجہ سے کہ قاتل ایک برہمن تھا سزائے موت نہ ہو سکتی تھی۔ غرض جب وہ اس دنیا کا اندر قاتل کو سزا کا حکم دے چکا تو برہمنی نے دعائیں دیتے ہوئے یہ کہا۔ اُن تمام راجاؤں میں سے جو آج تک ہو گزرے ہیں صرف کرت ویرج (راجن) کے بیٹے اور آپ نے خفیہ جرائم کی سزائیں دی ہیں۔ مبارک! جب تک آپ اس زمین پر حکمران ہیں کوئی شخص اپنی دشمنی یا محبت کے انتہائی مقصد تک پہنچے بغیر نہ مرے گا۔

ہر چند کہ اس راجہ کا عہد حکومت بالکل مختصر تھا تاہم اُس کے دوران میں انصاف کے اس قدر موقع ظہور میں آئے کہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ سب

۲۲۹ لتاوتیہ یا کتا پید کا نام خاندان تنگ کی چینی روایات میں پایا جاتا ہے چنانچہ ان میں مذکور ہے کہ شہنشاہ ہیون سانگ کے عہد میں جو ۳۱۷ء سے ۵۷۵ء تک حکمران رہا۔ چینیوں کی مہم پولیو (بالستان) کے بعد جو ۳۲۶ء اور ۳۲۷ء کے درمیان سر ہوئی تھی موٹوپی راجہ کشمیر کا ایک سفیر دربار چین میں پہنچا۔ اس سفیر کی زبانی راجہ نے درخواست کی تھی کہ بتیوں کے خلافت مجھے مدد دیا جائے اور ایک چینی کمک اس غرض سے روانہ ہو کہ وہ میرے ملک میں جھیل مہا پدم یعنی ولر کے کناروں پر خیمہ زن رہے۔ راجہ نے اس بات کا بھی اطمینان دلایا تھا کہ میں دولاکھ فوج کا سامان مہیا کر سکوں گا اور کہ وسطا کے راجا کی مدد سے۔ مینے تبت کے پانچ راستے بند کر رکھے ہیں۔ ہر چند کہ ان سطور میں کچھ

رت یک سے متعلق ہیں۔

۲۲۷
معلوم ہوتا ہے کہ کنول پھول کی نشست کے باعث برہمن کی روح میں سجدہ سروری داخل ہو گئی ہوگی ورنہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایسا راجہ جس نے مختلف فتوں کے لوگوں کی خوشی کا سامان مہیا کیا تھا قوس و قزح کی طرح اتنی جلدی نظروں سے غائب ہو جاتا۔ اس راجہ کو اُس کے چھوٹے بھائی تارا پیڈ نے اُس برہمن سے جسے سزایابی کا غصہ تھا جادو (ابھی کار) کروا کر مروا دیا۔ اُن خوشیوں کو بھو گئے کے لئے جو سابقہ برے افعال کے باعث کوئی راحت مہیا نہیں کر سکتیں بشریر طبیعت کے لوگ نیکوں کو مار ڈالتے ہیں جس طرح پراونٹ کے بچے کانٹوں تک پہنچنے کے لئے کیڑیک کے درخت (کیکر) کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اس وقت کے بعد جوشا ہزار دے اس سلطنت کے تخت کی خواہش رکھتے تھے۔ اپنے بڑے رشتہ داروں کے خلاف جادو اور اور برے اعمال سے کام لینے لگ گئے۔

کس شخص کے اندر یہ معلوم کر کے ایک قسم کا جوش پیدا نہیں ہوتا کہ

کی طاقت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ اصل کتاب کی کیفیت سے مختلف ہے تاہم اس بات میں شک نہیں کہ موتوپی اور نکت پیڈ یہ دونوں نام ایک ہی راجہ کے ہیں۔

چونکہ کشمیر کی سفارت کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہو سکتی اس لئے ہم ان واقعات کا مقابلہ کلہن کی تقسیم سنہین کے مطابق لانا دتہ کے عہد سے (سنہ ۱۳۵۷ء) نہیں کر سکتے۔ رے ناڈ صاحب اپنی کتاب میماٹر کے صفحہ ۱۸۹ پر سچا طور پر اس بات کا شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ لانا دتہ سے جو نظم فتوحات منسوب کی جاتی ہیں وہ اس لحاظ سے چند ممکن نہیں کہ ہندوستان کے شمال مغربی حصہ میں اُن دنوں عربوں نے حملے کر کے معاملات کی پولیٹیکل صورت کو بالکل بدل دیا تھا۔

اس مشہور راجہ چندر پیڈ کا آخری معافی کا فعل یہ تھا کہ بوقت نزع جب یہ جادوگر
برہمن اس کے سامنے حاضر کیا گیا تو گو وہ اس کے اختیار میں تھا مگر اس نے
اس کے قتل کا حکم نہ دیا۔ بلکہ صرف اتنا کہہ کر چپ ہو رہا اس غیب کا اس میں
کیا قصور ہے جبکہ اسے ایک اور شخص نے اُکسایا ہے۔ یقیناً خالق نے اس
راجہ کو کرت یگ کے راجاؤں کی فہرست میں درج کرنا بھول کر اُسے کلجنگ کے
راجاؤں کی فہرست میں ایک ساک^{۳۲۸} پد کا نشان دیکر داخل کر دیا تھا۔
یہ راجہ آٹھ سال آٹھ مہینے حکومت کر کے بہشت میں داخل ہو گیا اور نیکیوں
کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے اپنی یاد چھوڑ گیا۔

راجہ تارا پیڈ

اس کے بعد ظالم تارا پیڈ جس نے بھائی کے خون کے ساتھ اپنی شان و
شکوہ کے فدیے پیدا کئے ہوئے خوف کو ملا دیا تھا اس زمین کا حکمران بنا۔
شاہی طاقت حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنے مخالفوں کی شہرت کو جو

البرونی اپنی کتاب انڈیا کے باب ۲ صفحہ ۱۷۶ پر شائد مکتا پیڈ کی نسبت ہی یہ ذکر کرتا
ہے کہ کشمیر کے راجہ مٹی کے ترکوں پر فتح یاب ہونے کی خوشی اہل کشمیر چتر کی دوسری
تاریخ کو ایک تیوہار کی صورت میں منایا کرتے تھے۔ یہ مورخ لکھتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ
راجہ ساری دنیا پر حکمران تھا لیکن یہی بات اکثر راجاؤں کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ مگر
بے احتیاطی سے اس راجہ کے ساتھ جو زائد منسوب کیا گیا ہے۔ وہ ہم سے بہت پہلے کا
نہیں اس لئے ان کی غلطی صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔ پروفیسر بولہر کا خیال ہے کہ
مٹی سے مراد یہاں مکتا پیڈ سے لی گئی ہے۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے کتاب "نوٹس اون اوکنگ" کے صفحہ ۵ پر یہ بات

بھرے ہوئے پیالوں سے مشابہ تھی بالکل دور کر دیا اور بے سر کی لاشوں کو بچوایا اس برے کام کرنے والے راجہ کی شان نے ہر جگہ سمٹان کی روشنی کی طرح بد امنی پھیلادی اور یہ سوچ کر کہ برہمن اپنے سحر کے زور سے دیوتاؤں کی طاقت سے کام لیتے ہیں اس نے دیوتاؤں سے متنفر ہو کر برہمنوں کو سزائیں دینی شروع کیں۔ وہ اس زمین پر صرف چھ دن کم چار سال ایک ماہ حکمران رہا جس عرصہ میں اس کے سابقہ جنموں کی خوبیوں سے اس کی دغا بازی کے وہ کام جو اس نے اپنے بڑے بھائی کے خلاف کئے تھے بڑھ گئے۔

برہمنوں نے خفیہ جادو کے زور سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور اُسے بھی اپنے بھائی کی سی موت نصیب ہوئی۔ گو وہ اس کے پیچھے بہشت کو نہیں گیا۔ جو شخص دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے لئے سازش کرتا ہے وہ یقیناً خود بھی اُسی سازش سے مرتا ہے۔ وہ دھواں جو آگ آنکھوں کو اندھا کرنے کے لئے پیدا کرتی ہے بادل بن کر اپنے پانی کے ذریعے پھر اُسی آگ کو بوجھا دیتا ہے۔

جتلادی ہے۔ کہ اُس چینی سیاح نے بھی مکتا پید کا غائب کسی قدر حوالہ دیا ہے۔

۱۳۳۱ء پتروں کو پانی دینے کی رسم کے لئے اصل کتاب میں نیوآپ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں یہ دستور ہے کہ پانی میں وہ سفوف ڈال کر جس سے پیشانی پر تھک لگاتے ہیں پتروں کو ہاتھ جوڑ کر پانی دیا جاتا ہے۔

۱۳۳۱ء گادھی پور قصبہ کنیا کبیا یا موجودہ شہر قنوج کا نام ہے جس کی بابت روایت ہے کہ راجہ گادھی نے اس کو آباد کیا تھا۔

۱۳۳۲ء کنیا کبج کے راجہ یشو ورن کے متعلق کوئی خاص تاریخی حالات معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک نامعلوم گور راجہ پر اس کے فتیاب ہونے کے واقعو

راجہ للٹاوتیہ (مکتا پیڈ)

اس کے بعد مشہور و معروف راجہ للٹاوتیہ جو قسمت کے فہم و خیال سے بھی بالا تھا سارے عالم کا بادشاہ بنا۔ کیونکہ قسمت تو محض محدود علاقوں کے حکمرانوں کو پیدا کرتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ راجہ اپنی شان و شوکت کی کرنوں کی چمک کے ذریعے جمود و دیپ کے ہاتھی کو خوشبو یات سے آراستہ کر رہا ہے۔ یہ راجہ جس کی فتوحات دور دور تک پھیل گئی تھیں اپنے جوش کو صرف اسی وقت مدہم کرتا تھا جب مخالف راجہ اُس کے فاشخانہ حملے کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یورش کے وقت اُس کے نقاروں کی آواز سے خوف زدہ باشندے اپنے مکانات کو چھوڑ کر اس طرح بھاگ جاتے تھے جس طرح عورتوں کے رحم سے اُن کا حل گر جاتا ہے۔

واک پتی نے گوڑ واہو کے نام سے ایک تاریخی نظم کی صورت میں لکھا ہے۔ اس نظم سے جو مختصر سی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے اس کے لئے دیکھو ہندو انگ پنڈت کا دیباچہ جو اس نے اپنی کتاب کے شروع میں دیا ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ وسط ہند کے جس راجہ کے متعلق راجہ موتوپی یعنی مکتا پیڈ نے لکھا تھا کہ میں اس سے اتحاد پیدا کر لیا ہے (دیکھو نوٹ ۲۲۹ کتاب ہذا) وہ ییشوورن ہی تھا۔ اس صورت میں ییشوورن کے ساتھ مکتا پیڈ کے جنگ اور اول الذکر کے شکست یاب ہونے کی تاریخ مکتا پیڈ کے دربارہ چین میں اپنا سفر بھیجنے کے زمانہ کے بعد واقعہ ہوتی ہے۔ غالباً یہ تاریخ ۱۳۷ء کے بعد ہوگی۔ پوٹھیر نے بیان کیا ہے کہ

دشمنوں کی بیویوں سے جن کے چہروں سے بندیاں دور ہو جاتی تھیں اور جنکے
 آنسو بہتے تھے وہ گویا ہاتھ جڑوا کر پتروں کو پانی دگواتا تھا۔ یہ راجہ جو فتوحات
 کا خواہش مند تھا اپنا وقت زیادہ تر دشمنوں پر حملہ کرنے میں ہی گزارتا تھا۔
 اور ہر وقت سورج کی طرح زمین کے گرد گھومتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی چمکدار
 شان و شوکت کی موجودگی میں مشرقی اقطاع سے خراج حاصل کر کے گنگا اور
 جمنہ کے درمیانی ملک پر جا چڑھائی کی جہاں اس نے اپنی پگڑی کی بجائے
 شہرت کی دستار پہنی ہوئی تھی۔

للتاوتیہ کی لڑائی یثیور من کے ساتھ { گادھی پور کے مقام پر جہاں
 ہوا کے دیوتانے لڑکیوں

کو کبڑی بنا دیا تھا اس قابل تعریف راجہ نے جنگ جو مخالفوں کو مارے خوف
 کے کبڑا کر دیا۔ اور ایک لمحہ میں پہاڑ جیسے یثیور من کی فوجوں (دورہنی) کو
 شکست دیکر اُس تیز سورج کی مشابہت حاصل کی جو پہاڑی ندی (ادری و دہنی)
 کو خشک کر دیتا ہے۔ کیا کچا کے عاقبت اندیش راجہ نے اپنی دانائی کا ثبوت

یثیور من وسط ہند کا راجہ ایچا فان موہی تھا جس نے سلطنت میں اپنے وزیر سینگ پوتا
 کو چینی دربار میں بھیجا تھا۔ بقول پروفیسر ایم مولر (کتاب انڈیا صفحہ ۳۳۴) یثیور من
 اور اس کا درباری شاعر و راک پتی راج جین پتا کچھ پتاولی میں منٹ (۳۳۴) کے
 قریب زندہ بیان کئے گئے ہیں۔

یثیور من کے ایک سکے کے متعلق جو انکیالہ سٹوپا میں عربی ساسانی سکوں کے
 ساتھ پایا گیا تھا اور جس کے متعلق خیال ہے کہ وہ قنوج کے راجہ یثیور من کے تھیں
 مضروب ہوا تھا۔ دیکھو آر کی اولاجیکل سروے رپورٹ باب ۲ صفحہ ۱۵۹۔

۳۳۳ اٹھارہ ابتدائی عہرے ذکر مستحان اوہ ہیں جن کا ذکر ترنگ اول کے

دیا کہ پہلے تو لتا دتیا کی تیز چمک پر پیچھے پھیر لی اور اس کے بعد اس کی اطاعت اختیار کر لی جس طرح صندل کے درخت کی ہوا میں موسم بہار سے بھی زیادہ تیز خوشبو ہوتی ہے اسی طرح لتا دتیا کے ہمراہی بلحاظ اپنے غور کے اس پر بھی سبقت لے گئے تھے۔ چنانچہ اس کے وزیر خارجہ مترشمر نے صلح کے متعلق تمام کارروائی کے خاتمہ پر اُس مدبرانہ نشا ئستگی کو بھی گوارا نہ کیا جویشو ورن من کے صلح نامہ میں مد نظر رکھی گئی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ عہد نامہ پریشو ورن من کا نام چونکہ لتا دتیا سے پہلے آیا ہے اس لئے اس میں میرے آقا کی سبکی ہوتی ہے۔ وزیر کے اس اصرار کو راجہ نے مناسب خیال کیا گو اُس کے جرنیل جو جنگ کی طوالت سے بے اطمینان ہو چکے تھے اسپرنا خوش تھے۔ چنانچہ خوش ہو کر اس نے مترشمر کو وہ پانچ عہدے دیدیئے جن کے ساتھ لفظ اعظم آتا ہے۔ (پانچ مہاشہید) بخلاف اس کے اس نے ییشو ورن کی بالکل بیخ کنی کر دی۔ اُس وقت سے لیکر ان اٹھارہ عہدوں کے علاوہ جو پہلے سے چلے آتے تھے وہ پانچ نئے عہدے جو اس نے قائم کئے جاری ہیں۔

شلوک ۱۲۰ میں آتا ہے۔ ان نئے پانچ عہدوں میں سے جو دراصل محض درباری خطابات ہیں صرف ایک کا ذکر دوبارہ ترنگ ۴ کے شلوک ۴۸۵ میں آتا ہے اور مجموعی طور پر ترنگ ۴ کے شلوک ۶۸۰ میں۔ نیز دیکھو جولی صاحب کی کتاب "ویبرفیسٹ گیٹ" صفحہ ۸۵۔

یہ عبارت اس لحاظ سے خاص دلچسپی رکھتی ہے کہ اس کے رو سے لفظ بیخ مہاشد کی کم از کم حدود کشمیر کے اندر اہمیت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اس کا ذکر اکثر قدیم کیتوں اور ہندوستان کے دیگر حصص کے عطایا میں پایا جاتا ہے اس اصلاح کی یہ توضیح کہ یہ پانچ ایسے خطابات ہیں جو لفظ مہا سے شروع ہوتے ہیں پروفیسر ان بولہر اور کیل ہارن اور مسٹر فلیٹ وغیرہ نے کی ہے دیکھو انڈین اینٹی کوئی فصل ۴ صفحہ ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۲۰۴-۲۰۵ فصل ۱۲ صفحہ ۱۱۳

اور ان پانچوں عہدوں کے نام حسب ذیل تھے۔ مہاپرتی مہاپریٹا (اعلیٰ چیمبر لین) مہاسندھی وگرہ (خاص وزیر خارجہ) مہاشب شالہ (اعلیٰ افسر اسپان) مہابھڈاگر (اعلیٰ افسر خزانہ) اور مہاسادہن بھاگ (اعلیٰ انتظامی افسر) اس کے بعد خاندان شاہی کے اور دوسرے شاہزادے اکثر ان عہدوں پر مامور ہوتے رہے ہیں۔ اس راجہ کے اقبال کی بابت اس سے زیادہ اور کیا بیان کیا جاسکتا ہے کہ یشوور من جس کے دربار میں واک پتی راج (۲۳۵) بھوبھوتی اور اور شعرا رہ چکے تھے شکست کھا کر اب خود للتا دتیہ کی خوبیوں کا مدح سرا بن گیا۔ کنیا کبجا کا ملک جننا کے کنارے سے کالنگا کے کنارے تک ویسے ہی اُس کے قبضے میں تھا جیسے اُس کے محل کا صحن۔

التا دتیہ کی فتوحات { یشوور من پر فتحیاب ہو کر اس کی فوج اس طرح جیسے گنگا کوہ ہمالیہ کو توڑ کر نکلتی ہے آسانی کے ساتھ مشرقی سمندر کی طرف بڑھی۔ اس کے ہاتھیوں کو وہاں جا کر اپنا پیدائشی مقام نظر آنے لگا اور اُن کے مضطرب فیلبان بہت کچھ گالی گلوچ کے بعد

اس کی ایک توضیح سر ڈبلیو ایلین نے کتاب انڈین اینٹی کوٹی کی فصل ۵ صفحہ ۲۵۱ پر یہ کی ہے کہ اس کی روسے اہلکاروں کو اغزنہ کے طور پر خاص خاص باجوں کے استعمال کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ پانچ کے عدد کی نسبت خیال ہے کہ اُس سے مراد ان باجوں کو دن میں پانچ مرتبہ بجانے یا پانچ مختلف قسم کے باجے استعمال کرنے سے ہے۔ لیکن اس بارے میں جو شہادت پیش کی گئی ہے یعنی انڈین اینٹی کوٹی فصل ۱۲ صفحہ ۹۵ اور فصل ۱۴ صفحہ ۲۰۲ اس سے ان معنوں کی پورے طور سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

آخری خطاب مہاسدن بھاگ کے معنی مشتبہ ہیں۔ اس کا ترجمہ "خاص انتظامی افسر" ولسن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے۔ لاسن صاحب اپنی کتاب "انڈش

بمشکل انہیں کالنگ ملک میں جانے سے روکتے تھے۔ ملک گوڑ سے بہت سے ^{۵۲۳۸} ہاتھی ان کے ساتھ آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس ہاتھی کے دوست ہیں جس پر لکشمی کا ہودہ تھا اور چوراجہ کے جلو میں تھی۔ جب اس کی بڑھتی ہوئی فوجیں مشرقی سمندر تک پہنچیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے بیٹھار جنگی ہاتھیوں نے اپنے سوڈوں کو لہروں میں ڈال کر سمندر کو بالوں سے پکڑ لیا ہے سمندر کے کنارے کنارے جہاں گنے جنگل تھے وہ یم کے ملک (جنوب) کی طرف گئے۔ اور اُس کے دشمن اس تلوار کے ذریعے یم کے ملک (پاتال) کو چلے گئے۔ کرناٹ کے لوگ جو اپنے بالوں کو او سچا کر کے آراستہ کرتے ہیں اُسکے سامنے جھگ گئے۔ اور سنہری کیتکی پتوں کے سروں کے زیور اتار کر انہوں نے اس کی شان و شوکت کو اپنے سر کا کٹ بنایا۔ اُس زمانہ میں دکن (دکھنات) پر ایک مشہور اور ہوشیار کرناٹ قوم کی شاہزادی رانا ^{۵۲۳۹} نامی حکمران تھی۔ اس رانی نے جو درگاہ کی طرح غیر محدود اختیارات رکھتی تھی بندھیا چل پر بت پر کافی اور کھلی سرطکیں بنوائیں اس رانی کی بھی اس وقت تسکین ہو گئی جب اس نے ^{۵۲۴۰} آئرلینڈ کے "میں اس کا ترجمہ ڈاکٹر آف پبلک دیکس" کرتے ہیں اور جوبی صاحب کے نزدیک اس کے معنی "وزیر پولیس" کے ہیں۔

^{۵۲۴۱} سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ شاہی کالقب اس خاندان کے لئے مستعمل ہوتا تھا جو سلاطین غزنوی سے پہلے کابل اور گاندھار (قندھار) پر حکمران تھا۔ اور جس کا ذکر البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۳۰ پر کابل کے ہندو شاہیوں کے طور پر کیا ہے کتاب ہذا کے ضمیمہ کے نوٹ علا اور ترنگ پانچ کے شلوک ۱۵۲-۱۵۵ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لکھیا جس کا ذکر کلہن شاگرد میں کے نمبر میں اود بھانڈ کے زبردست شاہی حکمران کی حیثیت میں کرتا ہے وہ غالباً وہی راجہ ہے جو البرونی کی کتاب میں کلر کے نام سے ہندو شاہیوں میں

جھک کر اپنی شبابہت کو للتا دیتیہ کے کنول جیسے پاؤں کے ناخنوں کے گول
 شیشے میں منعکس دیکھا۔ درختوں کے نیچے بیٹھ کر ناریل کا پانی پینے اور کاویری
 کے کناروں پر سرد ہوا لگنے سے جنگ جو سپاہیوں کو اپنی تکان بھول گئی۔ وہ
 سانپ جو کوہ ملا یا (چند نادری) کے صندل کے درختوں سے جھڑتے تھے۔ اور
 جنہیں یہ پہاڑ حملہ کے خوف سے کانپتا ہوا گرارہا تھا بے شمار خمدار تلواروں سے
 مشابہ تھے۔ اپنے پاؤں جزیروں پر اس طرح رکھ کر گویا وہ عبور کرنے کے پتھر ہوں
 اس نے سمندر کو اس طرح جلدی اور آسانی کے ساتھ عبور کر لیا جیسے کہ وہ ایک
 چھوٹی سی ندی تھا۔ جب سمندر کی لہریں اس کی فتح کی خوشی میں تالیاں بجا رہی
 تھیں یہ پہلا قاتح راجہ مغربی علاقوں کو روانہ ہوا اور جب سات کو ٹکن میں پہنچا
 تو وہاں کے سپاہی کے سیاہ درختوں میں اس کی شاندار عظمت اس طرح معلوم
 ہوتی تھی جیسے سات گھوڑوں کے ساتھ سورج کی مغربی سمندر کی لہروں میں ^{۵۲۳۲} دوار کا
 شہر نظر آیا تو اس کے سپاہیوں کو اس کے اندر داخل ہونے کی خواہش پیدا
 ہوئی۔ چونکہ کرہ ہوائی میں وہ خاک بھری ہوئی تھی جو اس کی فوجوں کے چلنے کے

اول راجہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن شاہیوں کا ذکر اس جگہ آیا ہے وہ
 اس خاندان کے متعلق نہ ہونگے۔ لیکن جس مضمون کا ادھر حوالہ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا
 ہے شاہی لقب "شاہی" کا رواج اندوستانیہیں زمانہ سے لیکر پوٹچی۔ چھوٹے پوٹچی۔ سفید پتھر
 اور ترکوں کے ان خاندانوں میں سے ہوتا ہوا جو یکے بعد دیگرے ولادٹی کابل اور قندھار پر حکمران
 رہے ہیں چلا آیا ہے۔ اس صورت میں یہ خیال بیجا معلوم نہیں ہوتا کہ جس شاہی کا ذکر
 اوپر کے مضمون میں آیا ہے وہ اس خاندان کے متعلق استعمال ہو رہے جو ہندو شاہیوں
 سے پہلے حکمران تھا۔ البرونی اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۱۰ پر ان حکمرانوں کی نسبت
 لکھتا ہے کہ وہ تبتی نسل کے ترک تھے اور اس کی پوری تصدیق اوکنگ کے بیان سے

باعث معدنیات سے پیدا ہوئی تھی اس لئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بندھیا چل
پر بہت غصہ میں سرج ہو کر نمودار ہوا ہے۔ اس کے ہاتھی جب قطاریں باندھ کر
اونتی میں داخل ہوئے تو ان کے دانتوں کو صرف اسی چند زمان کی کرنیں جو شوچی
(مہاکال) کے مستک پر چمکتا ہے پہاڑ سکتی تھیں (یعنی کوئی دنیاوی طاقت
انہیں مغلوب نہ کر سکتی تھی)۔ جب اس نے دیکھا کہ تمام اطراف میں اکثر راجے
شکست یاب ہو چکے ہیں تو وہ بکھڑے راستوں پر سے ہوتا ہوا وسیع شمالی
علاقے اتر اپت میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے یکے بعد دیگرے بڑے بڑے راجاؤں
سے جنگ کیا۔ جس طرح اندر نے اس وقت بڑے بڑے پہاڑوں کے ساتھ
جنگ کیا گیا تھا جب وہ ان کے پر کاٹنے کے لئے تیار ہوا
تھا۔

کام بوج کے اصل گھوٹل خالی ہو گئے اور تاریکی میں وہ ایسے معلوم ہوتے تھے
گویا ان کے اندر سیاہ پھینے بندھے ہوئے ہوں۔ اس کی آمد پر تو خارا اپنے گھوڑے
چھوڑ کر پہاڑوں کو بھاگ گئے لیکن جب انہوں نے پہاڑوں میں گھوڑے کے

ہوتی ہے جس نے ۵۳ء اور ۶۷ء کے درمیان گاندھار کی سیاحت کی تو دیکھا کہ اس ملک
پر ایک یقینی طور پر ترک خاندان حکمران ہے تنگ خاندان کی ان روایات میں جن کا حوالہ پہلے
دیا جا چکا ہے ان ترک حکمرانوں کے نام اور سنین حکومت موجود ہیں جو آٹھویں صدی کے ابتدائی
نصف حصہ میں کہیں گاندھار پر حکومت کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکتا پیڈ (دلتا و تہ) کا
عہد حکومت بھی اسی زمانہ میں تھا۔ دیکھو نوٹ ۲۶۹ کتاب ہذا۔ انہیں حکمرانوں میں شاہی خاندان
کا ایک راجہ ہو گا ہے جس کی نسبت کلہن کا دعویٰ ہے کہ وہ راجہ کشمیر کا باجدار تھا۔

۲۳۵ء وک۔ پتی راج زیادہ تر پر اگرت کاویہ گوڑا و اہو کے مصنف کی حیثیت میں
مشہور ہے۔ جس میں ایک گوڑا راجہ پریشوور من کی فتح یابی کا تذکرہ ہے دیکھو نوٹ کتاب

منہ والے کنز دیکھے تو انہیں گھوڑوں کی چاہ باقی نہ رہی۔ اس نے ممونی کو تین بار شکست دینے کے بعد مغلوب کر لیا۔ نئے الحقیقت بہادر لوگ کسی دشمن پر ایک فتح حاصل کرنا ویسا ہی اتفاقیہ خیال کرتے ہیں جیسے ٹکڑی میں گہن کے سوراخ کرنے سے اتفاقیہ طور پر کسی حرف کی شکل بن جاتی ہے۔ جس طرح بندوں کے چہرے بھر جو قدرتی طور پر سرخی مائل بھورے ہوتے ہیں غصے کی علامات نظر نہیں آتیں ویسے ہی بھولوں کے چہروں پر جو قدرتی طور پر سفید تھے فکر کی علامات نمایاں نہ ہوتی تھیں (لیکن درحقیقت وہ خوف سے کانپ اٹھتے تھے) جس طرح صبح کا طلوع ہونے والا آفتاب پہاڑی کھنڈوں کی بوٹیوں کی روشنی کو گوارا نہیں کر سکتا ویسے ہی اس راجہ نے در و قوم کے لوگوں کی متواتر شراب پینے کی عادت کو گوارا نہ کیا۔ شمالی علاقوں کی ہوا جو مشکلی ہرن سے چھو کر آتی تھی اور زعفرانی پھولوں کی پتیوں کو ہلاتی تھی۔ عورتوں کی طرح اس کی قوجوں کے ہمراہ رہا کرتی تھی۔

چونکہ پزلگ یوتش کا شہر بالکل ویران پڑا تھا (کیونکہ یہاں کے باشندے بھوکھوتی ایک مشہور ناٹک کار (ڈراما نویس) ہو گئے) جس کے مشہور ناٹک "مالتی مات" اور "ام چرت" اور "مہا پرچرت" ہیں دیکھو پرفیسر بھنڈارکر کا دینا چہ کتاب "مالتی مادھو" (مبئی سیریز) صفحہ ۵۔

۲۳۶ء کا لکا سے مراد شاید موجودہ کالی ندی سے ہے جو دریائے گنگا کی دائیں جانب متوازی بہتی ہوئی قنوج سے تھوڑے فاصلے پر اس میں جا ملتی ہے۔ اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہیون سانگ نے کیا کج کی سلطنت کے متعلق جو حدود قائم کی ہیں ان سے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ گنگا سے پرے کا علاقہ بھی اس میں شامل تھا لیکن یہ چینی سیاح جہاں اس وقت آیا تھا جب ہرش وردھن اعظم یہاں کا حکمران تھا اس کے علاوہ کچھ

مارے دہشت کے اسے خالی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس لئے اُسے جنگل میں
 جلتے ہوئے آکر کا خوشبو دار دھواں اٹھتا ہوا نظر آیا۔ ریگستان کے سمندر
 (والو کام بدھی) میں جہاں سراب کے باعث ندی کا دھوکا ہوتا تھا اُس کے
 بڑے بڑے ہاتھی مگر مچھوں کے گردہ کی طرح نظر آنے لگے۔ استری راج کی عورتوں
 نے اُس کے جنگ جو بہادروں کے دلوں کو اپنے ہاتھیوں کی پیشانیاں دکھا کر
 نہیں بلکہ اپنی ابھری ہوئی چھاتیاں دکھا کر نرم کر لیا۔ استری راج کی رانی جب
 اس کے روبرو جوش سے کانپتی اور ایسی ہی دیگر حرکات کرتی نظر آئی تو کوئی اس
 بات کا فیصلہ نہ کر سکتا تھا کہ آیا اس کا باعث خوف ہے یا جذبہ عشق۔ جس طرح
 سانپ گڑ سے ڈر کر اپنے بلوں میں چھپ جاتے ہیں ایسے ہی اس راجہ نے
 خوف زدہ ہو کر اتر کر وہ لوگ ان درختوں میں چھپ گئے جن میں وہ پیدا ہو
 تھے۔ اس کے بعد وہ راجہ اپنی فتوحات کے ذریعے حاصل کردہ خزانے کو اس
 طرح ساتھ لیکر اپنے ملک کو واپس آیا جیسے شیر بیر مارے ہوئے ہاتھیوں کے
 دانتوں سے پیچے پھر کر پہاڑ کو واپس جاتا ہے۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو

جہاں مجید ممالک کی روایتی مہموں کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق پورے جغرافیائی حالات حاصل
 ہونے مشکل ہیں دیکھو گنگھیم صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۳۷۶

ہندوستان کے گرد لٹا دتہ کے عجیب و غریب فتح کے کوچ کی منازل مابعد پورے
 طور سے ولسن صاحب نے اپنی ہسٹری کے صفحہ ۷۴ پر بڑی احتیاط اور فضیلت کے ساتھ
 بحث کی ہے۔

۳۳۷ء کالنگ سے مراد وہ ملک ہے جو اڑیس کے جنوب مغربی ساحل بحر ہند واقع ہے۔
 اور جس میں موجودہ احاطہ مدراس کے اضلاع گنجام اور وزا گاپٹن شامل ہیں۔ دیکھو گنگھیم صاحب
 کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۵۱۵۔

۲۵۰ء جالندھر۔ لوہرو وغیرہ علاقوں کی حکومت دیکر راجہ بنا دیا۔ اس زبردست راجہ نے
 مشقوع حکمرانوں سے شکست کا اظہار کروانے کے لئے انہیں مختلف ^{۲۵۱} علامات
 اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ جو ان علاقوں کے لوگوں میں آج تک پائی جاتی ہیں۔
 واقعی اُسی کے حکم سے اپنی تابعداری کے اظہار کے لئے ترشک (ترک) قوم
 کے لوگ اپنے بازوؤں کو پیچھے کے پیچھے رکھ کر چلتے اور اپنے نصف سر منڈواتے
 ہیں۔ اس راجہ نے اہل دکن کو دھوٹی کی ایک ایسی بندش پر مجبور کیا جس میں
 اس کا ایک حصہ دم کی مانند زمین کو صاف کرتا آتا تھا۔ اور اس سے مراد یہ لی
 کہ وہ جانور ہیں۔ کوئی شہر۔ گاؤں۔ دریا۔ سمندر یا جزیرہ ایسا نہیں جہاں اس نے
 ایک آدھ عبادت گاہ قائم نہ کی ہو۔ اس مغرور حکمران نے اپنی قائم کردہ بنیادوں
 کے لیے ایسے نام رکھے جو بعض صورتوں میں اُس کے افعال کے لحاظ سے
 مناسب تھے اور بعض صورتوں میں اُن خاص موقعوں کے حسب حال تھے جب
 اس نے دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تو اس نے سونشچت پور نامی ایک شہر ^{۲۵۲}
 تعمیر کروایا اور اس کے بعد اپنے فخر کے اظہار کے لئے اس نے ورپت پور بنوایا

۲۵۳ء گور موجودہ بنگال کا پورانا نام ہے۔

۲۵۴ء رتا سے مراد بظاہر مہاراشٹر کے خاندان رت یا راشٹر کوٹ سے لی گئی ہے
 جس نے آٹھویں صدی کے وسط میں کرناٹ یا علاقہ کانٹری کو مطیع کر لیا تھا اس بات کے
 ثبوت کے لئے کہ رت اور راشٹر کوٹ مترادف الفاظ ہیں دیکھو اٹھین اینٹی کوٹی
 فصل ۱۲ صفحہ ۲۱۶-۲۱۸۔ اور ان خاندان کی تاریخ کے لئے دیکھو بھٹنڈار کر صاحب کی تاریخ
 دکن صفحہ ۶۲۔

۲۵۵ء یہاں پردرگا سے مراد درگا بندھیا واسنی سے لی گئی ہے۔

کلمن لٹاوتیہ کو کرناٹک سے دریائے گادییری اور اس کے بعد مالابار کی پہاڑیوں کی

جس میں کیشو یعنی وشنو کا ایک مندر تھا۔ ایک موقع پر جب راجہ کو کسی شخص نے پھل پیش کیا تو اس نے اس جگہ پر پھل پور نام کا شہر آباد کر دیا۔ اسی طرح پتہ لیتے وقت پر نو تس کے نام کا اور کھیلے وقت کر پڑا رام کا دیار تعمیر کر دیا۔ استری لاج میں اس نے نرہری وشنو کی ایک معلق مورتی استھاپن کر دئی جس کے اوپر ایک مقناطیس قائم کیا جو اُسے اوپر کی طرف کھینچے رکھتا تھا اور دوسرا جو نیچے قائم کر دیا وہ نیچے کی طرف۔

جب یہ دنیا کا محافظ کسی اور ملک میں گیا ہوا تھا اُس کے میر عمارت نے اُس کے نام پر اللت پور نامی شہر بنایا مگر راجہ اسپر نہایت خشمگین ہوا۔ غور میں آکر اس نے کنیا کج کا شہر معہ اُس کے متعلقہ دیہات کے آدیتھ مندر سے جسے اس نے اللت پور کے شہر میں بنوایا تھا متعلق کر دیا ہنشک پور کے مقام پر اس نیک طینت راجہ نے وشنو کا ایک عالیشان مندر مکت سوامن کے نام سے اور ایک بہت بڑا ومار اور ایک ستوپا (بدھ مندر) بنوایا۔ جب وہ دنیا کو فتح کرنے چلا تھا تو اُس نے اپنے ہمراہ ایک گروڑ کی رقم بے لی تھی لیکن واپسی پر طرف جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندھیا سے مراد یہاں پر وسط ہند کے اسی نام کے سلسلہ کوہ سے نہیں جیسا کہ ولس صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں شاید مشرقی گھاٹ سے مراد لی گئی ہے۔ اصلی بندھیا چل پریت کا ذکر مناسب موقع پر شاووک ۱۶۱ میں آتا ہے۔

۲۳۱ ولس صاحب کا بیان ہے کہ سات کوٹنن ساحل مالابار کے مفصلہ ذیل علاقوں پر مشتمل ہیں۔ کیل۔ تلنگ۔ گودرا سٹر (گوا) کوٹنن خاص۔ کراتہ۔ ورتا اور بربر۔ سٹر فلیٹ نے انڈین اینٹی کوٹی کی فصل ۹ صفحہ ۱۳۰۔ اور فصل ۲۲ صفحہ ۸۲ پر جو حوالہ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات کوٹنن کا لفظ آج تک روایتی طور پر لوگوں کو معلوم ہے۔

اس نے بھوتیش یعنی شوجی کے مندر میں گیارہ کدو کی رقم بطور کفارے کے داخل کی۔ اس جگہ پر اُس نے جیٹ ^{۲۵۴} رور کا ایک بلند مندر بنوایا اور بہت سی زمین اور گاؤں اس کے ساتھ وقت کر دیئے۔ چکر دھر کے مقام پر اس نے اس بات کا انتظام کیا کہ دریائے وٹشٹا کے پانی کو نکال کر مختلف جھلاروں کے ذریعے متفرق گاؤں میں تقسیم کیا جائے۔ اس فیاض راجہ نے ماتند ^{۲۵۹} کا عجیب و غریب مندر جس کی بھاری بھاری سنگین دیواریں اور ایک بہت وسیع احاطہ تھا اور شہر میں جا بجا انگوروں کی سلیں لگی ہوئی تھیں تعمیر کرایا۔ لوکا پنیہ ^{۲۶۰} کے مقام پر ایک شہر تعمیر کروا کر جس میں ضروری سامان موجود تھا اس فاتح راجہ نے مع دیگر چند گاؤں کے وشنو کی بھینٹ کر دیا۔

شہر پر پاس پور کی تعمیر { اس کے بعد اس دنیا کے اندر نے سمات
تمسخر (پری پاس) پر پاس ^{۲۶۱} پور کا شہر بنوایا جو اندر پوری کی ہنسی اڑاتا تھا۔ اس جگہ پر اس نے وشنو کی پر پاس کیشو نامی شاندار چاندی کی مورتی استھاپن کی جو وشنو دیوتا کی اُس حالت کی مانند چمکتی تھی جب سمندر میں سوتے وقت اس پر موتیوں کی تیز روشنی پڑتی ہو۔

۲۶۲ء دھاراکارشن جی کے شہر کا نام ہے جو جزیرہ ناگجوات کے شمال مغربی سرے پر

واقع ہے۔

۲۶۳ء شوجی کی پوجا مہاکال کی صورت میں اوجین کے مشہور مندر میں جو اوتی واقعہ ماتہ کا دار السلطنت تھا ہوتی تھی۔ دیکھو ولسن صاحب کی کتاب "سیکٹڈ درکس" فصل ۲ صفحہ ۱۲۲ دے ٹاڈ صاحب کا میٹائر صفحہ ۲۹۱۔ البرونی کی کتاب انڈیا فصل ۲ صفحہ ۲۰۲۔ اس شلوک میں اس اعتقاد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ چند رماں کی کرنوں سے ہاتھیوں کے دانت پھٹ

وشنو کی مشہور سونے کی بنی ہوئی مکت کیشو نامی مورتی اس طرح چمکتی تھی گویا اس نے
 اپنی چمک کنول پھول کی ان بہت سی پتیوں سے حاصل کی ہے جو وشنو کی ناف
 سے پیدا ہوا تھا۔ مہا وراہ نامی وشنو کی وہ مورتی جو سنہری زرہ میں ملبوس
 تھی اس طرح چمکتی تھی جیسے سورج جبکہ وہ نچلی دنیا کی تاریکی پر غالب آنے
 کے لئے چمکدار روشنی اختیار کر لیتا ہے۔ اُس کے پاس گور دھن دھرتی ^{۲۶۶} دیوتا
 کی چاندی کی مورتی تھی جو اس قدر سفید تھی گویا اس کی رنگت اُن دودھ کی
 نیروں سے بنی ہے جو اس کی (کرشن جی کی) گایوں کے گلہ سے بہتی تھیں۔ ایک
 ۵۴ فٹ بلند عظیم پتھر کا مینار قائم کر کے اس نے جھنڈے کی چوٹی پر گرگر کی
 تصویر قائم کی جو دیوتوں کے دشمن وشنو کی سواری ہے۔ اس راجہ نے جو تمام
 جذبات سے پاک تھا ایک ہمیشہ مالا مال رہنے والا راج ومار بنوایا جس میں
 ایک بہت بڑا صحن ایک بڑا چیتہ اور بدھ کی ایک عظیم الشان مورتی قائم
 تھی۔ مکت کیشو کی مورتی میں اس نے ۸۴ ہزار تو لک ^{۲۶۷} سونا ڈلوایا۔ اور اتنے
 ہی ہزار پل چاندی جمع کر کے اُس صاف دل راجہ نے پری ماس کیشو کی اور
 اتنے ہی ہزار پرست تانبہ سے بدھ اعظم (یرودھ بدھ) کی مورتی بنوائی جو آسمان
 تک پہنچتی تھی۔ ہر حالت میں اس نے صحن (چتو شالہ) اور مقدس عبادت گاہ
 بنائے ہیں۔

^{۲۶۸} کام بوج کا ملک جس سے مراد افغانستان کے مشرقی حصے سے زرمیہ نظم کی
 کتابوں میں اپنے گھوڑوں کی نسل کے لئے مشہور ہے۔ یا آنکہ کابل گھوڑے اب تک شمال
 ہندوستان کے مختلف حصوں میں مہیا کئے جاتے ہیں۔ کلہن دلیری کے ساتھ اصطبلوں کی
 تاریخ خالی حالت کا مقابلہ سیاہ رنگ کے بھینسوں سے کرتا ہے۔

^{۲۶۹} جس ترتیب سے یہاں تو خارقوم کا ذکر آیا ہے اُس سے یہ امر غالب معلوم

یعنی چیتہ کو اس قدر خرچ سے بنوایا کہ بلحاظ قیمت اس کی پانچوں مورتیاں یکساں تھیں۔ دوسرے کبیر کی طرح اس نے نوکروں کی مانند بڑے بڑے دیوتاؤں کے پہلوؤں میں ایسی مورتیاں جو بعض صورت میں چاندی اور بعض صورت میں سونے کی بنی ہوئی تھیں رکھ دیں۔ کون اس بات کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے کہ کتنا خزانہ۔ کتنے گاؤں اور کتنا عملہ اس نے ان عبادت گاہوں کے لئے وقف کیا تھا۔ اس کی رنو اس کی عورتوں۔ وزیروں اور مصاحبوں نے سینکڑوں کی تعداد میں دیوتاؤں کی مورتیاں جو عجوبہ روزگار تھیں استھاپن کیں۔ اسکی رانی کملاوتی نے جو کملاہٹ کی بنیاد ڈال چکی تھی کملاکیشو کی ایک بہت بڑی چاندی کی مورتی قائم کروائی۔ اس کے وزیر متر شرم نے بھی متر ایشور نامی شولنگ استھاپن کروایا۔ اور لاٹ کے راجہ کے نے وشنو کا مشہور مندر کے سوامن قائم کروایا۔ اسی راجہ نے مشہور و معروف اور عجیب کے دہار بھی تعمیر کرایا۔ جہاں بعد میں بھکشو سرجن میر رہا کرتا تھا۔ اور جسے بدھ متی خیال کیا جاتا تھا۔ تو خارچنگ نے جو چنگن ومار کا بانی تھا ایک سٹوپا راجہ کے من سے بھی زیادہ عالیشان تعمیر کرایا۔ اور بدھ کی سوئی مورتیاں بنوائیں اسکی ہوی ایشان دیوی نے ایک کنواں تعمیر کرایا جسکا پانی ابجیات کی طرح خالص تھا اور جسے پیکر مریضوں کو شفا ہوتی تھی۔ لہذا وہ کی رانی چکر بردکانے چکر پور بنوایا

ہوتا ہے کہ یہ وہی تو خارچنگ جن کا ذکر کلاسیکل مصنفوں نے ”تو چاری“ لفظ سے کیا ہے۔ ہیون سانگ اپنی کتاب ”سی یوکی“ کی فصل ۱ صفحہ ۳۳ پر ”تو ہولو“ یا تو خار قوم کے ملک کا جو ذکر کرتا ہے اس سے یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عظیم یو اسی جی خاندان کی ایک شاخ تھے۔ اور دریائے سیجوں کی بالائی وادی میں پنج بدخشاں وغیرہ کے نام انہیں کے ناموں پر مشہور ہوئے ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جس کا ذکر قدیم مسلمان مورخوں نے تو خار کے نام سے کیا ہے تو خار نام کے ابتدا کے متعلق دیکھو وہ دلائل جو یول صاحب نے

جس میں سات ہزار مکانات تھے۔ بھپت نامی ایک فاضل استاد نے بھیشور کا لنگ بنوایا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے رنجیتش وغیرہ لنگ استھاپن کروائے۔ اس کے وزیر اعظم چنگن نے دوسرے دارالخلافہ سرینگریم بھی ایک دہار تعمیر کروایا جس کے ساتھ ایک چیتہ بھی تھا۔ چنگن وزیر کے داماد ایشان چندر طبیب نے تمشک کی مہربانی سے دولت حاصل کر کے ایک دہار بنوایا غرضیکہ اس نے اس طرح پر زمین کو طلائی بنا دیا (رونق دی) اور اپنی فیاضی بہادری اور اور صفات میں اثر پر بھی سبقت لے گیا۔ اس کے منہ سے لاپرواہی کی حالت میں بھی اگر کوئی حکم نکل جاتا تو دیوتا تک اس کی تعمیل سے انحراف نہ کر سکتے تھے۔

کیت پھل کی کہانی ایک بار کا ذکر ہے کہ جب اس نے معہ اپنی فوج کے بحر شرقی کے ساحل پر خیمے نصب کئے ہوئے

تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اس وقت کیت پھل لائے جائیں۔ راجہ کے ہمراہی یہ حکم پا کر حیرت و پریشانی سے اندھے ہو رہے تھے کہ ایک فوق الفطرت صورت

جنرل اف رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۶ صفحہ ۹۴ میں پیش کی ہیں۔ نیز دیکھو سینٹ مارٹن صاحب کی کتاب میٹائریٹے لے ٹک صفحہ ۳۵۔ لاسن صاحب کی کتاب انڈین الرٹھس کٹ فصل اول صفحہ ۱۰۳۳۔ دشنو پوران مادھیائے ۲ صفحہ ۱۸۶ اور بیل صاحب کا نوٹ متعلقہ شہی پوکی فصل اول صفحہ ۳۴ پر۔ دونوں ناموں کے ظاہری تعلق کے باعث سابق مولفوں اور مترجموں نے اس لفظ کو بخار سمجھ کر اُسے بخار سے ملا دیا ہے۔ گو آخر الذکر کا شکر کے لٹریچر میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اس شلوک میں جن پہاڑوں کا ذکر آیا ہے ان سے تو خاورستان یا دریائے سیحون کے بالائی علاقوں کے پہاڑوں سے مراد ہے۔ اور گھوڑوں سے مراد بھی تو فارسی گھوڑوں سے ہی لی گئی ہے۔

۲۴۱ کا آدمی کپت پھل لیکر حاضر ہوا۔ چوہدری نے راجہ کی آنکھ کا اشارہ پا کر اس کی موجودگی ہی میں وہ پھل لے لئے اور اس شخص سے پوچھا کہ تم کس کے نوکر ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اندر نے مجھے یہ کپت پھل دیکر نہیں راجہ چاہتا ہے یہاں پر بھیجا ہے اور میں نندن باغ کا محافظ ہوں میں اندر کا ایک پیغام بھی خلوت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سنکر چوہدری نے تمام درباریوں کو باہر نکال دیا۔ اس پر وہ فوق الفطرت شخص بولا۔ ”مہاراج! اندر نے آپ کو یہ پیغام بھیجا ہے۔ الفاظ بہرچند کہ مناسب لیکن گستاخانہ ہیں۔ تاہم آپ مہربانی کر کے معاف کر دیں۔ ”مہاراج! اس بات کی وجہ کہ اس چوتھے یگ میں ہم لوگ آپ کے احکام کا ادب سجالاتے ہیں یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی جنم میں آپ ایک دیہاتی زمیندار کے ہاں جو بہت دولت مند تھا اہل چلانے کا کام کیا کرتے تھے ایک روز موسم گرما میں جب شام ہو گئی تو آپ ایک ایسے مقام پر موجود تھے جس میں کہیں پانی نہ تھا اور آپ بیلوں کو ہانکتے ہانکتے تھک گئے تھے اس وقت جبکہ آپ کو بھوک اور پیاس ستا رہی تھی آپ کے آقا کے

۲۴۲ قبل ازیں کتاب ہذا کے نوٹ ۱۷۷ میں ممونی کے نام کی پوری طور پر توضیح ہو چکی ہے ایک ٹیکا کار نے چونکہ اس کا مطلب مومن خاں یا ہے اس لئے اوکناک کے سفر نامہ کے مولفوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ممونی خلیقا کے لقب امیر المومنین کی دوسری صورت ہے لیکن یہ ٹیکا کار بالکل زمانہ حال کا ہے اور بقول سٹائن صاحب اس کی جغرافیائی یا تاریخی واقفیت پر چنداں بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

۲۴۳ بھوٹ اور درد قوم کے متعلق دیکھو کتاب ہذا کا نوٹ ۱۷۷ پہاڑ کی شفا بخش

ہوٹیوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ رات کے وقت چمکتی ہیں۔

بعض درد قوموں کی شراب خواری کے متعلق دیکھو ڈیو صاحب کی کتاب ”جموں“ صفحہ ۳۳۳

گھر سے کوئی شخص پانی کی ٹھلیا اور روٹی لیکر یا مگر جس وقت ہاتھ پاؤں دھو کر آپ
کھانا کھانے بیٹھے کو تھے آپ کو ایک مسافر برہمن نظر آیا جس کا دم بلبوں پر
تھا۔ اس نے آپ سے کہا۔ اُسے آپ نہ کھائیے میں قحط کے مارے بھوکوں
مر رہا ہوں اور اگر مجھے کھانا نہ ملا تو میری جان نکل جائیگی۔ ہر چند کہ آپ کو
آپ کے ہمراہی نے روکا تاہم آپ نے آدھی روٹی اور پانی تسلی دہ الفاظ کے
ساتھ اس برہمن کو دیدیا۔ اس طرح خوش دلی کے ساتھ ایک مستحق شخص کو کھانا
دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکاش میں آپ کے لئے سو غیر محدود خواہشوں کی منظوری
مل گئی۔ اس پانی دینے کے باعث ہی اب آپ اگر صحرائی علاقوں میں بھی پانی
کی خواہش کریں تو وہاں میٹھے پانی کی ندیاں نمودار ہو جائیں۔ اے راجہ!
وہ عطیہ کا درخت ملک پرچہ پر بھی فوقیت رکھتا ہے جسے اگر مناسب زمین
(مستحق شخص) کے اندر پویا جائے اور مہربانی کے الفاظ کی صورت میں اس کے
گرد گڑھا کھودا جائے اور دلی خیرات کے پانی سے اُسے سیراب کیا جائے تو
وہ باوجود چھوٹا ہونے کے بھی جو چیز اس سے مانگی جائے میا کرتا ہے۔ اے لاجپا

۲۲۸ مشکہ ہرن کشمیر کے شمال اور مشرق کی طرف بلند کوہی سطوح مرتفع پر پایا
جاتا ہے اور زعفران کے پھولوں کی کاشت خاص وادی کشمیر میں ہوتی ہے۔

۲۲۹ کلہن للتا دتہ کو بھوت اور درو قوم کے حکاک میں جو کشمیر کے شمال مشرقی سرحد
پر واقع ہیں پہنچا کر اس کی مہم کو محض لادایتی علاقوں میں ختم کر دیتا ہے جن کے متعلق ہندو
میں یہ خیال چلا آتا ہے کہ وہ شمال اور مشرق کی طرف فاصلہ بعید پر واقع ہیں۔ اتر کو قوم
کے ملک کا ذکر اہل ہند کے جغرافیہ متعلقہ علم الاصنام میں ایک قسم کے مانی پر پورین ہشت
کے طور پر آیا ہے دیکھو لاسن صاحب کی کتاب ”زیٹ شر“ فصل ۲ صفحہ ۶۲ نیز ”انڈش
آرٹھس کنٹھ“ فصل اول صفحہ ۸۴۶ ان کے علاوہ وی۔ ڈی سینٹ مارٹن کی کتاب

چونکہ آپ اپنے احکام کو جاوبے جالا پرواہی سے استعمال کرتے رہے ہیں اس لئے صرف چند ایک احکام ایسے باقی رہ گئے ہیں جن کی حکم عدولی نہیں ہو سکتی۔ آپ جو حقیقی عظمت رکھتے ہیں تعجب ہے کہ آپ کے اندر بھی وہ لاپرواہی پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے راجاؤں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ بھلا خیال تو کیجئے کہ موسم سرما میں مشرقی سمندر کے قریب وہ پھل کیونکر مہیا ہو سکتے ہیں جو کشمیر میں بھی صرف چند دن موسم برسات میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کے سابقہ عطیہ کے باعث جس علاقے میں بھی آپ جائیں اس کا محافظ دیوتا آپ کے احکام کی تعمیل کے لئے تیار رہتا ہے۔ چونکہ اب آپ مشرقی حصہ میں ہیں جس کا محافظ اندر ہے اس لئے آپ کے حکم کی تعمیل گو وہ حقیر سا ہے اس نے جسے کبھی اضطراب یا پریشانی نہیں ہوتی کسی نہ کسی طرح کر دی ہے۔ اب چونکہ آپ کے احکام چند ایک باقی رہ گئے ہیں اس لئے آپ کو بغیر کسی خاص ضرورت کے ان سے کام نہ لینا چاہئے۔

جب قاصد یہ الفاظ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گیا تو اس وسیع النظر راجہ نے

”یہ مائٹرا نے ٹک“ کے صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰ پر بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

استری راج یا عورتوں کے ملک کا ذکر جہاں کوئی آدمی نصف سال سے زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکتا تھا مہابھارت اور وراما میہر کی کتاب برہت سنگتا میں بھی آیا ہے دیکھو لاسن صاحب کی کتاب انڈس انڈس ٹھس کٹھ فصل اول صفحہ ۸۵۱۔

پراگ یوتش کے لئے دیکھو نوٹ ۱۳۹ کتاب ہذا۔ ریت کے سمندر (والوکام بدھی) کا ذکر ترنگ ۴ کے شلوک ۱۷۲ و ۲۷۹ میں آیا ہے اور جیسا کہ ترنگ ۴ کے شلوک ۳۷۷ سے واضح ہوتا ہے یہ شمال کی طرف واقع تھا۔ خیال ہے کہ اس سے مراد مشرقی ترکتان اور تبت کے صحرائی علاقوں سے لی گئی ہے۔

اس عطیہ کی عظیم طاقت پر غور کرنا شروع کیا اور نہایت حیران ہوا۔ ایسے ہی بیش قیمت نتائج حاصل کرنے کا اشتیاق دل میں لیکر اس نے پرہاس پور میں متقل طور پر ایک عظیم الشان تیوہار قائم کیا اس تیوہار کے موقعہ پر جس کا نام سہر بھگت ہے وکشا کے علاوہ ایک لاکھ ایک کھانے کی رکابیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اسی دعا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے شور علاقوں میں شہر تعمیر کروا دیئے تاکہ کوئی شخص اگر پیاسا ہو تو اسے پینے کو پانی مل سکے۔

چنگن کی داستان جس طرح ہوا مختلف درختوں سے کھلی ہوئی کلیوں کے داناؤں کو یک جا کیا سر زمین تو غار سے وہ کنکن ورش (کنکن کی بارش کرنے والا) جادوگر کے بھائی کو اپنے ہمراہ لے آیا جس کا نام چنگن تھا اور جس میں عجیب غریب صفات پائی جاتی تھیں۔ اپنے جادو کے زور سے راجہ کے خزانہ میں بہت سا سونا تیار کر کے اس نے اُسے آرام مہیا کیا جیسے کنول پھول کا تالاب کنول کو آرام دیتا ہے۔

۲۵۰ جالندھر کا نام اب تک پنجاب کے ضلع و شہر جالندھر کی صورت میں قائم چلا آتا ہے لیکن مسلمانوں کی فتوحات سے پیشتر کے زمانہ میں جیسا کہ ہیون سانگ کے بیان مذکورہ کتاب "سی۔ یو۔ کی" فصل اول صفحہ ۱۵۱ اور کنگھیم صاحب کی کتاب جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۳۶ سے واضح ہوتا ہے جالندھر کی قدیم سلطنت میں وہ تمام پہاڑی علاقے شامل تھے جو بیاس کے بالائی حصے پر واقع ہیں۔ بالخصوص کانگرے یا ترنگت کا علاقہ۔ دیکھو نوٹ نمبر ۱۵۳ کتاب ہذا۔

لوہریا موجودہ لوہریں کی مقامیت پر مفصل طور پر نوٹ ۱۵۴ ضمیمہ کتاب ہذا میں پوری بحث کی گئی ہے۔

ایک بار راجہ پنچ ند (پنجاب) کے علاقہ میں اُس جگہ پر جہاں پانچوں دریا ملکر ناقابل عبور تھے رک گیا۔ اور چونکہ اس کی فوج کنارے پر روکی ہوئی تھی اس لئے اس کے دل میں سخت اندیشہ پیدا ہوا۔ جب اس نے وزرا سے اس دریا کو عبور کرنے کا طریقہ دریافت کیا تو چٹکن نے جو کنارے پر کھڑا تھا ایک منی پانی میں جو نہایت گہرا تھا پھینک دی اس منی کے اثر سے دریا کا پانی پھٹ گیا اور راجہ دریا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد چٹکن نے ایک اور منی کے ذریعے اس منی کو باہر نکال لیا اور ایک لمحے میں ندی کا پانی بدستور بہنے لگ گیا۔ اس معجزے کو دیکھ کر راجہ نے جس کے منہ سے بے اختیار تعریف نکل رہی تھی چٹکن سے یہ دونوں میناں مانگیں اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ یہ صرف اسی وقت کام دیتی ہیں جب میرے ہاتھ میں ہوں۔ پہلا آپا نہیں لے کر کیا کریں گے۔ کوئی خوبی کی چیز صرف معمولی لوگوں میں شہرت حاصل کر سکتی ہے اُن بڑے بڑے لوگوں میں جن میں پہلے سے ہی بہت سی خوبیاں موجود ہوں ایسی چیز کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ سنگ قمری کی نمی کی قدر صرف اُسی وقت تک

۲۵۱ء دکن صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۴۹ پر ہری ونس کی ایک ایسی ہی روایت کا ذکر کرتے ہیں جس میں ذکر آیا ہے کہ راجہ ساگر نے ملیچھوں کی مختلف اقوام کو مجبور کیا تھا کہ اپنے بالوں کو مختلف امتیازی طریقوں پر آراستہ کیا کریں کلہن کے بیان کردہ قصے سے جن مشاہدات کا پتہ چلتا ہے وہ اب ناک دیکھنے میں آتے ہیں مثلاً یا قندی اور بتی لوگ اپنے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے تکر کے پھرنے کے شائق ہیں اور آج تک سری نگر کے بازاروں میں اسی ہیبت سے پھرتے دیکھے جاسکتے ہیں کشمیریوں میں خواہ وہ برہمن ہوں یا مسلمان یہ حرکت بالکل غیر معمولی خیال کی جاتی ہے۔

دکھنی اور بنگالی جب دھوتی باندھتے ہیں تو اُس کا ایک سرا پیچھے کی طرف زمین تک

ہوتی ہے جب وہ ساحل سمندر پر کہیں موجود ہو۔ لیکن اگر سمندر اسے بہا کر لے جائے تو اس کی غمی خواہ کتنی بھی زیادہ ہو سمندر کے پانی میں محسوس نہیں ہو سکتی۔ جب وہ یہ الفاظ کہہ چکا تو راجہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میرے پاس ان دو سے بڑھ کر کوئی جواہر موجود ہے اگر تمہیں میرے پاس کوئی ایسی چیز نظر آتی ہے جو بلحاظ قد کے ان سے بڑھی ہوئی ہو تو تم اُسے لیلو اور اس کے عوض یہ دونوں نیاں مجھے دے دو۔ چنکن بولا۔ ”مہاراج! میں آپ کی مہربانی کا ممنون ہوں یہ دونوں نیاں آپ کی ہو چکیں لیکن میری ایک خواہش منظور کی جائے۔ براہ عنایت مجھے سگت (بدھ) کی وہ مورتی دی جائے جو مگدیش^{۲۴۳} سے ایک ہاتھی پر رکھ کر لائی گئی تھی۔ آپ ان فیوں کو لے لیں جن کے ذریعے انسان پانی کو عبور کر سکتا ہے۔ اور مجھے وہ سگت کی مورتی دیدیجئے۔ جو اس سنسار ساگر کو عبور کرنے کا راستہ بنا دیتی ہے۔“

اس مناسب درخواست کو سنکر راجہ نے اس کو بدھ کی مورتی دینی منظور کر لی۔ بیشک کسی فصیح شخص کی درخواست کو کون رد کر سکتا ہے۔ چنکن نے بدھ

لنگتا رہتا ہے جسے دیکھ کر آج تک کشمیری متعجب ہوتے اور تسخراڑاتے ہیں۔

^{۲۵۲} ان دونوں مقامات میں سے کسی ایک کا بھی آجکل پتہ نہیں چلتا البتہ درپت پو کا ذکر آگے چل کر ترنگ ۹۶۶ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۴۰ میں آتا ہے۔

^{۲۵۳} پھل پور جو غالباً پری ہاس پور کے قریب واقع تھا اور وٹشا اور سندھو کے مقام اتصال کے متعلق دیکھو نوٹ عا کتاب ہذا۔ اور ترنگ ۵ کا شلوک ۹۷۔ اور ترنگ کا شلوک ۴۳۔

پرنٹس بلاشبہ پونچھ کا نام ہے جسے کشمیری پرنٹس کہتے ہیں آجکل اس نام کی ایک

کی وہ مورتی اپنے وہاں میں لاکر رکھی جواب تک اپنی برنجی خوشنائی کے باعث اس طرح چمکتی ہے گویا اس نے فقیروں کی طرح بسنتی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اب تک اس مورتی کے سنگھاسن کے گرد دھات کے بند کسے ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ ہاتھی کی پشت پر رکھی گئی تھی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ زمین بھی بڑے بڑے راجاؤں کی خواہشوں کی اطاعت اور ان کے ساتھ رعایت کا سلوک کرتی ہے۔

مہاراجہ راجندر جی اور لچمین جی { ایک باریہ راجہ جو فن شہسواری میں طاق تھا۔ اکیلا ایک بن سدھائے کی استھاپن کردہ نشنو کی موتیاں } گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے سدھانے

کے لئے جنگل میں نکل گیا۔ وہاں پر اس دیر نے میں اُسے دو خوبصورت و شیرہ لڑکیاں نظر آئیں جن میں سے ایک گارہی تھی اور دوسری ناچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہ گھوڑے کو پھرارہا تھا اس نے دیکھا کہ وہ دونوں آہو چشم لڑکیاں رقص و سرود سے فارغ ہو کر اُس کے سامنے کسی قدر جھکیں اور پھر وہاں

چھوٹی سی پہاڑی ریاست سلسلہ کوہ پیر پچال کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے اور اس پر جموں کے خاندان کی ایک شاخ حکمران ہے۔ ہیون، سانگ نے جو کشمیر سے راجپوری دراجڑی جاتا ہوا غالباً براسۃً توش میدان یہاں پہنچا تھا اس کا ذکر پرن نوٹسو کے نام سے کیا ہے دیکھو سی یو کی فصل اول صفحہ ۱۶۳۔ اس کے زمانہ میں یہ مقام براہ راست کشمیر کے ماتحت تھا جس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسے لوہڑ کے پہاڑی علاقے میں شامل کر لیا گیا تھا۔ دیکھو ترنگ، شلوک ۱۳۰۰ ترنگ ۸ شلوک ۹۱۲-۹۱۴-۱۴۳۰ و نوٹ ۷ ضمیمہ کتابت ہیون سانگ نے چونکہ اس کا حوالہ ساتویں صدی کے نصف حصہ میں دیا ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ پرنوٹس کا نام ملتا دتیہ کے زمانہ سے پہلے کا ہے کنگھیم صاحب نے اپنی کتاب

چلی گئیں۔ اس کے بعد وہ ہر روز گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آنے لگا جہاں یہ دونوں خوبصورت لڑکیاں اسی صورت میں اسے نظر آیا کرتی تھیں۔ آخر کار اس نے متعجب ہو کر ان سے سوال کیا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم ایک مندر کی رفاہ لڑکیاں ہیں اور یہاں ^{۲۷۵}شور و درہمان کے گاؤں میں ہمارا گھر ہے اپنی ماؤں کے کہنے سے جو اپنی محاش یہیں سے حاصل کرتی ہیں ہم اس جگہ ناچتی ہیں اور یہ ہمارا موروثی پیشہ ہے یہ رواج قدیم سے ہمارے خاندان میں ہے چلا آتا ہے اس کی وجہ نہ تو ہمیں نہ کسی اور کو معلوم ہے۔ راجہ یہ سن کر ہنریت حیران ہوا۔ اور اگلے روز ان کے بتانے کے مطابق اس نے اپنے کاریگروں کے ذریعے ساری زمین کھدوا ڈالی۔ جب گہری کھدائی ہو چکی تو راجہ کو ان کے کہنے کے مطابق دو پورا نے مندر نظر آئے جن کے دروازے بند تھے۔ دروازے کھول کر اس نے دیکھا کہ وہاں دو کیشوکی مورتیاں ہیں جن کی پیٹھ پر یہ حروف کندہ ہیں کہ انہیں رام اور لکشمی نے بنوایا تھا۔

راجہ نے وشنو پر ماس کیشو کے مندر کے قریب ایک علیحدہ پتھر کی عمارت

جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۲۸ پر ہر جہہ کہ پرن نو تسو سے مراد پونچھ لی ہے تاہم وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ یہی پرن نو تس کا دوسرا نام ہے کشمیر کے پنڈتوں کو بخوبی معلوم ہے کہ پرن تس اور پرنو تس ایک ہی نام ہیں۔ پرن تس کے شہر اور علاقے میں زیادہ تر کشمیریوں ہی کی آبادی ہے۔ اس کا باعث بدیہی طور پر یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے لیکر اس میں اور کشمیر میں قریبی سیاسی تعلقات قائم رہے ہیں۔ سری ورکی کتاب میں پرنو تس کا ذکر بار بار آتا ہے دیکھو سری ورکی راج ترنگنی اول شلوک ۶۷-۳۲۳-۶۰۷-۷۳۶- ترنگ ۲ کا شلوک ۶۸ و ۱۴۵- ترنگ ۴ کا شلوک ۱۴۵-۶۱۲-

کریٹا رام و ہار کا ذکر دوبارہ کہیں نہیں آتا نہ اس کی مقامیت کا کچھ پتہ ہے۔

بنوا کر رام سوامن کی مورتی وہاں استھاپن کروادی۔ لکشمی سوامن کی مورتی درخواست کر کے رانی نے لے لی اور اسے اس نے چکریشور^{۲۴۴} کی مورتی کے قریب استھاپن کروایا۔

للتا دتئیہ کی پورش ریت کے سمندر پر جن دنوں یہ راجہ دنیا فتح کرنے کی ہم میں مصروف تھا ایک شخص جس کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سزا بھگت کر آیا ہے راجہ کے سامنے جو ہاتھی پر سوار تھا آگیا۔ راجہ کو اس پر رحم آیا اور اس شخص سے جس کے ہاتھ۔ ناک اور اعضا کٹنے کے باعث زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور جو حفاظت کا بلتھی تھا اپنا قصہ بیان کرنے کے لئے کہا۔ اس نے عرض کی کہ میں اُس راجہ کا وزیر ہوں جو سکنا سندھو (ریت کے سمندر) کا حکمران ہے اور اب تک بڑی وفاداری کے ساتھ اس کی خدمت گزاری کرتا رہا ہوں لیکن جب میں نے اُسے آپ کی اطاعت گزاری کا نیک مشورہ دیا تو اس نے مجھے یہ سزا دی۔ راجہ نے وعدہ کیا کہ میں تمہارے آقا سے اس کا اتمام لوں گا۔ اور اسکے

^{۲۴۵} ایک ٹیکا کار نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ملت پور اور للتا دتئیہ پور جس کا ذکر ترنگ کے شلوک ۲۱۹ و ۲۲۰ میں آتا ہے ان دونوں سے مراد ملت پور سے ہے جو وہی پرگنہ کا ایک گاؤں اور دریائے وٹشتا کے داہنے کنارے پر واقع ہے یہاں کی مقامی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر راجہ للتا دتئیہ نے ایک بہت بڑا شہر بنوایا تھا جو دریائے اورنگ پھیلا ہوا تھا۔ لیکن آج کل سطح زمین پر اس کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے۔

^{۲۴۵} ہشک پور یا اُشکر کے متعلق دیکھو نوٹ ۷۷ کتاب ہذا۔ یہاں پر جس ستوپا کا ذکر آتا ہے وہ غالباً وہی ہے جس کا حوالہ گنگیم صاحب نے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۰۰ پر دیتے ہوئے لکھا ہے کہ پادری کوئی صاحب نے اُسے اُشکر کے قریب درست حالت میں پایا

ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے زخم مندمل ہو گئے۔ اور اس کی صحت بھی بحال ہو گئی۔ اس شخص نے جس کے ساتھ ایسا مہربانی کا سلوک ہوا تھا ایک بار اثنائے کوچ میں جبکہ اور کوئی شخص قریب نہ تھا راجہ سے کہا "مہاراج میں اس جسمانی حالت میں محض انتقام کی خواہش سے زندہ ہوں۔ جب میری خواہش پوری ہو گئی تو میں مصیبت اور خوشی ان دونوں کو اپنے آنکھوں کے ذریعے تلاشی دیکر اپنی زندگی کو جسے بے غتی تباہ کر چکی ہے خیر باد کہوں گا۔ جس طرح کسی شخص کے نعرے کی آواز کا جواب پہاڑ کی طرف سے گونج کی صورت میں بڑھ چڑھ کر ملتا ہے ایسے ہی دشمن کے پہنچائے ہوئے تھوڑے سے ضرر کے عوض اُسے بہت بڑا نقصان پہنچانا لازم ہے۔ اس سر زمین میں جو یہاں سے تین مہینے کے فاصلہ پر واقع ہے ہم کیونکر بہ سرعت پہنچ سکتے ہیں۔ یا اگر وہاں پہنچ بھی جائیں تو یہ کیا ضروری ہے کہ دشمن اس وقت تک وہیں موجود رہے۔ اس لئے میں آپ کو ایک ایسا راستہ بتلاتا ہوں جسے آپ نصف مہینہ میں طے کر سکیں گے۔ لیکن اس میں چونکہ پانی نہیں ملتا اس لئے

تھا اس سٹوپے کا ۸۶۸ء کا یا ہوا ایک فوٹو کو صاحب نے اپنی کتاب "انیشنٹ بلڈ ٹرک" میں دیا ہے ماہ اگست ۱۸۹۲ء میں جب سٹائن کو یہاں جانے کا اتفاق ہوا تو انہیں گاولوں کے مغرب کی طرف چار سو گز کے فاصلہ پر ایک سٹوپا کے تھوڑے سے آثار نظر آئے جس کے متعلق دیہاتیوں نے بیان کیا کہ کئی سال گزرے کسی صاحب نے آکر اسے کھود ڈالا اور کسی قدر سطح زمین کے برابر کر دیا تھا۔ مسٹر لارنس نے اپنی کتاب "ویلی" کے صفحہ ۱۶۳ پر جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کو ۸۸۲ء میں مسٹر گیرک نے کھود دیا تھا۔

ایک اور قدیم ستون ایک عظیم الشان لنگ کی صورت میں قریباً دس فٹ اونچا اور

صرف وہی فوجیں وہاں سے گزر سکتی ہیں جنہوں نے اپنے لئے پانی کا بندوبست کر رکھا ہو۔ میرے رشتہ دار جو اُس علاقے میں رہتے ہیں آپ کی آمد کی خبر کو مشترکہ کریں گے اور اس فریب سے راجہ کو مو اُس کے دژدا اور رنواں کے زیر حراست کر لیا جاسکتا ہے۔“

ایسی ایسی باتیں کر کے اس نے راجہ کو ریت کے سمندر میں کوچ کرنے پر آمادہ کر لیا۔ جب آدھا مہینہ گزر گیا تو فوج کا پانی ختم ہو گیا۔ اس صورت میں بھی راجہ دو تین دن تک برابر کوچ کرتا رہا لیکن جب آخر کار اس نے دیکھا کہ فوج پیاس سے بے حال ہو رہی ہے تو اس نے اپنے رہبر سے کہا ”جتنے دن اس کوچ کے لئے مقرر تھے وہ تو پورے ہو چکے اور فوج جان بلب ہو رہی ہے۔ ابھی کس قدر فاصلہ اور باقی ہے؟“ اس پر اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”واہ صاحب! آپ تو فاتح بننا چاہتے ہیں آپ مجھ سے دشمن کے ملک تک پہنچنے کا باقی فاصلہ دریافت کرتے ہیں یا ایم راج کی سلطنت میں پہنچنے کا؟“ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے والے نعمت کے فائدے کو مد نظر رکھ کر اور اپنی

سیدھا لشکر اور بارہ مولا کے موجودہ ٹونگوں کے اڈے کے مابین دیکھا جاتا ہے جس کا فاصلہ دونوں مقامات سے نصف نصف میل کے قریب ہے۔ نواحیات کے کھیتوں میں پورا نے مقامات کی دیواریں اب تک سطح زمین پر مختلف مقامات میں دیکھی جاتی ہیں۔ سٹائن صاحب نے اوکنگ کے متعلق جو نوٹ لکھے ہیں اس کتاب کے صفحہ ۳ پر واضح طور پر ان دلائل کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر خیال کیا جاسکتا ہے کہ جس وہار کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہی مونگلی وہاں ہے جس کا حوالہ جینی سیاح نے موہن کشمیر کی فہرست کے آغاز میں دیا ہے۔ اوکنگ واضح طور پر لکھتا ہے کہ اس معبد کو شمالی ہند کے ایک راجہ نے شہرت حاصل کرنے کے بویوایا تھا اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مونگلی سے اس کی مراد اسی راجہ (مکتا پیڈ) کے نام سے ہے

جان کی پرواہ نہ کر کے آپ کو مہ آپ کی فوج کے یہاں موت کے منہ تک پہنچایا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا موٹا صحرا نہیں بلکہ ایک خوفناک ریت کا سمندر ہے۔ جہاں کہیں پانی نہیں ملتا۔ اے راجہ! اب کون تمہاری حفاظت کریگا۔ یہ سنکر فوج کی ہمت اس طرح شکست ہو گئی جیسے کوئی دہان کا کھیت اولوں سے تباہ ہو گیا ہو اور صرف وڈیاں ہی باقی رہ گئی ہوں۔ خوف زدہ سپاہی جو زندگی سے بے امید ہو چکے تھے ان کی آہ و زاری بند کرنے کے لئے راجہ نے اپنا بازو اٹھایا اور کہا۔ اے وزیر! جو کچھ تو نے اپنے آقا کی امداد کے لئے کیا ہے اس سے ہم خوش ہیں۔ اور یہ خوشی ہمارے اندر اس انتہا تک پہنچ گئی ہے کہ اس صحرا میں ہمیں سردی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح ہیرے پر لوہا ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی میرے مضبوط استقلال پر تمہاری یہ کوشش بھی بے سود ثابت ہوگی۔ جس طرح کوئی شخص دھوکے میں آکر آگ کی چنگاڑی کو جو اہر سمجھ کر اٹھا لیتا ہے اور اس کے بعد جب اس کی انگلیاں جلنے لگتی ہیں تو افسوس کرنے لگتا ہے۔ ویسے ہی آج تمہیں اپنے اعضاء بے فائدہ کٹوانے پر افسوس ہوگا۔ جس طرح نین

البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۷۸ میں جس طرح پرکت پید کا حوالہ دیا ہے اس میں اور اوکنگ کے اشارے میں ایک عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ مشابہت اور اس بات کا خیال کہ چینیوں نے ہندوستانی ناموں کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنالیا ہے۔ ان دونوں باتوں سے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ مونگٹی کا لفظ مکٹ یا مکٹا کی اختصار شدہ صورت مت یا متا سے مشابہ ہے۔ کلمن نے جن مندروں کا حوالہ دیا ہے ان میں مکٹا پید کی بجائے مکٹ یا مکٹا دونوں صورتیں استعمال ہوتی رہی ہیں جیسے مکٹا کی شوش کا ذکر ترنگ کے شلوک ۱۹۶ و ۲۰۱ میں آیا ہے اور مکٹ سوامن جس کا ذکر شلوک ۱۸۸ میں آتا ہے۔

بادل کی گرج پر قیمتی پتھر باہر نکالتی ہے۔ ویسے ہی دیکھو کہ میڑا حکم پاکر آج زمین پانی پیدا کرتی ہے۔ یہ مکر اس نے اپنا تیز پانی نکالنے کے لئے زمین میں گھاڑ دیا۔ جس طرح شوجی نے ^{میں} تشنگا کا پانی سطح زمین تک لانے کے لئے اپنے ترسول سے زمین کو پھاڑا تھا۔ اس پر زمین کے نیچے سے سپاہ کی امیدزیت کے ساتھ ساتھ ایک ندی نمودار ہوئی جس کی ظاہری صورت دوزخ کی حسن کی دیوی کی پُر ادا مسکراہٹ سے مشابہ تھی۔ اس ندی نے سپاہیوں کی تکلیف اور اس وزیر کی امید کو جس نے اپنے اعضا بے فائدہ کٹوائے تھے نابود کر دیا۔

ناکامیاب وزیر گالیاں ستاتا ہوا اپنے آقا کے شہر میں داخل ہوا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے موت بھی۔ راجہ نے سب سے پہلے اس دغا باز حکمران کو سزا دی اور اس کی بھی وہی حالت بنادی جو اُس کے وزیر کی بنی تھی۔

آج تک شمالی علاقے میں وہ ندیاں بہتی ہیں جنہیں اس راجہ نے اپنے نیزہ کے زور سے پیدا کیا تھا اور عند الضرورت انہیں ساتھ ساتھ تیار کرتا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ اس راجہ کے **شہر پر پاس پور کو جلانے کی کوشش** متعلق اور بھی ہزاروں داستانیں

سطور بالا میں جس عظیم و بار کا ذکر کیا گیا ہے وہ مکتا پیٹ کے قائم کردہ معاہدہ کی طویل فہرست میں سے ایک ہے جن کا نام کلہن نے نہیں لکھا۔ اس وجہ سے اور نیز مکتا سوہن کے نام کی مشابہت سے جو راجہ نے اسی جگہ کے دشمن کے مندر کے لئے رکھا تھا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس و بار کا نام مکتا و بار ہوگا جسے اوکنگ نے بدل کر مونگئی و بار لکھا ہے۔ دوسرا عظیم و بار جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ نے اُسے پر پاس پور میں بنوایا تھا (دیکھو ترنگ ۴ شلوک ۲۰۰) معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام راج و بار یعنی راجا کا و بار رکھا گیا تھا۔ ان دونوں و باروں کی مشابہت کی مرید تصدیق اس طرح پر ہوتی ہے کہ اوکنگ نے

مشہور ہیں لیکن یہاں پر انہیں اس لئے نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ان کے باعث تاریخ کا سلسلہ غیر ضروری طور پر ٹوٹتا ہے۔ جس طرح پر بڑی بڑی ندیوں کے قدرتی طور پر خاموش پانی میں اُس جگہ گونج پیدا ہو جاتی ہے جہاں ان کے نیچے بڑی بڑی چٹانیں موجود ہوں اور عام طور پر ہمیشہ صاف رہتی ہوئی اُس وقت گدھلی ہو جاتی ہیں جب بادل محیط آسماں ہوں ایسے ہی بڑے بڑے آدمیوں کو بھی اپنا چال چلن مقام اور وقت کے مطابق بنانا پڑتا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کلجنگ کا پر بھا دتھا یا تخت شاہی کا غرور کہ اس راجہ کو بھی بعض خوفناک شرارتیں سوچھیں۔ ایک بار جبکہ وہ پرہاس پور میں موہ اپنے رنو اس کے ٹہرا ہوا تھا نشے کی حالت میں اس نے اپنے وزرا کو حکم دیا۔ اگر تم خیال کرتے ہو کہ پروردگار کا شہر جسے پرور سین نے آباد کیا تھا خوبصورتی کے لحاظ سے میرے شہر کے برابر ہے تو اُسے جلادو۔ یہ خوفناک حکم سنکر اور راجہ کے حکم سے انحراف ناممکن خیال کر کے یہ لوگ باتل آنگ میں گئے اور وہاں جو گھاس کا ذخیرہ گھوڑوں کے لئے جمع تھا اُس میں آگ لگا دی۔ جب راجہ نے محل کی چوٹی سے اس آگ کا

مونگٹی دھار کا ذکر اپنی فہرست کے آغاز میں کیا ہے اور وہاں پر اُس تعلیم کا بھی حوالہ دیا ہے جو وہ اس جگہ حاصل کرتا رہا ہے۔ اوکنگ کشمیر میں اس سلطنت کے مغربی دروازہ واقع بارہ مولا سے داخل ہوا تھا اس صورت میں غالباً ہرشک پور میں بنایا ہوا مکت پید کا دھار پہلا مقام ہوگا جہاں اس نے اس وادی میں آکر آرام اور تعلیم حاصل کی۔

۵۲۵۶ اس شلوک میں جو اعداد دیئے گئے ہیں وہ سکہ دینار سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھو نوٹ ۹۰ ضمیمہ کتاب ہذا و ترنگ ۴ شلوک ۴۹۵۔

راجہ کا فرض خیال کیا جاتا تھا کہ جب ناپاک وحشیوں کے ممالک سے مہم کر کے واپس آتا تو اُسے پر اشیخت کرنا پڑتا تھا جیسا کہ کشمیری برہمن ممالک غیر کے سفر سے واپس آکر

نظارہ کیا تو اُس کے شعلوں کی چمک سے اس کا چہرہ روشن ہو کر اس طرح نظر آنے لگا گویا کسی چمکدار چہرے والے بھوت کا ہو جو خوش ہو کر دیوانگی کی حالت میں نہیں رہا ہو۔ جب کوئی شخص خواہ وہ نیک چلن ہی ہو نفرت یا اس قسم کے اور جذبات سے متاثر ہو جائے تو غلطی سے اُسے دوسرا شخص بہت بڑا نظر آتا ہے اُسے اپنے سامنے چاند اور اور اجرام فلکی دوہرے نظر آنے لگتے ہیں۔ اس کی آنکھ ہر چند کہ قدرتی طور پر روشنی سے معمور ہوتی ہے تاہم اس میں تاریکی کا نقص پیدا ہو جاتا ہے ورنہ اگر یہ نہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ اُس راجہ کو جس نے بے شمار شہروں کی بنا ڈالی پرور سین کا ایک شہر غیر ضروری نظر آتا۔ جب اس کا نشہ دور ہو گیا اور شہر کو جلا دینے کے متعلق اُسے اپنا قصور محسوس ہوا تو تاسف کی آگ جس کے ساتھ گرم آہیں بھی ہوتی ہیں اس پر اپنا اثر دکھانے لگی۔ جس طرح پورانے درختوں (اس جگہ مراد غالباً بانس کے درختوں سے ہے کیونکہ ان کی آپس کی رگڑ سے آگ پیدا ہو جاتی ہے) کو وہ آگ جو انکے کھوکھلے تنوں میں ہوتی ہے جلا ڈالتی ہے ویسے ہی جن لوگوں کا من کھوکھلا ہو وہ اندر ہی اندر کچھ مدت گزری اس وقت تک کیا کرتے تھے۔

۲۵۷ء اس شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیشٹ ایش یا حبیشٹ رود کا قدیم لنگ جس کا ذکر نوٹ ۵ کتاب ہذا میں آچکا ہے بھوتیشور یا بت شیر کے مندر کے قریب واقع تھا۔ نوٹ ۳۵۶ کتاب ہذا میں جو شہادت پیش کی گئی ہے اُس سے معلوم ہو گا کہ وہاں پر تباہ شدہ مندروں کے جو دو حصے پائے جاتے ہیں ان میں سے مغربی حصہ میں حبیشٹ رود کی پوجا ہو کرتی تھی۔ اس صورت میں خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس مندروں کے مجموعہ کی خاص عمارت للتا دتیہ کا مندر تھا۔

۲۵۸ء چکر دھر جس کا موجودہ نام سکدر ہے جو دج برور کے نیچے کی طرف واقع ہے

جلتے رہتے ہیں اور آخر کار بھسم ہو جاتے ہیں۔

صبح کے وقت جب وزیروں نے راجہ کو افسوسناک حالت میں دیکھا تو انہوں نے اس کا غم دور کرنے کے لئے عرض کی کہ شہر کا جلانا محض ایک بناوٹی بات تھی۔ جب راجہ کو یہ معلوم ہوا کہ شہر تباہ نہیں ہوا تو اس کی افسردگی اس طرح دور ہو گئی جیسے کوئی شخص خواب میں یہ دیکھتا ہوا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے بیدار ہو کر معلوم کرتا ہے کہ وہ تو میرے سامنے کھڑا ہے۔ راجہ نے وزیروں کی اس نائی کی تعریف کی اور حکم دیا کہ آئندہ سچا لٹ نشہ میں جو حکم دوں اس کی مطلق تعمیل نہ کی جائے۔ اُن نوکروں پر تفت ہے جو اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے کے لئے راجہ کو جو اس دنیا کا عارضی مالک ہوتا ہے ایک فاحشہ عورت کی طرح غیر مناسب پیش و خوشی میں محو کر دیتے ہیں۔ وہی شریف دل والے نوکر اس دنیا کو پوتر بناتے ہیں۔ جو اپنی جان تکاس کی پیروا نہ کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ راجہ غلط راستہ پر نہ چلے۔

پیر ماس پور کا ہنگامہ { اس راجہ نے جو بلحاظ عظمت اندر پر بھی سبقت لے گیا تھا ایک اور بھی ایسی خطا کی جو کسی اور معمولی راجہ

اس کے لئے دیکھو نوٹ عسا کتاب ہذا۔ آبپاشی کے جس طریقے کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے اس کی توضیح وہاں کی زمین کی صورت سے ہی ہوتی ہے۔ چونکہ یہاں پر بلند سطوح مرتفع یا اور در واقعہ ہیں جو وجہ برور سے سبکدہ کے نیچے تک ایک نیم دائرے کی صورت میں پھیلے ہوئے ہیں اس لئے وہ زمین جو اُن کے اور دریا کے بائیں کنارے کے درمیان واقع ہے اسے معمولی نہروں کے طریقے سے پانی نہیں دیا جاسکتا۔ نیز دیکھو ترنگ اول شلوک ۱۵۔ آج کل ان دونوں مقامات کے درمیانی کھیتوں اور باغوں میں کنوؤں کے ذریعے آبپاشی ہوتی ہے۔

سے مرزد ہونی ممکن تھی۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ تری گراچی کے مقام پر اس نے
گوڑ (بنگال) کے راجہ کو قتل کروادیا ہر چند کہ اس نے اپنے مہمان کی حفاظت
کے لئے پرباش کیشو کی وشنو کی شاندار مورتی کو ضامن ٹہرایا ہوا تھا۔ اس موقع
پر گوڑ کے راجہ کے نوکروں نے بڑی عجیب بہادری دکھائی۔ اور اپنے مقتول آقا
کے لئے دلیری کے ساتھ اپنی جانیں قربان کر دیں۔ شارداد دیوی کے مندر کی
یاترا کے بہانے کشمیر آکر گوڑ کے راجہ کے نوکروں نے اس دیوتا کے مندر کا
جسے ضامن بنایا گیا تھا محاصرہ کر لیا۔ راجہ چونکہ کسی غیر ملک میں گیا ہوا تھا
اس لئے پوجاریوں نے انہیں اندر داخل ہونے کے خواہشمند پاکر وشنو پر یاس
کیشو کے مندر کا دروازہ بند کر لیا۔ گوڑ کے راجہ کے نوکروں نے رام سوامی نامی
وشنو کی چاندی کی مورتی پر حملہ کیا اور اسے پرباش کیشو کی مورتی خیال کر کے
الٹ دیا۔ توڑ ڈالا اور اسے چکنا چور کر کے تمام اطراف میں بکھیرنا اور دوسری طرف
سری نگر سے سپاہیوں نے آکر خود انہیں کاٹنا شروع کر دیا۔ جب یہ سانپلی ٹنگ
کے آدمی خون سے بھرے ہوئے تلوار کی ضربوں سے زمین پر گر گئے تھے تو ایسا

۲۵۹ مارتنڈ کے جس مندر کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے اُس کے کھنڈرات کشمیر کے زمانہ

قدیم کے فن تعمیر کی عجیب و غریب یادگار ہیں۔ یہ کھنڈرات مٹن کی سطح مرتفع کے شمالی
کنارے کے قریب واقع ہیں مندر کے شمال مغرب کی جانب ایک میل کے فاصلہ پر اور
کے دامن کے قریب مارتنڈ تیرتھ کے مقدس چشمے واقع ہیں اس مندر کے نام اور اس کے
مقام سے کوئی شبہ اس بات کے متعلق باقی نہیں رہتا کہ اسے وشنو سورج کے اعزاز
میں تعمیر کیا گیا تھا جس کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے لیکر مارتنڈ کی صورت میں اس
تیرتھ پر اس کی پرستش ہوتی رہی ہے۔

یہ تیرتھ اب تک اس وادی کا مشہور مقام یا تڑا ہے اور ہر سال ہندوستان کے مختلف

معلوم ہوتا تھا کہ سرے کی چٹان سے پتھر کے ٹکڑے سیال گیر میں رنگ کر نیچے گر رہے ہیں۔ ان کی خون کی ندیوں نے اپنے آقا کی غیر معمولی وفاداری کو روشن اور زمین کو زرخیز کر دیا۔ ہیرے (وجن) سے مچلی (وجن) کا قطرہ دور ہو جاتا ہے حل خوشحالی پیدا کرتا ہے۔ زمرود ہمت زہروں کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے اس طرح ہر ایک جواہر اپنی خاصیت کے مطابق کام دیتا ہے۔ لیکن وہ انسانی جواہرات جو اپنی غیر محدود طاقت کے باعث ان سب پر سبقت رکھتے ہیں کیا کچھ ہر انجام نہیں دے سکتے؟ اُس طویل فاصلے کو جو انہیں طے کرنا تھا اور اپنے مقتول آقا کی وفاداری کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خالق (برہما) بھی وہ کام نہیں کر سکتا جو گوڑ کے باشندوں نے اس وقت کیا۔ اس زمانہ میں ہر جگہ راجاؤں کے پاس ایسے ہی جواہر سیرت نوکر ہوا کرتے تھے جو اپنے آقاؤں سے فوق الفطرت وفاداری کرتے تھے۔ رام سوامن کی مورتی توڑنے کے وقت پرہاس کیشو کی مشہور مورتی جو راجہ کو مرغوب تھی اس فساد میں جو گوڑوں نے آکر مچایا تھا محفوظ رہی آج تک رام سوامن کا مندر خالی پڑا ہے لیکن ساری

علاقوں سے بے شمار لوگ یہاں آتے ہیں۔ مارتنڈہ ماتم میں جو قصہ درج ہے اس میں ان چوپ کو سورج کے اُس بے ہمان انڈے (مرتاند) سے پیدا ہونے کی روایت سے منسوب کیا جاتا ہے جو کشپ کی بیوی آدتی کے بطن سے تیرھویں بچے کی بجائے پیدا ہوا تھا۔ مارتنڈ تیرتھ کا ذکر نیل مت پوران کے شلوک ۱۰۳۶ میں آتا ہے جہاں اسے سورج کے مقدس مقامات میں سے ایک خیال کیا گیا ہے۔

لٹاوتیہ کے مندر کے کھنڈرات کا انکی جسامت اور تعمیر خوشنائی کے باعث کشمیر کی کسی اور غارت کی نسبت زیادہ ذکر کیا گیا ہے دیکھو ہوگی صاحب کی کتاب "کشمیر" فصل صفحہ ۳۶۰-۳۶۱۔ کنگھیم صاحب کی کتاب ہے۔ اے۔ ایس۔ بی کا صفحہ ۲۵۸ اور لوکی صاحب

دنیا ان گوڑ بہادروں کی شہرت سے گونج رہی ہے۔

للتاوتیہ کا انجام { اس طرح پر اس راجہ نے اپنے اوقات مختلف کاموں میں بھی مصروف رہا تاہم اس کا زیادہ وقت ممالک غیر میں ہی گزرا۔ جن ملکوں میں آج تک کوئی نہیں پہنچا تھا انہیں دیکھنے کے لئے خواہشمند ہو کر وہ شمال کے غیر محدود علاقوں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں کوہیر اور اولہ آسمانی محافظوں نے اس کی طاقت آزمائی کے لئے مختلف مصائب نازل کیں لیکن ان ملکوں میں بھی جہاں آج تک سورج کی شعاع نہیں پہنچی کسی کو راجہ کے حکم سے انحراف کی جرات نہ پڑی۔

جب وزیروں کو مدت تک اس کی طرف سے کوئی خبر موصول نہ ہوئی تو ایک قاصد اس کی طرف روانہ کیا گیا جس نے واپس آ کر کہا کہ مہاراج فرماتے ہیں۔
”یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جب میں اس ملک میں پہنچ گیا ہوں تو تمہارے جیسے لوگ میرے جلد واپس آنے کے خواہشمند ہیں۔ تمہیں میرے لئے اور کونسا کام

کی کتاب ”اینشٹ بلنگز“ صفحہ ۱۹ وغیرہ۔

ان کھنڈرات کی تفصیل یہ ہے کہ ایک بلند مرکزی عمارت موجود ہے جس کے دروازے کے دونوں طرف ایک ایک چھوٹی سی عبادت گاہ ہے اور ایک بہت بڑا مستطیل صحن بنا ہوا ہے غالباً کلہن اپنے شلوک میں اسی کا حوالہ دیتا ہے۔ کنگھیم صاحب نے اس عبادت اور ترنگ ۳ کے شلوک ۲۶۲ کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو کر لکھا ہے کہ یہ مندر رناتیہ نے بنوایا تھا اور کہ للتاوتیہ نے صرف اس میں احاطہ کا اضافہ کر دیا تھا۔ فرگوسن صاحب اپنی کتاب انڈین آرکیٹیکچر کے صفحہ ۲۸۵ پر اس عمارت کا ذکر کرتے ہوئے خالص تعمیراتی لحاظ سے اس رائے کو غیر درست قرار دیتے ہیں۔

نظر آتا ہے جو میں اپنی سلطنت کو واپس آ جاؤں اور ہر روز نئی فتوحات حاصل کرنے کے کام سے دست بردار ہو جاؤں۔ دریاؤں کا انتہائی مقام جو اپنے مقام ابتدا کو چھوڑ کر چلتے ہیں سمندر ہے لیکن جو حقیقی فاتح بننا چاہیں انکی منزل کہیں ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے میں اپنے ملک کی حکومت کے متعلق تمہیں تمام اصول خلاصہ طور پر لکھتا ہوں اگر تم ان پر عامل رہو گے تو بغیر کسی رکاوٹ کے سلطنت کا کاروبار چلا سکو گے اور تم سے کوئی خطا بھی سرزد نہ ہوگی۔“

”جو لوگ اس ملک میں طاقت ور بنتا چاہیں انہیں اندرونی فتاوہات سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ممالک غیر کے دشمنوں سے انہیں ویسا ہی کم خطرہ ہو سکتا ہے جیسے چارواک (ستک) کو پر لوک کا۔“

”جو لوگ ایسے پہاڑوں میں رہتے ہیں جن تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہے وہ خواہ کچھ بھی تصور نہ کریں تاہم انہیں سزا دیتے رہنا چاہئے کیونکہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہونے کے باعث ان کے جتنے کو اُس وقت توڑنا مشکل ہوگا۔ جب وہ دولت جمع کر لینگے۔“

(کنگنیم صاحب نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۲۷۳ پر جو شبہ اس بارہ میں ظاہر کیا ہے کہ صحن کا اندرونی حصہ کسی زمانہ میں پانی سے بھرا رہتا تھا اور اس طرح پر مندر ناگوں کی براہ راست حفاظت میں ہوا کرتا تھا غلط معام ہوتا ہے کیونکہ اس خشک سطح مرتفع میں نہ تو کوئی ناگ اور نہ چشے موجود ہیں اور زمانہ قدیم میں دریا ئے لار سے جو ایک آبپاشی کی نہر یہاں تک پہنچائی گئی تھی اس نے کبھی ان چشموں کی روایتی اہمیت حاصل نہ کی ہوگی۔)

مارتنڈ کے مندر کا ذکر کلہن نے دوبارہ راجہ کلش کے عہد میں کیا ہے جس کا وہاں انتقال ہوا تھا۔ دیکھو ترنگ ۷، شاوک ۷۰۹ - ۷۱۵ - ۷۲۲ یہ مندر ہرش کی لوٹ مار سے

اُس بات کی احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ گاؤں والوں کے پاس ایک سال سے زیادہ عرصہ کے لئے خوراک موجود نہ ہو نہ اس سے زیادہ بیل ہوں جتنے کھیتوں میں ہل چلانے کے لئے ہونے ضروری ہیں کیونکہ اگر ان کے پاس دولت زیادہ جمع ہوئی تو وہ ایک ہی سال کے عرصہ میں خوفناک ^{۱۰۹۵} ڈاؤن ہو جائیں گے اور راجہ تک کے احکام کی پرواہ نہ کریں گے۔

”جب دیہاتی کپڑے، عورتیں، اونٹنی، اشیاء خوردنی، زیورات، گھوڑے، مکانات اس قسم کے حاصل کر لیں جیسے شہر والوں کے لائق ہوتے ہیں۔ جب راجہ دیوانہ پن کی حالت میں ان مضبوط مکانات سے غافل ہو جائے جن کی نگرانی ضروری ہے۔ جب نوکر بے سمجھی اور نا عاقبت اندیشی کے آثار ظاہر کرنے لگیں۔ جب خاص فوجیں ایک ہی علاقہ سے بھرتی کی جائیں جب مختلف سرکاری افسروں میں ایک دوسرے سے شادی کے تعلقات قائم ہوں۔ جب راجہ دایستھوں (محرروں) کی طرح دفاتر کی نگرانی کرے تو اُس وقت یقیناً جان لینا چاہیے کہ رعایا کی بد قسمتی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔“

بھی بچا رہا ہے۔ دیکھو ترنگ ۷، شلوک ۱۰۹۶ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد کلہن کے زمانہ میں باغیوں کی ایک جماعت نے اس سے ایک قلعے کا کام لیا تھا اس موقع پر مندر کے احاطے کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ دیکھو ترنگ ۸، شلوک ۳۳۸۱-۳۳۸۸-۳۳۹۵۔ چون راج اپنی راج ترنگنی کے شلوک ۵۹۹ میں لکھتا ہے کہ یہ مندر اُن مندروں میں سے ایک تھا جنہیں بت شکن سلطان سکندر نے تباہ کیا تھا۔ لیکن آگے چل کر اس نے مارتنڈ کے نام سے اس مقام کا بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھو شلوک ۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰ پنہاٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۵۲۰-۵۳۲-۵۵۰۔ کسی قدر مشتبہ اشارہ اس بار میں سری کنتھ چرت“ ادھیائے ۳ شلوک ۵ میں پایا جاتا ہے۔ اس مندر اور تیرتھ کا نام

میرے شاہی جانشینوں کی طبائع کا حال جن کا میں ذکر کرتا ہوں اُنکے چال چلن سے خفیہ طور پر معلوم کر کے اپنے دل میں رکھنا۔ دیوانے ہاتھی کا قریب موجود ہونا اس کی کینٹی کے پسینے کی بو کے ہوا میں پھیل جانے کے باعث معلوم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی بادل کی گرج کا پتہ اس بات سے چل جاتا ہے کہ بجلی بڑی تیزی سے چمک رہی ہو۔ اسی طرح کسی شخص کی نہ بد لئے والی من کی حالت جسے وہ پہلے جنم سے حاصل کر چکا ہو اس کے چال چلن سے واضح ہو جاتی ہے اور جس کی نوعیت کا اندازہ کوئی غور بین شخص اپنے فہم و فراست سے لگا سکتا ہے۔ کولیہ دتیہ اور بجراد تیہ دونوں یکساں طور پر میرے بیٹے ہیں لیکن ان دونوں بھائیوں کی طبیعتیں جو مختلف مائاؤں سے پیدا ہوئے ہیں مختلف قسم کی ہیں ان میں سے بڑے کو سخت پرٹھانا چاہئے اگر اس کی طبیعت میں تندہی پائی جائے تو تمہیں ضرور اس کے احکام کی تعمیل سے انحراف کرنا چاہئے۔ میرے اس قول کو یاد رکھو کہ ایسا راجہ خواہ اپنی زندگی یا تخت سے بھی دست بردار کیوں نہ ہو جائے کوئی اس پر افسوس نہ کرے۔ چھوٹے کو راجہ بنانا لیکن

اب کشمیریوں کی زبان کے مطابق مٹن ہے جو مارتنڈ سے لیا گیا ہے۔ اور یہی نام اُن کی بڑی کی فصل ۲ صفحہ ۳۵۸ میں بھی آتا ہے۔ بجا لیکہ وہ گاؤں جو ان چشموں کے گرد واقع ہے عام طور پر بون (سنسکرت بھون) کے نام سے مشہور ہے۔ اب یا تری اس قدیم مندر میں یا ترہ کرنے نہیں جاتے بلکہ مارتنڈ کے اُس جدید مندر میں جاتے ہیں جو ناگ کے قریب بنا ہوا ہے۔

۲۶۰ لوکانپنیہ کا ذکر اس کتاب کے آخری حصہ میں کئی موقعوں پر آتا ہے۔

دیکھو ترنگ ۷، شلوک ۱۱۳۹-۱۳۵۰۔ ترنگ ۸، شلوک ۲۳۳-۵۱۲۹۔ ایک ٹیکا کار کا خیال ہے کہ لوکانپنیہ کا موجودہ نام لوک بون ہے جو لارک پور کے قریب برہان پور

اگر ناعاقبت اندیشی سے ایسا ہو جائے تو اس کے احکام کی تعمیل کرنی چاہئے اور خواہ وہ بُرے پال چلن کا ہی کیوں نہ ہو اس کی حفاظت کو مقدس سمجھنا چاہئے۔
 ”جیا پیڈ کو جو میرے پوتوں میں سب سے چھوٹا ہے اور ابھی بچہ ہی ہے ہمیشہ کتے رہنا کہ وہ اپنے دادا کی مانند بنے۔“

مایوسی کی حالت میں انہوں نے جھک کر تعریف کے ساتھ راجہ کی اس آخری ہدایت کو جو پر معنی تھی منظور کیا اور اس کی واپسی سے ناامید ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے۔

چٹکن نے تمام رعایا کو جمع کر کے اپنے آنسوؤں کے ذریعے زمین کو جو اپنے مالک سے جدا ہونے کے باعث آتش فراق میں گرم ہو رہی تھی تر کرتے ہوئے یہ کہا۔ راج کمار کو لیہ پیڈ کو تخت پر بٹھا دو۔ ہمارا ایک نام راجہ پر لوک کو سدھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتاؤں نے اس داناراجہ کی دولت بڑھانے کے متعلق جو میرے اندر جادو کی طاقت پیدا کی ہوئی تھی وہ یکا یک زائل ہو گئی ہے۔“

میں ایک چھوٹا سا ناگ یا چشمہ ہے۔ اس چشمہ کے قریب ایک چھوٹے سے گرائی مکان کے کھنڈرات ہیں جس کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ شاہان مغلیہ میں سے کسی نے کسی سابقہ عمارت کے مصالح سے اسے تعمیر کرایا تھا۔ قدیم پتھر کی موتیوں کے ٹکڑے اس چشمہ کے قریب پانی میں پڑے ہوئے ہیں اور نو احاطات سے برہمن یہاں یا ترہ کی غرض سے آتے ہیں۔

۵۶۱۔ پرہاس پور کی مقامیت اور اس کے مندروں کی نسبت اس مکان کے متعلق

کہ وہ پرس پور اور در کے کھنڈرات میں موجود ہیں دیکھو نوٹ ۷۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔

۵۶۲۔ کرشن جی کا نام گوردھن دھربھی مشہور ہے کیونکہ جب اندرنے اپنی پوجا بند

ہر چند کہ وہ راجہ بہت قاصدے پر تھا تاہم اس کی قسمت کی طاقت سے یہاں سارے کام بڑی آسانی سے سرانجام ہو گئے۔ سورج خواہ گرے بادلوں میں بھی چھپا ہوا ہوتا، ہم اس کی تاثیر کنول پھولوں تک پہنچتی ہے۔ بادل خواہ کتنی دور بھی ہوں تاہم اُن کے باعث سورج کی ستش میں کمی ہو جاتی ہے۔ یقیناً بڑوں میں کوئی ایسی طاقت ضرور موجود ہوتی ہے جس کے باعث دور کے کام بلا روکاؤٹ سرانجام پا جاتے ہیں۔ یہ راجہ جسے اس کی رعایا چاند کی طرح دیکھتی تھی اس طرح پر چھتیس سال سات ماہ اور گیارہ دن حکومت کر کے انتقال کر گیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ آریاننگ^{۲۸۵} کے ملک میں بے موسم زیادہ برف باری کے باعث ہلاک ہوا تھا۔ بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ خاص نازک حالت میں وہ اپنے اُس اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے جو اُسے راجاؤں پر حاصل تھا چٹا میں بیٹھ کر رہ گیا۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ موہ اپنی فوج کے اُن بے حد شمالی علاقوں میں داخل ہو گیا۔ جہاں تک صرف غیر فانی لوگ (دیوتا)

کئے جانے پر غضبناک ہو کر موسلا دھار بارش شروع کی تو اس وقت کرشن جی نے گوردھن پر بت کو اپنی انگلی پر اٹھا کر گائیوں اور گوکُل کے باشندوں کو اس کے نیچے پناہ دی تھی۔

^{۲۶۳} جس عظیم الشان مورتی کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے اس کا ذکر ترنگ ۴ کے شلوک ۲۸۳ میں بردھ بودھ کے نام سے آیا ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۷۷ ضمیمہ کتاب ہذا (ترنگ ۴ شلوک ۱۹۴، ۲۲۰، ۲۴۱ اور ترنگ ۲ شلوک ۱۰۹)۔

^{۲۶۴} تولک کا وزن جس کا جدید نام تولہ ہے کشمیر میں اب بھی سورہ ماشہ یعنی ۶۴ رکتکا (رتی) کا شمار ہوتا ہے جیسا ابوالفضل کے زمانہ میں تھا۔ دیکھو آئین اکبری فصل ۲

ہی بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں۔ غرض جس طرح اس راجہ کے کارنامے عجیب و غریب تھے ویسے ہی اس کی موت کی خبریں بھی نہایت متحیر کرنے والی ہیں۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ وہ سمندر کے پانی میں چلا گیا۔ بعض کہتے ہیں آگ میں داخل ہو گیا اور بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی دوسری دنیا میں پہنچ گیا ہے ویسے ہی یہ بات کچھ چنداں عجیب نہیں کہ جب بڑے آدمی مرتے ہیں تو ان کے ایک عظیم النظر طریقے پر رخصت ہونے کے باعث ایسی کہانیاں لوگوں میں پھیل جاتی ہیں جو ان کی غیر معمولی شان و شوکت کا اظہار کرنے والی ہوتی ہیں۔

کولیہ پیڈ

اس کے بعد مشہور و معروف کولیہ پیڈ نے جو مکمل دیوی کا بیٹا تھا قرص زمین (کولیہ) پر اس طرح حکومت کی جس طرح آدتی کا بیٹا اندر کرتا ہے۔ اپنی فیاضی کے ذریعے اس نے شاہی قسمت میں جو ایک محبت (انورکت) کی

صفحہ ۳۵۴ تا ۳۶۶ -

جیسا کہ پی ڈبلیو نے اپنی کتاب میں لکھا ہے پل چار کرش کا ہوتا ہے اور ایک کرش مساوی ہے سولہ ماشہ کے اس طرح ہر گویا ایک پل چار تو لک کا ہوتا ہے پرست کا وزن عام طور پر سولہ پل کے برابر سمجھا جاتا ہے اب تک کشمیر میں پل حصہ سیر کے لئے پل کا لفظ بولتے ہیں۔

۳۶۵ چتو شالہ اور چیتہ کی اہمیت کے لئے دیکھو پرس پور کے کھنڈرات کی کیفیت

مندرجہ نوٹ کے ضمیمہ کتاب ہذا۔

۳۶۶ کلاہٹ کے معنے کلا کی منڈی کے ہیں۔ جس طرح اُن لوگوں اور چھوٹی

چیز ہے ایک بے عیب چمک پیدا کر دی جس طرح سانپ اپنی کھینچلی اتارتا ہے تو اُس کے اندر ایک بے عیب چمک پیدا کر دیتا ہے گو قدرتی طور پر اس کی رنگت سیاہ ہوتی ہے۔ کچھ مدت تک وہ اپنے بھائی کی وجہ سے جو اس کے برابر کی طاقت رکھتا تھا چمک سے اس طرح محروم رہا جس طرح آگ کی روشنی میں چراغ کا اوجالا مدہم پڑ جاتا ہے۔ جب درباری انعام (ورن) کی خواہش میں ان دونوں حکمرانوں کے درمیان پھرتے تھے اُن کے خزانے کی اس طرح درگت ہوتی رہی جس طرح ایک مست ہاتھی کی دونوں کنپٹیوں کے پسینے کی ہوتی ہے جبکہ شہد کی مکھیاں اُس خوشبودار پسینے (دان) کی خواہش میں دونوں کنپٹیوں کے درمیان پھرتی ہیں۔ آخر تھوڑے عرصہ بعد راجہ کو لیہ پیڑا اپنے چھوٹے بھائی اور اُن وزرا کی سازشوں پر غالب آگیا جو دونوں کی دولت لوٹ رہے تھے۔ جب اُس نے سلطنت کو دشمنوں سے پاک کر دیا اور طاقت حاصل کر لی تو اپنے آپ کو اس کام کے قابل محسوس کر کے دنیا کی فتح کے لئے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ اُن دنوں ایک وزیر نے شاید اُس کے باپ کی نصیحتوں کو یاد کر کے یا ذاتی نخوت عبادت گاہوں کا جن کا ذکر پرہاس پور کے متعلق آیا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا ویسے یہ مقام بھی عدم پتہ ہے۔

۵۲۶۹ لاٹ کے متعلق جو گجرات کے وسطی اور جنوبی علاقے کا قدیم نام ہے دیکھو یوئل صاحب کی کتاب مارکو پولو فصل ۲ صفحہ ۳۵۳۔ اور انڈین ایٹیٹی کوٹی فصل ۲۲ صفحہ ۱۸۳۔

۵۲۶۸ کلہن نے آگے چل کر ترنگ ۴ کے شلوک ۲۱۵ اور ۲۶۶ تا ۲۶۲ میں جینن کا جو ذکر کیا ہے اُس سے اس اقتدار کا پتہ چلتا ہے جو یہ توخاری وزیر لٹاوتیہ کے دربار میں رکھتا تھا۔ میسرز لیوی اور کیونر نے اوکنگ کے سفر نامے کے متعلق اپنے نوٹوں

میں آکر اس کے احکام کی خلاف ورزی کی جب رات ہوئی تو راجہ غصے سے بھرا ہوا اپنے بستر پر اسی نافرمان بردار وزیر کے فعل پر غور کرتا رہا اور ایک لمحہ بھر کے لئے بھی اُسے نیند نہ آئی۔ جب وہ اس طرح پر اُس قصور وار وزیر کی موت کا فکر کر رہا تھا اُسے اپنے غصے کے جوش میں یہ بھی خیال آیا کہ اُس وزیر کے ساتھ تعلق رکھنے والے اور بھی بہت سے لوگوں کو مار ڈالنا ضروری ہے جس طرح دیوتاؤں نے سمندر کو کوہ مندر سے بلوایا تھا تو اُس میں سے کال کوٹ (زہر) کے بعد آبِ حیات (سُدا) نکلا تھا اسی طرح جب اس کی روح تفکرات کے باعث جوش میں آئی تو غصے کے بعد اُس کے اندر تیاگ کا احساس پیدا ہوا۔ اس پر اس کا غصہ دور ہو گیا اور اس نے سوچا کہ کیا یہ بات ہے جس کے لئے مجھے خیال گذر ا کہ اتنے آدمیوں کو قتل کرادوں۔ اس جہم نے جس کے فائدے کے لئے بُرے کام کئے جلتے ہیں اور گناہ کمایا جاتا ہے کس شخص کا ساتھ دینا ہے؟ کون ایسا شخص ہے جو اپنے حافطے کو قائم رکھتا ہو اس ناشکرے جسم کی خاطر (صاف قانہ چاں چلن کے) دوامی راستوں کو مٹانے کی کوشش کر سکتا ہے؟ افسوس ہے

میں عجیب مشابہت کا ذکر کیا ہے جو کلہن کے بیانات اور ان علامات میں پائی جاتی ہے جو اوکنگ نے آٹھویں صدی کے وسط میں کشمیر کے متعلق توکیو یا ترکوں کے بارے میں ظاہر کی ہیں۔ ان تعلقات کو مد نظر رکھ کر سٹائن صاحب نے اوکنگ کے متعلق اپنے نوٹوں کی کتاب میں صفحہ ۱۹ پر یہ بات ظاہر کی ہے کہ کلہن نے جس چکن و ہار کا ذکر کیا ہے اُس سے مراد غالباً وہ عبادت گاہ ہے جو اوکنگ کی تیار کردہ کشمیر کے دہاروں کی فہرست میں سیانگ کیون (سیناپتی) کے نام سے درج ہے۔ مستند اہل الرائے کا خیال ہے کہ چن اور کن ان دونوں لفظوں کو چینی زبان میں لکھا جائے تو سیانگ کیون بن جاتا ہے۔ چونکہ چکن کو واضح طور پر توخاری نسل بیان کیا گیا ہے اس لئے سٹائن صاحب کا خیال ہے کہ چکن کا نام اُس ترکی

کہ لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ہر لمحہ کال نامی باورچی جوان کے خاتمے کی
طیاری کرتا ہے اُن کی اپنی حالت میں تبدیلی واقعہ کرتا رہتا ہے۔ طویل العمر
وجود (دیوتا لوگ) اُس وقت ہنستے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کل ہمارا چہرہ ایک
بلا وجہ (بچپن کی) مسکراہٹ سے روشن اور (گلابی رنگت کے لحاظ سے) کنول
پھول کی پنکھڑیوں سے مشابہ تھا آج یکا یک اُس پر ڈاڑھی کے سخت بال نکل
آئے ہیں اور اس پر (جوانی کی) چمک پائی جاتی ہے اس سے اگلی صبح کو (بڑھاپے
کے) سفید بال نظر آنے لگتے ہیں اور ہمارا چہرہ ایک بوڑھی بکری کے سر سے
مشابہ ہو جاتا ہے۔“

جس تیاگ سے اس قسم کے مستقل خیالات اُس کے اندر پیدا ہوئے
تھے اُس سے حاصل ہونے والی خوشی کی چاہ میں راجہ اپنی سلطنت کو چھوڑ کر
پلشک پر سروں میں چلا گیا۔

میرے نیک دوست سیدھا جنگل کو چلا جا اور وہاں اپنی روح کو ریاضت
میں مصروف رکھ۔ اس قسم کی (دنیاوی) دولت زوال پذیر ہے اور ایک لمحہ

نام کی سنسکرت صورت ہے جسے چینی زبان میں لکھا جائے تو سیانگ کیون بن جاتا ہے
اس خیال کی تائید اس طرح پر بھی ہوتی ہے کہ اوکنگ کی فہرست میں سیانگ کیون کا دوا
اُن مقدس بنیادوں سے عین پہلے مذکور ہے جو ترکوں کے خاندان شاہی کے اراکین سے
منسوب کی گئی ہیں۔

پروفیسر لیوی نے اپنے ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء کے ایک خط میں سٹائن صاحب کو لکھا
تھا کہ چنگن کا سیانگ کیون ہونا میں بھی تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ سنسکرت
نام چینی نام سے حاصل کیا ہوا ہے۔ پروفیسر لیوی کا یہ دعوے ہے کہ اس قسم کا نام چونکہ
چینیوں میں مشہور ہے اور عام طور پر پایا جاتا ہے اس لئے امید نہیں پڑتی کہ کسی چینی نے

میں نائب ہوتی ہے۔“

سلطنت کو چھوڑنے سے پہلے راجہ نے یہ شلوک اپنے تخت پر لکھ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تیاگ کا احساس اس کے اندر کس قدر زیر دست تھا۔ یہ راجہ جس نے اپنی مسلسل عبادت کے ذریعے سدھی حاصل کر لی تھی سری پریت ^{۲۸۴} اور دوسرے مقدس مقامات پر آج تک عابد لوگوں کی نظروں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ متر شرم نے جب دیکھا کہ میرے (سابقہ) راجہ کا بیٹا رخصت ہو چکا ہے تو اس نے بھی رنج کے مارے و تشٹا اور سندھو کے سنگم پر خود کشی کر لی۔ اور اس کی بیوی نے بھی اس کی تقلید کی۔

اس عابد راجہ نے ایک سال نصف مہینہ حکومت کرنے کے بعد وہ تکمیل حاصل کی جو آخری نجات کی طرف لے جانے والی سیڑھی ہے۔

راجہ بجرادتیہ (بپیک)

اس کے بعد بجرادتیہ جس کے دوسرے نام بپیک اور للتا دتیہ تھے اور

انہیں دو الفاظ کو ملا کر کسی غیر ملکی نام کو ظاہر کرنے کی جرات کی ہو۔ اس لئے ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ کلہن نے چنگن کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ایک چینی نام کی سنگرت صورت ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ کسی طرح یہ لفظ توخار ملک میں پہنچ گیا ہوگا اور اس کے بعد توخاری وزیر کے متعلق چین میں مشہور ہو گیا ہوگا (لفظ ہمیرہ کے متعلق ایسے ہی استعمال کی ایک اور مثال نوٹ نمبر ۴۸ کتاب مقدس میں ملتی ہے)۔ شائن صاحب چونکہ خود چینی زبان سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے لیوی صاحب کے بیان کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ گو انہوں نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ زمانہ مستقبل میں کوئی

جس کی ماں کا نام چکر مرد کا تھا راجہ بنا۔ یہ راجہ جو ظالمانہ طبیعت کا تھا اپنے بھائی سے جو رعایا کو سکھ دینے والا تھا ویسا ہی اختلاف رکھتا تھا۔ جیسے دربار^{۲۸۹} اس منی چاند سے۔ اس شریر اور حریص راجہ نے پرہاس پور کے وہ اوقاف واپس لے لئے جنہیں اس کا باپ منظور کر گیا تھا۔ یہ شہوات نفسانی کا غلام راجہ اپنے رنواں میں بہت سی رانیاں رکھتا تھا جن کے ساتھ وہ اسی طرح باری باری سے بھوگ کرتا تھا جس طرح کھوڑا کھوڑیوں سے۔ اُس نے بہت سے لوگوں کو ملیچھوں کے ہاتھ بیچ ڈالا اور ملک میں ایسے ایسے رواجات داخل کئے جو ملیچھوں کے شایاں شان تھے۔ سات سال حکومت کرنے کے بعد یہ گنہگار راجہ تپدق کے باعث مر گیا جو عیاشی میں بے حد مشغول رہنے کی وجہ سے لاحق ہو گیا تھا۔

راجہ پرتھویا پیڈ

اس کے بعد اس کا بیٹا پرتھویا پیڈ جو رانی منجر کا کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اپنی رعایا کو تباہ کرنے والا تھا چار سال ایک ماہ حکمران رہا۔

محقق اس بات پر روشنی ڈالے کہ چینی لفظ ہماری اس تاریخ میں کیونکر استعمال ہوا۔ چونکہ نے دوسرا وار جوہریک میں تعبیر کیا تھا اس کا ذکر ترنگ ۴ کے شلوک ۲۱۵ میں آتا ہے اس میں بھی بانی کا نام موجود تھا جیسا کہ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۱۵ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ بات ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکتی کہ اوکنگ کا مطلب ان میں سے کس وار سے ہے۔

۲۴۱۵ دوسرے وار اختلاف سے مراد یہاں سری نگر سے ہی معلوم ہوتی ہے جو حقیقی وار اختلاف تھا کیونکہ پرہاس پور بھی اپنے بانی کے عہد میں عارضی طور پر شاہی قیامگاہ

راجہ سنگرام پیڈاول

پر تھویا پیڈ کو معزول کر کے راجہ سنگرام پیڈاول جو رانی ماما کے بطن سے بیہ کا بیٹا تھا سات ^{۲۹۰} دن حکمران رہا۔ جب شاہی طاقت ان دونوں بھائیوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو اس میں چنداں روشنی پیدا نہیں ہوئی جس طرح سورج میں اس وقت زیادہ تیر روشنی نہیں ہوتی جب وہ ہمینت (سرمہ) اور ششتر (ابتدائی بہار) کے موسموں میں داخل ہوتا ہے۔

راجہ جیا پیڈ

سنگرام پیڈ کی موت کے بعد مشہور و معروف راجہ جیا پیڈ جو بیہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا وقت مناسب پر تخت نشین ہوا۔ وزیر کے ان الفاظ کو یاد رکھتے ہوئے۔ تم اپنے دادا کی طرح ثابت ہو، اس نے شوق سے فوج جمع کی اور دنیا کی فتح کو روانہ ہوا۔ جب اپنے ملک سے مع ماتحت والیان ریاست کے روانہ ہونے لگا تو اس دور اندیش راجہ نے ایک بوڑھے آدمی سے

شمار ہونے لگ گیا تھا۔ اور وہاں بھی ایک چنگن و ہار موجود تھا (ترنگ ۴ شلوک ۳۱۱) چنگن کا سری نگر والہ و ہار کلہن کے زمانہ تک موجود تھا اور راجہ جے سنگھ کے عہد میں راجن وزیر کی بیوی سے سلانے اس کی مرمت کروائی تھی۔ دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۴۱۔ آجکل اس کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ پرہاس پور والے چنگن و ہار میں نہیں بلکہ اسی میں کلہن نے بدھ کی وہ مورتی دیکھی تھی جس کا حوالہ اس نے ترنگ ۴ کے شلوک ۲۵۹ میں دیا ہے۔ کلہن کے زمانہ میں پرہاس پور ویران پڑا تھا اور اس کے مندر کھڑکات کی حالت میں تھے۔ دیکھو نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہزار۔

جو درہ کشمیر کے قریب رہتا تھا پوچھا۔ جب میرا دادا یہاں سے گذرا تھا تو اُسکی فوج کتنی تھی؟ تنے اس کی بہموں کے موقع پر اس کی فوج کا اندازہ کیا تھا۔ اس نے اب میرے سوال کا جواب دو۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مہاراج! یہ سوال پوچھنے سے اب کیا فائدہ ہے کوئی شخص اُن باتوں کی جو گذر چکی ہیں برابر ہی نہیں کر سکتا۔ اُس راجہ کی مہم کے موقع پر سوا لاکھ کرنی رتھیں (ڈولیاں) ہمراہ تھیں لیکن اب آپ کے ساتھ صرف اسی ہزار ہیں۔ یہ سکر جیا پیٹ چنداں دل شکستہ نہیں ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رانا کی مغلوب کرنے والی طاقت کے باعث زمین دن بدن چھوٹی ہوتی جا رہی ہے۔ جب بوڑھے نے راجہ کی خصلت میں اس قسم کی خوبیاں دیکھیں تو اس نے راجہ للتا دتہ کی دور اندیشی کو محسوس کیا۔

جج کا قبضہ تخت کشمیر پر { جس وقت راجہ ملک سے دور نکل گیا تو اُس کا سالہ جج نامی دھوکے سے کشمیر میں داخل ہو کر زبردستی تخت پر قبضہ کر بیٹھا۔ اس کے بعد دن بدن سپاہی جو اپنے وطن کو واپس جانے کے خواہشمند تھے اور اپنے آقا

رتنگ ۴ شلوک ۱۹ تا ۲۰

۲۴ کشمیر میں کشک ناگ کی پوجا کے متعلق دیکھو نوٹ ۸۳ کتاب ہذا۔

۲۵ لغت کی کتابوں میں پست ایک خاص قسم کے درخت کا نام آیا ہے جس میں ایک پھل لگتا ہے جسے ہم فیل سبب کہہ سکتے ہیں۔ ترنگ ۴ کے شلوک ۲۷ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلہن نے مراد ایک ایسے پھل سے لی ہے جو کشمیر میں پیدا ہوتا ہے لیکن ہندوستان میں نایاب ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ فیل سبب ہندوستان کے میدانوں میں تو پایا جاتا ہے مگر کشمیر میں پیدا نہیں ہوتا۔

کے متعلق اپنے فرض کو پورا کرنے سے غفلت کرتے تھے شاہی فوج کو چھوڑنے لگے لیکن جیا پیٹنے جو دوسروں کی مدد کے بغیر اپنی طاقت کو ثابت کرنے کا خواہشمند تھا ایک اور چالاک کی تجویز سوچی۔ اس مضبوط دل راجہ کی خود اہمقادی ناقابل شکست تھی اور اسی کے ذریعے وہ قسمت کی نامہربانی پر غالب آیا۔ اُس نے اُن راجاؤں کو جو اس کی مہم کے ساتھ روانہ ہوئے تھے اپنے اپنے ملک کو بھیج دیا اور خود تھوڑی سی فوج ساتھ لیکر پریاگ کی جانب چلا۔ وہاں پر اپنے صبار قنار گھوڑوں کو جو اُس کے پاس باقی تھے جمع کر کے ایک کم ایک لاکھ مہم بہت سی دکشنا کے پرہمنوں کو دیدیئے۔ ایک مہر جس پر ذیل کے الفاظ کندہ تھے طیار کروائی۔ مشہور و معروف راجہ جیا پیٹکیؑ یہ مہر اُن موقعوں پر قابل استعمال تھی۔ جب لوگ گنگا کا پانی برتنوں میں بند کر کے دور دراز علاقوں میں لے جائیں۔

جیا پیٹنے یہ حکم دیدیا یہاں پریاگ میں اگر کوئی اور شخص پورے ایک لاکھ گھوڑوں کا دان کرے تو میری بجائے اس کی مہر استعمال کی جائے۔ آج تک بڑے بڑے راجہ مقدس گنگا کا پانی ان برتنوں سے لیکر پیتے ہیں جنہیں اس راجہ کی مہر کا نشان

ترنگ کے شلوک ۳۷ میں کلن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کپت پھل موسم گرما کے شروع میں صرف تھوڑے عرصہ کے لئے کشمیر میں دستیاب ہو سکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پھل سے مراد حقیقت میں چیری (شاہ دانہ) سے ہے چیری کی دو قسموں کی کاشت عام طور پر کشمیر میں ہوتی ہے یہاں اس کے درخت میں اپریل مئی کے مہینوں میں پھول آتے ہیں اور ماہ جون میں پھل پکتے ہیں۔ شمال مغربی ہمالہ پہاڑوں کے علاوہ چیری ہندوستان کے کسی اور حصہ میں بالکل نہیں ہوتا۔

۳۷۲ سنگ قمری یا چندر کانت کی تاثیر یہ بتائی جاتی ہے کہ جیب اس پر چاند کی

لگا ہوا ہوتا ہے اور انکو اس سے سخت رنج پونچتا ہے۔ اپنے ایک معتبر نوکر کے پاس اس بات کا حکم چھوڑ کر کہ سپاہی واپس اپنے ملک کو چلے جائیں وہ رات کے وقت لشکر سے نکل کر اکیلا روانہ ہوا۔

جیا پیڈ کی سرگزشت سفر اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لئے اس پاس کے راجاؤں کے ملکوں (منڈل) میں گھومتا تھا جس طرح سوچ بادل کے مجموعے (منڈل) میں۔ آخر کار وہ پونڈر و مدھن کے شہر میں داخل ہوا جو اُس زمانہ میں راجگان گوڑ کے ماتحت تھا اور جس پر بے انت نامی ایک راجہ حکومت کرتا تھا۔ اہل شہر کی دولت سے خوش ہو کر جو ایک عمدہ حکومت کے باعث خوشحال تھے وہ نرت دیکھنے کے لئے کار تکیہ کے مندر میں گیا۔ وہاں اس نے بھرت^{۲۹۵} کے اصولوں کے مطابق نرت اور کیرتن ہوتا دیکھا اور چونکہ خود بھی اس شاستر سے واقف تھا۔ اس لئے وہ مندر کے دروازے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے غیر معمولی جاہ و جلال کو دیکھ کر مضطرب ہو کر پرے ہٹ گئے لیکن کلانا می ایک رفاصہ (رام جی) نے اس خوبصورت کرنیں پڑیں تو اس کے اندر سے سردی نکلتی ہے۔

^{۲۹۳} مگدہ کی سلطنت میں گیا اور پٹنہ کے دو جدید اضلاع جو دریائے گنگا کے جنوب میں واقع ہیں شامل تھے۔ بدھ نے اپنی ابتدائی زندگی یہیں بسر کی تھی دیکھو گنگھیم صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۲۵۲۔

^{۲۹۴} معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر اُس ومار سے مراد لی گئی ہے جو چکن نے سرنگ میں بنوایا تھا۔ اور جو کلہن کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ دیکھو نوٹ ۲۶۹ کتاب ۸ کا شلوک ۲۲۱۵۔

شاہزادے کو غور سے دیکھا۔ اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس بظاہر عزت دار شخص کا ہاتھ رہ رہ کر جلدی سے اپنے کندھے کے پیچھے کی طرف جاتا تھا اس نے خیال کیا کہ یقیناً یہ کوئی راجہ یا بڑے خاندان کا راج پُتر ہے جس نے بھیس بدل رکھا ہے اُسے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے نوکروں کے ہاتھ سے پان کے بیڑے لینے کی عادت ہے اور اس لئے اُس کا ہاتھ ہر لمحہ کندھے کے پیچھے کی طرف جاتا ہے۔ ہاتھی کا کان اُس وقت بھی ہلتا رہتا ہے جب مکھیاں اس کی کنپٹی کا رس حاصل کرنے کے لئے جمع ہونے سے ہٹ جاتی ہیں۔ شیر اس وقت بھی پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھتا رہتا ہے جب ہاتھیوں کا گلہ اُس کے پیچھے نہیں آتا۔ مور اس وقت بھی جہنکار نے سے یاز نہیں آتا۔ جب اُس کی بادلوں کی توقع دور ہو جاتی ہے۔ غرض عادات اُس صورت میں بھی دور نہیں ہوتیں جبکہ انہیں پیدا کر نیوالی وجہ باقی ہو۔ اس قسم کے خیالات اس رقصہ کے دل میں پیدا ہوئے اور اپنی ایک گمری سہیلی کے ساتھ مشورہ کر کے اس نے اسے راجہ کے پاس بھیجا۔ جب اُس کا ہاتھ پھر حسب دستور پیچھے کی طرف اٹھا تو اس نے اس میں پان کا بیڑا رکھ دیا۔ جیسا بیڈ نے اسے منہ میں ڈال لیا اور پیچھے کی طرف مڑ کر اُس لڑکی

۲۷۵ جس مقام کا یہاں پر حوالہ دیا گیا ہے اس کا آجکل کہیں پتہ نہیں چلتا۔

۲۷۶ چکریشور نامی لنگ کی مقامیت کا اب کہیں پتہ نہیں چلتا۔ نیل مت پوران

مہاتموں اور تیرتہ سنگرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم چار مختلف مقامات میں شوجی کی پوجا اس نام سے ہوتی تھی۔ یہ مقامات حسب ذیل ہیں۔ اول بدھوتی کا کنارہ (جس سے مراد بند پور کی ندی ہے) دیکھو ترنگ، شلوک ۱۱۷۹۔ اس کا حوالہ نیل مت پوران کے شلوک ۱۱۵۱ میں موجود ہے۔ دوسرا مقام وجیشور کے نواح میں دیکھو وجیشور مہاتم شلوک ۱۵۶۔ وثالثاً مہاتم ادھیائے ۲ شلوک ۱۱۔ ادھیائے ۵ شلوک ۲۳۔ تیسرا مقام

کو دیکھا۔ جب اس نے بھوؤں کے اشارے سے اُس خوبصورت بہوؤں والی لڑکی سے پوچھا کہ ٹوکس کے ساتھ ہے تو اس نے اس رقاہ کی طرف اشارہ کیا جس نے اس کے ہاتھ پان کا بیڑہ بھیجا تھا۔ اپنے مختلف شیریں الفاظ کے ذریعے اُس کے اندر مہربانی کا احساس پیدا کر کے وہ اسے رفتہ رفتہ اُس رقاہ کے مکان تک لے گئی۔ جواب رقص سے فارغ ہو چکی تھی۔ آخر الذکر بڑی حسین و جمیل تھی اور اس نے ایسے ادب اور سلیقہ کے ساتھ گفتگو کی کہ راجہ حیران رہ گیا اس کے بعد جب رات کا چہرہ چاند کی روشنی میں سفید ہو گیا تو وہ راجہ کو ہاتھ سے پکڑ کر خوابگاہ میں لے گئی۔

دونوں ایک ساتھ سنہری پلنگ پر لیٹ گئے اور کملانے چو نشہ میں نچور تھی اپنے ناز و انداز کے ذریعے اُسے بس میں لانے کی بہت کوشش کی لیکن راجہ اس کی بات پر رضا مند نہ ہوا۔ اس سے کمل شرمندہ سی ہو گئی چمپریلے بازوؤں والے راجہ نے اُسے اپنے گلے سے لگالیا۔ اور باہستگی کہنے لگا۔

اے کنول نینی! تو نے میرے دل کو موہ لیا ہے لیکن مناسب وقت کا لحاظ رکھنے کے باعث میں تمہیں ناخوش کرنے پر مجبور ہوں۔ اے سندری!

وہ چشمہ ہے جو ایش ایشور (ایش بر) متصل سری نگر کے قریب چکر تیرتھ کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو ایشیا ایہ مہاتم اور سریشوری مہاتم۔ چوتھا مقام کھون موہ سے اوپر ہر ایشور تیرتھ کے قریب ایک غار ہے جس کا حوالہ تیرتھ سنگرہ میں پایا جاتا ہے۔

۷۷۷ یہاں پر جو کہانی بیان کی گئی ہے وہ اس کہانی سے بالکل ملتی جلتی ہے۔

جس کا ذکر البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۱۱ پر کنک (کنشک) کے راجہ قنوج پر چڑھائی کرنے کے متعلق کیا ہے۔ یہاں پر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قدیم کہانی کو کشمیر کے ایک بہادر راجہ سے منسوب کر لیا گیا ہے۔ دیکھو لاسن صاحب کی

میں تمہارا غلام ہوں جسے تم نے اپنی غیر مصنوعی اداؤں سے خرید لیا ہے۔ تجھے بہت جلد میری داستان معلوم ہو جائیگی اور میں تجھ سے اچھی طرح پیار کرونگا۔ نازنین! میں تجھے جلدانا چاہتا ہوں کہ میں اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ اُس وقت تک کسی خوشی سے حظ حاصل نہ کرونگا جب تک کہ وہ کام جو باقی اور عنقریب ہونے والا ہے ختم نہ کر لوں۔ یہ الفاظ کہہ کر اس نے ایک آہ بھری اور اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگلی کے ذریعے پلنگ کو بجاتے ہوئے ذیل کا شلوک پڑھا۔ کسی مضبوط دل شخص کے لئے جس نے فتوحات کا ارادہ کر رکھا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ عورتوں کا خیال کرے۔ سورج اپنی پیاری شام کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک وہ ساری دنیا کے اوپر سے نہ گزر چکے۔

یہ شلوک جو راجہ نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر پڑھا تھا اسے شکر کملانے جو بڑی سمجھدار عورت تھی جان لیا کہ ضرور یہ کوئی بڑا آدمی ہے صبح کے وقت جب راجہ باہر جانے لگا تو اس پیاری عورت نے تہ دل سے اُس کے آگے التجا کی کہ آپ زیادہ عرصہ تک باہر نہ رہیں۔

کتاب انڈس آئرلینڈس کڈ فصل ۳ صفحہ ۹۹۵۔ تفصیل ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ ہیں کہ یہ بات مانتی پڑتی ہے کہ کلمن نے بھی یہ کمائی وہیں سے حاصل کی ہوگی جہاں سے البرونی نے حاصل کی تھی۔

۵۲۷ نیل مت پوران کے شلوک ۷۴ میں دریائے ویشٹا کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ شوجی نے نیل ناگ (ویر ناگ) کے قریب اپنا ترسول زمین میں گاڑ کر دریائے ویشٹا کو نیچلی زمین سے سطح زمین پر نمودار کیا تھا۔

۵۲۹ پرور پور۔ سے مراد سری نگر۔ سے ہے دیکھو نوٹ ۷۷ کتاب ہذا

ایک موقعہ پر جبکہ وہ شام کے وقت دریائے کے کنارے سندھیا کرنے گیا اور دیر تک گھرنے لوٹا تو واپسی پر اس نے مکلا کو بڑے فکر کی حالت میں پایا اور جب اُس نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ مسکرا کر کہنے لگی۔
 یہاں ایک بہت بڑا شیر رہتا ہے جو جانداروں پر حملہ کرتا اور انہیں مارتا ہے۔
 یوماً فیوماً اس نے بہت سے آدمیوں۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں کو مار ڈالا ہے
 چونکہ آپ کو بھی آنے میں دیر ہو گئی تھی اس لئے میں خوف زدہ ہو گئی۔ اس
 جگہ کے راجہ اور راج پتر اس خطرے سے بہت بے چین ہیں اور رات پٹنے
 کے بعد اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ جب وہ سینہ اس قسم کی باتیں
 کر رہی تھی جیسا پیڈ نے اُسے چپ کرادیا اور ہنسنے لگا اور اس کے بعد اس نے
 وہ رات اضطراب کی حالت میں بسر کی۔ اس سے اگلے روز بوقت شب
 وہ شہر سے نکل کر بڑے درخت کے نیچے شیر کے انتظار میں جا بیٹھا۔ آخر
 کچھ فاصلہ پر وہ حیوانات کا بادشاہ دکھائی دیا۔ وہ اس طرح چمک رہا تھا جس طرح
 کیول کا درخت شگوفے کھلنے کے موسم میں چمکتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا
 کہ وہ موت کی ہنسی کی ایک متحرک تصویر ہے جس وقت شیر ایک دوسرے
 ۲۸۰ باقی آنک کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

۲۸۱ تری گرامی سے مراد بلاشبہ موجودہ موضع تری گام سے ہے جو سایر المواضی
 کے پرگنہ میں پرہاس پور کے مندروں کے کھنڈرات سے شمال مشرق کی جانب ڈیڑھ میل کے
 فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی تصدیق ترنگ ۵ کے شلوک ۱ سے ہوتی ہے جہاں ذکر آیا
 ہے کہ تری گرامی اس مقام پر واقع تھا جہاں سویس کے دریاؤں کو باقاعدہ بنانے سے پہلے
 دشتا اور سندھ ملا کرتے تھے۔ تیردیکھو ترنگ ۸ شلوک ۵۶ ۳۳۔

کیال موچن تیرتھ کی یا ترا کے موقعہ پر لوگ اکثر یہاں جاتے ہیں اور اس کا ذکر اُس

راستہ پر سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا جا رہا تھا اس شاہی شیر نے لاپرواہی سے اس پر ایک نعرہ بلند کیا۔ شیر نے کان کھڑے کئے۔ منہ کھولے۔ آیاں ہلاتا۔ ہنکھیں چمکاتا اور گر جتا ہوا اپنے جسم کا اگلا حصہ اونچا کئے اس کی طرف لپک کر آیا اور جب اُس نے غصہ میں آکر اس پر حملہ کیا تو جیا پیڑ نے جلدی سے حرکت کر کے اپنی کوہنی اس کے حلق میں داخل کر دی اور اپنا خنجر اُس کی چھاتی میں گھونپ دیا۔ ایک ہی وار سے کٹ کر شیر تو مر گیا اور اس کا بہتا ہوا خون اس طرح معلوم ہوتا تھا گویا وہ اُن ہاتھیوں کے ماتھوں پر لگا ہوا سینہ صو رہے جنہیں وہ کھا چکا تھا۔ اپنی زخمی کوہنی پر پٹی باندھ کر وہ اس رقصہ کے گھر کو واپس چلا آیا اور حسب معمول رات کو سو رہا۔

صبح کے وقت راجہ جے انت کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ شیر کو ماریا گیا ہے۔ چنانچہ اپنا استعجاب رفع کرنے کے لئے وہ خود اس کی لاش کو دیکھنے نکلا مگر جب اس نے دیکھا کہ اتنے بڑے شیر کو صرف ایک ہی وار سے مارا گیا ہے تو اُسے بڑی حیرت ہوئی اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ اسے مارنے والا

تیرتھ کے مہاتم اور صاحب رام کی کتاب تیرتھ سنگرہ میں آیا ہے۔

باہم کسی معاہدہ کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی دیوتا کی موتی کو سامن بنائے کی رسم کے متعلق دیکھو ترنگ ۱۵۱ جہاں ساکشن کا لفظ اس شلوک کے لفظ مہیمیت کے معنوں میں آیا ہے۔

۲۸۲ء معلوم ہوتا ہے کہ گوڑہ کے باشندے اپنے راجہ کے قتل کے بعد کشمیر میں اس غرض سے آئے تھے کہ اپنے راجہ کی موت کا انتقام لینے کے لئے للتاوتیہ کی پندیدہ موتی پر ہاس کیشو کو توڑ دیا جائے۔

۲۸۳ء شاروا کے مندر واقعہ دادئی کشن گنگا کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۳ کتاب ہذا۔

ضرور کوئی فوق الفطرت طاقت کا آدمی ہے اُس کے نوکرنے ایک انت
 رنگن، اُس شیر کے دانتوں میں سے نکال کر اُس کے حوالے کیا اور وہ دیکھ کر
 بہت حیران ہوا کہ اس پر جیا پیڈ کا مشہور و معروف نام موجود تھا۔ جب راجہ
 نے دریافت کیا کہ وہ پرتھوی کا حکمران کیونکر اس مقام میں آگیا ہے تو سارا
 شہر جیا پیڈ کی آمد سے ڈر کر دہشت زدہ ہونے لگا۔ آخر کار سوچ کر راجہ نے
 اہل شہر سے کہا۔ اے احمقو! تم کس لئے ڈرتے ہو جبکہ یہ موقع خوشی کا
 ہے سنا ہے کہ راجہ جیا پیڈ اپنے بازو کے بل پر بھروسہ کر کے کسی وجہ
 سے بالکل تنہا غیر ملکوں میں راج پتر کلت کے نام سے سیاحت کرتا
 پھر رہا ہے۔ میرا چونکہ کوئی بیٹا نہیں اس لئے میں فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنی
 بیٹی کلیان دیوی اس کو دیدوں۔ اگر وہ جس کی ہمیں تلاش کرنی ہے یہاں پہنچ
 چکا ہے تو یہ گویا اُس وقت خزانے کو اپنے ہی گھر میں پالنے کے برابر ہے
 جبکہ کوئی شخص جو اہرات جمع کرنے کی خواہش سے جواہرات کے جزیرے کی
 طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہو۔ وہ سارے عالم کا مالک ضرور اس شہر
 میں ہوگا اگر کوئی شخص اُسے ڈھونڈ کر مجھے اس کی اطلاع دینا تو جو کچھ وہ

۲۸۴ ڈامر لفظ کے استعمال اور اہمیت کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۵ ضمیمہ کتاب ہذا۔
 جیسا کہ آتھوی ترنگ سے معلوم ہوگا ڈامر لوگوں نے اُن تمام سیاسی فسادات میں جکھن
 کے زمانہ میں ہوئے بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ یہاں پر جو اس لفظ کا حوالہ دیا گیا ہے اُس سے
 صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کلن للتا دتیہ سے کشمیر کی پولیسی کے اصول لکھواتا ہوا
 دراصل اپنے زمانہ کو مد نظر رکھتا ہے۔

۲۸۵ ٹرائڈ اور لاسن اپنی کتاب انڈش آئر تھس کنڈ کی فصل ۳ صفحہ ۱۰۰ میں یہ
 خیال ظاہر کرتے ہیں کہ آریانک سے مراد یونانی جغرافیہ دانوں کے اریان سے ہے جو عام

مجھ سے مانگے گا میں اُسے دوں گا۔

اہل شہر نے اپنے صادق القول راجہ کے الفاظ پر اعتبار کر کے اس بھیس بدلے ہوئے راجہ کو ڈھونڈ نکالا اور اطلاع دی کہ وہ کملا کے گھر میں رہتا ہے۔ راجہ معہ اپنے وزرا اور رانیوں کے وہاں پہنچا اور اس سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنے ہمراہ چلنے کی درخواست کی اور آخر کار ایک دعوت کا انتظام کر کے اُسے اپنے محل پر لے گیا۔

اس کے بعد اس نے اس راجہ کے ہاتھ میں جس کی قسمت میں خوشحالی (کلیان) بھگوننا لکھا تھا کلیان دیوی کا ہاتھ اس طرح پر دیدیا گویا وہ اُس شاہی دولت (لکشی) کا ہاتھ تھا جسے وہ پہلے تیاگ آیا تھا۔ جیسا پیڑم نے اس موقع پر اپنی بہادری کا اظہار اس طریقے پر کیا کہ بغیر تیاری کے پانچ گویا راجاؤں کو شکست دی اور اپنے خسر کو ان کا حاکم اعلیٰ بنا دیا۔ اس اثنا میں متر شرا کا بیٹا دیو شرا جو بعض سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد دوسروں کو جن کا کوئی رہبر نہ تھا جمع کرتا رہا تھا اس کے ساتھ آ ملا۔ اس وزیر کی درخواست پر راجہ اپنے ملک کی طرف واپس لوٹا۔ اُس کے آگے آگے فتح کی دیوی تھی

طور پر ہشتی ایران کا نام تھا۔ لیکن یہ خیال بہت بڑی حد تک مشتبہ ہے کیونکہ یہ نام ہندوستان میں اگر کبھی ان معنوں میں استعمال ہوا بھی تو ممکن نہیں کہ ملتا دتیہ یا کلہن کے زمانہ تک باقی رہا ہو بالخصوص اس لئے کہ اور سنسکرت کی کتابوں میں اس کا کس ذکر نہیں آتا۔

۵۸۶ ایک ٹیکا کار کے خیال میں پلشک پرسرون کا دوسرا نام نئے مشارنیہ ہے جس کا ذکر زمیہ نظمیں اور پورانوں میں ان معنوں میں آیا ہے کہ رشی لوگ وہاں پر نواس کیا کرتے تھے۔

اور پیچھے پیچھے خوبصورت آنکھوں والی دو عورتیں۔ کینا کچ کے راجہ کو میدان جنگ میں شکست دیکر یہ راجہ جو بڑا بہادر تھا اُس کے تخت کو جو شاہی طاقت کی علامت تھا اپنے ہمراہ لے گیا۔

جنگ کی شکست اور قتل { اس طرح پر اپنی دلیری کے کرتب ظاہر کرتا ہوا جیا پیڈ جس وقت اپنے ملک کے اندر داخل

ہوا تو جج جس کی فوجیں تیار تھیں میدان مقابلہ میں آیا۔ کئی دن تک ان دونوں کے درمیان موضع شش کلپتیس ^{۲۹۸} بڑے معرکے کا جنگ ہوتا رہا۔ چونکہ اس راجہ سے محبت کرتی تھی اس لئے میدان جنگ میں بہت سے دیہاتوں اور ان جنگلی لوگوں نے اس کا ساتھ دیا جو جج کی حکومت برداشت کر نیکے ناقابل تھے۔ گاؤں کے ایک چند ال شری دیونامی نے اپنی ماں سے یہ کہہ کر کھانا مانگا۔ ”میں راجہ کی مدد کو جا رہا ہوں“ اور جب وہ ہنسنے لگی تو یہ کہہ کر اسے تسلی دیتا ہوا راجہ سے جاملے۔ ”میں جج کو ماروں گا“ میدان جنگ میں دوسرے دیہاتیوں کے ہمراہ پہنچ کر وہ ادھر ادھر سپاہیوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ جج کہاں ہے؟ سپاہیوں نے دور سے اس کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔

۲۹۷ سری پریت کے لئے دیکھو نوٹ ۱۷۰ کتاب ہذا۔

۲۹۸ جس مقام پر دریائے ویشٹا اور سندھو ملتے ہیں اور جہاں آج کل موضع ساویڑو یا شہاب الدین پور واقع ہے اس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ویسا ہی مقدس مقام ہے جیسے پریاگ میں دریائے گنگا اور جمنا کا جائے اتصال۔ آخری مقام کا نام نیل مت پوران کے شلوک ۲۹۹ میں بالواسطہ طور سے کشمیر تیرتھ پر عائد کیا گیا ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۲۹۹ مہاتم ادھیائے ۲۱ شلوک ۷۰۔ ویشٹور مہاتم ادھیائے ۲ شلوک ۱۷۰ و نیز دیگر ایسی ہیں۔ دریائے پورانے مقام اتصال کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۷۰ ضمیمہ کتاب ہذا و ترنگ شلوک ۱۹۰

(وہ جج ہے) جو اس وقت مارے پیاس کے میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ایک سنہری صراحی میں سے پانی پی رہا تھا شری یونے گویا چلا کر زور سے اُس راجہ کے منہ پر ایک پتھر مارا اور بے خطا نشانہ لگاتے ہوئے بہ آواز بلند کہنے لگا۔ ”اے لو! میں جج کو مار ڈالا ہے“ جج کا چہرہ بُری طرح زخمی ہو چکا تھا وہ گھوڑے پر سے نیچے گر پڑا اور جس وقت زمین پر نزع کی حالت میں پڑا تھا اس کے ہر ہری اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جج کو ہمیشہ اپنے طاقتور دشمن کے حملے کا خوف لگا رہتا تھا آخر کار تین سال کے بعد وہ سلطنت جو اس نے دغ سے حاصل کی تھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ وہ دولت جسے سوداگر امانت میں خیانت کر کے یا فاحشہ عورتیں اپنے چاہنے والوں کو دھوکا دیکر یا راجہ دغا بازی سے حاصل کرتے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہوتی۔ جب جج قتل ہو چکا تو جیسا پید پھر اپنا شاہی اعزاز حاصل کر لیا۔ حکمرانی کا بار اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اپنے نیک کاموں کے ذریعے نیک لوگوں کے دلوں کو موہ لیا۔

اس ملک میں جہاں راجہ کو دشمن کو شکست دینے کے بعد فتح (کلیان) حاصل ہوئی تھی کلیان دیوی نے کلیان پور کی بنا قائم کی۔ راجہ نے ملہان پور

۵۲۸۹ پورانوں میں ایک قصہ مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کینہ ور اور بدخونی

درباس سوم یعنی چندرمان دیوتا کا بھائی تھا۔

۵۲۹۰ ایک ٹیکا کارنے اس موقع پر لفظ و اسران کا استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ

وہ ہے جو اوپر دیا گیا ہے لیکن ٹرائٹر۔ لاسن اور درگا پرشاد نے یہاں پر لفظ و تسران استعمال کرنے کو ترجیح دی ہے جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ سنگرام پیر کی حکومت سات سال رہی تھی لیکن یہ اندازہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ کلہن نے ترنگ ۲ تا ۸ کے عہد حکومت کا جو اندازہ ۱۳۲۸ سال کا لگایا ہے اُس میں اس سے فرق آتا ہے چنانچہ اس کا ذکر ڈاکٹر

بنایا اور وپول کیشو کا مندر تیار کروایا۔ کملانے بھی اپنے نام پر کمل پور شہر کی
بنا ڈالی۔ کلیان دیوی پر اس راجہ کی توجہ اس قدر تھی کہ اس نے اس کا اعزاز
مہا پرتی ہار پیڑا (چیف چیمبر لین) کے عہدے سے بھی بڑھا دیا۔

جیا پیڈ کی سرپرستی علم { جس طرح کشتی نے وٹشٹا کو نمودار کیا تھا ویسے

چھپ چکا تھا پھر اس کے اپنے وطن میں نمودار کیا۔ جب کوئی بے علم شخص اُسکے
روبرو سوالی بن کر آتا تھا تو وہ اُسے اس بات کے کہنے پر مجبور کرتا تھا کہ میں
بیوقوف ہوں جس سے باقیوں کے دلوں میں قدرتی طور پر تحصیل علم کا شوق پیدا
ہوتا تھا۔ اس راجہ نے باہر سے بہت سے قابل ٹیکاکار (شاج) منگوائے
اور اُنکے ذریعے مہا بھاش کے مطالع کو جو رک چکا تھا اپنے ملک میں از سر نو
سجال کیا۔ بیا کرن کے ایک مشہور پنڈت کشیر سے تعلیم حاصل کر کے جیا پیڈ
نے دانائوں میں غرت حاصل کی۔ یہ صاف دل راجہ کسی اور راجہ کو اپنے ساتھ
مقابلہ نہ کرنے دیتا تھا بلکہ خود تعلیم یافتہ لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرنے پر فخر
کرتا تھا۔ بجائے ایک راجہ کے ایک عالم کی حیثیت میں اس کی شہرت اس قدر

ہلزش نے اٹھین اینٹی کوٹی کی فصل ۱۸ صفحہ ۹۹ میں بھی کیا ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۱۴ کتاب ہذا۔

۵۲۹۱ جیسا کہ ترنگ ۴ کے شلوک ۵۱۷ سے واضح ہوتا ہے جیا پیڈ کا دوسرا نام

ونایہ دتیہ بھی تھا چنانچہ جیا پیڈ کے زمانہ کے ملی ہوئی دھات کے سکے جن پر یہ نام
موجود ہے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں نیز دیکھو گنگھیم صاحب کی کتاب "کانیزاف ٹیڈی" ل
صفحہ ۴۵۔

۵۲۹۲ ابرونی اپنی کتاب "انڈیا" کی فصل اول صفحہ ۲۰۶ میں لکھتا ہے کہ "بشندگان

کشیر اکثر پیادہ چلتے ہیں کیونکہ وہاں سواری کے جانور یا ہاتھی نہیں ہوتے لیکن ان میں

بڑھی ہوئی تھی کہ باوجود اُس کے بہت سے نقائص کے زمانہ آجتک دوسری چیزوں کی طرح اسے دور نہیں کر سکا۔ چونکہ اس راجہ کی عالموں سے بڑی نسبت تھی اس لئے جو راجہ اس کی خدمت کرنے آتے اور اُس کے روبرو پیش ہونا چاہتے تھے وہ علمائے اسی کے گھروں میں جایا کرتے تھے۔ اس راجہ نے عالموں کو اس قدر تلامش کر کے جمع کیا کہ دوسرے راجاؤں کے ممالک میں علمائے سخت قلت ہو گئی۔ ٹھکیہ کو جو وزیر شکر دنت کے خیرات خانوں (بھکت شالاکوں) کا سپرنٹنڈنٹ تھا اس نے اپنے درباریوں میں لیکر اس کی فضیلت کی وجہ سے ایک اعلیٰ عہدہ دیدیا۔ اس راجہ کا سبھاپتی (خاص پنڈت) بھٹ او بھٹ نامی فاضل تھا جسے ایک لاکھ دینار روزانہ ملا کرتے تھے۔ جس طرح بلی نے کوی کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ویسے ہی اس راجہ نے کوی دامودر گپت کو جو کٹنی مشی نامی نظم کا مصنف تھا اپنا مشیر خاص بنالیا اُس کے درباری شاعر منور تھے۔ سنکھ دنت۔ چٹک اور سندھی مت تھے اور وامن وغیرہ اُس کے وزراتھے۔ ایک دفعہ جب اس نے اپنے خواب میں سورج کو مغرب کی طرف سے نکلنے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ قانون کا کوئی بڑا جوگ امیر ہوتے ہیں وہ ایک قسم کی پانکی میں سوار ہو کر چلتے ہیں جسے کٹ کہتے ہیں۔ اور جسے چند آدمیوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کٹ کا لفظ کرنی تھو کو ہی بگاڑ کر فارسی زبان میں بنالیا گیا ہو۔

۵۲۹۳ آجتک گنگا کے مقدس پانی کو لوگ برتنوں اور بوتلوں میں بند کر کے اور اوپر مہر لگا کر لے جاتے ہیں کلہن کے اس بیان کے متعلق کہ اُس کے زمانے تک پریاگ میں ایسے برتنوں پر مہر لگانے کے وقت جیا پیٹ کے نام کی مہر استعمال کی جاتی تھی تحقیقات کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ٹرائر اور لاسن صاحب نے یہ خیال ظاہر

استاد خوش قسمتی سے اس ملک میں آ گیا ہے۔ یہ ذہین اور منصف مزاج
 تجربہ کار راجہ اُن تمام باتوں کے مختلف لطفوں سے واقف تھا جن سے حظ
 حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو راجہ دلفریب چیزوں کو دیکھنے کے قابل آنکھیں نہیں
 رکھتے نہ اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کونسی چیز شیریں ہے وہ اندھے
 بیلوں کی طرح سوائے کھانے کے اور کس چیز سے واقف ہو سکتے ہیں۔ جو تعلق
 بیوی کی بغل گیری کا اس مردہ شخص سے ہے جو چتا پر پڑا ہوا اور جس کے ساتھ
 سستی ہونے کی اُسے خواہش ہو جو تعلق نیشکر کے رس کو اُس شخص سے ہے
 جو غش کی حالت میں بالکل بیہوش ہو چکا ہو اور جو تعلق بے شمار ماروں کی
 خوشبو کو اس زندگی سے ہے جو گزر چکی ہو وہی تعلق چیزوں کی فطرتی خوبصورتی اور عظمت
 کا بیوقوف کے ساتھ ہے۔ اُس کی ایک شخصیت کا عکس جب دربار اور میدان جنگ
 نامی دو شیشوں پر پڑتا تھا تو وہ کئی ہزار گنا زیادہ بڑھ جاتا تھا۔

شہر جیہ پور کی تعمیر ایک موقع پر اُس نے ایک سفیر کو جو اس کے
 سامنے کھڑا تھا حکم دیا کہ راجہ لنکا سے پانچ
 راکش لاؤ اور اول الذکر نے اس ناممکن الامر کو منظور کر لیا۔ جس وقت یہ
 کیا ہے کہ جیا بیٹے اپنی مہر دریا میں پھینک دی تھی۔

۲۹۲ راجہ جے انت کے نام کا ذکر اور کہیں نہیں پایا جاتا لاسن صاحب اپنی
 کتاب انڈیش آف ٹھوس کنڈ کی فصل ۳ صفحہ ۲۰ پر یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ یہ راجہ جے
 تھا جس کا نام راجگان بنگال کی اُس فرست میں آتا ہے جو ابو الفصل نے آئیں ابری
 کی فصل ۲ کے صفحہ ۱۴۵ پر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پال خاندان کا آخری
 راجہ تھا۔

پونڈرور دھن یا جیہ کہ بعض اور کتابوں میں اس کا نام آتا ہے پونڈرور دھن وہی مقام

سفیر اس کام کے لئے جا رہا تھا وہ راستہ میں چہاز پر سے سمندر میں گر گیا اور ایک بہت بڑی مچھلی اُسے نگل گئی لیکن وہ مچھلی کا پیٹ چاک کر کے باہر نکل آیا اور کنارے پر پہنچ گیا۔ فانی انسانوں کے دوست و بھیشن نے راجپندرجی سے محبت رکھنے کی وجہ سے اس سفیر کو راجہ کا تحریری حکم لایا تھا اُس کے ملک میں معہ پانچ راکھشوں کے واپس بھیج دیا۔ راجہ نے اس سفیر کو بہت کچھ مال و منال دیا۔ راکھشوں کی مدد سے ایک گہری جھیل پر کروادی اور جیہ پور کا کوٹ (قلعہ) بنوایا جو خوبصورتی کے اعتبار سے بہشت کے مشابہ تھا۔ اس عابد راجہ نے بدھ کی تین مورتیاں اور ایک بڑا سا ہمار قائم کروایا اور شہر میں بھی بے حد دیوی کے نام کا ایک مندر بنوایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیشو (روشنو) نے اپنی چتر آتم صورت اور شیش پر لیٹنے کی عادت چھوڑ کر جیہ پور کے شہر میں رہنا اختیار کر لیا۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان راکھشوں سے تو کوئی اور کام لیا گیا تھا اور جھیل کا پانی معمولی کاریگروں سے خشک کر دیا گیا تھا۔ کنس کے دشمن (روشنو) نے چونکہ خواب میں اسے یہ بات کہی تھی کہ میرے لئے پانی میں دو اروتی بنا دو اس لئے اس نے اس قسم کا کام شروع کر دیا تھا۔ یہی

معلوم ہوتا ہے جہاں ہیون سانگ دریائے گنگا کے شمال میں بنگال کا دورہ کرتا ہوا پہنچا تھا اور جس کا نام اُس نے پن نا فاقن نا کی سلطنت لکھا ہے دیکھو سیوکی "فصل ۱۹۴" یہ نام پنڈر قوم کے لوگوں سے منسوب معلوم ہوتا ہے۔ ہیون سانگ نے اس کے متعلق جو کیفیت بیان کی ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ موجودہ ضلع راج شاہی میں کسی جگہ واقع تھا۔ اس دارالسلطنت کی صحیح قدامت کے متعلق ان لوگوں کی رائیں مختلف ہیں جنہیں بنگال کے اس حصے کے متعلق قدیم تحقیقات کرنے کا موقع ہوا ہے۔ دیکھو بیل صاحب کا نوٹ متعلقہ سیوکی یکنگیم صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۲۸

وجہ ہے کہ آج تک لوگوں میں دوا روتی کے مشہور مقام رہائش کا نام بیرونی قلعہ (رباہیا کوٹ) اور جیہ پور کا نام اندرونی قلعہ (ایکھ انتر کوٹ) مشہور ہے۔ اس پر تھوی کے مالک کا ایک وزیر بے دتہ نامی تھا جو ان پانچ عہدوں میں سے ایک عہدے پر مامور تھا جنہیں پنج مہاشبہ کی اصطلاح میں قائم کیا گیا تھا۔ اس وزیر نے جیہ پور کے قلعے میں ایک مٹھ بنوایا۔ مٹھ کے راجہ پر مود کے عابد دانا د آج نے جو راجہ کا چمبر لین تھا شواچیشور کا مندر بنوایا۔ اپنی طیاریاں مکمل کرنے کے بعد وہ پھر ایک بار دنیا کی فتح کو روانہ ہوا۔ اس کی فوج مہ اپنے بڑے بڑے ہاتھیوں کے ساحل بھر کے سلسلہ کوہ کو لمبا کرتی ہوئی معاصر ہوتی تھی۔ اور کوہستان ہمالیہ سے لیکر مشرقی سمندر تک ایک مسلسل سب کی صورت میں اس کے پیچھے چلتی ہوئی اس طرح معلوم ہوتی تھی جیسے گنگا ہمالیہ کے پیچھے۔ ممونی اور اور وایان ریاست تندوچنڈالوں کو ساتھ لئے اُس کی فوج کے گرد گھومتے رہتے تھے اور رات کے وقت پہرے کا کام دیا کرتے تھے۔ اپنا دوسرا نام وئے یا دتہ اختیار کر کے اس راجہ نے وئے یا دتہ نامی ایک شہر آباد کر کے مشرقی علاقے کو خوشما بنایا۔

اور آرکیولوجی کل سروے رپورٹ جلد ۱۵ صفحات ۱۰۲ و ۱۱۰۔

۲۱۵ مٹی بھرت کو ناپنے اور ایکٹ کرنے کا روایتی بانی خیال کیا جاتا ہے۔

۲۱۶ اعلیٰ نسل کے لوگوں میں پان چوائے کی عادت کے متعلق دیکھو ترنگ

شلوک ۱۰۹۷۔

۲۱۷ اس سخت کا ذکر آگے چل کر ترنگ کے شلوک ۸۱ میں بھی آتا ہے۔

۲۱۸ شش کلپتر کے لئے جس کا موجودہ نام بکھتر ہے دیکھو نوٹ ۳۳ کتاب ہذا۔

۲۱۹ بظاہر یہاں پر چندال کا لفظ ایک پنج ذات کے آدمی کے لئے استعمال کیا

راجہ بھیم سین پر فوج کشی { بڑے بڑے راجاؤں کی قسمتیں بھی اُس
وقت معرض خطر میں پڑ جاتی ہیں جب وہ
اپنی شان و شوکت کے باعث بے حد خود اعتمادی کی وجہ سے دور اندیشی سے
خالی کام کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ یہ راجہ ایک سادھو کا بھیس بدل کر مدد
سادھوؤں کے مشرقی علاقہ کے ایک راجہ بھیم سین کے قلعہ میں اس کی مخبری
میں داخل ہو گیا۔

جج کے ایک بھائی سدھ نامی نے جو عرصہ سے وہاں رہتا تھا اس وقت
اُسے شناخت کر لیا جبکہ وہ قلعہ کے کمزور مقامات کی دیکھ بھال کر رہا تھا اس
راجہ کے پاس جا کر اس کی مخبری کر دی۔ بھیم سین نے یکا یک جیا پیڈ کو گرفتار
کر کے بیڑیاں ڈلوادیں جس طرح کہ ^{۳۱۲}ٹہنٹ سانپ نے طاقت ور بھیم کو قید کر لیا تھا
میں خیال کرتا ہوں کہ قسمت نے جو بہادروں سے نفرت کرتی ہے اُس وقت
اپنا سراونچا کیا ہوگا جب اس بہادروں کے بہادر راجہ کے پاؤں میں رنجیر ڈالی
گئی تھی۔ لیکن جیا پیڈ اس مصیبت میں بھی مضطرب نہ ہوا اور اپنی قسمت کے
عروج کا انتظار کرتا ہوا مختلف گھاتیں سوچتا رہا۔ انہیں ایام میں راجہ بھیم سین

گیلے جس میں سے آج تک چوکیدار اور گاؤں کے دوسرے ادلے خدمتکار حاصل کئے
جاتے ہیں (بزبان کشمیری لفظ ڈوم۔ بزبان سنسکرت لفظ ڈوم) باوجود ادلے تمدنی
حالت رکھنے کے ڈوم اور اسی قسم کی اور ذاتوں کے لوگ فطرتی ذہانت اور پھرتی کے
اعتبار سے عام طور سے معمولی دیہاتیوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ دیکھو لارنس صاحب کی
کتاب ”ویلی“ صفحہ ۱۱۳۔

۳۱۲ کلیدان پور کا ذکر کئی مرتبہ ترنگ میں آیا ہے اور اس کے متعلق یقینی طور پر
یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہی جگہ تھی کہ جہاں آجکل شکر و پرگنہ میں کلم پور اُس سڑک

کے ملک میں مرض "لوٹا" کی وبا پھیل گئی جس سے اہل شہر کو سخت تکلیف ہونے لگی۔ اس ملک کی آب و ہوا میں نقص ہونے کے باعث یہ مرض متعدی اور ملک تھا۔ اور اس لئے جس شخص کو یہ بیماری لاحق ہوتی اُسے لوگ چھوڑ جایا کرتے تھے۔ یہ سنکر جیا پیڈ نے بچاؤ کا یہی وسیلہ سوچا اور مختلف ضروری سامان اپنے نوکر کے ہاتھ منگوا کر اور اس قسم کی چیزیں کھا کر جن سے صفر بڑھتا ہے اس نے بخار پیدا کر لیا اور اس کے بعد "وَجْر بَرکش" کا رس اپنے جسم پر مل کر پھوڑے پیدا کر لئے جب اس کے دشمن نے داروغہ جیل کی زبانی یہ بات سنی کہ اُسے مرض "کوٹا" ہو گیا ہے تو اُس نے خیال کیا کہ یہ یقیناً مرجائیگا اور اس لئے اُسے ملک بدر کر دیا۔

اس طرح پر جب وہ اپنے من کی طاقت سے بحرِ مصائب کے کنارے جاگا تو اُس نے دشمن کے قلعے پر جو آسمان تک پہنچتا تھا قبضہ کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی عظمت بھی چھین لی۔

علم کا درخت جس پر بیوقوف ہنستے ہیں اس کی جڑیں شکوفے وغیرہ نہیں ہوتے البتہ اس کا پھل مصیبت کے وقت ایک ہی مرتبہ میں انسان کی مصیبت کو دو

پر واقع ہے جو شوپین سے سرنیکر کو جاتی ہے۔ اس کی تصدیق ترنگ ۸ کے شلوک ۲۸۱۲ اور سری ور کی راج ترنگنی کی ترنگ ۴ کے شلوک ۴۶۶ سے ہوتی ہے۔ کلیان پور کی مقامیت آخری شلوک میں اس جگہ پورے طور پر واضح کی گئی ہے جہاں درابھگرام کا ذکر آیا ہے جس کا موجودہ نام دراب گام ہے اور جو کلم پور کے شمال مغرب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۳۱ ایک ٹیکا کار خیال ظاہر کرتا ہے کہ ملہان پور موجودہ موضع لور کا نام تھا جو دریائے ویشٹا کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

کر دیتا ہے۔

نیپال پر چڑھائی ^{۳۱۳} نیپال کے راجہ ارموڈی نے جو دانا اور بہادر تھا۔ چالاک کے ذریعے اسپر غالب آنے کی خواہش کی۔ جب راجہ جیا پیڈ اُس کے ملک میں داخل ہوا تو اس نے اس کے روبرو اپنی اطاعت کا اظہار نہ کیا بلکہ اپنی فوج لیکر دور فاصلے پر چلا گیا۔ جب جیا پیڈ نے جوتھ کا خواہشمند تھا اس کا تعاقب کیا تو اس نے بغیر کسی خاص مہم کو ہاتھ میں لئے یکے بعد دیگرے مختلف راجاؤں کو شکستیں دیں۔ جس طرح عقاب فاختہ کے پیچھے جھاڑیوں میں تعاقب کرتا پھرتا ہے ویسے ہی یہ راجہ ایک ملک سے دوسرے میں اپنے دشمن کے تعاقب میں جو کبھی چھپ جاتا اور کبھی ظاہر ہو جاتا تھا پھرتا رہا۔

آخر کار جب اسے بھل گئے کو کوئی جگہ نہ رہی تو دنیا کے فاتح نے اپنی فوج کو ندی کے کنارے اُس مقام پر پہنچا یا جہاں وہ سمندر کے قریب پہنچتی تھی۔ دو تین دن کے بعد وہ اس جگہ سے روانہ ہوا اور اپنی فوجوں کو جن کے جھنڈوں کے پھریرے ساحل سحر کی ہوا میں پھڑ پھڑاتے تھے لیکر مشرقی سمندر کی طرف چلا وپول کیشو کے مندر یا مکلا پور کے شہر کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

^{۳۱۲} نیل مت پوران کے شلوک ۲۵۵ میں ایک قصہ اس بارے میں مذکور ہے کہ جب شوجی و تشا کو کشمیر میں لے آئے تو اس کے بعد وہ مختلف قسم کے پاپیوں کو دیکھ کر غائب ہوتا رہا لیکن کشتی کی دعا سے یہ دیوتا ئی ندی ہر موقع پر کشمیر کو واپس آکر ایک تازہ منبع سے بہنی شروع ہوتی رہی یہی قصہ و تشا مہاتم میں بھی مذکور ہے۔

^{۳۱۳} پاتنجلی کے مہا بھاش کے مطالع کے متعلق ترنگ اول کے شلوک ۱۷۶ میں بھی ذکر آچکا ہے۔

آخر اُس ندی کے سامنے کنارے پر راجہ کے دائیں جانب کو ار موڈی نظر آیا
 جہاں اس کی فوج مقیم تھی اور چتر لگا ہوا تھا جس وقت جیا پیڈ نے اس کی
 عظیم الشان فوج کو دیکھا تو اس کے غصے کی آگ اس طرح بھڑک اُٹھی جس طرح
 گھی ڈالنے سے آگ کا شعلہ بھڑک اُٹھتا ہے اور جب اُسے معلوم ہوا کہ دریا
 کا پانی صرف گھٹنوں تک ہے اور اُسے عبور کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئیگی
 تو وہ اُس ملک سے بے خبر ہونے کے باوجود غصے کی وجہ سے اُس کے اندر
 داخل ہو گیا۔ جب ندی کے وسط میں پہنچا تو سمندر چونکہ قریب تھا اس لئے
 یکا یک اس میں جو اُرنے سے پانی ناقابل عبور ہو گیا۔ اُس کی ساری فوج ہاتھی
 گھوڑے اس دریا میں بہ گئے اور ایک لمحہ میں نظروں سے غائب ہو گئے۔
 نور دار لہروں نے راجہ کے زیورات توڑ اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور وہ خود بھی
 لہروں کو کاٹتا ہوا دور تک چلا گیا۔ ایک فوج کی آہ وزاری۔ دوسری کفج کے
 نعروں اور دریا کی موجوں کے شور و غل نے ہر طرف ایک عجیب ہنگامہ برپا کر دیا
 دوسری طرف سے غنیم نے ان لوگوں کے ذریعے جو مشکیں پھللائے تیار کھڑے
 تھے جیا پیڈ کو باہر نکلوا لیا اور خوب خوشی منائی۔

۳۷۷ جیا پیڈ کو ویاکرن میں تعلیم دینے والے استاد کشمیر کے متعلق کشمیری پڑتو
 میں یہ روایت مشہور ہے کہ یہ ایشور سوامن کا بیٹا کشیر سوامن تھا جو کوش کی شجہ اور
 کئی چھوٹی موجودہ صرف نحو کی کتابوں کا مصنف ہو گندا ہے۔ دیکھو ایم مولہ کی کتاب
 انڈیا صفحہ ۳۳۴۔ اف ریکٹ صاحب کی کتاب ”کیٹا لوگس کیٹا لوگوام“ صفحہ ۱۳۲۔
 ”ونش استی“ میں جو راجا نانک اتند نے اپنی نئے شد چرت کی شجہ کے خیمے کے طور پر
 ۱۶۵۲ء میں تیار کی تھی کشیر سوامن کے متعلق دعوائے ہے کہ وہ کشمیر کے خاندان اراجا نانک
 کے مشہور علما میں سے ایک تھا۔ اور باقیوں کے نام کئی پتہ ”اووت“ اور ”مت“ تھے۔

جیا پیڈ کی گرفتاری} قسمت اور باول یہ دونوں کبھی مہربانی کا سلوک نہیں کرتے اول الذکر ذرا سی خوشی کا سامنا پیدا کر کے ساتھ ہی انسان کو کسی سخت مصیبت کے لئے تیار کرتی ہے اور آخر الذکر موسم گرما کے ایک لمبے دن کی تکلیف دہ گرمی سے نجات دینے کی امید دلاتا ہوا بجلی کے ذریعے درختوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ ار موڈی نے جیا پیڈ کو معتبر افسران جہل کے حوالے کر دیا اور ایک قلعے میں جو کال گند کے کنارے پر پتھر کا بہت بلند بنا ہوا تھا نظر بند رکھا۔

کشمیر کا راجہ جب اس طرح پر مصیبت میں پڑ گیا تو اُسے اپنی افسوسناک حالت پر سخت اضطراب ہوا اور اندر ہی اندر آتش غم میں جلنے لگا۔ دورانہش ار موڈی نے اُسے ایسی حفاظت سے رکھا ہوا تھا کہ چالاکوں میں سے چاند اور شانداروں میں سے سورج بھی اُسے نہ دیکھ سکتا تھا جب وہ تھوڑی

(دیکھو پونا میلینس کو لکشن ۵۹-۱۸۷۵ء صفحہ ۶۷۳ -

۳۰۵ بھگت شالہ سے مراد وہ مقام معلوم ہوتی ہے جہاں کھانا (بھکت) باقاعدہ طور پر بطور خیرات کے تقسیم ہوتا ہے دیکھو لفظ ”دھرم بھکت“ مستعملہ ترنگ اول شلوک ۱۲۷ نیز ترنگ ۴ شلوک ۲۴۳۔

۳۰۶ ایک ٹیکا کار کا یہ خیال صحیح ہے کہ ”بھٹ او بھٹ“ ایک انکارک دستاویز کے استعمال کو قائم کرنے والا ہو گزرا ہے۔ اس کی تصنیف کردہ مختصر سی کتاب ”انکار شاستر“ کا پتہ پروفیسر بھول نے لگایا ہے دیکھو رپورٹ صفحہ ۶۵۔
لفظ دینار کے متعلق دیکھو نوٹ ۹ ضمیمہ کتاب ہذا۔

۳۰۷ دامودر گپت کی نظم کی کتاب ”کٹنی مت“ (دلالہ کے خیالات) جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اسے پروفیسر بیٹرسن نے ”کیم بے ٹیل لائبریری“ میں دیکھا تھا۔ یہ نظم کا وہ مالا

دیر کے لئے اپنے قید خانہ سے باہر نکلتا تو اپنی آنکھیں کھڑکی کے ساتھ لگا کر جس میں سے اُسے قریب ہی بہتا ہوا دریا نظر آتا تھا اپنی فراری کی تجویزیں سوچتا رہتا تھا۔ اس نے اس جگہ رہ کر جو شلوک لکھے تھے اور جن میں اس نے اپنی حالت کو بیان کیا تھا انہیں پڑھ کر آج تک فاضل آدمی نہایت افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں۔

راجہ کی قید کے زمانے میں ذاتی اغراز رکھنے والا دیو شرمہا ہی اُس کے وزیروں میں ایک ایسا شخص تھا جو اس کی مہربانیوں کو یاد کر کے دن رات افسوس کیا کرتا تھا۔ اپنی جان پر تک کھیل کر اپنے آقا کو مدد دینے کے خیال سے اس نے آرموڈی کے پاس قاصدوں کی زبانی اُس کا دل بھلانے والے پیغام بھیجنے شروع کئے۔ اور انہوں نے جا کر کہا کہ دیو شرمہا کشمیر کی حکومت اور جیا پیٹ کے خزانے آپ کے حوالے کر دیں گا۔ ادھر سے آرموڈی نے بھی

کی فصل ۳ صفحہ ۳۲ پر چھپ چکی ہے۔ دیکھو پروفیسر پیٹر سن صاحب کی رپورٹ متعلقہ تلاش مسودہ جات سنسکرت ۸۲۷-۸۸۳ صفحہ ۳۲۔

دامودر گپت کا حوالہ نظم کے کئی گلدستوں میں آیا ہے دیکھو اف ریکٹ صاحب کی کتاب "گٹیا لوگس گٹیا لوگورم" صفحہ ۲۵۱۔

بلی وہ دتیس ہے جسے وشنو نے پاتال کا راجہ مقرر کیا تھا۔ کوئی سیارہ شکر بلی کا وزیر ہے۔

۳۷۸ء منورتھ کی نظموں کا حوالہ بلب دیو کی "سو بھاشتا ولی" کے صفحہ ۸۵ پر دیا ہوا ہے شکھ دنت۔ چٹک اور سندھی مت کے نام اور کہیں مذکور نہیں۔

جیا پیٹ کے وزیر وامن کے متعلق خیال ہے کہ یہ وہی وامن تھا جس کی نسبت ہم جانتے ہیں کہ پانینی کے ویا کرن کی مشہور شرح "کاشی کا ورتی" کے دو مصنفوں میں سے ایک تھا۔

اپنے سفیر روانہ کئے اور آخر کار جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو وزیر فوج لیکر نیپال کی طرف روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج کو دریائے کال گنڈ کا کے کنارے چھوڑ کر چند ہفتوں سمیت دوسرے کنارے پہنچا۔ ادھر سے اس کے استقبال کے لئے چند باجگذا راجہ آئے اور انہوں نے اُسے دربار میں پہنچا دیا۔ جہاں پر اس نے اظہارِ اعزاز کیا اور آرموڈی نے مناسب جواب دیکر اُسے بیٹھنے کو جگہ دی۔ اس کے بعد جلدی ہی وہ اس بہانے سے راجہ کے پاس سے چلا آیا کہ میں سفر میں تھکا ہوا ہوں اور اُس کے بھیجے ہوئے ستخائف لیکر وہ دن اپنے ہی قیام گاہ پر بسر کیا۔ اگلے دن اس نے اور راجہ آرموڈی نے باہم "پیت کوش" پر حلف لیا اور پوشیدہ طور پر اس معاملہ کو طے کر لیا۔ اس کے بعد وزیر نے راجہ سے کہا - "جیا پیڈ کا خزانہ فوج کے پاس ہے اور اس کی جگہ صرف اُس کے معتبر نوکروں کو یا خود اُسے معلوم ہے۔ پس میں اس بہانے سے کہ زرفدیہ ادا کر کے تمہیں راکر دیا

دیکھو بھوٹ لنگ صاحب کی کتاب "پانتی" ایڈیشن اول صفحہ ۵۴ اور رپورٹ صفحہ ۷۲ جہاں پروفیسر بولہر نے اس قسم کی ایک کشمیری روایت کا حوالہ دیا ہے۔ بخلاف اس کے جیسا کہ ولسن صاحب نے اپنے "اے" کے صفحہ ۵۵ پر ظاہر کیا ہے یہ بھی خیال ہے کہ یہ وہن "کاویہ النکار برتی" کا مصنف تھا جس میں شاعرانہ سوتروں کی تفصیل اور ان کا طبع کاموچو ہے دیکھو بولہر صاحب کی رپورٹ صفحہ ۶۵۔ ان دونوں شناختوں سے متعلقہ مسائل پر پروفیسر ایم مولر اپنی کتاب انڈیا کے صفحہ ۲۳۹ پر پورے طور پر بحث کر چکے ہیں۔ پروفیسر موصوف کو "ای تسنگ" کی تصنیف میں جس کی آخری تاریخ ۶۹۰ء ہے چونکہ کاشی کاورتی کا حوالہ ملا ہے اس لئے یہ خیال مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیا پیڈ کے ایک مجموعے اس شرح کی تصنیف میں حصہ لیا ہو۔ تاہم دیکھو پروفیسر بھنڈارکر کی رپورٹ متعلقہ تحقیقات مسودہ جات سنسکرت ۸۲-۸۳ء صفحہ ۵۸

جائے گا اُس سے معلوم کروں گا کہ خزانہ کہاں جمع ہے۔ اس وجہ سے میں ساری فوج کو یہاں نہیں لایا کیونکہ جن لوگوں کی سپردگی میں خزانہ ہے انہیں خزانے سمیت گرفتار نہ کیا جاسکے گا لیکن اگر ہم انہیں ایک ایک کر کے بلاتے اور قید کرتے جائیں تو باقی سپاہیوں کو چونکہ ہمارا ارادہ معلوم نہ ہوگا اس لئے اُن میں گھبراہٹ پیدا نہ ہوگی اور وہ ہمیں سب کچھ بتا دیں گے۔“ اس طرح پر جب وہ چالاک وزیر اُس بیوقوف ار موڈی کی منظوری حاصل کر چکا تو وہ مقید راجہ جیا پیٹ کے پاس پہنچا چونکہ اُس کا ارادہ پختہ تھا اس لئے اُس نے راجہ کے سامنے اپنی تکلیف کسی طرح پر ظاہر نہ ہونے دی اور وہاں سے سب لوگوں کو ہٹا کر اُسے پوچھا۔ کیا آپ کی قدرتی ہمت زائل تو نہیں ہو گئی کیونکہ اس دلیرانہ تجویز کی کامیابی کے لئے اس کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے تصویروں کے لئے دیوار کی۔“ راجہ نے جواب دیا۔

۳۹۔ وشنو لوگ وشنو کی پوجا چار صورتوں (چتر آتمن) میں کرتے ہیں یعنی شنگرشن انرودھ۔ واسدیو۔ پردیومن۔ دیکھو وشنو پوران ادھیائے ۵ صفحہ ۱۶۔ مارکنڈے پوران ادھیائے ۴ شلوک ۴۳۳ و ادھیائے ۵ شلوک ۲۵۔

۳۱۰۔ یہاں پر جیا پیٹ کے قائم کئے ہوئے دو شہروں جے پور اور دواروتی کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اسپر پروفیسر بوہلر نے پورے طور پر بحث کی ہے جنہوں نے ۱۸۷۵ء میں دورہ کرتے ہوئے موضع اند کوٹ کے قریب ان کی مقامیت اور آثار کا پتہ لگایا تھا۔ اند کوٹ جھیل سنبل کے پاس واقع ہے۔ پروفیسر بوہلر نے پوری کیفیت اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۳ پر دی ہے لیکن ذیل کی باتیں جو شناخت سے براہ راست تعلق رکھتی ہیں صرف انہیں کا بیان کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔

اند کوٹ اس گاؤں کا نام ہے جو کسی قدر اُس جزیرے پر واقع ہے جو جھیل سنبل میں

اے وزیر! میں بالکل نہتا ہوں اگر میرے اندر ہمت موجود بھی ہو تو کونسا معرکہ سر کر سکتا ہوں؟ وزیر بولا اگر آپ کی طاقت آپ کے اندر سے رخصت نہیں ہو گئی تو آپ دیکھیں گے کہ ہم اس مصیبت کے سمندر کو ابھی ابھی عبور کرتے ہیں۔ کیا اس کھڑکی میں سے دریا کے پانی میں گر کر آپ سامنے والے کنارے پر پہنچ سکیں گے۔ کیونکہ وہاں آپ کی فوج موجود ہے؟ راجہ نے جواب دیا۔ اگر کوئی شخص کھڑکی میں سے کودے تو وہ بغیر پھلائی ہوئی مشک کے اوپر نہ اٹھ سکے گا اگر مشک موجود ہو تو وہ اتنی بلندی سے گر کر پھٹ جائیگی۔ غرض یہاں سے نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا خاتمہ اسی بے غرتی میں دشمن کو تباہ کئے بغیر ہو جائے؟ تھوڑی دیر سوچ کر وزیر نے اُسے اس طرح مخاطب کیا۔

اے راجہ آپ کسی بہانے دونوں کا (۴۸ منٹ) کے عرصے تک باہر چلے

بنا ہوا ہے اور کسی قدر اس نشیب زمین پر جو اس جھیل کو تھٹھا سے جدا کرتی ہے اس جزیرے پر بے شمار مندروں کے کھنڈرات ہیں جنہیں اہل دہ واضح طور پر راجہ جیا پیٹ سے منسوب کرتے ہیں۔ سٹائن صاحب نے کئی موقعوں پر مقامی طور پر اس روایت کی تصدیق کی جو اُس بیان سے بالکل مطابق ہے جو سرنگر کے پنڈتوں کی زبانی سنا جاتا ہے۔ یہ لوگ سب کے سب اندر کوٹ کو جیا پیٹ کے دارالخلافے کا مقام تصور کرتے ہیں یہ روایت اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ اس پر ایک ٹیکا کار نے بھی بحث کی ہے اس کے قیام کی وجہ کافی طور پر یہ نظر آتی ہے کہ سری ور کے زمانے میں بھی پندھویں صدی کے خاتمے کے قریب اس جگہ کا نام جیا پیٹ پور یا جے پور تھا۔ دیکھو سری ور کی راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۱۴۶-۲۵۰-۲۵۷-ترنگ ۴ شلوک ۵۴۰-۵۴۵-ترنگ ۴ شلوک ۵۱۱ میں ذکر آتا ہے کہ دواروتی جے پانی میں تعمیر کیا گیا تھا اور کرنجی کا

جائیں اس کے بعد جب آپ واپس آئیں گے تو پانی کو عبور کرنے کی ایک ترکیب آپ کو تیار ملے گی۔ اس سے آپ نے بلا تامل کام لینا۔ یہ الفاظ سنکر راجہ باہر چلا گیا اور جتنا عرصہ وزیر نے کہا تھا پاخانے میں گزار دیا۔

جب واپس آیا تو دیکھا کہ وزیر زمین پر مردہ لیٹا ہوا **جیا پیڈ کی رانی** ہے اور اُس کے گلے میں کپڑے کا ایک پھنڈ پڑا ہے جس سے بظاہر اُس کا دم گھٹ چکے ہے۔ اُس کپڑے کے ٹکڑے پر جو اس کی گردن کے گرد بندھا ہوا ہے راجہ نے دیکھا کہ وزیر اپنے جسم سے ناخنوں کے ذریعے نکلے ہوئے خون سے ذیل کی عبارت لکھ گیا ہے۔ میں ابھی مرا ہوں اور میرا جسم جو ہوا سے پھولا ہوا ہے اس سے آپ ایک نہ پھٹنے والی مشک کا کام لے سکتے ہیں۔ آپ اس پر سوار ہو کر ندی کو عبور کریں۔ سوار ہونے کے بعد آپ کی رانوں کے سہارے کے لئے مئے اپنی پگڑی اپنی رانوں پر لپیٹ لی ہے

شہر کہتے تھے اس کا نام نام کلہن کے زمانے میں باہیا کوٹ یعنی بیرونی قلعہ اور بے پور کا ابھینتر کوٹ یعنی اندرونی قلعہ تھا۔ آخری نام بلاشبہ اب تک اندر کوٹ کی صورت میں موجود چلا آتا ہے جس کے معنی کشمیری زبان میں یہی ہوتے ہیں۔ پروفیسر بولہرنے باہیا کوٹ کا نام باہر کوٹ کے لفظ میں شناخت کیا تھا جو اُس واقفیت کے مطابق جو اُس کے کشمیری اسٹنٹ نے حاصل کی تھی (دیکھو رپوٹ صفحہ ۱۵) اس جزیرے پر واقع ایک گاؤں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

لیکن سٹائن صاحب نے مختلف موقعوں پر اس گاؤں اور اس کے نواح میں بغور تحقیقات کی ہے لیکن معلوم ہوا ہے کہ باہر کوٹ کا نام کوئی جانتا بھی نہیں۔ اور کہ گاؤں کے دونوں حصوں کو اندر کوٹ ہی کہتے ہیں جیسے پروفیسر بولہر کو اُس کے مانجھیوں نے بھی بتایا تھا۔ اس سے یہ امر غالب معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر بولہر کو اطلاع دینے والے

آپ اس کے اندر ٹانگیں ڈال کر دریا میں کود جائیں :-
 راجہ پہلے تو حیران اور افسوس ناک بنا کھڑا رہا اس کے بعد دریا میں کود
 کر سامنے والے کنارے پر جا پہنچا اور اپنی فوج میں بلنے کے بعد اس نے
 جھٹ سلطنت نیپال پر چڑھائی کی اور اُسے موہ اُس کے حکمران کے ہاتھ
 تباہ کر دیا۔ اس طرف افسران جہل کو اس کی فراری کی خبر ہی نہ تھی اور اُس طرف
 اس نے سلطنت کو ایک زمانہ ماضی کی چیز بنا دیا۔ جس کا ذکر صرف کہانیوں میں
 باقی ہے۔

راجہ کے قید خانہ سے چھوٹنے کے بعد ایک جنگی دعوت ہوئی جس میں پانچ
 والے بے سر کی لاشیں تھیں۔ ہار وہ تھے جو اپسرائیں میدان جنگ کے مقتولوں
 کے گلے میں ڈالتی ہیں اور موسیقی ڈھول تاشوں کی آواز تھی۔ یہ ایک عجیب بات
 ہے کہ جب سہ ماہی میں دوسری پہاڑیوں پر جنگلی آگ موجود ہوتی ہے اور لوگوں کو

شخص کو اس بارے میں غلط اطلاع ملی ہوگی۔ کشمیر کے گاؤں کا ایسا نام ہونے کی صورت
 میں یہ بات اور بھی عجیب معلوم ہوتی کیونکہ کشمیری زبان میں باہر کا لفظ بالکل استعمال
 ہی نہیں ہوتا بلکہ اندر کے مقابلہ میں "بر" کا لفظ کام میں لاتے ہیں۔

باہر کوٹ کے نام کے ساتھ ہی ہمیں پروفیسر کی اس تجویز کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے
 جو انہوں نے دواروتی کو خبریرے پر اور بے پور کو مقابل والی جھیل کے کنارے پر قائم
 کرنے کے متعلق کی تھی۔ کلہن نے جس قدر عمارات کا ذکر ترنگ ۴ کے شلوک ۵۰۷-۵۱۲
 میں کیا ہے مثلاً دہار۔ بے دیوی۔ برہما اور کیشو کے مندر اور بے دتہ کا مٹھ سیب
 بے پور ہی میں واقع ہیں۔ اس قسم کی تعمیری ساخت سے مشابہ کھنڈرات ساحل مقابل
 کی نسبت اندر کوٹ کے بلند جزیرے میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اور اس لئے یہ امر
 یادہ اغلب ہے کہ اول الذکر ہی بے پور کا مقام تھا۔ سب سے بڑا کھنڈر جو سطح مرتفع کے

اُن سے پرے رہنا پڑتا ہے اُس وقت کوہ ہمالیہ پر برف کے ڈھیر پگھلتے ہیں اور وہ خاص طور پر رہائش کے قابل بنتا ہے۔ اُس وقت جبکہ جج اور دوسرے اس قسم کے لوگ پیدا ہوئے تھے جنہوں نے اپنے آقا کے ساتھ دغا بازی کی اسی وقت دانا وزیر دیو شرما پیدا ہوا تھا۔ جس طرح تاریک شیخہ کا اپنے باپ چمکدار سورج سے بہت زیادہ اختلاف ہے ویسے ہی دیو شرما کی اپنے باپ مہر شرما سے بہت قریبی مشابہت تھی۔

جب وہ وزیر جو ایک محافظ تعویذ کا درجہ رکھتا تھا مر گیا تو راجہ نے یہ خیال کیا کہ شاہی طاقت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہے۔ گو یہ طاقت اُسے ابھی نصیب ہوئی تھی۔ اس طرح پرمناک فتح کرنے سے راجہ کے دل سے اپنی عزت کا دھبہ دور ہو گیا لیکن اس وزیر کی خدمت کی یاد دور نہ ہوئی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ استری راج میں ایک بہت بڑا علاقہ فتح کر لینے کے بعد دور

شمال مغربی کنارے پر واقعہ تھا اُسے پروفیسر بوہلر نے شناخت کیا ہے کہ یہ وشنو کا مندر تھا کیونکہ اس میں اس دیوتا کے متعلق بہت سی کندہ تصاویر پائی گئی ہیں۔ اس کھنڈر کا زمانہ کیشو کے مندر کے زمانہ کے مطابق خیال کیا جا سکتا ہے جس کا ذکر کلہن نے ترنگ ۴ کے شلوک ۵۰۸ میں کیا ہے۔

کوٹ کا لفظ جو کلہن نے جے پور کے متعلق ترنگ ۴ کے شلوک ۵۰۶ اور ۵۱۲ اور اس کے بعد ترنگ ۷ کے شلوک ۱۶۲۵ میں استعمال کیا ہے اور جو سری ور کی راج ترنگنی کی ترنگ ۴ کے شلوک ۵۴۰-۵۴۵ میں درگا کے نام سے موجود ہے اپنی مناسب اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔ اگر ہم اُس مضبوط مقامیت کا لحاظ رکھیں جو اند کوٹ کی سطح مرتفع کو حاصل تھی کیونکہ اس کے تمام اطراف میں پانی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ مابعد میں بھی جے پور ایک شاہی جائے سکونت کا کام دیتا تھا دیکھو جو نراج کی

راجاؤں نے اس کی فتح اس وقت زیادہ عظیم الشان سمجھی جب وہ اندری گرام (خواہشات نفسی) پر قابض ہو گیا۔ اس نے دھرم آدی کرن (انتظام انصاف) کی ایک عمارت بنائی جہاں پر کرن ^{۳۱۶} (دکن سری پت) کا شاہی کپڑا سجایا جسے وہ مفتوح سری راج سے لایا تھا۔ اس نے ایک اور دفتر چل گنج (سفری خزانہ) کا قائم کیا جس سے اُن مہمات کے موقع پر کام لیا جاتا تھا جبکہ اس کا اپنا خزانہ فاصلے پر ہوتا تھا۔ غرضیکہ کہاں تک بیان کیا جائے جبکہ فتح کی دیوی اس سے بغل گیر تھی اور چاروں سمندر اس کے لئے جواہرات جڑے ہوئے آئینوں کا کام دیتے تھے۔ کشمیر واپس آکر یہ راجہ باجگزار حکمرانوں میں رہتا ہوا عرصے تک اُس شان و شوکت کو بھوکتا رہا جو اس نے اپنی فتوحات کے ذریعے حاصل کی تھی۔

ناگ مہاپدم کی کہانی { ایک موقع پر اس راجہ کو جس نے تمام علاقوں پر فتح حاصل کر کے طاقت پیدا کر لی تھی خواب میں ایک ایسے شخص نے جس کی صورت فوق الفطرت تھی اور

راج ترنگی شلوکت ۳۵، ۳۶ لیکن اس کے مکانات زمین العابدین کے زمانہ میں ہی کھنڈرات کی صورت اختیار کر چکے تھے دیکھو سری ورکی راج ترنگی اول شلوک ۲۵۰ -

دواروتی کے متعلق راج ترنگی یا بعد کی تاریخوں میں کوئی مزید تذکرہ موجود نہیں اس ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس جگہ کی اہمیت جلد ہی دور ہو گئی تھی دواروتی کے اغلب مقام پر جو کھنڈرات موجود ہیں ان کی نسبت کم اہمیت کی وجہ بھی اس سے معلوم ہوتی ہے۔ ان کھنڈرات کا موجودہ نشان چند چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں دیتی ہیں جو سب کے اندر کوٹ سے متعلق ہیں اور جزیرہ اندر کوٹ کے شمال میں جھیل کے کنارے پر ایک نیم دائرے کی صورت میں پھیلی ہوئی ہیں سٹائن صاحب جب مئی ۱۸۹۶ء میں اس جگہ

جس نے ہاتھ جوڑے ہوئے تھے مخاطب کیا۔ اور کہا۔ اے راجہ امیرا نام
مہاراجہ ^{۳۱۵}مہاراجہ ہے میں ناگوں کا راجا ہوں اور معہ اپنے رشتہ داروں کے بڑے آرام
کے ساتھ آپ کے علاقہ میں رہتا ہوں۔ میں آپ سے حفاظت کا خواستگار
ہوں۔ ایک دراوڑی ساحر مجھے اس غرض سے یہاں سے لے جانا چاہتا ہے
کہ جن خشک علاقوں میں پانی موجود نہیں وہاں مجھے نقد معاوضہ لیکر فروخت
کر دے۔ اگر آپ اس وقت میری حفاظت کریں گے تو آپ کی مہربانی کے بدلے
آپ کو اسی ملک میں وہ پہاڑ دکھلا دوں گا جس میں کچا سونا موجود ہے۔ یہ
خواب دیکھ کر راجہ نے اپنے آدمی چاروں طرف لگا دیئے اور جب آخر کار وہ
ساحر پکڑا گیا اور اُس کے سامنے لے آئے تو اُس نے اس کا ارادہ دریافت
کیا۔ جب جان بخشی کا وعدہ لیکر ساحر نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو ناگ نے کہا
تھا تو راجہ نے خود متعجب ہو کر سوال کیا۔ تم اُس طاقتور ناگ کو اس جھیل کے
نیچے سے جو کئی یوجن میں پھیلی ہوئی ہے کیونکر نکال سکتے ہو؟ ساحر نے جواب دیا
جا دو کی طاقتیں بعید از فہم ہیں اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ چلیں

تھوڑے عرصہ کے لئے گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ زیارت سید حبیب اللہ اور قاضی حجام نام
کی ایک پورانی عمارت میں بہت سا مصالح ان کھنڈرات سے لیکر استعمال کیا گیا ہے
اُس مرکزی مقام سے جہاں آخر الذکر واقع ہے ایک .. مگر لمبی پگ ڈنڈی "سر" پر سے
ہوتی ہوئی جزیرہ اند کوٹ تک پہنچتی ہے۔ قاضی حجام کی عمارت بالکل پورا نے پتھر سے
بنی ہوئی ہے دیہاتیوں میں جو روایت مشہور ہے وہ ان کھنڈرات کو اور انکو جو جزیرہ
پر موجود ہیں یکساں طور پر راجہ جیا پیڈ سے منسوب کرتی ہے

۱۱۷۷ راجہ بھاگیرتھ نے گنگا کو سورگ سے ہمالیہ پر بت پر اتارا تھا اور وہاں سے
اُسے سمندر تک لے گیا تھا۔

میں آپ کو ایک عجوبہ دکھاؤں گا۔“

غرض راجہ کو ساتھ لیکر جھیل کے کنارے پہنچا اور جادو کے زور سے تمام اطراف بند کر کے جادو ہی سے چلائے ہوئے تیروں کے ذریعے پانی کو خشک کر دیا۔ وہاں پر راجہ نے کیچڑ کے اندر ایک انسانی چہرے کے سانپ کو جو نو انچ لمبا تھا مودہ اور بہت سے چھوٹے سانپوں کے تڑپتے دیکھا۔ ساحر کہنے لگا۔ اے راجہ! میں نے اپنے جادو کے زور سے اسے اس حالت میں پہنچا دیا ہے اور اب اس پر قبضہ کر سکتا ہوں۔ لیکن راجہ نے اُسے اس کے گرفتار کرنے سے منع کر دیا۔ چیر اس نے اپنے سحر کا زور بٹالیا اور جھیل پھر سابقہ صورت اختیار کر کے ہلچل پھیل گئی۔ راجہ نے اُس دراوڑی کو روپیہ دیا اور اُسے روانہ کر کے خیال کیا۔ کیا ناگ کو آج ہی مجھے سونے کی کان کا پہاڑ نہ دکھا دینا چاہئے؟ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ناگ نے اُسی رات خواب کی حالت میں اُس سے کہا کس مہربانی کے لئے تجھے سونے کا پہاڑ دکھایا جائے؟ مسلسل کسی جگہ رہنے کی وجہ سے جانداروں کے دل میں تعلق اور بے تعلقی کے اعمال منطق کے ذریعے یہ خیال

۳۱۲۔ ہم جو پانچوں پانڈوں میں سے ایک تھا اُس کے ہنس سانپ کے قابو میں

آنے کا قصہ مہا بھارت کے پرست ادھیٹے ۷۸ کے شلوک اول میں مذکور ہے۔

۳۱۳۔ پرست صاحب نے اپنی کتاب ”انڈین اینٹی کوٹی“ کی فصل ۲ کے صفحہ ۲۶۸

اور رائٹ صاحب نے ہسٹری آف نیپال کے صفحہ ۳۱۲ پر راجگان نیپال کی جو روایتی فہرست درج کی ہے اس میں ارموڈی کا نام کہیں نہیں آتا۔

۳۱۴۔ بظاہر کال گنڈ کا سے مراد دریائے گنڈ کی سے لی گئی ہے جو نیپال کے

مغربی حصوں کو سیراب کرتا ہے معلوم ہوا ہے کہ بالائی حصہ میں اس کا نام کالی بھی ہے دیکھو لاسن صاحب کی کتاب انڈس آف ٹرنس کنڈ فصل ۱ صفحہ ۷۵۔

پیدا ہو جاتا ہے "یہ میرا اپنا ملک ہے" یہ کسی غیر کا ہے " میں بے غرتی کے خوف سے تم سے پناہ مانگنے آیا تھا لیکن تم نے جو خود میرے محافط تھے میری بیغرتی کی۔ رعایا کا خیال ہوتا ہے کہ اُن کے آقا کو سمندر کی طرح بہت کم مضطرب کیا جاسکتا ہے مگر اُس کے لئے اس سے بڑھ کر بے غرتی کیا ہو سکتی ہے جب اُن کے روبرو وہی دوسرے اُس کی بے غرتی کریں۔ میں اپنے ذاتی اعزاز کو برقرار رکھتا ہوا کیونکہ اُن عورتوں کا چہرہ دیکھ سکتا ہوں جنہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ جب ایک اور شخص ان کی بے غرتی کرتا تھا میں اُنہیں محفوظ رکھنے سے عاجز تھا۔ لازم تھا کہ آپ ہمیں پیداؤشی رتبہ کے اعتبار سے اپنے برابر سمجھتے لیکن آپ نے ہمیں حقیر جانکر لا پر واہی سے ہم پر ہنسی ٹھٹھا اُڑوایا لیکن ایسے راجاؤں کے نامناسب سلوک پر کیا تعجب ہو سکتا ہے جو شاہی طاقت کے نشے میں اندھے ہو کر بلا سوچے سمجھے کام کرتے ہیں۔ راجہ شریفو کو شرمسار کر کے اُسے محض ایک تفریح سمجھتے ہیں لیکن آخر الذکر اُسے اپنی زندگی بھر موت خیال کرتے ہیں۔ راجاؤں کے نزدیک غرت اُن چیزوں میں سے ہے

۳۱۵۔ بلب دیو کشمیری کی "سوجھاستاوی" میں ۶۶۱ نمبر کا ایک شلوک ہے جسے کسی جیا پیڈ سے منسوب کیا جاتا ہے اغلب ہے کہ وہ راجہ جیا پیڈ ہی ہو دیکھو پروفیسر پٹن اور درگا پرشاد کا ایڈیشن صفحہ ۲۰۔

۳۱۶۔ کرن سری پت کے معنے بالکل مشتبہ ہیں پت کے معنے اُس پلیٹ کے بھی ہو سکتے ہیں جس میں کوئی تصویر یا فرمان کندہ ہو۔ ممکن ہے یہاں پر انگ کے راجہ کرن کی طرف جو کوروں میں سے ایک تھا اشارہ ہو۔ بہر نوع اس کے متعلق کسی ایسی کہانی کا پتہ نہیں چلتا جس کا اس فقرے سے تعلق قائم کیا جاسکے۔

۳۱۷۔ ناگ مہاپدم جھیل ولر کا دیوتا ہے جو کشمیر کی جھیلوں میں سب سے بڑی ہے او

جن سے اُن کے فائدے کی خاطر غفلت برتی جاسکتی ہے لیکن ذاتی اعزاز رکھنے والے شخص کے لئے یہ اُن چیزوں میں سے ایک ہے جنہیں جان کو گنوا کر بھی بچانا فرض ہے۔ اُن لوگوں کے دلی خیالات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جن سے کوئی بڑا آدمی بے غرتی کا سلوک کرتا ہے اور بے غرتی کی حالت میں انہیں دوسروں کے روبرو لاتا ہے۔ لیکن ایسی حالتوں میں بھی ہمیں دیکھنا اس قدر خالی از منفعت نہیں جس قدر تمہیں دیکھنا۔ اس لئے میں تمہیں ایک ایسا پہاڑ دکھاتا ہوں جس میں تانے کی دھات بکثرت موجود ہے“ یہ کہہ کر اس نے خواب میں اُسے اس قسم کی ہدایات کیں کہ جب وہ صبح بیدار ہوا تو اُسے تانے کی کان والا پہاڑ مل گیا۔

اس پہاڑ سے جو کرم راج میں واقعہ تھا راجہ نے اس قدر تانہ حاصل کر لیا کہ اپنے نام کے ایک کم ارب دینار مضروب کروائے اور دوسرے راجاؤں کے غور کو توڑنے کے لئے اُس نے یہ شرط قائم کی کہ جو راجہ پورا ایک ارب دینار تیار کروائے گا وہ مجھ سے بازی لے جائیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

جس کا قدیم نام مہاپدم سرس ہے نیل مت پوران کے شلوک ۹۲۸ میں ایک مفصل قصہ اس مطلب کا درج ہے کہ ناگوں کے راجہ نیل نے مہاپدم کے رشتہ داروں کو وہ جگہ سکونت کے لئے دی تھی جہاں پہلے راجہ وشوگمشو کا شہر چندر پور تھا جو بعد ازاں غرق ہو کر جھیل کی صورت میں بن گیا تھا۔ نیز دیکھو خلاصہ مندرجہ ”رپورٹ“ صفحہ ۱۰۔ اس جھیل کے متعلق اور روایات جو شراج نے شلوک ۹۰۹ تا ۹۲۲ میں اس مصنوعی جزیرہ لنکا کے متعلق بیان کی ہیں جوزین العابدین نے اس کے اندر بنوایا تھا۔

ترنگ ۵ کے شلوک ۱۱۴ اور نوٹ ۳۷ کتاب ہذا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہاپدم ناگ جسے یہ جھیل ورثہ میں ملی ہوئی ہے وہ کالی ناگ ہی ہے جسے کرشن جی نے

راجہ اپنے کاموں میں تھوڑی سی کمی رکھ کر دوسرے راجاؤں کے لئے سمسیم قائم کرتا تھا تاکہ اُن راجاؤں کی ویسے ہی عظیم کام کرنے کی خواہش میں کمی واقعہ ہو۔ اس کے بعد یکا یک رعایا کی قسمت میں تبدیلی واقعہ

جیا پیڈ کے مظالم

ہونے سے اس دنیا کے محافظ نے اپنے دادا کا

چلن چھوڑ دیا اور اپنے باپ کے راستہ پر چلنے لگا۔ اہلکاروں (کالستھول) نے اُس سے التجا کی کہ ساری دنیا فتح کرنے اور اسی قسم کے دوسرے والفرنا کاموں کے لئے مصیبتیں برداشت کرنے سے کیا حاصل ہے۔ آپ اپنے ملک سے ہی بہت کچھ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس پر اس نے اپنی سلطنت میں ظلم کرنا شروع کر دیا۔ شودرں اور اسی قسم کے دوسرے حریص افسران مال نے اُس کے اندر لانا تنہا خزانے جمع کرنے کی خواہش کو بھڑکا دیا اور وہ حرص و ہوا کا شکار بن گیا۔ اس وقت سے لیکر کشمیر کے راجاؤں کی عادت ہو گئی کہ وہ رہنائی کے لئے اپنے اہلکاروں کے چہروں کی طرف دیکھتے تھے اور اپنے نوکروں کی ہدایات پر عمل کرتے تھے اس سے پہلے راجہ کی تجا ویز مختلف حکمرانوں کی

مطالع کیا تھا۔ اس جھیل کا حوالہ مہا پدم سرس کے ادھیائے ۵ شلوک ۶۸-۱۰۳-۱۱۸ سری کٹھ پرت ادھیائے ۳ شلوک ۹- جو نزاج کی راج ترنگنی شلوک ۹۰۹ تا ۹۱۳ و ۹۴۹ اور سری در کی راج ترنگنی کی ترنگ ۳ شلوک ۲۹۲-۵۲۸- ترنگ ۴ شلوک ۲۰۰ وغیرہ میں بھی آتا ہے۔ خاندان تنگ کی تاریخ میں جس کا نوکرنوٹ ۲۲۹ کتاب ہذا میں کیا گیا ہے اس جھیل کا نام ”موہو پولو نو تنگ“ کی صورت میں موجود ہے۔

اس جھیل کی کیفیت کے متعلق دیکھو مور کرافٹ صاحب کا سفر نامہ فصل ۴ صفحہ ۲۲۳ و گنی صاحب کا سفر نامہ فصل ۲ صفحہ ۱۵۳- لارنس صاحب کی کتاب ”وہلی“ صفحہ ۲۰- اس کا جدید نام ”در سنسکرت نام اُلولا سرس سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلند پہروں

گرفتاری کے متعلق ہو اگر تھی تھیں لیکن اب وہ اپنی ہی رعایا کو قید کرنے کی طرف لگی رہنے لگیں۔ علم جو نیکیوں کے لئے دلی امن پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے اس نے جیا پیڈ کے اندر جب وہ شرارتوں پر اتر آیا رعایا کو ستانے کے متعلق ایک قسم کی ضد پیدا کر دی۔ گو اُس نے سُورس کے ایک اور بیٹے (کلماش پاد) کی طرح بہت سے لوگوں کی زندگیاں تباہ کیں تاہم اُسے نیند میں بھی اپنے افعال بد کی طرف سے سیری نہ ہوتی تھی۔ اگر کوئی بدکار عورت صرف ایک ہی مرتبہ اپنا استعجاب رفع کرنے کے لئے بد چلنی کرے یا کوئی راجہ اس بات کا سختہ ارادہ کرے کہ میں اس سے زیادہ ظلم نہ کروں گا صرف ایک ہی بار ستم کاری کی آزمائش کرے تو پھر ان کی روحوں میں بد افعالی اس قدر جاگزیں ہو جاتی ہے کہ الوالدہ خراب سے خراب شخص سے بھی بغل گیر ہوتے وقت افسردہ خاطر نہیں ہوتی نہ آخر الذکر کو اُس صورت میں رنج ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کو قتل کر ڈالے۔ حرص میں پھنس کر وہ اس قدر مظالم پر اتر آیا کہ تین سال تک ساری فصل خود لے لیا کرتا تھا اور کاشتکار تک کو حصہ نہ دلی جھیل کے ہیں اس نام کا استعمال جو راج کی راج ترنگنی میں شلوک ۹۳۸ کے اندر پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جو راج نے سری کٹھ چرت کی جو شرح لکھی ہے اس کے ادھیلے ۳ شلوک ۹ اور مہاتم کی کتابوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے۔

۳۱۸ اطراف بند کرنے کے لئے اصل کتاب میں لفظ وگ بندھا آیا ہے جس کے معنی بد روحوں کے اثر کے خلاف راستہ بند کرنا ہے اس لفظ کا استعمال متنبر کی کتابوں مثلاً راجا ناک تلکش کورت کی کتاب "نیتا رچن پدتی" وغیرہ میں جادو کرتے وقت جو تیاری کی جاتی ہے اس کے متعلق اکثر ہوا ہے۔ نیز دیکھو رگہواندر کی کتاب پد دھات رتن مالا صفحہ ۳۸۔

دیتا تھا۔ جب وہ اس طرح حرص کا شکار بن رہا تھا اُس کے اہلکار کا ساتھ ہی اُس کے مشیر تھے۔ یہ رعایا کی ساری جائداد چھین کر لے جاتے تھے لیکن آگے جا کر اُس کا بہت ہی تھوڑا حصہ دیا کرتے تھے۔ سمندر کی مچھلیاں اور راجہ اس لحاظ سے مشابہ ہوتے ہیں کہ الوالذکر بادل کو اس صورت میں فیاض خیال کر لیتی ہیں کہ وہ انہیں کے پانی کو جذب کر کے اُس کے چند قطرے اُن کو دے۔ ایسے ہی آخر الذکر اُن شیر اہل کاروں کو وفادار و خدمت گزار خیال کرتے ہیں جو ہر چیز کو لوٹ کر اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ انہیں دیتے ہیں لیکن آفرین ہے برہمنوں کی ہمت پر کہ وہ اس بے رحم حکمران کی سختیوں کو بھی بڑی دلیری سے جھیلے رہے۔ بہت سے لوگ وطن چھوڑ گئے لیکن جو باقی رہے نہ تو وہ شکوہ و شکایات کرتے ہوئے مرنے سے رکے اور نہ راجہ لوٹنے سے۔ آخر کار راجہ نے غصے میں آ کر حکم دیا کہ اگر کسی دن ایک کم ایک سو برہمن مرے تو اس کی مجھے اطلاع دینا۔ جوں جوں یہ ظالم راجہ اپنے چال چلن کو بدلتا گیا توں توں عالم لوگ اپنی نظموں میں اس قسم کے دو معنی تعریفی اشعار داخل کرتے

گئی بانوں کے ذریعے پانی خشک کرنے کے متعلق دیکھو مہا بھارت کا پر ب ۷
ادھیائے ۲۰۱ شلوک ۲۵ -

۳۱۹ یہ ایک عجیب بات ہے کہ گوجیا پٹ کے زمانے کے اس قسم کی ملی جلی دھاتوں کے سکے جن میں چاندی کا جز زیادہ ہے اب تک بکثرت دیکھے میں آتے ہیں تاہم اُس کے عہد کے تانبے کے سکوں کا کوئی خالص نمونہ اب تک دریافت نہیں ہوا دیکھو گنگھیم صاحب کی کتاب "کانیراف ٹیول انڈیا" صفحہ ۲۹ -

۳۲۰ کلاش پاؤ کی روایت کے متعلق دیکھو مہا بھارت پر ب ۱ ادھیائے ۱۷۶ -
شلوک ۳۵ -

گئے کہ ان کے دوسرے معنے ہجو کے بھی لئے جاسکتے تھے مثلاً ایک شلوک حسب ذیل تھا۔

پُر عظمت راجاؤں جیا پیڈ اور پانتی میں کیا فرق ہے ؟ اول الذکر نے اپنے تمام کام پورے کر لئے ہیں (کرت کرتیہ) اور نیکیوں کو بڑھا دیا ہے ۔ رگن وردھی یا تمام کاموں کو تباہ کر کے نیکیوں کو زائل کر دیا ہے) اور آخر الذکر نے علامات کرتیہ کا پورا پورا بیان لکھا ہے اور رگن اور وردھی کے قواعد قائم کئے ہیں۔ ایسا ہی چھپا ہوا حملہ عالم آدمیوں نے اس پر مہا بھاش کی تشریح کے متعلق بڑے مناسب اشعار میں کیا تھا۔ جو حسب ذیل ہے۔

شانداز راجہ جیا پیڈ اور پانتی میں کیا فرق ہے ؟ اول الذکر نے اپنے آپ کو برہمنوں کے ماتحت بنایا ہے (کرتیہ و پروپسگ) اور لوگوں کو مکمل کیلے (بھوت نشٹا و دھامین یا برہمنوں پر مصیبت نازل کی ہے اور لوگوں کو تباہ کیا ہے) اور آخر الذکر نے اُپ سرگ وی اور پراپر بحث کی ہے اور زمانہ ماضی (بھوت) کے نشٹا (خاتمہ) کے قواعد مقرر کئے ہیں۔

۳۲۱۔ تلُ لُلیہ سے مراد موجودہ تل مل سے ہے جو اُن دلہ لوں میں واقع ہے جسے گزرنے کے بعد دریائے سندھ و تشٹا سے جالمتا ہے۔ تل مل میں ایک بڑا چشمہ اس خیال سے منہ سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ مہاراجن کی جائے رہائش ہے۔ جسے درگا کا ایک سروپ جان کر کشمیر کے برہمن لوگ بہت پوجا کرتے ہیں۔ اور آج تک بہت سے یاتری ہاں جلتے آتے رہتے ہیں۔

اس شلوک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس چندر بھاگا کا یہاں پر ذکر آتا ہے اُس سے مراد دریائے چناب نہیں جو کشمیر کے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے اور جس کا ذکر ترنگ ۳ کے شلوک ۴۶۷ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۵۵۳ و ۶۲۶ میں اس نام سے

جب وہ تل تل کی زمین پر تصرف کر رہا تھا تو اس نے چند بھاگا کے کنار پر یہ بات سنی ایک کم ایک سو برہمن اس کے پانی میں گر کر مر چکے ہیں۔ اس کے بعد اس نے اگر بار ضبط کرنے بند کر دیئے لیکن وہ زمین جو اس نے فرداً فرداً مختلف باشندوں سے لی تھی واپس نہ دی۔

جیا پید کا انجام ایک بار تل تل کے رہنے والے برہمن در بانوں کے داخل ہو گئے اور کہنے لگے منو۔ مان دھاتر اور رام اور بڑے بڑے اچھے گزریے ہیں لیکن اُن کے سامنے بھی برہمنوں کی یہ درگت نہ ہوتی تھی کیونکہ برہمنوں کو اگر غصہ آجائے تو وہ ایک لمحہ میں آسمان کو معہ اندر کے زمین کو معہ پاروں کے اور دوزخ (پاتال) کو معہ ناگ راجاؤں کے تباہ کر سکتے ہیں یہ الفاظ سن کر باجلزار والیان ریاست جو راجہ کے پیچھے کھڑے تھے پرے ہٹ گئے لیکن اُس نے ایک بھون چڑھا کر سخوت سے کہا تمہارے دماغ میں رعونت کا یہ کیا بخار چوڑھ گیا ہے کہ تم جیسے شریہ آدمی جو فیروں کی روٹیوں پر گزارہ کرتے ہیں آتا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور کسی ندی کا نام تھا جو تل تل کے قریب بہتی تھی لیکن ہے یہ دریا ئے سندھ کی اس شاخ کا نام ہو جو تل تل کے قریب ہو کر بہتی ہے تاہم یہ ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نیل مت پوران اور اور کتابوں میں جہاں چند بھاگا کا ذکر آیا ہے وہاں سٹائن صاحب کو صرف ایک ہی مثال ایسی ملی ہے جس سے مراد چناب کے علاوہ کسی اور ندی سے لی گئی ہو۔ اس سے ہمارا اشارہ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۹۹ کی طرف ہے جہاں چند بھاگا کا ذکر ہرکت گنگا یا دریا ئے سندھ کے بعد اس حیثیت میں کیا ہے کہ وہ کشمیر کے اُن دریاؤں میں سے ایک ہے جو بہک دریا و تٹا میں جا ملتی ہیں۔

رشیوں کی طرح یہاں آکر اپنی طاقت کا اعلان کرنے لگتے ہیں۔ اس کی خوفناک تیوڑی کو دیکھ برہمن خائف ہو گئے اور چپ رہے۔ آخر دو بٹھے اٹل نے جسے برہمنی اعزاز کا خزانہ کہیں تو بجا ہے کہا۔ اُسے راجہ! بلاشبہ ہم رشی نہیں ہیں کیونکہ یگون کی تبدیلی کا اثر آپ جیسے راجہ کی طرح ہم پر بھی پڑا ہے۔ اور جو کچھ ہم ہیں یا جو کچھ نہیں اُسے یگون کی اس تبدیلی ہی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اس پر راجہ نے غور و رائے لہجہ میں پوچھا۔ پھر تو کون ہے؟ وشوا متر ہے۔ وشسٹ ہے یا آگست رشی کی طرح ریاضت کا ایک خزانہ ہے؟ اسپروہ پڑک اٹھا۔ اُس کے اندر ایک آگ شعلہ زن معلوم ہوتی تھی جس کے باعث اُس کے جسم کی طرف دیکھنا نہ جاسکتا تھا۔ اور اُس سانپ کی مانند جو اپنا بچن اٹھاتا ہے غصے سے رکتی ہوئی آواز میں راجہ سے کہا۔ اگر تم ہریشچندر۔ ترشکو یا نہش بھی ہو تو میں اکیلا اُس سے زیادہ کر کے دکھا سکتا ہوں جو وشوا متر اور دوسرے رشیوں نے کیا تھا۔ راجہ نے قہقہے مارتے ہوئے جواب دیا "وشوا متر اور دوسرے رشیوں کے غصے سے ہریشچندر اور

۳۲۲ مان و ناتر کا ذکر اکثر موقعوں پر عمد شجاعت کے راجگان عظیم میں سے

ایک کی نشیت میں آتا ہے دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۱۱۲۲۔ ترنگ ۸ شلوک ۳۳۱۔

۳۲۶۔ اس کی کہانی کے متعلق دیکھو مہا بھارت پرب ۳ ادھیائے ۱۲۶۔ اور

بدھوں کی کتابوں میں اس کے حوالوں کے متعلق دیکھو پروفیسر ونڈیش صاحب کی

کتاب "مار ایتھ بدھ" صفحات ۲۷۷-۲۸۱

۳۲۳ راجہ ہریشچندر۔ ترشکو اور نہش کو علی الترتیب وشوا متر۔ وشسٹ اور

آگست رشی ہریشچندر تھے۔ ان تینوں کے زوال کے متعلق رزمیہ نظم کی کتابوں میں

ذکر آتا ہے۔

دوسرے راجہ برباد ہو گئے تھے اب تمہارے غصے سے مجھ پر کیا وبال آنے والا ہے؟ برہمن نے ناراض ہو کر اپنا ہاتھ زمین پر مارتے ہوئے کہا۔ کیا وجہ ہے کہ میرے غصے کے باعث اس لمحہ تم پر براہمن کا ڈنڈا نہ پڑے؟ یہ سنکر راجہ ہنسنے لگا اور غصے سے برہمن کو جواب دیا۔ ”برہمن کا ڈنڈا اگر تاپے تو گرنے دے سچ بھی کس لئے رُکا ہے؟“ برہمن نے چلا کر کہا۔ ”اے بد نصیب راجہ! دیکھ ابھی گرتا ہے۔“ جس پر ایک سونے کی چوب شامیانہ سے نکلکر راجہ پر گر پڑی۔ اس کے باعث راجہ کے جسم پر ایک زخم پیدا ہو گیا۔ اس کے باعث اس کا جسم گل گیا اور اس کے اندر سے آریوں کے ذریعہ بے شمار کپڑے دور کرنے پڑتے تھے۔ کئی راتیں اس قدر تکلیف برداشت کرنے کے بعد جو دوزخ میں اس کی آئندہ تکالیف کا پتہ دیتی تھیں زندگی جو نکل جانکی خواہشمند تھی اس کے جسم کو چھوڑ گئی غرض اس طرح پر راجاؤں کا یہ سردار (ڈنڈ دھر) جس نے اپنے اوپر یہ فوری سزا (ڈنڈ) برداشت کی تھی برہمن کے ڈنڈے (برہم ڈنڈ) کے ذریعے پاٹی ہوئی سزا بھگت کریم (ڈنڈ دھرم) کے

۳۲۴ یہاں پر شلوک کا لفظی ترجمہ کر دیا گیا ہے گو معلوم نہیں ہوتا کہ عورتوں کے دانتوں کے ذریعے بال کاٹنے سے کیا مراد لی جاسکتی ہے۔

۳۲۵ ایک ٹیکا کار کا خیال ہے کہ سورن پارشو سے مراد موجودہ موضع سہپا ہے جو بیروپرگنہ میں واقع ہے آج کل یہاں پر زمانہ قدیم کے کوئی آثار دیکھنے میں نہیں آتے۔

لوچ نوش کے متعلق بھی جس کا ذکر سورن پارشو کی طرح صرف اسی شلوک میں آتا ہے کوئی خاص کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔

پھل پور سے مراد پراس پور سمیپ سے لی گئی معلوم ہوتی ہے جس پر نوٹ عا

روبرو حاضر ہوا۔

یہ حالات اُس مشہور راجہ کے ۱۳ سالہ عہد حکومت کے ہیں جو اپنی خواہشات کو پورا نہ کر سکتا تھا۔ راجے اور مچھلیاں جب ان کی پیاس۔ دولت اور خراب پانی کے باعث تیز ہو جاتی ہے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر برے راستوں میں پڑ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوزخ کے مضبوط جال میں جکڑے جاتے ہیں۔ اول الذکر تو ان تبدیلیوں کے باعث جو قسمت پیدا کرتی ہے اور آخر الذکر چھروں کے ہاتھ سے۔ گناہ کی حالت میں اُسے اپنی زندگی سے رخصت ہوتے دیکھ کر اسکی ماں امرت پر بھانے اپنے بیٹے کی نجات کے لئے امرت کیشو کا مندر بنوایا۔

راجہ للتا پیڈ

اس کے بعد جیا پیڈ کا بیٹا للتا پیڈ جو رانی درگا کے بطن سے تھا تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ راجہ اپنی خواہشات کا غلام تھا۔ شاہی فرائض کی طرف اس کی بالکل توجہ نہ تھی اس لئے اُس کے عہد میں سلطنت فاحشہ عورتوں کے

ضمیمہ کتاب ہذا اور ترنگ ۵ کے شلوک ۹، ۱۰ تا ۱۰۰ میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

۳۲۶ شراب کھینچنے والے کے لئے سنسکرت میں لفظ ”کلیہ پال“ استعمال ہوا ہے

جس کی موجودہ صورت کشمیری زبان میں کلوال ہے۔ کشید شراب کے متعلق سرکاری ٹھیکہ قائم ہونے سے پہلے یہ پیشہ اس وادی کے مسلمان باشندوں کے ہاتھ میں تھا۔ پنجاب میں جو قوم اس پیشہ سے تعلق رکھتی ہے وہ کلال کہلاتی ہے۔

۳۲۷ سنسکرت میں اس کے لئے لفظ ”اوردھا“ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۰۳-۱۰۴،

۲۷-۸۵۸-۱۲۶۱ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۱۰-۹۶۶-۱۹۳۶ میں بھی استعمال ہوا ہے

اس سے مراد ایک ایسی عورت سے لی جاتی ہے کہ جو بیوہ ہو جائے تو کوئی اعلیٰ ذات کا

قبضے میں آگئی اور ہر طرح بد اخلاقی کا دور دورہ رہا۔ اُس کے دوزخی باپ نے اعمال بد کے ذریعے جس قدر دولت جمع کی تھی وہ سب بھانڈوں نقالوں پر ضائع کر دی اور اس طرح پر وہ دولت جلد سے آئی تھی اسی طرف کوچلی گئی۔ فاحشہ عورتوں سے رشتہ رکھنے کے باعث محل شاہی میں بہت سے خوشامد جمع ہو گئے اور انہوں نے اسے شہوت پرستی کی خوب ہی تعلیم دی۔ اس نے مکٹ اور مالا کا استعمال ترک کر دیا اور اپنے جسم کی صرف اسی قدر سجاوٹ کو کافی خیال کیا کہ عورتیں اپنے دانتوں کے ذریعے اُس کے بالوں کو کاٹ دیتی تھیں اور اُس کی چھاتی پر انکے ناخنوں کے نشان بنے رہتے تھے جو شخص فاحشہ عورتوں کے متعلق قصے کہانیاں جانتا ہو یا ہنسی مذاق میں مشاق ہو اُسے راجہ اپنے مشیروں میں سے لیتا تھا لیکن کسی بہادر یا عالم آدمی کو اپنے پاس نہ آنے دیتا تھا۔ چونکہ اس کی تسلی تھوڑی بہت عورتوں سے نہ ہوتی تھی اور اس کے جذبات حیوانی درجہ انتہا کو پہنچ چکے تھے اس لئے اس نے خیال کیا کہ جیسا پیٹ نامرد تھا کہ استری راج کو فتح کر کے وہاں سے چلا آیا۔ یہ راجہ آدمی اُس کے ایک ادنیٰ نسل سے تعلق رکھنے یا کسی اور وجہ سے قانوناً اُس کے ساتھ شادی نہ کر سکے۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۵۸ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۳۶ میں ذکر آیا ہے کہ فاحشہ عورتوں کو اور وہاں کی حیثیت میں رنواس میں داخل کر لیا گیا تھا۔ راجہ بھکشا کرنے ایک اعلیٰ ذات کی بیوہ عورت کو اور وہاں کی حیثیت میں لیکر جو مثال قائم کی تھی اس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۹۶ میں آتا ہے۔

آکھو کا محل وقوع عدم پتہ ہے۔

۳۲۸ پیار راجہ وجہا دتیا کا دوسرا نام تھا دیکھو ترنگ ۴ شلوک ۳۳ میں جس جے دیوی کا بہاں ذکر کیا گیا ہے یہ وہ جے دیوی نہیں جو اُنٹ پل پر دم وغیرہ کی بہن تھی۔

بدکار عورتوں اور اسی قسم کے آدمیوں کی صحبت میں خوش رہتا تھا اور اس لئے سابقہ راجاؤں کی دینا فتح کرنے کی کوششوں پر مہربا کرتا تھا۔ خوشامدی لوگ اپنے ہنسی مذاق کے ذریعے باجیا بڈھے آدمیوں کو بہت دق کرتے تھے اس لئے وہ دربار سے پرے رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ لیکن راجہ انج شادی کو بہت چاہتا اور انہیں خوب تحفے تحائف دیا کرتا تھا۔ علانیہ ہنسی مذاق کرنے میں وہ ایک زر خرید غلام کی طرح چالاک تھا اور اپنی فاحشہ عورتوں کی منڈلی میں بیٹھ کر ایسی ایسی ہزلیات کرتا کہ بڈھے درباری مارے شرم کے عرق عرق ہو جاتے تھے۔ اُس کی بدکاری اس انتہا کو پہنچ گئی کہ اس نے قابلِ غرت مشیروں کو اس قسم کے خوشنما لبادے پہنائے جن کے اوپر ان فاحشہ عورتوں کے پاؤں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ ایک ذاتی عزت رکھنے والا مشیر منور تھے ہی ایسا تھا جو اس سے سچا رہا۔ کیونکہ نہ تو وہ اُسے روک سکتا تھا اور نہ اس سے میل جول رکھنا پسند کرتا تھا۔ بُرے کام غیر موزونیت نہایت خراب حالت۔ دغا بازی کا چال چلن اور بد چلن مالک ان سب کا علاج سوائے

۳۲۹ اس شلوک کے صحیح معنی معلوم کرنے مشکل ہیں کیونکہ اس زمانے کے مالی انتظام کے متعلق جس کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے ہمارے پاس کوئی تفصیل موجود نہیں۔ ایک ٹیکا کار نے باقی چار محاسب خانوں کے نام شامل استعمول نام ایوانک۔ مظہان اور نوگرام آدمی مقرر کئے ہیں۔

۳۳۰ اُپتل پور کا دوبارہ ذکر جو نراج کی راج ترنگنی کے شلوک ۳۲۲ و ۵۹۸ میں آتا ہے لیکن صحیح محل وقوع کا پتہ کسی میں بھی درج نہیں۔ راجنک رتن کنٹھ کی لکھی ہوئی کتاب ہکیتراپال پدتی کے مسودے کے اخیر میں ایک نوٹ کے اندر اُپتل پور کو بھیروی جگہ بیان کیا گیا ہے یہ کتاب راجنک لاہور کے پنڈت جگ موہن کے قیفے میں ہے

اس کے اور کچھ نہیں کہ انسان ان سے بچتا رہے۔ اس راجہ نے سورن پارشو^{۳۲۵} پھل پور اور لوچ نوٹس کے اگر ہار برہمنوں کو دیئے اور بارہ سال تک حکومت کی۔

راجہ سنگرام پیڈنیانی

اس کے بعد راجہ جیا پیڈ کا بیٹا سنگرام پیڈنیانی جو رانی کلیان دیوی کے بطن سے تھا دنیا کا مالک بنا۔ اس راجہ کا دوسرا نام پر تھویا پیڈ بھی تھا۔ اس نے سات سال حکومت کی۔

چیت جیا پیڈ

(برہمپتی)

اس کے بعد مشہور و معروف راجہ چیت جیا پیڈ جس کا دوسرا نام برہمپتی تھا اور جو لتا پیڈ کا نو عمر بیٹا تھا حکمران بنا۔ اس کی ماں جیدوی ایک شراب دیاں پر اس جگہ سے مراد کاک پور سے لی گئی ہے جس کا موجودہ نام کاک پور ہی ہے اور دریائے ویشٹا پر واقع ہے۔

اگر یہ شناخت درست ہے تو اٹیل سوامن کے مندر کو کاک پور کے کھنڈرات میں ہی کہیں تلاش کرنا چاہئے۔

پدم پور بلاشبہ موجودہ شہر پامپیر کا نام ہے جو دریائے ویشٹا پر واقع ہے اور جسے پنجابی اپام پور کہتے ہیں چنانچہ وگنی صاحب نے اپنے سفر نامے کی فصل ۲ صفحہ ۱۳ میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہاں شہر کے مرکز میں ایک قدیم مندر کے جو چند ایک کھنڈرات موجود ہیں ان کا ذکر کنگھیم صاحب نے کیا ہے۔ پدم پور کا ذکر آخری دو ترنگوں میں کئی بار

والی کی بیٹی تھی۔ راجہ لتا پیڈ جو شہوات نفسانی کے مگرچھ کے پنچے میں پھنسا ہوا تھا یہ اس کی داشتہ عورت تھی۔ اس کا باپ اُپ نامی موضع آکسوکا ایک شراب نکالنے والا تھا اور اسے راجہ نے جو حسن ظاہری پر مرتا تھا داشتہ عورت کی حیثیت میں رنواس میں ڈال دیا تھا۔

پدم اور اُت پلاک وغیرہ کا زور پکڑنا { چھوٹی عمر میں چیت جیا پیڈ کے سر برائے اُس کے ماموں

پدم۔ اُت پلاک۔ کلیان۔ مم اور دھرم تھے۔ جو اس کی حکومت میں حصہ دار تھے اس کا بڑا ماموں اُت پلاک پنچ مہا شبد عہدوں پر فائز تھا اور باقیوں نے دوسرے عہدے اپنے قبضے میں کر رکھے تھے۔ اس کی ماں جیدیوی نے جس کی ہدایات پر اس کے بھائی ہمیشہ چلتے تھے اُن دنوں جبکہ اُسے شاہی طاقت حاصل تھی جے ایشور کا مندر بنوایا۔ وہ شاہی خزانہ جو حرص کے ذریعے حاصل کئے ہوئے روپیہ کی وجہ سے ناپاک ہو چکا تھا اُسے نو واردوں نے بہت جلد لٹا دیا۔ جیا پیڈ کی دولت کچھ تو اس کا بیٹا لتا پیڈ ضائع کر گیا تھا باقی کو اُس کے بیٹے کے سالوں نے خوب ہی دل کھول کر لوٹا۔ ان خوش قسمت لوگوں نے اُس طاقت کے ذریعے جو اُن کی بہن کے حسن کا جا دو انہیں دلا چکا تھا دوامی فائدے کی

آتا ہے۔ دیکھو جو نزاج کی راج ترنگنی شاوک ۵۴۹۔ سری ور کی راج ترنگنی ترنگ ۴ شلوک ۱۳۲۔

۳۴۴۔ و تشا مہا تم ادھیٹے ۱۱۔ شلوک ۲۰۔

۳۳۱ کلن اس سے پہلے ترنگ ۳ کے شلوک ۲۶۳ میں بیان کر چکا ہے کہ مم نے اپنے مندر کے وقف کے لئے ماترگیت سوامن کے مندر کے متعلقہ گاؤں واپس لے لئے تھے۔ مم کے قائم کردہ مندر کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

کہہ پرتشٹا کے متعلق دوبارہ ذکر ترنگ ۷ کے شلوک ۶۶۹ میں آتا ہے۔

خوشی کا سامان کر لیا۔

چیت جیا پیڈ کا قتل یہ ادتے پیدائش کے لوگ جو ہر کام کو بلا روک
ہوتے دیکھ کر خوف کھا رہے تھے آخر کار مل کر انہوں نے سازش کی اور
شاہی طاقت پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے جادو کے ذریعے راجہ کو جوانکی
بہن کا بیٹا اور ان کا آقا تھا مار ڈالا۔ جب یہ راجہ بارہ سال حکومت کرنے
کے بعد مر گیا تو ان بھائیوں نے جو ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے کسی
ایک کے ہاتھ میں بھی تخت نہ آنے دیا۔ ملک چونکہ انکے قبضہ میں تھا اس لئے
ہر شخص یہ کوشش کرتا تھا کہ اپنی پسند کا کوئی اعلیٰ نسل کا راجہ برائے نام
حکمران بنایا جائے۔

راجہ اجتا پیڈ

راجہ بیپا اور رانی میگھا ولی کے بیٹے تھے جو نا پیڈ کو گو وہ سب سے بڑا
بیٹا تھا اس لئے تخت سے علیحدہ رکھا گیا تھا کہ وہ سازشوں میں شریک ہونا

۳۳۲ء یہاں سے کلہن نے مختلف عہد حکومت اور واقعات کا ذکر مع تاریخ کے لکھا
شروع کیلئے وہ لوکاب یا پت رشی سمت کا استعمال کرتا ہے جو کشمیر اور اس کے قریب کے
پہاڑی علاقوں میں عام طور پر مروج ہے۔ اس سمت کی ابتدائی تاریخ کے متعلق جسے کشمیری
چیت رشی ایکم ۲۵ء کلہنگی مطابق ۳۰۰-۲۶۰ء قبل مسیح سے قائم کرتے ہیں دیکھو نوٹ ۱۹
کتاب ہذا۔

اس عام رواج کو مد نظر رکھ کر جو آج تک کشمیر میں پایا جاتا ہے کلہن نے جا بجا صدیوں
کے اعداد کو حذف کر دیا ہے لیکن ان کا اندازہ خود حساب لگا کر بہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔

پسند نہ کرتا تھا۔ بے دیوی کے بطن سے اُس کا ایک بیٹا اجا پڑا تھا جسے اُت پل نے حیراً تخت نشین کر دیا یہ لوگ راجہ کو پانچویں محاسب خانہ کی آمدنی سے کھانا کپڑا دیا کرتے تھے۔ جس میں باقی چار محاسب خانوں کی جو شہید وغیرہ کھلاتے تھے بچت آیا کرتی تھی۔ راجہ چونکہ ہر بات میں اُن کا محتاج تھا اس لئے وہ سچا راستہ مشکل میں پھنسا ہوا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ سب کے سب ایک ہی حیثیت کے ہوں کیونکہ اگر وہ ایک کے ساتھ گفتگو کرتا تو باقی ناراض ہو جاتے تھے جو لوگ ملک کی مالگزاری پر قابض تھے انہوں نے اس راجہ کے عہد میں شہر مندر اور اور عمارات بنائیں۔ یہ لوگ محاسبانہ ورثا کے باہمی حسد میں بے مالک کی مملکت کو اس طرح لوٹ لوٹ کر کھا رہے تھے جس طرح جنگل میں مرے ہوئے بھینسے کو بھیڑیئے کھاتے ہیں۔

اُت پل پور اور پدم پور کی بنیاد ڈالنا اُت پل نے اُت پل سوامن نامی اُت پل پور کی بنیاد ڈالی۔ پدم نے پدم سوامن نامی وشنو کا مندر قائم کیا اور پدم پور کا شہر بسایا۔ پدم کی بیوی گنا دیوی نے جوڑی نیک عورت تھی۔ ایک مٹھ

اور اس لئے اس کتاب میں صدیاں بھی ساتھ ہی ساتھ درج کی گئی ہیں۔

۳۳۳ چاند کی وجہ سے سمندر کا پانی خوش ہو کر اونچا ہوتا ہے (اُس میں جو آتا ہے) اس خیال کو مد نظر رکھ کر یہ استعارہ قائم کیا گیا ہے۔ بلب دیو اور شارنگ دھر کے گلدستہ ہائے نظم میں شنگ کے شلوک آتے ہیں اور اس کی نسبت کاویہ پرکاش کے اُداس چاہیں لکھا ہے کہ اُس کی رائے استعارات کے معاملہ میں مستند خیال کی جاتی ہے دیکھو کاویہ پرکاش بمبئی ایڈیشن ۱۸۸۹ء صفحہ ۸۹ اور سمجھا ستاویں صفحہ ۱۲۷۔

۳۳۴ اس جگہ نیل مت پوران کے شلوک ۲۰۸ اور ۳۳ کی کہانی کا حوالہ دیا گیا

دار السلطنت میں اور دوسرا ویشور میں بنوایا۔ دھرم نے جو دھرم کا بہت بڑا حامی تھا دھرم سوامن کا مندر بنوایا اور عابد کلیان ورمن نے کلیان سوامن شنو کا مندر۔ چالاک دانا اور دولت مند مم نے مم سوامن^{۳۳۱} وشنو کا مندر بنوایا اور اس موقع پر بوقت کمبہ پچاسی ہزار گائیں برہمنوں کو دان دیں اور ہر گلے کے ساتھ پانچ ہزار دینار بطور دکشا کے دیئے۔ غرض اس اکیلے شخص نے مندر پر جس قدر روپیہ صرف کیا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت میں اُس کے دوسرے بھائیوں کا جن کے پاس بڑی بڑی دولتیں تھیں ذکر ہی کیلئے اُن کی دولت خاص دھوکے کے ذریعہ کمائی ہوئی تھی یا راستی کے طریقوں سے ہر نوع سب لوگ ان کی فیاضی کے باعث خوش تھے۔ جو مندر انہوں نے تعمیر کروائے اُنکے مقابلے میں دوسرے مندر چھوٹے معلوم ہوتے تھے جس طرح بڑے ہاتھیوں کے مقابلہ میں چھوٹے ہاتھی۔ لوگ سمست^{۳۳۲} ۳۸۸۹ (۲-۸۱۳ء) سے لیکر جب اُن کا بھانجا مرامست^{۳۳۳} ۳۹۲۶ (۱-۸۵۰ء) تک وہ بلاروک حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد مم اور ات پلک میں ایک خوفناک جنگ چھڑ گیا جس کے باعث دریائے ویشٹا کا پانی مقتول سپاہیوں کی لاشوں سے اٹ گیا۔ اس

ہے جس میں لکھا ہے کہ کشپ کے ایک سراپ کی وجہ سے کشمیر پر چھ ماہ تک پشاچوں کی حکومت رہتی تھی جو اس ملک کے انسانوں کو اسوج کی پورن ماشی سے چیتر کی پورن ماشی تک باہر نکال دیا کرتے تھے۔ اس کہانی کے خلاصے کے لئے دیکھو "ریوٹ" صفحہ ۴۰ یہ راجہ جو ایک دوسرے کے بعد جلد جلد تخت نشین ہوئے انہیں اس زمانہ کے راجاؤں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جنہیں ماہ اسوج کی پورن ماشی کو ملک سے نکل جاتا پڑتا تھا۔

وہ قدیم رسم جو ماہ اسوج کے یوم پورن ماشی کے متعلق نیل مت پوران کے نٹلوک^{۳۹۱} میں درج ہے وہ بھی اس روایت کے متعلق ہے اس موقع پر لوگ ایک دوسرے پر کیچڑ

واقعہ سے متعلق کوئی شنگ نے جو علم کے بحر پر ایک چاند کا رتبہ رکھتا تھا اپنی نظم بھون ابھودے لکھی۔ ابتدائے جنگ کے موقع پر مم کے بیٹے یشوورمن نے بہادری کی چمک کو اس طرح کھینچ لیا جس طرح سورج ستاروں کی چمک کو کھینچ لیتا ہے۔

راجہ انتگاپیڈ

اب مم اور باقیوں نے مل کر اجتاپیڈ کو شکست دی اور سنگرام پیڈ ثانی کے بیٹے انتگاپیڈ کو تخت پر بٹھایا۔ اُن پل کا بیٹا سکھ ورممن اس راجہ کی حکومت کا مخالف تھا کیونکہ غصے کی وجہ سے وہ مم کے اختیارات کو دیکھنا گوارا نہ کر سکتا تھا۔

راجہ اُتپلاپیڈ

جب اُت پلاک مر گیا تو اس کے تین سال بعد سکھ ورممن نے اجتاپیڈ کے بیٹے اُتپلاپیڈ کو راجہ بنایا۔ گو یہ فرمانروا ماہ اسوج کے پورن ماشی کے

پھینکا کرتے تھے گالیاں نکالتے اور ہنسی ٹھٹھا کیا کرتے تھے تاکہ پشچوں کو جو اس روز لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں ڈرا کر بھاگ سکیں۔ یہ رسم جو اب بالکل فراموش ہو چکی ہے اس کا ذکر کلہن ترنگ سات کے شلوک ۱۵۱ میں اسوجی گال کے نام سے کرتا ہے۔ البرونی اپنی کتاب انڈیا کی فصل ۲ صفحہ ۸۰ پر غالباً اسی قسم کی کسی اور رسم کا ذکر کرتا ہے جہاں وہ ماہ اسوج کی پندرہ تاریخ کے ایک تیوہار کی کیفیت بیان کرتا ہے (جبکہ چاند اپنے آخری مقام ریوتی میں قائم ہوتا ہے) اس تیوہار کے موقع پر بقول البرونی لوگ ایک دوسرے سے جھگڑتے اور جانوروں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اس

راجاؤں کی مانند تھے تاہم اُنکے ماتحت رہ کر بعض چالاک وزیروں نے اختیارات حاصل کر لئے۔ راجہ کا وزیر امور فارجہ (ساندھی وگراہک) رتن باختیار تھا اور اس نے رتن سو امن نامی وشنو کا ایک مندر تعمیر کرایا۔ نہر اور دوسرے سوداگروں نے جن کے پاس بے عیب گھوڑے اور گاؤں تھے اپنے جداگانہ تخت قائم کر لئے اور دار و ابھیار اور اس کے قریب کے علاقوں میں حکومت کرنے لگ گئے۔

کارلوٹ نسل کے راجاؤں کا سلسلہ قریب قریب تباہ ہو گیا اور اُت پل کے ورثانے بڑی طاقت حاصل کر لی۔ انہیں دنوں سکھ ورن کو جس نے اپنی طاقت کے ذریعے شاہی اعزاز حاصل کر لیا تھا۔ اس کے اپنے ایک رشتہ دار تیوہار کا نام ”پومانی“ لکھا ہے معلوم نہیں پشاج کے نام سے اس کا کہاں تک تعلق ہو سکتا ہے۔

۳۳۵ تمام بڑے بڑے شاہی خاندان مثلاً سورج بنسی۔ چند بنسی اپنی ابتدا سورج یا چاند سے منسوب کرتے ہیں شاعر اس موقع پر یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ ان سب نے اپنی روایات اس راجہ کے جو ایک نئے خاندان کا پہلا حکمران تھا سپرد کر دیں۔

۳۳۶ یہاں پر ترنگ چار کے مختلف راجاؤں کے عہد حکومت کا جو عرصہ دیا گیا ہے اس میں سنگرام پیڈ کا عہد حکومت سچائے سات دن کے سات سال گنا گیا ہے۔ چونکہ اگر سات سال کا عرصہ صحیح خیال کیا جائے تو کلہن کے تاریخی حساب میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف ترنگوں کے اخیر پر اس قسم کے جو خلاصے مندرج ہیں وہ بعد میں زائد کئے گئے ہیں جسکی تصدیق بعض اور طریقوں پر بھی ہوتی ہے۔

ایک ٹیکا کار نے اس خلاصے کے متعلق اپنے نوٹ میں اس ترنگ کے شلوگوں کی تعداد ۱۶۷ لکھی ہے لیکن صحیح انداز سے یہ بات پائی گئی ہے کہ کل شلوگوں کی تعداد ۲۰۷ ہے۔

نے جس کا نام ششک تھا حسد کی وجہ سے مار ڈالا۔ اس پر وزیر شتور نے سکھ ورن
کے لائق بیٹے اوتی ورن کا ساتھ دیا اور اُس کی نسبت اعلان کیا کہ وہ تخت کا
حق دار ہے۔ اُتیل پید کو خارج کر کے اس نے اُسے لوگ سمیت (۶-۵۵۵ء)

میں راجہ بنا دیا تاکہ رعایا کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ ہر چند کہ اس کا میا بی کے لئے
اس کا باپ اور دادا بے فائدہ کوشش کرتے مر گئے تھے تاہم اس نے اپنے
سابقہ جنموں کے پن کے باعث بغیر کسی کوشش کے اُسے حاصل کر لیا۔ جن
مشکو میں سمندر کا پانی بھر کر لے جایا جاتا ہے وہ ہمیشہ ایک فضول کام میں لگے
رہتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص (اگست رشی) نے جو ایک منگے
کے اندر سے پیدا ہوا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں سارے سمندر کو پی لیا تھا۔ اس کے

بعد راجہ اوتی ورن کو سونے کے برتن میں پانی ڈال کر تخت نشینی کا غسل
دیا گیا اور شاہی قسمت کی وزیدہ نگاہ اس کے سر کی تاج بنی۔ معلوم ہوتا تھا
کہ چاند اور سورج نے دو جڑاؤ آویزوں کی صورت اختیار کر کے اجہ کے کانوں سے
ترب حاصل کیا ہے تاکہ اس کی حاصل کردہ سلطنت کے متعلق اُسے طریق حکومت
سکھائیں جیسا کہ اُن راجاؤں نے جو ان کی نسل سے تھے سکھایا تھا۔ اُسکے
چمکدار شاہی چتر کے بھیس میں اس کنول پھول کی شان و شوکت اسپر اٹھتی نظر
آتی تھی جو قسمت کی دیوی (لکشی) کا جائے نشست ہے۔

یہاں پر راج ترنگنی کی چوتھی ترنگ ختم ہوتی ہے جسے کشمیر کے مشہور وزیر
چمپک کے بیٹے کلہن نے تالیف کیا۔

(۳۶۰ سال اور چھ ماہ کے عرصے میں کارکوٹ خاندان کے ۷ راجے ہوئے)۔



مکمل راج ترنگنی

پانچویں ترنگ

دو دیوتاؤں (شوجی اور پاربتی) کی زبانیں تمہاری رکشیا کریں جو اپنے عجیب ملک کی وجہ سے ایک ساتھ حرکت کرتی ہیں لیکن ان سے جو الفاظ ادا ہوتے ہیں وہ اگرچہ آواز کے اعتبار سے مختلف ہیں ہوتے تاہم منہ کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں (شوجی پاربتی سے کہتے ہیں) تمہاری زلفوں میں سانپوں کی طرح کا کوئی (نا قابل بیان) جادو ہے اپنی طرف دیکھو۔ تمہارے گلے کی آواز نر کوئل کی مانند سانپ کی آنکھ کو جو اپنی آنکھ کے ذریعے سُنا ہے خوش کرتی ہے (پاربتی شوجی سے کہتی ہے) آپ کو اپنی جٹا میں سانپ لگانے کا شوق ہے۔ اپنی طرف دیکھئے سانپ جو اپنی آنکھ کے ذریعے سُنا ہے اس کی آنکھ رنگوں کی ان کرنوں سے خوش ہوتی ہے جو آپ کے نر کوئل کی مانند گلے سے خارج ہوتی ہیں۔

پہلی ترنگوں کے منگلاچرنوں کی طرح اس موقع پر بھی ارادہ بن میں شوجی کو اردہ میں ایشور کی صورت میں مخاطب کیا گیا ہے اصلی شلوک میں شاعر نے یہ خوبی رکھی ہے کہ الفاظ کو

راجہ اوتی ورن

از ابتدائے ۸۵۵ء لغایت ۸۸۳ء

جب اوتی ورن نے اپنے دشمنوں (کنٹک) کی بیخ کنی کر کے شاہی طاقت حاصل کر لی تو اس نے اپنے عظیم کارناموں کے ذریعے نیگوں کے جسم میں ایک قسم کا خوشی کا جوش (کنٹ کنت) پیدا کر دیا۔ راجہ اور اُس کا وزیر حکم دینے کے لحاظ سے دونوں یکساں طور پر آفاقی تھے اور نوکران دونوں کے احکام کی یکساں تعمیل کرتے تھے۔ اگر راجہ شکر گزار اور نرم طبیعت کا ہو اور وزیر فدا اور تکبر سے خالی تو بعض اوقات پچھلے جنموں کے پھلوں کی وجہ سے ایسا تعلق دیر پا ثابت ہو جاتا ہے۔ راجہ نے جو منصف مزاج اور دانا تھا جب تخت حاصل

دونوں معنوں میں لیا جاسکتا ہے یعنی اس طرح پر بھی گویا شوجی نے ان کے ذریعہ پاربتی کو مٹا دیا کیا ہو نیز اس طرح پر کہ پاربتی نے شوجی کو وہ الفاظ کہے ہوں۔ سانپوں کے متعلق خیال ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے ذریعے سُنتے ہیں اور موسیقی پر شیدائیں۔ موسمِ سرما میں انکی آنکھیں سُکھ جاتی ہیں اور پھر حیب کوئل پہلی مرتبہ بولتی ہے اس وقت کھلتی ہیں۔ شوجی کا کلا چونکہ تاریکی نائنگون رنگ کا ہے اس لئے اُس کی مشابہت کوئل کے رنگ سے دی گئی ہے۔

۸۳۳ء اصل کتاب میں لفظ "ماتنگ گوت سنگلاتا" استعمال ہوا ہے جس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جو ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کی گود میں رہتی ہے مصنف نے یہ لفظ دونوں معنوں میں لئے جانے کے خیال سے استعمال کئے ہیں۔

۸۳۹ء ایک ٹیکا کار کا خیال ہے کہ بعض حیوانات جنہیں "گنی شوج" کہتے ہیں آگ میں داخل ہو کر اپنی سموری کھال کو صاف کرتے ہیں۔ اسی کہانی کا حوالہ ترنگ ۶ کے شلوک ۳۶۴

کر لیا اور شاہی عظمت دیکھی تو واقعات گذشتہ کو فراموش نہیں کیا بالکل اندہی
 اندر سوچنے لگا۔ لکشی جو راجاؤں کی داشتہ عورت کی مانند ہے اور اپنے ہاتھی
 کی پیٹھ پر سوار ہوتی ہے تیر خواہشات پیدا کر کے عالی ظرف لوگوں کو بگاڑ دیتی
 ہے اور ایک کینے آدمی کی طرح جس کے ساتھ پہلے محبت کرتی ہے انجام کار
 اُسے مصیبت میں ڈال دیتی ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ جس نے سمندر
 میں رہ کر آسمانی السراؤں کی صحبت میں تربیت حاصل کی ہے صرف ایک ہی
 آدمی سے تعلق رکھنے والی عورت کی طرح وفاداری کا سبق سیکھ سکے؟ اس کے
 اندر محبت کا عنصر بالکل موجود نہیں۔ جب کبھی راجہ دوسری دنیا کو بغیر زاد راہ
 یا ہمراہی ساتھ لے روانہ ہوتے ہیں تو وہ کبھی اُنکے ساتھ نہیں جاتی خواہ
 اس دنیا میں اس کا اُنکے ساتھ عرصہ دراز تک کتنا بھی گہرا تعلق رہ چکا ہو۔ کیا
 وجہ ہے کہ یہ راجہ جب دوسری دنیا کو گئے تو وہ اُس سونے۔ سامان۔

اور ترنگ ۸ کے شلوک ۳۰۲ میں بھی دیا گیا ہے۔ نیز دیکھو برہم و یورت پوران جلد ۴
 ادھیائے ۴ شلوک ۱۵۳-۱ ادھیائے ۶ شلوک ۶۰ و ۱۹۹ ادھیائے ۸ شلوک ۲۴ وغیرہ۔

۳۴۰ اب تک خاص خاص موقعوں پر برہمنوں کو کھڑی دینے کا رواج چلا آتا ہے
 دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۲۵۶ ترنگ ۸ شلوک ۸۱ چنانچہ پنجاب میں ماگھ کی پہلی تاریخ کو کھڑی
 کے دان کا رواج عام طور پر موجود ہے۔

۳۴۱ ایک ٹیکا کار نے کھاڈویا کے بجائے ڈھڈکھو کا لفظ استعمال کیلئے لیکن
 سٹائن صاحب کو ان دونوں میں سے کسی کا پتہ نہیں مل سکا۔

اسی ٹیکا کار کے خیال میں ہستی کرن ”ویا گہرا شرم وا گھام“ کے مقام پر جس کا موجودہ
 نام واگہوم ہے واقعہ تھا یہ جگہ وچن پور پرگنہ میں دریائے ویشٹاکے دائیں کنارے پر
 واقعہ ہے اس گاؤں میں ایک چشمہ نکلتا ہے جس کا نام آج تک ہستی کرن ناگ ہے اور

قیمتی چیزیں اور اور جائیداد کے مالک تھے جو انہوں نے اپنے خزانوں میں جمع کر رکھا تھا؟ کیا وجہ ہے کہ اُنکے بعد جوجاہ آئے انہیں اس وقت نہ تو شرم محسوس ہوئی اور نہ پاکیزگی کا خیال آیا جب وہ ان برتنوں میں کھانا کھانے لگے جو پہلے راجہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے؟ کون ہے جسے اس وقت دھڑکا محسوس نہیں ہوتا جب وہ گذشتہ راجاؤں کے ناموں کی علامات کھوپریوں سے مشابہٹ کے چاندی کے پیالوں پر دیکھتا ہے؟ کون ایسا آدمی ہے جو ان محسوس اور ناپاک مالاؤں کو دیکھ کر خوش ہو سکتا ہے جنہیں کسی مرتے ہوئے راجہ کی گردن سے اتارا گیا ہو؟ کس شخص کے دل کو اس وقت صدمہ نہیں ہوتا جب وہ گذشتہ راجاؤں کے اُن زیورات کو چھوٹا ہے جنہیں وہ موت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے تکلیف کے گرم آنسوؤں سے ناپاک کر چکے تھے؟ دوات کی دیوی ہمیشہ ناپاک رہتی ہے خواہ وہ سمندر کے پانی کے وسط

اس کا ذکر اسی نام سے وصیشور مہاتم ادھیائے ۱۱ شلوک ۱۸۲۔ امریشور مہاتم ادھیائے اول شلوک ۹ اور تیرتھ سنگرہ میں آیا ہے۔ ہرچرت چننا منی کے ادھیائے ۳ شلوک ۴۳۔ اور نیل مت پوران کے شلوک ۹۸۵ میں بھی غالباً اسی چشمے کا حوالہ دیا گیا ہے مری ورنے اپنی راج ترنگنی میں ترنگ اول کے شلوک ۴۴۱ میں ماری ندی یا مہاسرت کے متعلق جس ہستی کرن کا ذکر کیا ہے وہ ضرور کوئی اور جگہ ہوگی اور غالباً سری نگر کے نواح میں واقع ہوگی۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۶۵۰ میں شاید اسی جگہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

شور و راسوا من کے مندر کی مقامیت کا پتہ نہیں چلتا شور و من کے گوکل کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۳۶ میں آتا ہے ترنگ ۵ کے شلوک ۴۶۱ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۹ میں بھی غالباً اسی مندر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ گو آخری شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ فیذا السلطنت میں واقع تھا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۳۶ سے اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گوکل کا

میں ہی کیوں نہ چلی جائے۔ لیکن جب وہ مستحق اشخاص کے پاس جاتی ہے جو اپنے افلاس کی وجہ سے عطیات کے ویسے ہی حقدار ہیں جیسے آگ اہوتی کی تو اس وقت وہ اُس ہرنی کی مانند پاک ہو جاتی ہے جو اپنے آپ کو آگ کے اندر صاف کرتی ہے۔ یہ سوچ کر راجہ نے سونے اور دوسری چیزوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کروا کر ملایا اور اپنے ہاتھ سے برہمنوں کو کھڑکشی کی طرح تقسیم کرنے لگا۔ جب برہمنوں میں سے ایک نے بجائے "شا باش" اے راجہ کے خوشی میں آکر "شا باش" اے اونتن کہہ دیا تو اُس نے اُسے بہت سی مٹھیاں بھر بھر کر دیں۔ دانا اونتی ورن نے اس طرح اپنا سارا خزانہ خیرات میں دیدیا اور اپنی شاہی عظمت کی چیزوں میں سے صرف چوریاں اور چتر باقی رہنے دیا۔ اس راجہ کے لئے شروع شروع میں شاہی اغراز سنبھالنا مشکل تھا۔ کیونکہ اس کے بے شمار رشتہ دار جن کے پاس بہت سی دولت تھی مشکلات پیدا

نام ایک خاص قسم کی مذہبی عمارات کے لئے استعمال ہوتا ہوگا۔ اور بظاہر اس کی مشابہت اُس مشہور گول سے ہے جو بندر ابن کے جنگل میں کرشن جی کی پیمپن میں جلے رہائش تھی۔ ترنگا کے شلوک ۲۲۳ سے واضح ہوتا ہے کہ گولوں میں گائٹوں کے چرنے کے لئے رہنے رکھ جاتے تھے۔

۳۲۲ پنچ ہستاسے مراد موجودہ موضع پانترت سے ہے جو دیو سر پرگنہ میں واقع ہے۔ اس کے نواح میں ایک بہت بڑا چشمہ اس لحاظ سے مقدس خیال کیا جاتا ہے کہ اول اول وٹشٹا یہاں پر نمودار ہوا تھا۔ نیل مت پوران کے شلوک ۲۵۵-۹۰۸-۹۲۵ اور ۱۲۹۳ میں اس کا نام پنچ ہستک ناگ آیا ہے نیز دیکھو ہرچرت چٹمانی ادھیائے ۱۲ شلوک ۲۲۔ اب اس جگہ کوئی آثار اس قسم کے موجود نہیں جن سے معلوم ہو سکے کہ یہ مٹھ کس جگہ واقع تھا۔

کرتے رہتے تھے اس نے بار بار میدان جنگ میں اپنے حقیقی اور عمرزاد باغی بھائیوں کو شکست دی اور اس طرح پر سلطنت کو مخالفوں سے پاک کر دیا جب اس نے اپنی سلطنت کو مستقل طور پر قائم کر لیا تو اس رحم دل راجہ نے شاہی دولت اپنے رشتہ داروں اور نوکروں میں تقسیم کر کے اس کا لطف حاصل کیا۔

چونکہ اسے اپنے کنبے کے
عہد اوتی ورن کی مقدس عمارات { لوگوں سے بہت محبت تھی

اس لئے اُس نے اپنے سوتیلے بھائی دانا شور ورن کو یوراج (ولی عہد) کے وسیع اختیارات دیدیئے۔ آخر الذکر نے کہا ^{۳۳۱}ڈویا اور ہستی کرن کے اگر ہار منظور کئے اور شور ورناسوامن وشنو کا مندر اور ایک گوکل قائم کیا شور ورن بڑا کامل روحانی عظمت رکھنے والا اور عبادت کے کاموں میں دلچسپی لینے والا

^{۳۳۳} ایک ٹیکا کار نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سمرسوامن کا مندر سمر باگ کے چھوٹے گاؤں میں جو بیچ پرگنہ کے اندر وٹٹا کے بائیں کنارے پر واقع ہے موجود تھا۔ اس کے قریب ہی موضع سالین اور سالیان گرام واقع ہیں جن کا ٹیکا کار نے ذکر کیا ہے ستمبر ۱۸۹۱ء میں جب سٹائن صاحب اس جگہ گئے تو انہیں یہاں کوئی قدیم آثار نظر نہ آیا صرف چند خوشنما سلوں کا ایک مکان اس مقام پر بنا ہوا تھا جہاں سے کسی زمانہ میں ایک پل دریا پر ہو کر موضع پانڈوچک کی طرف جاتا تھا سمرسوامن کے مندر کا ذکر ترنگ ۱۱۰۵ میں راجہ ہرش کے زمانہ میں پھر آتا ہے۔

یہاں پر کیشو وشنو کو چتر آتمن خیال کیا گیا ہے۔ بابو جگیش چندر دت نے راج ترنگنی کا جو ترجمہ کیا ہے اُس میں یہ بات ظاہر کی ہے کہ سمر نے سمرسوامی کی مورتی کے علاوہ راجدژی اور اُنکے بھائیوں کی مورتیاں بھی استھاپن کروائی تھیں۔

آدمی تھا۔ اس نے بیچ ہستا کا اگر ہار منظور کیا اور ایک مٹھ جو بہت بڑی یوتائی
 عظمت کا جائے رہائش تھا بنوایا۔ اس راجہ کے ایک اور بھائی سمر نے کیشو کی
 چتر امن صورت کے لئے سمر سوامن نامی مندر تعمیر کروایا۔ ایک چھوٹے بھائی
 شور کے دو بیٹوں دھیر اور ونپ نے اپنے نام پر مندر بنوائے اور اُس کے
 دو بھتیجوں نے جو محاسب خالوں کے افسر اعلیٰ (گننا پتی) تھے اس دنیا میں
 اپنی روحانی طاقتوں کو دیوانگی کے بھیس میں چھپانے کے بعد شوجی کی دنیا میں
 اعلیٰ درجہ کی نشستیں حاصل کیں۔ مشہور و معروف ہودے نے جو شور کا خاص
 دربان تھا ہودے سوامن نامی وشنو کا مندر بنوایا اور اس مندر میں اتالیق کا
 عہدہ رامت نامی ایک استاد کو دیا جو علم گرامر (دویا کرن) کے متعلق اپنی کوششوں
 کے لئے مشہور تھا۔ راجہ کے وزیر مشہور و معروف پر بھا کرور من نے وشنو کا
 ایک مندر پر بھا کر سوامن نامی بنوایا۔ جب وہ اس مندر کو استھاپن کروا رہا تھا

۳۴۴ ایک ٹیکا کار نے ہودے سوامن کے مندر کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ مدو آشرم
 میں واقع تھا۔ وشنو مہاتم ادھیائے ۵ شلوک ۳۶ کی تشریح کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے
 کہ یہ مہرہوم کے بڑے گاؤں کا نام تھا جو وشنو کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ یہاں
 اب سطح زمین پر کسی قسم کے آثار موجود نہیں صرف اس گاؤں کے اندر ایک مقدس چشہ
 ہے جس کی زیارت امر ناتھ کے یاتری راستے میں کرتے ہیں۔

۳۴۵ اصل کتاب میں لفظ شوکا ولی استعمال ہوا ہے جس کے صحیح معنی مشتبہ
 ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قیمتی اور قابل انتقال چیز تھی کیونکہ ترنگ ۸ کے شلوک ۸
 میں بڑا ذکر آتا ہے کہ ہرشن دس شکا ولی کو لٹھا کر لے گیا تھا اور اس کے بعد اوہل نے تر بھون
 سوامن کے مندر کی آرائش کے لئے دیدیا تھا۔

۳۴۶ یہاں پر جو نام درج ہیں ان میں سے دو کشمیری لٹریچر میں خاصے مشہور ہیں۔

تو اس کا اپنا طوطا اور اس کے ساتھ بعض اور طوطے موتی لے آئے جس پر راجہ نے ایک مشہور طوطے خانہ (شکا ولی) قائم کر دیا۔ وزیر شہور نے جو عالم آدمیوں کی عزت کرتا تھا اور راجہ کی سبھائیں انہیں نشست دیتا تھا علم کو جس کا ہاؤرک چکا تھا پھر اس زمین پر اترنے کے لئے مجبور کیا۔ عالموں کو بہت بڑی دولت اور اعلیٰ اعزاز دیئے جاتے تھے اور وہ ایسی پالکیوں میں بیٹھ کر جو را جاؤں کے شاہیاں شان ہوں سبھائیں پہنچا کرتے تھے۔ مکٹا من۔ ششومان شاعر اندوہن اور رتنا کر نے اونٹ ورمین کے عہد میں شہرت حاصل کی۔ وزیر شہور کے دربار میں کرت مند رانامی بھاٹ ہمیشہ ذیل کا شلوک سنایا کرتا تھا تاکہ اپنے آقا کو اسکے اداۓ کی یاد دہانی آتا ہے۔ اسوقت متلون مزاج خوش نصیبی حاضر ہے لہذا لوگوں کو فائدہ پہنچانیکا ہیوت ہے جسوقت نصیبی نمایاں ہوگی اسوقت فائدہ پہنچانیکا موقعہ ہاتھ نہ آسکے گا۔ اس وزیر نے بہت سی عمارات تعمیر کروائیں اور سریشور ^{۳۴۴} کے کہیتر میں شوجی اور پاربتی کے

اندوہرہن کی لکھی ہوئی دو کتابیں آج تک مروج ہیں ان میں سے ایک ”دھونیا لوک“ نامی فصاحت و بلاغت کے متعلق اور دوسری ”دلی شٹک“ نامی نظم کے متعلق ہے دسویں صدی کے اخیر میں ان دونوں پر شرح ہو چکی ہے دیکھو پروفیسر بولہر کی رپوٹ صفحہ ۶۵ اور کاویالہ فصل اول شلوک ۱۰۱۔

جس ٹیکا کار کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے اس نے صحیح طور پر رتنا کر کو ہروجے نامی مشہور نظم کا مصنف بیان کیا ہے جو پہلے پروفیسر بولہر کو کشمیر میں ملی تھی اور اسکے بعد ”کاویالہ“ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس ترنگ کے اخیر پر جو خلاصہ درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رتنا کر نے جس کا پورا نام راجا نک رتنا کر دھیشور تھا اسے راجہ سہیتی (چیت جیا پٹی) کے عہد میں مرتب کیا تھا۔ جو کلہن کے اپنے بیان مذکورہ ترنگ م شلوک اونتی ورمین کے تحت نشین ہونے سے ۷۲ سال پہلے مرتب کیا تھا دیکھو رپوٹ صفحہ ۶۶

اغز میں ایک ایسا مندر بنوایا جو ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔ داناویر نے سریشور کا مندر قائم کرنے کے بعد جو اس کے محل کے برابر اونچا تھا عابدوں کے ٹائڈ کے لئے شور مٹھ بنوایا۔ اس نے جنگی چوکی جو پہلے گرم دورے کے مقام پر واقع تھی اپنے قائم کردہ خوشنما شہر شورپور میں منتقل کر دی شور کے ایک بیٹے رتن وردھن نے سریشوری کے قریب شو بھو تیشور کا ایک مندر اور شور مٹھ کے اندر ایک اور مٹھ بنوایا۔ شور کی بیوی کا وہ دیوی نے جو شریف النسل تھی سریشوری میں کا وہ دیوی ایشور نامی سد اشو کا مندر بنوایا۔ اونتی ورمین نے جو حسد سے پاک تھا اپنے اخیاتی بھائیوں شوہر اور اس کے بیٹے کو شاہی اختیارات دے رکھے تھے۔ یہ راجہ جو اپنے وزیر کے منشا پر اس طرح چلا کرتا تھا گویا کہ وہ کوئی دیوتا ہو بظاہر اپنے آپ کو شو جی کا اُپاسک ثابت کرتا تھا گو حقیقت میں وہ سچین ہی سے

اور کیٹا لوگس کیٹا لوگو رام صفحہ ۴۹۱۔

مکاشا کن کا اس کے علاوہ صرف وہی ذکر نظر آتا ہے جو حکیم اندر نے گیارہویں صدی میں اپنی کتابوں میں کیا ہے دیکھو کیٹا لوگس کیٹا لوگو رام صفحہ ۴۵۹۔ شو شو اسن غالباً وہ شاعر تھا جس کے اشعار حکیم اندر نے کوی کٹھنا بھرن اور گلدستہ ہاسے مابعد میں درج کئے ہیں۔ دیکھو کیٹا لوگس کیٹا لوگو رام صفحہ ۶۵۴ اور سمجھ استاولی کا دیباچہ صفحہ ۱۲۹۔

۱۳۴۵ء آج تک درگا کی پوجا سریشوری (دیوتاؤں کی ملکہ) کے نام سے ایک اونچے ٹیلے پر جو موضع ایش بر کے اوپر جھیل ڈل کے مشرقی سلسلہ کوہ میں واقع ہے ہوتی ہے اس ٹیلے کی چوٹی پر ایک قدرتی چٹان کی نسبت خیال ہے کہ وہ درگا کے شوہر کی تصویر ہے سریشوری مہاتم میں اس دیوی اور اس کے شوہر کے یہاں رہنے کے متعلق ایک ایت ہے جو دیورور کے مارے جانے سے متعلق ہے۔ اس میں تشریح کے ساتھ یا ترا کا وہ

و شنو کا معتقد تھا۔ وشنو کے کشار کے مقام پر جہاں مرنے والوں کو مکتی حاصل ہو جاتی ہے اس راجہ نے اونتی پور کے شہر کی بنیاد قائم کی جہاں سامان نفرت بکثرت موجود تھا۔ تخت نشینی سے پہلے وہاں اونتی سوامن نامی شنو کا مندر بنوانے کے بعد راجہ نے تخت نشین ہو کر اونت ایشور نامی شو کا مندر بنوایا۔ اس راجہ نے ترپوریشور^{۳۵۳}۔ بھوتیش اور وجیش کے مندروں میں تین سنگھاسن اس قسم کے بنوائے جن کے ساتھ نہانے کا پانی نکالنے کے چاندی کی نالیاں لگی ہوئی تھیں۔

وزیر شورو رمن کی وفاداری { شور کے لئے بھی راجہ بمنزلہ بڑے دیوتا کے تھا جسے خوش کرنے کے لئے وہ اپنے مذہب۔ زندگی یا بیٹے تک کی قربانی سے انکار نہ کرتا تھا۔ ایک موقع پر راجہ شو بھویشور کی پوجا کرنے گیا۔ اور جب اپنے شاہی اعزاز

راستہ بھی بتلایا گیا ہے جو خاص خاص چشموں (ست دھارہ وغیرہ) سے شروع ہوتا ہے جو موضع ایش بر کے عین اذاحت میں واقع ہے دیکھو نوٹ ۱۳۴ کتاب ہذا۔

اس جگہ پر سریشوری کہیتر سے مراد آخر الذکر مقام کے محل وقوع سے ہی لی گئی ہے دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۴۷ جو مزاج کی راج ترنگنی شلوک ۵۲-۴۷-۸۷- سری ور کی راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۴۶-۱ اور سریشوری ادھیائے ۵ شلوک ۴۱-۱ ادھیائے ۸ شلوک ۵۴-۴۴-۲۳ وغیرہ۔ ایش بر کی مقامیت جو مزاج کی راج ترنگنی (شلوک ۵۲) اور سری ور کی راج ترنگنی (ترنگ اول شلوک ۴۱-۴۶) میں واضح طور پر ظاہر کی گئی ہے جہاں سریشوری کے متعلق ذکر ہے کہ وہ جھیل ڈل کے کنارے پر واقع ہے۔ نیز دیکھو ”سم ام ماترکا“ ادھیائے ۲ صفحہ ۲۹ جہاں ست دھارہ کے چشمے کا سریشوری کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ اس کے متعلق جو حوالے اس قسم کے دیئے گئے ہیں کہ موت کے

کے مطابق چڑھا و اچڑھا چکا تو اس نے دیکھا کہ مندر کے پوجاریوں نے مورتی کے آگے اُتیل شاک نامی ایک کڑوی جنگلی نباتات رکھی ہوئی ہے جب راجہ نے پوجاریوں سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے ڈنڈوت کی اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”اے راجہ علاقہ ^{۲۵۵}لمریں دھونامی ایک طاقتور ڈامر رہتا ہے جس کے ساتھ شور وزیر کی بڑی محبت ہے اور اس کے ساتھ بیٹے کی طرح سلوک کرتا ہے اس ڈامر نے جس کی طاقت لامحدود ہے اس مندر کے متعلقہ گاؤں چھین لئے ہیں اس لئے ہم بھوتیش کے آگے یہی خیر پیش کر سکتے ہیں۔“ اسپر راجہ یکا یک قولنج کا بہانہ کر کے پوجا کو چھوڑ آیا اور اس طرح پر باہر نکل گیا گویا یہ معلوم ہو کہ جو بات اس نے سن لی تھی حقیقت میں نہیں سنی۔ شور جو اس بات کو جانتا تھا کہ راجہ کے یکا یک رخصت ہونے اور بظاہر فوری مرض قولنج میں مبتلا ہونے کی کوئی وجہ ہے اس محلے کی

وقت یہاں پہنچ جانا چاہیے (دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۱۲۷۔ ترنگ ۸ شلوک ۲۳۲-۲۳۱۸) ان سے اس تقدس کا اظہار ہوتا ہے جو اس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت ”سرواوتار“ کے پانچویں ادھیائے میں دی ہوئی ہے۔ سریشوری تیرتھ کے نام کا پتہ پہلے سے نیل مت پور ان کے شلوک ۱۳۲۲ میں موجود ہے۔ شوجی اور پاربتی کے مشترکہ مندر یعنی اردھن ایشور کا مندر وہی ہے جس کا ذکر کلہن نے (ترنگ ۸ کے شلوک ۳۶۵) کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اُس کے زمانہ میں سریشوری میں واقع تھا۔ آجکل نہ تو اس کی اور نہ شلوک ۴۰-۴۱ کے مندروں کی مقامیت کا یقینی طور پر کچھ پتہ چلتا ہے۔ گو مختلف کھدی ہوئی سلیں اور سنگ تراشی کے عمل کے وہ ٹکڑے جو مقدس چشموں کے قریب اور ایش بر کے مکانات کی دیواروں میں پائے گئے تھے اُن سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ شکنہ مندر کے قریب یقیناً

نسبت تحقیقات کے درپے ہوا جب اُسے اصلی واقعات معلوم ہوئے تو غصے میں بھرا ہوا جلدی سے بھیرو کے مندر کو گیا جس کی پوجا معہ ماتری چکر کے بھوتیش کے قریب ہی ہوتی ہے۔ اس نے لوگوں کے ہجوم کو پرے ہٹا دیا۔ اور صرف چند ہمراہیوں کو پاس رکھ کر دھنو کو لانے کے لئے قاصد پر قاصد بھیجنے شروع کئے۔ آخر کار جب خوشخوار ڈامر شور کے سامنے آیا تو اُس کے پیادہ سپاہیوں کے چلنے سے زمین ہل گئی اور اس نے اپنی پیٹھ میں خم نہ آنے دیا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا مسلح آدمیوں نے شور کا حکم پا کر بھیرو کی مورتی کے سامنے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ دانا شور نے اس طرح پر راجہ کی ناراضگی کا باعث دور کر کے لاش کو جس میں سے خون بہ رہا تھا پاس کے تالاب میں ڈلوادیا اور خود باہر چلا گیا۔

جب راجہ نے یہ بات سنی کہ وزیر نے اُس ڈامر کا جسے وہ اپنے بیٹے پہلے کوئی قدیم عمارت واقع ہوگی۔ یعنی اُس جگہ جس کا حوالہ نوٹ ۱۳۲۷ کتاب ہذا میں دیا گیا ہے۔

۱۳۲۸ء ایک ٹیکا کار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سریشور کا مندر شور پور (ہو پور) میں واقع تھا۔ آخر الذکر مقام پر قدیم عمارت کا مصالحہ اب منحل سرائے کی دیواروں پر اور ایک مسجد میں نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شور مٹھ دار السلطنت میں واقع تھا دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۲۲۳ ترنگ ۷ شلوک ۲۶ اور بالخصوص ترنگ ۶ شلوک ۲۲۳۔ اس کی صحیح مقامیت عدم پتہ ہے۔

۱۳۲۹ء کم ورت اور شور پور کی مقامیت کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۵ ضمیمہ کتاب ۱۵ و ترنگ ۳ شلوک ۲۲۔ اس جنگی چوکی کے شور پور تبدیل ہونے کے بعد اس کی مقامیت کا پتہ سٹائن صاحب نے ستمبر ۱۸۹۱ء میں ہور پور میں لگایا تھا ان کا بیان ہے کہ

کی طرح محبت کرتا تھا سر قلم کر دیا ہے تو اس کا غصہ رفع ہو گیا اور اسے پشیمانی سی محسوس ہونے لگی۔ شور نے راجہ کا مزاج پوچھا اور جب اس نے کہا کہ اب میرا درد باقی نہیں رہا تو اسے اٹھایا اور پوچھا کہ کھل کر وائی۔ اس طرح پر اس وزیر نے جو ہمیشہ صحیح بات موقوفہ پر کرنا جانتا تھا بارہا بغیر جملانے کے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کر کے راجہ کی مدد کی۔ ایسے راجہ اور ایسے وزیر کی یکجائی جن کے تعلقات پر باہمی منافرت کا کبھی بھی دھبہ نہیں آیا اور کہیں دیکھی یا سنی نہیں گئی۔ راجہ اونتی ورنجی عہد میں مشہور و معروف میگو اہن کے عہد حکومت کی طرح دس سال تک جانوروں کے مارنے کی ممانعت رہی۔ اس موقع پر مچھلیاں ٹھنڈے پانی سے بے خوف نکل کر دریا کے کناروں پر موسم خزاں کی دھوپ میں ^{۳۵۴}سکے کے لئے اسیٹھا کرتی تھیں۔ اونتی ورنجی کے عہد میں مشہور و معروف بھٹ ^{۳۵۵}کلت اور اور سدہ لوگوں کے فائدے کے لئے

موجودہ پور پور سے اوپر کی طرف قریباً سو میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں ہارٹی کے پہلوؤں میں سے نکلے ہوئے چٹانی کناروں کے ذریعے دادی کی سطح زمین ایک کھڈ کے برابر ہو گئی ہے۔ مقامی روایت یہاں کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس جگہ کسی زمانے میں ایک دیوار اور دروازہ ہوا کرتا تھا جو اس راستے کو بند کرتا تھا جو دریائے رمبیار کے دائیں کنارے سے ہوتا ہوا درہ پیر پنچال تک جاتا ہے۔

یہ جگہ جہاں صنوبر کے بہت سے درخت آگے ہوئے ہیں اب الہی دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن موجودہ مقدم یا نمبر وار کے باپ کو جو ایک بڑا عمر رسیدہ شخص ہے یہ بات صاف طور پر یاد تھی کہ اس جگہ کا نام درنگ ہوا کرتا تھا۔ اس جگہ قدیم سکے بکثرت پائے جاتے ہیں اور زمین کے اوپر جو گہنی جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں ان میں پورانی دیواروں کے آثار کہیں کہیں دکھائی دیتے ہیں۔

اس دنیا پر آئے۔ ان کی زندگیوں کے حالات کا بیان تو نہایت طویل ہوگا اس لئے ہم بطور نمونہ ان میں سے ایک کے متعلق ایک پاک و صاف بننے والی کہانی کا ذکر کرتے ہیں۔

سویہ کی داستان { ملک کشمیر میں چونکہ جھیل مہا پدم کے باعث طغیانی آ جاتی تھی اور اس میں بہت سی ندیاں واقعہ تھیں اس لئے ہمیشہ سے ہی اس میں بہت کم پیداوار ہوتی رہی ہے۔ لیکن جب راجہ لتا دتہ کی محنت و شافہ کی بدولت کسی قدر پانی خارج کر دیا گیا تو یہاں تھوڑی بہت پیداوار ہونے لگی۔ راجہ جیا پیڈ کی وفات کے بعد جو کمزور راجے حکمران ہوئے ان کے عہد میں پھر پہلے کی طرح تباہ کن طوفان آنے لگے۔ ایک قحط زدہ علاقے میں دھانوں کی ایک کھارسی ^{۳۵۹} ایک ہزار پچاس ٹیناؤں میں خریدی گئی۔ اس کے بعد اونستی ورن کے نیک کاموں کی وجہ سے خوراک کا

فن قدیم کی ایک یادگار ۳۳۰ گز اوپر کی طرف ندی کے دائیں کنارے پر پائی جاتی ہے جہاں ایک بڑی چٹان میں تین منقش محرابیں موجود ہیں جن کے اوپر کشمیری وضع کے متہ روں کی نہایت خوشنما ابھری ہوئی نقادیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ دیکھو سٹائن صاحب کے نوٹ متعلقہ راستہ پیر پچال مندرجہ جرنل اف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۹۵ء صفحہ ۳۸۔

ایک قدیم روایت کے بموجب جو اب تک زبان زد عام و خاص ہے ہو پور جو ایک چھوٹا سا کاروباری قصبہ اور محصول جنگی کا مقام ہے کسی زمانے میں ایک بڑا شہر ہوا کرتا تھا اور سوپیان کی جانب قریباً تین میل کے فاصلے تک پاد پاؤں تک پھیلا ہوا تھا۔ اب تک دیا کے دونوں کناروں پر پور نے مکانات کے آثار موجودہ گاؤں کی سچی طرف دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

۳۶۰

مالک (ان پتی) خود مشہور و معروف سوہیہ کی صورت میں لوگوں میں از سر نو زندگی ڈالنے کے لئے آیا۔ اس دانا آدمی کی ابتدا کے متعلق کسی کو خبر نہ تھی۔ اس کے افعال دنیا کو متحیر کرتے تھے اور ان سے یہ بات واضح طور سے ثابت ہوتی تھی کہ گودہ چوتھے یک میں پیدا ہوا ہے تاہم عورت کے رحم سے پیدا نہیں ہوا۔ اس کی پیدائش کی کیفیت یہ ہے کہ ایک موقع پر ایک چندال عورت سوہیہ نامی سڑک پر جھاڑو دے رہی تھی کہ اُسے ایک مٹی کا برتن نظر آیا جس پر ڈھکنا دیا ہوا تھا۔ جب اُس نے ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اُس کے اندر ایک بچہ تھا جس کی آنکھیں کنول کی پتیوں کی مانند تھیں اور وہ اپنی انگلیاں چوس رہا تھا اس چندال عورت نے سوچا کہ ضرور کوئی بد نصیب ماں اس پیارے بچے کو یہاں ڈال گئی ہے۔ اس کے بعد محبت سے خود بخود اس کی چھاتیوں میں دودھ اُتر آیا مگر بچے کو اپنی چھوت سے ناپاک نہ کر کے اُس نے اس بات کا انتظام کیا کہ ایک

۳۵۰

سریشوری پر ان گنتا سے مراد غالباً موضع ایش برکا محل وقوع ہے جو جھیل ڈل پر واقع ہے دیکھو نوٹ ۳۴۷ کتاب ہذا۔ چونکہ وہ ٹیلہ جیسر سریشوری کی پوجا کی جاتی ہے نہایت بلند ہے یعنی ڈل کی سطح سے تین ہزار فٹ کے قریب اونچا ہے اور اس تک پہنچنے والے ڈھلوان راستے بالکل عمودی ہیں اس لئے یہ بات خیال میں نہیں آسکتی کہ کوئی عارضی ٹیلے کے اوپر یا اس کے نواح میں بنائی گئی ہو۔

اس اصلی مندر کے متعلق جہاں شوکی پوجا بھو تیشور کے نام سے ہوتی تھی دیکھو نوٹ ۳۵۸ کتاب ہذا۔ رتن وردھن کے مندر اور اول الذکر میں جو تعلق پایا جاتا ہے وہ اُس سے مشابہ ہے جو بیشٹ رو در جس کی بنا اشوک نے سری نگر کے قریب ڈالی تھی اور بوت شیر کے مقام پر اس نام کے قدیم سنگ میں موجود ہے دیکھو نوٹ ۳۵۹ و ۳۶۰ کتاب ہذا و نوٹ ۳۶۱ ضمیمہ کتاب ہذا۔

شور و دوائی اُسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے۔ یہ بچہ سو بہ ہی کے نام سے مشہور ہوا اور آخر کار بالغ ہو کر بڑا ذہین ثابت ہوا۔ اور علم پڑھنے کے بعد ایک مالک مکان کے گھر میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دیتا رہا۔ چونکہ وہ برت رکھتا۔ استعانت کرتا اور اسی قسم کے باقی تمام کام کیا کرتا تھا۔ اور اسکے علاوہ بہت ذہین تھا اس لئے نیک آدمی اُسے پسند کرنے لگ گئے۔ اور وہ ہمیشہ اس کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ آپس میں طغیانی کے مصائب کا ذکر کر رہے تھے تو اس نے کہا میں اس طغیانی کو روک تو سکتا ہوں لیکن بغیر وسائل کے کچھ نہیں کر سکتا۔

سو بہ کے کام متعلقہ **وتشٹا** { جب راجہ کو اپنے جاسوسوں کی موفقت انہیں لفظوں کو دہرائی گئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کا دل ہل گیا

۳۵۱ اختیانی سے مراد اس قسم کے بھائیوں سے لی جاتی ہے جن کے باپ مختلف اور ماں ایک ہی ہو۔ بخلاف اس کے علاقائی یا سوتیلے بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک لیکن مائیں مختلف ہوں۔

۳۵۲ اوتنی پور کا نام آج تک موضع دنتی پور میں پرقرار چلا آتا ہے جو دریائے وتشٹا کے دائیں کنارے پر ولہ پرگنہ میں واقع ہے۔ اس کے خستہ حال مندروں کی طرف اکثر یورپین سیاحوں کی توجہ مبذول ہو چکی ہے دیکھو فارستر صاحب کی کتاب ”جربنی فروم بنگال ٹو انگلینڈ“ فصل ۲ صفحہ ۹۔ اور مورکرافٹ کی کتاب ”ٹریپولس“ فصل ۲ صفحہ ۲۲۲۔ آخر الذکر کے متعلق اپنے ایک نوٹ کے دوران میں پروفیسر ولسن نے یہ بات ظاہر کی ہے کہ اس جگہ کا نام اوتنی پور تھا۔ سرینگر کے پٹنوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے اور اس کی مزید تصدیق اُن جغرافیائی علامات سے ہوتی ہے جو اس علاقے کے

ہے تو وہ نہایت تعجب ہوا۔ آخر کار اُس نے اُسے اپنے روبرو بلا کر اس سے چند سوالات کئے اور اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ میں واقعی اس قسم کا علم رکھتا ہوں راجہ کے درباری ہر چند کہ رہے تھے کہ سو یہ پاگل ہے تاہم راجہ نے اس علم کا امتحان لینے کی خاطر شاہی خزانہ اس کے خرچ کے لئے کھلوا دیا وہ خزانے سے دیناروں کی بھری ہوئی بہت سی دیگیں نکلا کر لے گیا اور کشتی پر سوار ہو کر مدوراج پہنچا۔ موضع ^{۳۶۱}نندک میں جو طغیانی کے پانی میں چھپا ہوا تھا روپیہ کی بھری ہوئی ایک دیگ ڈال کر وہ جلدی سے پیچھے لوٹ آیا۔ ہر چند کہ مشیروں نے یہ بات کہی کہ سو یہ یقیناً ایک پاگل آدمی ہے تاہم راجہ نے جب اس کے بیانات سنے تو اُس نے اس کی کارروائی کے متعلق دلچسپی ظاہر کی اور نتیجے کا نگران رہا۔ کہ ^{۳۶۲}مرلج میں یکیش در نامی مقام پر پہنچ کر اس نے

بالجہ کے شلوکوں میں جو سبارہ میں آئے ہیں پائی جاتی ہیں مثلاً دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۶۶-۱۳۰۔

ترنگ ۸ شلوک ۹۰-۱۱۴-۱۲۷-۱۳۰-۱۵۰۲۔ سری ورکی راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۳۳۸۔

ونتی پور کے کھنڈرات میں زیادہ تر دو مندروں کے آثار موجود ہیں جن کا مفصل حال گنگھیم صاحب نے جرنل اف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۳۸ء صفحہ ۲۷۵ اور کول صاحب نے اپنی کتاب "اینشٹیلڈ یڈنگس" کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔

گنگھیم صاحب کی رائے میں اس گاؤں کے اندر جو شکستہ مندر موجود ہے وہی اوتی ہون ہے جس کا کلہن نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ بڑا مندر جو اس سے نصف میل کے قریب شمال مغرب کی جانب موضع جو برار کے قریب واقع ہے وہ اونٹ ایشور ہے جسے اوتی ورمن نے تخت نشین ہونے کے بعد بنوایا تھا۔ ان دونوں مندروں کے مرکزی بھون بالکل منہدم ہو چکے ہیں اور اب ان کی جگہ صرف پتھروں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ اس صورت میں اس بات کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ ان میں سے کونسا مندر کس کا ہے۔ کیونکہ گنگھیم صاحب نے لکھے

دونوں ہاتھوں سے دینار پانی میں پھینکے شروع کئے۔ اس مقام پر چٹانیں رُٹوں سے کھسک کر دریا کے دونوں کناروں پر آ پڑی تھیں اور انہوں نے وتشٹا کے پاٹ کو اس طرح کم کر دیا تھا کہ پانی چکر کھاتا ہوا گزرتا تھا۔ قحط زدہ دیہاتی دینا ڈھونڈنے کے لئے پانی میں گھس گئے اور دریا کے اندر سے چٹانیں نکال نکال کر وتشٹا کی تہ کو صاف کر دیا۔ جب اس طریقہ پر عقلمندی سے اس نے دو تین دن تک اس پانی کو نکالنے کا انتظام کر لیا تو اُس نے کارنگیوں سے ایک مقام پر دریائے وتشٹا کے اوپر بند بند ہوایا اور سارے دریا کو جسے نیل نے پیدا کیا تھا اُس نے سات دن تک پتھر کے بند کی تعمیر کے لئے روکو اچھوڑا جو ایک بڑی عجیب بات ہے۔ آخر دریا کی سطح کو صاف کروا کر اور پتھر کی دیواریں اس غرض سے بنوا کر کہ جو چٹانیں اس میں بہ کر آ جائیں وہ

باہمی اختلاف کو ان دونوں عمارات کی جسامت کے فرق پر ہی قائم کیا تھا۔ ۱۶۵ء میں بشب کوئی نے چھوٹے مندر کے صحن میں زمین کھود کر جو تحقیقات کر تھی اس سے بھی کوئی شہادت اس بارے میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ دیکھو جنرل اف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۶۵ء صفحہ ۱۲۱۔

راجہ کش کے عہد میں (۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۹ء) اونتی سوامن کے مندر کو ان گاؤں سے محروم کر دیا گیا تھا جو اس کے متعلق وقف ہو چکے تھے۔ دیکھو ترنگ ۷، شلوک ۵۷۰۔ راجہ جے سنگھ کے ۲۸ء میں تخت نشین ہونے کی تھوڑی مدت بعد جب شاہی فوج کے کمانڈر بہاس کو اونتی پور میں ہولدا (وُلر) ضلع کے باغی ڈامروں نے محصور کر لیا تو اُس کے صحن سے مقام مورچہ بندی کا کام لیا گیا تھا دیکھو ترنگ ۸، شلوک ۱۷۲۹۔ اس بات کا ثبوت کہ اونتی پور اپنے پانی کے زمانے کے بعد عرصہ دراز تک ایک مشہور مقام رہا اس بات سے ملتا ہے کہ کلہن اور اس کے بعد کے مورخوں نے جا بجا

ان سے دریا کو محفوظ رکھیں آخر کار اس نے بند کو دور کر دیا اس کے بعد وہ سمندر کی طرف بہنے والی ندی بڑی تیزی کے ساتھ آگے کو بڑھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رکے رہنے کے بعد سمندر سے ملنے کا اس کے اندر بہت اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ آخر کار حیب پانی دور ہوا تو زمین پر چاروں طرف کیچڑ نظر آتا تھا اور ترپتی ہوئی مچھلیاں دکھائی دیتی تھیں۔ جس سے زمین رات کے آسمان سے مشابہ ہو گئی جس پر بادل نہ ہوں تو اس کی تاریکی اور اس کے اندر ستارے نظر آتے ہیں۔ جہاں جہاں اس کے خیال میں اندیشہ تھا کہ طغیانی سے پانی بہ نکلے گا وہاں اس نے دریائے ویشٹا کا نیا پینڈا بنوا دیا۔ دریا سے نکلی ہوئی مختلف شاخیں اُسے اُس ناگن سے مشابہ بناتی تھیں جس کے ایک ہی سر سے مختلف پھن نکلے ہوئے ہوں۔

اس کا ذکر کیا ہے۔ دیکھو انڈکس اور جو مزاج کی راج ترنگنی شلوک ۳۲۱-۳۳۰-۳۳۵-۳۴۳ سری ورکی راج ترنگنی ترنگ اول شلوک ۳۳۸-ترنگ ۳ شلوک ۴۲-کھیم اندر کی کتاب ”سمہ ماترکا“ ادھیائے ۷۶۔ اس شہر کی وسعت کا اندازہ مسمار مکانات کے اُن آثار سے ہو سکتا ہے جو اُس سلسلہ کوہ کی ڈھلوانوں پر پائے جاتے ہیں جو موجودہ اونٹ پور کے مشرق کی طرف دو میل تک پھیلا ہوا ہے۔

یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ کس بنا پر ایک ٹیکا کار نے وشوے کھشار کے کھیت کے متعلق جس کا ذکر اوپر آیا ہے یہ بات ظاہر کی ہے کہ اس کا موجودہ نام موضع بہار سو یا بارس ہے جو نقشوں پر کمبج درج نہیں البتہ معلوم ہوا ہے کہ اونٹ پور سے نیچے کی طرف تین میل کے فاصلے پر دریائے ویشٹا کے دائیں کنارے پر گور پور کے مقابل واقع ہے۔ سٹائن صاحب ستمبر ۱۸۹۱ء میں جب بارس پہنچے ہیں تو انہیں آثار قدیمہ میں سے ایک خوشنما پانچ فٹ سے زیادہ اونچائی کا سنگ نظر آیا تھا جو رودر گنگا نام ایک

وٹنٹا اور سترھوا مقام اتصال کی تبدیلی { سندھو اور وٹنٹا یہ دونوں
عظیم دریا پہلے وینیسو من
کے مندر کے قریب ترگامی کے بائیں اور دائیں طرف بہتے ہوئے ملا کرتے تھے
لیکن اب ان کا مقام اتصال شہر سری نگر کے قریب آج تک اس جگہ ہے جہاں
اسے سویہ نے قائم کیا تھا۔ اور وٹنٹا کے خاتمہ تک وہیں رہیگا۔

اصلی مقام اتصال کے دونوں کناروں پر وشنو سوامن اور وینیسو سوامن
کے مندر علی الترتیب پھل پور اور پرماس پور میں واقع تھے۔ بحالیکہ موجودہ
مقام اتصال کے کنارے جو مندری بھون کے قریب ہے ”رشی کیشن یوگ سائن“
کا مندر واقع ہے۔ جس کے مغنے وشنو بحالت مراقبہ کے ہیں۔ اور سویاسی
کی پرستش کیا کرتا تھا۔ آج تک دریا کی پہلی تھوٹوں کے کناروں پر اُگے ہوئے
پورانے درخت اس قسم کے دکھائی دیتے ہیں کہ جن میں نشادوں کی باندھی

چھوٹے سے ناگ کے قریب واقع ہے جس جگہ امر ناتھ کے یا تری اکثر جاتے رہتے
ہیں۔

۳۵۳ کشمیری مندروں میں مشہور تھا کہ دیوتاؤں کے لنگوں اور مورتیوں کو ہمیشہ
خوشنما پتھر کے سنگھا سمنوں پر نہیں بیٹھ یا بھدر بیٹھ کہا جاتا تھا رکھتے تھے۔ ان میں
اکثر اب ناک بت شیر (بھوتیش) نارستان۔ پٹن وغیرہ مندروں کے کھنڈرات میں دیکھے
جاتے ہیں۔ لنگوں اور مورتیوں کو چونکہ روزانہ نہلایا جاتا ہے اس لئے اُس پانی کو وہاں
سے نکالنے کے لئے ایسے سنگھا سمنوں میں ان کی بالائی سطح میں ایک قسم کی نالی لگا دی
جاتی ہے۔ جس کے آخری حصے پر کسی مورت کی شکل کا فوارہ لگا ہوا ہوتا تھا۔

ترپوریشور یا ترپوریش کی مقامیت غالباً موجودہ موضع ترپ ہر کے قریب قائم
کی جاسکتی ہے آخر الذکر اُس وادی میں واقع ہے جو ڈل کے شمال مشرقی گوشے کی مشرقی

ہوئی رسیوں کے نشان پائے جاتے ہیں۔ اس نے مختلف ندیوں کو جنگلی لہریں
سانپوں کی متحرک زبانوں کی مانند ہیں حسب خواہش اس طرح متحرک کیا جیسے
کوئی سپیرہ سانپوں کو کرتا ہے۔ دریا ئے و تشٹا کے کنارے سات یو جن^{۶۶}
تک پتھر کے پستے بنوا کر اس نے جھیل مہاپدم کے پانی پر بند لگوا دیا۔ اور
دریا ئے و تشٹا کو ایسی تربیت دی کہ وہ جھیل مہاپدم کی تہ سے ایسی تیزی کے
ساتھ آگے کی طرف چلنے لگا جیسے کمان سے نکل کر تیر جاتا ہے اس طرح پر
زمانہ قدیم کے وراہ اوتار کی طرح پانی سے خشکی نکال کر اس نے بہت سے
گاؤں کی بنیاد ڈالی اور جہاں بے شمار خلقت آباد ہو گئی۔ گول پشٹوں کے ذریعے
پانی کو روک کر اس نے ان گاؤں کو کنڈوں کی صورت دے دی اس لئے
لوگ انہیں کنڈل کہتے ہیں اور ان مقامات میں اجناس خوردنی بکثرت پیدا

سمت وائے میدان میں آخر الذکر سے کوئی تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس جگہ کو
اس کے ساتھ نام کا جو تعلق ہے اس کے علاوہ ذیل کی شہادت بھی اس بارہ میں دستیاب
ہوئی ہے۔

سرواوتار کے چوتھے ادھیائے میں شو جیٹ ناتھ یا جیشٹیشور کا ایک مہاتم ہے
جس میں مذکور ہے کہ شو جی کی پوجا سنتھانے ترپوریشور سنجن کے“ کے طور پر ہوتی ہے۔
اس جگہ جو روایت مذکور ہے اس کی رو سے پایا جاتا ہے کہ اس مقام کا نام تری پور دیو
کے نام پر قائم ہے جسے وہاں شو جی نے ہلاک کیا تھا۔ اور یہ بات لکھی ہے کہ یہ جگہ ہاتھ
ندی کے کنارے پر کوہ مہادیو کے قریب واقع ہے۔ آخر الذکر چوٹی کا نام اب تک نقشوں
میں مہادیو مذکور ہے۔ جو ترپ ہر کے مشرق کی طرف اوپر اٹھتی ہے اور یا تری لوگ
آج تک وہاں جاتے ہیں۔ مہاشرت کے نام کے متعلق نوٹ ۷۰ کتاب ہذا میں یہ بات
ظاہر کی جا چکی ہے کہ یہ اُس ندی کا پورا نام تھا جو ڈل سے نکل کر بہتی ہے اور اب

ہوتی ہیں۔ آج تک موسم خزاں میں ان دریاؤں کے اندر سے بہت سے خشک مقامات اُن بلیوں کی مانند نمودار ہو جاتے ہیں جن کے ساتھ مست ہاتھیوں کو باندھا جاتا ہے۔ اس نے روپے کی بھری ہوئی دیگ جو دریا کی اتہاہ گہرائی میں ڈال دی تھی آخر کار اس وقت خشک زمین پر پائی گئی جب نندک گاؤں پانی کے اندر سے نکلا۔

سویہ کا طریق آبپاشی { زمین کی مختلف قسموں کا امتحان کرنے کے بعد سویہ نے ان گاؤں کے لئے دریا کے پانی کی بہم رسانی کا انتظام کیا اور اس طرح پر یہ صرف بارش کے پانی پر منحصر نہ رہے۔ تمام دیہاتی زمینوں میں آب رسانی کا انتظام کرنے کے بعد اس نے ہر ایک گاؤں سے تھوڑی تھوڑی مٹی لیکر اور اس بات کا اندازہ کر کے کہ مار کھاتی ہے۔

اس بات کی تصدیق کہ جھیل ڈل کے خاص معاون دریا ئے آرا کا نام جسر ترپ ہر واقع ہے یہی تھا اس طرح سے ہوتی ہے کہ سروا دتار میں ادھیائے ۴ کے شلوک ۱۲۹ کے اندر مہاشرت کا منبع صاف طور پر جھیل مہاسرس بیان کیا گیا ہے۔ جس کا دوسرا نام ماسر ہے اور یہیں سے وہ دریا حقیقت میں نکلتا ہے (سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ مجھے اس مایا کوئی عام مشہور یا خاص نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آرا غالباً کشمیری زبان کے لفظ آرا سے بگڑ کر بنا ہوا ہے جس کے معنی پہاڑی ندی کے ہیں)۔

سری ور کی راج ترنگنی کی ترنگ اول شلوک ۱۲۴ بھی ہماری توجہ اسی بات کی طرف دلاتا ہے کہ دریا ئے تل پرستھا نری پوریشور سے بہ کر جھیل ڈل میں آ ملتا ہے سری ور کی راج ترنگنی کی ترنگ ۴ شلوک ۵۵ و ۵۶ اور سریشوری مہاتم اور تیرتھ سنگرہ کی رو سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ تل پرستھا دریا ئے آرا کی اس شاخ کا پورا نا

وہ کتنے عرصہ میں خشک ہوتی ہے اس نے اس بات کو معلوم کر لیا کہ مختلف زمینوں کے لئے کتنے کتنے عرصے کے بعد آب پاشی کی ضرورت پڑیگی۔ اس کے بعد اس نے ہر ایک گاؤں میں حسب ضرورت پانی کی بہم رسانی کا مستقل انتظام کر دیا اور اتولا اور دوسری ندیوں سے آب پاشی کا کام لیکر اس نے تمام علاقوں میں کھیتوں کے اندر اس قدر آب پاشی کرادی کہ وہاں بکثرت پیداوار ہونے لگی۔ غرض جو فوائد اس ملک کو نیک دل سویہ سے حاصل ہوئے وہ نہ تو کشپ اور ^{۳۶۹} شکرشن (بلہدر) سے حاصل ہو سکے تھے سویہ نے جس کے اندر بہت سی مذہبی خوبیاں تھیں ایک ہی جہنم میں وہ سب کام کر لئے جو وشنو کو چار اوتار ^{۳۷۰} دھارن کر کے کرنے پڑے تھے۔ یعنی ایک توپائی کے اندر سے زمین پیدا کی۔ دوسرے یہ کہ اُسے سختی براہمنوں کو دان دیا۔ تیسرے پانی

نام ہے جو تھوڑا فاصلہ نیچے کی طرف ترپ ہر کو شاخ شالی مار سے جدا کرتی ہے۔ اور اس کے بعد زیادہ مغرب کی طرف بہتی ہوئی تیل بل نال کے نام سے بہتی ہوئی جھیل ڈل میں جا گرتی ہے۔

ترپ ہر اس سلسلہ کوہ کے دامن میں شمال مشرق کی طرف واقع ہے جس پر سریشوری تیرتھ قائم ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۲۳ میں ترپوریش کے متعلق مذکور ہے کہ وہ سریشوری اور کوہ مہادیو کے مقدس مقامات کے درمیان واقع ہے۔

ایک ٹیکار نے ترپوریش کو صاف طور پر ترپ ہر لکھا ہے ان دونوں مقامات کے ایک ہی ہونے کا حال پنڈت صاحب رام کو بھی معلوم ہوگا کیونکہ اس نے اپنی تیرتھ منگرہ میں ان تیرتھوں کا ذکر کرتے ہوئے جو جھیل ڈل کے گرد واقع ہیں موضع ترپوریشور میں گنگا کی یا ترا کا ذکر کیا ہے (اسی بر کے پر وہتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ ایک

میں پتھر کے بند بندھوائے اور چوتھے کالی ناگ کو مطیع کیا۔ اُن مقامات میں جہاں ابتدائے آفرینش سے چادلوں کی ایک کھاری بہتاات کے زمانہ میں دوسو دینا پرفروخت ہوتی تھی۔ اس نے ایک ایک کھاری ۳۶ دیناروں تک بکوائی۔ دریا وٹٹا کے کنارے پر اُس مقام کے قریب جہاں وہ جھیل مہا پدم کے پانی سے نکلتا ہے۔ اُس نے سورگ کی طرح کا ایک شہر آباد کیا جو اس کے اپنے نام پر مشہور تھا۔ اس جھیل کے متعلق جو افق کے کنارے تک پہنچتی ہے اس نے اپنے حکم سے اس بات کی ممانعت کی کہ نہ تو یہاں مچھلیوں کا اور نہ پرندوں کا شکار کیا جائے۔ اپنی ماں سویہ کے اغراز میں سویہ کنڈل کا گاؤں برہمنوں کو دان دیکر اس نے اسی کے نام پر ایک بند سویہ سینتو تعمیر کروایا۔ اُن زمینوں پر جو اُس نے پانی کے اندر سے نکال لی تھیں اونتی ورمین اور اور

چھوٹی سی ندی کا نام جو ترپ ہر کے قریب کوہ مہادیو کی ڈھلوانوں سے آتی ہوئی آرا میں جا ملتی ہے مقامی طور پر گنگا مشہور ہے) آخر میں اس بات کا بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پورانے وجیشور مہاتم کے ادھیائے ۱۱ شلوک ۱۱۲ میں صاف طور پر ترپوریش کے متعلق ذکر آیا ہے کہ اس کی پوجا سریشور یام کے طور پر ہوتی ہے۔

ہر چند کہ برہمناں کشمیر کو اب یہ جگہ بطور مقام یا ترائے یاد نہیں رہی تاہم یقین ہے کہ زمانہ قدیم میں ترپوریشور کو بڑا مقدس مقام خیال کیا جاتا ہوگا۔ ترنگ کے شلوک ۱۱۵ اور ۱۱۶ میں کلہن نے بار بار ترپوریشور میں ہی مقدس عمارت کی بنیاد اور اوقات کی منظوری کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ بریں ترنگ ۵ کے شلوک ۱۲۳ میں بھی وہ اس جگہ کا ذکر اس حیثیت میں کرتا ہے کہ ایام مرگ میں راجہ اونتی ورمین یہیں چلا گیا تھا ترنگ ۶ کے شلوک ۱۳۵ سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہاں گداگر بہت جمع ہوا کرتے تھے اور یہی حال مسلمانوں کے زمانہ میں بھی رہا کیونکہ سری وراپنی راج ترنگنی کی ترنگ شلوک ۱۱۷

لوگوں نے بے استھل وغیرہ ہزاروں گاؤں آباد کئے۔

راجہ اونتی ورمن نے اس دنیا پر ماں دہاتر کی طرح حکومت کی اور اپنے افعال نیک کے ذریعے پھر ایک دفعہ کرشمہ یک کا نظارہ پیش کر دیا۔ جب وہ مرض مرگ میں مبتلا ہوا تو وہ اس جگہ چلا گیا جو جیشٹیشور کے مندر کے قریب ہے اور یہ مندر ترپورگیش ^{۳۵۵} پہاڑی پر واقع ہے۔ جب اُسے اپنی موت کے قریب ہونے کا یقین ہو گیا تو اپنی زندگی کے خاتمہ پر اس نے ہاتھ جوڑ کر شور سے اپنے وشنو کی پوجا کرنے کا شوق ظاہر کیا جسے اس نے عرصہ دراز تک چھپائے رکھا تھا۔ بھگوت گیتا کا پاٹھ سنا اور وشنو کے جائے رہائش (بیکنٹھ) کا دھیان کرتا ہوا وہ اس دنیاوی زندگی کے جانے کو اتار کر خوشی خوشی رحلت کر گیا۔ دنیا کا یہ عظیم الشان فرمان روا لوگ سمٹ ^{۳۵۹} مطابق ^{۸۸۳} ۸۸۳

میں اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ شاہ زین العابدین نے وہاں فقیروں کے کھلانے کے لئے ایک دائمی وقف کر دیا تھا۔ دیکھو نوٹ ۱۱۹ کتاب ہذا۔

^{۳۵۴} نوٹ ۴۸ کتاب ہذا میں یہ بات ظاہر کی جا چکی ہے کہ شتو بھوتیش کے پورائے بھون کو کوہ ہرماکھ کے دامن میں بوت بھر کے تباہ شدہ مندروں میں تلاش کرنا چاہئے اس بھون کے پروہتوں نے اپنے افلاس کو راجہ کی نظروں میں لانے کے لئے مورتی کے آگے دوسری مناسب چیزوں کی بجائے ات پل شاک کے پتے چڑھائے تھے۔ جن کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔ اس نباتات کا موجودہ نام اوپل ہاک ہے اور یہ اب تک کشمیر میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ یہ سات ہزار سے گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہاڑی ڈھلوانوں میں بکثرت پیدا ہوتی ہے اور دیہاتی بہت بڑی مقدار میں اس کے پتے جمع کر لیتے ہیں۔

اگست ۱۸۹۱ء میں بوت شہر کے کھنڈرات کا معائنہ کرتے ہوئے سٹائن صاحب نے اوپل ہاک کو دیکھا۔ یہ نباتات جنگل کی پیداوار میں جس کے اندر مندر دے ہوئے ہیں بکثرت

میں ماہِ اساطیر کے شکل پکش کی تیسری تاریخ کو انتقال کر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد ات پل کے بے شمار ورثانے جن میں سے ہر ایک کے دل میں اپنی اپنی طاقت کا گھمٹ تھا تخت پر قابض ہونے کی خواہش کی۔

راجہ شنکر داس

۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

راجہ کے چمبرلین رتن وردہن نے اپنی کوششوں کے ذریعے سلطنت
راجہ اوتی وردہن کے بیٹے شکرورمن کو دلوائی مگر رتن وردہن سے دشمنی
کے خیال سے ونپ کے ایک مشیر کرنپ نے شورورمن کے ایک بیٹے سکھورمن کو

اُگی ہوئی نظر آتی تھی اس کے پتوں کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے لیکن بار بار اوہا لسنے سے دور ہو جاتا ہے۔
ہے قدیم اعتقاد یہ چلا آتا ہے کہ جنگل میں قدیم رشی لوگ اوہل پاک ہی کھایا کرتے تھے۔

۱۵۵۰ ہر کا نام آج تک جدید ضلع لار کی صورت میں پایا جاتا ہے جس میں وہ سارا علاقہ شامل ہے جسے دریائے سندھ اور اُس کے معاون ہیرا پ کرتے ہیں۔ اس امر کی

تصدیق ایک ٹیکا کارنے کی ہے اور ان جغرافیائی شہادتوں سے بھی ہوتی ہے جو ذیل کے شلوکوں میں پائی جاتی ہیں۔ ترنگ ۷ شلوک ۱۳۶۰ و ۹۱۱ ترنگ ۸ شلوک ۴۳۷-۲۹۔

۷۹۳-۱۱۲۸۔ جون راج کی راج ترنگنی شلوک ۱۶۷۔ سری ورکی راج ترنگنی ترنگ شلوک ۱۳۶۔

لوک پر کاش فصل ۲۔ بعض حالتوں میں مثلاً، کے شلوک ۹۶۵ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۹۱۴ میں لوہر کی بجائے لفظ لہر استعمال ہوا ہے لیکن یہ ایک کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے

جس کی توضیح اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ دونوں نام جابجا استعمال ہوتے رہے ہیں۔

لفظ ڈامر کے لئے دیکھو نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا اور ترنگ ۴ شلوک ۳۴۸۔

یوراج کے اختیارات دلا دیئے۔ اس کے بعد ان دونوں یعنی راجہ اور یوراج میں ایک جنگ چھڑ گئی جس کے دوران میں سلطنت ہر لمحہ ڈانوا ڈول نظر آتی تھی اس جنگ میں شوشکتی اور اور بہادر کام آئے اور اُنکے اعلیٰ کیر کیڑ کے امتحان کا یہ ایک نادر موقعہ ثابت ہوا۔ ہر چند کہ اُنکے مالک کے دشمنوں نے انہیں دولت اور عزت دینے کا وعدہ کیا تاہم انہوں نے ان مہربانیوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور سب سے بڑا خیال اپنی عزت کا رکھا اُس زمانہ میں ملازم مکر و فریب سے پاک ہو کر تے تھے اور چونکہ ابھی تک انہوں نے کتوں کے چلن کی نقل اتارنا نہ سیکھا تھا اس لئے وہ روٹی کے لقمے کے واسطے لڑنے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آخر کار بیشکل شکر و رمن نے طاقت ور یوراج کو شکست دی اور اس طرح پر اپنی فتوحات کے آغاز میں اونکار کی

۳۵۶ اس شلوک میں جن باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں زمانہ قدیم کی بہت کچھ دلچسپی موجود ہے۔ کیونکہ ان سے کسی قدر صحت کے ساتھ ان خاص خاص عمارات کے محل وقوع کا پتہ چلتا ہے جو بوت شیر کے تباہ شدہ مندروں میں واقعہ تھیں۔ نوٹ ۳۵۶ کتاب ہذا میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان کا تعلق شوبھوتیش کے مقدس مقام سے ہے جس کا ذکر بارہا اس تاریخ میں آیا ہے۔

جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۶۶ء کے صفحات ۱۰۱ تا ۱۰۹ میں بیشپ کوئی کے پر مغز نوٹوں کے ساتھ جو نقشے موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مندروں کے دو جدا گانہ گروہ ہیں۔ ان کے گرو کی دیواریں بالکل الگ الگ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر واقعہ ہیں۔ دوسرے یا مشرقی مجموعے کے احاطے سے پہلے اس کے شمال مشرقی گوشے میں ایک بہت بڑا بیضوی تالاب ہے جو بیشپ کوئی کے نقشہ میں صرف ٹی کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ اس میں پورانی سلیس لگی ہوئی ہیں اور

رسم ادا کی۔ سمرو من اور دوسرے دشمنوں کے ساتھ بے شمار لڑائیاں لڑ کر اس
 راجہ نے شان و شوکت کو شہرت پر ترجیح دی۔ جن میں آخر الذکر اس کی جاتی
 بیوی کی مانند تھی۔

شکرور من کی غیر ملکی مہمات { اب اس فاتح اور مشہور راجہ نے اپنے
 رشتہ داروں کو مغلوب کر کے شہرت
 حاصل کرنے کے بعد دنیا فتح کرنے کا رخ کیا۔ ہر چند کہ انقلاب زمانہ سے کشمیر
 کا ملک کیا بلحاظ آبادی اور کیا بلحاظ دولت بہت کچھ گھٹ چکا تھا تاہم جس
 وقت وہ ورے سے باہر نکلا اُس کے ہمراہ نولاکھ پیادہ فوج تھی۔ ایک
 وقت تھا کہ اُس کے اپنے دار السلطنت کے اندر لوگ اس کے احکام کی
 پرواہ نہ کرتے تھے لیکن اب باہر کے راجہ اس کے احکام کو سرا نہکھوں سے

یہ ایک چشمے کے شفاف پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اس چشمے کا نام آجکل ناران ناگ ہے۔ لیکن
 جیسا کہ نوٹ ۵۷ کتاب ہذا میں دکھایا جا چکا ہے یہ وہی جگہ ہے جس کا ذکر نیل مت پوران
 میں وینز کلہن نے سودر تیرتھ کے نام سے کیا ہے چونکہ بوت شیر کے قریب اور کوئی تالاب
 یا چشمہ واقع نہیں ہے اس لئے ہمیں ناران ناگ کی تہ کے تالاب کو ہی وہ جگہ خیال کرنا
 پڑتا ہے جس میں دھنوکى مقتول لاش کو پھینکا گیا تھا۔ تالاب کے مغرب کی جانب ۲۰ گز
 کے فاصلہ پر اور سنگین دیوار کے شمالی پہلو کے مقابل میں جو ان مندروں کے دوسرے
 مجموعے کے گرد ہے ایک چھوٹے سے تنہا مندر کے کھنڈرات پاٹے جاتے ہیں جن کے
 محل وقوع کو نقشے پر حرف گے کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔ ان کے نیچے کی طرف ایک
 پہاڑی کا پہلو واقع ہے جہاں سے بہ بہ کراستہ مٹی آتی ہے کہ اس میں یہ کھنڈرات اب
 بالکل دفن ہو چکے ہیں چونکہ یہ مندر تالاب کے قریب واقع ہے اور مندروں کے مجموعوں
 کے باہر ایک الگ جگہ میں موجود ہے اس لئے یہ امر غلب معلوم ہوتا ہے کہ یہیں پر

سجلا لانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ راجہ شنکر ورمن نے اپنی قوت فیصلہ سے دنیا کی فتح کے متعلق اس روایت کو جو رفتہ رفتہ زائل ہوتی جا رہی تھی تازہ دم کر دیا۔

جس طرح ایک بڑے دریا میں چھوٹی ندیاں ملتی ہیں ویسے ہی اُس کی فوج باجگذار و الیان ریاست کی فوجوں کے ساتھ ملتے جانے سے بہت کچھ بڑھتی گئی۔ اس کی فوج کے نعروں کی آواز دار و ابھیسار کے مالک کی فوجوں کو نہ سنائی دیتی تھی بلکہ اُن پہاڑ کی کھڈوں کو جس میں اُس خوف زدہ راجہ نے پناہ حاصل کی۔ اس نے اپنی بے شمار گھوڑ چڑھی فوج کے ذریعے ہری گن کا محاصرہ کر لیا اور اُسے اپنے قلعے تک پہنچنے نہ دے کر کسی دوسرے قلعے کا ہمان بنا دیا۔

بھیرو کے بھون کے آثار موجود ہیں جہاں دھنو کو قتل کیا گیا تھا۔ چونکہ بھیرو کی پوجا کے متعلق خونی قربانیاں کی جاتی ہیں اس لئے آج کل اس کے بھونوں کو بالعموم دوسرے دیوتاؤں سے تھوڑے فاصلہ پر بنایا جاتا ہے۔

اگر یہ شناخت صحیح ہو تو دوسرے مجموعے کے مرکزی اور خاص مندر میں جو ایک وسیع عمارت ہے شو بھوتیش کے بھون کو قائم کر سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا شلوک سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھون بھیرو کے مندر کے عین قریب واقع تھا اس کے علاوہ ہم اس نتیجے پر بھی پہنچتے ہیں کہ مندروں کا دوسرا مجموعہ جو اس مجموعے کے مغرب میں واقع ہے شو جینٹھیش کے اغاز میں تعمیر ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس نام کے قدیم لنگ کی پوجا بھوتیش کے بھون کے نواح میں ہوا کرتی تھی۔

اس مجموعے میں ایک بڑا مرکزی مندر بھی داخل ہے جو غالباً وہی ہے جو ترنگ ۴ کے شلوک ۱۹۰ کے مطابق راجہ نلتا دتہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اس کے گرد متعدد چھوٹی

گجرات کی فتح { اس راجہ کے ہمراہ نو لاکھ فوج پیادہ - تین سو ہاتھی اور ایک لاکھ سوار تھے جس وقت وہ گوجر کی فتح کی دہن میں روانہ ہوا تو اس نے ترگرت کے راجہ پر تھوڑی چنڈر کا چو اپنی شکست بابی کی طرف سے متفکر تھا اس دھوکے پر مضحکہ اڑوایا۔ اس راجہ نے پہلے سے اپنا بیٹا بھون چند بطور یرغمال کے دے رکھا تھا اور اب وہ خود شکر و رمن کے پاس اظہار الطاعت گزاری کرنے کے لئے آیا تھا لیکن جب اس نے راجہ کی فوج کو جس کے ہمراہ بہت سے باجگذار و ایان ریاست تھے دیکھا اور وہ اُسے ایک عظیم الشان سمندر کی طرح نظر آئی تو وہ اپنی گرفتاری کے خوف سے واپس لوٹ کر فرار ہو گیا واقعی یہ راجہ جس کا ناقابل بیان حسن اس قسم کا تھا کہ زمانہ قدیم کی داستانوں سے واقف لوگ آج تک اس کا ذکر کرتے ہیں خوف زدہ و ایان ریاست کو موت کے

کوٹھریاں ہیں۔ بیشپ کوئی کومندروں کے اس مجمع کے احاطے کے جنوب مغربی گوشے پر جس عظیم لنگ کا پچلا حصہ دستیاب ہوا تھا وہ بھی غالباً جیشٹیش کے متعلق تھا۔

کلمن نے احتیاطاً ان معائنوں کا ذکر کر دیا ہے جو اُس کے والد چمپک نے ندی کپتہ کے بھونوں اور وہاں کے قیمتی اوتاف کے لئے تھے۔ دیکھو ترنگ، شلوک ۹۵۴ ترنگ ۸ شلوک ۲۳۶۵۔ اس لئے ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کلمن خود اس مقدس مقام سے کامل طور پر واقف تھا۔ اور اس لئے وہ دوسرے بھونوں کے محل وقوع کے متعلق ہمیں جو واقفیت مہیا کرتا ہے وہ اپنی تمام تفصیل میں صحیح ہے۔

ماتری چکر کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۴ کتاب ہذا۔

۵۳۵ اصل کتاب میں اس قسم کی چھلیوں کے لئے لفظ پاتھین استعمال ہوا ہے جسے علم حیوانات کی اصطلاح میں سیلورس پلوری اس کہتے ہیں۔ سمرتیوں میں اس کے کھانے کی اجازت دی ہوئی ہے (دیکھو یالگیہ و لکیہ ادھیائے اول شلوک ۱۷۸) اور منونے اپنی

دیوتا کی طرح نظر آتا تھا۔ گوجر کے حاکم ال خاں^{۳۸۰} کی مستحکم قسمت کو اس نے میدان جنگ میں ایک لمحہ کے اندر مغلوب کر دیا اور اُس کے سچائے طویل غم پیدا کر دیا۔ گوجر کے حاکم نے اپنا ملک بچا کر تک دیش^{۳۸۱} اُس کے سپرد کر دیا۔ گویا اس کی وہی مثل تھی جیسے کوئی شخص اپنی انگلی ضائع کر کے اپنے جسم کو سچائے۔ راجہ بھوج^{۳۸۲} نے جس شاہی طاقت پر قبضہ کر لیا تھا وہ اس نے خاندان ٹھکیہ کے وارث کو جو اس کے پاس بچہ چیمبر لین ملازم تھا واپس دلادی۔ ال خاں کے مددگار مشہور و معروف للیہ شاہی کو جو شیر اور سور کے مشابہ درد اور ترشک قوم کے حکمرانوں کے درمیان اس طرح تھا جس طرح ہمالیہ اور بندھیا چل کے درمیان آریہ ورت واقع ہے جس کے قصبہ اور بھانڈ^{۳۸۳} میں راجہ اس طرح پناہ گزین ہوا کرتے تھے جیسے پہاڑ اُس وقت سمندر میں ہوئے تھے جب اندران کے پر کاٹنے

سمرتی کے ادھیلے ۵ شلوک ۱۶ میں لکھا ہے کہ یہ چھلی شرادہ کے موقع پر ضرور استعمال کرنی چاہئے۔ کشمیری پنڈت اس نام کو رام گادنامی ایک چھوٹی مچھلی سے منسوب کرتے ہیں جو عام طور پر شرادہ کے رقعہ پر کھائی جاتی ہے۔ مسٹر لارنس اپنی کتاب ویلی کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھتے ہیں کہ جب پانی سرد ہو جاتا ہے تو اس قسم کی مچھلیاں جھیلوں اور درہنی میٹوں پر چلی جاتی ہیں۔

۳۵۸ بھٹ کلت کی نسبت مشہور ہے کہ وہ وسوگیت کا چلیہ تھا جو کشمیر کے شیونلا سفی کی سپند شاستر نامی شلخ کا بانی ہو گزرا ہے۔ اس نے اپنے گورو کی کتاب "سپند کار کا س" پر ایک شرح لکھی تھی جس کا نام سپندروس ہے اور جو آج تک دیکھنے میں آئی ہے۔ دیکھو پروفیسر بوبلر کی رپوٹ صفحہ ۷۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک اور شرح کی کتاب وسوگیت کے شوسوتر کے متعلق بھی لکھی تھی دیکھو رپوٹ مذکورہ الصدر صفحہ ۱۶۸۔ حال صاحب کی کتاب "انڈکس ٹو۔ اے سیلی او گرافی اف انڈین فلاسفیکل سسٹم" صفحہ ۱۹۷ اور سائن صاحب

لگا تھا۔ جس کی شان و شوکت شمال کے راجاؤں سے اس طرح بڑھی ہوئی تھی جیسے ستاروں سے سورج کی شکر و رمن نے جو اسے اس کی شاہی حالت سے گرا ناپا تھا تھا اس کی تابعداری کو منظور نہ کیا۔

شہر شکر پور کی تعمیر { اس طرح پر تمام علاقوں کو فتح کرنے کے بعد جب یہ راجہ اپنے وطن کو واپس آیا تو اس نے اپنے نام پر شکر پور نامی ایک قصبہ ^{۳۸۴} بنچ استر میں تعمیر کروایا۔

شمالی علاقے کے مشہور و معروف فرماں روا سومی راج کی بیٹی سوگندما اس کی رانی تھی جس کے ساتھ اسے ویسا ہی انس تھا جیسے چاند کو پورناشی سے ہوتا ہے۔ اس راجہ نے جو اندر سے مشابہ تھا اس کے ساتھ مل کر اس خوشنما شہر میں شو کے دومندر شکر گوریش اور سوگند ہیش نامی بنوائے۔ گوری پت

کی کتاب کے ٹے لوگ اف جموں سینو سکر ٹپس“ صفحہ ۳۶۱۔

^{۳۵۹} کماری ایک قدیم پیمانہ تھا جس کا ذکر رگ وید کی رچائیں آیا ہے۔ یہ پیمانہ پاتی کو بھی معلوم تھا اور آج تک کشمیر میں مروج چلا آتا ہے۔ کشمیری زبان میں اس کے لئے لفظ کمار استعمال ہوتا ہے۔ لیکن سرکاری زبان میں صدیوں سے اس کے واسطے فارسی کا لفظ خروار استعمال ہوتا رہا ہے جو دراصل خراور بار یعنی گدھے کے بوجھ سے مرکب ہے۔ یہی لفظ ابو الفضل کی کتاب آئین اکبری کی فصل ۲ صفحہ ۳۶۶ میں استعمال ہوا ہے۔ لوک پرکاش میں بھی اس پیمانے کو کماری یا کمار کا لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے زمانہ سے لیکر کمار کی تقسیم اور وزن میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ مسٹر لارنس نے اپنی کتاب ”ویلی“ کے صفحہ ۴۴۳ پر حقیقی استعمال کے اوزان کی جو فہرست دی ہے وہ اس بیان سے ملتی ہے جو ابو الفضل نے اور مور کرافٹ نے اپنی کتاب ”ٹریولس“ کی فصل ۲ صفحہ ۱۳۵ میں درج کیا ہے۔ اور جس میں لکھا ہے کہ کمار (خروار) ۱۹۲۰ پل کے

(شوجی) کے ان دو مندروں کا انتظام اس نے برہمن نایک کے سپرد کیا جو چاروں
 وید جانتا تھا اور سستی اس کے مقام رہائش سے واقف تھی (یعنی اسپرہیا بن
 تھی) زمانہ حال کے شعرا اور راجہ اکثر دوسروں کی نظمیں یا جاہل ادھیین کر اپنے کام
 کو بڑھالیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس راجہ نے بھی جس میں اعلیٰ درجہ کی صفات
 بہت کم موجود تھیں پر اس پور کی تمام قیمتی چیزیں اپنے شہر میں پہنچا دیں تاکہ
 اس کی شہرت بڑھے۔ کیونکہ اس شہر کو جو شہرت حاصل تھی وہ انہیں چیزوں سے
 تھی جو اب تک بیٹن میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اونی کپڑوں کے بننے کا کام اور
 مویشیوں کی خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ۔ رتن وردھن وزیر نے جس نے راجہ کو تاج
 دلایا تھا۔ رتن وردھنیش نامی سرداشو کا شاندار مندر تعمیر کروایا۔

برابر ہوتا ہے اگر ایک پل کو $\frac{3}{4}$ تولہ کے برابر قرار دیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کمار کا وزن
 $\frac{129}{125}$ ۷۷ پونڈ اور ڈوبلو کے برابر ہوتا ہے ایک کمار کے سولہ ترکہ ہوتے ہیں اور ہر ایک
 ترکہ کے چار منو تھ جن کے لئے ابو الفضل نے لفظ من استعمال کیا ہے اور جو تیس پل کا ہوتا ہے
 یا اس کی تقسیم چھ سیروں میں کی جاتی ہے۔ جن میں سے ہر ایک کا وزن ۲۰ پل کے برابر ہوتا
 ہے۔

چونکہ تھوڑی مدت گزری اس وقت تک کشمیر میں نقد کے بجائے تنخواہوں کا اندازہ اور
 ادائیگی اناج ہی میں ہوا کرتی تھی اس لئے کمار کا لفظ نقدی کے سکے کی حیثیت میں بھی استعمال
 ہونے لگ گیا یہی وجہ ہے کہ لوگ پرکاش میں کئی مقامات پر دینار کماری یا سورن کمار کا
 کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جن سے مراد بقول ابو الفضل خروار جنسی اور خروار نقدی ہے
 ایسے ہی زمانہ قدیم سے کمار کا لفظ اس رقبہ زمین کے لئے استعمال ہوتا چلا آیا ہے جہاں ٹالوں
 کی کاشت ہو اور جس کے متعلق خیال کیا جائے کہ اس میں بیج ڈالنے کے لئے ایک ہار دھان
 کافی ہونگے۔ دیکھو لفظ بھوجی کماری مذکورہ لوگ پرکاش ادھیائے ۲ و لفظ کمار کا مستعمل

شکر و رس کا انتظام متعلقہ خزانہ و خراج } یہ ایک عجیب بات ہے
 کہ جس طرح ہاتھی نہانے

کے بعد اپنے اوپر مٹی اور ڈاکر ڈال لیتے ہیں ویسے ہی راجہ شہرت کی لہروں میں
 اپنے آپ کو پاک کر کے خطاؤں میں پھنس کر اپنے آپ کو ناپاک کر لیتے ہیں۔
 کچھ مدت گزر جانے پر اس راجہ کے دل میں حرص و ہوا جاگزیں ہو گئی اور وہ
 اپنی رعایا کو دہانے کے فن میں طاق ہو گیا۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی میں پڑ گیا
 جس میں اس نے اپنا بہت سا خزانہ لٹا دیا۔ اور اس کے بعد مختلف چالاکیوں
 سے وہ رفتہ رفتہ اس مال پر قبضہ کرنے لگا جو دیوتاؤں (کے مندروں) اور اور
 لوگوں کے پاس تھا۔ گاؤں میں مندروں کے اندر جو مال موجود تھا اُسے اور اور
 جائداد کو لوٹ کر اس نے دو نئے دفاتر آمدنی قائم کئے جن میں سے ایک کا نام

پانچ جلد ۵ فصل اشلوک ۴۵۔ اور لارنس صاحب کی کتاب ویلی صفحہ ۴۳۲۔ ترنگ ۵ کے
 شلوک ۱۱۶ میں کلہن نے بیان کیا ہے کہ سویہ کے طریقِ ریاستی سے پہلے اچھی فصل کے موقعوں
 پر ایک کہاری چاولوں کی قیمت دو سو دینار ہوتی تھی جو اس سسٹم کے مروج ہونے کے بعد
 ۱۳۶ دینار رہ گئی۔ اس کے بعد ترنگ ۱۲۲۰ میں ہم دیکھتے ہیں کہ راجہ ہرش کے زمانہ میں ایک
 قحط کے موقع پر ایک کہاری کی قیمت ۵۰۰ دینار ادا کی گئی تھی۔ قحط کے اور موقعوں ۱۵۰۰
 اور ایک موقع پر دس ہزار دینار کی قیمت کا بھی ذکر آیا ہے۔

دیناروں کی قیمت اور ان رقوم کے متعلق جو اوپر بیان کی گئی ہیں صحیح اندازہ کرنے کے
 لئے دیکھو نوٹ ۹ ضمیمہ کتاب ہذا۔ اور ترنگ ۴۴۵ کا شلوک ۴۹۵۔

۴۶۰ معلوم ہوتا ہے کہ ان پتی ایک دیوتا کا نام تھا جو اچھی فصلوں کا قائم مقام خیال
 کیا جاتا ہے چنانچہ ایک موقع پر دورانِ قحط میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ خوراک کا مالک دانِ نیر
 ان احمیپ (در بھکش (قحط) سے مقابلہ کر رہا ہے پنڈت گوہند کول کا بیان ہے کہ کشمیر کے

استپتی بھاگ (منڈی کے مالک کا حصہ) اور دوسرے کا گھر کرتیہ (امور خانگی) رکھا
مندروں میں دھوپ۔ صندل کی لکڑی اور پوجا کے سامان کی فروخت سے جو بچت
ہوتی تھی یہ راجہ اس پہلنے سے لے لیا کرتا تھا کہ وہ اس کا جائز حق دار ہے۔
اس نے چوستھ مندروں پر خاص افسر نگرانی کے بہانہ سے مقرر کئے اور انکی
معرفت ان تمام مندروں کو لوٹا۔ اُس نے مندروں کے متعلق تمام گاؤں واپس
لے لئے اور اس کے بعد کاشتکار کی طرح خود زمین کی کاشت کرنے لگا۔ اُس نے
اوزان کو بدرجہ ایک تہائی کم کر دیا اور باوجود ان تمام باتوں کے وہ یہ کہا کرتا تھا
کہ میں مندر کے پرشد (کمیٹی) کو مقررہ سالانہ رقم سے زیادہ دیتا ہوں اور تنصیف
کے متعلق یہ عذر کیا کرتا تھا کہ وہ لوئی کپڑوں اور خوراک وغیرہ کے متعلق ہے۔
ایک موقع پر حیب وہ کسی دوسرے علاقہ میں گیا ہوا تھا تو اس نے اُن تمام
پورانے گیتوں اور ضرب الامثال میں پایا جاتا ہے کہ کسان اچھی فصل کا نام سوچی راز (سکرت
سو بھلش راج) قرار دیتے ہیں۔

۳۶۱ موضع نذک کا ذکر آگے چل کر پھر شلوک ۱۰۸ میں آتا ہے لیکن اس کی مقامیت
صحیح طور پر قائم نہیں کی جاسکی۔ ممکن ہے اس نام کے ساتھ پورانی ناندی نہر کا نام منسوب کیا
جائے جس میں موضع کیموہ سے اوپر کی طرف دریائے وساؤ کا پانی آتا ہے اور جو اُس تنگ قطعہ
زمین کی آبپاشی کا کام دیتی ہے جو انت ناگ اور ورج برور کے قریب وساؤ اور وٹشٹاکو ایک
دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ ان دریاؤں کے مابین جس قدر موضع واقع ہیں وہ سب کے سب
نشیب میں ہیں اور انہیں طغیانی سے بچانے کے لئے اونچے اونچے بند قائم کئے ہوئے ہیں۔
۳۶۲ ایک ٹیکا کار نے اس نام کے لئے لفظ دیار گل استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے
اس کی مقامیت قائم کی جاسکتی ہے آخر الذکر نام دیار گل کی صورت میں آج تک ایک چٹانی
کرارے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو موضع کما دینار کے قریب دریائے وٹشٹاکو تک

دیہاتیوں کو جنہوں نے آکر اس کا بوجھ نہ اٹھایا سال بھر کے لئے اس علاقے کی اعلیٰ شرح قیمت کے مطابق بوجھ کی مالیت قائم کر کے فرداً فرداً ان پر جرمانہ کر دیا اس سے اگلے سال مختلف گاؤں کے تمام دیہاتیوں پر بغیر کسی قصور کے اسی حساب سے بوجھ کی قیمت لگا کر جرمانہ کیا گیا اور اس طرح پر اُس نے جبریہ بوجھ اٹھانے کا مشہور طریقہ قائم کیا جو گاؤں میں مصیبت کا منبع خیال کیا جاتا ہے۔ اور تیرہ قسم کا ہے سکند کون دیہاتی محروم (گرام کا بستھ) وغیرہ کی ماہوار تنخواہ کے لئے ٹیکس لگا کر اور دوسرے جاہلانہ طریقوں سے اس نے دیہاتیوں کو بالکل مفلس کر دیا۔ سبب اوزان کو گھٹا بڑھا کر اور گاؤں پر جرمانے کر کے نیز اسی قسم کے دوسرے طریقوں سے اس نے گرہ کرتیہ کے دفتر کے لئے روپیہ جمع کیا اور اپنے دفتر خاص میں پانچ سکرٹری (دور) اور چھٹا خزانچی (گنج ور) شکیج مقرر کیا جسے لوٹ بھی کہتے

پھیلا ہوا ہے اور بارہ مولا سے نیچے کی طرف تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ایک سلسلہ کوہ کا آخری بڑھا ہوا حصہ ہے جو کاج ناگ چوٹیوں سے جنوب مشرق کی طرف نیچے کو ہوتا آیا ہے۔

●

اس کنارے کے اندر سے ایک درز میں سے ہو کر وہ سڑک گذرتی ہے جس پر سے زمانہ قدیم میں دریائے وٹشٹا کے دائیں کنارے پر بارہ مولا اور مظفر آباد کے درمیان آمد و رفت ہو کرتی تھی۔ دیار گل ٹیلے کے دامن کے قریب دریا کی تہ پر چٹانوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور وہیں سے دریائے وٹشٹا کا پہلا آبشار جو سروے کے نقشہ پر موجود ہے پایا جاتا ہے۔ اس سے پرے کی طرف کشتیاں نہیں اتاری جاسکتیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس جگہ اور اس کے پر سے کہا دنیا اور بارہ مولا کے درمیان دریا کی تہ کو گہرا کرنے کے متعلق جو کارروائی کی گئی ہوگی اس سے ساری وادی میں دریائے وٹشٹا کی سطح آب نیچی ہو گئی ہوگی۔ اس لئے غالباً کلہن نے جو روایت یکیش دریا دیار گل کے متعلق اس مطلب کی بیان کی ہے کہ دریا

تھے۔ اس طرح اس بیوقوف راجہ نے اپنے گناہوں کے ذریعے زمانہ مستقبل کے راجاؤں یا عہدہ داروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے خود دوزخ مول لیا۔ صرف شکر و مین ہی کی بولت اس ملک کے فاضلوں کی عزت اور راجاؤں کا شاہی اعزاز مٹ چکا ہے۔ اس راجہ نے جو بیوقوفوں کی فرست میں نمبر اول پر تھا ان غلاموں کے بیٹوں (کالیستھوں) کو یا اختیار بنا دیا جو دیانتدار لوگوں کی دولت پر قبضہ کر کے راجاؤں کی شہرت کو پامال کرتے ہیں۔ اس راجہ کے عہد حکومت میں ملک کالیستھوں کے قبضے میں یہاں تک چلا گیا کہ یہاں کے راجاؤں کو ویسے ہی لغت ملامت کی جاتی ہے گویا وہ خود ملک کو لوٹ رہے ہوں۔

گوپال ورن کا اپنے باپ کو نصیحت کرنا { جبکہ لوگ اس طرح سے مظالم برداشت کر رہے

کے نیچے کی طرف بہاؤ میں سویہ نے یہیں تک کارروائی کی تھی وہ صحیح ہے۔
 یکیش ور کے لئے دو مختلف ٹیکا کاروں نے لفظ یکیش درہ اور یکیش دھرا استعمال کئے ہیں۔ مذکورہ بالا شلوک میں جو صورت اس لفظ کی استعمال ہوئی ہے اس کے معنی ”دیو کار خنہ“ کے ہو سکتے ہیں غالباً اس سے مراد اس درز سے ہے جو مذکورہ بالا کرارے کے اندر پائی جاتی ہے۔ در کا لفظ موجودہ نام کے حصہ گل سے ملتا جلتا ہے کیونکہ اس کے معنی بھی شکاف۔ درز یا دروازے کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ پہاڑی لفظ گلی اکثر پہاڑی دروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً سلسلہ پیر پچال میں ”چھوٹی گلی“ وغیرہ موجود ہیں۔ لفظ گل اور گلی دونوں غالباً سنسکرت کے لفظ گل یعنی گلی یا گردن سے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ مقامی طور پر ور گا گل کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ جدید نام کا پہلا حصہ کلہن کے قصہ سے ضرور کچھ تعلق رکھتا ہے کشمیری زبان میں دیار کے معنی روپیہ کے ہیں۔ اور اس کے مقابلے کا سنسکرت لفظ دینا

تھے راجہ کے بیٹے گوپال ورمن کے دل میں رحم آیا۔ اور اس نے اُسے بدیں الفاظ
مخاطب کیا۔ پتا جی آپ نے ایک موقع پر میری بات ملنے کا جو وعدہ کیا تھا اس
اب تک کام نہیں لیا گیا۔ آپ چونکہ صادق القول ہیں اس لئے میں اب اس وعدے
کا ایفا طلب کرتا ہوں۔ آپ نے کایستھوں کے کہنے سُنے پر لوگوں پر جو تشدد قائم
کیا ہے اُس سے انکے لئے صرف سانس لینا ہی باقی رہ گیا ہے۔ آپ لوگوں پر جو
ظلم کر رہے ہیں اُس سے آپ کو نہ تو اس دنیا میں اور نہ پرلوک میں کسی قسم کا
فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اُس جھٹکے کے متعلق جو نگاہوں سے پوشیدہ اور چھپا ہوا
ہے کون اندازہ کر سکتا ہے لیکن اس نمودار زندگی میں بھی ایسے افعال سے سوائے
برائی کے اور کچھ توقع نہیں ہو سکتی۔ ایک طرف تو رعایا طاعون۔ قحط وغیرہ کے نہ
ختم ہونے والے سلسلہ مصیبت میں مبتلا ہے اور دوسری طرف آپ کی حرص ہے جو راجہ جس

ہے۔ ماہ ستمبر ۱۸۹۲ء میں جب سٹائن صاحب و یارنگل اور بارہ مولا کے نیچے کی کھڈ کا محاصرہ
کرنے لگے تو انہیں اس جگہ سویہ کے بنائے ہوئے کاموں کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

۳۶۳ء دریائے ورتشا کے متعلق خیال ہے کہ وہ نیل ناگ میں سے نکلا تھا۔ دیکھو
نوٹ ۵ کتاب ہذا۔

۳۶۴ء ان شکوکوں کے مطلب اور ان جغرافیائی تفصیلات پر جو ان کے اندر موجود ہیں
نوٹ ۵ ضمیمہ کتاب ہذا میں بحث کی گئی ہے۔

۳۶۵ء نشاد کا لفظ ان قدیم جنگی قوموں کے آدمیوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو شکار
مار کر اور مچھلی پکڑ کر گزارہ کرتے ہیں۔ اس جگہ بظاہر اس لفظ کا مطلب اس وادی کے ملاحوں
یا مانجیوں سے ہے۔ یہ لوگ آج تک تمدنی طور پر نہایت اونٹے راجہ کے خیال کئے جاتے
ہیں۔ اور انہیں ایک معمولی کاشتکار سے بھی بہت نیچا درجہ دیا جاتا ہے۔ مانجی لوگ اکثر
مچھلیاں پکڑ کر اوقات بسر کرتے ہیں۔ دیکھو لارنس صاحب کی کتاب ”ویلی“ صفحہ ۳۱۳

ہوا سے کام لیتا ہو اس کی شان و شوکت سے کسی کو خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب طرح اُس بے موسم پھول سے جس کے بعد پھل نکلنے کی توقع نہ ہو۔ راجہ اگر فیاضی اور مہربانی برتاؤ سے کام لے تو ہر چیز کو اپنے قابو میں لاسکتا ہے لیکن حرص کے ساتھ جب جبر ملا ہو اہو تو وہ سب سے پہلے انہیں دو صفات کا خاتمہ کرتا ہے جس طرح بادل موسم سرما کے دن کی چمک طوالت اور خوشنمائی کو زائل کر دیتا ہے وہی اثر حرص کا راجہ پر پڑتا ہے۔ جو راجہ اخراجات کے ڈر سے الو الغرمانہ کاموں سے مقرر رہتا ہے اس کے رشتہ دار باغی ہو جاتے ہیں جو شخص استقدر کمزور دل کا ہو کہ وہ اپنے نوکروں کی خدمات کا معاوضہ نہ دے سکے کوئی نوکر اس سے اظہار وفاداری نہ کریگا۔ جو راجہ دولت جمع کرتا ہے اس کی اپنی رعایا کے لوگ اس کی جان لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ پس وہ کونسی بُرائی ہے جو حرص ایک دشمن

۳۶۶ یوجن کے متعلق دیکھو نوٹ ۸۹ کتاب ہذا۔ کلمن نے بوضاحت اس بات کو

بیان نہیں کیا کہ سات یوجن کا فاصلہ کہاں سے شمار کیا گیا ہے لیکن آگے چل کر چونکہ وہ جھیل ولر پر بندرگانے کا ذکر کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان پشتوں کی لمبائی کا ذکر کرتا ہے جو جھیل سے اوپر کی طرف وٹٹا کے کناروں پر باندھے گئے تھے۔ اس کی تصدیق دریا کے اس حصے کی حقیقی لمبائی سے بھی ہوتی ہے۔ ڈریو صاحب نے اپنی کتاب "جموں" کے صفحہ ۱۶۳ پر اندازہ کیا ہے کہ یہ بند ولر اور کھان بل کے درمیان جہاں دریا کی زیادہ سے زیادہ قابل جہاز رانی گہرائی ہے ۵۴ میل لمبا قائم کیا گیا تھا۔ کلمن کے سات یوجن کم و بیش ۴۲ میل کے بنتے ہیں اور اس لئے ان دونوں تخمینوں میں چنداں زیادہ فرق نہیں ہے۔

۳۶۷ جھیل ولر کے جنوب میں جو درلہ علاقہ ہے اُس کے اندر بہت سے گاؤں ہیں

مصنوعی پشتے بنے ہوئے ہیں اور انکی شکل ویسی ہی ہے جیسی کہ اس جگہ بیان کی گئی ہے۔

کی طرح عمل کر کے راجہ پر نہیں لاتی؟ پس اسے لوگوں کے محافظ اس نئے ٹیکس کو معاف کر دو۔ جس کا نام راج سنگواہن رکھا ہے۔ جسے آپ نے مبتلا حرص ہو کر قائم کیا ہے اور جو لوگوں کی جانیں لئے جا رہا ہے۔“

جب راجہ نے راجکمار کی زبانی یہ باتیں جن میں فیاضی کی جھلک پائی جاتی تھی سنیں تو اس نے سچلے ہونٹوں میں مسکراتے ہوئے بہ آہستگی جواب دیا۔ تمہاری اس تقریر سے جس کے اعلیٰ جذبات و فریب ہیں اور جو تمہاری جوانی کی نمایاں نشان معلوم ہوتی ہے میرے اندر زمانہ گزشتہ کا احساس تازہ دم ہوتا ہے۔ بیٹا جب میں بھی تمہاری طرح نو عمر تھا اور نرم دل رکھتا تھا تو لوگوں سے مجھے بڑی محبت ہو کر آتی تھی۔ اُن دنوں میرے والد مجھے جو تاپہناٹے بغیر پیدل گرمیوں میں بھاری زرہ لگا کر اور سردیوں میں پتلا کپڑا اوڑھاکر ہمراہ لے جایا

ان میں سے دو گاؤں اس کنڈل اور مرکنڈل جو دونوں دریائے وتشٹا کے بائیں کنارے کے قریب واقع ہیں ان کے ناموں میں آج تک کنڈل کا لفظ پایا جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ لفظ سوہیہ کنڈل میں پایا جاتا ہے جس کا ذکر آگے چل کر آئیگا۔ در کے کنارے ایک جین کنڈل کا ذکر جو راج نے اپنی راج ترنگنی کے شلوک ۹۵۴ میں کیا ہے۔ کنڈل کا لفظ جو سنسکرت سے نکلا ہوا ہے اور جس کے معنی حلقے کے ہیں آج تک کشمیری زبان میں اس گول مٹی کے برتن کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کانگر (کا ستھانگریکا) میں رکھا ہوتا ہے آخر الذکر کے متعلق دیکھو کتاب انڈین اینٹی کوٹیٹی جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۵ جلد ۱۵ صفحہ ۵۷۔

۳۶۸ دنوں کی کاشت کے لئے جو اس وادی کی سب سے بڑی پیداوار ہے۔ زپاشی ایک لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رقبہ مزارعہ جوں جوں پہاڑوں کے دامن سے دریائے وتشٹا یا پاس کی وادیوں میں اس کے معاونوں کی طرف بٹبٹ ہوتا جاتا ہے اس میں بڑی چھوٹی انہار آبپاشی کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے۔ سٹر لارنس نے اپنی کتاب ویلی کے

کرتے تھے۔ جب راجہ (میرے باپ) کے نوکروں نے یہ بات دیکھی کہ شکار کے موقع پر اور بعض اوقات میں گھوڑوں کے ساتھ ساتھ بھاکتا پھرتا ہوں۔ پاؤں کانٹوں سے چھلنی ہو چکے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں تو انہوں نے میری طرف سے سفارش کی۔ اس نے جواب دیا۔ میں چونکہ معمولی درجہ سے ترقی حاصل کی تھی اس لئے میں اُن مصیبتوں سے واقف ہوں جو نوکروں کو اپنی خدمات کے دوران میں مختلف موقعوں پر پیش آتی ہیں۔ اس قسم کی تکالیف بھوک کر میرا بیٹا بھی جب تخت نشین ہوگا تو وہ یقیناً دوسروں کی تکالیف کو پہچانے گا ورنہ تخت پر پیدا ہونے کے باعث ممکن تھا کہ وہ ان باتوں سے بالکل ناواقف ہی رہتا۔ ہرچند میرے والد نے ایسے طریقوں پر مجھے بہت کچھ تربیت دی تھی تاہم شاہی اعزاز حاصل کر کے میں نے اپنی رعایا کو اس قدر

صفحہ ۳۲۳ پر اس طریق کے متعلق بڑی احتیاط سے ذکر کیا ہے جس سے آجکل پہاڑی ندیوں کا پانی خاص خاص مقامات پر حاصل کر کے اُسے کام میں لاتے ہیں۔ سروے کے نقشوں پر ان میں سے اکثر اتنا مثلاً لدر۔ لاپت۔ سندھ وغیرہ کے سچلے حصوں کے نشانات موجود ہیں۔

سین باسابق میں طریق آبپاشی آجکل کی نسبت بھی زیادہ وسیع ہوگا۔ کیونکہ اس زمانہ میں آبادی زیادہ ہو کر تھی۔ بہت سی زمین جو آجکل پہاڑی ڈھلوانوں۔ اور در کی سطوح مرتفع اور دلدل کے قریب نشیبی علاقوں میں بیکار پائی جاتی ہے اُس زمانہ میں زیر کاشت ہوا کرتی تھی۔ اس کی تصدیق زمانہ قدیم کی بنی ہوئی آبپاشی کی اُن نالیوں سے ہوتی ہے جن کے ذریعے ایک زمانے میں بلند چوٹیوں پر برفانی پانی لایا کرتے تھے۔ لیکن آجکل وہ بیکار پڑی ہیں۔ بعض حالتوں میں اس قسم کی نالیاں سٹائن صاحب کو دادی ولر سندھ کے درمیان گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر نظر آئی ہیں جیسے کہ وہ جو توش میدان اور گرات وٹ پر واقع تھیں۔ زمانہ

تکالیف دی ہیں۔ جس طرح جاندار پیدا ہو کر اُس تکالیف کو بھول جاتے ہیں جو انہوں نے رحم کے اندر رہ کر برداشت کی تھی ویسے ہی راجہ تلج پر قبضہ پا ہی اپنے سابقہ خیالات کو ضرور بھول جاتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج تم خود میرے ساتھ اس بات کا اقرار کرو کہ سخت پر بیٹھ کر اپنی رعایا سے کم از کم اس سے زیادہ ظلم نہیں کرو گے۔“

اس طرح پر پُر حقارت لہجہ میں اس نے اپنے بیٹے کو جواب دیا جو شرمندہ ہو کر پاس کھڑا تھا اور راجہ کے بد معاشرے کے وزیر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ یہ راجہ جو فیاض ہو جانے کے اندیشہ سے فاضل لوگوں کی صحبت سے معترض رہا کرتا تھا اُس کے عہد میں بدلتے جیسے شاعر اور اور لوگ نہایت کمینہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ بڑے بڑے شاعروں کو

قدیم کی نروں سے آبپاشی کا کام لینے کا ذکر قبل ازیں ترنگ اول کے شلوک ۴۷-۴۸ اور نوٹ ۳۶۱ کتاب ہذا میں آچکے ہیں۔

سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ اس شلوک میں جس ندی کا ذکر آیا ہے اسے نہ تو میں شنا کر سکا ہوں اور نہ یقینی طور پر مجھے اُس کا نام معلوم ہو سکا ہے۔ ممکن ہے اس ندی کا نام انولا ہو یا چنولا۔ چنانچہ دت ٹامہا تم میں کشمیر کے دریاؤں کی جو فہرست دی ہوئی ہے اس میں بھی آخری نام آتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نیل مت پوران میں یہ نام بطور سہولہ کے آیا ہے۔ سٹائن صاحب نے ایک اور موقع پر ”سہولہ“ بھی دیکھا ہے جو غالباً سہولہ کی جغرافیائی غلطی سے تیار ہو گیا ہے۔

۳۶۹ شپ لے سٹی سردور کر کے جس طرح پر کشمیر کو نمودار کیا تھا۔ اس کا حال کتاب ہذا کے شروع میں کشمیر کی وجہ تسمیہ کے بیان میں درج ہے۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۶۵ میں پانی نکالتے کام اننت یعنی شیش سے منسوب کیا گیا ہے چونکہ اس کے متعلق روایت ہے کہ

اس راجہ کی طرف سے کچھ معاوضہ نہ ملتا تھا۔ لیکن لوت نامی ایک حمال کو جس پر یہ مہربان تھا دو ہزار دینار ملا کرتے تھے۔

یہ راجہ لوگوں کے ساتھ دیوبانی (سنسکرت) میں گفتگو نہ کیا کرتا تھا بلکہ اس قسم کی گنوا ری بولی (اپ بھرنش) بولتا تھا جو کسی شرابی کے شایاں نشان ہو سکتی ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ وہ شراب نکالنے والوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ڈھٹی چڑھا کر پگڑی کے نیچے کسی ہوئی۔ انگوٹھے کے پاس والی انگلی ناک کے سر پر دھری ہوئی نگاہ غور میں لگی ہوئی۔ یہ عادتیں جو کسی خوبی رکھنے والے آدمی کے لائق ہوتی ہیں جب انکا اظہار سکھراج وزیر کی طرف سے ہوتا تھا جو اس بڑے چال چلن والے راجہ کے منشا پر اس طرح چلا کرتا تھا جیسے ناطک میں نقلیں اتاری جاتی ہیں تو وہ باعث مسخر ثابت ہوا کرتی تھیں۔ وغیرہ ڈر کر اس راجہ نے داروا بھیسار کے راجہ بہادر نرواہن کو

اس نے پہاڑوں پر مل مارا تھا جو بلبھدر کا مخصوص ہتھیار ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہاں آخر الذکر سے ہی مراد لی گئی ہے۔ پورانوں میں بلبھدر یا شنکرشن کوشیش کا اتار قرار دیا گیا ہے دیکھو وشنو پوران ادھیائے ۲ صفحہ ۲۱۱۔ ادھیائے ۵ صفحہ ۱۲۔

۳۷۷ یہاں پر وشنو کے دراما۔ پرمرام۔ راجمندر۔ اور کرشن اتار کا حوالہ دیا گیا ہے اول الزکر صورت میں اس دیوتا کے متعلق روایت ہے کہ اس نے زمین کو ایک سواری شکل میں سمندر کی تہ سے نکالا تھا۔ دوسری صورت میں اس نے کشتریوں کی بیج کٹی کی اور زمین پر پہنوں کے حوالے کر دی۔ تیسری صورت میں وہ موہ اپنی فوج کے اس پتھر کے پل کو چھوٹ اور بندروں نے مل کر بنایا تھا جو رکر کے جزیرہ انکا میں پہنچا تھا چوتھے اتار کی صورت میں اس نے کالی ناگ پر جو فتح حاصل کی اس کا مقابلہ ناگ مہاپدم یعنی ول پر بند لگانے سے کیا گیا ہے۔ دیکھو وشنو پوران ادھیائے ۱۷ شلوک ۶۔ ادھیائے ۱۸ شلوک ۲۳۔ ادھیائے ۱۹ شلوک ۶۔

رات کے وقت قتل کروادیا۔ سچا لیکہ اُسے یا اُس کے ہمراہیوں کے دل میں اسکی طرف سے کوئی عداوت نہ تھی۔

آخر کار لوگوں کی بددعا کا اس پر ایسا اثر پڑا کہ بغیر بیمار ہونے کے اسکے بیس یا تیس بچے مر گئے۔ جو راجہ اپنی رعایا کے ساتھ برائی کرتے ہیں انکا خاندان شان و شوکت۔ زندگی۔ رانیاں یہاں تک کہ ان کا نام بھی ایک لمحہ میں نشٹ ہو جاتا ہے۔ یہی بات پہلے بیان ہو چکی ہے اور آئندہ بیان ہوتی رہیگی۔ اور حقیقت میں اسے ہی راست خیال کرنا چاہئے۔ کیونکہ ظلم کی وجہ سے اس راجہ کا نام بھی غائب ہو چکا ہے۔ کونسا اور ایسا راجہ ہو گا جس نے شکر و من کے طور پر اپنے نام سے شہر آباد کیا ہو اور آگے چل کر اس کا اصلی نام دوبارہ پونے کے بعد صرف پٹن (شہر) نام رہ گیا ہو۔

آخر الذکر کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو راج نے اپنی راج ترنگنی کے شلوک ۳۳۴ میں ایک روایت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھیل دلی میں جو مہا پدم ناگ رہتا ہے وہ دراصل کالی ناگ ہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دھیان ایشور مہاتم میں بھی مذکور ہے جس کے شلوک ۳۳ میں کالی کے متعلق ذکر ہے کہ اس کی پوجا اولاسرس یا ولر میں ہوتی ہے۔

۳۳۵ سوہ نے اپنے نام پر سوہ پور نامی جو شہر آباد کیا تھا اُس سے مراد یقیناً نا حال کے سوپور سے ہے آخر الذکر ٹھیک اسی مقام پر واقع ہے جس کا کلہن نے ذکر کیا ہے۔ یعنی وٹشٹا کے دونوں کناروں پر اور اس جگہ سے ایک میل کے فاصلہ پر جہاں وہ جھیل ولر سے نکل کر آتا ہے۔ اس جگہ کا قدیم نام اب تک بہت سے پنڈتوں کو معلوم ہے۔ پروفیسر بولہر کی رپورٹ کے صفحہ ۱۱ پر بھی جو کیفیت مندرج ہے اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ سچا لیکہ کنگھیم نے اپنے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۹۹ پر غلطی سے سوپور سے مراد کلہن کے

سکہ راج کی بہن کا ایک بیٹا جسے اس نے دوارادھیمپ (درے کا مالک) ^{۳۹۹} کا عہدہ دیا تھا غفلت کے باعث ویرانک نامی ایک مقام پر موت کا شکار ہوا۔

شکر و من کی موت { اس واقعہ سے غصہ میں آکر یہ راجہ خود مہم پر روانہ ہوا اور ویرانک کو تباہ کر کے فتح کی خواہش میں بھا

ہوا شمالی علاقے (اُتر پتھ) کی طرف کو کوچ کر دیا۔ جب دریائے سندھ کے کناروں پر مختلف علاقے فتح کر چکا۔ اور خوف زدہ راجے اُس کی اطاعت کا اظہار کر چکے تو وہ واپس اپنے ملک کی طرف لوٹ آیا لیکن جس وقت وہ اُرشہ میں سے ہو کر گزر رہا تھا فوجوں کے خیمہ زن ہونیکے متعلق باشندگان اُرشہ سے اس کا جھگڑا ہو گیا ایک سو پاک ^{۳۹۳} نے جو پہاڑی کی چوٹی پر متعین تھا راجہ کی طرف ایک تیر تیر چلایا جو اس کی گردن کے آریار ہو گیا۔ یہ حالت نزع اس نے اپنے وزرا کو حکم دیا کہ تم

شورپور یا مہوپور سے لی ہے۔ سوہیہ پور کا ذکر آگے چل کر کلن ترنگ ۸ کے شلوک ۳۱۲۸ میں جھیل مہاپدم کے متعلق کرتا ہے اور جو نراج بھی اس کا حوالہ اپنی کتاب کے شلوک ۴۷۰-۸۶۹ و ۳۰۸ میں دیتا ہے۔ سری وراپنی راج ترنگنی کی ترنگ ۳ شلوک ۱۸۳ میں ذکر کرتا ہے کہ سوہیہ پور میں سلطان حسن شاہ نے ایک نئی شاہی عمارت تعمیر کروائی تھی۔

سوہور اب تک کسی قدر اہمیت رکھنے والا مقام ہے اور ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کی رو سے یہاں کی آبادی ۸۰۰۰ تھی۔ پروفیسر پولہرنے بجا طور پر یہ بات لکھی ہے کہ یہ جگہ نہ تو سورگ سے مشابہ ہے اور نہ سوائے اس کے نام کے اور کوئی بات قابل ذکر ہے۔ مزید حالات کے لئے دیکھو مور کرافٹ صاحب کی کتاب "ٹریولس" فصل ۲ صفحہ ۲۳۰ ہوگل صاحب کی کتاب "کشمیر" فصل ۱ صفحہ ۱۵۳۔ انس صاحب کی کتاب "ہینڈ بک" صفحہ ۲۲۰۔

۱۳۷۲ء موسم سرما میں بے شمار جنگلی راج ہنس اور مرغیاں بیان جھیل واد میں جمع ہوتی ہیں جہاں کشتی بان اور اور لوگ انہیں بہت بڑی تعداد میں مار کر شہر میں بغرض فروخت لے جاتے ہیں۔

رہبری کر کے فوج کو بچاؤ اور اس کے بعد خود بھی ایک کرنی رتھ میں سوار ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ اس کی نظر زائل ہو چکی تھی اس لئے اس نے رانی سو گندھا کو جو اس کے پاس کھڑی روتی اور اس کے گلے ملتی تھی بمشکل اُس کے لب و لہجہ سے شناخت کیا۔ اور رکتی ہوئی آواز کے ساتھ اپنے بیٹے گویال ورمین کی حفاظت کا کام اُس کے سپرد کیا۔ جو ابھی کم عمر تھا اور جس کا کوئی اور رشتہ دار نہ تھا۔ آخر کار جب اس کی گردن سے تیر نکلا جا رہا تھا وہ بحالت کوچ لوک سمست ۳۹ (۱۰۲ء) ماہ پھاگن کے کرشن پکش کی ساتویں تاریخ کو راہی ملک عدم ہوا۔ سکھ راج اور اس کے دوسرے وزیروں نے دشمن کے علاقوں میں سے گزرتے ہوئے فوج کو محفوظ رکھا اور مختلف فرضی باتیں پیش کر کے اس کی موت کو چھپائے رکھا۔ رسیوں کے ذریعے جو ایک پتلی کی طرح اس کے سر کو اوپر اٹھاتی اور جھکاتی تھیں انہوں نے ان باجکدار راجاؤں

جھیل میں پھیلیاں بکثرت پائی جاتی ہیں اور وہ لوگ جو جھیل کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انکا گذرہ زیادہ تر پھیلیوں پر ہوتا ہے دیکھو مور کرانٹ صاحب کی کتاب "ٹریولس" جلد ۲ صفحہ ۲۲۷۔ وگنی صاحب کی کتاب "ٹریولس" جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ لارنس صاحب کی کتاب "وگنی" صفحات ۱۵۷ اور ۱۵۸ جھیلوں پر پھیلیاں اوپر درے مارنے کے متعلق اسی قسم کی ممانعت کا ذکر جو نراج اپنی کتاب کے شلوک ۹۵۸ میں سلطان زین العابدین کے عہد میں کرتا ہے۔ دیکھو ترنگ ۳ شلوک ۵۔ ترنگ ۵ شلوک ۶۴۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مہاراج گلاب سنگھ کے انتقال کے بعد کئی سال تک دریاے ویشٹا میں پھیلیاں پکڑنے کی ممانعت رہی تھی۔

۱۷۷۳ء مونس سوہ کٹل کا ذکر جو نراج نے اپنی کتاب کے شلوک ۹۴۳ میں داری کیفیت بیان کرتے ہوئے کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ جھیل کے کنارے پرواقع ہے۔ یسٹ سٹائن صاحب کو اس کی مقامیت کا پتہ نہیں چلی سکا اور نہ سوہ سیتو کا پتہ مل سکا ہے۔

۱۷۷۴ء ایک ٹیکا کارنہے استھل کے لئے لفظ جھن استعمال کیا ہے۔ لیکن ان دونوں

کے سامنے جو اظہار اطاعت کرنے آئے تھے انکے سلاموں کا جواب دلوریا۔ آخر جب چھ دن کے بعد وہ بلیا سک نامی اپنے علاقے کے ایک شہر میں پہنچے اور انکا خطرہ دور ہوا تو انہوں نے اسے جلالے کی رسم ادا کی۔ تین رانیاں جن میں سے ایک سرنید روتی اور دو اور تھیں۔ محہ چے سنگھ نامی ایک ہوشیار اور وفادار دیلاوت کے اس راجہ کے ساتھ سستی ہوئیں۔ دونو کمر لاڑ اور وجیر سار نامی بھی اس کے ساتھ جل مرے اور اس طرح پر وہ محہ چھ اور شخصوں کے آگ میں بھسم ہوا۔

راجہ گوپال درمن

۹۰۲ء تا ۹۰۳ء

اس کے بعد گوپال درمن جو اعلیٰ درجہ کی نیکیاں رکھتا تھا اور اپنے قول کا پورا

ناموں کے متعلق مزید حالات عدم پتہ ہیں۔

۱۳۴۵ء قبل ازیں نوٹ ۱۳۵۳ء کتاب ہذا میں ترپوریش یا ترپوریشور کی مقامیت پر بحث

ہو چکی ہے۔ مسرودا تا یہاں ظاہر کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں

شوشیٹیشور کی پوجا ہوتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کلہن اس جگہ پر اس لنگ کو دوسرے مودو جیشیٹیشوروں سے تمیز کرنا چاہتا ہے۔ جن کی پوجا کے مقامات کا ذکر ترنگ اس کے شلوک ۱۳۱

۱۲۴ میں ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ اس کے لئے الفاظ ترپوریش۔ ادری نشٹ استعمال کرتا ہے۔ اصطلاح مستعملہ سے یہ امر شبہ رہ جاتا ہے۔ آیا وہ مندر ترپوریش کی پہاڑی پر یا اس کے دامن میں موضع ترپہر کے قریب اس وادی کے اندر واقع تھا جو جھیل ڈل کیٹوف جاتی ہے۔ کھیم اندر اپنی کتاب "دیش اوتارچرت" کے خلاصے میں بیان کرتا ہے کہ ترپوریش بیل سکھر

ایک عمدہ مقام تفریح تھا۔

ثابت ہوا۔ اپنی ماں سو گندھ کے زیر حفاظت ملک کا حکمران بنا۔ ہر چند کہ وہ نوعمر تھا اور اُسے چال چلن کے منہ لگے آدمیوں میں رہا کرتا تھا تاہم اس نے بُری عادات اختیار نہیں کیں۔ اس کی ماں جو اپنی بیوگی کی حالت میں بھی شہوات نفسانی کی علامت تھی پر بھاکر دیونا می وزیر پر فریفتہ ہو گئی۔ اس کی پر جوش محبت سے خوش ہو کر اس نے اُسے دولت۔ رتبہ اور محبت یہ تینوں چیزیں اس طرح پر دیں جیسے ایک مکڑ پر تین ہلال موجود ہوتے ہیں۔ خزانے کے سپرنٹنڈنٹ (کوشا مہاش) کی حیثیت میں اس نے شیدائی کی دولت کو خوب ہی لوٹا اور اُد بھانڈ پور کے مقام پر سلطنت شاہی کو مغلوب کر کے اس کی سلطنت لیبہ کے بیٹے تور مان کو دیدی اور اس کا نیا نام کملاک رکھا۔ وہاں سے واپس آ کر جب وہ شہر میں داخل ہوا تو اُسے اس فتح اور اپنی شخصیت پر بہت تازہ تھا جس کے اندر بہادری اور

۳۷۶ء کے لئے اصل کتاب میں لفظ دو اور استعمال ہوا ہے جس کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۵۷ اور ۵۵۸ کتاب ہذا۔ شکرور من کی فوج نے جو راستہ اختیار کیا اُس سے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مراد سڑک پیر پنچال کے سرحدی مقام سے ہے۔

۳۷۷ء جیسا کہ قبل ازیں متعدد موقعوں پر بیان ہو چکا ہے داردا بھیسار سے مراد پختی پہاڑیوں کا وہ علاقہ ہے جو گجرات کے شمال کی طرف وکٹشا اور چناب کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ ایک ٹیکا کار نے اس کے لئے لفظ دان گلو استعمال کیا ہے جس سے مراد بھمبر کے نواح کا ایک علاقہ ہے۔ آخر الذکر مقام گجرات کے شمال کی طرف قریباً ۲۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۳۷۸ء ہری گن کا لفظ اور کہیں استعمال نہیں ہوا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ اس سے مراد داردا ^{بھسار} کے حکمران سے ہو کیونکہ اس کا ذکر نرواہن کے نام سے ہوا ہے۔ ہری گن کے معنی شیروں کی ایک

عشق دونوں باتیں موجود تھیں۔ راجہ کی ماں کے اس عاشق نے اس فتح کے گھمنڈ میں جو اس نے حاصل کی تھی روزمرہ بہادریوں کو ذلیل کرنا شروع کیا۔ جس طرح کسی فاحشہ عورت کے مکان میں کوئی ادنیٰ درجہ کا عیاش آدمی موجود ہو تو کوئی اور وہاں نہیں جاسکتا ویسے ہی جتنا عرصہ یہ محل شاہی میں رہتا تھا کوئی اور شخص اندر داخل نہ ہو سکتا تھا۔ جب رفتہ رفتہ گوپال ورمن کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس کی دولت اور عزت کو لوٹنے والا یہ شخص بری طرح اس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا مگر جب اس نے خزانے کی پیٹیاں دیکھنے پر اصرار کیا تو اسے جواب دیا گیا کہ جو کچھ خزانے میں موجود نہیں وہ شاہی کی مہم پر صرف ہو چکا ہے مگر اس پر خزانچی نہایت خائف ہوا اور اس نے اپنے رشتہ دار رام دیو کی معرفت جو کھا کھو (جادو) ودیا میں ماسر تھا راجہ پر جادو کروادیا۔ جس کے اثر سے گوپال ورمن کو بہت تیر

جماعت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ٹرائل اور دت نے انہی معنوں کو لیکر ترجمہ کیا ہے۔

۳۷۹ گوجر کا لفظ آج تک شہر گجرات کی صورت میں موجود ہے جو پنجاب میں چناب کے مغربی ساحل پر تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس رشتہ خست کی طرف نہ صرف ایک ٹیکا کار نے توجہ دلائی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ولسن اور لاسن صاحب کو بھی پہلے سے معلوم تھی۔ چنانچہ اول الذکر نے اس کا حوالہ اپنی کتاب ”ہسٹری“ کے صفحہ ۶۵ اور آخر الذکر نے کتاب ”اندیش آلہ تھمس کنڈ“ کی جلد ۳ صفحات ۵۰۲ و ۱۰۲ میں دیا ہے۔

جدید شہر کا نام وسیع معنوں میں اس علاقے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جس میں دو آبہ جج کا بالائی حصہ جو بھمبر کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے شامل کر لیا جاتا ہے۔ کشمیر میں یہ نام ان معنوں میں خاصہ مشہور ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر جس زمانہ کے واقعات کو دہرایا گیا ہے اس میں گوجر کے پورانے نام کے معنی زیادہ وسیع لئے جاتے تھے۔ چنانچہ آگے چل کر کلہن نے تک ویش کو

بخار ہو گیا اور وہ دو سال حکومت کرنے کے بعد چل بسا۔ جب شریر رام دیو کا فعل پرستہر ہوا تو اسے راجہ کی سزا کا خوف پیدا ہو گیا اور اس لئے اس نے خودکشی کر لی۔

راجہ سنکٹ

۹۰۴ء

اس کے بعد گوپال ورمن کے بھائی سنکٹ کو جس کی پرورش شاہراہ عام سے اٹھا کر کی گئی تھی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ دس ہی دن حکومت کر کے مر گیا۔

بھی سلطنت گورجراہی حصہ قرار دیا ہے۔ جو بقول ہیون سانگ چناب کے مشرق کی طرف واقع تھا۔ اس کی تشریح میں صرف اس قدر بیان کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں بہت سی ہندی سلطنتوں کے نام اُن کے دارالخلافوں کے نام پر مشہور تھے۔ جیسا کہ لہو کا نام رنجیت سنگھ کے عہد میں سارے پنجاب کے لئے استعمال ہوا کرتا تھا۔ گجرات کی قدیم تاریخ کے بعض حالات کے متعلق دیکھو لنگھیم صاحب کی کتاب "جغرافیہ قدیم" صفحہ ۱۷۹۔

کانگرہ کے پہاڑی علاقہ ترگرت کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۵۳ کتاب ہذا۔ اس موقع پر ٹیکا کارنے ترگرت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد نگر کوٹ ہے جس کا جدید نام کوٹ کانگرہ ہے اور جو ضلع کانگرہ کا صدر مقام ہے لی جاسکتی ہے۔ کوٹ کانگرہ اور اس کے مشہور پورانے قلعے کے لئے نگر کوٹ کے نام کا استعمال محمود غزنوی کے زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے دیکھو البرونی کی کتاب "انڈیا" فصل ۲ صفحہ ۱۱۔ لنگھیم صاحب کی کتاب

رانی سوگندھا

۹۰۴ء تا ۹۰۶ء

اس طرح پر جب راجہ شنکرورمن کا سلسلہ نسل منقطع ہو گیا تو رعایا کے کہنے پر رانی سوگندھا خود تخت نشین ہوئی اور اپنے مذہبی عقیدہ کو ترقی دینے کے لئے گوپال پور کا شہر - گوپال مٹھ - گوپال کیشو نامی وشنو کا مندر اور ایک اور شہر اپنے نام پر تعمیر کرایا - گوپال ورمن کی بیوی تندہ نے جو ایک بڑے بے عیب خاندان سے تعلق رکھتی تھی ہر چند کہ وہ چھوٹی ہی عمر کی تھی تاہم تندہ ^{۹۰۴}مٹھ اور تندہ کیشو نامی مندر کی بنیاد قائم کی - گوپال ورمن کی ایک اور بیوی بے لکشمی حاملہ تھی اور اسکی

”آرکیو لاجیکل سروے رپوٹ“ جلد ۵ صفحہ ۱۵۵ -

کنگیم صاحب جو اپنی کتاب ”کانیراف ٹریول انڈیا“ کے صفحہ ۱۰۰ پر راجگان کا ٹکڑہ کے ورثا کے شجرہ ہائے نسب کا ذکر کرتے ہیں - اس میں انہوں نے پرتھوی چندر اور بھونچند کے نام کہیں نہیں لکھے - تاہم وہ سجا طور پر اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لفظ چندر جو ان ناموں کے پچھلے حصوں میں پایا جاتا ہے وہ ایسے ہی تمام خاندانی ناموں میں موجود ہے جو دھویں صدی سے نیکر سکوں اور دوسری دستاویز کی شہادت کے ذریعے ان ناموں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے - اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ناموں کا استعمال نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے - بظاہر اس کی وجہ وہ روایت ہے جو کانگرے کے کٹچھ اجاؤں کو چندر بنشی خاندان سے ملاتی ہے - اس خاندان کے ایک مابعد کے راجہ اندر چندر کے متعلق دیکھو ترنگ ۱، شلوک ۱۵۰ -

کلمہ کے الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی آیا شنکرورمن کی مہم ترنگت تک پہنچی

ساس جو یہ چاہتی تھی کہ خاندان کا سلسلہ قائم رہے اس پر بھروسہ رکھے۔ کچھ بھی تھی لیکن رانی کا بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا۔ اس پر غمزدہ سوگندھا نے اس بات کی کوشش کی کہ سلطنت اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو دیدی جائے۔

انہیں دنوں ^{۱۲۰۹} تنترن نامی پیادہ فوج نے **تنترن سپاہ کا زور پکڑنا** [اپنی جماعت مرتب کر رکھی تھی۔ اور وہ اس قدر

با اختیار تھے کہ ملک کے حکمران سے جیسا چاہتے اچھا یا بُرا سلوک کر سکتے تھے۔ اس پر سوگندھا خود ہی دو سال حکمرانی کرتی رہی جس کی وجہ کچھ تو ایگانگوں کی مدد اور کچھ تنترن سپاہیوں کی خوشنودی تھی۔ ایک موقع پر اس نے ورزا۔ راجگان باجدار۔ تنترن اور ایکانگ لگوں کو اس غرض سے کونسل میں جمع کیا کہ کسی مناسب شخص کو اختیارات شاہی دیئے جائیں۔ چونکہ اونتی ورمن کا خاندان منقطع ہو چکا

تھی یا نہیں۔ گولاسن صاحب نے اپنی کتاب انڈیش آئرٹھس کنڈ جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ پر یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ ترگرت بھی اس مہم میں داخل تھا۔ کلہن نے بھمبر کے راستہ راجہ کو گجرات کی طرف یا بالائی سندھ کے مغرب کی جانب چلا تے ہوئے جو راستہ مقرر کیا ہے کا نگرہ اس کے مشرق بعید میں واقع ہے۔

۱۳۸۰ء ولسن صاحب نے اپنی کتاب ”ہسٹری“ کے صفحہ ۶۵ پر ال خاں کے عجیب نام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بظاہر ایک عجیب قسم کا اسلامی نام معلوم ہوتا ہے۔ اس بارہ میں یہ جملہ دینا بھی غیر ضروری معلوم نہیں دیتا کہ منشی محمد الدین صاحب فوق نے اپنی تاریخ کشمیر میں گجرات کے اس حاکم کا نام علی خاں لکھا ہے۔ اس صورت میں ہم خیال کر سکتے ہیں کہ شاید اُس زمانہ میں عارضی طور پر ملتان کی اسلامی سلطنت شمال کی جانب بھی پھیل چکی تھی۔ کیونکہ دسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں اس سلطنت کی خوشحالی کے شعلے بہت سے عرب مورخوں نے تصدیق کی ہے۔ دیکھو ریناڈ صاحب کی کتاب میماٹر صفحہ ۲۱۲۔ لیکن ساتھ

تھا اس لئے رانی کی منشا یہ تھی کہ شور و رمن کے پوتے اور سکھ و رمن کے بیٹے نہایت
ورمن کو تخت نشین کیا جائے کیونکہ وہ اس کی اپنی رشتہ دار گنگا کے بطن سے
تھا اور اسے امید تھی کہ خاندانی موانست کی وجہ سے وہ اس کی مرضی پر چلیگا۔

راجہ پارکھ ۹۰۶ء تا ۹۲۱ء

بعض وزرانے یہ اعتراض کیا کہ ایک ایسا شخص جس کا نام پنگو (لنگوٹ) پڑا
ہوا ہے کیونکہ تخت کے لائق ثابت ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ساری رات عیاشی
میں ضائع کر کے وہ دن بھر سویا رہتا ہے۔ اور اٹھ نہیں سکتا۔ یہ نورانی کی تجویز پر
ہی یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ جیسا آگے چل کر معلوم ہوتا ہے۔ ال خاں اُدبھانڈ کے لیشاہی
پر تمام تردد اور مدار رکھتا تھا۔ کابل کے خاندان شاہی کی ہندو نسل جس کا غالباً لیشہ شاہی بانی
تھا۔ اور جو محمود غزنوی کے زمانہ تک تمام شمالی پنجاب پر قبضہ رکھتا تھا اس کے حالات کو
دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے ترقی حاصل کرنے کی ہر طرح ^{لغت} مٹھا
ہوتی رہی تھی۔

۱۳۸۱ء تک دیش کا ذکر صرف ایک بار آگے چل کر ترنگ ۷ کے شلوک ۱۰۹۱ میں

تک وشبہ کے نام سے آتا ہے۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۵۲۰-۱۰۰۱-۱۰۶۲-۱۲۰۷ میں
تک کا لفظ خاص خاص اشخاص کے ناموں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔

کنگھیم صاحب نے سجا طور پر تک کے نام کو سلطنت تسلیم کیا ہے۔

جہاں پر ہیون سانگ راجپوری یا راجوری کے جنوب مشرق کی طرف سیاحت کرتا ہوا پہنچا
تھا۔ دیکھو جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۴۸ "وسیوکی" جلد ۱ صفحہ ۱۶۵۔ "تسلیم کیا" کی سلطنت کے متعلق

اس قسم کے اعتراض کر ہی رہے تھے کہ دوسری طرف تنسٹرن پیادہ سپاہیوں نے ایک جداگانہ جتھا بنا کر نرجبت ورن کے بیٹے پارتنہ کو جس کی عمر دس سال کی تھی تخت پر بٹھا دیا اور انہوں نے خیال کیا کہ اس طرح پر سوگندھا کو تخت سے علیحدہ کرنے میں ہم نے بہا کر دیو خزانچی کی اُن باتوں کا جن سے اس نے ان کی عزت پر حملے کئے تھے۔ انتقام لے لیا ہے۔ جب اس سے شاہی طاقت چھن گئی تو رانی محل سے نکل گئی اور اس نے اپنی موتیوں کی سجالے بٹتے ہوئے آنسوؤں کا ہار پہنا ہوا تھا۔ جس وقت وہ باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ پورانے نوکروں میں سے ہر ایک جو بظاہر اُس کا مددگار نظر آتا تھا دراصل دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

لوگ سمست ۳۹۸۹ء (۱۳۹۷ء) { رانی سوگندھا کی گرفتاری اور قتل } میں ایکانگ فوجوں نے متفق

بیان کیا گیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف و پاس (بایس) اور مغرب کی طرف دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا دارالسلطنت قدیم شہر ریشی کی نو کے قریب واقع تھا۔ آخر الذکر مقام بلاشبہ قدیم شہر شاکل تھا جو برہمنوں اور بدھوں کی روایات میں اکثر مقامات پر مذکور ہے۔ دیکھو وی ڈی سینٹ مارٹن صاحب کی کتاب ”میسائر اینے لٹک“ صفحہ ۷۷۔ مہابھارت میں شاکل کی نسبت ذکر ہے کہ وہ مدراس یا باہک قوموں کا دارالسلطنت تھا جو جدید پنجاب میں آباد تھیں۔ دیکھو لاسن صاحب کی کتاب انڈس آکٹر تھمس کنڈ جلد ۱ صفحہ ۸۰۱۔ اور سیم چندر کی مترادف الفاظ کی لغات میں جس کا نام ”ابھی مان چٹانی“ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ تنک اور باہک دونوں ایک ہی قوم کے آدمی تھے۔ دیکھو بوٹانک ریو صاحب کا ایڈیشن کتاب مذکور شلوک ۵۹۔

شاکل کے محل وقوع کے متعلق تاحال کسی قسم کا یقین نہیں ہو سکا گو اس کے متعلق

ہو کر سو گندھا کو ہشک پور سے جہاں وہ ٹہری ہوئی تھی واپس بلایا اور جب ماہ
جیت کے اخیر میں تمام تنترن لوگوں نے جو پار تھ کے طرف دار تھے اس کی آمد کا ذکر
سنا تو وہ مارے جوش کے لڑائی کے لئے آمادہ ہو کر نکلے۔ اپنی فوجوں کو صف بستہ
کر کے انہوں نے اکانگوں کو جن کا اتفاق ٹوٹ چکا تھا لوگک سمست (۳۹۹ء) (۱۲۷۹ء)
کے ماہ بیساکھ میں شکست دی اور فرار ہوتی ہوئی رانی کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور
پھر نشپالک و ہارس جان سے مار ڈالا۔ واقعی قسمت کے رستے عجیب ہیں جو کبھی
گرتے اور کبھی اٹھتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد اس ملک میں مصائب کا ایک سلسلہ پیش آیا جس سے
جا بجا دولت اور جانیں تباہ ہوئیں راجہ کے باپ پنگو (نرجست ورمن) نے جو
بیاعت اس کے نابالغ ہونے کے اس کا محافظ تھا اپنے وزیروں کے ساتھ

مورخوں نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں جن میں سے ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ "تلی موس" کے
شہر یوہتی ڈی میا کا نام تھا۔ دیکھو کنگھیم صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۷۹۔ لیکن یہ امر اغلب
ہے کہ یہ قدیم شہر چناب اور راوی کے درمیان کسی مقام پر واقع تھا۔ اس صورت میں ہمیں
صرف تک قوم کے صدر مقام کو تلاش کرنا باقی رہ جاتا ہے جو ہیون سانگ کے زمانہ میں
شمالی پنجاب کے سب سے بڑے حصہ پر حکمران تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی کے اخیر میں
اس قوم کی طاقت بہت کچھ گھٹ چکی تھی کیونکہ ہمارے شلوک میں تک ویش کا لفظ ہیون سانگ
کی سلطنت "تسیہ کیا" سے زیادہ محدود معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

البرونی نے سلسلہ کوہ پیر پچال کے ایک جنوبی علاقے کا نام جو لوہا اور (لاہور) کے
علاقے کے متصل تھا تا کیشر لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کنگھیم صاحب نے بجا طور پر اسے
اپنے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۵۱ میں تک قوم سے منسوب کیا ہے۔ دیکھو کتاب "انڈیا"
جلد ۱ صفحہ ۲۰۸۔ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ و نیز نوٹ ۱۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔ (کنگھیم صاحب نے لفظ "طاقن"

مل کر جن کا کام صرف رشوتیں لینا تھا ملک پر خوب ہی تشدد کیا۔ فی الحقیقت راجہ تنترن لوگوں کی خدمت کرتے تھے اور ایک دوسرے سے زیادہ رشوت دیکر دیہاتی اہلکاروں کی طرف ایک دوسرے کو خارج کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک زمانہ تھا جب اسی ملک کے حکمران کینا کچ اور اورممالک کو فتح کر چکے تھے یا اب یہ حالت تھی کہ یہاں کے راجہ تنترن لوگوں کو ہنڈیاں دے دیکر بجال رہے تھے کی کوشش کرتے تھے۔ وزیر میر ووردھن کے جس نے پورا نا ادھنٹان میں ^{۴۱۲}میر ووردھن سوامن نامی وشنو کا مشہور مندر تعمیر کروایا تھا بیٹوں نے رعایا پر جبر و تشدد کے دولت جمع کر لی۔ اور وہ بڑی گہری سازشیں کیا کرتے تھے لیکن اب تک تخت کے متعلق اپنی خواہش کو انہوں نے چھپائے رکھا تھا۔ شنکر ووردھن جو ان سب میں سے بڑا تھا خفیہ طور پر سوگند عہد انتہ سے مل گیا اور دونوں نے مل کر

میں بھی تک کا لفظ ہی تحقیق کیا ہے جسے ابن خرداد بہ اور ابن روستائے ہندوستان کے ایک علاقے کے لئے استعمال کیا ہے۔ لیکن پروفیسر ڈی گوچ نے ان جغرافیہ دانوں کی تصانیف کو تالیف کرتے ہوئے لفظ طافن استعمال کیا ہے۔ بہر صورت اس علاقے کے محل وقوع کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

زمانہ حال کا ایک ٹیکا کارنگ کے نام کو دریائے ٹنک کے نام میں شناخت کرتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ تنک دیش سے مراد "سکرڈ" سے ہے۔

اطاعت کی علامت کے طور پر انگلی کا ٹٹنے کی رسم کے متعلق جس کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۵۹۴۔

طافن کے متعلق مزید حالات یول صاحب کی کتاب "کے تھے" کی جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ میں بھی مل سکتے ہیں۔

۳۸۲ گنگیم صاحب نے اپنی آرکیالوجیکل سروے رپورٹ کی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ اور

خفیہ طور پر شاہی محل کو خوب ہی لوٹا۔ ایک طرف تو لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا تھے دوسری طرف طوفان سے چاولوں کی ساری فصل خریف تباہ ہو گئی اور اس نے رعایا کے زخموں پر نمک کا کام دیا۔

ایک خوفناک قتل { لوک سمیت ۳۹۹۳ (۹۱۷ء) کے خوفناک سال میں لوگ ایک قحط کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ گرانی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ہزاری ہزار ہزار دینار کو فروخت ہوتی تھی جس کی وجہ سے خود اک کا بیسرا نا خشک ہو رہا تھا۔ دیائے و شطائیں پانی نام کو نظر نہ آتا تھا کیونکہ بالکل لاشوں سے جو پانی میں عرصہ راز تک پڑے رہنے کے باعث پھول چکی تھیں اٹا ہوا تھا خشکی پر ہر طرف ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتی تھیں جس کے باعث ملک ایک وسیع قبرستان معلوم ہوتا تھا اور جس سے ہر شخص خوف کھاتا تھا۔ راجہ کے وزرا اور تفریق لوگوں نے بڑے گراں نرخ پر چاول بیچ بیچ کر

جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱ میں ادھیراج بھوج کے متعلق جس کا ذکر اس شلوک میں آیا ہے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ خود مختار راجہ (پریشور) بھوج تھا جس کی حکومت کا ذکر کتبہ دیو کدھیا بت ۸۶۲ء کتبہ گو ایار ۷۷۷ء اور کتبہ پھووا ۷۸۲-۳ء میں پایا جاتا ہے۔ پروفیسر کیلٹن نے کتبہ سیادونی کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ راجہ کینا کج یا قنوج کا حکمران تھا ان کتبوں کے متعلق مسٹر فلیٹ نے اپنی کتاب انڈین اینٹی کوٹی جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ اور پروفیسر بولہر و نیز ڈاکٹر ہلنزش نے اس شلوک پر پورے طور سے بحث کی ہے۔

لیکن یہ امر قابل تاسف ہے کہ ہمارے شلوک کے الفاظ اس قدر واضح نہیں کہ جن کی رو سے اس شناخت کے متعلق پورے طور سے یقین ہو سکے۔ جیسا کہ پروفیسر بولہر بیان کر چکے ہیں کنگھیم صاحب کے خیال کے مطابق کلہن کے الفاظ سے اس بات کی توضیح نہیں ہوتی کہ بھوج سنہ ۷۸۲ء کا ہم عصر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کتبوں میں جو تاریخیں پائی جاتی ہیں ان کے سنہ ۷۸۲ء کے عہد حکومت کی تاریخوں کے قریب تر ہونے کے باوجود ہمیں اس

خوب ہی دولت جمع کی۔ راجہ اُس شخص کو اپنا وزیر بناتا تھا جو رعایا کو ایسی حالت میں فروخت کر کے منتشر یوں کی ہنڈیوں کا روپیہ وصول کر سکے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے گرم غسل خانہ میں بیٹھ کر باہر کی طرف اُن لوگوں کو دیکھے جو کسی جنگل کے اندر آندھی اور طوفان میں بحالت مصیبت کھڑے ہوں ویسے ہی بد بخت پنکو ایک عرصہ دراز تک اپنے محل میں رہتا ہوا لوگوں کو مصیبت میں دیکھتا لیکن اپنے آرام کی قدر کرتا رہا۔ اس طرح پر یہ شیطان راجے (باپ بیٹا) اُس رعایا کی تباہی کا سامان پیدا کرتے رہے جس کے ساتھ تنجن اول چندر پٹ و دیگر محافظین رعایا محبت کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں راجاؤں کو کسی طرح پر عرصہ دراز تک حکومت کا موقعہ حاصل نہ ہو سکتا تھا اور وہ اُن بابلوں کی مانند تھے جو کسی ابراہم آلودون میں پانی پر نہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی پارتھ اپنے

شناخت کی کامل شہادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ نے الحقیقت اصل عبارت کے معنی اس طرح پر بھی لئے جاسکتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو بھوج شنکر و رمن سے کچھ مدت پہلے ہو گذرا ہے۔

کامن نے اس موقعہ پر لفظ بھوج ادھیراجن استعمال کیا ہے جس کے معنی بقول ڈاکٹر ہارنٹش بھوجوں کا راجہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ بھوج کا لفظ وہی ہے جس کا ذکر بارہا رزمیہ نظموں اور پورانوں میں آیا ہے تاہم یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس اصطلاح کا صحیح مقام نامعلوم ہے اور آخر الذکر کا پتہ سوائے تاریخی دستاویزوں کے اور کہیں نہیں چلتا۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نہیں بیان کر سکتا لفظ ٹھکیک سے یہاں پر کیا مراد لی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر اور کہیں نہیں آتا۔ کیا اس کا اُس ٹھکیک پنڈت سے کچھ تعلق ہو سکتا ہے جس کا ذکر ترنگ ۴ کے شاہک ۴۹۴ میں آیا ہے؟

باپ کو الگ کر کے خود اختیارات حاصل کر لیتا تھا اور کبھی اس کا باپ تنہا لوگوں سے سازش کر کے اُسے علیحدہ کروا دیتا تھا۔ نوجوان سوگندھا دتیا کا پنگو کی رائیوں سے ناجائز تعلق تھا ایک طرف تو وہ رانی بیت دیوی سے بغل گیر ہو کر اس کی آتش عشق کو فرو کیا کرتا تھا اور دوسری طرف وہ اُسے بیش بہا چیزیں دیکر اسکی حرص دولت کو فرو کرتی تھی۔ حسین رانی مرکاوتی جسے میرو وردہن کے بیٹوں نے خود پنگو کے ساتھ اس لئے بیاہا تھا کہ اپنی بہن کے حسن کی بدولت اپنے اختیار کو تقویت دے سکیں۔ یہ نازنین بھی اپنی مرضی سے سوگندھا دتیا سے محبت کرنے لگی اور دونوں عیش و عشرت میں محو رہنے لگے جس طرح کسی غریب آدمی کی دو بیویاں باری باری ایک ہی برتن کو استعمال کرتی ہیں اسی طرح سوگندھا دتیا ان دورانیوں کے پاس باری باری سے جایا کرتا تھا اور یہ بھی اپنے بیٹوں کیلئے

۳۸۳ اس شلوک کے تاریخی واقعات اور اود بھانڈکے صحیح محل وقوع پر نوٹ ع

ضمیمہ کتاب ہذا میں پورے طور پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۴ ترنگ ۵ کے شلوک ۲۱۳ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ شہر موجودہ شہر

پٹن ہی ہے۔ اس شلوک میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شنکر ورمن نے جو شہر اپنے نام پر آباد کیا تھا اس کا نام بعد میں پٹن یعنی شہر ہی رہ گیا۔ لگھیم صاحب کو واقفیت ہم پہنچانے والے پنڈتوں کو بظاہر یہ بات معلوم تھی اور ایسے ہی پنڈت صاحب رام کو بھی جس نے اپنی کتاب تیرتھ سنگرہ میں اس جگہ کا نام شنکر وردما پور لکھا ہے۔ ابتدا میں بلاشبہ اس شہر کا نام شنکر پور تھویر کیا گیا ہوگا۔ اور لگھیم اندرنے اپنی کتاب ”سہ ماترکا“ کے ادھیائے ۲ شلوک ۱۳ میں اسے ہی استعمال کیا ہے۔ اور یہی نام ایک ٹیکا کار نے بھی لکھا ہے۔ لیکن آجکل پٹن میں نہ تو شنکر پور اور نہ ہیچ استر کے نام کی تحقیق ہو سکتی ہے۔

پٹن ایک بڑا سا گاؤں ہے جو سرینگر اور بارہ مولا کی شاہراہ پر واقع ہے کسی زمانہ

تخت حاصل کرنے کی خواہش میں اس سے ایک دوسری سے بڑھ کر محبت کرتیں اور ہمیش بہا چیزیں پیش کیا کرتی تھیں۔

راجہ زرجب ورن

۹۲۱ء تا ۹۲۳ء

آخر کار لوگک سمٹ (۹۲۱ء) میں پنکو اپنے بیٹے پارتن کو مغلوب کر کے تنترن کی مدد سے تخت نشین ہوا۔

میں یہ تلگام پرگنہ کا صدر مقام ہوا کرتا تھا۔ دیکھو مور کرافٹ صاحب کی کتاب "ٹریولس" جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ اور وگنی صاحب کی کتاب "ٹریولس" جلد ۲ صفحہ ۱۶۶۔ جب سے مسٹر لارنس نے بندوبست کیا ہے یہ جگہ ایک تحصیل کا صدر مقام بن گئی ہے۔ پٹن کے کھنڈرات کے متعلق آئندہ نوٹوں میں ذکر کیا جائیگا۔

۳۸۵ء سوامی راج کے متعلق خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ علاقہ درو یا اُس کے قریب کسی علاقہ کا حکمران تھا۔

۳۸۶ء کنگھیم صاحب نے بجا طور پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شنکر ورن اور اس کی بانی نے جن مندروں کی بنیاد ڈالی تھی یہ وہی دو تباہ شدہ مندر تھے جو اب تک موضع پٹن میں قائم ہیں۔ چنانچہ ان کی پوری کیفیت کنگھیم صاحب نے جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بلیٹن ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۸۲ پر دی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چنڈاں وسیع نہیں۔ نہ زنا قدیم کے کشمیری مندروں کی طرح انکے گرد و زوار بختہ الاصلہ بنیاد موجود ہیں۔ دیکھو کول صاحب کی کتاب "اینٹینٹ بلڈنگس" جس کے اندر صفحہ ۲۸ و ۳۵ پر انکی تصاویر موجود ہیں۔

کلن نے شادک ۱۶۱ میں جو کیفیت لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شنکر ورن نے

راجہ چکرورن

۹۲۳ء تا ۹۳۳ء

نرجت ورن جس کے پچھلے جنم کے کوئی پن نہ تھے لوک سمیت (۹۲۳ء) میں اپنے نو عمر بچے چکرورن کو تخت نشین کر کے ماہ ماگھ میں راہی ملک بجا ہوا انہیں دنوں پار تھ اپنے باپ کے تخت پر قابض ہونے کا خواہشمند تھا جس پر تترنگ پیادہ فوج نے اس کے طرفدار بن کر اکانگوں سے جنگ کیا۔ نو عمر راجہ کچھ مدت اپنی ماں بہت دیوی کے اور اس کے بعد دس سال تک اپنی دادی کشیکا کے زیر حفاظت رہا۔ چونکہ جوانی نے اس کے شیرازہ چال چلن پر پردہ

اپنے نئے شہر کی تعمیر کے لئے مصالح پر یاں پور کے عظیم کھنڈرات سے حاصل کیا تھا۔ ۱۰۱ ممکن ہے ان مندروں کا مصالح بھی وہیں سے لیا ہو۔ دیکھو نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔ وترنگ ۴ شلوک ۱۹۴ تا ۲۰۴۔ ان کھنڈرات کے محل وقوع اور پٹن کے درمیان کم و بیش صرف سات میل کا فاصلہ ہے اور پمب سر کی دلدلی زمینوں کو کشتی میں بیٹھ کر بر آسانی عبور کیا جاسکتا ہے۔

۳۸۷ ابھی نوگپت اور اس کے بعد کے کشمیری مورخوں نے ایک شخص بھٹ نایک نامی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ انکار کا مصنف ہو گزرا ہے۔ دیکھو پروفیسر بولہر کی رپورٹ صفحہ ۶۴-۶۷ اور کیٹا لوگس کیٹا لوگورم“ صفحہ ۲۸۶۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہی وہ شخص تھا جس کا اوپر کے شلوک میں ذکر آیا ہے۔ اس کا کوئی شافی جواب نہیں مل سکتا۔ البتہ کیٹا لوگس کیٹا لوگورم میں اس نام کے اور کسی مصنف کا ذکر نہیں آتا۔

۳۸۸ پٹن جس کے لفظی معنی شہر کے ہیں یہاں شنکرورن کے شہر کے لئے استعمال

ڈال دیا (جوان ہوتے ہی وہ مر گیا) اس لئے ان دونوں نے اس کی جس قدر تربیت کی اس پر کچھ حرف نہیں آ سکتا۔ اور معاملہ کی یہ صورت رہ گئی گویا انہوں نے اندھے کے اندر چھپے ہوئے کسی سانپ کی پرورش کی ہو۔

راجہ شورور من اول

۹۳۳ء تا ۹۳۷ء

اس کے بعد لوگ سمست (۹۳۳-۳۷) میں تفتن لوگوں نے چکرور من کو مغلوب کر کے شورور من کو جورانی مرگاوتی کے بطن سے پنلو کا بیٹا تھا راجہ بنا دیا اس کے چچوں اور وزیروں نے جنہیں اس کے ساتھ کوئی محبت نہ تھی اور صرف ہوا ہے۔ کلہن نے اس کے متعلق جو کیفیت بیان کی ہے کہ یہاں ایک منڈی ہو کر تھی اور اس کے علاوہ اس کی کسی مزید نیچسی کا ذکر نہیں کیا وہی بات زمانہ حال کے شریپٹن پر عائد ہوتی ہے جہاں ایک خاصہ بڑا سا بازار ہے اور گزشتہ بندوبست کے بعد یہ شہر ایک تحصیل کا صدر مقام بن گیا ہے۔

۳۸۹ کلہن نے یہاں پر جن انتظامی تفصیل کا ذکر کیا ہے انہیں پورے طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مٹر لارنس کی کتاب ”ویلی“ کے باب ۱۷ پر عنوان انتظام قدیم کے صفحہ ۳۹۹ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس شلوک اور نیز ترنگ ۷ کے شلوک ۸۸ اور ۱۱۰ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۲۲ و ۲۱۳ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹیکس کا وہ پیچیدہ طریقہ جو زمانہ حال تک کشمیر میں مروج تھا جس کی رو سے تمام پیداواروں اور فروتنوں پر محصولات لئے جاتے تھے اور سرکاری ٹھیکوں اور بیگار کو اس میں بہت کچھ دخل تھا وہ یہاں نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا تھا۔ ابو الفضل کی کتاب آئین اکبری کی جلد ۳ صفحہ ۳۶۶

اپنے ہی فائدہ کو مد نظر رکھتے تھے چونکہ تنتریوں کو ان کا حق واجب الادا نہ دیا۔ اس لئے یہ راجہ جلدی ہی مغلوب ہو گیا۔ ہر چند کہ یہ راجہ نیک چلن تھا تاہم انعام نہ دینے کی وجہ سے تنتریوں نے اسے ویسا ہی ناپسند کیا جیسے فاحشہ عورتیں اس نیک صفات مرد کو جو انہیں قیمتی چیزیں نہ دے سکے ناپسند کرتی ہیں۔

راجہ پارتھ (بار دوئم)

۹۳۴ء تا ۹۳۵ء

جب ایک سال گزر گیا تو تنترین پیادہ سپاہیوں نے شور و رمن کو معزول کر دیا اور اپنے نفع کو مد نظر رکھ کر خیاض پارتھ کو پھر ایک بار راجہ بنا دیا۔ سام وئی نامی میں اکبر کے زمانہ میں اس وادی کے مختلف حصوں کی مالگداری کا بیان موجود ہے۔ لیکن اسکی مفصل کیفیت مذکور نہیں۔ ۱۶۱۰ء میں دیہات اور شہر کی آبادی سے جو ٹیکس واجب الادا تھے ان کی عجیب و غریب تفصیل کے لئے دیکھو اُس سال کی آمدنی کا سرکاری تخمینہ مذکور کتاب ”ویلی“ مصنفہ مسٹر لارنس صفحہ ۲۳۶۔

اس تخمینے کو دیکھنے سے اُن ٹیکسوں کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جو منڈی کی دوکانوں اور کاریگروں سے وصول کئے جاتے تھے۔ ممکن ہے ایسے وسائل کی آمدنی جمع کرنے کا کام شنکر و رمن کے نئے قائم کردہ صیفہ ”ات پتی بھاگ“ کے سپرد ہوا ہو۔

صیفہ گرہ کریتہ میں جو آمدنی ہوا کرتی تھی اس کا ذکر کسی قدر شلوک ۱۷۶ میں آتا ہے ممکن ہے۔ اُس میں وہ محصولات بھی شامل ہوں جو شادی۔ یگیو پوسیت وغیرہ کے موقعوں پر وصول کئے جاتے تھے۔ اس قسم کے محصولات کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۷۲۸ میں آتا ہے۔ گرہ کریتہ ادھی کار کا دوبارہ حوالہ ترنگ ۷ کے شلوک ۴۲ میں دیا گیا ہے۔

ایک فاحشہ عورت راجہ پارتھ کی داشتہ تھی جس نے سازش کے کاموں میں مہارت رکھنے کے باعث تنتر بیوں کو اپنا طرفدار بنالیا تھا اس نے سایشور^{۳۱۳} سوامی شوجی کا مندر بنوایا۔

راجہ چکرورن (باردوئم)

۹۳۵ء

اس کے بعد لوک سمست^{۳۱۱} (۹۳۵ء) میں چکرورن کو جو وقت کا منظر تھا اور بڑے بڑے انعامات دینے پر آمادہ تھا دوبارہ راجہ بنادیا گیا۔ میروورہن کے بیٹوں کو قبل ازیں پارتھ اور دوسرے راجاؤں کو بیدخل کرنے کی سازشوں^{۳۱۲} ۹۳۵ء ان مندروں کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ انہیں سنہین ماسبق کے راجہ یا ان کے رشتہ دار تعمیر کراچکے تھے۔ اس قسم کے مندر اب بھی کشمیر میں موجود ہیں جو براہ راست ہمارا راجہ کے زیر اختیار ہیں۔

۹۳۹ء اس شلوک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجہ نے وہ گاؤں واپس لے لئے جو بطور اگر بار کے مندروں سے متعلق تھے۔ اور جن کے متعلق یہ سمجھوتہ چلا آتا تھا کہ ان گاؤں کی مالگنداری کے عوض کوئی مقررہ رقم ادا ہوتی رہے۔ بعد میں ان گاؤں کو براہ راست مالی انتظام میں لے لیا گیا کشمیر میں اس قسم کی مثالیں نایاب نہیں ہیں جنہیں راجہ زمین کے ٹکڑوں پر براہ راست خود کاشت کاری کرتا ہو۔ اصطلاح میں ایسے زمینوں کو خود کشت کہتے ہیں۔ اس قسم کا طریق عمل ہمارا راجہ گلاب سنگھ نے بھی اختیار کیا تھا۔ کشمیر پر قبضہ پاتے ہی اس نے وہ ساری جاگیریں واپس لے لیں جو عہد مغلیہ۔ افغانہ و سکھ میں عطا کی گئی تھیں۔ اور ایک دھرم ارتھ فنڈ قائم کر کے ان جاگیروں کی سچائے بہت کم معاوضہ مقرر کر دیا

میں بہت کچھ نفع حاصل ہو چکا تھا۔ گو انہوں نے مختلف حیثیتوں میں رہ کر انہیں راجاؤں سے سامان معاش حاصل کیا تھا۔ وہ اس کے باپ اور بھائی کو بے دخل کر چکے تھے اور ایک لڑکی (مرگاتی) شادی میں دیکر انہوں نے بار بار ان کے تعلقات کو ضرر پہنچایا تھا لیکن باوجود اس کے کہ اُنکے عیوب ظاہر تھے اس اوندھی عقل کے راجہ نے انہیں معزز عہدوں پر ممتاز کر دیا۔ اس نے شکرورمن کو اکش پٹیل کا سپرنٹنڈنٹ اور جھوٹے اور چال باز شنبھوورمن کو گرہ کرتیہ کے دفتر کا اسٹارج بنا دیا۔ چونکہ روپے کی قلت کی وجہ سے وہ تنترینوں کو ہڈیوں کا روپیہ ادا نہ کر سکتا تھا اس لئے اسی سال ماہ پوس میں ڈر کر فرار ہو گیا۔ جن دنوں وہ (چکرورمن) مدوراج میں ٹھہرا ہوا تھا شکرورمن نے جو تخت کا خواہشمند تھا شنبھوورمن کو اس غرض سے بھیجا کہ تنترینوں سے جا کر عہد و پیمان کرے۔

۳۹۲ء اس شلوک کے معنی مشتبہ ہیں اور اصل عبارت بھی متناقص معلوم ہوتی ہے چادلوں اور دوسری اجناس کی صورت میں معاوضہ ادا کر کے ہلکے اوزان کے ذریعے معویوں کو باقاعدہ دھوکہ دیتے رہنا اہلکاران سرکاری کے لئے بالکل سہل تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور چیزیں جو جنس کی صورت میں دی جاتی تھیں انہیں اس نا واجب تخفیف کے لئے ایک عذر قرار دے لیا گیا تھا۔

کشمیر میں تھوڑی مدت گذری اس وقت تک مالگنداری جنس میں وصول کی جاتی تھی۔ جیسا کہ آئین اکبری کی جلد ۲ صفحہ ۳۶۶ سے واضح ہوتا ہے یہ طریقہ بظاہر نہایت قدیم تھا اس سے تمام اہلکاروں کو نا واجب مداخلت کے جو موقع مل جاتے تھے ان کا مسٹر لارنس نے اپنی کتاب دہلی کے صفحہ ۴۰۹ پر نہایت دل چسپ طریقے پر ذکر کیا ہے۔ اس طریق میں جو خرابیاں تھیں ان میں درجہ اول پر اوزان کی کمی تھی۔

راجہ شمشہو وردہن

۹۳۵ء تا ۹۳۶ء

لیکن شمشہو وردہن نے شنکر ورمن کو دھوکا دیا اور سب لوگوں کے ساتھ بڑی بڑی رشوتوں کے وعدے کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اسے تخت پر بٹھادیں۔ تھی مچھلی گو مقدس پانی میں رہتی ہے تاہم اپنی ہی جنس کی مچھلیوں کو کھاتی ہے۔ بگلا ہر چند کہ ایک تارک الدینا کی طرح خاموش رہتا ہے تاہم وہ تھی کو تاک لگا کر پکڑتا اور اُسے کھا جاتا ہے۔ شکاری جو ایک عابد کی طرح جنگل میں رہتا ہے بگلے کو مار ڈالتا ہے۔ اس طرح پر گویا ایک دوسرے سے

۳۹۳ ان شلوکوں میں غالباً پہلی مرتبہ اس طریق کا حوالہ ملتا ہے جو کار بیگار کے نام سے ریاست کشمیر کے انتظام میں آج تک قائم چلا آتا ہے۔ ملک چونکہ ناہموار ہے اور مناسب سڑکیں موجود نہیں اس لئے بوجھ اٹھانے کے دوسرے طریقوں پر کلیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس سے اہلکاروں کو جبر و تعدی کا بہت سا موقع مل جاتا ہے۔ کشمیر میں بیگار کے متعلق جو بے شمار خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کا ذکر پوری وضاحت کے ساتھ مسٹر لارنس نے اپنی کتاب ویلی کے صفحہ ۴۱۱ پر کیا ہے۔ چونکہ کوئی خاص مزدور پیشہ جماعت موجود نہیں اس لئے مال لے جانے کا سارا بوجھ دیہاتیوں پر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وادی کے باہر مختلف اوقات میں جو ہمیں اختیار کی جاتی رہی ہیں ان میں یہاں اس خیال سے بہت خوف زدہ ہوا کرتے تھے کہ انہیں پہلے سے زیادہ بوجھ اٹھانے کی ضرورت پڑے گی۔ جب تک گلگت کی سڑک نہیں بنی تھی یہ حال تھا کہ جب کبھی فوجیں اس راستہ سے آتی جاتی تھیں تو دیہاتیوں میں یہ خبر سنکر بھاگڑ مچ جاتی تھی۔ دیکھو کتاب

زیادہ قریب کا سلوک کر کے اسپر غالب آتا ہے۔ ایک موقع پر چکرورمن اپنا تخت گوانے کے بعد مشہور ڈامر سنگرام کے گھر جو سری ڈھک میں رہتا تھا اپنی ڈامرنے اس راجہ کو اس کی وجاہت سے پہچان لیا اور ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرنے کے بعد اُسے اپنی جگہ بیٹھنے کو دی۔ جب وہ اپنی سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے کے متعلق سارے حالات بیان کر چکا اور مدد کا طلب گار ہوا تو ڈامرنے جس کا خیال تھا کہ یہ صرف مصیبت کے باعث مہربان ہوا ہے بادب کہا کیا میدان جنگ میں تترنیوں یا گھاس کے تنکوں کو گنا جاسکتا ہے؟ پھر بھی وہ کونسا کام ہے جس میں میں آپ کو مدد دینے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن یقیناً جب آپ کو اختیارات حاصل ہو جائیں گے تو آپ ہمیں مرواڈالینگے کیونکہ راجاؤں کا مطلب جس وقت پورا ہو جائے تو وہ اپنی مدد کرنے والے کو

”دلی“ صفحہ ۴۱۳ ایسے موقعوں پر بوجھ اٹھانے والے دیہاتیوں کو جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں ان کا ذکر کلہن نے ترنگ ۸ کے شلوک ۱۳۲۵ میں کیا ہے۔

بلاشبہ شکروورمن ہی پہلا راجہ نہ تھا جس نے اسباب کو ایک مقام سے دوسرے تک پہنچانے کے لئے بیگار کا طریق مروج کیا البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں یہ طریق باقاعدہ طور پر منظم ہو گیا۔ اور اس ذریعے لوگوں سے روپیہ بھی وصول کیا جاتا رہا۔ جیسا کہ اوپر کے شلوک میں بیان کیا جا چکا ہے۔ جب کبھی دیہاتی اپنے اپنے حصہ کا بوجھ اٹھانے نہ آتے تھے تو انہیں اس بوجھ کی بڑھائی ہوئی قیمت کے حساب سے جرمانہ کیا جاتا تھا اور یہی جرمانہ دوسری مرتبہ اگلے سال سارے گاؤں سے وصول کیا جاتا تھا۔ جس تیرہ قسم کی بیگار کا ذکر اوپر آیا ہے اس کی کچھ شرح نہیں ہو سکتی۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۰۸۸ میں ذکر آتا ہے کہ مندروں کے پردہتوں کو بیگار سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا تھا۔ ممکن ہو سکتا ہے کہ زمانہ حال کی بیگار کی طرح اس زمانہ میں بھی اہلکار گاؤں سے چیزیں

فراموش کر دیتے ہیں۔ جس طرح نگرہا راکسی درخت سے اترتا ہے تو انہیں شاخوں کو کاٹ ڈالتا ہے جنہوں نے اسے چڑھنے میں مدد دی تھی۔ یہی حال راجاؤں کا ہے۔ جس شخص کی مدد اور استقلال سے راجہ کو عروج حاصل ہو اُس سے وہ انہیں صفتوں کے باعث کہ مبادا یہ میرے زوال کا باعث ثابت ہوں مخالف رہتا ہے۔ ایام خوشحالی میں راجہ اُن شخصوں کی گزشتہ خدمات کو فراموش کر دیتا ہے جنہوں نے اسے خطرے کے وقت مدد دی تھی اور اگر اتفاقاً یہ طور پر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو اُسے یاد رکھتا ہے۔ جب راجہ با اختیار ہو جاتے ہیں تو وہ مارے شرم کے انہیں لوگوں کو مروا ڈالتے ہیں جنہوں نے انہیں بیماری۔ بھوک۔ تکلیف یا دشمن سے اندیشے کی حالت میں دیکھا ہو۔ راجہ خواہ نیک بھی ہو تاہم اُس سے کسی بات کی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لیکر انکی قیمت ادا نہ کیا کرتے ہوں دیکھو کتاب دہلی صفحہ ۴۱۳۔

۳۹۴ گرام کا ہتھ غائباً زمانہ حال کے پٹواریوں کی بجائے کام کرتے تھے۔ آخر الذکر وہ دیہاتی محاسب ہوتا ہے۔ جس کے پاس مختلف اہل دہ کی اراضی کے رقبہ اور مالگداری کی تفصیلات موجود ہوتی ہیں دیکھو کتاب دہلی صفحہ ۴۰۰ و ۴۲۶۔ سکندک کے معنی مشتبہ ہیں۔ یہ لفظ ”سمہ ماترکا“ کے ادھیائے ۶ شلوک ۱۵ میں بھی آتا ہے شاید اس سے مراد گاؤں کے مقدم یا نمبردار سے ہوا کرتی تھی جو مالگداری کی ادائیگی کا براہ راست ذمہ دار ہونے کی حیثیت میں زمانہ قدیم سے دیہاتی انتظام کا ایک ضروری جزو چلا آتا ہے۔ دیکھو کتاب دہلی صفحہ ۴۲۷۔

۴۸۳ مشہ میں کشمیر کے ایک گاؤں میں جو ٹیکس وصول کئے جاتے تھے ان میں باقاعدہ مالگداری کے علاوہ ایک پٹواری ایک قلاؤنگہ ٹیکس اور ایک عملے کا ٹیکس نظر آتا ہے۔ دیکھو کتاب دہلی صفحہ ۴۱۵۔ یہ ٹیکس بنانا ہر اُن محصولات سے مشابہ ہیں جن کا ذکر

بُڑے میسر ہمیشہ دوسروں کی بُرائی ہی کرتے ہیں ممکن ہے کہ دیکھے وقت راجہ کے دل کو بُرائی سے پاک رکھا جائے لیکن اس بات کی قدرت کسے حاصل ہے کہ رات کے وقت اس کی رانی جو کچھ اسے سکھائے اُسے اس کے دل سے دور کر سکے؟ دن بھر جس قدر باتیں بمشکل اس کے اندر داخل کی جاتی ہیں اُسے راجہ ایک سفید گدھے کی مانند بالکل بھول جاتا ہے۔ ہر شخص جو راجہ کے پاس پہنچتا ہے پہلے اس کی حرص کا اور اس کے بعد قضا کا نشانہ بنتا ہے۔ راجہ صرف ان لوگوں کو مروا تا ہے جو اس کے پاس ہوں نہ کہ دور رہنے والوں کو۔ کوئی شخص راجاؤں کی بُری رعیتوں کو جو مناسب موقعہ پر ظاہر ہوتی ہیں قبل از وقت نہیں جان سکتا شیر جب کسی کو مارنے لگتا ہے تو جھک جاتا ہے۔ سانپ جب کسی کو کاٹتا ہے تو اول اُسے لپٹ جاتا ہے اور شیطان کسی کو تباہ کرتے وقت مسکرایا

مذکورہ بالا شلوک میں آیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد مغلیہ سے بہت مدت پہلے دیہاتی اہلکاروں کا فقر چلا آتا تھا۔ گو عام طور پر لوگ اسے عہد مغلیہ سے ہی منسوب کرتے ہیں۔ دیکھو مسٹر لارنس کی کتاب ویلی صفحہ ۱۹۷۔ ترنگ ۸۔ کے شلوک ۲۳۸۳ میں ایک برہمن کے لئے بھی لفظ کا استھ استعمال ہوا ہے۔

۳۹۵ کلہن نے دور کا لفظ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۱۱ و ۱۱۹ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۱۳۱

میں بھی استعمال کیا ہے۔ اور پروفیسر بولر نے اس کی تشریح اپنی کتاب "انڈین اینٹی کوٹی" جلد ۴ صفحہ ۱۰ میں کی ہے۔ اس جگہ پر لوک پرکاش کی جن عبارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دور اس قسم کے اہلکار ہوا کرتے تھے جن کا کام زیادہ تر لکھائی اور حساب کے متعلق ہوا کرتا تھا۔ اسی ماخذ سے نکلا ہوا لفظ دبیر فارسی میں لکھنے والے یا سکریٹری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اس جگہ پر جس شخص کے لئے لفظ موت کا استعمال ہوا ہے وہ بظاہر وہی ہے جس کا

کرتا ہے۔ ایسے ہی راجہ لوگ بھی جن کی تعریف کرتے ہیں انہیں کو قتل کروا دیتے ہیں۔ پس اگر آپ وعدہ کریں کہ ہمیشہ ہم پر مہربانی کی نظر رکھیں گے تو میں کل ہی فوج لیکر آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“

ان الفاظ کو سن کر راجہ نے اضطراب کے ساتھ مسکرا کر جواب دیا۔
”تم جو سب سے پہلے میری مدد پر آمادہ ہوئے ہو میں اپنی جان کی طرح تمہاری حفاظت کرونگا۔“ اس کے بعد راجہ اور ڈامر نے تلوار ہاتھ میں لئے بھڑکی خون آلودہ کھال پر پاؤں رکھ کر کوشش کے طریق پر رملف اٹھایا۔ اور دوسری صبح چکرور من لانہا خونخوار رٹھامروں کو یکجا کر کے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوا۔

چکرور من کا منتشر ہونے کو مغلوب کرنا ادھر سے ماہ چتر کے شکل یکیش کی آٹھویں تاریخ کو تفران

ڈاکٹر ترنگ ۵ کے شلوک ۲۰۵ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۶۳ میں ایک بوجھ اٹھانے والے کی حیثیت میں کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں شکج کا لفظ بھی اسی پیشے کے متعلق استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ گنج ور سے مراد بلاشبہ خزانچی ہے۔ کتاب نوک پر کاش کے شروع میں اہلکاروں کی جو فہرست دی گئی ہے ان میں گنج ور کا لفظ کوشت ادھی پتی اور گنج ادھی پتی کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

۳۹۶ بلٹ کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بلٹ تنک اور پدمجری نامی ایک لخت کی کتاب مرتب کی تھی۔ اس کا حوالہ کھیم اندر نے کئی جگہ دیا ہے دیکھو کتاب کیٹا لوگس کیٹا لوگوام صفحہ ۳۹۷۔

۳۹۷ کلہن نے اس جگہ یہ بیان نہیں کیا کہ دو ہزار دینار کا معاوضہ کتنی مدت کے لئے ملتا تھا۔ ترنگ ۴ کے شلوک ۴۹۵ کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روزانہ معاوضہ سے مراد لی گئی ہے۔ دینار کی جو کیفیت نوٹ ۹ ضمیمہ کتاب ہذا

قوم کے پیادہ سپاہی شنکر وردھن کو اپنا رہبر قرار دیکر میدان جنگ میں نکلے۔ چکرورمن کی شخصی شجاعت اب تک مناسب موقعہ کے انتظار میں چھپی ہوئی تھی اور فریق ثانی نے مقابلے میں آتے وقت اس کا خیال نہ کیا تھا اب اس نے اسے نظر کرنا شروع کیا۔ پدم پور کے باہر خوفناک لڑائی شروع ہوئی اور اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سب سے پہلے شنکر وردھن کو قتل کیا۔ جب منتشر فوج کا رہبر کام آگیا تو خود فوج بھی سینکڑوں اطراف میں منتشر ہو گئی۔ اس کی حالت اس وقت بعین ہی اس جہاز کی مانند تھی جو سمندر کے خوفناک طوفان میں تھیرکے کھا رہا ہو۔ چکروردھن نے جو تیز رفتار گھوڑے پر سوار تھا تعاقب کر کے ان کا راستہ روک دیا۔ اور ان کے سروں کو اپنی تلوار کے ذریعے صفوں کی صورت میں کاٹ ڈالا۔ جس وقت چکرورمن میدان جنگ میں دوڑتا پھرتا تھا تو اس کے میں دی گئی ہے اسے مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو زمانہ حال کے خیالات کی رو سے یہ رقم چنداں زیادہ نہیں۔

۳۹۵۔ یہاں داروا بھیسار کے جس راجہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد غالباً وہی نرواہن ہے جو خاندان لوہر کے شجرہ نسب میں راجہ نرواہن داروا بھیسار کے بیٹے کے طور پر مذکور ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ داستان کے سلسلہ میں یہ بات کہیں معلوم نہیں ہوتی کہ داروا بھیسار کا راجہ جو شنکرورمن کے جنوبی مہم اختیار کرنے پر پہاڑوں میں چھپ گیا تھا اب کیونکہ اس راجہ کے قابو میں آگیا۔

۳۹۹۔ دوارا دیھپ کے لفظی معنی درے یا دروں کے مالک کے ہیں اور اس کے مترادف الفاظ دوارپتی۔ دوارایش۔ دوارا دیھشور۔ دوارنا ایک۔ دوارا دی کارن وغیرہ اس کتاب میں جا بجا مختلف موقعوں پر استعمال ہوئے ہیں۔ ٹرائٹر اور لاسن صاحب نے اس کے معنی چیف چمبر لین کے لئے ہیں اور مسٹر جوگیش چندر نے دوارنامی

سرکی پگڑی (سیرپٹ) کی جھالیں شیر سبر کے گھنے ایال کی مانند دکھائی دیتی تھیں۔
غرض کہاں تک بیان کیا جائے پانچ چھ ہزار تنتریں لوگ تھوڑے عرصہ میں میدان
جنگ کے اندر کام آئے اور چکرورن نے انہیں لڑائی کے گھسان سے نکال کر
زمین پر گدھوں کے سایہ میں آرام کی نیند سلا دیا۔ بہادر شنکر وردھن نے
معاپنے شریف النسل اور ستودہ صفات مردہ ہمارا ہیوں کے بہادروں کے بستر
(میدان جنگ) کو مزین کیا۔ تنتریوں پر کسے رشک نہیں آتا جنہیں اپنے
اتحاد کے باعث کامیابی حاصل ہوئی تھی اور جو متحدہ صورت میں ہی اپنے انجام
پر پہنچ گئے۔ بُری زندگی والے تنتریوں نے اس سے پہلے ظالم سپیروں کی طرح
غزت کے مستحق بنے نظیر اور اعلیٰ النسل کے شہزادوں کو پالتو سانپوں کی مانند
بالکل محتاج بنا دیا تھا اور اپنے ذاتی فوائد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر روز کے

کسی مفروضہ صوبہ کے منتظم کے۔ لیکن جب تمام شلوکوں کا غور کے ساتھ مطالعہ کیا جائے
تو یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد اس انسرا اعلیٰ سے تھی جس کے سپرد دادیئے
کشمیر کے دروں کا انتظام تھا۔ قبل ازیں نوٹ ۵۵ کتاب ہذا میں یہ بات واضح کی جا چکی
ہے کہ اس قسم کے دروں کو دوا رہی کہا کرتے تھے۔

محولہ بالا نوٹ میں اس بات کا ذکر آچکا ہے کہ تمام اوقات میں ان دروں کے انتظام
کو کس قدر اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ کشمیر کے چاروں طرف پہاڑ اس طرح عظیم دیواروں
کی صورت میں کھڑے ہیں کہ کسی غیر ملکی حملہ آور کو داخل ہونے کے بہت ہی کم راستے مل
سکتے ہیں۔ موجودہ صدی تک کی تاریخ کشمیر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان راستوں ہی
کی محافظت پر ساری وادی کی محافظت کا دار و مدار ہوتا تھا۔ اس سے ہم یہ آسانی سمجھ
سکتے ہیں کہ ان دروں کی محافظت اور مقامات نگہانی کا عام انتظام کس لئے ایک خاص افسر
اعلیٰ کے سپرد کیا جاتا تھا۔

نئے نئے مطالبات سے چالاکی کے ذریعے انہیں شرمساری کی نوبت تک پہنچا دیا
تھا چکرورمن کو اس حقارت آمیز سلوک پر سخت غصہ تھا اور اس نے ایک
لمحہ میں انہیں اس طرح تباہ کر دیا گویا کہ وہ ایک بڑا سانپ تھا اور اس کی خفیہ
نفرت تیز زہر کا درجہ رکھتی تھی۔

راجہ چکرورمن (بارسوٹم)

۱۳۶ء تا ۱۴۷ء

اس کے بعد اگلے روز جبکہ بہادر شمشیر وردہن تنترینوں کی منتشر جمعیت کو جمع
کر رہا تھا چکرورمن اپنی فتح کی شان و شوکت میں باجگزار وایاں ریاست۔ وذا

یہ بات کہ دو ارادھیب یا دو رپتی وغیرہ کے نام کے افسروں کا کام یہی ہو کرتا تھا۔ آخری
دو ترنگوں کے بعض بعض شلوکوں سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ ترنگ ۸ کے شلوک ۴۲۲ میں
یہ بات بوضاحت بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کے سپرد دو ارکا انتظام ہوتا تھا اُس کے اندر
سپاہیانہ صفات کا ہونا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی لازم ہوتا تھا کہ وہ کڑے سے کڑے
فرائض کی انجام دہی میں پہلو تھی نہ کرے۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۲۱۷ میں دو ارادھی کار کے
نام کے افسر کا ذکر آتا ہے جو کبیش قوم سے لڑتا ہوا بہادری سے جان دیتا ہے۔ قبل ازیں
نوٹ ۷۱۱ کتاب ہذا میں یہ بات بتلائی جا چکی ہے کہ اس قوم کے لوگ وادیئے کشمیر کے
جنوب مغربی علاقوں پر قابض تھے اور ہمیشہ یہاں کے حکمرانوں کو تکلیف دیتے رہتے تھے۔
ترنگ ۷ کے شلوک ۵۷۶ و ۵۷۷ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ درے کا افسر بہادر کہ درپ
راچپوری اور دوسرے سردی علاقوں کی مہموں میں اکثر مصروف رہا کرتا تھا۔ اُس کے نشان
کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابل نوٹ ہے کہ وہ چونکہ دولت مند تھا اس لئے ایک بہت

اور ایک انگلوں کے حلقے میں گھرا ہوا جو اس کے ساتھ شامل ہو چکے تھے شہر کے اندر داخل ہو گیا اس کی فوجیں جو نعرے مارتی ہوئی مختلف سڑکوں پر چل رہی تھیں افق تک پھیلی ہوئی تھیں اپنے سواروں کے حلقے میں وہ ایک اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر جو ناچتا ہوا چلتا تھا سوار تھا۔

اس کے بائیں ہاتھ میں باگ تھی اور جب کبھی اُس کا خود نیچے کو سرک جاتا تھا تو یہ اُس ہاتھ سے اُسے اوپر کو اٹھا دیتا تھا۔ اس کے دوسرے پسینے سے تر ہاتھ میں تلوار تھی جس پر سورج کی روشنی منعکس ہو کر اس کے کانوں کے کندھوں پر پڑتی تھی۔ اس کے تند چہرے پر بھوؤں میں بل پڑے ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بلند زرہ اس کی گردن کو تکلیف دے رہی ہے۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر ہر شخص کو خوف آتا تھا جن لٹیروں نے دوکانوں وغیرہ کو

بڑی مسلح جماعت قائم رکھ کر اپنے فرائض کو سرانجام دے سکتا تھا۔ بعد ازاں جب کندرپ نے دوبارہ درے کا چارج اپنے ہاتھ میں لے لیا تو جیسا ترنگ، کے شلوک ۵۸۱۹۶۶ سے ظاہر ہوتا ہے اس نے بھون راج نامی مدعی حکومت کے کامیابی کے ساتھ داخل ہونے سے روکا تھا۔ اسی نے باغی شہزادہ وجے مل کو علاقہ دردی سڑکیں بند کر کے فرار ہونے سے روکے رکھا تھا۔ دیکھو ترنگ، شلوک ۹۱۲۔ خاندان شاہی کے ایک رکن مل نے جبکہ کلش کے ماتحت اُسے ہارنٹی طور پر دوارپتی کا عہدہ حاصل تھا پاس کے والیان ریاست سے جنگ کی تھی اور جیسا کہ ترنگ، کے شلوک ۵۸۴ سے واضح ہوتا ہے اُرشا پر بھی حملہ کیا تھا۔ ترنگ، کے شلوک ۱۱۷۲ میں ایک اور درے کے افسر کا ذکر ہے جس نے ایک سرحدی قلعے کے حاکم پر اپنے عدالتی اختیارات سے کام لیا تھا۔

ترنگ، میں جا بجا مختلف درے کے حاکموں کے متعلق ذکر آتا ہے کہ انہیں فوجی اختیارات بھی حاصل ہوتے تھے بالخصوص سرحدی علاقوں کے فسادات کے متعلق دیکھو

لوٹ لیا تھا انہیں اس نے نفرت آمیز الفاظ سے دھمکایا۔ اور اپنے سر اور آنکھوں کے اشارہ سے خوف زدہ اہل شہر کو تسلی دی۔ فوجی نقاروں کی آواز سے جس کے باعث اہل شہر کی دعائیں سنی نہ جاتی تھیں کان پہرے ہوئے جلتے تھے۔

جس وقت راجہ فتح کی خوشی میں عظیم الشان تخت پر بیٹھا تو بھوبھت شمشو وردہن کو پائیز نجیر کئے اس کے سامنے لایا۔ اور اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے چندال کی طرح راجہ کے سامنے ہی گرفتار شمشو وردہن کو جس نے مارے ڈر کے آنکھیں بند کر لیں تھیں قتل کر ڈالا۔ شمشو وردہن کے بعد نوکروں نے مقدس قانون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دغا بازی سے راجاؤں کو جن کی عزت انہیں باپ کی طرح کرنی چاہئے تھی قتل کرنا شروع کر دیا۔

ترنگ ۸ شلوک ۵۷۴-۵۹۲-۷۲۶-۱۰۰۵-۱۸۳۲-۱۹۲۷-۲۲۸۱-۲۵۰۳ وغیرہ۔

دوار کے عہدے کے متعلق اکثر تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہیں جس قسم کے فقرات استعمال کرتا ہے (مثال کے طور پر دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۵۷۸-۵۹۷ و ترنگ ۸ شلوک ۶۳۳-۶۵۴) ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عام طور پر درے کا چارج صرف ایک ہی شخص کے سپردہ سکتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ تصدیق اس بارہ میں یہ ہے کہ آخری دو ترنگوں میں جن جن دوار پیتوں کا ذکر آیا ہے ان میں کہیں یہ نہیں پایا جاتا کہ ایک ہی وقت میں کسی ایک درے کے ایک سے زیادہ افسران اعانتین تھے۔

یہ بات اس لحاظ سے زیادہ قابل غور ہے کہ اس سے یہ فرق ظاہر ہوتا ہے جو زمانہ ہنود کے دوار پتی اور زمانہ بعد کے مارگیشوں (راستوں کے محافظ) میں پایا جاتا تھا یا رگیشوں کے لئے دوسرے الفاظ مارگپ۔ ادھوپ۔ ادھویش۔ مارگ پیش استعمال ہوئے ہیں اور عام طور پر ان کے متعلق صیغہ جمع ہی استعمال کیا گیا ہے۔ دیکھو سری ور کی راج ترنگنی

جب راجہ چکرورمن سلطنت کو اپنے دشمنوں سے پاک کر چکا تو تھوڑی مدت گزرنے پر ہی وہ نہایت معزور ہو گیا اور ظالمانہ اور بُرے کام کرنے لگ گیا۔ چونکہ وہ اپنی بہادری کے کاموں کی مبالغہ آمیز کیفیت سنکر بہت خوش ہوا کرتا تھا اس لئے خوشامدیوں - بھٹوں اور چا پلوسوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا۔ جھوٹی تعریفوں سے دھوکے میں آ کر وہ اپنے آپ کو دیوتا سمجھنے لگ گیا اور اس قسم کے افعال سرزد کئے جن میں انصاف نام تک کو نہ تھا۔

رنگ نامی ڈوم کی [اسی زمانے میں راجہ نے اپنے دربار کے استقبالی کمرے میں رنگ نامی ایک مشہور **رسائی دربار میں**] ڈوم گویئے کو جو باہر سے آیا ہوا تھا شرف حضور سی بخشا۔ دربانوں نے وزیر اور وایان ریاست کو درجہ بدرجہ بٹھا کر راجہ

ترنگ ۳ شلوک ۴۸۲ ترنگ ۴ شلوک ۱۳۷-۱۵۴-۲۲۵-۳۵۴-۱۸ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے زمانہ کے بلکوں سے مراد لی گئی ہے۔ یہ ایک قسم کے باجگذا حکمران ہوا کرتے تھے جن کے سپرد خاص خاص دروں کا انتظام موروثی چلا آتا تھا۔ اور ان دروں کے سرحدی علاقوں کے متعلق انہیں قلعہ بند سپہ میا کرنا پڑتی تھی جس کے عوض بعض بعض علاقوں کی آمدنی انہیں دی جاتی تھی دیکھو سٹائن صاحب کے نوٹ متعلقہ راستہ پیر پنچال صفحہ ۳۸۳ دہوگل صاحب کی کتاب "کشمیر" جلد ۱ صفحہ ۳۴۷ و جلد ۲ صفحہ ۱۹۷۔

سکھوں کی فتح کے زمانہ تک ان بلکوں کے اختیارات اور حقوق نہایت وسیع ہوا کرتے تھے تاہم یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں انہیں زمانہ قدیم کے درنگ آدھیپوں یا سرحدی مقامات کے کمان افسروں کی حیثیت میں سمجھنا چاہئے جن کا ذکر کلمن نے مختلف راستوں کے متعلق کیا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ درے کے افسر نہ ہوا

کے سامنے کھلی جگہ چھوڑ دی محفل چراغوں کی روشنی سے منور تھی جن کی چمک سفید پگڑیوں کی وجہ سے دو بالا ہو رہی تھی۔ اور ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے شیش ناگ کی سیج سانپوں کی نیوں اور جواہرات سے بڑی ہوئی ہونے کے سبب جگمگاتی ہے۔ شام کی ٹھنڈی ہوائیں جو محل شاہی کی عورتوں کی محطر زلفوں سے چھو کر آتی تھیں ہر طرف خوشبو پھیلا رہی تھیں۔ گول کھڑکیوں کی قطاریں رنواس کی اُن خوشدل اور آہو چشم عورتوں کے چہروں سے منور تھیں جو جلسہ موسیقی کا لطف حاصل کرنے آئی تھیں۔ آخر کار وہ ڈوم گویا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنہوں نے مالاٹیں۔ سنہری بازو بند۔ پونچھیاں اور اوزیورات پہنے ہوئے تھے آگے بڑھا اس کی دو مست آنکھوں والی لڑکیوں ہنسی اور ناگ تانے یہ عالم کر دیا کہ حاضرین مارے حیرت کے گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے تھے۔ اور صورت نقش بیوہ

کرتے تھے جن کے سپرد وادی میں داخل ہونے کے راستوں کا انتظام ہوتا تھا۔

دوراپتی کا سرکاری عہدہ بظاہر ایک اعلیٰ درجہ کا ہوا کرتا تھا کیونکہ کہن نے اس کا ذکر وزیر اعظم (سروادھیکار) کمانڈر انچیف (کمپن) چیف جسٹس (راجستھان) اور عہدہ پاواگر کے ساتھ ساتھ کیا ہے۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۱۷۸ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ عہدہ منڈلش یعنی گورنر سے بڑا ہوا کرتا تھا۔ درے کے افسر کے متعلق کئی موقعوں پر لفظ دوار

بھی استعمال ہوا ہے دکی ترنگ ۷ شلوک ۳۶۴-۵۷۸-۵۹۵-۸۸۷-۱۱۷۸-ترنگ ۸

شلوک ۲۱-۱۷۹-۲۵۱-۱۶۳۰-۱۶۳۴-۹۶۴-درحقیقت دوار یہاں پر دوار کا یہ مذکورہ ترنگ

شلوک ۷۷-۱۱۷۸-ترنگ ۸ شلوک ۲۹۳-۷۹۰-یا دوار ادھی کار مذکورہ ترنگ ۷ شلوک ۲۱۳ کا خلاصہ

ہے۔ دیکھو لفظ کمپن کا استعمال جس کی تشریح نوٹ ۲۲۳ کتاب ہذا میں کی گئی ہے۔ ترنگ ۷

کے شلوک ۲۳۲ میں جو کلش کی تاجپوشی کا ذکر مندرج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوراپتی

سے متعلق چیف چیمبر لین کے جو فرائض منسوب کئے جا رہے ہیں انہیں درحقیقت ایک اور

۴۱۸ خاموش بیٹھے تھے۔ دوسری طرف جب ان لڑکیوں نے اپنی محبت بھری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دربار میں دوبارہ پھولوں کی بارش کر رہی ہیں۔ اس وقت ان کے گیتوں سے جو وہ راجہ کی تعریف میں راجہ عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ راجہ کو فتح حاصل ہو گا رہی تھیں سارا دربار گونج رہا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے بانسری پر پنچم کی سرقائم کی اور بغیر سر یا آنکھ کو حرکت دیئے اس طرح گاتی رہیں گویا کہ ایک ہی شخص گارہا ہے۔ راجہ بغیر حرکت کرنے کے ٹکٹکی لگائے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ لڑکیاں راجہ کے جذبات کو تاڑ کر زیادہ دلفریب طریقے پر گانے لگیں۔ اور طرفین کے خیالات کا تبادلہ نگاہوں ہی نگاہوں میں ہو گیا۔ درباریوں میں سے ایک نے راجہ کے خیالات کو محسوس کیا اور اس کے جذبے کو اس طرح اکسایا مہاراج! جس طرح کافور سے میرا شراب میں خوشبو پیدا سرکاری اہل کار سرانجام دیا کرتا تھا۔

۴۱۹ ان شلوکوں میں جو تفصیلات دی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شنکر ورن کی سہم جو راستہ اختیار کیا وہ ویرانک کی تباہی کے بعد جنوب مغربی سمت میں تھا اس صورت میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ویرانک کہیں پروادیئے وٹشٹا میں درہ بارہ مولا سے نیچے کی طرف واقع ہوگا۔ اس کی تصدیق ترنگ ۸ کے شلوک ۴۰۹ سے بھی ہوتی ہے جہاں ویرانک کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اُس جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب سسل تخت کشمیر پر قابض ہونے کے متعلق اپنی کوشش میں ناکام رہا تو اس نے عارضی طور پر ویرانک میں پناہ حاصل کر لی۔ جہاں ہکش لوگ آباد تھے۔

وہ لڑائی جس میں سسل کو اس کے دشمن سلہن کی فوجوں نے شکست دی تھی وہ ہشک پور بارہ مولا کے قریب ہی لڑی گئی تھی۔ دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۰۹۔ انجام کار سسل نے ویرانک سے اپنا قلعہ لوہر واپس لے لیا۔ سسل کو وسط موسم سرما میں شکست

ہو جاتی ہے ویسے ہی ان دو لڑکیوں کے ہونٹوں سے نکلے ہوئے گیت سے یو
لطیف آتی ہے۔ جس وقت وہ گاتی ہیں تو چاند ان کے سفید دانتوں کو بوسہ دیتا
ہے۔ اس طرح پر وہ گویا اپنے انداز۔ راگ اور ترچھی نگاہوں سے دیوتاؤں کو بھی
مست کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ جان کر کہ ہم ان کا ذکر کر رہے ہیں ہماری
طرف دیکھتی اور مسکراتی ہے۔ اور دوسری سر جھکائے گارہی ہے اس کی بالیاں
حرکت کرتی ہیں اور وہ خود دل فریب انداز کر رہی ہے۔ وہ جوان واقعی خوش قسمت
ہے جس کے ویراگ میں ایسی عورتیں گارہی ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ
شاستروں کے فرمان کے موجب ہر چیز تو منظور کر لی جائے مگر صرف ایک کو
نظر انداز کر دیا جائے۔ خوبصورتی دیکھنا گناہ نہیں۔ نہ راگ سنا گناہ ہے پھر
ایسی عورت کو چھونے میں کیا گناہ ہو سکتا ہے۔“

ہوئی تھی جبکہ وہ ٹرکیں جو سلسلہ پیر پنجال سے لوہر کو جاتی ہیں یا نکل رکی ہوئی ہونگی۔ اُس موسم
میں لوہر تک آمد و رفت کا راستہ صرف ان نچلے دروں کے ذریعے ہوتا ہے جو حاجی پیر پنجال
کے مغرب کی طرف واقعہ ہیں۔ اور آخر الذکر بارہ مولا سے نیچے وادیئے وٹشا کو علاقہ
پرنوتس یا پرنٹس سے ملتا ہے دیکھو نوٹ علیٰ ضمیمہ کتاب ہذا متعلقہ لوہر و ترنگ مہ شلوک ۲۲۵
اس لئے یہ امر اغلب ہے کہ سسل کی واپسی کا راستہ پہلے سبانب مغرب تھا اور جب وہ
ویرانگ سے فرار ہو کر لوہر پہنچا تو انہیں دروں میں سے کسی ایک کے ذریعے گیا ہوگا۔
ایک ٹیکا کارنے ویرانگ کے متعلق دوار و دیا یام ویرانگ کا لفظ استعمال کیلئے لیکن
مخفی نہ رہے کہ دوار و دیا کا لفظ اور کہیں متعل نہیں ہوا۔ البتہ ترنگ ۵ کے شلوک ۲۲۵
کی جو شرح کی گئی ہے اس میں بولیا سک واقعہ دوار و دیا کو بارہ مولا کے قریب قرار دیا گیا
ہے۔ جس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس سے مراد نچلی وادیئے وٹشا کے کسی حصہ سے
ہوگی۔ سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ ماہ مئی ۱۸۹۶ء میں کشمیر جاتے ہوئے انہوں نے جو

درباری کی زبانی اس قسم کے الفاظ سنکر راجہ کا جذبہ جو پہلے ہی بے چین ہو رہا تھا اور بھی بھڑک اٹھا۔ جس طرح بادل شیروں کو غلط راستہ پر لے جاتے ہیں ویسے ہی درباری اکثر راجاؤں کو بڑے راستہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اگر خوشامدی درباری ہیوقوفوں کو نہ بہکا سکیں تو پھر دوزخ میں کون جائے؟ راجہ نے جو رادھہ کران کی طرح فیاض تھا لیکن اس کی فیاضی غیر مستحق اشخاص کی طرف تھی ڈوموں کو ہار۔ کیور اور کنڈل بطور انعام کے دیئے اور خلوت میں چلا گیا۔ ان لوگوں پر دھتکار ہے جو معمولی گیتوں کو شاعری سمجھ کر ان پر اپنی دولت لٹاتے ہیں!! بازاری عورتوں۔ قوس و قزح اور معمولی گیت کی خوبصورتی کبھی دیرا نہیں ہوتی۔ راجہ کو ان دولہائیوں کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ اور وہ دونوں بھی گاتی ہوئی اُس سے بغل گیر ہو گئیں جس پر وہ شرمندہ سا ہو گیا۔ جوش میں راجہ کو

تحقیقات کی اس سے معلوم ہوا کہ دوار ودیا کا نام اب تک پہاڑی لوگوں میں دوار بدی کی صورت میں قائم چلا آتا ہے عام طور پر اسے وادیئے و تشٹا کے اس حصے کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے جو مظفر آباد سے بلیاس سے اوپر تھوڑے فاصلے پر ایک مقام تک پھیلا ہوا ہے۔

آگے چل کر سٹائن صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بات معلوم کر کے کہ بلیا سک یا بلیاس علاقہ دوار بدی سے ہی تعلق رکھتا ہے میں نے دیرانک کے محل وقوع کا بھی پتہ لگالیا جن باشندوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ان سب کا متفقہ بیان یہ ہے کہ دوار بدی کی شرقی بعید کی حد کو ڈنڈ نامی ایک پہاڑی کر رہا ہے جو شمال کی طرف سے موضع کوچ کے مشرق کی طرف دریا تک پھیلا ہوا ہے۔

اُس اونچے ٹیلے پر جو بائیں دریائی کنارے پر کرارہ کو ڈنڈ سے ملا ہوا ہے اور آخر انڈر کے عین جنوب میں موضع ویرن واقع ہے اس کے متعلق مجھے یہ بیان کرنے میں تامل نہیں کہ

چوپینہ آیا اس سے اس کا جسم سرد پڑ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کی خوش قسمتی کی حرارت ہمیشہ کیلئے اُسے خیر باد کہہ گئی ہے۔

محبت میں اندھے راجہ نے ہنسی کو پیرٹ رانی کا درجہ دے دیا اور وہ رانیوں میں اس راجہ تک پہنچ گئی کہ اسپر چوری کی جاتی تھی۔ جن لوگوں نے اس کا سچا ہوا کھانا کھایا وہ نہ صرف چکرور من کے دربار میں بیٹھے رہے بلکہ بعد کے راجاؤں کے درباروں میں بھی۔ ڈوموں کی مکارانہ اطاعت گذاری کی وجہ سے ہی وزرا کو عروج حاصل ہوتا تھا اور وہ اکش ٹیل وغیرہ اہم دفاتر کے عہدوں پر مامور کئے جاتے تھے۔ بعض سوپاک (ڈوم) جو بیوقوف تھے خود میثروں کی جگہ کام کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے بعض چالاک تھے وہ وزرا کی طرح سلطنت کا انتظام کرتے تھے۔

یہی ویرانک ہے۔ ویرن کا نام سرکاری پیمائش کے نقشے پر موجود نہیں لیکن اس محل وقوع اس گاؤں کی علامت ہے جو پوچ کے جنوب مشرق کی طرف قریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ موضع وادی کی سطح سے پندرہ سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور سٹائن صاف وہاں وقت کی تنگی کے باعث نہ جاسکے انہیں جو واقفیت حاصل ہوئی اس سے بھی یہی معلوم ہو سکا کہ یہاں پر کسی قسم کے آثار قدیم موجود نہیں۔

یہ امر قابل غور ہے کہ وادی کی بائیں طرف کے خاص خاص اراضی داروں کے خاندان جو ویرن کے اوپر اور نیچے کی طرف تھوڑے فاصلے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اب تک کھکھ قوم ہی کہلاتے ہیں۔ جس کے متعلق قبل ازیں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ وہ کشہ ہی ہیں۔ ایک اور بات جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویرن اور ویرانک دونوں ایک ہی ہیں یہ ہے کہ اس کا محل وقوع بلیاس یا بلیاسک کے قریب قریب مقابل کی طرف واقع ہے آخر الذکر کے متعلق ہمیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ سرحد کشمیر پر واقع تھا۔ جن حالتوں میں

دوموں کا عروج { لیٹروں کو وزیر سوپاک عورت کورانی اور سوپاکوں کو دوست بنانے کے بعد راجہ چکرورمن کے لئے اور کونسی عجیب بات کرنی باقی رہ گئی تھی؟ جب سوپاک عورت نے حیض کے بعد غسل کیا تو اس نے حیض کے خون آلودہ کپڑے بطور انعام کے تقسیم کئے اور درباری بڑے فخر سے انہیں پہنکر دربار میں آئے۔ ایسا کوئی بھی نہ تھا جس نے راجہ کی دشمنی کی پرواہ نہ کر کے سوپاکوں کا جو ٹھاٹھا نا نہ کھایا ہونے الحقیقت اگر ایسا کوئی شخص ہوتا تو وہ سوم پینے والے دیوتاؤں کی طرح شمار کیا جاسکتا تھا۔ یقیناً اُس زمانے میں اس ملک کے اندر طاقتور دیوتا موجود نہ تھے ورنہ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایک سوپاک عورت اُنکے مندروں میں داخل ہوتی۔ جب وہ تل دواوشی کے تیوہار کو لان سوامن نامی وشنو کے مندر میں گئی تو سرداروں

ویرانک کا ذکر اس شلوک اور ترنگ ۸ کے شلوک ۲۰۹ میں آیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ بھی کشمیر کی اُس سرحد کے قریب واقع تھا جو قبیلہ کش کی جانب تھی۔

۲۰۱ اگلے شلوک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شنگرورمن کی مہم وادیئے سندھ کے ان حصوں کی طرف سر ہوئی ہوگی جو ہزارہ (اُرشہ) کے شمال مغرب کی طرف واقع ہیں۔ کشمیر سے ان علاقوں کی طرف جانے والا سہل ترین راستہ وٹشا کے کنارے کنارے منظر آباد کے قریب والے عظیم موڑ تک ہے جہاں دریا اپنے شمال مغربی رخ سے پلٹ کر جنوب کو ہولیتلپے اور اس سے آگے وادیئے گن ہر کی طرف بجا نب شمال یا مانسرہ میں سے ہوتا ہوا بجا نب مغرب چلتا ہے ترنگ ۵ کے شلوک ۲۲۵ میں بلایا سک کا جو ذکر آیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ راجہ کی فوج جب کشمیر کو واپس کوچ کر رہی تھی تو اُس نے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔ اس سے پہلے فوٹ میں ویرانک کے محل وقوع

میں سے صرف معزور ڈامر ہی ایسے تھے جو اس کے پیچھے نہ گئے۔ ڈوموں کو راجہ سے تعلق رکھنے کا بہت بڑا فخر تھا اور ان کے منہ سے جو حکم نکلے ضروری تھا کہ ہر شخص اُسے حکم شاہی کی طرح فوراً بجالائے۔ جب راجہ نے ہیلو کا گاؤں انگ کو بطور اگر مار کے دیدیا لیکن افسر پیٹھ (پٹو پادھیائے) کو اس کے متعلق وٹاؤز تیار کرنے میں دیر ہو گئی تو انگ سیدھا اکش پٹل دفتر میں پہنچا اور وہاں جا کر غصے میں اس اہلکار سے کہنے لگا۔ ”اُو غلام زادے! تو نے کیوں یہ لکھ کر نہیں دیا کہ ہیلو انگ کو دیدیا جائے۔“ انگ کی تیوری سے خوف کھا کر اس نے کاپیتے ہوئے فوراً دستا ویز تیار کر دی۔ ایک بد چلن راجہ کے عہد میں کونسی بات خلاف آداب واقع نہیں ہو سکتی؟

جب اس شریر راجہ نے اس نیچ قوم کی عورت سے اختلاط رکھنے کا پراپٹ کے متعلق جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مہم کی روانگی کے وقت بھی وہی راستہ اختیار کیا گیا ہوگا۔ اس راستہ کے ذریعے سندھ کے جن علاقوں تک پہنچا جا سکتا ہے ان میں سے بعض مثلاً چیلاس اور سرن عین شمال اور باقی کشمیر کے شمال مغرب کی طرف واقع ہیں۔ اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے آراپتھ کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ کافی طور پر صحیح ہے۔

۵۴۰۲ ارشہ بلاشبہ اس پھاڑی علاقے کا نام ہے جو دریائے ونشٹا کے بالائی حصے اور سندھ کے مابین واقع ہے۔ اس کا بہت بڑا حصہ اب انگریزی ضلع ہزارہ میں آچکا ہے۔ سب سے پہلے لاسن صاحب نے ارشہ سے مراد وہ ملک خیال کی تھی جس کے متعلق بتلی موس نے اپنی کتاب کی جلد ۲، فصل ۱۵ پر بیان کیا ہے کہ وہ بد پس اور سندھ کے مابین واقع ہے۔ ہیومن سائنگ نے اس کا ذکر ”وولاشی“ کے نام سے کیا ہے جو بقول اُس کے کشمیر کے شمال مغرب کی طرف واقع تھی اور اسی پر ہرات میں ارودا

پوچھا تو اس کے خوشامدیوں نے اُسے مضحکہ خیز طریقے بتائے اور کہا کہ جس طرح برف برف کو گلا دیتی ہے ویسے ہی ایک گناہ دوسرے کو زائل کر دیتا ہے۔ ایک ناپاک عورت سے اختلاط رکھنے کے گناہ کو ایک پاک عورت سے اختلاط رکھ کر دور کرنے کی خواہش سے اس نے ایک برہمن کی عورت کو جس نے ماہوار برت رکھا ہوا تھا بے عزت کیا۔ اُس زمانہ میں بعض برہمن اس سے بھی زیادہ پرگناہ تھے جنہوں نے اس کے محل میں کھانا کھا لیا اور اس سے اگر ہار لینے قبول کئے۔ ہر چند کہ وہ اس قدر بُرا تھا تاہم اس نے پشتوپت کے عابدوں کے لئے چکر مٹھے تعمیر کرایا لیکن ابھی یہ آدھا ہی بنا تھا کہ راجہ مرگیا اور اُسے اس کی بیوی نے مکمل کروایا۔

ڈامروں کی سابقہ امداد کو بھلا کر ایک سو پاک عورت کے شاہی عاشق نے رکھتی تھی۔

مہا بھارت میں اُرگا کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اُس سے غالباً ارشہ ہی سے مراد ہے سکندر اعظم نے پنجاب پر جو چڑھائی کی تھی اس میں اس علاقے کے راجہ کا نام اس کس لکھا ہے۔ دیکھو لاسن صاحب کی کتاب انڈس آف ٹھمس کنڈ جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶۔ ہیون سانگ کے زمانہ میں ارشہ اور اس کے دار السلطنت کی جو وسعت ہو کر تھی اس کے متعلق دیکھو کننگھیم صاحب کی کتاب جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۰۳۔ نیز انڈین اینٹی کوٹی جلد ۲ صفحہ ۳۳۶۔

مسلمانوں کے عہد حکومت میں یہ سارا پٹاری علاقہ پکھلی کے نام سے مشہور تھا دیکھو ایلگری جلد ۲ صفحہ ۳۹۰۔ ہزارہ کے نام اور اس ضلع کی جدید تاریخ کے متعلق دیکھو گریٹر اٹ ہزارہ ڈسٹرکٹ صفحہ ۱۸۸۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سکھوں کے عہد حکومت میں بھی اس علاقے کے شمالی حصوں پر کشمیر کی طرف سے حکومت ہو کر تھی۔

انہیں بے گناہ دھوکے سے قتل کروادیا گو وہ اس پر اعتبار کرتے تھے۔ اسپرچہ ڈامر لٹیرے جو اس کے نزدیک معتبر تھے اس غرض سے اس کے پاس رہتے رہے کہ داؤ لگے تو دھوکے سے اسے مار ڈالیں۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے رات کے وقت دیکھا کہ راجہ غیر مسلح حالت میں سو پاک عورت کی خواہگاہ کے قریب ایک کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ جب انہوں نے یہ موقع دیکھا تو سب نے جلدی سے چاروں طرف سے اسپر بے شمار تیز ہتھیاروں کے وار کئے اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند کی خاری تھی مگر ہتھیاروں کی چوٹوں نے اسے بیدار کر دیا۔ اس وقت اس نے اس قسم کی دردناک چیخیں ماری شروع کیں جیسے کوئی شخص کنارے سوتا ہوا تالاب میں گر پڑے۔ چونکہ وہ غیر مسلح تھا اس لئے ہتھیار کو ڈھونڈتا ہوا خون میں شرابور دوڑتا ہوا خواہگاہ میں داخل

کلہن نے اُرشہ کے متعلق جس قدر حوالے دیئے ہیں اُن سے نہ صرف اس شناخت کی بوسے طور پر تصدیق ہوتی ہے بلکہ وہ قریبی تعلق بھی ظاہر ہوتا ہے جو میون سانگ کے زمانہ میں اسے کشمیر کے ساتھ تھا۔ اور اس کے بعد عرصہ تک قائم رہا۔ کلش کے زمانہ میں اُرشہ پر ایک کشمیری فوج نے قبضہ کر لیا تھا جو دریائے کرشن یا کرشن گنگا کو عبور کر کے وارا نا پانچ تھی۔ کشمیر سے ہزارہ کو براہ راست جو راستہ اب جاتا ہے وہ اس دریا کے اوپر سے اس جگہ ہو کر گذرتا ہے جہاں منظر آباد کے مقام پر دریائے ونشٹا سے اُس کا مقام اتصال ہے۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ مُنگ کا بیٹا ابھے راجہ اُرشہ دربار کلش میں محہ اور یا جگدر راجاؤں کے حاضر ہوا تھا۔ ابھے کی دختر کی شادی راجہ ہرش کے بیٹے بھوج سے ہوئی تھی۔ دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۶۔ اُرشہ کی طرف سے خراج کی ادائیگی کا ذکر سوسل کے عہد میں آتا ہے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۵۷۔ اور دوتی راجہ اُرشہ پرچے سنگھ نے جو فتح حاصل کی اس کا کلہن کے اپنے زمانہ میں پتہ ملتا ہے۔ دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۳۷۰۔

ہو گیا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے حملہ آور بھی تھے۔ اُسے کوئی ہتھیار نہ مل سکا اور روتی ہوئی سپاکی نے اُسے چھاتی سے لگا لیا مگر حملہ آوروں نے اسی حالت میں اسے قتل کر دیا۔ اور راجہ کی اپنی رانیوں سے ترغیب پا کر انہوں نے ایک برٹے سے پتھر سے نزع کی حالت میں اس کے گھٹنوں کو توڑ ڈالا۔ غرض اس راجہ کو جو سو پاکوں کے بس میں پڑ چکا تھا لٹیروں نے ایک کمرے کے اندر لوگ ستمبر ۱۳۰۱ء (۱۹۳۷ء) کے ماہ جیٹھ کے شکل پکش کی آٹھویں تاریخ کو کتے کی طرح قتل کر دیا۔

شلوک ۲۲۵ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کشمیری فوجیں بلیا سک کے قریب سرحد کشمیر میں اُس مقام سے چل کر جہاں شنکر ورن زخمی ہوا تھا چھ دن کے عرصہ میں پہنچی تھیں۔ نوٹ ۱۲۴ کتاب ہدایں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ یہ مقام موجودہ بلیاس ہی تھا جو کہتئی سے نیچے چار میل کے قریب وٹشٹاکے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ آخر الذکر مقام سے اب تک اس بات کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ ضلع ہزارہ کے جدید انتظامی مرکز ایبٹ آباد میں چھ روزانہ کوچوں میں پہنچ سکتے ہیں دیکھو ڈریو صاحب کی کتاب "جموں" صفحہ ۵۲۸۔ اس موقع پر مظفر آباد گڑھی حبیب اللہ اور مانسہرہ کا جو راستہ اختیار کیا گیا تھا اُسے ہمیشہ کشمیر سے مغربی علاقوں میں پہنچنے کا سہل ترین راستہ خیال جاتا رہا ہے۔ اس صورت میں یہ خیال کر لینا چنداں بعید از قیاس نہیں کہ کشمیری فوج بھی بوقت واپسی اسی راستے گئی ہو۔ اس سے اور فاصلوں کی یکسانیت سے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ باشندگان اُرش سے جو مٹھ بھیڑ ہوئی اور جس میں شنکر ورن کو مہلک زخم آیا وہ ایبٹ آباد کے قریب ہی کہیں پہاڑیوں میں ہوئی ہوگی۔ اس بارے میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کنگیم صاحب نے اپنے جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۰۴ پر بیان کیا ہے کہ عام لوگوں کے خیال کے مطابق منگلی جس کے اندر قدیم صدر مقام واقع ہے وہ مانسہرہ اور ایبٹ آباد کی درمیانی سڑک پر واقع ہے۔

راجہ اُمتاوتی

۹۳۷ء تا ۹۳۹ء

اس کے بعد شروت اور دوسرے بیوقوف وزیروں نے پارتھ کے شریر بیٹے اُمتاوتی کو تخت نشین کر دیا۔ سوپاک کے شریر عاشق کے بیٹروں کے ہاتھوں بوقت شب قتل ہونے کے بعد رعایا کے گناہوں کی وجہ سے ایک ایسا شخص جو شریر (چکرورن) سے بھی بدتر تھا راجہ بنا۔ میں اپنے راگ (داستان) کو بمشکل آگے چلا سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ ایک خوف زدہ گھوڑی کی طرح اس راجہ کے حالات کی برائیوں کو چھونے سے ڈرتا ہے۔ جس طرح اور سب قسم کی آگ

۴۰۳ سوپاک کے لغوی معنی کتا پکانے والے کے ہیں لیکن یہ لفظ عام طور پر ادنیٰ درجہ کی جماعتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کلمن نے اس لفظ کو ڈوم وغیرہ کے مترادف الفاظ کی حیثیت میں استعمال کیا ہے۔

۴۰۴ ایک ٹیکا کاتنے بلیا سک کا محل وقوع بارہ مولا کے قریب دواروتی میں قائم کیا ہے۔ اس سے پہلے نوٹ ۴۰۳ کتاب ہذا میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے۔ کہ دواروتی سے مراد موجودہ دواربدی سے ہے جو وادیئے وٹٹا کے اُس حصے کا نام ہے جو مظفرآباد سے اوپر کی طرف موضع بلیا سے پرے تھوڑے فاصلہ تک پھیلا ہوا ہے آخر الذکر مقام پر جو دریائے وٹٹا کے دائیں کنارے پروا قعہ ہے اور مظفرآباد سے کشمیر جانے والی پورانی سڑک پر ہمیں بلیا سک کا صحیح پتہ مل سکتا ہے۔

پلیاس کا نام جو نقشے پر اس کے بجائے دکھایا گیا ہے اُسے پہاڑی لوگ عام طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن جو کشمیری بارہ مولا سے نیچے کی طرف وادی میں مقام کہتے ہیں۔

(وہ آگ جس کا سمندر کے نیچے ہونا بیان کیا جاتا ہے) پانی کو بھسم کر دیتی ہے۔ ویسے ہی یہ دیوسیرت بدراجہ آگ کے چل کر اپنے آبا بئی خاندان کی تباہی کا باعث ثابت ہونیوالا تھا۔ اس کے ورزائے خاص اس قسم کے لوگ تھے جو اپنی ناکوں اور نجلوں وغیرہ کے ذریعے موسیقی کی سریں پیدا کر سکتے تھے اور جو گھونسل اور تھپڑوں کے ذریعے کھوپریوں کو بجا سکتے تھے۔ سفری گویوں کی حیثیت میں وہی وزیر جنہوں نے مناسب وقت گزرنے پر خود حکمران بتا تھا بڑی بے حیائی کے ساتھ اُسے خوش کیا کرتے تھے۔

بروگیت کا عروج لیکن ان سب میں پیارا اُسے پروگیت تھا جو برسرِ ربا دھوتی اُتار کر ناچا کرتا تھا۔ تنتریوں کے فساد کے بعد سے پروگیت ایسے راجاؤں کو دیکھتا آیا تھا جو کیڑوں کی اتند (حقیر) تھے

ہٹیاں اور دوسرے مقامات پر آباد ہیں وہ اس کا تلفظ بلیاس ہی ادا کرتے ہیں۔ اس کے متعلق سٹائن صاحب نے مختلف موقعوں پر مختلف مقامات میں تحقیقات کر کے تصدیق کر لی ہے۔ آواز کی رو سے بلیاس براہ راست بلیاسک ہی سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بلیاس نے اپنا نام اُس مشہور آبادی کو دے دیا ہے جو اس موضع کے شمال کی طرف واقع ہے۔ بلیاس اور وادیئے وٹٹا میں علاقہ کشمیر کی قدیم سرحد پر بلیاسک کے محل وقوع کے متعلق دیکھو نوٹ ۴۰۵ کتاب ہذا۔

۴۰۵ ویلاوت کے مغزے مشتبہ ہیں۔ یہ لفظ دوبارہ ترنگ ۶ کے شلوک ۷۳۔

۱۰۶- اور ۱۲۷ میں استعمال ہوا ہے۔ جہاں پر یہ راجہ بیشا سکر کے کسی اہلکار یا درباری کے عہدے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ترنگ ۶ کے شلوک ۱۰۶ میں ولاوت کا ذکر راجہ کے دوستوں۔ رشتہ داروں اور نوکروں کے ساتھ آیا ہے۔ ترنگ ۶ کے شلوک ۳۲۲ میں ایک ویلاوت کا ذکر ہے جو رانی دوا کا منظور نظر تھا۔ اس لفظ کی ترکیب پر شادو

اور ہمیشہ سے اس کا ارادہ تخت پر خود قبضہ کرنے کا چلا آتا تھا۔ آخر کار تخت کی پوشیدہ خواہش میں اس نے پانچ دزرائے خاص یعنی بھوبھکت وغیرہ سے دوستی گانٹھی اور سب نے پیت کوش پر حلف لیا۔ حلف لینے والوں کے نام بھوبھکت - ثروت - چوج - کوند اور امرتا کرتھے۔ اور ان سب نے مل کر پروگپت کے ساتھ سازش کر لی۔ ڈامر سنگرام کے گھر میں ایک بڑا شجاع برہمن رکنامی رہا کرتا تھا جسے جھیل گورکشا^{۲۲۲} کے پانی میں شری دیوی کے درشن ہوئے تھے۔ جس زمانہ میں وہ محض ایک پیادہ سپاہی تھا راجہ نے میدان جنگ میں اس کی شجاعت دیکھی تھی۔ جس پر اس نے اس لیچم و شچیم اور بڑ پٹیو آدمی کو وزیر اعظم رکھ کر مترتا کا عہدہ دیدیا تھا۔ شری دیوی جس صورت میں اُسے جھیل میں نظر آئی تھی اسی میں اس نے رک گیا دیوی کے نام سے اس کی مورتی کھڑی کی۔

سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ جس کے معنی منظور نظر کے ہیں دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۲۹۔ ۲۵ وغیرہ۔

۴۷۶ خاندان شاہی۔ اُن کے دار السلطنت اود بھاٹہ اور وے ہند کے متعلق دیکھو

نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔ ترنگ ۵ شلوک ۱۵۵، ۱۵۶۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے مضمون بہ عنوان ”زرگیں شیش ڈر کاہن ان کابل“ کے صفحہ ۲۰۰ پر یہ بات ثابت کی ہے کہ تورمان ملک وہی ملک ہے جو البرونی کی فہرست میں ہندو خاندان شاہی کا تیسرا راجہ تھا۔ جامع الحکایات میں ایک کہانی مندرج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان کا رائے تھا۔ اور شہنشاہ تارنشہ میں عمرو بن لایس (عمرو بن عاص) حاکم خراسان کا ہم عصر ہو گزرا ہے۔ یہ واقعہ اُس تاریخ سے بہت کچھ مطابقت رکھتا ہے جس کے متعلق کتاب میں درج ہے کہ اُس وقت پر ملک کو گدی نشین کیا گیا اور دار السلطنت شاہی پر پڑھائی کی گئی تھی۔ جس نامعلوم شاہی کی بجائے ملک کو

شریر پر و گیت کے ابا پر جو یہ چاہتا تھا کہ میدان صاف ہونے پر بس تخت پر قابض ہو جاؤنگا اس راجہ نے اپنے خاندان کو تباہ کر دیا۔

پارتھ کا قتل پارتھ جس کی ساری جائداد یہ حاصل کر چکا تھا معہ اپنی بیٹیوں کے مشہور ہے اندر دھار میں رہا کرتا تھا۔ جہاں شرمیوں کی طرف سے اُسے کھانا ملتا تھا۔ شنکر ورمن اور اُس کے بھائیوں کو جو ابھی بچے ہی تھے اور وہاں رہا کرتے تھے اس نے قید کر کے فاقوں مروادیا وہ اپنے باپ کو جان سے مارنے کا خواہشمند تھا جس پر اس نے ان وزیروں کو جنہوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا سروپا عنایت کئے اور باقیوں کو پابنر بھیج کر دیا۔ آخر کار ایک خاص رات کو وزرا۔ والیان ریاست۔ تنترینوں۔ اہلکاروں اور فوجوں نے اس کا حکم پا کر پارتھ کو محصور کر لیا۔ کوہ اور راجہ کے دوسرے منہ لگے نوکروں نے

بقول کلہن تحت نشین کیا گیا تھا وہ شاید سامند (سامنت) یعنی البرونی کی فرست کا دوسرا شامی فرمان روا تھا۔

تورمان کا نام ترکی ماخذ سے نکلا ہوا ہے اور اس جگہ ایک ایسے خاندان کے متعلق اُسکا استعمال خالی از دہیسی نہیں جس کی نسبت البرونی صاف طور پر لکھتا ہے کہ وہ برہمن الاصل تھا لیکن ہمیں معلوم ہے کہ یہ خاندان ایک قدیم خاندان کے بعد جو بلاشبہ ترکی نسل سے تھا قائم ہوا تھا۔ اور اس لحاظ سے اس بات کا بہ آسانی پتہ چل سکتا ہے کہ کیونکر یہ نام قائم چلا آیا۔ سمٹ شاہی کا ذکر سٹائن صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ ۴۹۸ء ایک ٹیکا کارگوپال کے بجلے گوری پور لکھتا ہے آخر الذکر سے مراد غالباً موجودہ گوری پور کا وہ چھوٹا سا گاؤں ہے جو انتہی پور سے نیچے دریائے ویشٹاکے بائیں کنارے پر واقع ہے سٹائن صاحب کو باوجود تحقیق کرنے کے اس جگہ کوئی آثار قدیمہ نظر نہیں آئی۔ سرنگ کے ضلع رانی ودر کے ایک چھوٹے سے علاقے کا نام بھی گوری پور ہے۔

پارتھ کی رانی کو جو چھٹے پورانے کپڑوں میں دروازہ روکے کھڑی تھی قتل کر ڈالا۔ اور اُس کے روتے ہوئے بچے اس طرح اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے جیسے بچہ کائے کے ساتھ بالآخر وہ اُسے مکان سے باہر لے آئے اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ زمین کے پتھر اس کے جسم کو زخمی کر رہے تھے اور اس وقت اس کی وہی حالت تھی جیسے اُس مردہ بیل کی ہوتی ہے جسے مولشی خانہ سے گھسیٹ کر باہر لے جاتے ہیں۔ وہ مارے بھوک کے سوکھ کر کانٹا ہورہا تھا ننگا اور پٹر مردہ تھا۔ اور اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اسی حالت میں چیختے چلاتے انہوں نے چندالوں کی طرح مار ڈالا۔

جب راجہ نے سنا کہ میرا باپ مارا جا چکا ہے تو صبح کے وقت وہ معہ اپنے ترنگ ۸ کے شلوک ۱۴۷ میں جس گوپال پور کا ذکر آتا ہے وہ بظاہر کوئی بالکل مختلف مقام ہے جو علاقہ کشمیر سے باہر راجپوری (راجوری) کے علاقہ میں واقع ہے۔ سری درنہ اپنی راج ترنگنی کی ترنگ ۱ شلوک ۵۰۸ میں کسی غیر علاقے کے راجاؤں میں سے ایک گوپال پور کا حکمران ظاہر کیا ہے جس نے سلطان زین العابدین کو بہت سے تحائف بھیجے تھے۔

گوپال مٹھ اور گوپال کیشو کا اور کہیں ذکر نہیں آتا۔ اور نہ سوگندھاپور کے متعلق کوئی مزید حوالہ حاصل ہو سکا ہے۔

۵۴۰۸ اس شلوک میں جن عمارات کا ذکر آیا ہے ان کے متعلق کوئی حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ ایک ٹیکا کار نے نندا مٹھ کی بجائے لفظ نندی مٹھ لکھا ہے جس کی کشمیری صورت نندی مرہو سکتی ہے دیکھو دوامر۔ دوا مٹھ۔ ترنگ ۶ شلوک ۱۳۰۰۔ یردی مر۔ بٹھارک مٹھ ترنگ ۶ شلوک ۲۴۰۔ بہر نوع اب اس کے متعلق کوئی مقامی نام لوگوں میں مشہور نہیں۔

مقتدر مشیروں کے اپنا استعجاب رفع کرنے کی غرض سے وہاں آیا اور بڑی خوشی سے لاش کو دیکھتا رہا۔ اُس کے افسر اس کے سامنے اپنی اپنی بہادری جتلا رہے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ دیکھئے بیٹے اس عضو پر وار کیا تھا۔ انہیں ایام میں راجہ نے کچھ مدت پر دیوگپت سے ناراض رکھ کر اُسے پھر اپنے دربار میں داخل کر لیا تھا اس نے راجہ کو خوش کرنے کے لئے اپنے بیٹے دیوگپت کو آگے کیا اور آخر الذکر نے اپنا خنجر پارٹھ کی لاش میں گھونپ دیا جس پر خوش ہو کر راجہ بہت دیر تک ہنستا رہا۔

وہ ملک جسے چکرورن کی موت پر ڈامروں نے لوٹا تھا شیر کا ستھوں کو ملازم رکھ کر اسے اور بھی سخت سزا دی گئی۔ بد بخت ہمارا ہیوں کے ایما پر وہ

۴۰۹ تنترن قوم کے لوگ جن کا ذکر آگے چل کر بہت جگہ پر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے زمانہ میں ایک عمدہ طور پر منظم فوجی جماعت سے تعلق رکھتے تھے تنترن لوگوں کے عروج کا زمانہ وہ تھا جب کہ چکرورن سے شنکر ورہمن کے شکست کھانے کے بعد پارٹھ کی تخت نشینی تک اندرونی فسادات خوب ہوا کرتی تھیں۔ فوج میں بھی ان کا عنصر نہایت تکلیف دہ ثابت ہوتا رہا ہے جہاں یہ لوگ بالعموم پیادوں میں بھرتی ہوا کرتے تھے۔

تنترن کا نام اب تک تانتری کی صورت میں کشمیر میں نظر آتا ہے۔ جہاں اکثر مسلمان کاشتکار اس کرام یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وادیئے کشمیر کے اکثر شہروں اور گاؤں میں ایسے خاندان موجود پائے جاتے ہیں جن کا دعوایہ ہے کہ ہم تانتری کرام سے تعلق رکھتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں کاشتکار لوگوں کے مختلف کراموں میں جو تفریق ہوا کرتی تھی وہ ایک عرصہ سے دور ہو چکی ہے۔ آج کل یہ حالت ہے کہ شکل و شبہات یا رواجات کے لحاظ سے تانتری قبیلے میں دوسرے مسلمان دیہاتیوں سے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

ہتھیاروں کی ورزش اس طرح پر کیا کرتا تھا کہ عورتوں کو ننگا کھڑا کر کے انکی چھاتیوں کے درمیان خنجر پھینکتا تھا وہ حاملہ عورتوں کے رحم کو بچہ دیکھنے کے لئے کٹوا دیتا تھا اور مزدوروں کی قوت برداشت کا اندازہ کرنے کے لئے انکے اعضا جدا کر دیتا تھا۔ عطیات کی پر اسرار خواہش یا بھیاناک موت کے ڈر سے بعض برہمن اُسے اس قسم کے ٹل گئے جنہوں نے اس نیچوں کے نیچ راجہ سے بھی اگر ہار منظور کر لئے۔ انجام کار اس راجہ کو کوئی گھلا دینے والا عارضہ جو اس کے ظالمانہ گناہوں کی مناسب سزا تھا لاحق ہو گیا۔ اور جس سے بے اندازہ تکلیف اٹھائی۔ ان تکالیف سے نہ صرف اس کی رعایا خوش ہوتی تھی بلکہ اس کے اپنے محاسر کی چودہ رائیاں بھی۔ اس بد ذات پدرکش راجہ نے جب اس کا دوزخ

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ تانتری کی ابتدا کے متعلق انہیں کوئی اصلی روایت معلوم نہیں ہو سکی۔ کشمیر کے کراموں کے پیچیدہ مضمون کے متعلق مسٹر لانس نے اپنی کتاب ویلی کے صفحہ ۳۰۶ پر بہت کچھ بحث کی ہے جس کے دوران میں ایک فقرہ یہ بھی آتا ہے "شادی کے متعلق کسی قسم کی روکاؤٹ نہیں۔ تانتری کرام کا کوئی مسلمان کسی تانتری لوط کی یا گاؤں کی کسی اور قبیلے کی لوط کی سے شادی کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ آخر الذکر کاشتکاروں کے کسی قبیلے سے تعلق رکھتی ہو۔"

۵۴۱۰ لفظ ایکاننگ کے صحیح معنوں کے متعلق کوئی بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکی ترنگ ۵ اور ۷ میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے کہ یہ ایک مسلح فوج ہوا کرتی تھی راج ترنگنی سے باہر اور کہیں اس کا ذکر نہیں پایا گیا۔ ٹرائر اور بعض اسی قسم کے دیگر مصنفوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ایکاننگ لوگ شاہی باؤی گارڈ ہوا کرتے تھے۔ اور مختلف فقرات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ معنی قریب قریب صحیح ہونگے۔ ترنگ ۵ کے شلوک ۲۴۲ و ۲۴۹ اور ترنگ ۶ کے شلوک ۱۹ و ۲۰ اور ترنگ ۷ کے شلوک ۳۵ ہیں

میں داخل ہونے کا وقت قریب آیا تو شور و رن نامی ایک چھوٹے بچے کو تخت پر بٹھا دیا جسے اُس کے رنواس کی گولیاں کہیں سے لے آئی تھیں اور جھوٹ موٹ یہ بات مشہر کر دی تھی کہ یہ راجہ کا بیٹا ہے۔ اسے اس نے اپنے وزیر و مشیروں۔ ایکانگوں اور تنترینوں کے سپرد کیا۔ اُسے کمل وردھن نامی کمانڈر انچیف (کمپن آف ہی پی) کا بہت خوف لگا ہوا تھا جو مدوراج میں موجود تھا۔ اور اپنے آپ کو ڈامروں کی بیج کنی کے ویسے ہی قابل ثابت کر چکا تھا جیسے اپنے دشمن کو۔ آخر کار یہ راجہ اپنی رعایا کی قسمت سے لوگ سمٹ (۱۹۳۹ء) کے ۵ مارچ میں اس دنیا سے رحلت کر گیا۔

ذکر آیا ہے کہ یہ لوگ مع سامنت (یا جگدار امرا) وزرا۔ تنترین اور کایستھ (اہل کار) کے معاملات دربار و مملکت پر بہت کچھ اثر ڈالتے تھے۔ ایک موقع پر ان کی تنترین لوگوں سے لڑائی ہوئی ہے جو تلج کے ایک اور دعویدار کے موید تھے۔ (ترنگ ۵ شلوک ۲۸۹) اور دوسرے موقع پر وہ رانی دو کو باغیوں سے بچانے اور محل شاہی کے دروازے پر ان کا مقابلہ کرتے ہیں (ترنگ ۶ شلوک ۲۴۴) جب راجہ اننت دیو کے زمانہ میں تخت کا ایک اور دعویدار نمودار ہو گیا تھا تو انہوں نے اس کی حفاظت کی تھی اور اس کے معاوضے میں اس احسان مند راجہ نے انہیں اکش پیل کی تکلیف دہ خدمات سے نجات دی تھی۔ (ترنگ ۷ شلوک ۱۵۵ تا ۱۶۲) جیسا کہ نوٹ ۲۱۲ کتاب ہذا سے واضح ہوتا ہے نو احاط اکش پیل ہی میں ہرش نے ایکانگوں کی ایک جماعت آخری جہد و جہد کے لئے اکٹھی کی تھی۔ دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۱۶۰۔

بعد کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایکانگوں کی جماعت فوجی طریق پر منظم ہوتی تھی۔ لیکن خاص طور پر ان سے پولیس کے فرائض لئے جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں مقبوضی مدت گزری اس وقت تک پلٹن نظامت کے نام سے سول حکام کی مدد کے لئے

راجہ شورور من ثانی

۹۳۹ء

پدرکش راجہ کا یہ بیٹا ناہ اسٹڑھ کے شکل پکش کی ساتویں تاریخ کو
جے ورمین نامی سورج دیوتا کے مندر کی زیارت کرنے گیا اس جوان راجہ کی
شان و شوکت ایک نوجوان دوشیزہ کی طرح چمک رہی تھی۔ آخر الذکر کے بالوں
کی خوشنما پٹیوں کی طرح تلواریں اور اس کی خوشنما ہنسی کی طرح چمک دار چھتری
اور چوریاں تھیں۔

اور مالگنداری وغیرہ جمع کرنے میں ہاتھ بٹانے کے لئے جو رجمٹ خاص طور پر کھڑی تھی وہ انہیں
کے نمونے پر تھی۔ دیکھو لارنس صاحب کی کتاب ویلی صفحہ ۴۱۲۔ یورپ کے ملکوں میں
جو بندرہ فوج پائی جاتی ہے وہ بھی اسی نمونے پر قائم ہے۔

۵۴۱ اصل کتاب میں لفظ نشا ملک و ہار آتس استعمال ہوا ہے جس کے معنی ایک تو
یہ ہو سکتے ہیں کہ اس و ہار کا نام نشا ملک تھا جیسا کہ سطور بالا میں ظاہر کیا گیا ہے یا یہ کہ اس
و ہار کا کوئی نگران نہ تھا یعنی غیر آباد تھا۔

۵۴۲ موضع پانڈری تھن میں جو چھوٹا سا مندر اب تک قائم ہے اُس کے متعلق
کنگیم صاحب کی طرح سٹائن صاحب نے بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ اسی کا نام میرو و ردہن
سوامن تھا کسی زمانہ میں اس مندر کے گرد جو صحن ہوا کرتا تھا وہ اب ایک پایا تالاب کی صورت
میں ہے۔ اور اسی پانی میں یہ مندر کھڑا ہے اس مندر کا ذکر ابتدائی یورپین سیاحین نے
بھی کیا ہے۔ دیکھو مور کر افٹ۔ صاحب کی کتاب ٹریولس جلد ۲ صفحہ ۲۴۰۔ ہوگل صاحب کی
کتاب ”کشمیر“ جلد ۱ صفحہ ۲۴۰۔ وگنی صاحب کی کتاب ٹریولس صفحہ ۳۸۔ مفصل حالات کیلئے

کمل روہن کی بغاوت { اس اثنا میں کمل وردھن کو بھی اپنے مخبروں کے ذریعے خبر مل گئی اور وہ معہ باجگذار والیان

ریاست کے نواح شہر میں پہنچ گیا۔ جس وقت وہ شہر میں مو اپنی فوج کے تھکا ماندہ داخل ہوا تو ایکاتگوں۔ تنترینوں۔ باجگذار والیان ریاست اور سواروں نے اُسے روک لیا۔ اگرچہ وہ راستے میں ڈامروں کے ساتھ لڑنے کی وجہ سے تھکا ماندہ تھا تاہم دشمن کی فوجوں پر غالب آ گیا کیونکہ اسے اپنی بہادری کے ذریعے تقویت حاصل تھی۔ چند گھوڑ چڑھے جو انوں کے ذریعے ایک ہزار سوار کو فرار کرنے کے بعد وہ جلدی سے بلا مخالفت محل شاہی میں داخل ہو گیا۔

شور و رمن ثانی کی عزولی { جب فوجوں نے اس فتح کا حال سنا تو وہ اس اکیلا رہ گیا تو اس کی ماں اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔

دیکھو جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۸۳۔ کول صاحب کی کتاب اینشٹ بلڈنگ صفحہ ۲۹ معہ پلٹ۔

۵۴۱۳ ایک ٹیکا کار نے بیان کیا ہے کہ یہ مندر موضع سام بورن میں واقع تھا شاید موجودہ سوم بر سے مراد لی گئی ہے جو دریائے ونشٹاکے دائیں کنارے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس جگہ اب کسی قسم کے قدیم آثار موجود نہیں۔

۵۴۱۴ یہ بات ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکی کہ لفظ اکش ٹیل کے صحیح معنی کیا ہیں اس کا ذکر دوسری شائع شدہ کتابوں میں اور کہیں نہیں آتا اور اس کے مختلف معنی لکھے گئے ہیں۔ ایک صاحب نے ٹرائمر کی تقلید کرتے ہوئے اکش کے معنی مقدمہ لیکر اکش ٹیل سے مراد کچھری لی ہے۔ ایک اور مورخ نے اس کے معنی دفتر کے لئے ہیں اور انہیں معنوں کو پروفیسر جوبلی نے تسلیم کیا ہے۔

لیکن کسی سابقہ جنم کے افعال کے اضطراب یا بُرے میثروں کے خراب مشورے کے باعث کمل وروہن بیوقوفی سے تخت نشین نہ ہوا۔ چونکہ وہ سیاسی امور سے واقف نہ تھا۔ اس لئے اس روز تو اپنے جائے رہائش کو چلا گیا اور اگلے روز برہمنوں کو جمع کر کے اُن سے شاہی اختیارات کے متعلق رائے لینے لگا۔ اس نے ان سے کہا۔ "اپنے کسی طاقتور اور بالغ ہم وطن کو راجہ بناؤ اور اپنی سادگی میں یہ خیال کیا کہ میری قابلیت کی وجہ سے وہ مجھے ہی راجہ بنائینگے۔ اس سے زیادہ قابلِ رحم شخص کون ہو سکتا ہے جسے کوئی شریکین جوان عورت تنہا جگہ میں مخمور مل جائے اور وہ بزدلی سے اس وقت تو لطف حاصل نہ کرے البتہ دوسرے روز قاصد کے ذریعے اُس کی مہربانی کا خواہشمند ہو یا اسی طرح پر اس سے

لیکن اس بارے میں صحیح واقفیت غالباً اُس ٹیکا کار نے مہیا کی ہے۔ جس نے اس کے مفی دفتر اکوٹنٹ جنرل کے لئے ہیں۔

اس شلوک نیز ترنگ ۵ کے شلوک ۳۸۹ و ترنگ ۶ کے شلوک ۴۰۰ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اکش پیل کا سپرٹنڈنٹ ایک اہم عہدہ رکھتا تھا۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۶۲-۱۶۳ اور ۱۶۹ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک انگوں کی لٹری پریس دفتر اکش پیل سے متعلق ہو کرتی تھی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ جدید دفتر نظامت جو اس وقت تک کشمیر میں اکوٹنٹ جنرل کے دفتر کا بدل خیال کیا جاتا تھا جب تک کہ جدید انتظامی اصلاحات عمل میں نہ آئی تھیں اس کے ماتحت پلٹن نظامت ہو کرتی تھی۔ اور جیسا کہ شلوک ۲۴۹ میں واضح ہو چکا ہے ایک انگوں کی پلٹن اس سے بہت کچھ مشابہ تھی۔

۳۱۵ سری ڈھک کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ لفظ ڈھک کی تشریح کے لئے دیکھو ترنگ ۵ شلوک ۳۹۔

۳۱۶ سٹائن صاحب نے اپنی کتاب میں اس جگہ سے لیکر آئندہ تیرہ شلوک درج نہیں

بڑھ کر کون قابل رحم ہو سکتا ہے جو بزورِ طاقت (حکومت) حاصل کر کے اُس وقت تو اسے اپنے ہاتھ سے نکل جانے دے اور اگلے روز تدبیر کے ذریعے اُسے واپس حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

برہمنوں کی مجلس جب ات پل کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا تو برہمن مو^{۲۲۳} ادنیٰ کپڑے پہنے ہوئے اس طرح گولک میں جمع ہوئے جیسے بغیر سینک کے میل۔ یہ برہمن جن کی ڈاڑھیاں^{۲۲۵} دھوئیں سے جھلسی ہوئی تھیں عرصہ تک اس بات پر بحث کرتے رہے کہ تاج کسے دیا جائے۔ اور فلاں شخص کو تخت نشین کیا جائے یا فلاں کو۔ جب وہ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بحث کر رہے تھے کسی کو تخت نشینی کا پانی (آبِ غسل) حاصل نہ ہوا۔

کئے۔ چنانچہ ان شلوکوں کا ترجمہ مضر جو گیش چندر دت کی کتاب سے کیا گیا ہے۔

۳۱۷ کلہن نے جا بجا اس طریق حلف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۸۔

۳۵۹-۳۷۷ اور ترنگ ۸ شلوک ۲۰۹۱-۳۰۰۶۔ جو لوگ اس قسم کا حلف اٹھائیں انہیں

کوش یا کوش پیٹھن کہا جاتا ہے۔ دیکھو غلہ الترتیب ترنگ ۴ شلوک ۵۵۸ ترنگ ۵ شلوک ۳۲۲

ترنگ ۶ شلوک ۲۲۵۔ ترنگ ۷ شلوک ۲۹۲ ترنگ ۸ شلوک ۲۸۰-۱۶۵۶ اور ترنگ ۵

شلوک ۳۲۳۔ ترنگ ۶ شلوک ۲۱۱۔ مختلف سمرتیوں میں اس طریق حلف کا بیان مذکور ہے۔

جہاں کوش کے طریق کو امتحان کے نو مختلف طریقوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو گولک

ادھیائے ۲ شلوک ۱۱۲ نارو ادھیائے ۱ شلوک ۳۲۶۔ وشنو پوران ادھیائے ۱۴۔ عام طور پر

کسی مقدس موتی کو پانی میں نہایا جاتا ہے اور جس شخص کو حلف دینا ہوتا ہے اس قسم کا پانی

تھوڑی مقدار میں بطور چرن امرت کے دیا جاتا ہے اگر اس کے بعد تھوڑے عرصے میں اسپر

یا اُس کے قریبی رشتہ دار پر کوئی مصیبت نازل ہو تو خیال کریا جاتا ہے کہ وہ دراصل

قصور وار تھا۔

البتہ ان کی اپنی ڈاڑھیاں اُس تھوک کے باعث تر ہو گئیں جو وہ فضول
یکو اس میں گمارہے تھے۔ جب سادہ لوح کل وردہن نے ان برہمنوں کو جو
تخت کے لئے کسی سختی شخص کو تلاش کر رہے تھے اپنی یاد دہانی کروائی تو
انہوں نے اسے اینٹیں مار مار کر نکال دیا۔

اس طرح پر برہمن پانچ چھ روز تک جمع رہے اس اثناء میں مختلف مقدس
مقامات کے پرودھوں کا بھی گھمسان ہو گیا جنہوں نے اپنے نقاروں۔ جھانجوں
اور دوسرے آلات موسیقی کے ذریعے ایک شور و غل پیدا کر رکھا تھا وہ جا بجا
چمکدار جھنڈیاں۔ نشان اور چھتر اٹھائے لڑو۔ جانوروں پر سوار پھر رہے تھے
کل وردہن نے جب شاہی طاقت دوسروں کے ہاتھ میں دیکھی تو اسے ویسے

پروفیڈر جولی نے کوش کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ بابہ
کے متعلق اعتبار پیدا کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ کلہن نے کئی ایک موقعوں پر اس لفظ کا
استعمال ایسی صورتوں میں کیا ہے کہ جہاں سابقہ دشمنوں میں ملاپ ہو گیا ہے اور انہوں نے
مستقبل کے صلح کا عہد کر لیا ہے اس کے علاوہ خفیہ جماعت ہندو اور سازشوں کے
متعلق بھی یہ لفظ کئی موقعوں پر استعمال ہوا ہے۔

اوپر کے شلوک اور نیز ترنگ ۸ کے شلوک ۳۰۰۶ سے اس عجیب وادج کا پتہ چلتا
ہے کہ جو لوگ اس رسم کو انجام دیا کرتے تھے انہیں خوار چھر کی ہوئی بھڑکی کھال پر پالتی
مار کر بیٹھنا پڑتا تھا۔ سٹائن صاحب کا بیان ہے کہ میں اس رسم کو ہندوستان کے کسی اور
حصے میں تحقیق نہیں کر سکا۔

۱۸۴۱ء یہاں پر بھی ۲۶ شلوکوں کا ترجمہ بابو گیش چندر دت کی کتاب سے کیا گیا ہے
کیونکہ سٹائن صاحب نے اپنی کتاب میں ان شلوکوں کا صرف خلاصہ ہی درج کیا ہے۔

۱۹۴۱ء سمرتیوں میں عام طور پر کسی کا بچا ہوا کھانا کھانے کی مانعت کی گئی ہے دیکھو

ہی دکھ پہنچا گویا اس کی اپنی بیوی فاحشہ عورت کی صورت میں بدل گئی ہے۔ اسی
اثر کے میں پدرکش راجہ کی رانی نے ان خود بخود فاقہ کشی کرنے والوں کے پاس
اس غرض سے اہلکار بھیجے کہ وہ اُس کے مفروضہ بیٹے کے لئے تخت حاصل کر نیکی
انتجا کریں۔

یشک کشمیر کا راجہ منتخب کیا گیا { یاشا چاک پور کے گاؤں میں ویر دیو
نامی کا دیو نامی ایک بیٹا جو بڑا

نیک چلن اور پاک باز تھا رہتا تھا۔ اس نے اکشروں کی تھوڑی بہت تعلیم
حاصل کر لی تھی جس کے بعد وہ میرو و دہن کے گھر میں لڑکوں کو تعلیم دیتا رہا اور
کچھ مدت کے بعد خزانچی (گنج آدمی کارن) کے درجے تک پہنچ گیا۔ اس کے

منوسمتری ادھیائے ۴ شلوک ۲۱۱۔ وشنو پوران ادھیائے ۴ شلوک ۱۰۔

۵۲۰ تل دواوشی ایک نیو مار ہے جو ماہ ماگہ کے کرشن پکشن کی بارھویں تاریخ کو

منایا جاتا ہے اور تل وغیرہ دان دیئے جاتے ہیں۔ نیل مت پوران کے شلوک ۴۸۸ میں
تل دواوشی کا ذکر آتا ہے۔ اور اس کے متعلق چھ مراسم اس میں مذکور ہیں۔ رن سوامن کے
مند کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۹۲ کتاب ہذا۔

۵۲۱ کلن نے اس جگہ درباریوں کی بے ادبی اور گستاخی کا ذکر کیا ہے۔

۵۲۲ گواکشا سرس کا محل وقوع معلوم نہیں۔ نیل مت پوران کے شلوک ۱۰۳۳

میں تیرھوں کی ایک فہرست کے اندر دیوی گورکشی کا ذکر آتا ہے لیکن اس کے تیرھ کی
مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ممکن ہے کہ اس دیوی کی پوجا اس جھیل میں ہو کرتی ہو
جس کا ذکر مذکور بالا شلوک میں آیا ہے۔

ایک مت میں جھیل کے پانی میں سے دیوی کے معجزانہ طریق پر نمودار ہو جانے کی ایک
مثال ترنگ ۱ کے شلوک ۳۵ میں بھی ملتی ہے۔

بعد اس کا بیٹا پر بھا کر دیو رفتہ رفتہ راجہ شنکر ورمن کے ماتحت خزانچی کے عہدے تک جا پہنچا۔ یہی سوگندھا کا خفیہ آشنا تھا اس کا بیٹا فاضل یشکر معلوم نہیں لکشمی (دولت) اور سرستی (علم) کی دشمنی یا ملک کی بد قسمتی سے بے حد غریب ہو گیا اور معہ اپنے دوست پھلگو تک کے کہیں باہر چلا گیا۔ نیک فال - خوانوں - اور پیچھے دیوچی کے برے مطیع ہو کر یہ انہیں دنوں اپنے وطن کو واپس آیا تھا اور اپنے دل میں بہت سی خواہشات رکھتا تھا۔ پدرکش راجہ کی بیوی نے جن قاصدوں کو برہمنوں کے پاس بھیجا تھا انہوں نے راستے میں اسے بیاعت اس کی فصاحت کے ہمراہ لے لیا اور اس طرح پروہ برہمنوں تک رسائی حاصل کر سکا۔ خوب قسمت دیکھئے کہ جونہی برہمنوں نے اُسے دیکھا سب کے سب

۵۲۲۳ لفظ کمپن آدھی پتی میں کمپن یا کمپنا کا جو جزو موجود ہے اور جو اس کتاب میں اور بہت موقعوں پر استعمال ہوا ہے اس کا مطلب اب تک مختلف مترجموں نے وین صاحب سے لیکر بابو جگیش چندر دت تک یہی لیا ہے کہ وہ کشمیر کے قریب کسی علاقے کا نام تھا۔ چنانچہ کمپن آدھی پتی - کمپن ادھیپ - کمپن ادھیش - کمپنا پتی ایش وغیرہ مراد یہی لی گئی ہے کہ وہ اس مفروضہ علاقے کا حاکم یا باجگزار راجہ تھا۔ ٹرائر صاحب نے اپنی راج ترنگنی کی جلد ۳ کے صفحہ ۵۶۹ پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کمپن دریائے کابل کی وادی کا نام تھا جسے چینی زبان میں کی پن کہتے ہیں۔ لائن صاحب نے اپنی کتاب انڈش آئرٹھس گنڈ کی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۹ پر اس نام کو دریائے کمپنا سے منسوب کیا ہے جس کا ذکر مہابھارت میں آتا ہے اور کمپنا کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مشرقی کابلستان میں کہیں پروا تھ تھا۔ اس کتاب کے باہر اس مفروضہ علاقے کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا نہ کوئی اس قسم کی شہادت پیش کی گئی ہے جس سے ثابت ہو کہ راج ترنگنی میں لفظ کمپن حقیقت میں کسی مقام کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ ضرور اسے ہی راجہ بنانا چاہئے۔ اس کے بعد برہمن جلدی سے پیش کر کے قریب آئے جو زمین کو قابو رکھنے کی پوری طاقت رکھتا تھا اور جس طرح بادلوں سے پہاڑ پر پانی برستا ہے اس طرح پر اس پر پانی چھڑکا۔

بانسوں کا جنگل اُس آگ سے جل اٹھتا ہے جو ان کی رگڑ سے پیدا ہوتی تمام فقیروں کو غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کمپن اور کمپنا دراصل فوج کے معنی رکھتا ہے اور کمپن آدھی پتی یا کمپنا پتی کے معنی راجہ کی فوج کے سپہ سالار یا جرنیل کے ہیں۔ جن شلوکوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے ان سے اس کے معنی یا تو فوج کے نکلتے ہیں (دیکھو ترنگ ۷ کا شلوک ۳۶۵ اور ۱۳۱۹-۱ اور ترنگ ۸ شلوک ۵۷۵) یا اس سے مراد دوار۔ راجستھان۔ اور اور بڑے بڑے عہدوں کے برابر کے عہدے سے لی گئی ہے۔ دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۲۵۹-۲ ترنگ ۷ شلوک ۸۸-۸ ترنگ ۸ شلوک

۱۰۴۶-۱۶۲۴-۱۹۸۲

جن شلوکوں میں کمپن آدھی پتی یا کمپن ایش کا لفظ آیا ہے ان میں غالباً ترنگ ۷ کے شلوک ۱۳۶۲ و ۱۳۶۶ نہایت پر مطلب ہیں۔ جب راجہ ہرش اوچل اور اس کے رشتہ داروں سے تنگ آیا ہوا ہوتا ہے تو کوئی وزیر کمپن کا چارج لینا منظور نہیں کرتا آخر کار چند راج اسے منظور کر لیتا ہے اور راجہ کی فوجیں ساتھ لیکر دشمن کے مقابلہ میں بڑھتا ہے۔ اس وقت اس کا ذکر سنیا پتی کی حیثیت میں کیا گیا ہے اور اسے روٹا سے منابہت دی گئی ہے جو آخری لڑائی میں کوروں کی فوج کا رہبر تھا۔ چند راج باغی فوج کے جس رہبر کو شکست دیتا ہے اس کے متعلق لفظ ”پکش کمپن ایش“ استعمال ہوا ہے جس کے معنی دشمن کے جرنیل کے ہیں۔

ترنگ ۸ کے شلوک ۱۶۷۶ میں ہم دیکھتے ہیں کہ راجہ مزید فوجوں کے ذریعے کمپن ایش

ہے اور بارش کے یکایک ہو جانے سے انکی جڑیں بہ جاتی ہیں۔ خیال کی بات ہے کہ خالق اس غرض کے لئے کہ ایک ایسے درخت کو جو طوفان سے اُکھڑ کر کسی اور جگہ سے آیا ہے۔ ایک بہت بڑے پہاڑ کی کھڈ میں اُگانے کے لئے کیا کیا نہیں کرتا۔ اگر پار تھ کا بیٹا نوکروں کے ایجا پر اپنے خاندان کی بیخ کنی نہ کرتا۔ اگر مکمل وردہن اس لڑکے کو تخت سے نہ اُتارتا تو کیونکر ممکن

کے کمپ میں مکمل بھیجتا ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۶۸۸ میں ایک گڑھے (سوہر) کا ذکر جس کے باعث باغی لیڈر مارا گیا تھا ازراہ تمسخر فاتح کمپن ایش سوہر کے طور پر کیا گیا ہے ترنگ ۷ کے شلوک ۲۲۱-۲۶۷-۵۷۹- اور ترنگ ۸ کے شلوک ۵۰۹-۵۹۹-۶۲۷-۶۵۲-۶۶۹-۶۹۸-۱۰۳۹-۱۵۱۰-۱۵۸۰-۱۶۷۴-۱۸۴۰-۲۰۲۹-۲۱۹۰-۲۲۰۵ وغیرہ میں کمپن ادھی پتی مہم کے موقعوں پر شاہی فوجوں کے لیڈر کی حیثیت میں ہی نمودار ہوتا ہے۔

لوک پرکاش کے ادھیائے ۴ کی ابتدا میں کمپنا پتی کا ذکر بڑے بڑے درباری افسروں کی فہرست میں دوار پتی اور اشوپتی کے درمیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ لفظ کمپن اسبانگ شائع شدہ کوشوں میں سے کسی میں نہیں پایا گیا۔

۲۲۴ یہاں پر کسی خاص مقدس عمارت سے مراد لی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ وہی گول ہو جس کی تعمیر کا ذکر ترنگ ۵ کے شلوک ۲۳ میں آچکا ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۹۰۰ میں گول سے مراد ایک ایسے مقام سے لی گئی ہے جہاں برہمن پر اپوش (ذاقہ کشی) کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی چونکہ مویشی کے بارے کے ہیں اس لئے شعر میں ایک خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

۲۲۵ کلہن نے جمع شدہ برہمنوں کی تعریف تو نہیں کی البتہ ان کی تصویر نہایت

تھا کہ شکر دیو جو عالی نسب نہ ہونے کے علاوہ ایک بہکھاری کی حیثیت میں ہر جگہ پھر چکا تھا شاہی اعزاز حاصل کر لیتا۔

جس راستہ سے راجہ کا جلوس گذرنا تھا اس کے کنارے عورتوں کی ہانکھیں کنول پھول کے گچھوں کی مانند لگی ہوئی تھیں۔ جو اس برکت یافتہ راجہ کی صورت دیکھنا چاہتی تھیں اور جسے تھوڑی مدت پہلے لوگ بغیر کسی ہراسی خوبی سے قلمبند کی ہے جس جگہ چھلنے کا ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ کا نگر معلوم ہوتا ہے جو زمانہ قدیم سے کشمیر میں مروج چلا آتا ہے۔ کانگر میں گرم کوئلے ڈال کر کشمیری اُسے اپنے کھلے لیادہ کے اندر نگلے میں ڈال لیتے ہیں اور وہ ان کی چھاتی سے نگارہتا ہے۔ موسم سرما میں غربا تو ایک لمحے کے لئے اسے جد نہیں کرتے۔ رات کو بھی کشمیری اسے ساتھ لیکر سو جاتے ہیں اور جب سٹھتے ہیں تو اپنے سر کو آگے کی طرف جھکائے رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جن کو دھکتے ہوئے کوئلوں کے داغ نہ لگ چکے ہوں۔ دیکھو لارنس صاحب کی کتاب ویلی صفحہ ۲۵۰۔ کانگر کا ذکر سری کنتھ چرٹ ادھیائے ۳ شلوک ۲۹ میں پایا جاتا ہے جس کے متعلق ڈاکٹر ہارنیش نے کتاب انڈین اینٹی کوٹی کی جلد ۱۵ صفحہ ۷۵ پر ذکر کیا ہے۔ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کشمیری نام سنکرت زبان کے کاش ہڑانگا کا سے اخذ کیا ہوا ہے۔

۵۲۶ء جیسا کہ شلوک ۳۶۸ سے واضح ہوتا ہے یہ پروہت اس غرض سے جمع ہوئے تھے کہ کٹھن برت کے ذریعے برہمنوں کو مجبور کریں کہ آئندہ راجہ کے انتخاب کے متعلق جلد فیصلہ کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اور بھی کئی موقعوں پر یہ کارروائی کی تھی اور اس اعتبار سے سیاسی پیچیدگیوں میں بہت سا حصہ چکے تھے۔ دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۷۹-۹۰۔ آخر الذکر شلوک سے واضح ہوتا ہے کہ جب وہ برت رکھنے کے لئے اکٹھے ہو کر شہر کو آئے تو مقدس مورتیاں اور پوجا کا دھوسا سامان بھی ہمراہ ہی لیتے آئے۔

عام شخصوں کی طرح پیادہ پھرتے دیکھ چکے تھے۔ جس وقت راجہ شکر دیو محل شاہی کی طرف جا رہا تھا تو وہ آہو چشم عورتوں کی دعائیں سُکر غور میں نہیں آتا تھا بلکہ اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیتا تھا۔ اس سے داناؤں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس نے اپنی رعایا کی حفاظت کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ غرض اسی طرح پرتھوی کا یہ چاند محل شاہی میں جو عورتوں کی برکات اور دعاؤں کے نعروں سے گونج رہا تھا داخل ہوا۔

اس وقت اس کا چمکدار چتر جو سورج کی سی روشنی کے ساتھ چمک رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاندی کے تھال میں اُس کے سر کے گرد آرتی اتار رہا ہے۔

یہاں پر راج ترنگنی کی پانچویں ترنگ ختم ہوتی ہے جسے کشمیر کے مشہور

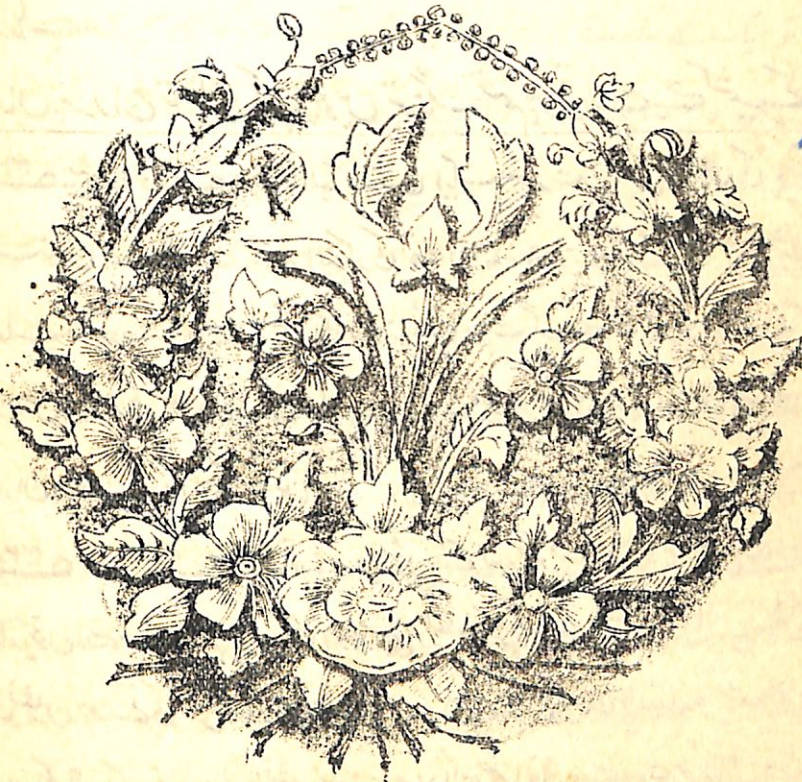
۵۲۶ پیٹھ دیوی سے مراد غالباً درگا کی ایک صورت ہے جس کی پوجا کسی ایک پیٹھ استھان پر ہوتی ہے۔ آخر الذکر کی تعداد ۱۱ ہے جن کے متعلق تندر شاستروں میں لکھا ہے کہ یہ وہ جگہ تھی جہاں سنی کے اعتقاد اُس وقت گرے تھے جب دکش کے یگ کے موقع پر اس کی زندگی منقطع ہونے کے بعد اس کے شوہر شوجی نے انہیں پھیلا دیا تھا۔ (روشنو پوران ادھیائے ۴ صفحہ ۲۶۱)

۵۲۸ اس شلوک میں مختلف راجاؤں کے عہد حکومت کی جو تعداد بیان کی گئی ہے وہ ان تاریخوں سے مطابقت ہے جو ادنتی درمن اور شکر کی تخت نشینی کی تھیں۔ چونکہ ادنتی درمن کے تخت نشین ہونے کی صحیح تاریخ معلوم نہیں اس لئے مہینوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ شراب کشیدہ کرنے والے جانشینوں سے مراد ان حکمرانوں سے ہے جو ایل ورن کی نسل سے ہو گزرے تھے شاہراہ عام سے اٹھایا ہوا راجہ سنکٹ تھا۔ عورت سوگندھا اور وزیر شنبھوور دہمن۔

وزیر چمپک کے بیٹے کلہن نے تالیف کیا -

۴۲۸

۸۳ سال ۴ ماہ کے عرصہ میں شراب کشید کرنے والے کے اٹھ جانشینوں
نے حکومت کی۔ جن میں سے ایک کی شاہراہ عام سے اٹھا کر پرورش کی گئی تھی
اور ایک عورت اور ایک وزیر تھا) +



مکمل راج ترنگنی

چھٹی ترنگ

اپرنا (پارتی جس نے اپنے برت میں ایک پتہ تک نہ کھایا تھا) ہماری حفاظت کرے۔ وہ جو دیوتاؤں کی استریوں کی زبانی اپنی کان کو خوش معلوم ہوتے والی تعریف اس طرح پرستی ہے۔ "شوجی" سے ملاپ حاصل کرنے کی وجہ ان ریاضتوں کی طاقت نہیں ہے جو محض پتوں یا ہوا پر گزارہ کر کے کی گئی ہوں کیونکہ دیکھ! بیل اور سانپ اگرچہ انہیں دو چیزوں پر گزارہ کرتے ہیں تاہم ابھی تک شوجی کے جسم سے باہر ہیں۔ یہ صرف اس کی محبت کی وجہ سے ہے کہ تم دنیا کے مالک کے جسم کے نصف حصہ پر قابض ہو۔"

راجہ شیشکر

۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۸ء

محل کے احاطے سے گزرتے ہی شیشکر نے دربانوں کو حکم دیا کہ برہمنوں کو

بچھے ہٹا دو۔ کیونکہ وہ رسائی سے بعید رہنا چاہتا تھا۔ لیکن جب دربان انہیں پر ہٹا رہے تھے اس نے ہاتھ جوڑ کر ان سے کہا: "تم نے مجھے تخت دیا ہے اور اس لائق ہو کہ میں دیوتاؤں کی طرح تمہارا پوجن کروں لیکن چونکہ میں جاقتا ہوں کہ شاہی اعزاز دینے والے کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے تمہارے اندر نخوت پیدا ہو جائیگی اس لئے تم میسر سامنے سوائے کسی کام کے وقت کے کبھی نہ آ کر آ کر دے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے جان لیا کہ وہ رسائی سے بعید ہے۔ اور اُس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اُن کے اندر اس کے متعلق وقفیت کا جو خیال پیدا ہو چکا تھا وہ انہیں فراموش کرنا پڑا۔

اپنی قوت ذہنی کے زور سے اس نے سابق راجاؤں کے احکام کو اس طرح رائج کیا جس طرح کوئی بہت بڑا شاعر زمانہ قدیم کے شعرا کے طریقوں کو بحال کرتا ہے۔ ملک چوری چکاری سے اس طرح پاک ہو گیا کہ بازاروں میں دروائے کھلے پڑے رہتے تھے۔ اور مسافر سڑکوں پر پڑے اطمینان کے ساتھ سفر کر سکتے تھے۔ چونکہ وہ خود بڑی نگرانی سے کام لیتا تھا اس لئے اُن تمام عمال کو جو ہر چیز کو لوٹ رہے تھے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ زراعت کا کام شروع کریں۔ اہل وہ چونکہ بالکل کاشت کاری میں لگے رہتے تھے اس لئے انہوں نے کبھی شاہی محل نہ دیکھا۔ برہمن چونکہ ہر وقت مطالع میں محو رہتے تھے اس لئے انہیں ہتھیار لگانے کی ضرورت نہ پڑی۔ برہمن گورو بھیجن گاتے وقت شراب نہ پیتے تھے

۵۲۹ گورو سے مراد غالباً اس جگہ اور اور موقعوں پر کلہن نے ایسے شخصوں سے لی ہے جو تنترک مراسم کے موقع پر پروہت کا کام انجام دیتے تھے دیکھو ترنگ، شلوک

۵۲۳ و ۲۷۸۔

۵۳۰ تیا پوپ یاگ تنترک رسوم کے مطابق ایک پیچیدہ قسم کا یاگ ہوتا ہے

اور سیاسیوں کے بچے بیویاں اور فصلیں نہ ہوا کرتی تھیں۔ جاہل گورو تیا پوپ^{۵۲۲} ایک نہ کو فایا کرتے تھے۔ اور نہ قدیم متروں کے بجائے اپنے من گھڑت متروں سے کام لیتے تھے۔ گورو دیکشا^{۵۲۱} کے موقع پر عورتیں دیوتائی وجود کی حیثیت میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتی تھیں۔ اور نہ اپنے سر ہلا کر اپنے شوہروں کے چال چلن کی عیب جوئی کرتی تھیں۔ غرض اُس زمانہ میں جوتشی۔ ڈاکٹر۔ مشیر۔ استاد۔ وزیر۔ پدہست۔ سفیر۔ منصف۔ محرر کوئی بھی علم سے خالی نہ تھا۔

ایک بددیانت سوداگر کی کہانی { جو افسر پرائے اپویش (فاقہ کشی)

انہوں نے خبر دی کہ ایک شخص پرائے اپویش کر رہا ہے۔ جب راجہ نے اُسے اپنے سامنے بلایا تو وہ کہنے لگا۔ کسی زمانہ میں میں یہاں کا ایک دولت مند باشندہ تھا لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد انقلاب زمانہ سے مفلس ہو گیا۔ جب میرا قرض اس قدر بڑھ گیا کہ قرضخواہ مجھے تنگ کرنے لگے تو میرا ارادہ ہوا کہ قرض اُتار کر ممالک غیر کی سیاحت کروں اس پر جو کچھ

جس کے متعلق کشمیر کے لوگ اب تک واقفیت رکھتے ہیں۔ سٹائن صاحب نے مرقی نت و انوسرن کے متعلق اپنے مسودے کے پانچویں باب میں تنترک شرادھوں کے ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان موقعوں پر مچھلیاں اور روٹیاں (اپوپ) چڑھائی جاتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے اس موقع پر اپنے زمانے کے کسی مراسمی تکرار کا بلا واسطہ طور پر حوالہ دیا ہے۔ کشمیری باج یٹوں میں آج تک یہ رواج چلا آتا ہے کہ وہ نئے تیار کردہ فرضی پدہیتوں کے ذریعے ویدک یا تنترک مراسمی کی غلطیوں کی تائید کئے چلے جاتے ہیں۔

^{۵۲۳} گورو دیکشا ایک تنترک رسم ہوتی ہے جسے ادا کر کے شاگرد (سادہاک) کو گورو

یا استاد بنا یا جاتا ہے۔ اس ویکشا کا ذکر راگھو اتندی کی پدہنتی رتن مالا مسودہ جموں ۱۹۲۷ء میں

میرے پاس تھا وہ سب بیٹے فرض اُتارنے کے لئے فروخت کر دیا اور اپنی جوہلی بھی ایک دولت مند سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دی اس عظیم الشان عمارت کو فروخت کرتے وقت میں نے اپنی بیوی کے لئے ایک بڑی مستثنیٰ قرار دے لی۔ اس خیال سے کہ میری بیوی اُس کرائے پر اوقات بسر کیا کریگی جو باغبان اسے دیا کریں گے کیونکہ وہ لوگ موسم گرامیں پھول پان وغیرہ اس مرد باولی میں رکھا کرتے تھے۔ بیس سال مختلف ملکوں میں گھومنے کے بعد تھوڑا سا روپیہ پیدا کر کے اپنے وطن کو واپس لوٹا ہوں مگر جب میں نے اپنی بیوی کو تلاش کیا تو دیکھا کہ اس کا جسم بالکل پتھر دہ سا ہو رہا ہے اور وہ دوسروں کے گھروں میں محض ایک خادمہ کی حیثیت میں رہتی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا اور میں نے اس سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس گزارے کا سامان تھا تو پھر تم نے کیوں یہ طریق اختیار کیا۔ جس پر اس نے ساری داستان کہ سنائی اور کہنے لگی کہ جب تمہارے جانے کے بعد میں اُس باولی میں گئی تو سوداگر نے مجھے ڈنڈے مار کر نکال دیا۔ اس صورت میں کیونکر اوقات بسر کر سکتی تھی۔ اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی

موجود ہے۔ کشمیری پڑتوں کی روایات میں اس قسم کی کتابیں پائی جاتی ہیں جن کا حوالہ کلہن نے دیا ہے جبکہ عورتیں تنترک گورو کے درجہ تک پہنچی ہیں۔ گورو دیکشنا اور دوسرے تنترک مراسم کے موقع پر گورو اور اُس کے روحانی پیشرووں کی پوجا یا گ کرنے والوں کی طرف سے اُنکے اصلی ناموں کے ذریعے جن میں خاص خاص دیوتاؤں کے نام بھی ملائے ہوئے ہیں ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا شلوک میں کلہن نے اُن عورتوں کو طعنہ دیا ہے جو گورو کا درجہ حاصل کر کے اپنے شوہروں کے چال چلن پر نکتہ چینی کرنے لگتی ہیں۔

۴۳۲ ایک ٹیکا کار نے بجا طور پر ادھی کرن یا کھک کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وہ ایک اس قسم کا اہلکار ہوا کرتا تھا جس کی موجودگی میں کسی قطعہ زمین کی فروخت کا

اور مجھے سخت غم و غصہ ہوا۔ اسپرینے پر اے پولین شروع کیا لیکن مختلف جج میرے خلاف مدعا علیہ ہی کے حق میں فیصلہ سناتے رہے۔ میں چونکہ ایک سیدنا سا دانا شخص ہوں اس لئے قانون سے واقفیت نہیں رکھتا۔ لیکن اپنی جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے وہ باولی فروخت نہیں کی۔ چونکہ میری جائداد چھن چکی ہے اس لئے میں آپ کے دروازے پر مرتا ہوں۔ آپ اس بات کا خود فیصلہ کیجئے ورنہ یقین جان لیجئے کہ آپ ایک گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جب راجہ سے اس طرح پرکھا گیا تو اس نے دربار منعقد کیا اور ججوں کو جمع کر کے حقیقت حال دریافت کرنے لگا۔ ججوں نے یہ جواب دیا کہ اس شخص کے مقدمہ پر بار بار غور کر کے اسے خارج کر دیا جاتا رہا ہے لیکن یہ متکار شخص قانون کی پرواہ نہیں کرتا اور اس لئے اسے ایک جعلی دستاویز بنانے والے کی حیثیت میں سزا دینی چاہئے۔ اسپر راجہ نے خود ان الفاظ کو پڑھا جو بیخنامہ میں موجود تھے۔ یہ الفاظ حسب ذیل تھے "تو بیلی معہ باولی کے فروخت کی جاتی ہے" مشیر کہنے لگے اس سے سارا معاملہ ظاہر ہوتا ہے لیکن راجہ کے ضمیر نے چپکے سے کہا کہ مدعی معاملے کرتے تھے اور جو زمین کو ناپ کر دستاویز تیار کرنا تھا۔ تھوڑی مدت گزری اس وقت تک کشمیر میں یہ کام خاص طور پر متعین لیکن بلا تنخواہ اہلکاروں کے سپرد ہوتا تھا جنہیں صرف کتنے تھے زمانہ حال میں صرف اس بات کا مجاز ہو کرنا تھا کہ وہ فروخت کنندہ سے اپنی محنت کا تھوڑا سا معاوضہ حاصل کر لے۔

۳۳۳ فروخت کی سجاوین میں اہلی عبارت "سوپان کوپ رہت" لکھی تھی جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مکان جو فروخت کیا گیا ہے اس میں زمین اور کتواں شامل نہیں۔ لیکن را (२) کو سا (३) سے بدل کر اس جگہ "سوپان کوپ سمت" کر دیا گیا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ زمین اور کتواں بھی اس فروخت میں شامل ہے۔

راستی پر ہے۔ بظاہر ایک منٹ کے لئے غور کرنے کے بعد راجہ نے میٹروں کو دوسری عجیب عجیب کہانیوں میں لٹکائے رکھا اور دوران گفتگو میں اُنکے زیورات دیکھنے کے لئے لے لئے اور ہنستے ہوئے مدعا علیہ کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار لی۔ اس کے بعد مسکراتے ہوئے سب سے یہ کہہ کر کہ ایک منٹ کے لئے ٹھہر جاؤ وہ پاؤں دھونے کے بہانہ سے دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔ وہاں سے اس نے ایک نوکر کو پیغام دیکر سوداگر کے مکان پر بھیجا اور انگوٹھی اُسے اس غرض سے دیدی کہ وہ پہچانا جاسکے۔ یہ انگوٹھی دکھا کر اس نوکر نے سوداگر کے محاسب سے اس سال کے حساب کی (بھی) طلب کی جس میں بیغنامہ طے ہوا تھا۔ جب محاسب کو یہ بات بنائی گئی کہ سوداگر کو وہ کتاب اس روز دربار میں درکار ہے تو اس نے انگوٹھی لیکر وہ کتاب دیدی۔ راجہ نے جب اس کتاب کو دیکھا تو اس میں اخراجات کی دیگر رقم کے علاوہ ایک ہزارہ دینار کی رقم وہ تھی جو ادھی کرن لیکھا ^{۳۳۲} (رحسٹرار) کو دی گئی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اسے تھوڑی فیس کی بجائے بہت بڑی فیس دی گئی ہے راجہ کو یقین ہو گیا کہ سوداگر نے

۵۳۳۷ اس کے بعد کے عہد حکومت میں صرف ایک ہی کوتوال کا ذکر آتا رہا ہے جو شہر سری نگر میں ہوا کرتا تھا دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۲۹۶۔ ترنگ ۷ شلوک ۱۰۸-۵۸۰۔ ۱۵۳۲۔ ترنگ ۸ شلوک ۲۵۶-۶۳۲-۸۱۲-۸۳۸-۱۴۵۹ وغیرہ۔ لیکن کہیں اس جگہ یہ بیان کرتا ہے کہ لیشسکر نے چار کوتوال اس غرض سے متعین کئے کہ انہیں مقابلے میں جو روپیہ داخل کرتا پڑتا تھا اُس کے ذریعے اپنی آمدنی کو بڑھائے اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہلاکار خود اپنے خسارے کو اہل شہر سے پورا کرتے ہونگے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳۳۴ میں اُن جہانوں کی عجیب و غریب کیفیت درج ہے جو کسی شہر کا کوتوال عائد کر سکتا ہے۔ مالی فوائد کے لئے علاقوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی پولیسی کشمیر میں تھوڑا عرصہ گزرا اس وقت

اس سے بچائے ^{۵۲۳} ~~سے~~ لکھو ایسا ہے۔ آخر اس نے یہ بات دربار میں پیش کی۔ حبیبار کو وعدہ معافی دیکر اس سے سولہات پوچھے اور مشیروں کو یقین دلایا کہ سودا اگر واقعی چھوٹا ہے اس کے بعد انہیں مشیروں کی درخواست پر اس نے سودا اگر مکان اور اس کی جائداد مدعی کو دے دی اور مدعا علیہ کو ملک بدر کر دیا۔

ایک برہمن کی کہانی { ایک روز شام کے وقت جبکہ راجہ اپنا روزانہ کام ختم کر چکا تھا اور کھانا کھانے لگا تھا قیوت اطلاع دہی سے ڈرتے ڈرتے دریاں نے عرض کیا "مہاراج ایک برہمن باہر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اس کی آپ سے ملاقات نہ ہوئی تو خودکشی کرے گا" گوینے اس سے یہ بات کہہ دی ہے کہ آپ دن بھر کا کام ختم کر چکے ہیں اور اُسے جو کھانا سنا ہو کل کھائے۔" راجہ نے باورچی کو روک کر برہمن کو اندر لایا حکم دیا۔ اور جب وہ اندر آیا تو سوالات کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس نے بیان کیا "عرصہ دراز تک باہر گھر منے کے بعد میں

تک مروج تھی دیکھو مشر لانس کی تفصیل قدیم مالی انتظام مندرجہ کتاب دیلی صفحہ ۲۲۱۔

^{۵۲۵} کلہن یہاں پر کسی سختی کا ذکر ہے جس کے ذریعے لشکر نے تکلیف دہ تنترہنوں سے نجات حاصل کی تھی۔ جنہوں نے مختلف عہد مابقی میں بہت سے انقلابات پیدا کئے تھے کسی مقدس تصویر کے روبرو تلوار رکھ دینے کا ذکر آگے چل کر اسی ترنگ کے شلوک ۹۸ و ۱۰۱ میں آتا ہے۔ اس سے یہ مراد لی جاتی تھی گویا شخص مذکور نے تمام دنیاوی خواہشات کو ترک کر دیا ہے۔

^{۵۲۶} منڈل ایش کا لفظ جس کے مترادف الفاظ منڈل ایشور اور منڈل ایشتر بھی ہیں ایک حاکم ضلع کی حیثیت میں آخری دو ترنگوں کے اندر بہت جگہ استعمال ہوا ہے مثال کے

یہ سنکر اپنے وطن کو واپس آیا ہوں کہ یہاں اچھی طرح حکومت ہوتی ہے اور ایک سو طلائی مہریں (سورن روپک) لکھا کر اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میں سڑکوں پر بہ آرام چل رہا تھا کیونکہ آپ کے عہد میں وہ لٹیروں سے پاک ہو چکی ہیں چنانچہ تھکا ماندہ کل شام میں نو نوٹش میں ٹہر گیا۔ بہت دور چلنے کی وجہ سے چونکہ میں تھکا ماندہ تھا اس لئے بوقت شب بغیر کسی قسم کے خطر کے سڑک کے کنارے باغ کے درخت کے نیچے سو رہا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ رقم جو میرے کپڑے کے پلے میں بندھی ہوئی تھی پاس ہی ایک کنوئیں میں جے جھاڑی کی وجہ سے بیٹھنے نہ دیکھا تھا گر گئی۔ چونکہ میری ساری کمائی ضائع ہو گئی تھی اس لئے میں بڑی دیر تک چیختا چلاتا رہا اور اس گھر کے کنوئیں میں خود گرنے والا تھا کہ لوگوں نے مجھے روک دیا۔ اس پر کسی شخص نے جو اس الواغیر ماندہ کام کے لئے تیار تھا مجھ سے کہا کہ اگر تمہیں روپیہ مل جائے تو کیا دو گے؟ میں نے اس سے کہا اپنی موجود بے بسی میں کیونکہ اس مال کو حاصل کر سکتا ہوں اس میں سے تمہیں جو کچھ مناسب معلوم ہو مجھے دیدینا اس پر وہ کنوئیں میں اتر گیا اور جب اوپر آیا تو اس نے

طور پر دیکھو حاکم لوہر کا بیان موجودہ ترنگ ۷ شلوک ۹۹۶ ترنگ ۸ شلوک ۱۲۲۸-۱۸۱۴

- ۲۰۲۹۰

۲۳۳۸ کٹھن پر اسچت کے موقع پر گائیوں اور دوسرے جانوروں کی کھال پہنتے کے رواج کے متعلق دیکھو متاکشر جلد ۳ ادھیائے ۵ شلوک ۲۵۴ و ۲۶۳- نیز چتر ورنگ و دانک ادھیائے ۱۰ صفحہ ۶۹۳۔

۲۳۳۸ ایک ٹیکا کار ایک روایت کا ذکر کرتا ہے جس کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اگر ہمارے کاش قتل موجودہ کا قتل میں واقع تھے جو دوسرے پل کے اوپر کی طرف وٹٹا کے بائیں کنارے سری نگر کا ایک حصہ ہیں۔ وکرمانک دیوچرت ادھیائے ۱۸ شلوک ۲۵ میں اچہ

دو اثر فیاں مجھے دیدیں۔ اور باقی ۹۸ خود رکھ لیں۔ جب میں نے اُس کے اس طریق پر اعتراض کیا تو لوگوں نے حقارت آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا کہ راجہ سیکر کے عہد میں جو بات طے ہو جائے وہ قائم رہتی ہے۔ میری ساری کمائی ضائع ہو گئی ہے اور وہ شخص اس لئے کہ میں نے سادہ طور پر ایک تہذیب کا کلمہ جو کہا تھا اس سے ناجائز فائدہ حاصل کیا گیا ہے۔ آپ نے چونکہ اس قسم کی ناانصافی مروج کر رکھی ہے اس لئے میں اب یہاں آپ کے دروازے پر مڑتا ہوں۔“

جب راجہ نے اس سے اس شخص کا نام اور چال پھال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں صرف اس کی روشناسی ہی رکھتا ہوں۔ راجہ نے وعدہ کیا کہ کل صبح تم جس طرح چاہتے ہو کیا جائیگا۔ اور بعد مشکل اُسے پاس بٹھا کر کھانا کھانے پر آمادہ کیا۔ دوسرے دن راجہ نے باشندگان لونٹس کو قاصدوں کے ذریعہ طلب کیا اور ان میں سے برہمن نے اُسے وہ شخص گھڑا ہوا دکھلایا۔ جب راجہ نے اُس سے سوالات کئے تو اس نے سب کچھ ویسے ہی بیان کر دیا جیسے برہمن نے کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں نے جو کچھ کیلئے وہ برہمن کے کہنے پر ہی

انت کے قائم کردہ برہمن اگر ہاروں کا ذکر اسی مقام کے متعلق آتا ہے۔

۴۳۹ کلہن اس جگہ پر شمسکر کی موت کے متعلق ایک اور کیفیت درج کرتا ہے گو وہ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ گو روؤں سے مراد غالباً یہاں پر تشرنگ استادوں سے ہے۔

منو نے اپنی کتاب کے ادھیائے ۹ شلوک ۲۳۷ میں لکھا ہے کہ چوری کی سزا یہ دی جانی چاہئے کہ چور کی پیشانی پر کتے کے پاؤں کا نشان گرم کر کے لگا دیا جائے۔

سٹائن صاحب نے اس جگہ جگر میلک کو ایک مقامی نام خیال کیا ہے یہ لفظ صرف اسی موقع پر آتا ہے ایک ٹیکا کار نے اس کے معنی کچھ اور لئے ہیں لیکن اسکی تشریح مٹی ہوئی ہے۔

کیا ہے۔ جو لوگ حقیقی واقعات اور دی ہوئی زبان کے قائم رکھنے میں کوئی فرق نہ دیکھتے تھے وہ بجات اشتباہ زمین کی طرف نکلے گئے۔ اس پر راجہ نے دربار میں بیٹھ کر ۹۸ سکے اس برہمن کو اور دودوسرے شخص کو دیدیئے۔ لیکن جب لوگوں نے اعتراض کیا تو انہیں اس نے جواب دیا۔ کہ عظیم الشان انصاف کا طریق معلوم کرنا مشکل ہے جو سراٹھاتے وقت بے انصافی کو دیا دیتا ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی شام کے وقت آگ اور چاند کے آبی کرہ کی صورت اختیار کرتی ہے تو لمپوں اور چاند کی روشنی میں اپنی چمک پیدا کر دیتی ہے۔ اور ان کے ذریعے اٹھتی ہوئی تاریکی کو دیا دیتی ہے ویسے ہی انصاف اس طریق پر چلتا ہوا بے انصافی کو دور کرتا ہے۔ انصاف ایک نامعلوم طریقے پر ہمیشہ نا انصافی کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اُسے ویسے ہی پکڑ لیتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔ بجائے یہ کہنے کے جو کچھ تم مجھے دو گے وہ خود رکھ لینا اس نے یہ الفاظ کہہ دیئے تھے تمہیں جو کچھ مناسب معلوم ہو وغیرہ۔ اس حریص برہمن کو ۹۸ سکے صحیح رقم معلوم ہوئے لیکن اس شخص نے اتنی رقم کے دینے کے بجائے دو سکے دیئے جو وہ رقم نہ تھی جس کی وہ خود

۴۴۰ لفظ راجانک کے لفظی معنی "قریب قریب ایک راجہ" کے ہیں۔ اور یہ خطا ان خدمات کے لئے دیا جاتا تھا جو کوئی شخص راجہ کے لئے سرانجام دے۔ دیکھو پروفیسر بولہر کی رپورٹ صفحہ ۴۲ اور ترنگ ۶ شلوک ۲۶۱۔ یہ خطاب اب رازدان کی صورت میں باقی رہ گیا ہے جو کشمیر کے بہت سے برہمنوں کا خاندانی نام ہے۔ راجانک رتناکر "ہروہے" کے مصنف کو یہ خطاب حاصل تھا جو نویں صدی میں ہو گزرا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے کشمیری مصنفوں کو بھی ماضی تھا جن کا ذکر ونش پرشستی میں آیا ہے جو اتھ راجانک نے جو سترھویں صدی میں ہو گزرا ہے نے شد چرت کے متعلق اپنی شرح میں درج کی ہے۔ دیکھو دکن کالج کامسودہ ۱۲۱-۱۸۴۵-۶ نیز ہرچرت چٹامنی ادھیائے شلوک ۴-۱۳ ادھیائے ۱۳

خواہش کرتا تھا۔

غرض اس طرح پر ایسے مقدمات میں ہم و ذکاوت سے کام لیکر راجہ نے جو ہمیشہ نگرانی میں مصروف رہتا تھا گویا کرتیہ یک کا زمانہ واپس لا دیا۔ اگرچہ وہ اس طرح پر لوگوں کی رہبری کر رہا تھا مگر خود اپنے ناما قبت اندیشانہ چال چلن کی وجہ سے موجب تمسخر بن گیا۔ اور اُس کی اُس طبیب کی سی حالت ہو گئی جو دوسروں کے لئے تو اچھا کھانا تجویز کرتا ہے اور خود خراب غذا کھاتا ہے۔ ہر چند کہ خود بڑی احتیاط کے ساتھ ایک ویدیا ٹھی برہمن کی طرح اپنے آپ کو مٹی اور پانی سے پاک کرتا تھا تاہم اس نے اپنے پاس سے اُن نوکر مل کو دور نہ کیا جنہوں نے ڈوموں کا جو ٹھا کھانا کھایا تھا۔ اس نے شہر کے چار کوٹوالوں ^{۲۳۴} دنگرا دہی کرتے کے ذریعے دولت جمع کرنی جو خود باری باری سے روپیہ پر ہاتھ مارا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے تھے۔ ہر چند کہ اس راجہ نے ریشور نامی شو کے لنگ کے نیچے اپنی تلوار چھپا رکھی تھی اور وہ صادق القول تھا تاہم اس کی پیادہ فوج ^{۲۳۵} اسی کے ذریعے اپنے انجام کو پہنچی جب اس کا بڑا بھائی مر گیا تھا اس نے عرصہ دراز تک اس قسم کی خوشی ظاہر کی کہ سمجھتا

شلوک ۲۱۳ سری ورنے یہ خطاب بہت سے مسلمان اعلیٰ درجہ کے افسروں کے متعلق استعمال کیا ہے جس کی مخفف صورت راجان بھی ہے دیکھو سری ور کی راج ترنگنی ترنگ ۱ شلوک ۸۸ ترنگ ۳ شلوک ۱۶۲۔ ۳۸۸۔ ۳۹۰۔ ترنگ ۴ شلوک ۲۲۵۔ ۲۹۸۔ ۳۵۵ وغیرہ یہ خطاب ترنگ کا کلثہ میں بھی مشہور تھا دیکھو پروفیسر بولہر کی تالیف کردہ کتاب ”بیجا تھ پر شستی“ وغیرہ۔

^{۲۳۶} کلہن اس جگہ پر دگپت کی آرائش پر طعن کرتا ہوا اس مشہور کشمیری محاورہ کو دہراتا ہے جس کے الفاظ کے معنی یہ ہیں۔ ”فلان شخص کی ڈاڑھی ایک گھانسن کے بندل کی مانند ہے“ عام طور پر اس کے معنی بہت بڑی ڈاڑھی کے لئے جاتے ہیں۔

آدمی خیال کرتے لگے کہ اس نے اسے کوئی زہر تیار کر کے دلوادیا ہوگا۔ جب ایک ویلاوٹ نے جسے حاکم صوبہ (منڈل ایش)^{۳۲۶} کا عمدہ دیدیا گیا تھا رانیوں سے سازش کی تو راجہ اس طرف سے چشم پوشی کرتا رہا۔ لانا می ایک فاحشہ عورت جس کے عشق کو اس نے رنواس کی ساری رانیوں سے اعلیٰ درجہ دے رکھا تھا اس پر قطعی طور پر قابض تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے دلوں میں چونکہ نیک چلنی (سوہرت) کی گنجائش نہیں اس لئے خالق نے ان کی گول (سوہرت) چھاتیاں باہر لگا دیں ہیں۔ خالق نے ان عورتوں کو چو اپنی بیرونی شکل و شبہاہت میں پاک ہیں اس لئے عورتیں بنایا ہے کہ وہ جانتا ہے انکا چال چلن وہی رہیگا خواہ وہ کسی اعلیٰ شخص سے تعلق رکھیں یا ادلے سے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ خوبصورت آنکھوں والی للا سے گوراجہ بہت پیار کرتا تھا تاہم رات کے وقت وہ ایک چندال چوکیدار سے ملا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ چندال جوان میں کوئی ایسی خوبی تھی جسکے باعث رانی اس پر عاشق ہو گئی اور اس کے قابو میں آ گئی۔ شاید وہ خود کسی چندال خاندان کی تھی یا اسے فریفتہ کرینکا فن آتا تھا۔ بغیر اس کے کیونکہ ممکن تھا

زعفران کے استعمال کے متعلق دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۱۱۹-۱۸۹۷ و ۶۶ و ۳۱۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف راجاؤں کے لئے مخصوص تھا۔

^{۳۲۷} اصل سے یہ بات واضح نہیں ہوتی آیا کلہن کی مراد یہ ہے کہ مدنا دتہ کا کنبہ اس کے ساتھ ہی نئی حالت کو پہنچ گیا یا ایکانگ نے فقیر ہونے کی ناراضگی سے بعد دوبارہ شادی کر لی۔

برہمنوں کو بال کٹوا کر یا اور طریقوں پر جو اس قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں ان کے متعلق دیکھو صاحب کی کتاب ریکٹ انڈسٹ گرنڈرس صفحہ ۱۲۹۔

^{۳۲۸} سکند بھون و ہار کے محل وقوع کے متعلق جس کا نام سری نگر میں کھنڈ بون ہے

کہ ان دونوں میں اس قسم کا ناقابل اعتبار تعلق قائم ہو جاتا۔ یہ بات کہ وہ اس سے کیونکر ملا کرتی تھی کمبیں سے معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ یاد دہانی نامی ایک اہلکار نے ان کی نگاہوں سے تاڑ لیا کہ یہ دونوں گنہگار ایک دوسرے کے ساتھ ناجائز محبت رکھتے ہیں۔ راجہ نے مخبروں کے ذریعہ معلوم کر کے کہ واقعہ میں یہ بات درست ہے جہاں تک ممکن تھا پراسچیت کرنے کی کوشش کی اور ^{۲۳}کالے ہرن کی کھال پہن لی۔ چونکہ رانی کے ساتھ اس کی اندھی محبت تھی اس لئے اس نے اسے مارا نہیں گو وہ خشنماک بے حد ہوا اور اس وجہ سے نکتہ چین لوگوں نے اس کی نسبت طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں جو اس کی نیک نامی کے لئے ضرر رساں تھیں۔ جس طرح کوڑھی کو چھونے سے دوسروں کو بھی کوڑھ کا مرض ہو جاتا ہے ایسے ہی ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ڈوموں کا جو بٹھا کھا یا تھا تعلق رکھنے کی وجہ سے یشسکر پر بھی ناپاکی کا اثر پڑ گیا۔ راجہ چونکہ چاہتا تھا کہ میں اپنے آئندہ جنموں میں بھی شاہی اعزاز حاصل کر سکوں اس لئے اس نے دانائی سے شاہی نشان ایک برہمن کو دیدیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ میں چونکہ ایک معمولی آدمی ہوں اس لئے نوٹ ۱۲ ضمیمہ کتاب ہذا میں بحث کی گئی ہے۔

۱۲۷۲ء سگت کی مورتی سے بظاہر مراد بدھ کی اس بہت بڑی مورتی سے لی گئی ہے جس کا ذکر ترنگ ۳ کے شلوک ۵۵ کے متعلق آیا ہے۔

کشیم گوریشور کے مندر کا ذکر مانک دیوچرت ادھیائے ۸ شلوک ۲۳ اور پرورد پور یا سری نگر کے متعلق بلہن کی کیفیت میں اس حیثیت میں آیا ہے کہ وہ ایک بڑی عالیشان عمارت ہے اس جگہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے منڈپ و تشٹا کے سنگم تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بلہن نے اس ندی کا نام نہیں لکھا جس کے و تشٹا کے ساتھ ملنے سے یہ سنگم پیدا ہوتا ہے اس لئے ہم یقین کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے کہ کشیم گوریشور کے مندر کی صحیح

مجھے یہ تخت ان نیک افعال کی وجہ سے ملا ہو گا جو میں نے سابقہ جنموں میں کئے تھے۔ راجہ چونکہ اوقات کا مشتاق تھا اس لئے اس نے اس قطعہ زمین پر جو اس کے باپ کا تھا آریہ ویش کے ان طلباء کے لئے ایک مٹھ بنوا دیا جو تحصیل علم میں مصروف تھے۔ اس مٹھ کے سپرنٹنڈنٹ کو اس راجہ نے شاہی نشان مع پتروں اور چتوروں کے دیدیا اور صرف ٹکسال کی مہروں اور رنواں کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ دریائے وتشٹا کے کنارے اس نے برہمنوں کو ۵۵ اکر ^{۲۲۸} رنواں کئے جن کے اندر مختلف قسم کے سامان مہیا تھے۔

ورنت کا ولیعہد مقرر کیا جانا آخر کار اس راجہ کے پیٹ میں کوئی عارضہ بھائی رام دیو کے بیٹے ورنت کو وزیروں۔ لایکا نگوں اور باجگدار و الیان ریاست کے صلح مشورہ سے اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے ان کی حفاظت میں دیدیا۔ اپنے بیٹے سنگرام دیو کو اس نے اس لئے بے دخل کر دیا کہ وہ جانتا تھا یہ میرا نہیں ہے۔

مقامیت کو نہی ہے سری نگر کے سنگم کا ذکر کرتے ہوئے بلہن کی مراد ممکن ہے وتشٹا کے مہاسرت کے ساتھ جسے بموجب نوٹ کتاب ہذا مار بھی کہتے ہیں یا دگدہ گنگا کے ساتھ جسے سویت گنگا یا چنٹش کل کہتے ہیں اتصال سے ہو۔ آخر الذکر ندی دریائے وتشٹا سے جنوب کی طرف ہو کر شہر کے مغربی انتہائی مقام پر آخری پل سے نیچے کی طرف ملتی ہے۔ دگدہ گنگا کا ذکر بلہن نے ادھیٹے ۱۸ شلوک ۷ میں دگدہ سندھو کے نام سے کیا ہے۔ اس صورت میں یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے بجائے مہاسرت کے وتشٹا کے ساتھ اس ندی کے ملاپ سے مراد لی ہے۔

۵۲۲۵ کش حاکم سے مراد اس جگہ پر سنگرام والے لوہر سے ہے۔ قبل ازین غلط ہے۔

اس پر وہ لوگ جو تاج حاصل کرنے کے خواہش مند تھے سخت مضطرب اور بے چین ہوئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ اس بچے کو جسے بڑی آسانی سے معزول کیا جاسکتا تھا جانشین مقرر نہیں کیا گیا۔ پروگپت کی تجویز کو پورا کر نیکا وہ موقع جو عنقریب نمودار ہونے والا تھا اس روز غایب ہوتا نظر آیا۔ ورنٹ اس مرتے ہوئے راجہ سے جس نے اسے تاج دیا تھا ملنے نہ گیا اور گو ابھی محل کے اندر ہی تھا تاہم اس نے اتنا بھی نہ کیا کہ اس کی خبر ہی پوچھے۔ اس پر راجہ کو بیہوش ہوتے ہوئے اپنی کارروائی پر سخت افسوس ہوا اور وزیروں نے اسے امید دلا دلا کر اور ترغیب دے دے کہ اس بات پر آمادہ کر دیا کہ تخت نگرام دیوہی کو دیدیا جائے۔

غرض راجہ کے حکم سے ورنٹ کو ایک رات بھر کے لئے آٹھ ستونوں والے ہال (اشٹ استمبھ منڈپ) میں بند کر کے اس کے باہر قفل لگا یا گیا۔ تجویز ہوئی کہ صبح ہوتے ہی اسے باہر نکال دیا جائے۔ اسکے نوکروں کے سر میں خوف یا بیداری سے اضطراب پیدا ہو گیا اور انہوں نے دربار کے کمرے کو یا خانہ

کتاب ہذا میں یہ بات ظاہر کی جا چکی ہے کہ لوہر کا علاقہ حکومت کش میں داخل تھا۔

اس شلوک نیر ترنگ ۷ کے شلوک ۳، سے جہاں ہرنگراج کے ایک بالوا سلازرت راجہ انکرش کو کش بیان کیا گیا ہے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لوہر کا فرمانروا خاندان قبیلہ کش سے تعلق رکھتا تھا۔ راجپوری کے حکمران بھی اسی نسل سے تھے دیکھو ترنگ، شارک ۱۲۷۱-۱۲۸۱ اور ترنگ ۸ شلوک ۱۴۶۶-۱۴۷۱ ان دونوں خاندانوں میں اکثر باہمی شادیاں ہو جایا کرتی تھیں دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۴۶۴ اور ۱۴۶۴۔

۱۴۶۶ لوہر کے متعلق جس کا موجودہ نام لوہرین ہے دیکھو نوٹ علاضیمہ کتاب ہذا

۱۴۶۷ نوٹ علاضیمہ کتاب ہذا میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ ہرنگراج

کی صورت میں بنادیا۔ ایک دن کے راجہ (ورنت) کے ایک نوکر دیو پرشاد نامی نے جو شاہی خون اپنی رگوں میں رکھتا تھا مارے شرم کے اپنی تلوار و جیشور کے مندر میں رکھ دی۔

راجہ شکر کا انتقال { جب سنگرام دیو راجہ مقرر ہو چکا تو راجہ تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے محل سے اُٹھ کر مٹھ میں اس غرض سے چلا گیا کہ وہاں جا کر جان دے۔ جب راجہ زندہ تھا تو شاہی نوکر نمک حلائی کے مصنوعی اظہار میں کہتے تھے کہ ہم اپنا سر منہ منڈوا کر یگڑیوں کو پھینک دیں گے۔ فقیروں والا جو گیا لباس پہن لیں گے اور ہمیشہ کے لئے تلوار رکھ دیں گے۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو کسی نے کچھ بھی نہ کیا۔

مرتا ہوا راجہ محل سے اپنے ہمراہ کپڑے کی تہ میں لپیٹ کر ۲ ۱/۲ ہزار مہریں لے گیا تھا لیکن اس کے جیتے جی پروگپت اور دوسرے چار وزیروں نے انپر قبضہ کر دیا۔ اور اس کے سامنے ہی انہیں آپس میں بانٹ لیا۔ ایک جھونپڑی

کا خسراور رانی دوا کا نانا بھیم شاہی دراصل وہی راجہ بھیم تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے ابرونی نے کابل کے ہندو شاہیوں کے متعلق اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ وہ کلو کا جانشین تھا جس کا نام کلہن نے ترنگ ۵ کے شاوک ۲۳۳ میں کلوک کے نام سے کیا ہے۔ ترنگ کے شاوک ۱۰۸۱ میں کلہن نے واضح طور پر بھیم کو قصبہ اود بھانڈ کا شاہی فرمانروا بیان کیا ہے۔ آخرا ذکر سے مراد گندھار کے قدیم دار الخلافہ سے ہے۔ بھیم شاہی کے سکوں کے متعلق دیکھو گنگیم صاحب کی کتاب کا نیراف میڈیول انڈیا صفحہ ۶۴۔

شاہی قبیلے کا شاہی خاندان بعد میں اپنی لڑکیاں فرمانروایاں لوہر کو شادی میں دیتا رہا دیکھو ترنگ ۷ شاوک ۵۶ و ۵۷۔ ۱۲۷۰۔

کے اندر جو مٹھ کے صحن میں واقع تھی راجہ گہری تاریکی میں بستر پر پڑا کروٹیں لے رہا تھا کیونکہ اس کے اندر بڑی شدت سے دو پہر ہوا تھا چونکہ وہ بیہوش نہ تھا اس لئے اس نے دیکھا کہ میرے آدمی بُرائی پر آمادہ ہیں۔ جب دو تین دن میں اس کی جان نہ نکلی تو اس کے معتبر آدمیوں۔ رشتہ داروں۔ نوکر وں اور ویلاؤتوں نے جو جلدی سے سلطنت پر قبضہ کرنے کے خواہش مند تھے زہر دیکر اسے ٹھکانے لگایا۔ رنواس کی رانیوں میں سے صرف تریلوکیہ دیوی ہی سستی ہوئی اور اپنے شوہر کے ساتھ اس طرح سے چلی گئی جیسے سورج کے ساتھ اس کی اپنی روشنی۔

بعض گوروں نے جو زمانہ سابق کے لوگوں کی فوق الفطرت طاقتوں کا حوالہ دیکر اپنی عظمت کو دوبالا کرنا چاہتے ہیں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ یہ راجہ ہمیشہ اپنی رعایا کی ذاتوں اور زندگی کی حالتوں پر نگرانی کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ چکر میلک کے مقام (۹) پر چکر بھانوناچی ایک برہمن عابد صحیح روش سے منحرف ہو گیا ہے تو اس نے قانون کے مطابق اس کی پیشانی پر کتے کے پنجے کا نشان گرم کرا کے لگوا دیا

بھیم شاہی کے اختیارات کی یہ ایک علامت ہے کہ اس نے اپنی نواسی سے سمرال میں اپنے نام کا ایک مندر تعمیر کروایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھیم کیشو کے ساتھ بہت سے اوقات ہو کرتے تھے۔ ترنگ کے شلوک ۱۰۸۱ میں کلہن نے جو دلچسپ قصہ بیان کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قصے میں مذکور ہے کہ اس سے ایک صدی بعد راجہ ہرش نے اس مندر کا مال و جواہر ضبط کر لیا تھا۔ مارتنڈ (بون) کے مقدس چشموں کے شمال میں ایک میل کے فاصلہ پر اور دریائے لدر کے بائیں کنارے کی طرف مجزو میں جو قدیم مندر پایا جاتا ہے اس کی نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ بھیم شاہی کا مندر تھا۔ یہ مندر آجکل ایک اسلامی زیارت کی صورت میں مبدل ہو چکا ہے اور چونکہ اس کے اندر باہر پلستر کی موٹی تہ پھری

اس پر غصہ میں آکر اس برہمن کے چچا ویرنا تھ جا دو گئے جو اس راجہ کا وزیر خارجہ تھا اس سے انتقام لیا۔ انہی لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ سات دن میں مرا تھا لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک عرصہ دراز تک رہنے والے مرض میں مبتلا ہو کر مرا ہے تو اس کو کیونکر باور کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ اس کے دوران علالت میں ہوا تھا تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ اسکی موت کا باعث ورنٹ اور دوسروں کا سراپ تھا۔

راجہ سنگرام دیو

۹۴۸ء تا ۹۴۹ء

غرض راجہ ریشسکر ۹ سال حکومت کرنے کے بعد لوگک سمٹ ۴۰۲۴ (۹۴۸ء) کے ماہ بھادول کے کرشن پکش کی تیسری تاریخ کو راہی ملک عدم ہوا۔ پروجکت نے اس چھوٹی عمر کے راجہ کی دادی کو تخت پر اس کا محافظ مقرر کیا اور خود ہوئی ہے اس لئے اس کی تفصیلی باتوں پر غور نہیں ہو سکتا۔ اس عمارت کی مفصل کیفیت بشپ کوئی نے جنرل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۶۶ء صفحہ ۱۰۰ پر درج کی ہے۔

اس مندر کے متعلق آجکل خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں پر ایک مسلمان ولی بابا بام دی صاحب کی آرامگاہ ہے اور اس وادی کے مسلمان اکثر یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ لیکن مقامی طور پر یہ روایت مشہور ہے کہ یہ ولی جس نے اس جگہ کو اپنے لئے بنایا تھا۔ دراصل پہلے ایک ہندو سادھو تھا۔ اس زیارت کے متعلق کشمیری روایات کے رو سے بن کا ایک مسودہ سٹائن صاحب کو اس وقت مل گیا تھا جب وہ ستمبر ۱۸۹۱ء میں وہاں

بھو بھت اور چار وزرا سمیت تمام اختیارات سے کام لینے لگا۔ رفتہ رفتہ طاقتور پروگیت نے باقی سب کو راستہ سے الگ کر دیا جسے کہ راجہ کی دادی کو بھی ٹھکانے لگایا اور محل شاہی کا خود ہی مالک بن گیا۔ چونکہ وہ ایک ایسے طریقہ پر کام کرتا تھا جس میں فرائض وزارت کے ساتھ ساتھ شاہی اعزاز کی جھلک بھی پائی جاتی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں پر اس کی نسبت یہ اثر پڑتا تھا کہ وہ راجہ بھی ہے اور راجا تک بھی۔

پروگیت خود اس چھوٹی عمر کے راجہ کی خدمت کرتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ کھلاتا تھا جس سے دیانت دار لوگ خیال کرتے تھے کہ وہ ہر قسم کے مکرو فریب سے پاک ہے۔ جن لوگوں کی نسبت یشکر کا خیال تھا کہ وہ غداری سے ڈرتے ہیں اور جنہیں اسی لئے اس نے عہدے عطا کئے تھے وہی اس کے بیٹے کو تخت سے برطرف کرنے والے ثابت ہوئے۔

پروگیت کی ڈاڑھی ^{۳۴۱}ٹکھاس کی کیاری کی طرح پھیلی ہوئی تھی اس کا رنگ ایک چھوٹے اونٹ کے بالوں کی رنگت کی طرح بھورا تھا۔ اور وہ راجاؤں کی طرح اسپر گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس سادھو کا نام تبدیل مذہب سے پہلے بھوم سادھی تھا۔ اس سے معاہدہ را خیال بھیم شاہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خیال گذرتا ہے کہ غالباً شاہی کی بجائے بگڑ کر سادھی رہ گیا ہو۔

جب ہم ہنزہ کے نام پر غور کرتے ہیں جو اس مقام کا نام ہے تو اُس صورت میں بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ اس کے قریب والے مارتنڈ تیرتھ کے مہاتم کے دوسرے پل میں یہ نام بھیم دوپ کی صورت میں موجود ہے۔ یہاں پر صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوپ ڈوکی ایک صورت ہے جس کے معنی کشمیری زبان میں جزیب کے ہوتے ہیں۔ بھیم جو بھوم سے مشابہ ہے اس سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ بھیم کیشو کا مخفف ہے دریا ئے لدریں اُس

زعفران لگا یا کرتا تھا۔ چونکہ ایک انگوں کے خوف سے اس نو عمر راجہ کو علانیہ طور پر نہ مار سکتا تھا اس لئے اس نے اس مطلب کے لئے جادو سے کام لینا شروع کیا ایک روز رات کے وقت اسے ایک فوق الفطرت آواز سنائی دی جو یہ کہتی تھی کہ چیت کی پہلی تاریخ سے یہ سلطنت قانوناً تمہاری اور تمہاری نسل کی ہو جائیگی۔ اگر تم نے کچھ اور کارروائی کی تو تمہاری زندگی اور کنبہ کا جلدی خاتمہ ہو جائیگا۔ اس پر اس نے معلوم کر لیا کہ جادو سے کام لینا فضول ہے۔ مگر اس کا اضطراب اور بھی بڑھ گیا۔ وہ ایک انگوں کی مخالفت سے ڈرتا تھا لیکن ساتھ ہی اضطراب اور اندیشہ کی وجہ سے روز بروز عنان صبر اس کے ہاتھ سے نکلی جاتی تھی۔ آخر کار شب و روز اس کی بے چینی اس انتہا کو پہنچ گئی کہ یکا یک ایک روز جب کہ لوگ سخت برقیاری کے باعث گھروں سے باہر نہ نکلے تھے اس نے فوجیں جمع کر کے محل کا محاصرہ کر لیا۔

اس موقع پر وفادار وزیر رام درہن اور اس کے بیٹے بدھ نے مقابلہ کیا لیکن وہ میدان میں کام آئے جس پر پروگپت نے ایک پھولوں کی رسی جیسے اس کے چٹانی ٹیلے کے سامنے جس کے دامن میں یہ مندر واقعہ ہے بہت سے چھوٹے چھوٹے بجزیرے واقع ہیں اور اسی وجہ سے اس مقام کا موجودہ نام بُمروہ گیا ہے۔

یہ مہاتم جو نسبتاً ناناہ حال میں لکھا گیا ہے اس کے اندر بھی کیشو کا کچھ ذکر نہیں آتا اس میں بھی دو بیپ کا نام مارتنڈ کی شکیتوں میں سے ایک یعنی بھیما سے لیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ امر قابل غور ہے کہ مارتنڈ تیرتھ کی یا ترا کے لئے بُمرو جانا ضروری نہیں۔ یہ مقام اس صورت میں ایک قدیم روایت کے اندر سے حذف نہ کیا جاتا اگر بُمرو کا نام بھیما اور مارتنڈ کی پوجا سے منسوب ہوتا۔

پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی کے شلوک ۳۳ میں جہاں بھیما دیوی کے نام سے

باب (یشکر) کا ویلا دست بطور نذرانہ کے لایا تھا خمیدہ پا (وکرانگھری) سنگرام کی گردن میں باندھ دی اور اُسے تخت پر سے نیچے گھسیٹ لیا اور اس کے بعد اس نے اُسے ایک دوسرے ہال میں لے جا کر جان سے مار ڈالا اور اس کی گردن میں رسی باندھ کر بوقت شب دریائے ویشٹا میں پھینک دیا اس طرح پھر وہ بدکا شخص لوگ سمست (۲۲۷-۲۲۸ء) کے ماہ پھاگن کے کرشن پکش کی دسویں تاریخ کو تلوار اور زرہ بکتر لیکر تخت شاہی پر بیٹھا۔

راجہ پروگیت

۹۲۹ء تا ۹۵۰ء

پروگیت جواب تخت نشین ہوا سنگرام گیت کا بیٹا تھا جو پارسی و شوک میں ابھینہ نامی ایک مصنف (دور) کے گھر پیدا ہوا تھا۔ پہلے بعض لوگوں نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اس کی مخالفت کی جائیگی لیکن اس کے ڈر کے مارے بنے بجزو کا ذکر آیا ہے اسے چنداں اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ یہ کتاب سولہویں کے اخیر میں لکھی گئی تھی اور اس کے مصنفوں نے وادی کے قدیم مقامی ناموں کے متعلق ایک سے زیادہ مقامات پر غلطی کھانی ہے جیسا کہ نوٹ ۱۳۵ کتاب ہذا سے ظاہر ہوتا ہے ہیما دیوی کی پوجا حقیقت میں جدید موضع بران میں ہوا کرتی تھی جو سری نگر سے زیادہ فاصلہ پر نہیں۔

جس مندر کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُس کے قریب ہی ٹیلے کے اندر ایک چھوٹی سی غار ہے جس میں ایک چھوٹا سا مندر عمدہ حالت میں موجود ہے۔ کنگھیم صاحب نے جنرل اف ایشیاٹک سوسائٹی بنکال بابت ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۲۵۲ پر اس کے متعلق بیان کیا

اگلی صبح اس کی اطاعت گزاری کی بدخواہ والیان ریاست۔ ایکانگ لوگ ورراٹے
خاص۔ اہلکار اور منتزین سب اس سے ڈرتے تھے اور آخر کو ان سب غدر کی اطلاع
مندانہ نامی ایک ایکانگ کا جو سوہیہ کی نسل سے تھا نقارہ بے احتیاطی سے
راجہ کے کمرہ دربار میں پھٹ گیا۔ اسپر راجہ نے غصہ میں آکر اس کے کپڑے
اُتر وادیئے۔ اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی اس پر وہ
شخص سرنہ منڈواکر سیناسی بن گیا۔ اس حالت میں بھی اس کی بیوی ^{۲۲۲}بچے
پاس تھے چنانچہ آجنگ تریپوریشور میں اس کی اولاد موجود ہے۔

راجہ پروگپت نے دولت جمع کی اور ان اہلکاروں کو جو لوگوں کے لئے بمنزلہ
طاعوں کے ثابت ہوتے ہیں اختیارات دے دیئے۔ لیکن اپنے اس بُری
طرح کمائے ہوئے روپے سے بھی اس نے سکند بھون ^{۲۲۳}وہار کے محل وقوع کے
قریب پروگپتیشور نامی شوجی کا مندر قائم کروایا۔

مشہور و معروف راجہ شسکر کے رنواس کی عورتوں میں ایک نیک دل
رانی ایسی تھی کہ گوری کی طرح اس نے اپنی نسبت تمام بُری افواہوں کو دور

ہے کہ یہ ایک نہایت قدیم مندر ہے گو انہوں نے اس بارہ میں جو دلائل پیش کی ہیں وہ
قاطع دسابع نہیں۔ جہاں تک کشمیر کے فن عمارت کے متعلق ہمارا موجودہ علم پہنچتا ہے اس
معلوم ہوتا ہے کہ یہ مندر اور وہ چھوٹی سی کوٹھری جو بام دین صاحب کی زیارت کے جنوب
مغرب کی طرف چند قدم کے فاصلہ پر واقع ہے اور ایک اسلامی مقبرے کی صورت میں
مبدل ہو چکی ہے یہ دونوں بھیم شاہی یا اُس کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ امر اغلب ہے کہ کشمیر گپت کے عوفی نام دو اکشیم کے متعلق یہاں پر جو روایت بیان
کی گئی ہے وہ اس راجہ کے سکوں کی داستان سے منسوب کی جاسکتی ہے جس پر دی کشمیر گپت
کا نام مندرج تھا کنگھیم صاحب نے اپنی کتاب کانیر ٹیول انڈیا کے صفحہ ۴۵ پر یہ خیال ظاہر

کر کے دکھا دیا۔ اس پاکباز عورت نے بڑی چالاکی کے ساتھ پروگپت کو دھوکا دیا جو بے موقعہ محبت کی شاخیں پھوٹ نکلنے کے باعث اُس کی نظر رطف کا خواستگار تھا۔ اس گمراہ کرنے والے کو اس خوبصورت بھنوں والی رانی نے یہ جواب دیا۔ ”میرے شوہر نے یشکر سوامن کا جو مندر بنوانا شروع کیا تھا اور جو اس کی موت کے وقت آدھا ہی بنا تھا۔ جب تم اس کی تعمیر کو مکمل کر دو گے اس وقت میں یقیناً تمہاری خواہش پوری کر دوں گی۔“

اس پر راجہ نے پھولے نہ سما کر اس مندر کو چند ہی دنوں میں مکمل کر دیا۔ اس پر وہ پاکباز رانی اس ہون کی آگ میں جل کر بھسم ہو گئی جس کو گھی اور پورن آہوتی کے ذریعہ روشن کیا گیا تھا۔ اس جان پر کھیل جانے والی پرتو بکثرت پھولوں کی بارش ہوئی اور اسپر جو اس کی چاہ میں لگا ہوا تھا لغت اور طامت کی بوچھاڑ۔ اپنے تیزالافشا کاموں کے تفکرات اور اضطراب کی وجہ سے پروگپت کو مرض استسقا لاحق ہو گیا بیوقوف لوگ گو تکالیف اور تفکرات کو دور کرنے کے متعلق اپنی عبث کوششوں سے سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی عارضی ہے تاہم دغا باز قسمت کی

کید۔ یہ نام دو اکشیم گپت کا مخفف تھا برنوع کشیم گپت کی اپنی رانی کا نام سکوں پر درج کرنے کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ اس کا ایسا کرنا ہی اس کے عرفی نام کے مشہور ہونے کے لئے کافی تھا۔ زمانہ حال میں کشمیریوں کو اپنے فرمانرواؤں کے عرفی نام رکھنے کے متعلق جو اشتیاق ہے اس کے لئے دیکھو لارنس صاحب کی کتاب دیلی صفحہ ۲۷۷۔ کلہن نے جن راجاؤں کے عرفی نام دیئے ہیں ان کا ذکر ترنگ ۵ کے شلوک ۲۵۴۔ ترنگ ۶ کے شلوک ۱۲۸ و ۱۶۱ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۸۵۸۔ ۹۰۴۔ اور ۱۲۲۵ میں آتا ہے۔

۵۳۲۸ دامودر آرنیہ وہ دریائی سطح مرتفع ہے جس کا نام دامودر اور دہے اور جیکا

خواہش کے دھوکے میں آکر آگے بڑھتے جانے سے نہیں رکتے ہر چند کہ اس حالت میں اسے بہت سے تفکرات لگے ہوئے تھے تاہم اپنے سابقہ جنموں کے اعمال نیک کے باعث جنکا اثر حال زائل نہ ہوا تھا وہ سوریثوری تیرتھ کے نواحیات میں مرا۔ وہ شاہی طاقت جو اس نے دغا سے حاصل کی تھی لوگوں سمیت (۱۵۵۹ء) کے ماہ اساطھ کے شکل پکش کی تیرھویں تاریخ کو اس کے ماتھے سے جاتی رہی۔ اگر کسی شخص کو اس زندگی میں بڑے کاموں کے بعد بہت جلد اس قسم کی موت نظر نہ آئے جو آنے والی زندگی کی خوفناک تکالیف کے نتائج پیش کرنے والی ہو تو کون ایسا ہے جو بڑے کاموں کے ذریعہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریگا۔

راجہ کشیم گپت

۱۵۵۹ء تا ۱۵۸۹ء

پروگپت کے بعد اس کا بیٹا کشیم گپت تخت نشین ہوا جس کے اندر دولت

ذکر راجہ دامودر کی روایت کے متعلق دامودر سود کے نام سے نوٹ ۱۲۷ کتاب ہذا میں آچکا ہے۔

للیان کا ذکر سوائے اس کے کسی اور جگہ پر نہیں آتا۔ شمشکا کا ذکر آگے چل کر ترنگ ۷ کے شلوک ۳۶۹ میں آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ نواحیات وج بروہیں کوئی مقام تھا۔ سٹائن صاحب کو اس کی صحیح مقامیت کا پتہ نہیں چل سکا۔

یہ امر اغلب ہے کہ للیان اور شمشکا اودروں یا دریائی سطوح مرتفع کے نام ہیں۔ ان مقامات میں چونکہ کاشت نہیں ہو سکتی اس لئے عام طور پر وہ ویران ہی پڑے رہتے

اور شباب کی حرارت شراب بخوری کے باعث اور بھی بڑھ چکی تھی۔ یہ شخص فطرتاً بد تھا۔ رہا سہا شریوں کی صحبت سے بگڑ گیا۔ جس طرح کالی رات کو سیاہ بادل اور بھی بھیانک بنا دیتے ہیں۔ ایک سو بد چلن منہ لگے درباری جن کا ہر بھلکین تھا اس راجہ کے گرد موجود رہا کرتے تھے اور اس کے برابر قدر و قیمت کے کپڑے اور زیورات پہنتے تھے۔ ہر چند کہ خوشامدی راجہ کو لوٹ رہے تھے اور وہ جوئے۔ شراب اور عیاشی میں بہت سا روپیہ لٹاتا تھا تاہم وہ شان و شوکت سے بالکل عاری نہیں ہوا۔ جو راجہ جذبہ محبت کا غلام ہو جائے۔ شراب پر مفتون ہو۔ جو اکیھلتا ہو اور اس کے گرد اس قسم کے شرابی لگے رہیں جو اس کے خزانہ کی دولت لوٹیں وہ اس کنول پھول کی مانند ہوتا ہے جس کا رنگ سرخ ہو جس کے اندر میٹھا شہد اور بیج ہوں اور جس کے اندر شہد کی مکھیاں جمع ہو کر رس چوستی رہیں۔ اس صورت میں اگر اس کنول پھول پر (خواہ ایک دن کے لئے ہی) رونق آجائے تو پھر راجہ کے باشندان و شوکت ہونے میں کوئی تعجب کی بات ہے۔

ہیں اور گیڈرواں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۵۴۷۹ اس جگہ یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ کس مہینے کا حوالہ دیا گیا ہے چونکہ کشمیر میں مہینے کا حساب کرشن پکش سے شروع ہوتا ہے اس لئے شاید ۱۴ بدی پوم سے مراد ہے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ ماہ مگھر کی چودھویں تاریخ سے مراد لی گئی ہو۔ جس موقعہ پر شو چتروشی کے نام سے اب تک تعطیل ہوتی ہے۔

۵۴۵۰ دراہ کشمیر سے مراد قدیم بارہ مولا کے جائے وقوع اور اس کے نواحات سے ہے جہاں پر اب تک وادی کے مغربی راستے پر بارہ مولا کا شہر آباد ہے۔ زمانہ قدیم سے اس مقام کی نسبت خیال چلا آتا ہے کہ یہ نہایت مقدس ہے کیونکہ وشنو نے

وامن اور حشوخ کے دوسرے شریر بیٹوں نے راجہ کے دل کو اپنے قابو میں کر لیا اور ایک شیطان کی طرح اس کے اندر بُرے جذبات پیدا کر دیئے۔ راجہ جو بد معاشی پر تلا ہوا تھا۔ دوسروں پر خوب ہنسی اڑاتا۔ دوسروں کی بیویوں سے محبت کرتا اور دوسروں کی مرضی کے ماتحت رہتا تھا۔ وہ قابل عزت لوگوں کی ڈاڑھیوں پر تھوکتا۔ ان کے کانوں میں گالی گلوچ کے الفاظ پہنچاتا اور ان کے سرواں پر نیکے مار کرتا تھا۔ عورتیں اس سے بغل گیر ہو کر۔ شکاری اسے ہمراہ لیکر جنگل میں پھر کر۔ اور خوشامدی غیر مہذب باتوں کی تعریف کر کر کے اس کے منظور و نظر بنتے تھے۔ دربار شاہی میں کسبیوں۔ بد معاشوں۔ احمقوں اور لڑکوں کا اخلاق بگاڑنے والوں کا دور دورہ تھا۔ اس لئے دانا ویاں جانانا مناسب سمجھتے تھے۔ حشوخ کے شریر بیٹے راجہ کشیم گپت کو اس طرح بچاتے تھے گویا وہ ایک پتلی ہو اور جسے کھلاڑی رسیوں کے ذریعہ متحرک کر رہے ہوں۔ انہوں نے اس کا نام کنکن ورش (کنگن برسانے والا) رکھا ہوا تھا اور اس بات سے

اسی جگہ پر وراہ ۱۵ اور تار لیا تھا۔ مقدس محل وقوع اور اس کے نواحیات کے مقامات کے متعلق روایات کا ذکر وراہ کشتیر مہاتم میں موجود ہے جن کا حوالہ دوسرے مہاتموں اور نیل مت پوران کے شلوک ۱۱۸۰ و ۱۳۴ میں آتا ہے۔ پروفیسر بوہلر نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۱ پر ان تیر تھوں اور نواحیات کی قدیم چیزوں کے متعلق نہایت صحیح کیفیت اور ان روایات کا خلاصہ درج کیا ہے۔

کلمن نے اس جگہ اور ترنگ ۶ کے شلوک ۲۰۴ میں وراہ کشتیر کا لفظ سارے نواحی علاقے کے لئے استعمال کیا ہے جس میں بائیں دریائی کنارے کے ہرشک پور کا جائے وقوع بھی شامل ہے۔ بعد کی تاریخوں اور مہاتموں میں وراہ کشتیر۔ وراہ کشتیر۔ وراہ کشتیر یہ تینوں نام ایک ہی محلوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ دیکھو مری در کی راج ترنگنی ترنگا

خوش ہوتے تھے کہ وہ ان کے بازوؤں میں لنگن ڈالے۔ راجہ کو خوش کرنے کے لئے وہ بے عیبوں کے کے عیب نکالتے۔ عجیب عجیب باتوں کی نمائش کرتے اور بے قصور لوگوں کے سروں پر تھپڑ لگاتے تھے۔ یہ لوگ عاشق مزاج راجہ کو اپنے گھروں میں لے جا کر اپنی بیویوں کی چھانٹیاں اور کمریں ننگی کر کے دکھاتے تھے اور جو اکیلے کر اسے لوٹتے تھے۔ وہ اس کے لئے با من طریقہ پر لطف عیش حاصل کرنے کے موقع مہیا کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے۔ بے شرمی سے خود اپنی بیویاں راجہ کے روبرو پیش کرتے اور کہتے تھے کہ آپ ان کی صفات خاص تجربہ کے ذریعہ معلوم کریں۔ جب وہ عیش کے مزے لوٹ چکنا تو وہ اس سے پوچھتے تھے کہ کس نے آپ کو زیادہ خوش کیا ہے ان حالتوں میں یہ لوگ جو مانگتے راجہ انہیں دیا کرتا تھا۔ اس کے چا پلوں میں دو آدمی ہری اور دھورجی نامی دلالی کے فن میں سادہ لوح تھے کیونکہ انہوں نے اپنی ماتاؤں کی عصمت کو بچائے رکھا۔ خوشامدی لوگ اپنے جسم پر تمسخر اڑا کر اپنی عزت کو زائل کرتے ہیں۔ اپنی عورتوں کو خود بد چلن کر کے اپنے گھروں سے

شلوک ۴۰۳۔ پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۴۰۳۔ ۵۲۰ و ۶۴۷ اور ہریت چننا منی ادھیائے ۱۳ شلوک ۴۳ وغیرہ۔

وراء کا قدیم مندر (دیکھو ترنگ ۶ شلوک ۲۰۶۔ ترنگ، شلوک ۱۳۱۰ جو مزاج کی راج ترنگنی شلوک ۶۰۰) دریا کے دائیں کنارے اور پہاڑیوں کے دامن کے درمیان ایک تنگ قطعہ زمین پر واقع تھا وہ شہر جو اس مندر کے قریب آباد ہو گیا ہے اور جو دہی ہی حیثیت رکھتا تھا جیسے موجودہ وراہ مول اس کا نام بارہ مولا ہے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۴۵۲۔ پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۷۷۔

ہشک پور جس کا ذکر نوٹ ۷۷ کتاب ہذا میں آچکا ہے اس کا موجودہ نام اُشکر ہے

پاکیزی کا عنصر دور کرتے ہیں اور عرصہ دراز تک خدمت گزاری کر کے اپنے آرام کو گناتے ہیں۔ اس صورت میں جبکہ وہ انہی چیزوں سے دست بردار ہو جاتے ہیں جن کے لئے انسان کو کوشش کرنی لازم ہے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اپنی خدمت کے ذریعے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

بھٹ پھلگنیش سکر کا مشیر ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس خوشی بھوگنے کی خواہش کا بُرا ہو کہ انجام کار وہ بھی کشیم گپت کا درباری بن گیا۔ اس نے پھلگن سوہن نامی وشنو کا مندر اور بعض اور مندروں کی بنیاد ڈالی راجہ پس پشت اسکے مشوروں پر ہنسا کرتا تھا۔

رک نامی ایک پُرانا کمانڈر انچیف (کمپنیش) بھی اس بری مجلس میں شریک ہو گیا اور اسے بھی ناراضگی دور کرنے کے لئے ضرورتاً سر پر ٹھوکریں سہنی پڑیں۔ جب ڈامر سنگرام پر قاتلوں نے حملہ کیا تو وہ بچے ایندروہار میں داخل ہو گیا جس پر کشیم گپت نے بے رحمی سے اس وہار کو جلوا دیا۔ یہ وہار بالکل جل کر راکھ ہو گیا جس کے بعد راجہ نے اس کے اندر سے سگت (بدھ) کی مورتی کا

یہ شہر ایک کھلے میدان میں واقع تھا اور زمانہ قدیم میں بظاہر بارہ مولا سے بڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر موقعوں پر مذہبی بنیادوں کا ذکر ہشک پورہی کے متعلق آیا ہے دیکھو ترنگ ۴ شلوک ۱۸۸۔ ہیون سانگ نے اپنی کتاب لائف کے صفحہ ۶۸ پر صرف ہشک پور کا حوالہ دیا ہے لیکن البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۱ کے صفحہ ۷۰ پر لکھا ہے کہ اشکارہ اور بارہ مولا دونوں وادی کے دہانہ پر واقع ہیں لیکن اس زمانہ کے بعد ہشک پور یا اشکر تو ایک چھوٹے سے گاؤں کی حیثیت میں رہ گئے ہیں بسا لیکہ بارہ مولا ایک خاصی اہمیت رکھنے والا شہر ہے اور سبجا نب مغرب جو مال روانہ ہوتا ہے یہ اس کی ایک منڈی ہے۔

پتیل لیکر اور چند گرتے ہوئے مندروں سے پتھر جمع کر کے شہر کی منڈی میں
 شوجی کا ایک مندر کشیم گوریشور نامی بنوایا اور بیوقوفی سے یہ خیال کیا کہ اس
 سے میری شہرت ہمیشہ قائم رہے گی۔ جب ایک آدمی مر جاتا ہے تو دوسرا اسکی
 جائیداد پر قبضہ کر کے بہت خوش ہوتا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ جب میں مر جاؤں گا
 تو یہی دولت کسی دوسرے خزانہ میں چلی جائیگی۔ افسوس ہے کہ یہ جھوٹی دلیل
 بازی اپنی ناقابل بیان دھوکا دہی سے تاریکی پھیلانے کا باعث ثابت ہوتی
 ہے۔ عیاش کشیم گپت نے بچے ہوئے وہار کے ۳۶ گاؤں واپس لیکر انہیں
 حاکم کش^{۳۲۵} کے قبضہ میں دیدیا۔

راجہ کی شادی انی دوا کے ساتھ { سنگھراج دالے لوہر نے جو چند دھوکے
 طاعت کے لحاظ سے اندر سے مشابہ تھا اپنی بیٹی دوا کی شادی اس راجہ
 سے کر دی۔ چونکہ راجہ کا دل ہر وقت دوا ہی کی طرف لگا رہتا تھا جو شاہی کی
 بیٹی کی بیٹی تھی اس لئے لوگوں نے اس کا نام ود کشیم رکھ لیا۔

ہشک پور میں کشیم گپت نے جو دو مٹھ بنوائے تھے ان کے محل وقوع کا اب کچھ
 پتہ نہیں چلتا۔

۳۵۱ء وردھن سوہمن کے مندر کے متعلق قبل ازیں ترنگ ۳ کے شلوک ۳۵
 میں بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ پرور سین کے شہر کے ایک طرف کی انتہائی حد تھا اس کی
 مقامیت معلوم نہیں۔ اور نہ بھکشو کی پارک کی معلوم ہو سکی ہے۔

دیتال سوتر پاٹ میں بظاہر صاف طور پر ترنگ ۳ کے شلوک ۳۸ کا حوالہ دیا گیا
 ہے جس میں ایک دیو نے پرور سین کو نئے شہر کے لئے جگہ بتائی تھی۔ ممکن ہے کہ وہ جگہ
 جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ دیو نے اپنی رسی سے اسپر نشان لگا دیا تھا اس کا

اس رانی کے تانا مشہور و معروف بھیم ^{۴۴۴} شاہی نے بھیم کیشو نامی وشنو کا بلند مندر تعمیر کروایا۔

دواپتی پھلگن نے اپنی بیٹی چندر لیکھا کی شادی راجہ سے کر دی تھی اور دوا اس پر رشک کرنے لگ گئی۔

اس راجہ نے استادوں سے بڑی تکلیف اٹھا کر فن نیزہ بازی سیکھا لیکن اس فن سے اس نے جو بڑے کام لئے ان کے باعث اس کا حصول قابل نفرت بن گیا۔ لازم تھا کہ ان تیزوں کو وہ بہادری کے کاموں میں استعمال کرتا مگر اس نے انہیں گیڈروں کا شکار کرنے کے لئے انسب خیال کیا۔ لوگ دیکھا کرتے تھے کہ وہ کتے اور جال ساتھ لیکر ڈوموں اور جنگلی لوگوں کے ہمراہ ^{۴۴۵} شکار کی تلاش میں پھرتا ہے۔ اُس نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ دامودر ^{۴۴۶} آرنیہ لیبان اور شمشکا وغیرہ مقامات میں گیڈروں کا شکار کرتے ہوئے گزارا۔

وہ کرشن پکش کی چودھویں ^{۴۴۹} تاریخ کو شکار کھیل رہا تھا کہ اس نے ایک چنچتے ہوئے مادہ گیڈر کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلتا دیکھا۔ اس سے وہ اسقدر نام ویتال سوتر پاش ہے۔

^{۴۵۲} سروادھیکار کے لغوی معنی تمام عہدوں کے چارج کے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ عہدہ وزیر اعظم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی بجائے آجکل دیسی ریاستوں میں دیوان کا لفظ مروج ہے اس کی توضیح ترنگ ۸ کے شلوک ۲۳۶ اور ۲۴۰ کے مقابلے سے ہوتی ہے جہاں پر سروادی کار اور مکھ منترتا کے نام ایک ہی عہدے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ چونکہ اس اہلکار کا ذکر شاذ و نادر مقامات پر آیا ہے۔ اس لئے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ افسران سرکاری میں باقاعدہ طور پر ایک اعلیٰ عہدہ نہ ہوتا تھا بلکہ غیر معمولی طور پر اثر اور طاقت رکھنے والے اہلکاروں کو دیا جاتا تھا۔ اس کی

خائف ہوا کہ اسے بخار کے ساتھ مرض لوتا ہو گیا جو آخر کار اس کی موت کا باعث ثابت ہوا۔ مرتے وقت وہ وراہ کشتیر کو چلا گیا جہاں اس نے ہشک پور کے قریب سرکینٹھ مٹھ اور کشیم مٹھ کی بنا ڈالی تھی۔ اس کے جسم پر مسور کی دال کی طرح لوتا کے دانے نکل آئے اور وہ لوک سمیت (۲۰۳۴ء) کے ماہ پوس کی شکل پکش کی ۹ تاریخ کو راہی ملک عدم ہوا۔

راجہ ابھینو

۹۵۸ء تا ۹۷۲ء

راجہ کشیم گپت کے بعد اس کا نو عمر بیٹا ابھینورانی ودا کے زیر نگرانی راجہ بنا جس کی فطرت میں رحم نام کو نہ تھا۔ نظارت خارجہ صرف خاص اور دیگر عہدوں کے افسر بلا تامل رانی کے کمرے میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس راجہ کے عہد میں یکا یک تنگیشور منڈی کے فواحات میں ایک خوفناک آگ لگ اٹھی۔ یہ آگ

توضیع اس بات سے ہوتی ہے کہ جیسا شلوک ۳۳۳ سے معلوم ہوتا ہے رانی ودا کے زبردست وزیر کو یہ خطاب حاصل تھا ایسے ہی ترنگ ۸ کے شلوک ۵۶۰ سے معلوم ہوتا ہے جہاں پر سروادھی کارن گورکھ نے انتظامی قواعد مرتب کئے تھے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۷ میں شرنکار کی موت کے موقع پر سروادھی کار کے اختیارات کی تقسیم کا ذکر آیا ہے مزید حوالوں کے لئے دیکھو ترنگ ۷ شلوک ۳۶۲-۵۶۸۔ ترنگ ۸ شلوک ۸۶۴ و

-۱۸۵۰

۹۷۳ء کا شتھ دارٹ سے مراد علاقہ کشنوار نہیں ہو سکتی جو کشمیر کے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے کیونکہ پرنوتس یا پرنسٹس کار اسنہ جہاں پھلگن پہنچنا چاہتا تھا ایک

۴۵۱
وردہن سوامن نامی دشمنو کے مندر کے قریب بھکشو کی پارک تک جا لگی تھی۔
اور اس سے ویتال سوترپاٹ تک تمام بڑی بڑی عمارات ضائع ہو گئی تھیں۔
اس آگ نے ایک طرح پر ملک کو پاک و صاف کر دیا کیونکہ اس سے وہ بڑی
بڑی عمارات جل کر ضائع ہو گئیں جو ڈوموں اور چنڈالوں سے تعلق رکھنے والے
راجاؤں کی چھوت سے ناپاک ہو چکی تھیں۔

اس راجہ کی ماں کا دل جو اس کی سرپرست تھی مضطرب رہتا تھا اور جیسا کہ
عورتوں کا دستور ہے وہ ہر شخص کی باتیں سنتی اور اس بات میں تمیز نہ کرتی تھی کہ
ان میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔

پھلگن وزیر کی علیحدگی { جب اس کا شوہر زندہ تھا وزیر اعظم پھلگن سے
اس کی اس لئے دشمنی تھی کہ اس نے اپنی
بیٹی کی شادی راجہ (اس کے شوہر سے کر دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب راجہ
کے مرنے پر اس نے دوسری رانیوں کو سستی ہونے کے لئے تیار دیکھا اور خود
بھی جل مرنے کو تیار ہوئی تو پھلگن نے جلدی سے اسے منظور دی دیدی۔

مختلف سمت میں واقع تھا لیکن اس شلوک میں جس مقام سے مراد لی گئی ہے وہ بظاہر وہی
کاشتھ واٹ ہے جس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۳۹۰ میں اس مہم کے متعلق آتا ہے
جو سسل لیکر لوہر سے کشمیر کی جانب روانہ ہوا تھا۔ اس کے متعلق نوٹ ۷۱ ضمیمہ کتاب
ہذا میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اس مہم کے موقع پر سسل اُن راستوں میں سے ایک
کے ذریعے بڑھا ہو گا جو وادیئے سدرون سے جو پرنٹس کے شمال میں واقع ہے بارہ مولا
کے نیچے وٹشا کی وادی کی طرف جاتے ہیں کشمیر سے پرنٹس جانے کا سب سے زیادہ
سہل راستہ انہیں سڑکوں پر سے ہے جو حاجی پیر یاد رٹہ بیچ پر سے ہو کر گذرتی ہیں۔
شلوک محمولہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سسل کاشتھ واٹ میں پہنچ گیا تو اسے ایک

لیکن چتا کے قریب پہنچکر اسے اپنی کارروائی پر افسوس ہوا جس پر وزیر
نرواہن نے اس پر رحم کھا کر باصرار اسے جل مرنے سے باز رکھا۔ رک نے
جو فطرتاً کینہ ورتھا مصیبت زدہ رانی کے دل میں یہ شبہ پیدا کر دیا کہ پھلگن
خود سلطنت غصب کر لیگا۔ جب پھلگن نے ناپسندیدگی کی علامات سے دیکھا
کہ دوسرے دزر کے ساتھ رانی مجھ سے ناراض اور متنفر ہے تو خود اسے بھی
اندیشہ پیدا ہو گیا۔ چونکہ وہ وزیر اعظم (سروادھیکار) کا عہدہ رکھتا تھا اور
اپنے فہم۔ دلیری۔ پھرتی اور دیگر صفات کے باعث دوسروں پر فوقیت رکھتا
تھا اس لئے سبھی اس سے نفرت کرتے تھے۔

جب اُس کا بیٹا کر دمراج کشیم گپت کی ہڈیاں لیکر گنگا کو چلا تو پھلگن نے جو
محل کی طرف سے بے اعتباری رکھتا تھا اور دشمنوں سے ڈرتا تھا کہ وہ ضرور
مجھے ضرب پہنچائینگے ارادہ کر لیا کہ میں اپنے بیٹے کی واپسی تک پر نوٹس ہی میں
ٹھیروں گا۔ یہ غزم کر کے وہ بیشمار فوج ساتھ لے کر شہر سے چل پڑا اور مع اپنے
مقبوضات اور سپاہ کے کاشتھ واٹ^{۴۵۳} کے قریب پہنچا تھا کہ رانی ودا نے
مخالفت کی فوج نے جو ہمشک پور کے مقام پر جمع تھی روک لیا۔ اسی طریقے پر معلوم ہوتا ہے
کہ جب پھلگن کو پر نوٹس کے راستے پر روکا گیا تو وہ کاشتھ واٹ سے وارا کشتر یعنی
بارہ مولا کو چلا آیا۔

اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کاشتھ واٹ کسی ایسے مقام کا قدیم نام ہوگا
جو کروہن پرگنہ کے مغربی حصے یا اُن پہاڑیوں میں واقع ہو جو آخر الذکر کے عین مغرب
کی طرف موجود ہیں (یعنی وادیئے مبنیار اور نوشہرہ) اسٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے ان
اطراف میں کاشتھ واٹ کے برابر کا کوئی مقامی نام نہیں مل سکا۔ لیکن یہ امر قابل غور
ہے کہ کشتوار جو کاشتھ واٹ کے ساتھ بلحاظ ادائے لہجہ کے ملتا جلتا ہے ایک اور

رک اور دوسروں کے ایسا پر سجالے واپسی کی درخواستوں کے چوہدریوں کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ اس مزید بے غرتی کا پھلگن کو سخت رنج ہوا اور وہ بہت سی فوج ساتھ لیکر واپس وراہ کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔

جیب و دانے سنا کہ وہ عزت دار شخص فوج لئے واپس آ رہا ہے تو اسے اور باقی وزیروں کو حملہ کا خوف پیدا ہوا اور وہ کلپنے لگے۔ لیکن پھلگن نے اپنے مردہ آقا کے لئے آہ وزاری کرتے ہوئے اپنی تلوار وراہ کی مورتی کے قدموں میں رکھ دی۔ ایسا کرنے سے اس نے اس شبہ کو کہ وہ غداری پر آمادہ تھا دور کر دیا اور راجہ کی ماں کا خوف بھی رفع ہو گیا۔

علم (شاستر) اور تلوار (شستر) ان دونوں سے جیب کوئی ایسا شخص کام لے جو صحیح اور غلط میں امتیاز نہیں کر سکتا تو ان سے سخت مصیبت نازل ہوتی ہے۔ اگر وہ غصہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو استعمال کرے تو اس پر سخت دغا بازی کا الزام قائم کیا جاتا ہے۔ چونکہ شاستر اور شستر سے اس قسم کی ناکافی امداد حاصل ہوتی ہے اس لئے صرف صحیح قوت فیصلہ رکھنے والے شخص کو ہی ان کے

مقام پر کشمیر کے مقامی نام کی حیثیت میں متعل ہوا ہے۔ ایک چھوٹا سا گاؤں کشتوار کے نام کا دوس (دونسو) پرگنہ میں نونر کے قریب واقع ہے۔

اس شلوک میں جس کا شتھ واٹ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ترنگ ۸ کے شلوک ۴۶۸ میں بھی مذکور ہے۔ دریائے چناب پر ایک علاقے کے نام کی حیثیت میں کا شتھ واٹ کے ذکر کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۹۱ کتاب ہذا۔

۵۴۵ جید ملک اوزار این کول کی تاریخوں میں ہمک کا نام اس حیثیت میں دیا گیا ہے کہ وہ ایک ترک تھا۔

۵۴۵ اس فرمانروا کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہو سکے ممکن ہے کہ وہ

ساتھ زیادہ موافقت رکھتی چاہئے۔

جب پھلگن مہ اپنی فوج کے آہستہ آہستہ پرزوش کو چلا گیا تو وزا اس طرح خوش ہوئے جیسے لڑکے اس وقت ہوتے ہیں جب ان کا استاد انہیں چھوڑ کر کہیں چلا جائے۔

اب کشیم گپت کی رانی کو اپنے اختیارات کی توسیع اور طاقت برقرار رکھنے کی فکر پڑی وہ دشمنوں کو مارنے کی تجاویز پر راتوں کو اکثر غور کیا کرتی تھی۔

اس سے قبل جبکہ پروگپت تاج پر قبضہ پانے کی **مہی من کی بغاوت** { فکر میں تھا اس نے اپنی دولڑکیوں کی شادی چرچ اور بھو بھت نامی وزیروں سے کر دی تھی۔ جنہوں نے کوش پٹھن کے طریق پر ہلف لیا تھا ان دولڑکیوں کے بطن سے مہی من اور پاٹل نامی دولڑکے پیدا ہوئے جنہوں نے راجہ کے محل میں ویسے ہی پرورش حاصل کی تھی گویا وہ اس کے اپنے بیٹے ہوں اور اس وقت تک وہ وہیں رہتے تھے۔ ان دونوں نے تخت کا خواہشمند ہو کر ہمارے ^{۲۵۴} اور بعض دوسرے جوشیلے آدمیوں کے ساتھ مل کر سازش کی۔

قریب کے پہاڑی علاقے کا کوئی چھوٹے درجہ کا حکمران ہو اور اپنے آپ کو کابل اور گاندھارا کے شاہی خاندان کی نسل سے ظاہر کرنا ہو رشاہی خاندان کے متعلق دیکھو نوٹ علائقہ ضمیمہ کتاب ہذا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۳ میں ویدیا دھرنامی ایک وردھکران کا نام آتا ہے جس کا لقب شاہی تھا۔ ٹھکن کا نام اور مقامات پر بھی آتا ہے دیکھو ترنگ ۱، شلوک ۲۲۲ و ۲۲۴ وغیرہ۔

۲۵۶ء جب کسی مفتوح راجہ کو دوبارہ بحیثیت ایک باجگدار راجہ کے تخت نشین کیا جاتا ہے تو اس کی رسم ابھی شیک (تخت نشینی) از سر نو ادا کی جاتی ہے۔

۲۵۷ء بھقارک مٹھ کا نام اب "بردی مر" کی صورت میں موجود ہے جو سرینگر کے

کمزور رانی نے ان دونوں طاقتور اشخاص کو محل شاہی سے نکال دیا تھا اور جب وہ غصہ سے بھرے ہوئے اپنے گھر سے نکل کر ادھر ادھر پھر رہے تھے رانی نے علانیہ مخالفت کا اظہار کر کے چوبہ داروں کو مہی من کے پیچھے اس لئے بھیجا کہ وہ اسے جلا وطن کر دیں۔ مہی من اپنے خسر شکتی سین کے گھر چلا گیا اور یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے وہیں گئے۔ جب شکتی سین کے شائستہ طور پر کہنے پر بھی چوبہ دار واپس نہ لوٹے تو اس نے اپنے داماد کو جو اس وقت خائف تھا علانیہ طور پر پناہ دیدی۔ یہاں پناہ حاصل کرنے پر ہیک موکل۔ ارمنتک سکھ پر بھاسپور امرتا کر کا مشہور و معروف پیٹا اودے گپت۔ یشو دھراور لتا دیپ کے اور آدمی اس کے ساتھ آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اس قدر فوجیں جمع کیں کہ انکے چلنے سے زمین کا تپ اٹھی اور مہی من کے ساتھ سازش کر کے بغاوت کر دی۔ اس خطرہ کے موقع پر وقادار وزیر نرواہن ہی ایسا تھا جس نے محمد اپنے رشتہ داروں کے ودا کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آخر کار جب فوجیں جمع ہو گئیں تو دشمن چمکدار ہتھیار لئے جنگ کے لئے آمادہ ہو کر پدم سوامن کے

اُس حصے کا نام ہے جو دریا کے دائیں کنارے پر چوتھے اور پانچویں پل کے درمیان واقع ہے۔ اس شناخت کی تصدیق ایک ٹیکا کار ترنگ، کے شلوک ۲۹۸ اور مشہور پندتوں کی زبانی ہوتی ہے۔ نیز دیکھو پروفیسر بولہ کی رپورٹ صفحہ ۱۶۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۲۲۶ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تھبارک مٹھ ایک بڑی جسامت کی عمارت تھی دیکھو وکرمانک دیوچرت ادھیائے ۸ شلوک ۱۱۔

ترنگ ۶ کے شلوک ۳۳۳ سے واضح ہوتا ہے کہ جو مٹھ مستطیل صورت میں بڑی مضبوطی سے بنائے جاتے تھے وہ محل شاہی کی نسبت زیادہ محفوظ ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان سے پناہ گزینی کا کام لیا جاتا ہے نیز دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۳۷۴ و ۱۰۵۲۰۔

مندرجہ ذیل فریب آ گیا۔ اس پر ودا نے اپنے بیٹے کو شور مٹھ روانہ کیا اور بحالت اضطراب اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے مختلف وسائل سوچنے لگی۔ اس نے زرنکینہ صرف کر کے للتادتیہ پور کے برہمنوں کو اپنی طرف ملا لیا اور اس طرح پر دشمن کے ہتھے کو توڑ ڈالا۔

انہوں نے طریق پیت کوش پر یہ کہتے ہوئے حلف لیا کہ اگر ایک پر حملہ کیا گیا تو ہم سب اس کا انتقام لینگے۔ اور اس کے بعد ہی من اور رانی میں صلح کروادی اس لنگڑی رانی کے متعلق کسی کو خیال نہ آ سکتا تھا کہ وہ ایک گلے کے گھر کے نشان کے اوپر سے گزر سکے گی لیکن وہ اپنے دشمنوں کی سمندر جیسی جماعت پر سے اس طرح گزر گئی جیسے ہنومت سمندر پر سے گزرا تھا۔ دولت جسے اس قسم کی عجیب و غریب طاقت حاصل ہے واقعی قابل تعظیم ہے! جب یہ خرچ کی جائے تو اس سے وہی بات حاصل ہوتی ہے جو جواہرات اور قیمتی بوٹیوں کے جمع کرنے سے یعنی یہ کہ تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ رشوت میں دیئے ہوئے روپے کی نسبت عنایات اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں دوانے لیشو دھرا اور باقیوں کو

۵۴۵۸ اس سے پہلے کلہن نے ترنگ ۴ کے شلوک ۱۰۵ میں ایک برہمن جادوگر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ راجہ چندر پیٹ نے اسے سزا دی اور گو اس کے ساتھ ہی یہ بات واضح کر گیا ہے کہ بوجہ اُس کے برہمن ہونے کے اس کو سزائے موت نہ دی گئی تھی تاہم یہ کہیں نہیں لکھا کہ بجائے موت کے اُسے کیا سزا دی گئی۔ یعنی ہی یہ صورت اس شلوک کی ہے جس میں لیشو دھر سد بھدر اور منکل کی سزایابی کا ذکر کیا گیا ہے لیکن انکی سزا کی نوعیت کا کچھ حوالہ نہیں دیا گیا۔ گو آگے چل کر ارمنتک کی سزایابی کا جو ذکر کیا گیا ہے اُس سے اور نیز شلوک ۲۵۴-۲۵۸ سے جہاں پر یہ لکھا ہے۔

”ان دغا باز وزیروں کی رانی و دوانے بیچ کئی کر دی تھی“ معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں کو بھی

فوج کی کمان اور دوسرے عہدے دیدیئے۔ اس کے چند دن بعد اس نے جادو کے زور سے مہی من کو ٹھکانے لگایا اور اس کے بعد ملک میں ہر جگہ اس بیوہ کو ہی سب پر فوقیت حاصل ہو گئی۔

شاہی راجہ ٹھکن پر فوج کشی { ایک موقع پر کمانڈر انچیف نے کینے

باعث مع اپنے رشتہ داروں کے شاہی خاندان کے حکمران ٹھکن کے برخلاف مہم تیار کی ہر چند کہ وہ ملک بیاعت اپنی ندیوں اور پہاڑوں کے بعید از رسائی سے تاہم اس نے پورا زور لگا کر بہت جلد اس ملک پر حملہ کر دیا۔ اور ٹھکن کو گرفتار کر لیا۔ یہ راجہ اس کا مطیع ہو گیا اور اس نے اس سے خراج حاصل کر کے شہرت کی بیل کو رسم ابھی شیک (تخت نشینی) کے پانی سے سیراب کیا۔ انہی دنوں میں رک اور بعض دیگر شہر آدمیوں نے جن کی بیوقوف رانی تک رسائی تھی کمانڈر انچیف کے خلاف اس کی دشمنی کو بھڑکایا۔ راجہ بلور اور بڑی فطرت کی عورت کے دل میں جب ان کے ہمیشہ کے ساتھی موجود نہ ہوں تازہ جذبہ دیارنگ (داخل ہو جاتلے)۔ خوشامدی لوگ شہر پرانہ یقیناً سزائے موت دی گئی ہوگی۔ یہ اینہ یہ امر مشتبہ ہے کہ وہ سزائے موت فوری تھی یا کچھ عرصہ تک کسی قسم کی قید کی حالت میں رکھ کر دی گئی تھی۔

۳۵۹ اس جگہ پر اُس خاص قسم کے ٹیکس کا ذکر کیا گیا ہے جو ان یا تریوں کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ جو گنجی میں سراوہ کرائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارمنتاک نے کوئی بہت بڑی رقم خود دیکر اس تیرتھ کو جانے والے کشمیری یا تریوں کو اُس ٹیکس سے محفوظ کر دیا ہوگا آگے چل کر ترنگ کے شلوک ۱۰۰۸ سے بھی اس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کا پتہ چلتا ہے۔

بخرانیہ کشمیر مصنف پنڈت ہر گوپال کول کے صفحہ ۸۰ پر ایک گیا کا تیرتھ دکھلایا گیا

طور پر اپنے خیالات کے مطابق باتیں بنا کر گنوار لوگوں اور فاحشہ عورتوں کے دلوں پر ویسے ہی قابو حاصل کر لیتے ہیں جیسے خانگی غلام اپنے آقاؤں پر۔ جب انہوں نے رانی سے کہا کہ بیشو دھر نمک حرامی کر رہا ہے اور اس نے ٹھکن سے کچھ روپیہ لیکر اُسے تخت پر بٹھا دیا ہے تو اس نے ان کی بات کو بالکل سچ مان لیا۔ اس کے بعد جب کمانڈر انچیف اپنی فتح کی خوشی میں بھرا ہوا اپنے مکان پر پہنچا تو دودانے چوہداروں کی معرفت اس کی جلاوطنی کا حکم بھیج دیا۔

ہمک۔ ارمنتک اور دوسروں نے رانی ودا کے برخلاف بغاوت { جب اس قسم کی بے عزتی کے سلوک کی خبر سنی تو انہوں نے چونکہ طریق کوش پر حلف لیا ہوا تھا دفعتاً بغاوت کر دی جیسا کہ اس سے پہلے موقع پر ہوا تھا اس مرتبہ بھی ان کی اپنی فوجوں میں بد امنی پھیل گئی لیکن نرواہن اور اس کے متعلقین نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جب سو بھدر اور اور لوگ خوش میں بھرے ہوئے شہر کے اندر داخل ہوئے تو ودا نے پھر ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو بھڑارک ^{۱۵۵} مٹھ کو روانہ کر دیا۔ قسمت کے ہاتھوں اس طرح دھکوکھا کر انہوں نے رانی کو اسی وقت جان سے نہ مارا اور وہ اپنے ہے جو شادی پور میں واقع ہے کلہن کی مراد شاڈا اسی تیر تھ سے ہو۔

سم ۱۵۱۶ بکرمی کے ایک کتبے میں گیا کی آزادی کا جو ذکر ہے جس کا ترجمہ کنگھیم صاحب نے آرکیولوجیکل سروے رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ پر کیا ہے اُس سے بھی غالباً اسی قسم کے نیاضی کے کام سے مراد ہے۔ ڈاکٹر جی۔ اے گریمرسن نے سٹائن صاحب کو بتایا تھا کہ تھوڑی مدت گزری اس وقت تک گیا میں مینوسپیڈ کی طرف سے جاتریوں سے ایک ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

۲۶۰۔ اتر گھوش سے مراد کلہن نے غالباً موجودہ موضع گیش سے لی ہے جو اتر پرگنہ میں

بیٹے کے بغیر محل کے اندر محصور رہی۔ اس سے اگلے روز رانی کی فوجیں جمع ہوئیں جن کی مدد سے اس کی حالت کسی قدر محفوظ ہو گئی۔ دشمن کی فوجیں جیا بھٹار کا کے قریب سے لیکر سورمٹھ کے نواح تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اب ان کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ جب شاہی فوج بحالت اضطراب بھاگ کر محل میں داخل ہو گئی تو ایک انگلوں نے صدر دروازے پر اپنی صف کی نمائش کی اور اپنی جانوں کی پرواہ نہ کر کے انہوں نے اپنی منتشر جمیعت کو یکجا کیا۔ دشمنوں کی فوجوں پر حملہ کیا اور اپنے مخالفین میں سے بعض کو بھگا دیا۔ اس موقع پر راج بھٹ اپنے جنگی بلبے کی آواز سے اپنے فریق کو خوش اور دشمن کی جماعت کو منتشر کرتا ہوا آ پہنچا۔ اس کی آمد پر دشمن کی فوج جو پہلے ہی منتشر ہو رہی تھی بھاگ گئی۔ واقعی جنگ کے دیوتا (شتر دیوتا) غداری کو پسند نہیں کرتے۔ خوفناک بہادر سپاہ جس نے پہلے اس خبر کی تصدیق کر دی تھی کہ وہ لوہے کی زنجیروں کو کاٹ اور پتھروں کو چیر کر دو کر سکتا تھا اس کی تلوار جب میدان جنگ میں راج کل بھٹ کی کمر پر پڑی تو اس سے اس کی زرہ کا چمڑہ بھی دکٹ سکا۔ دشمن کی فوج نے جب یہ ناقابل اعتبار واقعہ دیکھا تو وہ سخت افسردہ خاطر ہو گئے۔ ہمک لڑائی میں

واقعہ ہے شاروامہاتم کے شلوک ۱۲۴ میں اس جگہ کا نام گھوش آ یا ہے اور نیل مت پوران کے شلوک ۳۹ میں اس کے ناگ کا حوالہ غالباً گوش کے نام سے دیا گیا ہے۔ اتر پرکرنہ جو کرم راج (کرماز) کے منہائے شمال مغرب میں واقع ہے اس کا ذکر لوک پرکاش کے ادھیائے ۲ میں اترک کے نام سے کیا گیا ہے۔

۱۲۶۱ء راجپوری ایک پہاڑی علاقہ کا پورانا نام ہے جس کا موجودہ نام راجوری ہے یہ سلسلہ پیر پینچال کے مرکزی حصے کے جنوب میں واقع ہے اور اس میں وہ وادیاں شامل ہیں جنہیں راجوری کی توہی ندی اور اس کے معاون سیراب کرتے ہیں۔ اس کا موجودہ

مارا گیا اوریشودھر کو سپاہیوں نے گرفتار کر لیا۔ ارمتک باوجود ان سب باتوں کے تھوڑی دیر تک لڑتا رہا۔ لیکن آخر اس کی بھی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور زندہ گرفتار ہوا۔ مشہور و معروف اودے گیت کو اس کے شاہی خاندان کے تعلق کی وجہ سے گرفتار کیا گیا لیکن وہ بھی میدان جنگ سے بھاگ کر کہیں جا چھپا۔

جس وقت رانی نے فتح حاصل کر لی تو اس نے غصے میں آکریشودھر سوبھد مکمل اور ان کے رشتہ داروں کو سزا دی۔ ^{۲۵۸} پرہاس پور کے رہنے والے بہادر ارمتک کو بھی جس نے کشمیریوں کو گیا کے شرادھوں کے ٹیکس ^{۲۵۹} سے سبکدوش کر دیا تھا اُس کی گردن میں ایک بڑا سا پتھر بندھوا کر دریائے وٹشٹا میں گر دیا گیا۔ اور اس طرح پر اُس کے بُرے چال چلن کا نتیجہ غصے میں آئی ہوئی رانی کی طرف سے مل گیا۔

ان دغا باز فریروں کو جو لوکک سم ^{۲۶۰} (۲-۹۱ء) سے لیکر عرصہ ساٹھ سال تک راجہ گوپال ورمن سے لیکر ایھے مینوتک سولہ داجاؤں کا اعزاز۔ زندگیاں اور ان کی دولت تباہ کرتے آئے تھے مع ان کے مورثوں اور ہمراہیوں کے رانی ودا

کشمیری نام راز دیر ہے۔ جس کا ذکر پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی کے شلوک ۵۴۲ میں راج ویر کے نام سے ہوا ہے۔ دیکھو گنگھیم صاحب کی کتاب جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۲۹۔ آخری دو ترنگوں میں کشمیر اور اس چھوٹی کوہی ریاست کے تعلقات کا کئی موقع پر ذکر کیا گیا ہے۔

ہیوں سانگ کے زمانہ میں راجپوری جس کا نام اُس سیاح نے ہولوشی پولو لکھا ہے کشمیر کے ماتحت تھی دیکھو "سی یوکی" جلد ۱ صفحہ ۱۶۳۔ ودا کے عہد میں اور نیزا سکے بعد راجپوری کے فرمانروا علی طور پر بالکل آزاد ہی رہے ہونگے گو اس لحاظ سے کہ

نے خوفناک تیوڑی سے بہت جلد اس طرح برباد کر دیا جس طرح درگانے اسروں کی بیج گئی کر دی تھی۔ ان لوگوں کو تباہ کرنے کے بعد جو اپنے غور میں نہایت متکبر ہو رہے تھے رانی نے رک اور دوسروں کو فوج کی خاص کمان اور سرکاری عہدے دے دیئے۔

اس طرح پر وفا دار نرواہن نے جو بہترین وزیر تھا بیوہ

نرواہن کا عروج

رانی کو سارے ملک کا اختیار دلایا۔ اور اب وہ اندر سے مشابہ ہو گئی جو سارے آسمان پر اختیار رکھتا ہے۔ رانی بھی اس کی اس قدر ممنون احسان تھی کہ وہ وزیر کی کونسل میں اس وفادار وزیر کو راجا نک (چھوٹا راجہ) کہا کرتی تھی۔ جب وہ سوتا تھا تو یہ سوتی تھی۔ جب وہ کھاتا تھا تو یہ کھاتی تھی۔ اس کی خوشی میں اس کی خوشی تھی اور جب وہ غموم ہوا کرتا تھا تو یہ بھی ہمدردی سے افسردہ خاطر ہو جاتی تھی۔ جب وہ اپنے گھر کے اندر رہتا تھا تو یہ اس وقت تک خوش نہ ہوتی تھی جب تک اس کی صحت کے حالات اور اس کی نصیحت معلوم نہ کر لے یا اس کے پاس کچھ تحفے تحائف نہ بھیج لے۔ کو یہ نامی ایک پالکی بردار کے دو بیٹے سندھو اور بھو یہ تھے ان میں سے

راجپوری جنوبی شاہراہ پر ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ بعد کے راجگان کشمیر اپنے اختیارات کو اس طرف پھیلانے کے لئے بہت کچھ کوشش کرتے رہے۔ البرونی اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ پر راجا وری کی مقامیت کا صحیح طور پر ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ بعید ترین مقام تھا جہاں اس زمانے میں مسلمان تاجر تجارت کیا کرتے تھے۔ راجوری کی تاریخ مایہ کے لئے دیکھو گئی صاحب کی کتاب "ٹریولس" جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ اور ڈریو صاحب کی کتاب جوں صفحہ ۱۵۵۔

۷۶۲ء دو سو اسی کے مندر اور دوا پور کے متعلق کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

بڑا یعنی سندھو پر وگیت کے گھر میں منظور نظر رہ چکا تھا اور کچھ عرصہ تک خزانچی کا کام بھی کرتا رہا تھا۔ اب اس نے رانی سے بھی خزانہ کا چارج لے لیا اور اس طرح پرسلسل افسر خزانہ (کنج ایش) رہ کر اس نے سندھو گنج نامی عہدہ مالگداری کی بنا ڈالی۔ اس شریر آدمی نے رانی کو جو کانوں کی ہلکی تھی بتلایا کہ نرواہن آپ سے بہت کچھ شاہی طاقت لے چکا ہے۔ وہ اس رائے کو تسلیم کر چکی تھی کہ اتفاق سے وزیر نے اپنی وفاداری کے باعث اس سے درخواست کی کہ آپ میرے گھر آکر کھانا کھائیں لیکن جب سندھو نے اُسے بتایا کہ اگر تم جاؤ گی تو نرواہن یقیناً تمہیں اپنے ہتھارے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیگا۔ پھر رانی نے خوف زدہ ہو کر اس سے مشورہ پوچھا اور چپکے سے بغیر کچھ کے محل کو واپس چلی گئی اور وہاں جا کر کملا بھیجا کہ میں نہانے والی ہو گئی ہوں۔ اس طرح پر حجب رانی راستے سے لوٹ آئی تو وزیر کی اس کے ساتھ جو محبت اور نیک دلی کا احساس تھا اس کا خاتمہ ہو گیا۔

دوا اور نرواہن کی شکر رنجی { اس کے بعد جب ان کی باہمی محبت دور ہو چکی تو سازشیوں نے اُنکے

اس جگہ جس مٹھ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بلاشبہ دوا مٹھ ہے جس کا ذکر ترنگ، کے شلوک ۱۱۔ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۳۴۹ میں آتا ہے۔ اس کا نام اب سری نگر کے حصہ دوم کی صورت میں باقی رہ گیا ہے جو دریا کے دائیں کنارے پر چھٹے اور ساتویں پل کے درمیان واقع ہے۔ اس شناخت کی تصدیق پنڈتوں نے کی ہے اور اس کے علاوہ بعد کے مورخوں نے بھی اس حصے کا نام دوا مٹھ ہی لکھا ہے دیکھو سری ورکی راج ترنگنی ترنگ ۳ شلوک ۳۵۰۔ ۱۸۶۔ ترنگ ۴ شلوک ۱۲۶۔ اور پیر جابھٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۳۲۲۔ ۳۵۰۔ ۶۲۹ و ۶۹۸۔

اندر یہاں تک اتفاق پیدا کر دیا جتنا کہ تل اور کھلی میں پایا جاتا ہے۔ میرا تمام دھاتوں سے محفوظ خیال کیا جاسکتا ہے (کوئی دھات اس کو کاٹ نہیں سکتی) اور پتھر کے بند سے پانی نہیں گزر سکتا لیکن ایسی کوئی چیز نہیں جو جھوٹ کے اثر کو روک سکے۔ جو لوگ ایک بچے سے زیادہ بیوقوف (اور ساتھ ہی دیوتاؤں کے استاد و ہرہستی) سے زیادہ چالاک ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کن ذرات سے مرکب ہیں۔ کوہ جس کے من میں سب کی طرف سے بے اعتباری ہوتی ہے دوسرے پرندوں کے بچوں کو اپنا بنالیتا ہے (کوئل اپنے انڈے اس کے آشیانے میں دی جاتی ہے اور یہ انہیں ستیا اور بچوں کی پرورش کرتا ہے)۔ راج ہنس کو ہر چند کہ یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنی چونچ سے دودھ اور پانی کو الگ الگ کر سکتا ہے تاہم وہ ایک خالی بادل سے ڈرتا ہے۔ راجہ جس کا من اسقدر ہوشیار ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی حفاظت کر سکتا ہے ایک بد معاش کے الفاظ کو صحیح مان لیتا ہے۔ قدرت کا یہ انتظام جس میں چالاک اور حماقت ایک دوسرے سے ملی رہتی ہیں واقعی قابل افسوس ہے۔ رانی جو اپنے پاؤں استعمال کرنے کے قابل نہ (کرن ہیں) تھی اپنے اخلاقی اصولوں (سرتی باہتیا) کی کمی کے

مدیر دیش کے متعلق جس کے مغے وسطی ملک کے ہیں دیکھو لاسن صاحب کی کتاب انڈس آف ٹھمس کنڈ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹۔ اور فلیٹ صاحب کی انڈین اینٹی کوٹی جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۹۔ سودوتر کا نام اور کہیں پر استعمال نہیں ہوا۔ البتہ بعض مورخوں نے اس کی صورت کو سودو ورتا قائم کیا ہے جس سے ہمیں سود اور آودر کے دو نام ملتے ہیں آخر الذکر بقول فلیٹ صاحب اوڑیسہ کا نام ہے۔ اور سود سے مراد سوت سے ہے جو انڈین اینٹی کوٹی کی جلد ۱۲ صفحہ ۱۸ کے ایک کتبے میں مالو اور گورجر کے درمیان مذکور ہے۔

۱۷۶۳ء ننگن پور شاہ موجودہ موضع ننگن کا نام تھا جو دریائے سندھ کے دائیں

باعث قابل نفرین بن گئی۔ اس کی حالت واقعی اس بیوقوف برہمن کی سی تھی جو سادہ لوح اور مراسم (دکرن) سے ناواقف ہونے کے باعث وید (سرتی) کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے قابل نفرین بن جاتا ہے۔ اس نے مختلف موقعوں پر نرواہن کو اس قدر تنگ کیا کہ بے غرتی سے دکھی ہو کر اس نے خودکشی کر لی۔ جب عزت مند لوگوں کی شرافت کو ایک لاعلاج صدمہ پہنچے اور اس سے ان کے من کو تکلیف ہو تو سوائے موت کے ان کے لئے اور کونسی جگہ پناہ ہو سکتی ہے؟

جس طرح رات میں بغیر چند رماں کے یا کلام میں بغیر صداقت کے چمک نہیں پائی جاتی ویسے ہی جب نرواہن سے شاہی اغراز جد ہوا تو اس کی بھی چمک جاتی رہی۔ متواتر بے رحمی کرتے رہنے سے سخت دل ہو کر رانی نے ارادہ کر لیا کہ سنگرام ڈامر کے جس نے پہلے ہمدردی دکھائی تھی بیٹوں کو جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے مار ڈالا جائے مگر یہ دونوں خوف زدہ ہو کر اپنے وطن گھوش ^{۵۶۲} واقعہ اتر کی طرف بھاگ گئے اور وہاں جا کر دارپتی کیگ اور دوسرے لوگوں کو جنہوں نے ان پر حملہ کیا مار ڈالا۔ جیسر رانی نے بغاوت سے ڈر کر عاجزی کی شرم سے لا پرواہ ہو کر انہیں خوش کرنے کی پوری کوشش کی۔ بھلا جو لوگ کنارے پر واقعہ ہے۔

۵۶۲ بعض مورخوں نے لفظ دیشک کے معنی دوا کے ملک کے لوگ یا استاد لئے ہیں۔ لیکن مذکور بالا شلوک کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد کشمیریوں کے مقابلے میں غیر ملکی لوگوں سے لی گئی ہے۔ جو نراج نے اپنی کتاب سری کٹھ چتر کے ادھیکا ۲۵ شلوک ۱۰۲ کی شرح میں اس لفظ کے معنی ہی لئے ہیں۔ کلہن نے ترنگ ۸ کے شلوک ۱۳۲۸ میں بھی یہ لفظ انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے اور اُس جگہ اس کے کوئی اور معنی نکل ہی نہیں سکتے۔ ایسے ہی ترنگ ۷ کے شلوک ۹۷-۱۸۹-۱۹۳ اور ترنگ ۸ کے

خود غرضی میں غرق ہوں انہیں عزت کا احساس کہاں رہ سکتا ہے؟ رانی کے پاس آکر انہوں نے خوف کے مارے ستھانیشور اور دوسرے بڑے بڑے ڈھروں سے اتحاد پیدا کر کے از سر نو طاقت حاصل کی۔

دوا کا پھلگن کو واپس بلانا [جب رک مر گیا تو رانی نے جو ان سے ڈرتی تھی اور ایک مضبوط آدمی کی تلاش میں تھی پھلگن کو اپنے پاس بلالیا۔ ہر چند کہ وہ پہلے تلوار کو ہاتھ سے رکھ چکا تھا تاہم تاج کے معاملات سرانجام دینے کے لئے اس نے پھر اسے ہاتھ میں لے لیا۔ واقعی خوشیوں کی خواہش کو ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ راجپوری اور دوسرے علاقوں کے اس فاتح کی عجیب و غریب عظمت آخر کار گویا اس مسئلوں مزاج بڑھیا کی آشنا ثابت ہوئی۔ شریہ جے گپت کے سپرد جو رانی کے بھائی اودے راج کا منظور نظر ہم جلس تھا۔ اکش پٹیل کا انتظام تھا۔ اس کے ساتھ مل کر دوسرے بے رحم عمال نے کشمیر کو خوب ہی لوٹا جس کا باعث اس ملک کے دیرینہ گناہ تھے۔ انہیں دنوں ابھے مینوب سے اس کی بد اطوار ماں گناہوں نے افسوس ناک حالت میں پہنچا رکھا تھا تیب دق میں مبتلا ہو گیا۔ اسکی آنکھیں

شلوک ۴۹ میں یہ لفظ انہیں معنوں میں استواء ہوا ہے۔ دیشک کے معنی غیر ملکی ہونے کے متعلق دیکھو وکرماناک دیوچرٹ ادھیائے ۸، شلوک ۴۴۔ ہم چندر نے دیشک کے معنی سیاح کے بھی لئے ہیں۔

دوا کے ونا رکاذ کے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۵۸۰ میں آتا ہے۔

۴۶۵ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۵۶۸ میں سنگھ راج مٹھ کا جو والہ دیا گیا ہے اس

خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ مندر وجیشور کے قریب کسی مقام پر واقع تھا۔ سنگھ راج سوامن کے وشنو کے مندر کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۸۲۲ میں آتا ہے جہاں لکھا ہے کہ یہ لوہریں

کنول پھولوں سے مشابہ تھیں۔ تعلیم یافتہ تھا۔ علما اور دونوں کے لڑکے اسکی صحبت کی قدر کرتے تھے اور وہ تعلیم اور شباب کے باعث مشہور ہو چکا تھا جس طرح سورج کی گرمی سریش کے پھولوں کو کھلا دیتی ہے ویسے ہی یہ شریف چلن راجہ بڑوں سے اختلاط رکھنے کی وجہ سے قبل از وقت مرجھا گیا۔ رعایا کے اس چاند کو جبکہ وہ ابھی آدھا ہی ہوا تھا لوگ سمٹ (۱۶۷۹ء) کے ماہ کاتک کے شکل پکش کی تیسری تاریخ کو گھن لگ گیا۔

راجہ نندی گپت

۹۷۲ء تا ۹۷۳ء

اب تخت پر ابھے مٹیو کا بیٹا نندی گپت بیٹھا اور ددا کے دل میں اپنے مردہ بیٹے کا غم جس طرح چھوٹا شمشی شیشہ جب اس کی آگ پیدا کرنے والی خاصیت اندھیرے کی وجہ سے چھپی ہوئی ہو سرد ہو جاتا ہے ویسے ہی اپنے بیٹے کے غم سے رانی کی ظالمانہ فطرت مدہم پڑ گئی اور وہ امن اور استقلال کے ساتھ کام کرنے لگی۔ اس وقت کے بعد وہ دولت جو اس نے بڑے طریقوں سے کمائی تھی اس کے تعجب خیز اعمال پاکبازی کے ذریعے پاک ہو گئی۔ سبھو کے بھائی بھویہ نے جو ایک نیک مرد تھا اور کوٹوال شہر کا عہدہ رکھتا تھا اُسے ان

۱۶۶۶ء زمانہ حال کے ایک ٹیکا کار نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بیوی داس سے مراد بودول یا بودل کا مشہور گاؤں ہے جو پیر پنچال کے جنوب میں دریاے انس کے بالائی معاونوں میں سے ایک پرواقو ہے۔ سلسلہ کوہ کے ایک درے کا نام اور اُس سڑک کا جو اس پہاڑ میں سے ہو کر گذرتی ہے یہی پڑ گیا ہے دیکھو ڈیو صاحب کی کتاب جنوں صفحہ

پاکبازی کے کاموں میں ترغیب دی۔ اس وقت سے لیکر جب سے اس نے رانی کے اندر رعایا کے متعلق بیش قیمت محبت کا احساس پیدا کر دیا تھا اور اس نے اپنے اطوار بدترک کر دیئے تھے ہر شخص رانی کی عزت کرنے لگا۔ حاقی ایسا وزیر شاذ و نادر ملتا ہے جو تند خوئی سے پاک رہ کر رعایا کے لئے راجہ کی خدمت کو ویسے ہی آسان بنا دیتا ہے جیسے موسم سرما سورج کی حرارت کا لطف اُٹھانے کو۔

دوا کی مقدس عمارات { اپنے مرحوم بیٹے کی خوبوں کو بڑھانے کے لئے رانی نے ابھے مینو سوامن و شنو کا مندر اور ابھے مینو پور نامی شہر تعمیر کروایا۔ اس کے علاوہ اس نے دوا سوامن نامی و شنو کا مندر۔ دوا پور شہر اور ایک ^{۳۶۲}مٹھ مدھ دیش۔ لاٹ اور سودو تر کے لوگوں کی رہائش کے لئے بنوایا۔ اپنے شوہر کنکن ورش کی خوبوں میں اصافہ کرنے کے لئے جسونابر سایا کرتا تھا اس رانی نے کنکن پور شہر تعمیر کرایا۔ اور ایک اور مندر دوا من نامی و شنو کا سفید پتھروں کا بنوایا جو اس طرح چمکتا تھا گویا و شنو کے قدموں کے پاس سے نکلی ہوئی گنگا کے پانی میں دھویا گیا ہو۔ اس حسین رانی نے ایک بلند احاطے والا دار کشمیریوں اور غیر ملکی لوگوں کی رہائش کے لئے تعمیر کروایا۔ اپنے باپ سنگراج کے نام سے اس نے سنگھ سوامن نامی و شنو کا مشہور مندر اور غیر ملکی برہمنوں کی رہائش کے لئے ایک ^{۳۶۵}مٹھ تعمیر

۱۳۷۵ء و ۱۳۷۶ء یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ خیال درست ہو سکتا ہے کیونکہ بودا اُس علاقے سے بہت دور واقع ہے جو اب پُرنٹس (پرنٹس) سے متعلق ہے اور ایک بلند سلسلہ کوہ اسے جدا کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ گنگھیم صاحب نے بھی اس شناخت کی خبر سن لی ہوگی کیونکہ وہ اپنے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۳۳ پر کشمیر کے جنوبی پہاڑی ریاستوں کی

کر دیا۔ مٹھ بنوا کر بیکنٹھ (وشنو) کی مورتیاں رکھوا کر اور نیکی کے کام کر کے اس نے
 وتشٹا اور سندھو کے مقام اتصال کو پوتر کر دیا۔ لیکن اس کے کاموں کو کما تک
 گنویا جائے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے مختلف مقامات پر ۶۴۷ اسی بنیادیں
 رکھوائی تھیں۔ اس رانی کو چونکہ تباہ شدہ عمارات کی بحالی کا شوق تھا اس لئے
 اس نے قریب تمام ایسے مندروں کے گرد جن کی محیط دیواریں جل چکی تھیں پتھر
 کی دیواریں بنوا دیں۔ دنگانامی ایک کلی عورت نے جو ان موقعوں پر لنگڑی رانی
 کو پیٹھ پر اٹھا لیتی تھی جبکہ کسی کھیل میں بھاگنے کی ضرورت پڑتی تھی دنگا مٹھ تعمیر
 کروایا۔

تمی مچھلی ہر چند کہ مقدس پانی میں رہتی ہے اور ایک مٹی کی طرح خاموشی اختیار
 کئے رکھتی ہے تاہم اپنی نسل کی مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ مور ہر چند کہ بارش کا پانی
 پیتا ہے تاہم ہر روز سانپ نگل جاتا ہے بگلا ہر چند کہ فرضی مراقبے کی حالت میں
 رہتا ہے تاہم بھولی بھالی مچھلیوں کو کھا جاتا ہے واقعی شریر لوگوں کے نیک کاموں
 یا بُرے فعلوں کی تبدیلی کا کسی کو پتہ نہیں چل سکتا۔ ایک سال گزرنے پر جبکہ
 اس کا غم کسی قدر رفع ہو گیا تو اس بد عہد عورت نے جو خوشیوں کی خواہشمند تھی
 اپنے چھوٹی عمر کے پوتے کو جادو کے زور سے مروا ڈالا۔ لوگ سمجھتے (۱۹۶۳ء)
 کے ماہ مگھ کی شکل پکیش کی بارھویں تاریخ کو اس رانی نے اپنے پرگناہ طریقے پر
 باصرار چلتے ہوئے راجہ کو ٹھکانے لگایا۔

فہرست میں بد وال یا بدی واس کا ذکر کرتے ہیں۔ بد وال کا نام اور کہیں نظر نہیں آتا اور
 خیال ہے کہ اغلباً اس سے مراد بودل ہی ہے۔

ترنگ کی ابتدائی زندگی کے حالات اکثر ہپاٹ کے باشندوں سے بالخصوص زمانہ حال کے
 گوجروں کے حالات سے مشابہ ہیں یہ لوگ پر نفس اور دیگر نواحی پہاڑی علاقوں سے معہ

راجہ تر بھون

۹۶۳ء تا ۹۶۵ء

اسی طریقہ پر اس نے لوگ سہا ۴۰۵ (۹۶۵ء) کے ماہ بگھر کی شکل پیش کی پانچویں تاریخ کو اپنے پوتے تر بھون کو بھی مار ڈالا۔

راجہ بھیم گپت

۹۶۵ء تا ۹۸۰ء

اب اس بے رحم رانی نے بلا تامل اپنے آخری پوتے بھیم گپت کو موت کے راستے پر جس کا نام تخت تھا بٹھا دیا۔

انہی دنوں بوڑھا پھلگن بھی انتقال کر گیا جس کے لحاظ سے دد نے اب تک اپنے ظلم اور جوش کو چھپایا ہوا تھا جس طرح ایک مست ہتھنی جوش میں آکر اپنے چہرے کے کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے ویسے ہی اس نے بھی علانیہ بد اطواری کے ذریعے سینکڑوں بے جا کاروائیاں کیں۔ افسوس کہ شریف النسل عورتیں بھی دریاؤں کی طرح فطرتاً ہیچے کی طرف حرکت کرتی ہیں۔ لکشمی ہر چند کہ منور سمندر سے

اپنی بھینسوں کے کشمیر چلے آتے ہیں اور چونکہ یہ لوگ پھر تیلے اور قابل اعتبار ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں شکاریوں یا ڈاک کے ہر کاروں وغیرہ کے کام بہ آسانی مل جاتے ہیں۔ ہندوت پرگوپال کول اپنی کتاب گلدستہ کشمیر اور غشی محمد الدین صاحب اپنی کتاب تاریخ کشمیر میں لکھتے ہیں کہ تنگ راجہ پوچھ کی طرف سے بطور ایلچی کے ددا کے پاس آیا تھا اور

جو پانیوں کا شہنشاہ ہے پیدا ہوئی تھی تاہم وہ مستقل طور پر اپنی جائے رہائش ایک کنول پھول میں رکھتی ہے۔ جو ایک تھوڑے پانی کے چشمے میں پیدا ہوتا ہے ایسے ہی اعلیٰ نسل کی عورتیں اپنے کاموں کی طرف مائل رہتی ہیں۔

تنگ کا عروج { بان نامی ایک کہش کا بیٹا تنگ نامی تھا جس کا وطن ^{۵۶۶} بری واس واقعہ پر نوتس تھا۔ وہ بھینے چرایا کرتا تھا۔ کشمیر پہنچ کر اس نے مع اپنے پانچ بھائیوں۔ سوگند ہی سی۔ پرکٹ۔ ناگ۔ اتا ایک اور سن مکھ کے ہر کارے کی ملازمت اختیار کر لی۔ ایک موقع پر رانی نے اس شخص کو وزیر خارجہ کے پاس دیکھا اور اس پر مفتون ہو گئی۔ اس نے ایک قاصد کے ذریعے خفیہ طور پر اس جوان کو بلوایا۔ اور جیسا کہ اس کی قسمت میں لکھا تھا اس کے ساتھ اس کی محبت ہو گئی گو اس سے پہلے بھی اس کے بہت سے آشنا تھے۔ تب رانی نے جو بے شرم تھی اور تنگ سے محبت رکھتی تھی بھویہ کو زہر دیکر مار ڈالا کیونکہ اس نے بے اطمینانی ظاہر کی تھی۔ اُن نہ سوچنے والے اور خراب من کے بُرے آقاؤں پر شرم ہو جو خوش ہوتے ہیں تو خالی تعریف کر دیتے ہیں جس سے کچھ انعام حاصل نہیں ہوتا لیکن کوئی خطا سرزد ہو جائے تو جان و مال ضبط کر لیتے ہیں۔ رک کے بیٹے دیوکیش نامی ویلاوت کو جو ایک بیشرم آدمی تھا اور دلالی کا کام کیا کرتا تھا رانی نے بھویہ کا عہدہ دیدیا۔ کر دم راج دوار بتی اور بڑے بڑے آدمی بھی دلالی کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی تھے لیکن انہیں

یہ اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئی تھی مگر یہ غلط ہے اصل کتاب میں لکھا ہے کہ وہ معہ اپنے پانچ بھائیوں کے یہاں آکر ہر کاروں میں نوکر ہوا تھا۔

^{۵۶۷} کٹاک و ارک کے صحیح معنی مشتبہ ہیں اس کا ذکر صرف ایک مرتبہ آگے چلکر ترنگ ۸ کے شلوک ۸۶۱ میں آتا ہے۔ جہاں یہ فرمانروائے راجپوری کے ایک ملازم کے

کیونکہ گنا جاسکتا ہے۔

ادھر جب بھیم گپت چار پانچ سال محل میں رہنے کے بعد کسی قدر سمجھدار ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ سلطنت کا کاروبار اور میری دادی کا طریق محاش غیر درست اور قابل اصلاح ہے تو متلون مزاج رانی کو اس کی طرف سے شبہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ فطرتاً بے رحم ہونے کے علاوہ جسمانی اور اخلاقی نقائص رکھتی تھی۔ یہ ایک بڑے شریف خاندان کی نسل سے تھا جسے ابھے نیو کی بیوی نے خفیہ طور پر اپنے بیٹے سے بدل لیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا چال چلن ایسا اعلیٰ تھا۔ اب اس بیشرم رانی نے ڈر کر دیوککش کے ایما پر بھیم گپت کو علانیہ طور پر قید کر دیا۔ نندی گپت اور دوسروں کو اس نے خفیہ طور پر جوڑ رہنچایا تھا اس کے متعلق اب تک لوگوں کو شبہ چلا آتا تھا لیکن اب رانی کی علانیہ کارروائیوں سے وہ بالکل دور ہو گیا۔

رانی دوا

۱-۹۸۰ء تا ۱۰۰۳ء

بھیم گپت کو مختلف اذیتیں دے دیکر مارنے کے بعد رانی دوا لوگک سمرت ۴۵۶ء (۹۸۰ء) میں خود تخت نشین ہوئی۔ تنگ جو دن بدن رانی کے اُسپر وارفتہ متعلق استغاث ہو رہا ہے۔

۴۶۸ء اصل کتاب میں سیب کے لئے لفظ پالیوت استعمال ہوا ہے جس کے معنی کشمیری پنڈتوں کی دانست میں سیب کے ہیں اس پھل کا ذکر سری ورنے اپنی راج ترنگنی کی ترنگ اشلوک ۱۹۶ میں کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی لفظ تنگ اور میرا استغاث

ہونے کے باعث متکبر ہوتا جا رہا تھا وزیر اعظم (سروادھی کارن) بنا اور اُسے ہر شخص سے بڑا عہدہ دیا گیا۔ تنگ اور اُس کے بھائیوں نے جن سابقہ وزیروں کی جگہ حاصل کر لی تھی ان میں بدرجہ غائت بے اطمینانی پھیل گئی اور انہوں نے سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے لئے پوری کوشش کی۔

وگرہ راج کی بغاوت { سب نے مل کر ایک اجلاس کیا اور دو لاکھ بھائی وگرہ راج کو جو طاقت ور اور نہایت ہاں

تھا کشمیر لے آئے۔ اس جگہ پہنچ کر اس نے بڑی دانائی سے کام لیا کہ تمام برہمنوں کو جن کے پاس بڑے بڑے اگر ہارتھے اس بات پر آمادہ کیا کہ ملک کے اندر بد امنی پھیلانے کے لئے پرائے پولیش رفاقتہ کشتی شروع کریں۔ جب برہمن متفق ہو گئے تو ساری رعایا میں ایک شور مچ گیا اور ہر مختلف مقامات کو ڈھونڈنے لگا کہ اگر وہ مل جائے تو اُسے جان سے مار دیا جائے۔ ددانے بغاوت سے ڈر کر چند دن تک تنگ کو اپنے ایک کمرے میں دروازے بند کر کے چھپا رکھا۔ اور سو منو متنگ اور دوسرے برہمنوں کو روپیہ کا لالچ دیکر اپنا طرف دار بنالیا اور اس طرح پر اُس پرائے پولیش کا خاتمہ ہو گیا۔ جب رانی نے رشوتیں دیکر اس مشکل کو دور کر دیا تو وگرہ راج کی طاقت ٹوٹ گئی اور وہ خالی ہاتھ واپس چلا گیا۔

اب چونکہ تنگ اور اس کے ہمراہیوں کو دوبارہ طاقت حاصل ہو چکی تھی۔

کئے ہیں جن کے معنی غالباً ناسپاتی اور خوبانی کے ہیں ان الفاظ کو اس نے اس موقع پر استعمال کیا ہے جہاں وہ کشمیر کے قحط کا ذکر کرتا ہے۔

۴۶۹ء جس لکڑی کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بغیر جلنے کے بندروں کو گرم کر دیتی

ہے اس کا ذکر آگے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۲۶۲ میں "واندر ایندھن" یا بندروں کے

اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو تقویت دیکر مناسب عرصہ گزرنے پر کرم راج اور دوسرے اُن لوگوں کو جنہوں نے بغاوت پھیلائی تھی جان سے مار ڈالا۔ سچا لٹ ناراضی انہوں نے رک کے بیٹے سو لگن اور دوسرے بڑے بڑے مشیروں کو جلا وطن کر دیا تھا لیکن پھر ان پر خوش ہو کر انہیں واپس بلایا اس اثنائیں گره راج نے جس کی عداوت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی خفیہ قاصد بھیج کر پھر برہمنوں سے پرائے اپویش شروع کروایا۔ برہمن اس غرض کے لئے جمع ہوئے لیکن وہ چونکہ رشتہیں لینے پر آمادہ تھے اس لئے تنگ نے جو اپنے آپ کو مستحکم کر چکا تھا اُن سے بہ آسانی نجات حاصل کر لی۔ وگرہ راج کا کٹاک وارک (منظور نظر افسر؟) اذیت نامی جو خفیہ طور پر ان کے پاس رہتا رہا تھا بھاگتا ہوا جان سے مارا گیا۔ و تسراج نامی ایک چیمبر لین زخمی ہوا۔ اور اُسے فراری کے دوران میں مین کوٹاک اور دوٹرل لے کر فرار کر لیا۔ اس کے علاوہ تنگ نے سو منو منٹک اور دوسرے برہمنوں کو جنہوں نے دوائے روپیہ لیا تھا گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔

راجپوری پر فوج کشی { اب چونکہ پھلگن انتقال کر چکا تھا اس لئے راجپوری اور سارے وزرا غصے میں آکر اسپرہم لیکر چڑھے۔ دوسری طرف سے پرتھوی پال یعنی راجپوری کے بہادر راجہ نے کشمیری فوج پر ایک تنگ درے میں حملہ کیا اور اُسے بالکل تباہ کر ڈالا۔ سپاٹاک اور ہنسراج دونوں وزیر اس جگہ کام آئے

ایندھن کے نام سے آیا ہے اس شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قسم کی لکڑی ہے کہ جسے جلایا نہیں جاسکتا۔ سٹائن صاحب کو کشمیر میں اس قسم کا کوئی درخت معلوم نہیں ہو سکا جس کے متعلق یہ اعتقاد قائم ہو۔

ہرنوں کے آگ کے ذریعے اپنے آپکو صاف کرنے کے متعلق دیکھو نوٹ ۳۳۹ کتاب ہذا۔

چندر اور بعض دوسروں کو اس قسم کی تکالیف پہنچیں کہ موت اُن کے لئے باعث آرام ثابت ہوتی۔ تب بہادر تنگ محاپے بھائیوں کے ایک دوسرے راستہ پر سے ہو کر یکا یک راجپوری میں جا داخل ہو اور اُسے بالکل جلا ڈالا۔ اس طرح پر راجہ پر تھوی پال مغلوب ہوا اور دوسرے وزد کی فوجوں کو درے سے باہر نکالا گیا۔ اپنی محتاجی کی حالت میں راجہ تنگ کا مطیع ہو گیا اور اس طرح پر وزیر نے اس موقع پر ایک ہاتھ سے نکلی ہوئی بات کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ وہاں سے سرینگر کو واپس آتے وقت فوج کی کمان تنگ کے سپرد کی گئی اور اس نے ایک شیر کی بہادری کے ساتھ بے شمار ڈامروں کو قتل کر ڈالا۔

سنگرام راج کا ولی عہد مقرر کیا جانا { اب ددائے بغیر کسی تامل کے اپنے بھائی اورے راج کے

بیٹے سنگرام راج کو طریق ذیل پر آزمانے کے بعد پورا راج کا عہدہ دیدیا۔ رانی کے تمام بھتیجے بچے ہی تھے جو اس کے گرد جمع تھے اُنکے آزمانے کے لئے اس نے اُنکے سامنے بہت سے سیب^{۳۶۸} ڈال دیئے اور سب کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھیں تم میں سے ہر ایک کتنے سیب حاصل کر سکتا ہے جس سے اُن سب میں ایک گھبراہٹ سی چھ گئی۔ رانی نے دیکھا کہ باقیوں نے بہت سی چوٹیں کھانے کے بعد صرف چند سیب حاصل کئے ہیں لیکن سنگرام راج

^{۳۶۹} کلہن یہاں پر درلب وردہن کی انگ لیکھا کے ساتھ شادی کا حوالہ دیتا ہے جس کے باعث بموجب ترنگ ۳ شلوک ۴۸۴ کا رکوٹ خاندان تخت نشین ہوا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرا حوالہ نزجت ورمن کی تخت نشینی کے متعلق ہے جو بموجب ترنگ ۵ شلوک ۲۵۱ رانی سوگند ہمارے رشتہ رکھنے کے باعث تخت پر بیٹھا تھا۔

^{۳۷۰} خیال کیا جاتا ہے کہ سانپوں کے راجہ شیشنگ نے زمین کو اپنے ایک ہزار بھپوں

کے پاس سیب بہت ہیں اور کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ جب اس نے حیرت میں آکر پوچھا کہ تم نے اس قدر سیب بغیر چوٹ کھائے کیونکر جمع کر لئے ہیں تو اس نے جواب دیا۔ ”میں نے یہ پھل اُن لڑکوں کو تندی کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑا کر اور خود الگ کھڑا رکھ رکھا ہے۔ جس سے مجھے بالکل ضرر نہیں پہنچا۔ جو لوگ خود کوشش کئے بغیر دوسروں کے جذبات کو ٹھٹھکا دیتے اور آپ چپ چاپ الگ کھڑے رہتے ہیں انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔“

جب رانی نے یہ جواب سنا تو وہ سمجھ گئی کہ اس کا دل کس قدر ٹھٹھا ہوا ہے۔ اور خود چونکہ بزدل تھی اس لئے جیسے کہ عورتوں کا دطرہ ہے اُسے تخت کے لائق خیال کیا۔ جس طرح بزدل کسی چیز کو محتاط طریقے پر قابل حصول خیال کرتے ہیں ویسے ہی دلیر آدمی اُسے دلیری کے ذریعے قابل حصول جانتے ہیں۔

لکڑی بغیر جلنے کے بندروں کی سردی دور کر دیتی ہے اور پانی اور آگ ہر نوٹکی کھال کو صاف کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں پاک (اگنی شوچ) کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف چیزیں ہر ایک جگہ کے مدعا کو اُس کے اپنے طریق پر پورا کر سکتی ہیں۔ گو حقیقت میں اُن کے اندر کوئی مخصوص خاصیت موجود نہیں ہوتی۔ (پنڈت ہر گوپال اور منشی محمد الدین صاحب فوق کے مشترکہ بیان سے پایا جاتا ہے کہ اس رانی کے اخیر دور حکومت میں پراٹھایا ہوا ہے۔ یہ چونکہ نسبتاً چھوٹے چھوٹے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اس لئے اُن کا مقابلہ کنول کی جڑوں سے کیا گیا ہے۔

۱۶۷۲ء اس جگہ جو اعداد دیئے گئے ہیں وہ شکر کی تخت نشینی (۱۷۱۵ء) سے لے کر ۱۶۷۲ء تک کے عرصے سے لوگ سے لیکر دوا کے انتقال (۱۶۷۹ء) تک کے عرصے سے بالکل مطابقت کھاتے ہیں۔

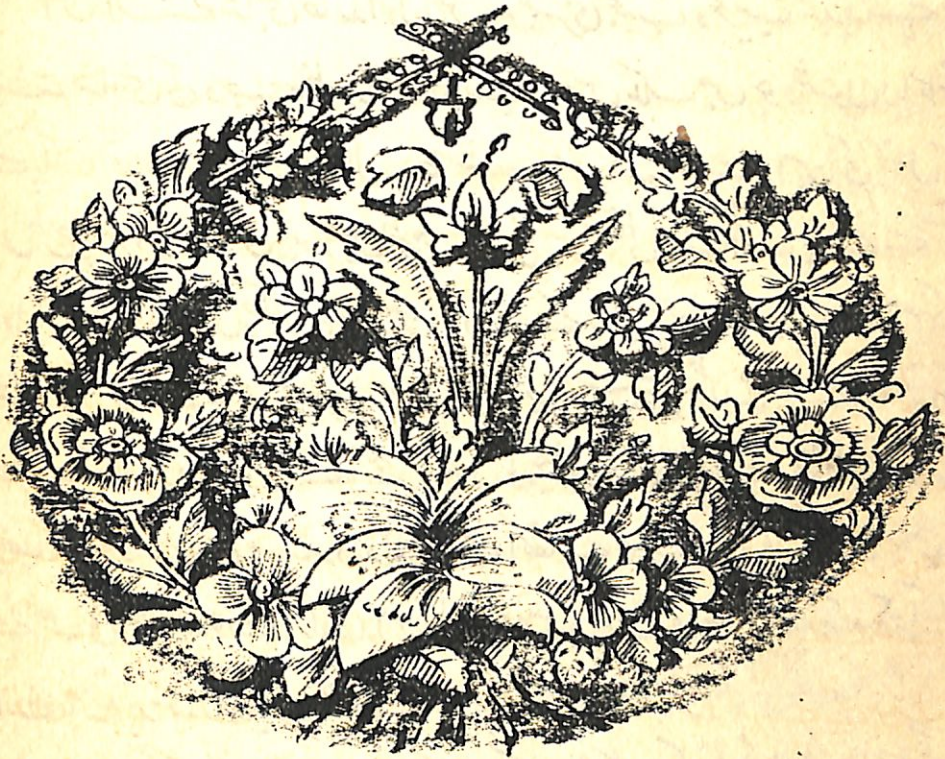
سلطان محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ کیا لیکن اس کی فوج راستہ بھول گئی۔ جاڑا سرسبز آن پہنچا۔ برف گرنے لگی۔ بہت سے آدمی بھی ہلاک ہوئے اور سلطان محمود بغیر جنگ بہت سی زحمت اٹھا کر ناکام واپس چلا گیا۔

جب رانی نے لوک سمست (۱۰۷۹ء) کے ماہ بہادروں کے شکل پکشن کی آٹھویں تاریخ کو انتقال کیا تو یو راج تخت نشین ہوا۔

اس ملک کے شاہی خاندانوں میں یہ تیسری عجیب و غریب تبدیلی ہے جو ^{۱۰۷۹} رشتہ شادی کی وجہ سے ظہور میں آئی ہے۔ اس ملک میں جو دشمنوں (یا کانٹوں) سے پاک اور دولت سے مالا مال ہے مشہور و معروف ساتھ وہن کی نسل کو اس طرح پر عروج حاصل ہوا جس طرح کسی باغ میں جنگلی آگ لگ جانے سے آگ درجہ کے درخت جل چکیں اور زمین بادلوں کے پانی سے تر ہو جائے تو آم کی شاخ پھوٹی ہے۔ جس طرح پر سانپوں کا راجہ (ریش تاج) اپنے سانس کی طاقت کو اپنے پھنوں کے نیچے جو کنول کی جڑوں کے خوشنما گچے کی صورت رکھتے ہیں چھپائے ہوئے اُن پر ساری دنیا کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے ویسے ہی سنگرام راج نے جس کی مضبوط قوت ارادی اس کی نرمی میں پنہاں تھی سارے ملک کو یاسانی اپنے بازو پر سہارا دیا ہوا تھا۔

یہاں پر کشمیر کے مشہور وزیر چپک کے بیٹے کلن کی بنائی ہوئی راج ترنگنی کی چھٹی ترنگ ختم ہوتی ہے۔

دعوتِ چوتھ سال ڈیڑھ ماہ اور آٹھ دن میں دس راجاؤں نے حکومت کی جنہوں نے اس دنیا پر عیش و عشرت کے مزے لوٹے



مکمل راج ترنگنی

ساتویں ترنگ

وہ گوری پتی (شوبھی) اس دنیا کو برکت دیں جنہوں نے پہاڑوں کی بیٹی
 (پاربتی) کی جو اس بات پر حسد کرتی تھی کہ وہ سندھیا کو مخاطب کر کے دعا کرتے ہیں۔
 ذیل کے پیچیدہ الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے شفق (سندھیا) کی بھی پوجا کی تھی:-
 ”اے پاربتی! تیری ماں کا قابل پرستش جسم برہمانے پتروں کے بے عیب
 خاندان میں پیدا کیا ہے شفق کی روشنی میں تم مجھ سے بخلگیر ہو کر میرے نچلے ہونٹ
 کو جو چینی گلاب کی مانند ہے چھپرتی ہو۔“ یا:-
 ”لے سندھیا! برہمانے تیرا قابل پرستش جسم پیدا کیا ہے اور تو پتروں کے عیب
 خاندان کی ماں ہے جب تو شفق میں نمودار ہوتی ہے تو ہر بار میرے ہونٹ پر رہتی
 ہے جو دعا کرنے (جپ) میں مصروف ہوتا ہے۔“

۵۷۳ یہ دعا یہ شلوک ذو معنی ہے اور اس کے متعلق جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔
 دونوں معنی لئے جا سکتے ہیں یعنی یہ کہ یا تو اس میں پاربتی اور یا سندھیا کو مخاطب کیا گیا ہے

راج سنگرام راج

۱۰۰۳ء تا ۱۰۱۲ء

اس راجہ کے من میں تھل (کشتا) اور بازو میں زمین (کشتا) تھی۔ وہ بلجھا طاق
 فوجی افسروں (دولہتی پٹن) اور بلجھا طاق عمق سمندروں (دولہتی پٹن) پر فوقیت رکھتا
 تھا۔ ہرچند کہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح دن کی شان و شوکت دور ہونے کے
 وقت سورج مہ شفق کے غروب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی رانی کے مرنے پر ترنگ
 بھی اپنے عہد سے گر جائیگا لیکن بخلاف اس کے انہوں نے دیکھا کہ وہ
 اپنے مختلف دشمنوں کے چھ پر غالب آ کر ترقی پا گیا ہے۔ واقعی خالق کے طریقوں
 کو کون جان سکتا ہے؟ انہیں دنوں بہادر اور طاقتور چندرا کر کا جس کا اس راجہ
 سے رشتہ تھا اور جو وزیر اعظم کے عہد کے لائق تھا انتقال ہو گیا۔ ادھر موضع
 بھیم ٹکا کے ایک دولت مند محرر پنا کر کے بہادر بیٹوں نے بھی دائمی آرام
 حاصل کیا۔ پس لائق وزیروں کی عدم موجودگی کے باعث قسمت راجہ کو اس کی
 مرضی کے خلاف تنگ کی طرف کھینچ کر لے گئی کیونکہ اس کے لئے اس کے سوا
 کوئی اور طریقہ ہی نہ تھا۔ اس سے پہلے رانی و داتے مرتے وقت سنگرام راج تنگ
 اور باقی ماندہ لوگوں کو بہ طریق کوش حلف اٹھوایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ضرر
 جوشفق اور شفق کے وقت کی جانے والی دعا کی مجسم صورت سمجھی گئی ہے۔ پاربتی کی ماں اور ہماوت
 کی بیوی مینا کے متعلق خیال ہے کہ وہ پتروں کے یا سین خاندان سے تھی۔ سندھیا کی نسبت
 یہ اعتقاد ہے کہ وہ پتروں کی ماں ہے۔

۱۰۱۲ء بھیم ٹکا کے نام کی موجودہ صورت غالباً بجائی ہے جو زین گر پرگنہ کا ایک بڑا

نہ پہنچائیں گے۔ راجہ چونکہ تکالیف برداشت کرنے کے ناقابل تھا اور اس پر کام کا بوجھ بھی زیادہ تھا اس لئے اس نے رعایا کا انتظام تنگ کے سپرد کر دیا اور خود عیاشی میں پڑ کر کابل الوجود ہو گیا۔ اس کی بزدلانہ فطرت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال مل سکتی ہے کہ اس نے غیر یکساں تعلقات شادی منظور کر کے اعزاز شاہی کو گٹھالیا اور امداد حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنی بیٹی کو تھکا کی شادی دد امٹھ کے منتظم پرہمن سے جو دولت - ہمت اور اور نیک صفات رکھتا تھا کر دی۔ کسی راجکمار کی شادی ایک ایسے راجہ کے ساتھ جو عالمگیر فتوحات کے لئے آمادہ ہو یا اس تنگ دل برہمن کے ساتھ جس کا ہاتھ سنگھپ کے پانی سے تر رہتا ہو ہونے میں کتنا فرق ہے؟

تنگ کے برخلاف سانش { اس موقع پر برہمن مشیروں نے تنگ کو اپنے عہدے سے گرانے کا ارادہ کر کے

مقدس مندروں کے برہمنوں اور پروہتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ پرائس پور میں پرائے پولیش (فاقہ کشی) کریں۔ راجہ کے لئے اس بغاوت کو فرو کرنا مشکل تھا جو برہمنوں اور وزیروں کے یک دل ہو کر کوشش کرنے سے اس طرح پر ظہور میں آئی تھی جس طرح آگ اور آندھی مل کر ایک عظیم آتشزدگی پیدا کر دیتے ہیں۔ برہمن تو راجہ کو بھی معزول کر دینے پر آمادہ تھے لیکن جب ان سے التجا کی گئی تو انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ بطور پراسچت کے تنگ کو نکال دیا

کاؤں ہے نیز دیکھو بھنرد اور بھیم کیشو مذکورہ نوٹ ۴۴۷ کتاب ہذا۔

۴۷۵ کیش ہوم کا ذکر پورانوں میں اکثر پایا جاتا ہے مثال کے طور پر دیکھو پدم پورا جلد ۲-۱ ادھیائے ۲۳ شلوک ۵-۱۔ ایسے موقعوں پر رشی اپنے بال آگ میں ڈالا کرتے تھے اور اُس کے اندر سے ایک بھوت پیدا ہوا کرتا تھا جس کے ذریعے وہ اُن لوگوں سے بہنوں

جلئے۔ جب راجہ۔ تنگ اور سب لوگ اس بات پر رضا مند ہو گئے تو ان پر شہر
برہمنوں نے کچھ اور طلب کرنے پر بھی اصرار کیا۔ انہوں نے کہا یہ برہمن جو تنگ
کے جبر سے مرہ ہے ہمیں اُسے تنگ کے گھر میں جلائے کی اجازت دی جائے۔
حقیقت یہ تھی کہ ان بد معاشوں نے کسی کنوئیں سے ایک لاش نکال لی تھی اور
اُسے تنگ کے مکان کی طرف لئے جا رہے تھے کہ کیش ہوم (بالوں کے ہوم)
کے ذریعے انہوں نے جو بد روح (کرتیہ) پیدا کر لی تھی وہ الٹی انہیں پر حملہ آور
ہوئی۔ یکایک فساد پیدا ہو گیا اور ان ناپاک برہمنوں کی تباہی کے لئے تلواریں
کھینچ لی گئیں۔ اس پر برہمن تتر بتر ہو گئے اور مارے خوف کے راج کلش کے
گھر میں جس نے خفیہ طور پر انہیں سب کچھ سکھایا پڑھایا تھا جا چھے۔ اسکی
عیاری ظاہر ہو گئی اور وہ ایک عرصہ تک لڑتا رہا لیکن برہمن عقبی دروازوں
اور کھڑکیوں میں سے نکل کر اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ جب راج کلش
مغلوب ہو گیا تو سری دھر کے ساتوں بیٹے جو برہمن اور مشیر تھے آکر جنگ کرنے
لگے۔ انہوں نے لڑائی میں بڑے سحر کے کی کارروائیاں کیں لیکن آخر سب کے
سب کام آئے۔ اور ساتوں سیدھے سورج لوک میں داخل ہو گئے۔

تنگ کی فتح جب وہ میدان جنگ میں کام آچکے تو تنگ نے راج کلش
کو جسے سو گندی سپہ نے مغلوب کیا تھا بیڑیاں ڈلو کر اپنے
مکان پر منگوا یا۔ اُس کے بازو کاٹ دیئے گئے اور اُسے مجروح کر کے تنگ کے
انکو تکلیف پہنچائی ہو انتقام لیا کرتے تھے۔

۵۷۶ اس جگہ عبارت مشتبه معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر راجہ نے خود تنگ کو مارنے
کے لئے آدمی بھیجے ہوتے تو پھر بھوتی کلش اور اُس کے بیٹے کو خواہ مخواہ سزا دینے کی کیا ضرورت
تھی اس بارے میں بابو جو گیش چندر دت کا ترجمہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جنہوں نے لکھا

نوکر اُسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے اور سڑکوں پر بچواتے رہے۔ ایک اور وزیر بھوتی کلش بھی مغلوب ہو چکا تھا۔ مگر جب کچھ عرصہ بعد سوگندھی سیہ اور باقیوں نے رحم کھا کر اُسے رہا کر دیا تو وہ اپنے بیٹے راجک سمیت شور مٹھ کر چلا گیا اور اُس کے اندر دلت کی آگ شعلہ زن تھی۔

غرض پرہاس پور کے اندر جو یہ ہلچل پیدا ہوئی تھی اُسے قسمت نے ایسا بنا دیا کہ اُس سے تنگ کی شان و شوکت اور بھی بڑھ گئی۔ بعد ازاں وزیر گن دیو نے راجہ کو راضی کر لیا جس پر بھوتی کلش گنگا میں اشنان کر کے واپس چلا آیا مگر جب اس نے محل شاہی میں رفتہ رفتہ تھوڑا سا اقتدار حاصل کر لیا تو راجہ نے خفیہ طور پر تنگ کو مارنے کے لئے آدمی بھیجے۔ تنگ اس بات سے باخبر ہو گیا اور سارا معاملہ راجہ کے روبرو بیان کر دیا۔ جس پر اس نے بھوتی کلش اور اُس کے بیٹے کو دوبارہ جلا وطن کر دیا۔

انہی دنوں چندر اکر کا بیٹا مئے منتک جس نے اب کچھ اقتدار حاصل کر لیا تھا انتقال کر گیا اور راجہ کا خیر خواہ مشہور و معروف پرہین بھی اجمکاری سے اپنی شادی کا لطف تھوڑا عرصہ حاصل کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ راجہ کے باقی سارے دوست گنگ وغیرہ مر گئے اور صرف تنگ ہی مع اپنے بھائیوں کے مزے اڑانیکو باقی رہ گیا۔ اس طرح پرہبات جو اُس کے منزل کے لئے کی جاتی تھی وہ خوب بڑے قسمت سے اس کی عزت و شہرت کو اور بھی دو بالا کرتی تھی

مگر راجہ نے بھوتی کلش کو تنگ کے مارنے کے لئے متنبہ کیا تھا لیکن جب اس بات کی خبر تنگ کو ہو گئی تو راجہ نے خالی اپنی صفائی کے لئے بھوتی کلش اور اُس کے بیٹے کو ملک بدر کر دیا۔ اس کے متعلق یہ امر بھی معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کا اس معاملہ میں کچھ دخل ہی نہ ہو اور بھوتی کلش نے خود ہی انتقام لینے کے ارادہ سے تنگ کو مروانے کا بندوبست کیا ہو جس کی خبر

ٹھیک اسی طرح پر جس طرح دریا کے وہ طوفان جن کی نسبت احتمال ہوتا ہے کہ وہ کنارے کے اُن درختوں کو گرا دیں گے جن کے نیچے کی زمین عرصہ دراز گزرنے کے باعث نکل چکی ہوتی ہے اور جنہیں سہارا دینے والی انکی جڑیں ہی ہوتی ہیں اُس کیچڑ کے ذریعے جو انکے پانی میں آتا ہے اس زمین کو جس پر درخت کھڑا ہوتا ہے مضبوط کر دیتے ہیں۔ لیکن تنگ جو اپنے افعال میں عاقبت بینی سے کام لیتا تھا اور ہمیشہ لوگوں کو خوش کرنے کی فکر میں رہتا تھا جوں جوں اُس کے سابقہ جنم کی خوبیاں کم ہوتی گئیں۔ غیر مستقل مزاج ہوتا گیا۔

چنانچہ ایسا واقعہ ہوا کہ بد قسمتی سے اس نے ایک بیچ **بھدریشور کا عروج** { جنم کے کاٹھ بھدریشور نامی کو اپنا نائب بنالیا اس شخص کا موروثی پیشہ باغبانی تھا اور وہ میل اٹھاتا۔ قصاب کا کام کرتا اور ایندھن بیچتا تھا۔ اس کے بعد وہ معاش حاصل کرنے کے لئے اہلکاروں کے ساتھ لگا پھرتا رہا تھا وہ اُن کے جُزدان اور قلمدان اٹھایا کرتا تھا اور اس کی پیٹھ پر ایک ہلکے درجہ کا اونی کپڑا (دکسل) ہوتا تھا۔ جب تنگ نے جو بے انتہا سرکاری و دیگر معاملات کے تفکرات سے تنگ آچکا تھا اُسے اپنا نائب بنایا تو اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس تعلق سے میری اپنی قسمت کی تباہی ہونے والی ہے۔ عابد اور نیک سیرت دھرمارک کو برطرف کر کے اس نے اس شریر شخص کو گھر کر تہیہ کے دفتر کا انتظام سپرد کر دیا۔ اس بد طبیعت شخص نے جو ایک بے وقت ہونے پر راجہ نے اُسے ملک سے نکلوا دیا ہو۔

۴۷۷ اصل عبارت میں اس جگہ لفظ آراک استعمال ہوا ہے جس کے لئے کشمیر میں آجکل بلیار کا لفظ موجود ہے۔ ان لوگوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ غلات کو کھا د وغیرہ کے طور پر استعمال کریں اور اس لحاظ سے اُن کے پیشے کو ذیل سمجھا جاتا ہے دیکھو لارنس صاحب

موت سے مشابہ تھا دیوتاؤں۔ گوؤں۔ برہمنوں۔ غریبوں۔ اجنبیوں اور شاہی نوکروں کے روزینے گھٹا دیئے۔ ایک بھیا تک کا پالک بھی جو لاشیں کھا کر گزارہ کرتا ہے اپنی قوم کے لوگوں کو پالتا ہے لیکن شریر بھدریشور نے اپنی قوم کے لوگوں کو بھی جینا دو بھر کر دیا۔ ماہ چیت میں تنگ نے بھدریشور کو سیاہ و سفید کے اختیارات دے دیئے اور اسٹارٹ کے مہینے میں سو گندی سیہ مر گیا۔ اپنے بھائی کے مرنے پر جو تمام تفکرات کو برداشت کیا کرتا تھا مصیبت زدہ تنگ کو ایسا معلوم ہوا گویا کسی نے اس کا سر کاٹ دیا ہو۔

راجہ ترلوچن پال کی مدد پر فوج کشی

مگر کے مہینے راجہ تنگ کو مشہور شاہی ترلوچن پال کے ملک میں جس نے امداد طلب کی تھی روانہ کیا۔ بہت بڑی فوج جس میں کئی ایک راج پوتر۔ مشیر خاص۔ باجگذار و ایان ریاست اور غزت وار لوگ شریک تھے اور جو تعداد میں اتنی بڑی تھی کہ زمین اس سے کانپ جلے اس کے ہمراہ لکڑی جب وہ محل اپنے بیٹے کے اس جگہ پہنچ گیا تو شاہی نے اس کا بہت اچھی طرح سے استقبال کیا لیکن جب اسے وہاں رہتے پانچ چھ دن ہو گئے تو شاہی نے دیکھا کہ یہ لوگ رات کے پہروں۔ جاسوسوں کی تعیناتی۔ فوجی قواعد اور حملہ کی دیگر تیاریوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اس لئے اس نے تنگ سے جو خود اعتمادی کی شراب میں مست تھا یہ بات کہی۔ جب تک آپ تر شک

کی کتاب ویلی صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸۔ جو کاشت کار اس قسم کا پیشہ اختیار کرتا ہے اس کا باقی کاشتکار مسلمانوں سے قطع تعلق ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے زمانہ میں انہیں اور بھی زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے۔ بھدریشور کے حالات کے متعلق اس شلوک میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ آجکل ہندوستان کے دوسرے

طریق جنگ سے واقف نہ ہو جائیں بہتر ہے آپ اس پہاڑی کی چوٹی پر ٹہریں اور حسب خواہش آرام کرتے رہیں۔ لیکن تنگ نے سخت میں آکر ترلوچن پال کی نیک نصیحت نہ مانی اور مہ اپنی فوجوں کے لڑائی کا منتظر رہا۔

وہ تھوڑی سی فوج لے کر توشی کے دوسرے ^{۲۸}ہمیر (محمود) کا مقابلہ کرنا کرے پر چلا گیا اور وہاں پر اس دستانے کو

مغلوب کیا جو ہمیر نے بھیجا تھا۔ ہر چند کہ وہ سخت سے بھرا ہوا تھا تاہم شاہی نے جو جنگی تجربہ رکھتا تھا بار بار اسے یہی نصیحت کی مگر لڑائی کی خواہش میں اندھا ہو کر تنگ نے شاہی کے مشورے کو منظور نہ کیا۔ جن لوگوں کی موت قریب ہو انہیں نصیحت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ صبح کے وقت ترشک فوج

کا سردار جوفن حرب سے واقف تھا جوش میں بھرا ہوا میدان جنگ میں نکلا۔ جس پر تنگ کی فوج فوراً تتر بتر ہو گئی۔ البتہ شاہی کی فوج کچھ عرصہ تک میدان میں متحرک نظر آتی رہی۔ جس وقت شاہی کی فوج منتشر ہو گئی اس وقت بھی بے سنگھ سری وردھن اور خاندان سنگرام کا ڈامروہ برارک لڑتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ان تین بہادروں نے اس جنگی میدان میں لڑکر جو گھوڑوں کی ٹپالوں سے گونج رہا تھا اپنے ملک کی عزت کو ضائع ہونے سے بچا یا۔ ترلوچن پال کی عظمت کو کون بیان کر سکتا ہے جسے لاتعداد دشمن بھی لڑائی میں شکست نہ دے سکے۔ ترلوچن پال اس وقت میدان میں خون بہاتا

حصوں سے آئے ہوئے شخص کو کشمیر کے اندر اجتماعی طریقوں کی جو آزادیاں نظر آتی ہیں وہ زمانہ حال کی نہیں بلکہ قدیم کی جی آتی ہیں مسٹر لارنس نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸۶ پر اس معاملہ پر بہت اچھی طرح سے بحث کی ہے اور مختلف مثالیں بھی دی ہیں۔

۲۸ کا پالک سے مراد عام طور پر شوچی کے معتقد فقیروں کے ایک فرقہ سے

بھاشوجی (ترلوچن) کی اس حالت سے مشابہ تھا جیکہ وہ کلپ کے خاتمہ پر دنیا کے جلانے کے لئے آگ نکالتا ہے۔ لڑائی میں کروڑوں زرہ بکتر لگائے ہوئے سپاہیوں سے لڑ کر یہ راجہ جوان معاملات میں تجربہ کار تھا اکیلا اپنے دشمنوں کے محاصرے سے باہر نکل آیا۔ جب ترلوچن پال پیچھے ہٹ گیا تو سارے ملک پر خونخوار چندالوں کے گروہ ٹڈی دل کی طرح چھا گئے۔ فتح حاصل کرنے کے بعد بھی ہمیر نے آزادی کے ساتھ سانس نہیں لیا۔ کیونکہ وہ مشہور و معروف ترلوچن پال کی فوق الفطرت بہادری سے واقف تھا۔ ترلوچن پال نے اپنے رتبے سے گھر بھی بہت بڑی ہمت کا اظہار کیا اور اپنے ہاتھیوں کی طاقت پر بھروسہ کر کے فتح کرنے کی کوشش کی۔

سلطنت شاہی کی برادری { میں نے اس جگہ مفصل طور پر یہ بات بیان نہیں کی کہ شاہی خاندان کی شاہی عظمت کا نام تک کس قدر جلدی مٹ گیا کیونکہ یہ محض ایک واقعہ ہے قیمت کے آگے کوئی بات ناممکن نہیں۔ یہ اُن باتوں کو بھی بہ آسانی سرا انجام دیتی ہے جو اب تک میں ناقابل اعتبار معلوم ہوتی ہیں اور جہاں تک ہماری قوت متحیدہ نہیں پہنچ سکتی۔ وہ سلطنت شاہی جس کی عالمگیر عظمت کا ذکر خلاصہ کے طور پر راجہ شتکپور من کے عہد میں آچکا ہے اس کے متعلق لوگ اب سوال کرتے ہیں کہ آیا اس کے راجہ وزیر اور درباری کبھی عدم بے وجود میں آئے بھی تھے

لی جاتی ہے جو کھوپریاں کھا کر گزارہ کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں وہ طریقے پائے جاتے تھے جو زمانہ حال کے اگہور پختھیوں میں پائے جاتے ہیں۔

۳۷۹ شاہی ترلوچن پال سے مراد اند پال کے بیٹے ترلوچن پال سے ہے جس کے

یا نہیں ! -

اس کے بعد ٹنگ جس نے اپنی شکست یابی کے باعث ترشکوں کو سارے روئے زمین پر پھیلا دیا تھا رفتہ رفتہ اپنے ملک کو واپس آ گیا۔ راجہ جس کا چال چلن اس کی دلیری کے مطابق تھا ٹنگ کے اس قصور پر ناراض نہیں ہوا گو وہ ایک گیڈر سے شکست کھا آیا تھا تاہم اُسے اس بات پر ناراضگی ضرور ہوئی کہ میں ٹنگ پر دار و مدار رکھتا ہوں۔ کیونکہ دوسروں پر انحصار رکھنے سے ایک حیوان تک کی روح کو بھی تکلیف ہوتی ہے اُدھر ٹنگ کے بیٹے کندر پ سنگھ نے بھی جو اپنی دولت اور طاقت کے باعث مغرور تھا راجاؤں کی سی حرکات کرنے اُسے مضطرب کر دیا۔

ٹنگ کے برخلاف ایک اور سائش { راجہ کے بھائی وگرہ راج نے جو موقعہ کا

ترغیب دی کہ ٹنگ کو راستہ سے دور کیا جائے۔ راجہ بہت دیر تک کوشش کے خلف اور دوسرے واقعات کو یاد کر کے بحالت تذبذب رہا اور آخر جب اُسے بار بار ترغیب ملتی رہی تو ترغیب دینے والوں سے کہنے لگا۔ اگر وہ کسی روز معہ اپنے بیٹے کے اکیلا ہمارے ہاتھ آ گیا اس وقت دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں ورنہ اگر یوں ہی اسپر حملہ کیا گیا تو ممکن ہے وہ ہمیں بھی مروا ڈالے۔ یہ کہہ کر راجہ رک گیا مگر اُس کے یہ الفاظ ان کے دلوں میں بیجوں کی طرح پڑ گئے

معلق البرونی اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۲ صفحہ ۱۳ پر بیان کرتا ہے کہ وہ ہندو شاہی خاندان کا آخری مطلق العنان فرمانروا تھا۔ دیکھو لے ناڈ صاحب کے ”میمائر“ صفحہ ۲۵۹ اور ٹراٹر صاحب کی راج ترنگنی ترنگ ۳ صفحہ ۶۴۹ اور اس خاندان کی ابتدائی تاریخ کے متعلق دیکھو نوٹ ۷۱ کتاب ہذا۔ یہ راجہ بہت سی جدوجہد کے بعد جس کے حالات

اور انہوں نے ٹنگ کو قابو میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔

اس کے چھ ماہ بعد قسمت کی مرضی سے یہ واقعہ ظہور میں آیا کہ ٹنگ کو راجہ نے طلب کیا تو وہ معہ اپنے بیٹے کے گھر سے روانہ ہو پڑا بجالیکہ اُسے ایک بُرا خواب آیا تھا۔ محل میں داخل ہو کر راجہ کے حضور میں تھوڑی دیر تک ہنسنے کے بعد وہ پانچ چھ ہمراہیوں سمیت کونسل ہال (دربار) کی طرف روانہ ہوا۔ پروشر کرک اور چند اور آدمی ٹنگ کے پیچھے پیچھے گئے اور راجہ کو خبر کئے بغیر انہوں نے اس کے تلواروں سے وار کیا۔ ٹنگ کے ہمراہیوں میں سے صرف ٹنگ اترتے ہی تعریف کا مستحق تھا۔ یہ شخص مہاراجہ کی اولاد میں سے تھا جو شکر ورن کا وزیر ہو گزرا ہے۔ ہر چند کہ وہ نہتہ تھا تاہم فوراً ہی اُس نے اپنے آپ کو ٹنگ پر ڈال دیا تاکہ اُس وقت جبکہ دشمن اس پر وار کر رہے تھے اُسے محفوظ رکھ سکے۔

ٹنگ کا قتل پہلے ہی وار میں مارے خوف کے ٹنگ کا دم رگیا اور یہ خبر شکر ورن کے راجہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ برہمن بھرم جو شاہی کونسل (استھان برہمن) سے تعلق رکھتا تھا اُس کا بیٹا بد بخت پاتھ اور بیوقوف کنگ ٹنگ کے ہمراہ تھے لیکن مارے خوف کے اس وقت انکو دست لگ گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے موشی کی طرح منہ میں انگلیاں لے لیں اور ڈر کے مارے ہتھیار چھوڑ دیئے۔ چنگ اور باقی ماندہ

اس زمانہ کے مسلمان مورخوں نے قلمبند کئے ہیں آخر کار محمود غزنوی کے ہاتھوں مفتوح ہوا دیکھو ایلہیٹ صاحب کی ہسٹری آف انڈیا جلد ۲ صفحہ ۴۳۴۔ اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تریلوچن پال نے اپنے باپ کے عہد (۱۱۹۱ء تا ۱۲۱۹ء) میں فوج نیکر مسلمانوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ عربی کتابوں میں تریلوچن پال کے نام کو

لوگ جو تنگ کے گہرے دوست اور مشیر تھے مارے خوف کے عورتوں کی طرح چپ چاپ بیٹھ گئے گو وہ مسلح تھے۔ راجہ نے اس ڈر سے کہ تنگ کے ہمراہی اگر اس کی موت سے باخبر نہ ہوئے تو مارے جوش کے آگ لگا دینگے اور بلوے وغیرہ کرینگے فوراً تنگ اور اُس کے بیٹے کے سر کٹوا کر اس غرض سے باہر ڈلوایا کہ اُس کے اپنے نوکروں کی حوصلہ افزائی ہو۔ فوجوں نے اپنے آقا کا سر جدا دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگ گئیں لیکن تنگ کے بعض مقلدوں نے سچے نوکروں کی طرح اپنی وفاداری کا پورا پورا ثبوت دیا۔ بھجنگ جو ایک برہمن یا جگدار راجہ (سامنت) کا بیٹا تھا اور اپنے گھر سے یہاں پہنچا تھا سنگرام راج کو ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کمرے میں بھگائے پھرتا رہا۔ اپنے طلائی ڈنڈ کے ذریعے بند دروازے کو توڑ کر اس نے دربار شاہی میں بیس سپاہیوں کو مار ڈالا اس لڑائی میں ترلوک راج خزانچی اور کے منتک کا کوکہ بھائی بہادر ابھی نو کام آئے۔ صحن میں تیس بہادر ایکانگے جو تنگ کے ملازم تھے ایک قطار میں آسمان کی سیڑھی کی طرح مردہ پڑے تھے۔ ایک شخص پدم راج نامی نے ہر چند کہ لڑائی میں حصہ لیا تھا تاہم وہ پہنچ رہی بچ نکلا اور اپنے آقا کی موت سے اُس کے دل میں جو صلب پیدا ہو رہی تھی اُسے اس نے تیرتھوں کی یا ترا کر کے دور کیا۔ دوسروں نے تلوار کو جو لڑائی کے موقع پر دونوں عالم میں زندگی کو محفوظ رکھتی ہے پھینک دیا اور اس طرح عزت اور زندگی دونوں سے ہاتھ دھوئے چند بہت کچھ بگاڑ کر لکھا گیا ہے مثلاً کہیں پر پورو جیپال کہیں نروجن پال آیا ہے۔ دیکھو ایلٹ صاحب کی کتاب مذکورۃ الصدر جلد ۲ صفحہ ۴۲۶۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ کہیں نے اس جگہ اُن مہات میں سے ایک کا ذکر کیا جو محمود غزنوی نے ترلوچن پال اور اُس کے معاونوں پر سر کی تھیں۔ ریناڈ صاحب نے

جو اپنے آپ کو ایک بڑا جنگ جو خیال کرتا تھا۔ ارجن نامی ایک غیر ملکی (دیشک) اور ڈامر ہیل چکر نے اپنی تلواریں پھینک دیں اور دشمنوں کے ہاتھوں کام آئے تنگ کا مکان لٹ گیا۔ اُس کا مال وزر چھین لیا گیا اور اس طرح پر راجہ نے اُسے بارہ شدی اساطرہ کو محض کہانیوں کا ایک مضمون بنا دیا۔

جب تنگ جس کا چال چلن دغا بازی سے پاک تھا محہ اپنے بیٹے کے راجہ کے ہاتھوں قتل ہوا تو دربار شاہی میں زیادہ تر گندوں نے اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔

تنگ کے قتل کے بعد کے واقعات راجہ نے تنگ کے بھائی ناگ کو فوج شخص تھا جس نے درپردہ راجہ کو سکھا پڑھا کر اپنے بھائی اور بھتیجے کو مروا ڈالا تھا اور جو اپنے خاندان کا ناش کرنے والے کی حیثیت میں بدنامی کے دلغ

قبل ازیں یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اس جگہ جس ہمیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ دراصل محمود ہی تھا اُس سے پہلے ٹامس صاحب جنرل اف رائل اینڈیا ٹمک سوسائٹی کی جلد ۹ صفحہ ۱۹۰ میں یہ بات دکھاپکے ہیں کہ یہ لفظ عربی لقب امیر المؤمنین سے نکالا ہوا ہے۔ اور سکوں وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزنوی سلطان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ رے ناٹو صاحب نے بجا طور پر واضح کیا ہے کہ شلوک ۵۱-۵۲ میں تروچن پال کے مخالفوں کے لئے ترشک کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ محمود کی فوج کے عین حسب حال ہے جس میں زیادہ تر ترکستانی نسل کے سپاہی موجود تھے۔

سٹائن صاحب نے جو رسالہ ”زریشتشت ڈورچا ہینروان کابل“ کے صفحہ ۲۰۱ پر لکھا ہے کہ مسلمان مورخوں نے محمود کے بعد کے حملوں کی تفصیل ملکی و سنی میں جو اختلافات پیدا کر دیئے ہیں ان سے یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ کلہن نے کس عملے کے متعلق ذکر کیا ہے یا مگر بھی افسوس ناک ہے کہ کلہن نے تنگ کی چڑھائی کا سن نہیں لکھا بہر نوع اگر اسلامی تاریخوں

سے داغدار ہو چکا تھا۔ جس طرح اندھیری رات کا بھوت سے میل جول ہوتا ہے ویسے ہی کندرپ سنگھ کی بدرجہ غائبت بے وفا بیوی کشیا ناگ سے محبت کے لئے ملا جلا کرتی تھی۔ بدامنی دور ہونے کے چار دن بعد تنگ کی بہو بیبا جو خاندان شاہی کی ایک لڑکی تھی آگ میں ستی ہو گئی۔ تنگ کی بیوی منکھنا مصیبت کی حالت میں ملک کو چھوڑ گئی اور راجپوری میں رہنے لگی۔ وہ کندرپ سنگھ کے دونوں بیٹوں مشہور و چتر سنگھ و ماتر سنگھ کو بھی جو مہماں نامی ایک فاحشہ عورت کے بطن سے تھے مو انکی والدہ کے اپنے ساتھ لے گئی۔ اب راجہ نے تنگ کے بچائے شریہ بھدریشور کو مقرر کیا اور اس نے خزانہ اور بھوتیشور اور دوسرے مندروں کا مال و زرخوب لوٹا۔ راجہ کے اندر قوت فیصلہ کی جو کمی تھی اس کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیل سکتی ہے کہ اس نے پارتھ جیسے آدمیوں کو بھی عہدے دیدیئے۔ بے سمجھ راجہ نے نہایت احمق پارتھ

غائز نگاہ ڈالی جائے تو اس مسئلے کا پورا پورا تصفیہ ہو سکتا ہے۔

ایلیٹ صاحب کی تاریخ میں جس قدر مصالح موجود ہے اس سے اندازہ کرتے ہوئے اکثر واقعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ محمود نے ۱۱۳ھ میں حملہ کیا تھا اور جیسا کہ ایلیٹ صاحب نے اپنی تاریخ کی جلد ۲ صفحہ ۴۵۰ پر لکھا ہے یہ اس کا نواں حملہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ترلوچن پال نے پنجاب کی طرف سے اُس کا آخری مرتبہ مقابلہ کیا تھا۔ تاریخ یامنی میں اس فیصلہ کن لڑائی کی جو مفصل کیفیت موجود ہے (دیکھو ایلیٹ صاحب کی کتاب مذکورۃ الصدر جلد ۲ صفحہ ۳۷) وہ دونوں فوجوں کی مقامیت اور اس سفر کے میں تبدیل قسمت کے بیان کے اعتبار سے کلن کی کیفیت سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمود نے یہ فتح اُن وادیوں میں سے ایک میں حاصل کی تھی جو علاقہ جہلم کی طرف سے کشمیر کو جاتی ہیں اور اس کے بعد ترلوچن پال کا اسی سمت میں تعاقب کرتا چلا گیا تھا۔ یہی

کو جس کے متعلق معلوم تھا کہ وہ اپنی بہاوج سے ناجائز تعلق رکھتا ہے کو تو ال
 شہر (نگرا دہی کرتا) مقرر کر دیا۔ پارٹھ نے جس کے دل میں نیکی کا نام و نشان نہ
 نہ تھا پرورش نامی شو رنگ کے مقدس چوتھے (رنگ پیٹھ) پر قتل اور اور
 گناہ کئے۔ سندھو کا بیٹا متنگ جو بنجیلوں کا سردار تھا رعایا کو لوٹنے کا خوب
 ڈھنگ جانتا تھا اُس نے اس حریص راجہ کے خزانے کو چُر کر دیا۔ دیو مکھ نامی
 ایک محرر کا ایک فاحشہ عورت کے بطن سے چند مکھ نامی بیٹا تھا جو کچوریاں
 بیچا کرتا تھا تنگ کے زیر اثر یہ راجہ کا منظور نظر بن گیا تھا۔ اس نے ایک
 کوڑی (دراٹمک) سے شروع کر کے کروڑوں کی رقم جمع کی اور باوجود بڑے عہدے
 پر پہنچنے کے وہ کنجوس ہی رہا اور اپنے خاندان کے آبائی پیشہ کے بموجب وہ
 مکھائی جو دوسرے لوگ اُس کے پاس بطور تحائف کے لیکر آتے تھے نوکروں
 کے ہاتھ بیچا کرتا تھا۔ لوگ اس پر ہنستے تھے کیونکہ پہلے اس کی قوت ہاضمہ تیز
 بیان کیا گیا ہے کہ سلطان کی اس فتح کی وجہ سے علاقہ کشمیر کے بعض وادیاں ریاست محمود کے
 مطیع ہو گئے تھے۔ اس بات کا بھی ذکر آتا ہے کہ اس موقع پر کشمیریوں کو زبردستی مسلمان
 کیا گیا تھا۔

یہ تفصیلات اُس بیان سے بالکل مطابق ہیں جو کتاب ہذا میں ایک کشمیری فوج کے
 تریوچن پال کو مدد دینے کے متعلق موجود ہیں۔ بالخصوص اس مقامیت کے اعتبار سے یہ دونوں
 بیانات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جس کے متعلق کہیں نے لکھا ہے کہ اُس جگہ مشترکہ فوجوں
 کو شکست ہوئی تھی۔ دریائے توشی جس کا ذکر شلوک ۵۳ میں آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دریا
 توہی ہے جو پرنٹس (پرنٹس) میں سے بہتا ہوا قصبہ جلم سے اوپر کی طرف ورتشا سے جا ملتا
 ہے۔ وادیئے پرنٹس میں سے لوہر (لوہرین) تک کا راستہ بندریہ توہی بڑا آرام دہ ہے ٹل
 سے ایک اور مڑک درہ توش میدان پر سے گذرتی ہوئی کشمیر تک پہنچتی ہے جس سے زانہ قدیم

اور صحت اچھی تھی لیکن اقبال حاصل کر کے اُسے بدھضی اور بیماری کی شکایت ہو گئی۔ اس نے مرتے وقت صرف ایک کام نیکی کا کیا جو یہ تھا کہ ان ایشور نامی شوجی کے مشہور مندر کی مرمت کے لئے ۱۰ کروڑ روپیہ چھوڑ گیا۔ اس کے تین بیٹے نان۔ بھاگ اور نندی مکھ تھے جنہیں راجہ نے تنگ کے ماتحت فوجی دستوں کے کمانیر مقرر کر دیا تھا۔ راجہ کے لئے انہیں تنگ کا عہدہ دینا قابل تسخر اور ٹھیک اسی طرح تھا جس طرح کوئی بچہ سونا سمجھ کر جو کے بالوں کو اکٹھا کرے۔ جب انہیں ترشکوں کے ساتھ لڑنے کے لئے بھیجا گیا تو وہ بھی تنگ کی طرح بھاگ کر اپنے ملک کو واپس آ گئے۔ اس طرح پر جبکہ وزیر نا قابل تھے اور راجہ متحمل مزاج تھا چند در دوں۔ دوروں (محروں) اور ڈامروں نے اقتدار حاصل کر لیا۔

راجہ کی بیٹی لوتھکانے لوتھکا مٹھ تعمیر کروایا۔ اور اپنی مقدس عمارات { ماں تلوتما کے نام پر ایک اور مٹھ کی بنیاد ڈالی حیرت

میں بہت کچھ کام لیا جاتا تھا۔ اس کے دو سال بعد محمود نے کشمیر پر جو حملہ کیا وہ اسی راستہ سے تھا۔ دیکھو نوٹ عنضمیمہ کتاب ہذا قلعہ لوہ کوٹ جس کے متعلق البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۱ صفحات ۲۰۸ و ۳۱ میں لوہور کا نام لکھا ہے۔ اور جس کے ذریعے بعد کے موقع پر محمود کو آگے بڑھنے سے روکا گیا تھا اس کے متعلق مذکورہ بالا نوٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ قلعہ لوہر تھا۔

منشی محمد الدین صاحب فوق نے اپنی تاریخ کشمیر کے حصہ اول میں صفحہ ۲۲۸ پر ایک نوٹ کے دوران میں اُس غلطی کا جو مسلمان مورخ قدیم سے کرتے چلے آئے ہیں اعادہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تروچن پال لاہور کے راجہ جیپال کے جانشینوں میں سے ہوگا۔ اس غلطی کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لوہ کوٹ کے قلعے کا نام البرونی نے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے

کی بات ہے کہ کبھی کبھی گنہگاروں کو بھی نیکی کے کام کرنے کی سوجھتی ہے۔ چنانچہ بھدریشور نے بھی ایک مشہور و معروف و مار تعمیر کروایا تھا۔ سنگرام راج نے حقیقی دور اندیشی کا اظہار کیا اور ایک سبیل (سرپا) تک نہ لگوائی کیونکہ وہ کماتا تھا کہ میری ساری دولت ناجائز طریقوں پر حاصل کی ہوئی ہے مشہور و معروف یشو منگل کی بیٹی رانی سری لیکھا اس لئے بد چلن ہو گئی کہ اس کا خاوند کمزور تھا۔ سو گندی سیہ اور بے لکشی کا بیٹا تر بھون اُس رانی پر فریفتہ ہو گیا اس کے علاوہ ظریف طبع جیا کر جو صیغہ خزانہ میں اچھی طرح کام کرتا تھا اور جس نے جیا کر گنج اور اور فنڈ (گنج) قائم کئے تھے وہ بھی اس رانی کا آشنا تھا۔ یہ خوب صورت رانی جو دولت جمع کرنے کی بہت شائق تھی اور جس نے مے گرام کا گنج اور دوسرے فنڈ قائم کئے تھے راجہ کی منظور نظر ہو نیکی وجہ سے بڑی با اختیار تھی۔

لاہور لکھا ہے جس سے اُن لوگوں نے جنہیں سنسکرت کتابیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ یہ نام دراصل لاہور ہے اور ایسے ہی ترلوچن پال سے مراد جیپال لیتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس تفاوت کا باعث شاستری تلفظ ہے لیکن جیسا کہ ہم سطور بالا میں واضح کر چکے ہیں غلط فہمی کی ابتدا البرونی (عربی مورخ) ہی کی طرف سے ہوئی ہے۔ بہر نوع قدیم معتبر کتب کے مطالعے سے یہ امر پائے ثبوت کو پہنچتا ہے کہ لاہور کے راجہ جیپال کا خاندان شاہی سے کچھ تعلق نہ تھا اور اس جگہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خاندان شاہی ہی کے متعلق ہے۔ راجہ جے پال یا اُس کے خاندان کا اس سے کچھ سروکار نہیں۔

چونکہ وادیے پرنس توہی میں کوٹلی تک کشمیری آبادی آج تک بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے ہم بآسانی کشمیریوں کے تبدیل مذہب کے متعلق ظاہر کردہ خیال کو سمجھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ لاسن صاحب نے اپنی کتاب انڈش آلٹر تھنس کنڈ کی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۸ میں بیان

راجہ ہریراج

۱۰۲۸ء

راجہ سنگرام راج نے لوگک سمت (۱۰۲۸ء) اساطھ کی پہلی تاریخ کو انتقال کیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا ہریراج تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ دانا آدمیوں (سُمن) سے گہرا ہوا تھا جن کی وجہ سے لوگوں کو بہت سی امیدیں (آشا) لگی ہوئی تھیں اور ہر شخص کو اُس سے خوشی (ہلاد) حاصل ہوتی تھی۔ جس طرح چمیت کے مہینے میں پھول (سُمن) ہوتے ہیں جن کے باعث تمام علاقوں (آشا) میں چمک پیدا ہوتی ہے اور ہر شخص ٹھنڈک (ہلاد) حاصل کرتا ہے۔ اس راجہ کا حکم کبھی رد نہیں ہوا تھا۔ اس نے ملک کو چوروں سے پاک کر دیا اور حکم دیدیا

کیا ہے اس سے اس بات کی تردید نہیں ہوتی کہ کشمیر واقعہ میں غیر مفتوح رہا تھا۔

کھن کا یہ خیال بظاہر راست معلوم ہوتا ہے کہ نوشی کی لڑائی میں خاندان شاہی کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو گیا تھا۔ راج ترنگنی کے بیان کے مطابق مسلمان مورخوں نے بھی اُن موقوفوں کا ذکر کیا ہے جبکہ ترلوچن پال نے بہادری سے کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان مورخوں کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ لڑائیاں پنجاب میں نہ لڑی گئی تھیں جو بعد کے شاہی راجاؤں کے اختیارات کا مرکز تھا۔ اُن کے بیانات سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کھن نے شلوک ۶۰ تا ۶۵ میں ترلوچن پال کی شخصی بہادری اور اس کی اٹل شجاعت کی جو تحریف کی ہے وہ بالکل سبیل ہے۔

ترلوچن پال کی موت بقول البرونی ۴۱۲ھ ہجری (۱۰۲۱ء) میں واقع ہوئی تھی۔ اُس کا بیٹا بھیم پال اُس کے بعد صرف عرصہ پانچ سال تک زندہ رہا اور مسلمان مورخوں نے

کہ رات کے وقت منڈی کے دروازے بند نہ کئے جائیں۔ یہ راجہ غیر متوقع قافلیت رکھتا تھا لیکن اُس کا عہد حکومت بہت تھوڑی دیر رہا۔ وہ اس قابل تھا کہ ہلال کی طرح اس کی تعریف کی جائے۔ بائیس دن حکومت کرنے کے بعد یہ بے عیب شہرت رکھنے والا راجہ ۸ شدی اساطھ کو رحلت کر گیا۔ اُن لوگوں کی شان و شوکت جو ستاروں کی طرح صرف تھوڑی دیر چمکتے ہیں ایک مختصر سی گرمائی رات کی طرح بہت جلد گزر جاتی ہے۔ عام افواہ یہ پھیلی ہوئی تھی اور جس کی کسی نے تردید بھی نہیں کی کہ اس کی بدچلن ماں نے اپنے بیٹے کو جادو کے ذریعے مروا ڈالا ہے کیونکہ وہ اس کے چال چلن سے ناراض تھا۔

راجہ انت

۲۸ تا ۶۳ء

جیکہ راجہ ہریراج کی ماں سری لیکھا جو خود تخت پر قبضہ کرنا چاہتی تھی

کہیں اُس کے ایک آزاد حکمران کی حیثیت میں حکومت کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے مشاہدہ کرنے والے لوگوں کے دلوں پر طاقتور شاہی خاندان کے فوری وال کا بہت اثر پڑا ہوگا۔ مسلمان مخالفوں نے اس ملک کے راجاؤں کی اعلیٰ صفات کو تسلیم کیا ہے۔

البرونی جس نے اُن واقعات کو پچشم خود دیکھا تھا جس کے باعث خاندان شاہی کے ہاتھ سے طاقت نکل گئی اس بارے میں لکھتا ہے۔ "یہ ہندو شاہی خاندان اب نیست و نابود ہو چکا ہے اور ساری نسل میں سے ذرا سا نشان بچا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اس قدر شان و عظمت رکھنے کے ان راجاؤں نے کبھی نیک اور سچی بات کرنے میں

غسل تخت نشینی کر کے آرہی تھی اور تخت نشانی کی تیاریاں ہو چکی تھیں ایک انگلوں اور راجہ کے سوتیلے بھائی ساگر نے مل کر اُس کے خور و سال بیٹے انت کو راجہ بنا دیا۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے خزانے کو حاصل کرنے کی خواہش سے جسے پہلے نکال لیا گیا ہو اُس سانپ کو مار ڈالے جو حریصانہ طور پر اس کی نگہبانی کرتا ہو تو اس کو سوائے پاپ کے اور کیا حاصل ہوگا۔ اسی طرح جب راجہ کی ماں نے خود تخت حاصل کرنے کی خواہش سے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو اس کی بدولت اُس سے صرف گناہ ہی سرزد ہوا کیونکہ تخت پر تو ایک دوسرا شخص قابض ہو گیا۔ تخت حاصل کرنے کی اس نظر فریب خواہش نے اُس بدطینت رانی کے دل سے اپنے بیٹے کی محبت بھی بھلا دی۔ افسوس خوشیاں حاصل کرنے کی جھوٹی خواہش کس انتہا تک جا پہنچتی ہے !!

وگرہ راج کا حاکم کشمیر پر اسی اثناء میں خور و سال راجہ کا عمر رسیدہ چچا

تامل نہیں کیا سوہ شریف خیال اور اعلیٰ اطوار کے لوگ تھے (انڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۳)

پس کلہن شلوک ۶۶ تا ۶۹ میں جن الفاظ میں اس عظیم الشان نسل کے نیست و نابود ہونے کا ذکر کرتا ہے اُس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس سانحہ روح فرسا کا کیا اثر ہوا تھا۔

۷۸۰ء پروفیسر بوہلر نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۳ پر بیان کیا ہے کہ توشی کا قدیم نام توہی ہے۔ اور یہ نام بہت سی پہاڑی ندیوں سے منسوب کیا جاتا ہے جو سلسلہ کوہ پیر پنچال کے جنوبی ڈھلوانوں سے نکل کر ویشٹا اور چناب میں جا ملتی ہیں نیل مت پورن کے شلوک ۱۱۳ میں ایک توشی ندی کا ذکر آپ گار (ایک) اور چندر بھاگل کے ساتھ آیا ہے ہر چند کہ پروفیسر بوہلر کا یہ خیال درست ہے کہ توہی ایک عام نام ہے جو جنوب کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں ہر ایک

سے آیا اور بہادری کا اظہار کیا۔ وہ لوہر سے کوچ در کوچ وہاں پہنچا۔ دوار کو جلا ڈالا اور ڈھائی دن کے عرصے میں غیر متوقع طور پر شہر کے اندر جاد داخل ہوا اور لوٹھکا مٹھ میں ڈیرہ جمایا۔ مگر سری لیکھا کی بھیجی ہوئی فوجوں نے مکان کو آگ لگا کر اُسے اور اُس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ اب اس بدچلن رانی نے دو مٹھ ایک اپنے شوہر اور دوسرا اپنے بیٹے کے نام پر تھوڑے اور شب و روز غداری کی دہن میں بننے لگی۔ اس کے کچھ عرصے بعد جب راجہ کچھ بالغ ہو گیا تو وہ اُس شخص کی مانند جو تخت پر بیٹھا ہوا ہو فضول خرچی اور دوسروں عیبوں میں مبتلا ہو گیا۔

اُسے سب سے زیادہ پیار و درپال اور دوست
شاہی شاہزادوں کا عروج { شاہی شاہزادوں سے تھا جنہوں نے

ہمیشہ بننے والی پہاڑی ندی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کلام نہیں کہ اس سے پہلے نوٹ میں جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ پرنس کی توہی سے مراد لی گئی ہے۔

دوسری قریب ترین ندی جس کا نام عام طور پر توہی ہے وہ راجوری کی ہے لیکن اس قدر زیادہ مشرق کی طرف بہتی ہے کہ ممکن نہیں محمود کے حملے کی مدد ہو۔ پرنس توہی کا ذکر آگے چل کر نوٹ ۵۱۷ کتاب ہذا میں آتا ہے۔

پروفیسر بوہلر نے بیان کیا ہے کہ توشی کا لفظ غالباً سنسکرت کے توشر سے نکلا ہوا ہے جس کے معنی برف کے ہیں۔ اور اس طرح پر اس لفظ کے معنی برف سے نکلنے والی ندی کے لئے جاسکتے ہیں۔

۵۱۸ یہ لفظ آگے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۶۲۰ میں آتا ہے اور اس سے مراد ایک خاص عہدے سے ہے جو غالباً موجودہ ہندوستان کے عہدہ درباری کے برابر ہوا کرتا ہو گا۔ ترنگ ۱۵۰۵ میں اسٹھان کا جو لفظ آیا ہے اس کا مطلب بھی

بڑی بڑی تنخواہیں لیکر سلطنت کا خزانہ خالی کر دیا۔ ہر چند کہ رو در پال کو راجہ کی طرف سے ڈیرہ لاکھ دینار روزانہ کا گزارہ ملتا تھا تاہم اُسے اپنے روپیہ کی مشکلات سے کبھی نجات حاصل نہ ہوئی۔ دوا پال کو راجہ کی طرف سے اسی ہزار دینار روزانہ ملتے تھے لیکن کبھی رات کو امن سے نہیں سوسکا۔ انتگ پال نامی بیتال جو راجہ کا منظور نظر تھا ہر وقت دیوتاؤں کے سنہری بتوں کو توڑ ڈالنے کی دہن میں لگا رہتا تھا۔

قابا ہی ہے۔

کلمن اس جگہ اس قدیم ہندوستانی رسم کا حوالہ دیتا ہے جس کی رو سے وہ لوگ جن کی زندگی خطرے میں ہو زحم کے تلخی ہونے کے لئے اپنے منہ میں گھاس لے لیا کرتے تھے۔ اس طرح پر وہ گویا اپنے آپ کو مویشی ظاہر کر کے اس قابل ہو جاتے تھے کہ کوئی اُن پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ ہماری داستان کے کشمیری بہادروں کے پاس چونکہ اس وقت گھاس کے تنکے موجود نہ تھے اس لئے انہوں نے انگلیاں ہی اپنے منہ میں ڈال لیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مد نظر رکھنے کے قابل ہے کہ راج ترنگنی میں بجا انگلی کاٹنے کو اطاعت کی ایک علامت خیال کیا گیا ہے۔ دیکھو نوٹ ۵۷۱ کتاب ہذا۔

۵۷۲ یہ دیکھنا موجب دلچسپی ہے کہ تنگ ایک ادنیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا تاہم اپنے بیٹے کے لئے شاہی خاندان کی بیٹی شادی میں حاصل کر سکا۔ کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ بمبا تر لوچن پال ہی کی بیٹی تھی؟ اس صورت میں ہم سمجھ سکیں گے کہ راجہ کشمیر کی طرف سے تر لوچن پال کو جو مدد ملی تھی اس کی ایک وجہ کیا تھی؟

۵۷۳ رنگ پیٹھ کے معنی مشتبہ ہیں یہ لفظ لوک پرکاش کے ادھیائے ۳ کے شروع میں آتا ہے جہاں رنگ پیٹھ بھدر پیٹھ وغیرہ دوسرے الفاظ بھی موجود ہیں لیکن وہاں بھی اس کی کوئی توضیح نہیں کی گئی محض لفظ پیٹھ سے مراد اس جگہ سے ہوتی ہے جہاں رنگ اور دوسری مقدس مورتیاں رکھی جاتی ہیں۔

تھا۔ رادور پال اُن لوگوں کی محافظت کرتا تھا جو دوسروں کی جائداد لوٹتے تھے اور جانیں ضائع کرتے تھے وہ چوروں اور چنڈالوں وغیرہ کی محفوظ جائے پناہ تھا۔ اور کاہستھا جو لوگوں پر ظلم و ستم کرتے تھے اُس کے گھر دوست تھے۔ ان میں جو سب سے بڑا مشہور و معروف اُپیل تھا اس نے اندھوں کے لئے ایک مٹھ تعمیر کروایا۔ اس

۴۸۴ مصنف کی مراد ان چھوٹے چھوٹے نذرانوں سے ہے جو استقبالیہ جلسوں کے موقع پر بڑے بڑے آدمیوں کو دیئے جاتے ہیں۔

۴۸۵ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مراد محمود کے کشمیر پر چڑھائی کرنے سے لی گئی ہے شاید یہ اس کی وہ ہم تھی جس میں وہ لوہر یعنی لوہ کوٹ تک پہنچ گیا تھا دیکھو نوٹ ۴۹۷ کتاب ہذا۔

۴۸۶ ناجائز طریقہ پر حاصل کی ہوئی دولت کو مقدس کاموں میں لگانا بے سود خیال کیا جاتا ہے دیکھو شنو دھرم کا وہ فقرہ جو چتر درگک ادھیائے ۱ صفحہ ۳۹ میں بطور حوالہ مندرج ہے۔

۴۸۷ لفظ گنج جس کا ذکر قبل ازیں ترنگ ۴ کے شلوک ۵۸۹ میں بھی آچکے ہے اس جگہ اور ترنگ ۶ کے شلوک ۲۶۶ (سندھو گنج) ترنگ ۷ کے شلوک ۵۷۰ (دلش گنج) میں صاف طور پر ان مختلف فنڈوں کے لئے آیا ہے جن کے لئے آمدنی کے خاص وسائل مقرر تھے اور جن کا انتظام خاص خاص افسر کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو اہلکاران فنڈوں کا انتظام کرتا تھا وہ اسی کے نام سے منسوب کئے جاتے تھے۔ یا اُس جگہ کے نام سے جہاں سے ان کی آمدنی وصول ہوتی تھی

آخری صورت مے گرامن گنج کی حالت میں دیکھی جاتی ہے جہاں یہ نام موضع مایہ گرام سے منسوب کیا گیا ہے جو جیسا کہ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۹ سے ظاہر ہوتا ہے موجودہ موضع گام کا نام تھا جو جنوبی وادیئے سندھ میں واقع ہے۔ من گام ایک بہت بڑے رقبہ کا بڑا سا گاؤں

راجہ کی رودر پال سے جو بخت تھی اس کا اس سے بڑھ کر اور کیا ذکر کیا جا سکتا ہے
خود اند و چندروائے جالندھر کی بڑی بیٹی ماہروا ستمی سے جس نے ترپوریشور نامی
مٹھے تعمیر کروایا تھا اُس کے عجیب و غریب حسن کے باعث شادی کر لی تھی اور
بعد میں اس کی کسی قدر چھوٹی بہن سوربہ مٹی کی شادی راجہ سے کرادی۔ رودر پال
ہے جس کے متعلق اعلیٰ درجہ کے چاولوں کے کھیت میں آخری بند و بست کی رو سے یہ گاؤں کشمیر
کو ۲۲ سو روپیہ سالانہ مالگنداری ادا کرتا ہے۔

پنڈت صاحب رام کی تیرتھ سنگرہ میں اس گاؤں کا نام مایہ گرام اور مایو گرام بھی آیا ہے۔
۱۲۷۸ء اس شلوک اور نیز شلوک ۱۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلہن کے عہد میں بھی کشمیر میں جنگل
کی طرح یہ زمین شروع ہوا کرتا تھا۔

۱۲۸۹ء نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا میں اس بات کی توضیح کی گئی ہے کہ موسم گرما میں جبکہ درخشاں
میدان کھلا ہوتا ہے یہ بات ممکن ہے کہ لوہرین اور سری نگر کا درمیانی فاصلہ تھوڑے وقت میں
طے کر لیا جائے لیکن چونکہ کم از کم فاصلہ ۶۰ میل کا ہے اور ۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی کو عبور کرنا پڑتا ہے
اس لئے وگرنہ راج اور اس کے ہمراہیوں میں کوچ کی بہت بڑی طاقت ہوگی البرونی اپنی کتاب
انڈیا کی جلد ۱ صفحہ ۷۳ میں لکھتا ہے کہ لوہور (لوکوٹ) سے دارالسلطنت کشمیر تک ۶۵ میل کا
فاصلہ ہے جس میں سے نصف حصہ میدان اور باقی نصف حصہ ایک ناہموار ٹکڑا ہے۔

دوار سے مراد اس جگہ توپش میدان سڑک کی چوکی ہے جس کا صحیح نام کارکوٹ درنگ ہے۔
اس کی موجودہ مقامیت کا نام درنگ ہے دیکھو نوٹ ۸۱۶ کتاب ہذا۔ ترنگ ۸ شلوک ۱۴۹۔
اور نوٹ ۹ کتاب ہذا۔ وہ مقام جہاں سے یہ سڑک توپش میدان کی سطح مرتفع پر سے ہو کر
گذرتی اور موضع درنگ تک پہنچتی ہے۔ وہاں اب تک ایک پورا نا برج موجود ہے آجکل
اس جگہ کا نام بریل ہے جس میں ہر کا کشمیری لفظ سنسکرت کے لفظ دوار سے مشابہ ہے۔
۱۲۹۰ء یہ شاہی شاہزادے غالباً خاندان شاہی سے تعلق رکھتے ہونگے اور کشمیر میں پناہ

کی ہمراہیت سے جو اُس کے کانوں کو خوش کرتا رہتا تھا۔ راجہ اسی طرح عادات بد کا شکار ہو گیا جس طرح سیو دھن (دریودھن) کمرن کی وجہ سے ہوا تھا۔

انہیں ایام میں طافثور کمانڈر انچیف
کمانڈر انچیف تربیوں کی بغاوت { تر بھون نے ڈامروں کو جمع کر لیا اور

راجہ کو تخت سے محروم کرنے چلا آیا۔ صرف ایکانگوں اور سواروں نے راجہ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ انکے علاوہ وہ باقی ساری فوج کو لیکر میدان جنگ میں آ اُترا۔ قابل تعریف بہادری کے ساتھ انتہت دیو نے خود تر بھون پر حملہ کیا اور اُس کے غلطی نہ کرنیوالے تیروں کو اپنی تلوار سے روکا تر بھون کو اسکی چوٹوں سے اپنے زہ پوش جسم پر زخم آئے وہ میدان سے بھاگ گیا اور اسکی شان شوکت اسخن کے راستے بہ گئی جو اسکے منہ سے نکلا تھا۔ جب راجہ کی غیر متوقع طاقت کو دیکھ کر وہ میدان جنگ کو چھوڑ کر بھاگ گیا تو راجہ نے جوابی بھیج تھا اور خیں نے اپنے با حیا چال چلن میں اپنی مردانگی کو چھپایا ہوا تھا سالاسٹھل کے مقام

لینے کی غرض سے چلے آئے ہونگے۔ انکے ناموں اور دریال۔ دوپال وغیرہ کی ساخت آخری چار شاہی راجاؤں کے ناموں سے ملتی جلتی ہے جن کے نام بے پال۔ ترلوچن پال وغیرہ تھے۔

۴۹۱ چونکہ جالندھر کی پورانی سلطنت میں ترگرت یا کانگرہ بھی شامل تھا دیکھو نوٹ

۲۵۷ کتاب ہذا اس لئے ہم جیسا کہ گنگھیم صاحب نے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۳۹ پر لکھا ہے خیال کر سکتے ہیں کہ اندوچندر وہی اندرچندر تھا جس کا ذکر راجکان کانگرہ کی فہرست میں آتا ہے اس بات کا ثبوت کہ خود کلہن نے اندوچندر لکھا تھا اس بات سے ملتا ہے کہ اس نے اسکے بعد درہا ہی لفظ اندو کلہم استعمال کیا ہے۔

۴۹۲ سالاسٹھل سے مراد بظاہر ہل تھل سے ہے جو اس مقام کا پورا نام ہے اور

جس کے متعلق ابوالفضل نے اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ میں ذکر کیا ہے کہ وہ بیچ پرگنہ میں ایک گاؤں ہے سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ بیچ پرگنہ میں ہل تھل کے نام پر ایک گاؤں موجود

پر قابل تعریف بہادری سے ابھی نو نامی ڈامر کے حملوں کو جو سملا کا رہنے والا تھا اور
 نیزوں کے ذریعے لڑتا تھا روکا اور اسے مغلوب کیا۔ راجہ اننت کی تلوار گوشت
 اور خون سے ڈھک کر ایک ڈنڈے کی مانند بن گئی۔ وہ میدان جنگ میں بھروں کی
 طرح پھر رہا تھا اور ساری زمین کانپ رہی تھی۔ جب راجہ نے ہر ہر قدم پر ایک انگلوں کو
 دیکھا کہ اپنے جسم نہایت زخمی اور مجروح ہیں اور اپنے نوکروں کے ذریعے ان کے
 ناموں کو سنا تو ازراہ مہربانی ان کو دفتر کشتل ٹیل کے غیر معین انحصار سے چھٹکارا
 دیا۔ اور ان کے لئے ایک خاص رقم (دولہ دہی ستھ اور ۹) مقرر کر دی۔ اپنے شکر
 کا اظہار کرنے کے لئے بتدریج اپنے نوکروں کو ۹۶ کروڑ دینار کی رقم (دولہ دہی) ^{۴۹۳}

ہے لیکن میں اس کی مقامیت کا پتہ نہیں لگا سکا۔ پر جا بھٹ اور شک نے اپنی راج ترنگنی کے
 شلوک ۲۲۵ میں جس سلاستھل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پاس کے ضلع ناگام میں ایک
 بغاوت ہوئی تھی اس سے بھی مراد غالباً اسی جگہ سے ہے۔

سمالا موجودہ محل پر گنہ کا پورا نام ہے جو سو پور کے مغرب میں کراڑ میں واقع ہے۔
 آٹھویں ترنگ کے شلوک ۱۰۰۳-۱۰۱۱ اور ۱۰۳۲ میں سمالا کا جا بجا ذکر آیا ہے۔ ایسے
 ہی جو سراج کی راج ترنگنی کے شلوک ۹۲-۱۰۷ اور ۲۵۲ اور سری در کی راج ترنگنی ترنگ
 شلوک ۱۰۸ میں اس کا ذکر آتا ہے۔ ترنگ ۷ کے شلوک ۱۰۲۲ اور ترنگ ۸ کے شلوک
 ۵۹۱-۱۵۱۷ اور ۴۹۷ میں سمالا کے ڈامروں کا ذکر آتا ہے۔

^{۴۹۳} لفظ دولہ دہی کے معنی مشتبہ ہیں اس کا ذکر صرف ساتھ والے شلوک میں
 آتا ہے اور وہیں سے اس کے معنی کے متعلق اندازہ سمیا گیا ہے۔ اکش ٹیل کے متعلق
 مفصل ذکر قبل ازیں ۷۱ اور ۷۱۳ میں آچکا ہے۔

ہمارے شلوک کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجہ نے اپنی ممنونیت کا اظہار کرنے
 کے لئے ایک انگلوں کو جو ادائیگی فرائض میں زخمی ہو چکے تھے اکش ٹیل کے تکلیف وہ فرائض سے

عطا کی۔ روایت ہے کہ جب راجہ میدان جنگ سے واپس لوٹا تو اُس کے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ نہایت مضبوطی کے ساتھ جم چکا تھا اور اُسے بمشکل دودھ چھڑک چھڑک کر چھوڑا گیا تھا۔ راجہ کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جب تر بھون باہر سے مصیبت کی حالت میں آیا تو اُس نے اس کا اس طرح پر استقبال کیا گویا وہ اس سے بالکل ناراض ہی نہ تھا۔

راجہ اچل منگل کا حملہ کشمیر پر { اس کے بعد اس نے اپنے ایک رشتہ دار
برہم راج نامی کو سپرنٹنڈنٹ خزانہ (کنج اوڈ) بنا دیا۔ لیکن اس کی رودریاں سے دشمنی ہو گئی اس لئے وہ ناراض ہو کر وہاں سے

چلا گیا اور بہت سی کوششوں سے اپنے ساتھ چند دامروں اور دردوں کے راجہ اچل منگل کو ملا کر موساتیلچہ بادشاہوں کے راجہ کے خلاف روانہ ہوا۔ جب وہ درود فرما کر کشمیر پرست^{۵۹۹} کے گاؤں میں پہنچا تو لڑائی کا شائق بہادر رودریال اُس کے

نجات دلا کر اُس دفتر سے بالکل علیحدہ اُنکے لئے ایک ایک رقم جو ایک قسم کی پنشن تھی مقرر کر دی اس بارے میں ایک اور خیال اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نگوں کو اکش ٹیل کے دفتر سے غیر معین تنخواہیں ملا کرتی تھیں ممکن ہے اُنکے لئے اس قسم کا انتظام رکھا گیا ہو کہ دفتر اکش ٹیل کی بچت کا کچھ حصہ کسی تناسب سے اُن لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہو۔ اس صورت میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ راجہ نے اُنکے فرائض سے خوش ہو کر ان کی مقررہ تنخواہیں لگا دی ہوں۔

^{۵۹۹} ایک ٹیکا کا خیال ظاہر کرتا ہے کہ کشمیر پرست سے مراد موضع کھروٹ سے ہے جو کمر راج میں واقع ہے سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ گوینے اتہر گرنہ میں کھوئی اوت نامی ایک جگہ کا ذکر سننا ہے تاہم اُس کا پتہ نہیں لگا سکا۔ یہ امر اغلب ہے کہ کشمیر پرست ان مختلف سرٹکوں میں سے ایک ہو جو کمر از کے شمال سے وادیئے کشن گنگا کو جاتی ہیں۔

مقابلے پر اُترا۔ جب اس بات کا انتظام ہو گیا کہ دونوں فوجوں میں اگلے روز جنگ ہو تو در دراجہ پاس ہی ایک جوہڑ پر جو پنڈارک نامی ایک ناگ کا جائے رہائش ہے تفریح حاصل کرنے گیا۔ ہر چند کہ اُس کے ہمراہیوں نے اُسے منع کیا لیکن اس نے شرارت سے ایک مچھلی کے جسم میں جو وہاں تیر رہی تھی نیزہ گھونپ دیا۔ اس پر وہ ناگ گیڑ کی شکل اختیار کر کے اس جوہڑ سے باہر نکلا اور در دراجہ نے تعاقب کی خواہش میں اس کا پیچھا کیا۔ جب راجہ کی فوجوں نے اُسے بھاگتے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ وہ عہد نامہ کی شرائط کو توڑ رہا ہے۔ اور حملے کے ڈر سے وہ جنگ کرنے نکلے۔ اس وقت میدان جنگ میں ایک ایسی دعوت کا سامان شروع ہوا جس میں بہادروں کی شادیاں ایسراؤں سے ہوئیں اور ہتھیاروں کے ٹکڑا نے سے جا بجا آگ جلتی نظر آنے لگی۔ جنگ جوڑوں کے اس معرکے میں در دراجہ کا سر کٹ گیا اور رودر پال کی شہرت جس کی شان و شوکت رعب پیدا کرنے والی تھی

آخر الذکر کا بہت بڑا حصہ جیسا کہ آجکل بھی حال ہے زیادہ تر دردوں سے آباد رہا ہے۔ چونکہ وادیئے کشن گنگا کا تعلق بہت سے وروں کے ذریعے چلاس اور اسٹور واقعہ دریائے سندھ سے ہے اس نے ممکن ہے کہ وہ یلیچہ یا مسلمان فرمانروا جن کا ذکر اس جگہ آیا ہے انہیں علاقوں کے ہوں۔ دردوں اور یلیچہ فرمانرواؤں کے کلہن کے زمانہ میں حملہ آور ہونے کے متعلق دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۲۷۰۔

دردوں اور شکوں پر راجہ اننت کے فتح ہونے کا ذکر بلہن نے بکر مانگ دیوچرت کے ادھیائے ۸ شلوک ۳۴ میں کیا ہے۔

۷۹۵ یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس ناگ کا نام ہر چند کہ زرمیہ نظموں اور پوراؤں میں مشہور ہے تاہم نیل مت پوران اور مہاتوں کے اندر کشمیر کے مقدس چشموں کی جو طویل فرستیں دی گئی ہیں ان میں اس کا کہیں ذکر نہیں آتا۔

دو بالا ہو گئی۔ بیچھے ساجہ قتل ہوئے یا پکڑے گئے اور کشمیر کے راجہ کو سونا جواہرات اور اور چیزیں ہاتھ لگیں۔ رودر پال در در راجہ کا سراپنے فرمانروا کے روبرو لایا جس کے بہتے ہوئے خون کو اُس کے تاج کے موتیوں کی آب پاک و صاف کر رہی تھی۔ ایسے ہی اور بہت سی مشکلات اُسے اپنے بھائی اورے نوٹس اور برہمنوں کے ساتھ پیش آئیں جو پیرائے پولیش کرتے تھے۔ رودر پال مرض لوٹا سے مر گیا اور شاہی شاہزادے بھی جلدی ہی انتقال کر گئے۔ رودر پال اور اُس کے بھائیوں کے لئے راجہ کو جواندھا دھندہ محبت تھی اُس کے دور ہو جانے پر راجہ کو نیکی کی زندگی میں لطف آنے لگا اور وہ ایک آئینہ بن گیا۔ جس میں رانی سور یہ متی کی شبیہ منعکس ہوتی تھی۔ (رانی سور یہ متی سے بے حد محبت کرنے لگ گیا)۔

اس رانی نے شوگوریشور کا مندر رانی سور یہ متی کی مقدس عمارات { تعمیر کرایا۔ اور چونکہ اس کا دوسرا

نام سو بھتا تھا۔ ^{۴۹۶} اس لئے اس نے دریائے وشنٹا کے کنارے پر سو بھتا مٹھ کی بنیاد ڈالی۔ سدا شو کے مندر کے قیام پر اس نے بہت سے برہمنوں کو گویں۔

^{۴۹۶} بلہن نے اس رانی کی تعریف میں بہت کچھ لمبا چوڑا ذکر لکھا ہے اور وہ اسے سو بھتا کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس نے شو جی کے ایک مندر کا ذکر کیا ہے جو سو بھتا نے وشنٹا کے کنارے پر بنوایا تھا۔ تیرا ایک مٹھ کا جو اس نے اپنے نام سے دیا رتھیوں کی رہائش کے لئے دار السلطنت میں تعمیر کروایا تھا۔ دیکھو کو مانک دیو چرت ادھیائے ۱۸ شلوک ۲۰ تا ۲۶ سور یہ متی کے مٹھ کا ذکر آگے چل کر ترنگ ۷ کے شلوک ۱۶۵۸ اور کلہن کے زمانے میں اس کی بحالی کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳۲۱ میں آتا ہے۔ سور یہ متی کے شوگوریشور کا ذکر ترنگ ۷ کے شلوک ۲۰۷ ۳۰۷ میں بھی آتا ہے۔ ان شلوکوں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں عمارتیں سری نگر میں واقع تھیں۔

سونا۔ گھوڑے۔ جواہرات اور اور تحفے ستخائف دیکر مالال کر دیا۔ چونکہ اُسے اپنے چھوٹے بھائی کلن سے جس کا دوسرا نام آس چندر تھا محبت تھی اس لئے اس نے اُس کے نام پر بھی ایک مٹھ معہ اگر ہار کے تعمیر کرایا۔ اس نے دو مٹھ و جیش اور امریش کے مندروں کے پہلو میں اپنے بھائی سلن اور اپنے شوہر کے نام پر تعمیر کروائے و جیشور کے شاندار مندر پر اس نے ایک سو آٹھ ^{۵۳۹۸} اگر ہار فاضل برہمن کو

۵۳۹۷ یہ امر اغلب ہے کہ کلہن اس جگہ ورشلوک ۸۵ میں امریش یا امریشور کے نام سے اُس مندر کا ذکر کرتا ہے جو اُس جگہ واقع تھا جہاں آجکل موضع امرہر واقع ہے یعنی سرینگر کے شمال میں وادیئے سندھ کی سڑک پر قریباً ۴ میل کے فاصلہ پر۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۵۰۶۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰ میں یقیناً اسی جگہ کا ذکر آتا ہے جس کا جدید نام امریشور سے ماخوذ ہے۔ ان تمام شلوکوں میں مری نگر کے عین قریب کی لڑائیوں کا ذکر آتا ہے جو مزاج نے اپنی راج ترنگنی کے شلوک ۸۹۰ میں اسی کا نام امریش پور کے طور پر کیا ہے۔

پنڈت صاحب رام اپنی تیرتھ سنگھ میں صحیح طور پر امریشور کو گاؤں کا پورا نام ظاہر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ یہاں امریشور لنگ کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ سٹائن صاحب جون ۱۸۹۵ء میں جب اس جگہ گئے ہیں تو انہیں ایک پور نے مندر کے آثار نظر آئے جو فخر زاد صاحب کی زیارت میں بنا ہوا ہے۔ آخر الذکر کے کسی قدم مغرب کی طرف چھیل اسی پور کے کنارے پر دو ناگ ہیں جن میں سے ایک پر جس کا نام لنگا ہے اب بھی سلاٹ کوہ ہرکت کے تیرتھ کو جانے والے یا تری جا یا کرتے ہیں۔

امرناتھ (جس کا کشمیری نام امبر ناتھ ہے) جولدھر کے منبع سے اوپر بلندی پر واقع ہے اس کے تیرتھ سے غالباً اس جگہ مراد نہیں لی گئی کیونکہ جس جگہ یہ واقع ہے وہاں مقدس مورتی کے قریب ایک مٹھ کی تعمیر ناممکنات سے ہے۔

۵۳۹۸ کلہن نے وکرمانک دیو پرت ادھیائے ۸ (شلوک ۴۵ میں عام طور پر زمین اور

پُن کئے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے شوہر کے نام پر امریشور پر اگر ہار دان کئے اور ترسول^{۲۹۹}۔ بان لنگ وغیرہ استھاپن کرائے۔

راجہ انت کا نیا شاہی محل { جب ان کا بیٹا راج راج انتقال کر گیا تو راجہ اور رانی نے محل شاہی کو چھوڑ کر سداشو^{۲۵۵} کے مندر کے قرب میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد راجاؤں نے

دوسرے اُن عطیات کا ذکر کیا ہے جو سو بھٹانے فاضل لوگوں کو دیئے تھے۔

۱۰۸ کی تعد اداس ٹھے مقدس خیال کی جاتی ہے کہ یہ مالا کے منکوں کی تعداد ہے۔

۲۹۹ ترسول کو شوجی کی علامت خیال کیا جاتا ہے اور اُسے عام طور پر شوجی کے مندروں پر یا اُن کے قریب غایل کرتے ہیں۔

بان لنگ لنگ کی شکل کے لاوڑے ہوتے ہیں جنہیں دریائے نریدا کی تہ سے نکل کر لاتے ہیں دیکھو نوٹ ۳۲ کتاب ہذا کشمیر اور شمالی ہند کے دوسرے مقامات میں اکثر انکی پوجا کی جاتی ہے ان کا نام بان نامی اُس سے نکلا ہے۔ جس نے اندر کی پوجا کی تھی ان کا دوسرا نام نزدیشور ہے۔

۲۵۵ یہ شلوک اس لحاظ سے ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے کہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سداشو کا مندر یا لنگ اور محل شاہی کلہن کے زمانے میں کس جگہ واقع ہوا کرتے تھے۔

آخر الذکر کے متعلق ترنگ ۸ کے شلوک ۳۲ و ۹۵ میں صاف طور پر اس بات کا جو اُفتاب پتہ چلتا ہے کہ کشپتکا ندی (مرت) کے قریب کس مقام پر محل شاہی واقع تھا۔ جیسا نوٹ ۳۲ کتاب ہذا سے واضح ہوتا ہے اس ندی سے مراد وہی نہر ہے جو اب کٹ کل کہلاتی ہے۔ کٹ کل ندی دریائے ویشٹا سے شیر گڑھی کے نیچے بائیں کنارے سے نکلتی ہے اور ڈیڑھ میل کا چکر کاٹ کر ساتویں پل کے قریب پھر اس میں جا ملتی ہے۔ ان دونوں شلوکوں سے جن امور کا پتہ چلتا ہے اُن کے ساتھ اگر اس واقفیت کو بھی ملا لیا جاوے جو ترنگ ۷ کے شلوک ۱۵۳۹

اگلے راجاؤں کی جائے سکونت کو چھوڑ کر اس رواج کے مطابق اُس نئی جگہ کو اپنا جائے سکونت بنایا۔ چونکہ اس راجہ کو گھوڑوں کا شوق تھا اس لئے اُس کے منظور نظر چایک سواروں نے اس کے عطیات اور ملک کی لوٹ مار کے ذریعے اس کے برابر کا درجہ حاصل کر لیا۔ غیر ملکی شخص ڈلک جس کے ساتھ راجہ کی محبت ایک ایسے ہی شخص کی مانند تھی گویا وہ بھی تخت پر پیدا ہوا ہوا اور جس کی وجہ سے اُس کے اور کچھ نہ تھی کہ وہ ظریف الطبع تھا ملک کو خوب لوٹا رہا۔ اس راجہ کو پان کھانے کا بہت شوق تھا اور اس میں وہ بڑی بڑی فضول خرچیاں کیا کرتا تھا۔ پدم راج نامی ایک غیر ملکی شخص جو اس راجہ کا منظور نظر تھا اُسے پان دیا کرتا تھا۔

میں حاصل ہوتی ہے اور جس میں لکھا ہے کہ محل شاہی کے سامنے والا کنارہ شمالی یا دائیں تھا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ بعد میں جو محل قائم ہوا وہ موجودہ کٹ کل اور دریا کے بائیں کنارہ کے درمیان کسی مقام پر واقع تھا۔ بہر نوع اس کی صحیح مقامیت کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا۔

آگے چل کر کلہن نے ترنگ ۷ کے شلوک ۳۷-۴۷-۵۸ کے ترنگ ۸ کے شلوک ۳۷-۴۷-۵۸ میں سد اشو کے مندر کا جو حوالہ دیا ہے اُس سے بھی اس معاملہ پر کچھ روشنی نہیں پڑتی۔ البتہ پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی میں اسی بارے میں جو ذکر آیا ہے وہ خاص طور پر مفید ہے۔

اُس کتاب کے شلوک ۵۰۳-۵۴۹-۶۱۷-۶۹۷-۷۶۶-۸۰۶ میں سد اشو پورہ کا ذکر جو سد اشو کے قریب ایک محلے کا نام تھا اس حیثیت میں آتا ہے کہ گویا وہ شہر سری نگر کا کوئی حصہ تھا۔ ان شلوکوں میں سے دو اس قسم کے ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سد اشو پورہ دریا کے بائیں کنارے پر محلہ سمدرہ مٹھ کے مقابل واقع تھا۔ شلوک ۵۰۳ میں ایک شہری لڑائی کا ذکر آتا ہے جس میں چکوں (شکوں) کے طرفداروں نے جو سمدرہ مٹھ میں میں بربل دریا متعین تھے اپنے ان مخالفوں پر فیر کئے تھے جو سد اشو پورہ پر قابض تھے شلوک ۶۱۷ میں بھی ایک عظیم آگ کا ذکر آتا ہے جو سد اشو پورہ میں لگ گئی تھی اور بعد ازاں

اس شخص کی معرفت مالو کے راجہ بھوج نے بہت سا سونا بھیج کر کیٹیشور میں ایک کنڈ بنوایا تھا۔ چونکہ راجہ بھوج نے عہد کر رکھا تھا کہ میں ہمیشہ پاپ سوون کے پانی سے منہ دھویا کرونگا اس لئے یہ شخص اس تیرتھ سے بہت سے شیشے کی صراحیاں پانی کی بھر کر باقاعدہ اس کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ اس شخص نے چوپان کے پتے ^{نیکھ} ناگر کھنڈ اور دوسرے اجزاء کے ساتھ بیچا کرتا تھا۔ ملک کا سارا روپیہ اس راجہ کے ہاتھ سے لٹوا دیا۔ راجہ کے فرسخواہ کی حیثیت میں اس نے بطور ضمانت کے ایک تاج جس میں پانچ چمکدار ہلال لگے ہوئے تھے۔ اور اُس کا تخت گرو رکھ لیا۔ ہر مہینے دربار کے موقع پر شاہی اغراز کے یہ نشانات اُس کے مکان سے لائے جاتے تھے۔ آخر کار رانی سوربہ متی نے اس بے غرتی کا خاتمہ جو پدم راج کے ذریعے ملک کی ہو رہی تھی اس طرح پر کیا کہ اپنا بیچا ہوا مال و زر اُس کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد جب چابک سواروں۔ ڈلک اور باقیوں کے پیدا کردہ فسادات رفع ہو گئے تو ملک میں دوبارہ امن و چین ہوا۔

اس کے بعد انی خود راجہ کا کاروبار
رانی سوربہ متی کے اختیارات { کرتی تھی اور راجہ اپنی بہادری کی

وتشا کے اوپر سے گذر کر اس نے سمدرامٹھ اور شہر کے نواحی حصوں کو خاک سیاہ کر ڈالا تھا۔

سری ورنے اپنی راج ترنگنی کی ترنگ ۴ شلوک ۱۶۹ و ۱۷۱ میں سمدرامٹھ کو سمدرمٹھ لکھا ہے جس سے اس کی مراد یقیناً سودومر کے موجودہ محلے سے ہے۔ یہ محلہ دریا کے بائیں کنارے پر دوسرے پل کے عین نیچے واقع ہے۔ اس کے مقابل میں بائیں کنارے پر زیندار محل پرش یار۔ کرپھل محل۔ ملک یار وغیرہ محلے آباد ہیں جن میں سے سب کے سب ضلع تاشوان سے متعلق ہیں۔ پس ہمیں خیال کرنا پڑتا ہے کہ کلہن کے زمانے میں سدراشو کا مندر اور محل شاہی

ڈینگیں مار چھوڑا کرتا تھا۔ یا جو کچھ اُسے کہا جائے وہ کر دیتا تھا۔ چونکہ ان کے تعلقات زنا شوئی پر کسی قسم کی حرف گیری نہ ہو سکتی تھی اس لئے شوہر کی زنا نہ تابعداری اور رانی کے اپنے شوہر پر اقتدار رکھنے پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ دانا اننت دیوشوچی کی پرستش اپنے عہد۔ اشنان۔ فیاضی۔ اخلاق اور دوسری نیکیوں کے باعث مینوں پر بھی سبقت لے گیا۔ اس راجہ کے طویل عہد حکومت میں شاہی نظر عنایت ایک نوکر سے دوسرے پر اس طرح بدلتی رہتی تھی جس طرح اُس کنواری لڑکی کی جس نے شوہر کو تلاش کرنا ہو کشیم نامی ایک حجام نے دوا دیش بھاگ (۱/۳ حصہ کا محصول) کے ذریعے اور دوسرے طریقوں پر راجہ کے خزانے کو پر کر دیا۔ لیکن جب کیشو نامی ترنگرت کا ایک دیانت دار برہمن وزیر بنا تو اس نے راجہ پر اس طرح چمک ڈالی جس طرح چاند کی روشنی سفید چیتورے پر پڑتی ہے۔ لیکن اسی شخص کو بھی بعد میں لوگوں نے تنہا اور سبالت اقل اس پھرتے ہوئے دیکھا۔ خوش قسمتی جو قسمت کے بادلوں کی بجلی کی چمک کی مانند ہے وہ کس کے لئے دیر پا ثابت ہو سکتی ہے؟ جب ہم اس خیال کو مد نظر رکھتے ہیں کہ مقبوضات قسمت کے مطیع ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنی خاندانی عظمت اور طاقت پر جو گھمنڈ کرتے ہیں وہ فضول اور جھوٹا ہے۔

اسی جگہ واقعہ ہوا کرتا تھا چونکہ گٹ کل اس حصہ شہر میں ونشٹا سے متوازی اور اُس سے کوئی چار سو گز کے فاصلہ پر بنتی ہے اس لئے راج ترنگنی کے وہ شلوک جن کا اوپر حوالہ دیا گیا، اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کشپکا یا گٹ کل کے قریب واقع تھا ہمارے بیان کی پورے طور پر تصدیق کرتے ہیں۔

سطور بالا میں جو کیفیت قلم بند کی گئی ہے اسی کے مطابق ایک مقامی روایت اس حصہ شہر کے متعلق پھیلی ہوئی ہے ایک قدیم لنگ جو چند سال گزرے اس وقت تک پُرش یار کے گھاٹ یا ریل پر دوسرے پل کے نیچے کوئی ۵۰ گز کے فاصلے پر موجود تھا اُس کے متعلق ان

وزیر اعظم ہلدی بھوتی نام ایک ویش جو گوریش کے مندر کا پرے دار تھا اُس کے
 تین بیٹے ہلدی-وجر اور وراہ تھے۔ ان میں سے ہلدی ^{۵۳} دن بدن
 سورہ متی کی خدمت میں ترقی کرتا گیا اور بالآخر وزیر اعظم (سر وادہی کار) کے عہدے
 تک جا پہنچا۔ چونکہ وہ اپنے عقلمندانہ انتظامات کے ذریعے چھوٹے درجے کے راجاؤں
 کو مطیع کر چکا تھا اس لئے راجہ اور رانی احکام کے لئے اُس کے منہ کو تکتے تھے ^{۵۴} پادار
 کا دفتر جسے سب سے پہلے کشیم نے قائم کیا تھا اُسے اس اعلیٰ خیال کے وزیر نے
 علانیہ طور پر تمام دفاتر سے ہٹا کر دیا۔ اس نے دانائی کے ساتھ سونے پر اس کی
 رنگت (صفت) قیمت وغیرہ کے لحاظ سے نشان لگانے کے شاہی حق کو منسوخ کر دیا
 جس سے معلوم ہوا کرتا تھا کہ لوگوں کی بچت کیا ہے تاکہ آئندہ راجاؤں کو سزا دہی
 کے طریق پر یا دوسری وجہ سے جمع شدہ روپیہ حاصل کرنے میں سہولیت ہو۔ چند
 قابل نفرت چایک سواروں کو قتل کر کے جو لوگوں کی جاؤاد اور عورتوں کو لوٹا کرتے
 تھے اس نے لوگوں کی تکالیف کو دور کر دیا۔ ٹیکسوں کو منسوخ کرنے والے اس شخص
 نے وٹشٹا اور سندھو کے مقام اتصال کو سنہری مندروں-مٹھوں اور اگرہاروں کے
 ذریعے چمکدار بنا دیا۔ اُس کے بھائی اور بیٹے چونکہ دولت (لکشمی) رکھتے تھے اس لئے
 علاقوں کے رہتے والے قدیم پروہتوں میں سداسھو کا نام مشہور تھا۔ اب اس لوگ کو ایک
 چھوٹے سے مندر میں جو دریا کے بائیں کنارے پر اس کے مقام کے قریب ہی بنا ہے رکھ
 دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس لوگ کے روایتی نام میں ہمیں اس مقام کے قدیم نام کا
 باقی بچا ہوا پتہ ملتا ہے۔

قدیم محل کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۸۱۷ میں بھی آتا ہے۔ لیکن اس کی مقامیت
 کا کوئی پتہ نہیں۔ ہم خیال کر سکتے ہیں کہ پرور سین کے آباد کئے ہوئے باقی شہر کے ساتھ
 یہ بھی دائیں کنارے پر واقع تھا۔

وہ کبھی قیمتی عطیات (دان) دینے سے نہیں رُکے جس طرح پرماتھی جو لکشمی سے واقف ہو کر دیوانے ہو جاتے ہیں اپنی کینٹیوں (دان) سے رس بہانے سے کبھی نہیں رُکتے اس کے بھائی وراہ کے بیٹے بہادر اور مشہور بہب نے جو دو اپنی کا عہدہ رکھتا تھا اس طرح فیاضیاں کیں جیسے پرے (قیامت) کے روز بادل پانی بربستے ہیں۔ یہ شخص جس نے بہت سے ڈامروں کو بیوقت مروایا تھا خود بھی کشتوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ جبکہ اُس کے ساتھ صرف چند ایک ہمراہی تھے اور وہ نیچے ہٹنا منظور نہ کرتا تھا راجہ انت نے بہت سے راجاؤں پر فتوحات حاصل کیں اس نے چپا کے مقام پر راجہ سال کو مغلوب کر کے ایک نئے فرمانروا کو تخت پر بٹھایا۔ یہ راجہ چونکہ بے سوچے

۱۵۵۰ بھوج راج سے مراد بلاشبہ دھارانگری کے راجہ بھوج سے ہے جو لڑکچر کا ایک بہت بڑا مربی ہوگذا ہے اور گیارہویں صدی کے ابتدائی نصف حصہ میں مالوہ پر حکمران تھا۔ اس کے عہد حکومت کے متعلق اب اندازے کے طور پر خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے ۱۱۶۳ء سے ۱۱۷۳ء تک حکومت کی تھی۔ دیکھو ترنگ ۷ کا شلوک ۲۵۹ جہاں مذکور ہے کہ راجہ بھوج ۱۱۶۳ء میں کلش کی تخت نشینی کے بعد زندہ تھا۔

پاپ سوون۔ کے قدیم تیرتھ واقعہ کیٹیشور کے متعلق جس کا موجودہ نام کوہنیر ہے نوٹ ۷۸ کتاب ہذا میں بحث ہو چکی ہے۔

سٹائن صاحب بیان کرتے ہیں کہ واٹنا اور نیٹل جرنل کی جلد ۵ صفحہ ۳۴۷ پر نے اپنے سفر نامے کے نوٹ میں ان آثار کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس اٹا کے بچے کھچے باقی ہیں۔ جس کے متعلق اوپر ذکر آیا ہے کہ بھوج نے اُسے اس مقدس چشمے کے گرد بنوایا تھا۔ یہ چشمہ اب ایک کنڈ میں سے نکلتا ہے جس کا قطر کم از کم ساٹھ گز ہوگا۔ اس کے گرد ٹھوس پتھر کی دیوار ہے اور نیچے پانی تک سیڑھیاں بنی

سمجھے غیر ملکی علاقوں پر حملے کر بیٹھتا تھا اس لئے بسا اوقات اسے خطرات پیش آتے تھے۔ ایک موقع پر اس نے تک کے بیٹے کلش پر چڑھائی کی اس کی فوجیں تھک چکی تھیں لیکن آخر ہلدی نے چالاکی سے اسے ولاپور سے نکالا۔ اسی طرح جب اس نے ارشہ پر چڑھائی کی اور دشمن نے راستے روک لئے تو اس کے کمانڈر انچیف نے سرطکیں صاف کر کے واپسی کو ممکن بنایا۔ ادھر وہ ممالک غیر میں دشمنوں کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا ادھر ہر لمحہ اس کے اپنے ملک میں مختلف واقعات جبرظہور میں آرہے تھے۔ بھدریشور کا بیٹا مشہور و معروف راجیشور جو دور اپنی تھا کر مریج میں رہتا ہوا ڈامروں کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایسے ہی اور بہت سے لوگ کام آئے۔

وزیر اعظم ہلدی کا زوال { آدمی خواہ کسی ہی ننگاد دورانہ لشی سے اپنے کام کو دیکھے اور سمجھے سوچ سے کام کرے پھر بھی کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص جو راجہ کے محل میں خدمت کرتا ہو بے آبروئی سے بچ سکے۔ ہلدی چونکہ متواتر رانی کی خدمت میں رہا کرتا تھا اس لئے لوگوں

ہوئی ہیں۔ سٹائن صاحب جب ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء میں اس جگہ سکئے ہیں تو انہیں تالاب کی گہرائی معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی گہرا ہے۔ زمین کی ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تالاب کو مصنوعی طور پر وہ گلی بند کر کے بنایا گیا ہے۔ جس میں سے پہاڑی پر یہ چشمہ نکلتا ہے۔ اس مطلب کے لئے جو بند لگایا گیا تھا وہ تالاب کے بائیں کنارے کا کام دیتا ہے۔

اس تیرتھ کے پروہتوں میں جو مقامی روایت پھیلی ہوئی ہے اور سٹائن صاحب کو اس چشمے پر رہنے والے ایک عمر رسیدہ سادھو ہما دیو کو اس سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اس تالاب اور اس کے سنگین احاطے کو دکن کے ایک راجہ متس کنڈ (مچھو کنڈ) نے بنوایا

میں اس کا چرچا بڑھ گیا اور آخر کار آتش چندر اور دوسروں نے جنہیں اس کے خلاف غصہ تھا اُسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ راجہ نے اُس کا سارا مال و متاع ضبط کر لیا اور وہ قید کی تکالیف بھوکتا رہا۔ جب خوش قسمتی کی طاقت غیر معین ہو تو کامل خوشی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ راجہ نے اُسے قید سے آزاد کر دیا تو معلوم ہوتا تھا کہ شاہی جلوس اس کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے بغلیگیر ہوا چاہتا ہے اور فکر کی مُسکراہٹ جو اُس کے چہرے کو روشن بنا رہی تھی چتر شاہی کی چمک کی مانند تھی۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قید سے آزاد ہو کر اس نے دوبارہ شاہی مہربانی حاصل کر لی تھی) اس نے اس رانی کے ہاتھوں لمحہ بہ لمحہ غصے اور مہربانی کے فوری سلوک کی تبدیلیاں دیکھیں جس طرح موسم برسات میں ابر آلود آسمان اور دھوپ دیکھی جاتی ہے۔

اننت کی سلطنت سے دست برداری { کچھ مدت گزرنے پر سادہ لوح راجہ بالکل اپنی

رانی کے اقتدار میں آ گیا جس سے بہت سے بد نتائج پیدا ہوئے۔ اس کی تھا۔ یہ راجہ اُن سیگوں کی وجہ سے بد نما ہو گیا تھا جو اس کے سر پر نکل آئے تھے اور گو اس نے بہت سے تیرتھوں کی جاترا کی تھی تاہم اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کپیشور کے قریب اس نے دیکھا کہ ایک زخمی کتا اس مقدس چشمے کے پانی میں داخل ہوا تو اُس کے زخم مندمل ہو گئے راجہ نے بھی اس کی تقلید کی اور اس کے سینگ دور ہو گئے۔ اسپر اپنے شکریہ کا اظہار کرنے کے لئے اس نے تالاب کی درستی کروادی۔ اسی راجہ کے عہد میں معمولی کشمیری وضع کا وہ مختصر سا مندر تعمیر ہوا تھا جو تالاب کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ نیز وہ چھوٹے چھوٹے جھرب تعمیر ہوئے تھے جن کے کھنڈرات کم و بیش اچھی حالت میں قریب ہی پائے جاتے ہیں۔ یہ امر اغلب ہے کہ یہ روایت جو تھوڑی تھوڑی تبدیلیوں کے ساتھ کو تہیر کے مسلمان

رانی اپنے بیٹے کی محبت سے اندھی ہو رہی تھی اور اس کی متواتر ترغیبوں سے وہ چاہتا تھا کہ شاہی اعزاز اپنے بیٹے کلش کو دیدے۔ گو ہلدی جیسے دانا آدمی اُسے سمجھاتے تھے کہ آپ کے تخت سے اتر جانے پر بہت سی خرابیاں پیدا ہونگی اور جن پر بالآخر آپ کو متاسف ہونا پڑیگا مگر اس نے چیمبر لین رانوتیہ کو تاجپوشی کی تیاریاں کرنے کا حکم دیا گو اس نے بھی سمجھایا کہ آخر میں آپ کو سوا افسوس کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

راجہ کلش

۱۰۶۳ء تا ۱۰۸۹ء

چھ شہزادی کا تک لوگ سمیت (۱۰۶۳ء) کو راجہ اننت نے اپنے بیٹے کلش کو تاج پہنایا اور جیب رناتیہ راجہ کے دربار میں مختلف والیان ریاست کو ملاقات کے لئے پیش کر رہا تھا تو وہ چونکہ شاہی اعزاز کی عظمت میں محو تھا دیہاتیوں کو بھی معلوم ہے اُسی کمائی سے نکلی ہے جو کلہن نے راجہ بھوج کے روزمرہ کیشور کے پانی میں نہانے کے متعلق بیان کی ہے۔

یہ بات ناممکنات سے نہیں کہ یہ کمائی بجائے خود کچھ بنیاد رکھتی ہو۔ زمانہ حال کی سڑکوں اور ریلوں کی تیاری سے پہلے دریائے گنگا کا مقدس پانی بہت بڑی مقدار میں دور دور تک لے جایا جاتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں جمدار خوشحال سنگھ کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سوائے اُس پانی کے جو ہر دوار سے بھیجا جاتا تھا کبھی دُورا پانی نہ پیتا تھا۔

کلہن نے راجہ بھوج کے جن خزانوں کا ذکر کیا ہے ان کی کسی قدر یاد اُس قصہ میں

اور یوں بھی اس کے اطوار میں گنوار پن پایا جاتا تھا اس نے اننت کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اُسے پدیں الفاظ پیش کیا۔ ”مہاراج ! یہ راج پتر اننت ہے“ جب اس نے اس کی طرف خشمگین ہو کر دیکھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا اور سادگی سے کہنے لگا۔ ”جب کینا کج اور دوسرے ملک کے حکمرانوں کو اسی طریق پر پیش کیا جاتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ آپ کے لئے جو شاہی اختیار سے دست بردار ہو چکے ہیں نئے ضابطہ کی پابندی کی جائے۔ یقین رکھئے۔ آپ کو دن بدن اس پر متاسف ہونا پڑے گا کیونکہ کوئی منی بھی اپنی سخوت سے دست کش نہیں ہو سکتا“ یہ الفاظ دور اندیش وزیروں کے دلوں کی تہ تک جا پہنچے۔ اور جب راجہ نے انہیں سنا تو وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

اگلے روز جب دانا ہلد نے دیکھا کہ نئے راجہ کے گرد شاہی درباری جمع ہیں اور پورانے کے ساتھ صرف چند ایک ہمراہی ہیں تو اس نے بناوٹی غصے کی حالت میں راجہ کو ملامت کی اور اس طرح پر اُسے اپنا شاہی اعزاز دوبارہ حاصل کرنے کی ترغیب دی اور کہا۔ ”کیا آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ نے باقی ہے جو سٹائن صاحب کو دیہاتیوں سے معلوم ہوا جنہوں نے بیان کیا تھا کہ تالاب بناتے وقت راجہ نے اس کے نیچے سونا اور اور قیمتی چیزیں دفن کرادی تھیں۔ یہ اس لئے کہ آگے چل کر جو شخص اس تالاب کی مرمت کرائے وہ اس روپیہ سے اپنا معاوضہ حاصل کر سکے بیان کیا جاتا ہے کہ مختلف جروف میں ایک کتبہ سکھوں کے زمانہ تک تالاب کے شمالی حصے میں دروازے کے قریب پتھر میں لگا ہوا ہوتا تھا اس کتبے کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں یہاں کے مسلمان جاگیردار نے پانی میں پھینک دیا تھا۔ اس کے متعلق خیال ہے کہ اس کتبے میں راجہ نے اس قسم کی ہدایات درج کی تھیں جن سے معلوم ہو سکتا تھا کہ خزانہ کہاں موجود ہے۔“

تاج کا بوجھ اپنے نو عمر بیٹے کے اوپر ڈال کر اُسے متفکر بنا دیا ہے اور بڑے بڑے کی عمر میں اپنے ذاتی آرام کا خیال رکھا ہے۔ پس لازم ہے کہ آپ خود سلطنت کے کاروبار کو سرانجام دیا کریں جب تک آپ کا بیٹا نو عمر ہے آپ اُسے خوشیوں سے محروم نہ کریں۔

اننت کا دوبارہ شاہی
اختیارات ہاتھ میں لینا

اس طرح پراس نے راجہ کو دوبارہ اختیار رات اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ کر دیا اور اپنی مدبرانہ چال سے راجہ کلش کو دھوکا دیا۔ اس کے بعد کلش برائے نام ایک راجہ رہا۔ جسے کہ وہ کھانا تک باقاعدہ اپنے والدین کی موجودگی میں کھایا کرتا تھا۔ تمام مجالس ہتھیاروں کی پوجا اور شاہی جلسوں کے موقعوں پر وہ بطور نائب کے رہا کرتا تھا اور اس طرح عمل کرتا تھا گویا اپنے باپ کا پروہت ہو۔ جس طرح حیوانا پر کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا ایسے ہی اُن لوگوں پر بھی نہیں ہو سکتا جو بلا وجہ خوش ہوتے اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ظہور میں آیا کہ بہت کچھ

یہ بات قابل ذکر ہے کہ تالاب اور مندر کے گرد جو گول دیوار بنی ہوئی ہے اس میں نسبتاً زمانہ قدیم کی تعمیری علامات پائی جاتی ہیں جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ راجہ بھوج ہی کے عہد میں بنی ہوگی۔

۵۲ معلوم نہیں ناگر کھنڈ سے مراد کیا ہے اس میں شک نہیں کہ ناگر کے معنی ادرک کے ہوتے ہیں گو یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ ادرک کو پان میں رنگا کر استعمال کیا جاتا ہو۔

اجکل کشمیر میں پان کھانے کا رواج قریب قریب معدوم ہو چکا ہے۔ زمانہ قدیم میں پان کے تازہ پتے کشمیر تک پہنچانے واقعی مشکل ہوتے ہونگے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سا روپیہ صرف کر کے ہی یہ چیز حاصل ہو سکتی تھی۔

اصرار کے بعد اپنے شوہر کو شاہی طاقت دے دینے پر آمادہ کرنے کے بعد رانی بھی خود متاسف ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے دل سے بیٹے کی محبت دور ہو گئی۔ وہ حسد میں بھری ہوئی اور سخت ناراض تھی۔ چنانچہ وہ اپنی بہوؤں کو مار سنگار اور اس قسم کے کام کرنے سے جو راجہ کی نوجوان رانیاں ہونے کی حیثیت میں انہیں کرنے چاہتے تھے روکتی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کی رانیوں سے لونڈیوں کی طرح کام لیتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ فرش کو گوبر سے لپٹنے سے بھی انکار نہ کرتی تھیں۔

ایک موقع پر راجہ کا چچا زاد بھائی **اننت اور کشتی راج کی ملاقات** { وگھوراج کا بیٹا کشتی راج اس کے

پاس آیا۔ اس نے اس غم و غصے کا ذکر کیا جو اُس کے دل میں اس وجہ سے موجود تھا کہ اس کا بیٹا بھون راج نہایت حریص تھا اور تخت پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس کا بیٹا نیل پور کے فرمانروا کے پاس پناہ گریں ہو چکا تھا اور اور اب اُس راجہ کی فوج ہمراہ لیکر اپنے باپ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے بعض بھاگوٹوں کے نام پر جن کی اس کا باپ عزت کرتا تھا اپنے

۵۰۳۔ بہن نے وگھوراج کے دیوچرت کے ادھیائے ۸ شلوک ۱۹ میں کسی ہلدی کے اگر ٹاروں

کے قیام کا جو ذکر کیا ہے انہیں غالباً اسی ہلدی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

۵۰۴۔ پاواگر کا لفظ اس کے علاوہ شلوک ۵۷۱۔ ۹۹۴ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۱۴۸۲۔

۱۹۶۴-۲۲۲۲-۲۳۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اعلیٰ عہدے کا

نام تھا۔ اس کا ذکر سوائے اس تاریخ کے اور کہیں نہیں آتا۔ اور اسی لئے یہ بات پورے

طور پر معلوم نہیں ہو سکتی کہ اس سے مراد کس قسم کے دفتر سے ہے۔ اس شلوک سے ظاہر

ہوتا ہے کہ دفتر پاواگر پر براہ راست وزیر اعظم کا انتظام ہوتا تھا۔ (دیکھو ترنگ شلوک ۲۱)

ترنگ ۵ کے شلوک ۵۷۱ میں ذکر آتا ہے کہ راجہ کلش نے پاواگر کا انتظام کسی خاص وزیر کے

کتوں کے نام رکھے ہوئے تھے اور اُن کے گلے میں برہمنی یگیو پوسیت ڈالے ہوئے تھے۔ ہر چند کہ کشتی راج کی بیوی اس بات کے خلاف تھی تاہم اُس نے کامل تیاگ کا آب حیات چھکنے کا ارادہ کر رکھا تھا تاکہ اس کی روح ان تکالیف سے نجات حاصل کر سکے۔

ات کرش کی تخت نشینی لوہر میں { اُس نے اپنی سلطنت کلش کے دوسرے بڑے بیٹے ات کرش

کو جو رانی رام لیکھا کا شیرخوار بچہ تھا دیدی۔ اس کے بعد یہ راج رشی عالم آدمیوں کے ساتھ تیرتھ یا ترا کے لئے روانہ ہوا اور ایک بڑے پکے معتقد ویشنو کی حیثیت میں کئی سال برکات امن حاصل کرنے کے بعد اس راجہ نے بالآخر چکر دھرم میں ویشنو سے وصال حاصل کیا (فوت ہو گیا) یہ اور راجہ ^{۱۱۳}کھوج دونوں خود پڑھے ہوئے اور شاعروں کے دوست تھے اور اُس زمانہ میں انکی اعلیٰ فیاضی کی یکساں دھوم مچی ہوئی تھی۔

راجہ اننت نے اپنے نو عمر پوتے ات کرش کو تنونگ راج کے سپرد کیا

سپرد نہیں کیا تھا گو وہ مالگزاری وصول کرنے میں کافی ہوشیار تھا۔ اسی ضمن میں اس کی بہت کچھ تعریف کی گئی ہے کہ اس نے رعایا کی خیر خواہی کا اظہار کیا۔

ترنگ ۸ کے شلوک ۸۶۱ اور ۲۲۲۷ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پاواگر کے افسر کا کام ٹیکسوں کی وصولی ہوتا تھا۔ آخر الذکر شلوک میں ایک پرائے اپویش کا ذکر آتا ہے جو برہمنوں نے پترارتھ نامی پاواگر کے افسر کے خلاف اس لئے شروع کر دیا تھا کہ وہ بہ اصرار ٹیکسوں کی وصولی میں مصروف تھا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۹۶۴ میں اسی افسر کے متعلق یہ ذکر بھی آتا ہے کہ اس کے سپرد پاواگر اور وارپتی کے عہدے بھی تھے۔

لفظی طور پر پاواگر کے منے اس افسر کے ہو سکتے ہیں جو راجہ کے روبرو کھڑا ہو۔

جو اُس کے والد کے عمزاد بھائی (جس راج) کا بیٹا تھا۔ تنوگ نے لوہر کے علاقے کو خوب رونق دی اور جیب اُت کرش نے بھی ہوش سنبھال لئے تو وہ کشمیر لوٹ آیا اور چکرو دھر میں انتقال کر گیا۔ اُس وقت تک اس ملک کے شاہی خاندان کے اراکین تمام باتوں میں عوام کی طرح ہوتے تھے۔ اور ان کے تعلقات پر دغا بازی کا دھبہ نہیں پڑا تھا۔

اندوراج کے بیٹے بدھ راج کا ایک بیٹا سدھ راج تھا جس سے بہادر مدن راج پیدا ہوا۔ آخر الذکر کا بیٹا جندوراج ایک بڑا متکبر مزاج آدمی تھا۔ جب راجہ نے اُس کے ساتھ غیر دوستانہ سلوک کیا تو وہ اس کے علاقے کو چھوڑ کر چلا گیا۔ چونکہ وہ بڑا دلیر تھا اس لئے خود رانی نے جسے ڈامروں نے تنگ کر رکھا تھا اُسے واپس بلا بھیجا اور وزیر مقرر کر دیا۔ جندوراج نے وگرام کے ایک چشم ڈامر سو بھہ پر جس نے راجہ کو بہت کچھ تکلیف دی ہوئی تھی حملہ کیا اور آخر کار اُسے قتل کر ڈالا۔ اس پر راجہ نے اس مشہور و معروف سردار کو فوج کی کمان سپرد کر دی اور راجپوری اور دوسرے علاقوں کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔

۵۵۵ یہ ایک طریقہ تھا جس سے لوگوں کی پرائیویٹ جائیداد کا اندازہ ہو سکتا تھا جیسا کہ ہندوستان میں آجکل راج ہے بلاشبہ ایسے ہی قدیم کشمیر میں روپیہ لگانے کی بہترین صورت یہی ہو کرتی تھی کہ سونے چاندی کے زیورات بنائے جاتے تھے۔

۵۵۶ چچا زمانہ حال کی پہاڑی ریاست چمبہ کا قدیم نام تھا جس میں دریائے راوی کے تمام منبعوں کی وادیاں اور دریائے چناب سے میراب ہونے والی قریب کی وادیاں شامل ہیں دیکھو گنگیم صاحب کا جغرافیہ قدیم صفحہ ۱۴۱۔

پروفیسر کیل ہارن نے راجہ سال کے متعلق صحیح اندازہ لگایا ہے کہ یہ وہ سالواہن تھا

ہلدر جو راجہ انتہ کی حکومت میں جو مختلف غلطیوں کی وجہ سے ایک نازک حالت میں تھی سہارے کا کام دیتا تھا انہیں ایام میں مر گیا۔ مرتے وقت چکر دھر میں راجہ نے جو مہ اپنی رانی کے اُس کے پاس تھا اُس سے نصیحت پوچھی۔ اس نے جواب دیا "جلدی میں بے سوچے سمجھے ممالک غیر پر حملے نہ کیا کرو۔ ولہ پور اور دوسرے مقامات پر تمہاری پیدا کی ہوئی مصیبتوں کو مجھے چالاکی سے دور کرنا پڑا جتہ و راج سے جو اعلیٰ ترین درجے تک پہنچ گیا ہے ہوشیار رہنا۔ جیانتہ تمہارے اور تمہارے بیٹے کے درمیان تفرقہ پھیلے گا۔ اس کی نصیحت کو یاد رکھ کر راجہ نے بچ کے ذریعے جس نے چالاکی سے جتہ و راج کے ہتھیار رکھوائے تھے

جس کا ذکر اڈین اینٹی کوٹی کی جلد ۷ صفحہ ۷ پر راجہ سومو دیو کے پیشرو کی حیثیت میں آتا ہے آخر الذکر اسٹ کے عہد میں قتل ہوا تھا جس کا ذکر شلوک ۵۸۸ میں آتا ہے کہ وہ راجہ کلش کے ماتحت چمپا کا فرمانروا تھا۔

کنگھیم صاحب آر کی لو جیکل سروے رپوٹ جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۴ میں بیان کرتے ہیں کہ کلہن نے ترنگ ۷ کے شلوک ۵۸۸ و ۱۵۱۲ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۵۳۸-۱۰۸۳ میں چمپا کے حکمران خاندان کے اراکین اور کشمیر کے سماتھ اُن کے تعلقات کا جو ذکر کیا ہے وہ راجگان چمپہ کی اُس روایتی فرست سے مطابق ہے جو اُس خاندان میں اب تک محفوظ ہے۔

بلہن و کرمانک دیو چرت کے ادھیائے ۱۸ شلوک ۳۸ میں ذکر کرتا ہے کہ راجہ انتہ کے تفوق کو چمپا۔ دار و اھییار۔ ترگمت اور بھرتل (دوتل) میں تسلیم کر لیا گیا تھا۔ کنگھیم صاحب جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۴۱ پر ذکر کرتے ہیں کہ راجہ انتہ نے ۱۲۳۷ء اور ۱۲۳۸ء کے درمیان چمپا پر حملہ کیا تھا لیکن یہ نہیں بیان کیا کہ اُسے ان ستین کا کہاں سے پتہ چلا ہے۔

اُسے قید خانہ میں ڈلوادیا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر راجہ کلش کو جس کا چال
کلش کی بد چلنی چلن صاف نہ تھا اُس کے نوکروں نے ایسے طریق
 زندگی پر آمادہ کر لیا جو صرف شریر لوگ ہی اختیار کرتے ہیں۔ خاندان شاہی
 کے چار مغرور راج پترنج۔ پھتہ راج۔ پاج اور ایک اور اُس کے منظور نظر
 تھے انکے علاوہ خزانچی ناگ کا بیٹا جیا نند اس کا مختبر نوکر اور چالباز یوں کا معلم
 تھا۔ جب امرکنٹھ نامی اعلیٰ برہمن شوجی سے وصال حاصل کر گیا تو راجہ اُس کے
 بیٹے پر بد کنٹھ کا چیلان کیا۔ کچھ تو یہ فطرتاً خراب تھا کچھ اُس کے گورونے اُسے

یہ امر قابل ذکر ہے کہ گو اس کتاب میں جا بجا لفظ چپا استعمال ہوا ہے تاہم اوپر جو آ
 دیئے گئے ہیں ان میں لفظ چمپکا آیا ہے۔

۵۰۷ کننگھیم صاحب نے جغرافیہ قدیم کے صفحہ ۱۳۵ پر صحیح طور پر لکھا ہے کہ دلاپور
 سے مراد بلاور ہے جو جموں کے مشرق میں نشیبی پہاڑیوں میں واقع ہے اُس وقت سے
 تھوڑی مدت پہلے جبکہ بلاور کا علاقہ جموں کی سلطنت میں شامل ہو گیا اس جگہ کے
 راجاؤں نے اپنا پایہ تخت دریائے راوی پر بسولی میں منتقل کر لیا تھا لیکن بلاور کا
 چھوٹا سا قصبہ اُن کھنڈرات میں تین کا ذکر ڈریو صاحب نے اپنی کتاب جموں کے صفحہ ۸۴
 پر کیا ہے اپنی سابقہ عظمت کے نشانات لئے ہوئے موجود ہے۔

دلاپور کے مالک کلش کا ذکر دوبارہ ترنگ ۷ کے شلوک ۵۸۸ میں آتا ہے جہاں
 لکھا ہے کہ وہ ان پہاڑی راجاؤں میں سے ایک تھا جو ۸۷۷ء کے موسم سرما میں راجہ
 کلش والے کشمیر کے دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ بعد ازاں سسل کے عہد میں ہم دیکھتے
 ہیں کہ دلاپور کا پدک موہ اپنے بیٹے اتھ راج کے پہاڑی وایان ریاست کی اُس
 مجلس میں شریک ہوا تھا جنہوں نے کشمیر کے دعویدار بھکشاج کی تائید کی تھی ترنگ کے

بدچلن بنا دیا۔ اور اُسے اس بات کی تمیز بھلا دی کہ کن عورتوں تک ہاتھ بڑھانا واجب ہے اور کن تک نہیں۔ اس گورو کی شرارت کے متعلق اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بے کھٹکے اپنی بیٹی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا تھا۔ وہ عزت دار ^{۵۱۶} اور فاضل لوگ (بھٹ پاد) جو عظیم مراسم کے موقعہ پر بے خوف رہنا جانتے تھے اور اپنی طاقت سے باخبر اور دوسروں سے بے خطر ہونے کی وجہ سے پھر و تک کی پرواہ نہ کرتے تھے وہ بھی بلیوں کے سوداگر کے سامنے خود کے مارے زمین پر گرتے اور زانو جھکاتے تھے اور جب وہ اُن کے سر پر ہاتھ پھیر دیتا تو مطمئن ہو جاتے تھے۔ اس جگہ پہلے ایک خاص سوداگر رہا کرتا تھا جس کے پاس

شلوک ۶۲۲ میں ذکر آتا ہے کہ آگے چل کر اس راجہ کو سسل کے دشمن و لاپور سے راجپوتی میں ملے آئے تھے۔

دوسری طرف برہم جمل نامی وفادار راج پتروں کی فرست میں و لاپور کے ایک راجہ کا ذکر آتا ہے جس نے مشکلات میں سسل کی مدد کی تھی۔ یہاں پر مراد غالباً خاندان و لاپور کے کسی مورث سے ہے۔ سسل کی بیوی جیلا بھی و لاپور کی رہنے والی تھی دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۴۷۴۔ آخر میں ترنگ ۸ کے شلوک ۲۴۵۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے ایک کامیاب مہم کے بعد و لاپور کی حکومت و کرم راج سے لیکر گھن کو دیدی تھی۔ گنگھیم صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں کلش کا نام خاندان بلاور کے شجرہ نسب میں ملا تھا۔ الیرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے کہ بلاور قنوج سے کشمیر جانے والی سڑک پر واقع ہے۔

۵۰۸ اصل کتاب میں لفظ استریو جا آیا ہے جس کے معنی وہ رسوم ہیں جو تلو اور دوسرے ہتھیاروں کے اعزاز میں ادا کی جاتی ہیں اور آج تک ڈوگرہ یا راجپوت جماعتوں میں پائی جاتی ہیں۔

چونکہ ایک سیاہ بلی تھی اس لئے اس کا نام عرف عام میں بلیوں کا سوداگر ہی پڑ گیا تھا اور کوئی شخص اس کا اصلی نام نہ لیتا تھا۔ باوجود جاہل ہونے کے وہ دھوکے باز اور ایک طبیب اور گورو کی حیثیت میں اپنی فضیلت کی نمود کرنے والا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے رنگریزوں اور دوسرے پیشہ وروں کے گورو کی حیثیت قائم کر لی۔ اس سوداگر کے ہاتھ سے بلیوں کے فضلہ اور ہینگ کی بہت تیز بو آتی تھی۔ اور وہ عزت دار اور فاضل لوگوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اطمینان اور آسائش دیا کرتا تھا۔ ایسے گورو جو ہر روز باوجود نکمائی کیڑے رکھنے کے دھواں دھات تقریریں کیا کرتے تھے ان کی بدولت کلش اس طرح تاریکی میں مبتلا ہو گیا جس طرح دھواں

۵۰۹۔ بلہن نے دکرمانک دیوچرت کے ادھیائے ۱۸ شلوک ۷۴ تا ۵۰ میں کشتی راج والے لوہر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ بڑا فاضل اور مشہور نیروم زما تھا شاعر و کی قدر کرتا تھا اور راجہ بھوج کے برابر شہرت رکھتا تھا۔ بلہن نے ایک فتح کا بھی ذکر کیا ہے جو اس راجہ نے راجپوری پر حاصل کی تھی اور اس کے علاوہ سنیاسیوں کے ساتھ اُس کے تعلق اور وشنو کی پوجا پر بحث کی ہے (بلہن کی نظم مذکورہ ادھیائے ۱۸ شلوک ۷۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی راج رانی سورپہ متی کا بھائی تھا اور اس کے لئے لفظ بھراتا استعمال کیا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا شلوک کی طرح اس جگہ بھی اس لفظ کے معنی عمزاد بھائی ہی کے لینے چاہئے)۔

۵۱۰۔ نیل پور کے متعلق کوئی مزید حالات معلوم نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا اسے اس مقام کے ساتھ منسوب کیا جاسکتا ہے جسے بپ نیل کہتے ہیں اور جس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۹۸۹ و ۱۹۹۳ میں آیا ہے یہاں کے حکمران کیرتی راج کا ذکر ایک بار اور آگے چل کر ترنگ ۷ کے شلوک ۵۸۲ میں آتا ہے۔

۵۱۱۔ بھاگوت ایک قدیم ویشنوی فرقے کے معتقدوں کا نام ہے۔

بادلوں کے ذریعے دن - ایک شخص چمک نامی ادھر ادھر پھر کر بائسری سجایا کرتا تھا اور وہ عورتوں کو بے حد بگاڑنے والا تھا۔ رات کے وقت اُسے اُن دوسرے موسیقی دانوں کے ساتھ ملا کر رکھا جاتا تھا جو رات کو بہت دیر تک جاگتے رہتے تھے بہت زیادہ کھانا کھاتے تھے۔ ناقابل انضمام گوشت کو بذریعہ استفراغ خارج کر کے بدبو پھیلاتے تھے اور اس اعتبار سے بد رو سے مشابہ تھے کہ اُن کے حلق میں سے شراب کی ندیاں ویسی ہی جلدی اندر کو بہ جاتی تھیں جس طرح رفع حاجت کے بعد وہ پانی جس سے آبدست لیا جائے بد رو میں جلدی سے بہ جاتا ہے۔ بحالت نشہ ہلدر کا بیٹا کنگ اُس سے ناراض ہو گیا اور اُسے ایک بلی سے بندھوا کر نوکروں سے

۱۲ھ بلہن اپنی کتاب وکرمانک دیوچرت کے ادھیائے ۱۸ شلوک ۶۷ میں ان پریش کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ وہ لوہر پر جہاں کسی زلزلے میں کشتی پتی کا ڈنکا بجا کرتا تھا قابض تھا اور اس نے زمین کو نزدیک و دور سے ملیچھوں کے نقش قدم سے پاک کیا۔ دیکھو پروفیسر پوہلر کی انٹروڈکشن صفحہ ۱۰

بعد میں اُنٹ کرش کے تحت کشمیر پر قابض ہونے کے متعلق دیکھو ترنگ شلوک ۳

۱۳ھ یہ شلوک بلہن کی کتاب وکرمانک دیوچرت ادھیائے ۱۸ کے شلوک ۴

سے بالکل ملتا ہے جس میں اس نے کشتی راج کی تعریف کی ہے نیز دیکھو نوٹ ۵۹

و عن کتاب ہذا۔

۱۴ھ وگرام کا ذکر سوائے اس کے اور کسی مقام پر نہیں آیا۔ یہ امر اغلب معلوم

ہوتا ہے کہ یہ وے گام کے جدید موضع کا نام ہو گا جو سوپیاں کے مغرب میں پیمیار کے بائیں کنارے پر قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے دے گام کے جنوب میں چند سو گز کے فاصلے پر کپال موچن کا مشہور و معروف مقدس چشمہ ہے جس کا نام نقشے پر نگ بل لکھا ہوا ہے اس تیرتھ کے مہاتم میں اس جگہ کا نام دوی گرام آتا ہے اور اس نام کے

اس کی ناک کٹوا دی۔ اس چا پلوس کے بد شکل ہو جانے سے بدشگونئی ثابت ہونے کی توقع تھی مگر رفتہ رفتہ و منے راجہ کا دوست بن گیا اور اُس کے لئے دلال کا کام دینے لگا۔ راجہ کا منظور بن کر اس انسانی مرے نے مشیروں میں جگہ حاصل کر لی اور اُسے ٹھکڑے کا خطاب دیا گیا۔ جس طرح شہرت پا کر اس نے بہت جلد اپنے خاندانی تعلق (رونش) کو کاٹ ڈالا تھا کیونکہ اس سے اُس کی ذلت ہوتی تھی ویسے ہی یقیناً وہ اس وقت خوش ہوا ہو گا جب کہ اس کی ناک کی کوکھی رنانش و نش) کاٹی گئی تھی۔ اس شخص نے راجہ کے اندر شرارت کا جو جذبہ پیدا کر دیا تھا اس میں آ کر اس بیشرم راجہ نے جو جو افعال کئے ہر چند کہ وہ ناقابل متعلق ایک بڑی دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے پنڈت صاحب رام نے اپنی تیرتھ سنگرہ میں اس جگہ کا نام دوی گرام ہی لکھا ہے اس تیرتھ کے متعلق قدامت ظاہر کرنے والی کوئی خاص بات نہیں۔

۱۵۱۵ء کیٹا لوگس کیٹا لوگوں میں ایک امرکنٹھ کا ذکر آتا ہے جس کے متعلق مذکور ہے کہ اس نے شومت کے ہم نہ ستو تر کی شرح لکھی تھی۔

۱۵۱۶ء جیسا کہ آئندہ سطور میں معلوم ہوتا ہے کہن کا اشارہ ایک تاجر کی طرف ہے جس نے اپنے عطائی طریقوں اور دوسرے دھوکے بازی کے ذرائع سے صیغہ منتربیں گور کی شہرت حاصل کر لی تھی۔ یہ بات کہ آخر الذکر کے متعلق رسوم کا اس جگہ بیان کیا گیا ہے لفظ سمہ سے واضح ہوتی ہے جو اکثر تندر کی کتابوں میں ادائیگی رسم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور نیز بھیروں کے ذکر سے۔ اب تک کشمیر میں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں جو تندر و دیاس میں مہارت رکھتے ہیں یا مہارت رکھنے کا دعوائے کرتے ہیں۔ اور یہ منسروں کے ذریعے لوگوں کا علاج کرنے کا دعوائے کیا کرتے ہیں۔

۱۵۱۷ء اس جگہ اس عجیب طریقے کا جس میں اس تاجر نے یہ نام حاصل کیا تھا جو ذکر

بیان ہیں تاہم اُن کا ذکر اس جگہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اُن کا اس داستان سے تعلق ہے۔ چونکہ اُسے دوسروں کی بیویوں کی عصمت دری کی خواہش لگی رہتی تھی اس لئے وہ راجہ کی بہن کلنا اور اس کی بھانجی ناگاپر بھی ہاتھ صاف کئے بغیر نہ رہا۔ جب بوڑھے راجہ اور اس کی رانی کو اس بات کی خبر ملی تو انہوں نے ماے شرم کے سرزنش کرنی مناسب نہ سمجھی اور اپنے غصے کو جذب کر گئے۔ ایک شریر بوہمن لوشٹک نامی دیہاتی جو تشی تھاجو موضع ^{۵۱۹} اوڈنا میں پیدا ہوا تھا اور مٹھی مٹھی بھر چاول مانگتا پھرا کرتا تھا۔ رات کے وقت پھرتے ہوئے اُسے کشمیر پال (ایک بڑے جن) کی مدد حاصل ہو گئی جس سے وہ اس قابل ہو گیا کہ لوگوں کی بند مٹھی کی

کیا گیا ہے وہ اس اعتبار سے موجب دلچسپی ہے کہ یہ اُن طریقوں کے ساتھ مطابقت کھاتا ہے جو آج تک کشمیر کے اہل شہر میں عرفی نام مقرر کرنے کے بارے میں مروج ہیں مسٹر لازنس اپنی کتاب ویلی کے صفحہ ۳۱۰ پر بجا طور سے بیان کرتے ہیں۔ شہر میں کرام نام بالکل ایک عرفی نام ہوتا ہے چنانچہ سری نگر کے برہمنوں اور مسلمانوں میں شخصی عادات پیشوں اور مقامات کے لحاظ سے بہت سے جانوروں کے نام لوگوں کے عرف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً برور (بلی) گلگور (چوہیا) ہُنڈ (بھیڑ) شال (گیدڑ) پنیر (بندر) وغیرہ۔

^{۵۱۸} ٹھکر ایک ایسا خطاب ہے جو اس تاریخ میں صرف چند ایک راجپوت شرفاء کے متعلق استعمال ہوا ہے جو غالباً جنوب کشمیر کے پہاڑی علاقوں کے باشندے تھے۔ دیکھو ترنگ، شلوک ۵۳۵ - ۵۰۶ - ۴۸۰ - ۱۰۲۰ - ترنگ ۸ شلوک ۱۸۲۸ - ۱۹۴۲ - ۱۹۸۹ - ۲۲۲۳ - ۲۲۴۸ - آجکل ٹھاکر کا لفظ اُن علاقوں کے خاص کاشتکار جماعتوں کے لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ جماعت راجپوتوں سے دوسرے نچلے درجہ پر ہے۔

چیزیں بتا سکتا تھا۔ اس اعتبار سے اس کا نام مشٹی لوشٹاک پڑ گیا۔ ایک گورو
دلال اور جوتشی کی حیثیت میں نوجوان عیاش راجہ اس سے بہت محبت کرتا
تھا۔ بھٹارک مٹھ کا منتظم عابد فقیر دیو مشو نامی تھا جس نے ہر کھٹ کا خطاب
حاصل کرنے کے لئے بہت سی ریاضت کی تھی۔ پوجا کے وقت کے لئے اس نے
مم نامی ایک اندھا موسیقی دان رکھا ہوا تھا جس کے پاس اونتی پور کا بدن نام
ایک پاجی برہمن ملازم تھا اور جو اُسے ہاتھ سے پکڑ کر لے جایا کرتا تھا۔ جب آخر اند
نے مم کی نوکری چھوڑ دی تو دیو مشو نے اُسے اپنے پاس لے لیا۔ بدن کے پھٹے
ہوئے بھٹاک کے ریشوں کے بنے ہوئے کپڑے بدل کر اس نے اُسے
پھول دیکر راجہ کے دربار میں بھیجا۔ جس پر وہ گپی شخص دلالوں کی بری صحبت

۵۱۹ ایک ٹیکا کار کا خیال ہے کہ موضع دادونگ سے مراد جدید موضع اوین سے
ہے جو پامپور کے شمال مشرق کی طرف قریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مخفی نہ
نہ رہے کہ پامپور اور پدم پور دونوں مترادف نام ہیں۔ وگنی صاحب نے اپنی کتاب
ٹریولس کی جلد ۲ صفحہ ۳۴ پر اس کے گرم چشے کا ذکر کیا ہے۔

۵۲۰ معلوم نہیں ہر کھٹ سے اس جگہ کیا مراد لی گئی ہے سٹائن صاحب خیال
ظاہر کرتے ہیں کہ اس کا لفظ کمار کھوہ بمعنی جادو سے جس کا ذکر نوٹ ۲۲۳ کتاب ہذا
میں آچکا ہے کچھ تعلق نہ ہوگا۔

۵۲۱ بھٹاک کشمیر میں بکثرت پیدا ہوتی ہے اور اس سے ایک نہایت عمدہ ریشہ
نکلتا ہے جس سے مضبوط اور پائیدار لوہیاں تیار کی جاتی ہیں۔ دیکھو لارنس صاحب کی کتاب
ویلی صفحہ ۴۹۔ سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ جدید تحقیق سے معلوم ہے کہ اب اس
ریشے کے کپڑے نہیں بنائے جاتے ترنگ ۸ کے شلوک ۹۳ میں ذکر آتا ہے کہ جہل خانہ
میں قیدیوں کو بھٹاک کے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔

میں مل گیا اور بہت جلد راجہ کا گہرا راز دار بن گیا۔ ان اور ان کے علاوہ دوسرے خوشامداری
 چالپوسوں نے اسے اس قدر دھوکے میں ڈالا اور اوہ باش بنا دیا کہ کلش گناہوں کو
 بھی نیکیاں جانتے لگ گیا۔ جن شخصوں کے لئے وہ باتیں جن کے سنتے سے انسان
 کو جیسا آجلے معمولی تمسخر کا درجہ رکھتی ہوں۔ جو بایا پر تشدد کرنا درست خیال کرتے
 ہوں۔ جن کے نزدیک بیشرمی ایک عزت ہو جو ان عورتوں کے ساتھ جن کے پاس
 جانان کے لئے نا واجب ہونا جائز تعلق رکھتے ہوں۔ اور جو بد معاشوں کی زبانی
 بُرے الفاظ سنکر انہیں دیانتداری پر محمول کریں ایسے شخصوں کے لئے کوئی کام
 بھی بُرا نہیں رہتا۔ نہ وہ اس کی بُرائی کو پہچان کر اُس سے بچ سکتے ہیں۔ اس راجہ
 کو اپنی رانیوں کی بغلیگری سے بالکل خوشی حاصل نہ ہوتی تھی اور وہ ناجائز عشق
 کی دھن میں رات کے وقت گھر بہ گھر پھرتا تھا۔ دوسروں کی بیویوں کے ساتھ
 لطف عیش حاصل کرنا جس میں خاص خوشی محض یہ ہوتی ہے کہ انسان کو دوسروں
 کا آسرا تلاش کرنا پڑتا ہے ایسے شخصوں کے لئے جو ناپاک بزدلیات سے بھرے
 ہوئے ہوں بعین ہی وہ کام دیتا ہے جیسے خواہش کی جلتی آگ پر گھی ڈالنا۔
 ان پانچ دلالوں کو کام میں لگا کر راجہ بوقت شب ناجائز عشق کی دھن میں لگا
 ہوا چند دراج کے مکان پر پہنچا۔ چند دراج کی بہو ایک بڑی اوہ باش عورت
 تھی اور اُس نے اس رات راجہ کلش سے اپنے مکان پر ملنے کا وعدہ کر رکھا
 تھا۔ جس وقت وہ دروازے کے اندر داخل ہوا کتے بھونکنے لگ گئے۔ چیر
 چنڈال چوکیدار یہ سوچ کر کہ چور آگئے ہیں تلوار کھینچ کر اسپر حملہ آور ہوئے۔
 جب راجہ کے ہمراہیوں نے دیکھا کہ چنڈال اسپر وار کرنے والے ہیں اور وہ
 مارے خوف کے زمین پر گر پڑا ہے تو انہوں نے اُس کے جسم کو اپنے جسم آگے
 کر کے چھپایا اور اس طرح اس کی جان بچائی۔ جب چنڈال اُسے ملے مار رہے

تھے تو نوکروں نے بمشکل انہیں یہ کہہ کر راجہ کو چھوڑ دیا۔ مہڑو مہڑو یہ تو راجہ کلش ہے چونکہ اس نے خود اس عورت کے پاس جانے سے پہلے نکلے کو اس کے پاس بھیجا تھا اسی وجہ سے اُسے اس معاملہ عشق میں یہ مصیبت پیش آئی۔ وہ اپنی محنتوں کی نگاہوں کا غلام ہو کر مکان سے روانہ ہوا تھا لیکن آگے گیا تو موت سے دوچار ہونا پڑا اور آخر کار قسمت نے اُسے اُس حالت سے نجات دی۔

ہر چند کہ وہ راجہ تھا تاہم بعید از اخلاق کام کرنے کی وجہ سے اُسے اپنے من کی خرابیوں کے باعث اُن لوگوں کے ہاتھوں ذلت اٹھانی پڑی جنہیں چھو اتک نہیں جاتا۔ جبکہ جذبات نے اندر چندر اور دوسرے دیوتاؤں کو شرمسار کیا ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان کی عزت ان کے ہاتھوں سچی رہے؟ پہلے ہلکی بیغزتی نمودار ہوتی ہے۔ اس کے بعد قابل الزام عیاشی پہلے راست شعاری دور ہوتی ہے اس کے بعد موروثی ذاتی اغراز۔ پہلے انسان کی نیک پیدائش مشتبہ بنتی ہے اور اُس کے بعد اس کا عہد زندگی۔ فی الحقیقت جب قابل عزت کیر کی طرح سے پارس پتھری کما جائے تو سب سے زائل ہو جاتا ہے تو کونسی چیز بدتر نہیں ہوتی۔

کلش اور اننت کا بگاڑ اسی رات جب عیاش راجہ محل میں پہنچا تو اُس کے والدین نے سُن لیا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔ انہیں اپنے بیٹے سے محبت تھی۔ جس کی وجہ سے مارے شرم اور دکھ کے وہ عرصہ دراز تک روتے رہے۔ اور آخر کار انہوں نے فیصلہ کر لیا

۵۲۲ نکلے سے مراد چمک ہی ہے جس کا ذکر قبل ازیں شلوک ۵۱۹ میں آچکا ہے

رکھو نیس کے کانڈ ۱۲ شلوک ۴۳ میں ذکر آتا ہے کہ یہ خاموشی ضرور مصیبت لانے کا باعث ہوتی ہے۔ اس شلوک میں غالباً اسی خیال کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

کہ اُسے اُس کے عیوب کی وجہ سے قید کر دیا جائے۔ رات بھر وہ اسی خیال میں لگے رہے کہ اپنے سب سے بڑے پوتے ہرش کو جو رانی بیکا کا بیٹا تھا اور تمام علوم میں مہارت رکھتا تھا تخت پر بٹھایا جائے۔ جب صبح کے وقت انہوں نے راجہ کلش کو بلوایا تو اس نے ڈرتے ڈرتے بچ اور جیاند سے کہا کہ مجھے اپنے باپ سے خوف آتا ہے۔ اسی حالت میں جیاند اُسے ہاتھ سے پکڑ کر اُس کے والد کے کمرے تک لے گیا اور اُس کے پیچھے پیچھے بچ گیا جو نہی وہ اندر داخل ہوا اُس کے باپ نے تھپڑ مار کر کہا۔ ”بد ذات اپنا خنجر رکھ دے“ مارے خوف کے کلش کے اعضا کانپنے لگے لیکن بچ نے اُسے اپنے ہاتھ سے سہارا دیا۔ اور تلوار پر ہاتھ رکھ کر مستقل ارادے کے ساتھ راجہ سے کہا۔ ”مہاراج! گو آپ عزت دار آدمیوں میں سب سے اعلیٰ درجہ رہتے ہیں تاہم کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ عزت دار آدمیوں کو اپنا ذاتی اغراز برقرار رکھنے کا عہد عظیم بھی نہ توڑنا چاہئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں ایک لاج پتر کی حیثیت میں تنخواہ لیتا اور ہتھیار لگاتا ہوں اس وقت تک اپنے آقا کو اس حالت میں چھوڑ دوں جب تک کہ میرے اندر جان ہے۔ آپ باپ ہیں۔ یہ بیٹا ہے۔ مہاراج کسی اور وقت جبکہ میں موجود نہ ہوں جو کچھ آپ کے جی میں آئے کیجئے گا۔“ سادہ لوح راجہ کو اس قسم کے الفاظ کے ساتھ جن کے اندر نازک احساس اور گنوار پن دونوں باتیں موجود تھیں مضطرب کر کے بچ موہ کلش کے دہانے سے چلا آیا۔ دانا آدمی بچ کی فوق الفطرت دلیری کی تعریف کرتے تھے کہ اس نے اشد دیو کے سامنے اس قسم کی کارروائی کی ہے۔ اہل واقعات کے مغلوب کرنے والے زور سے مجبور ہو کر رانی اُس روز خاموش دعا میں محو رہی۔ اگر وہ خود اُس روز کچھ کرتی تو یقیناً دوہیں سے ایک بات ضرور ہوتی۔

یعنی یا تو کلش بالکل تباہ ہو جاتا یا اُسے قید کر دیا جاتا۔ بیج کا پتہ ہوئے کلش کو جلدی سے رانی دہما کے کمرے میں لے گیا۔ یہ چالاک عورت ہر چند کہ جانتی تھی کہ کیا واقعہ ہوا ہے تاہم اس نے یہ کہہ کر کہ میرے شوہر کو در دوسر کی شکایت ہے کلش کے سر پر تیل ملنا شروع کر دیا۔ اس بہانے سے سب لوگوں کو داخل ہونے سے روک کر اس نے اپنے خاوند کو چھپائے رکھا اور بیج کو دروازے پر محفوظ مقرر کر دیا۔ رانی سو یہ متی جب اپنے مراقبے سے فارغ ہوئی تو اُس نے راجہ کو سخت سُست الفاظ کہے اور اس کے بعد اپنے بیٹے کی صحت معلوم کرنے کے بہانے اس کے پاس گئی مگر حیب راجہ بھی اسی طریقے پر کلش کو قید کر نیکا پختہ ارادہ کر کے گیا تو بیج نے اُسے اکیلے ہی اندر داخل ہونے دیا۔

اننت وے کشتیر میں چلا گیا { راجہ کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ میرے ہمراہیوں کو داخل نہیں کیا گیا اور وہ

ناراض ہو کر وجے کشتیر کو چلا گیا لیکن جب وہ معہ اپنی رانی کے اونتی پور میں جو راستہ پر تھا پہنچا تو وشہ وٹ اور دوسرے مقامی برہمنوں نے اُس کے پاس جا کر کہا۔ "مہاراج جیکہ آپ خود اپنے اختیارات کو ہاتھ سے دے چکے ہیں تو اب کس لئے پچھتاتے ہیں؟ بھلا بُرا جو کچھ ہو چکا ہے اُس کے لئے افسوس کرنا فضول ہے۔ آپ کے لئے نامناسب ہے کہ اپنے بیٹے پر الزام دیں کیونکہ آپ کو یاد ہو گا آپ نے خود رعایا کو اس کی شرارتوں کا شکار بنایا تھا۔ ایک مصنوعی بنی ہوئی گڑیا کی مانند راجہ کے اندر بالکل قوت موجود نہیں ہوتی اُس کا اچھا یا بُرا ہونا رعایا کی خوش قسمتی یا بد قسمتی پر منحصر ہے۔ بادل درختوں پر بارش اور بجلی دونوں چیزیں پہنچاتے ہیں اور یہ سابقہ زندگی کے نیک و بد افعال کی جزا و سزا ہے اور یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ آپ آرام حاصل کرنے کے لئے روانہ

ہوتے وقت اپنے نژاد کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں کیونکہ پیچھے آپ کا بدچلن بیٹا موجود ہے۔ کون ایسے شخص سے تعلق رکھنا منظور کریگا جس کے پاس وسائل (دکوش) موجود نہ ہوں گو اُس کی قابلیتیں ایسی ہوں کہ انہیں اعلیٰ درجہ (دبھارا) تک پہنچایا جاسکے اور گو اُس کا خاندان (روش) شریف اور اُس کا چال چلن پاک ہو۔ ایسے ہی کون اُس تلوار کو چھونا پسند کر سکتا ہے جس کا نیاں (دکوش) موجود نہ ہو گو اُس کے پھل میں طاقت (دھارا) ہو۔ اُس کا قبضہ (روش) اچھا ہو اور وہ بالکل بے داغ

(شچی مان) ہو۔ ان الفاظ کو سنکر راجہ نے لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور وہ اسی سوچ میں تھا کہ اس کا بیٹا معہ اپنی بیوی کے اُسے منانے کے لئے آیا۔ وہ شہر کو واپس چلا گیا۔ سوائے شاہی محلات کے اُس کی تمام چیزیں لے لیں۔ اور نہ بچھے ہوئے غصے کے ساتھ واپس روانہ ہوا۔ وہ اپنے ساتھ گھوڑے۔ ہتھیار۔ زرہ اور دوسری چیزیں لیکر چل پڑا اور اس کے بعد رانی کے انتظار میں تھوڑی دیر کے لئے دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔ رانیوں نے اپنی اپنی چیزیں تختہ جہاز پر رکھ دیں اور چلتے وقت محل کی دیواروں میں لوہے کی میخ تک نہ چھوڑی۔ ان واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے لوگ پہلی مرتبہ تو بوقتِ دو انگلی خاش رہے تھے لیکن اب جب انہیں معلوم ہوا کہ کیا ہو رہا ہے تو انہوں نے آہ وزاری کرنی شروع کر دی۔ لوگ جو آئسو بہاتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کی صورت میں کوئی ہدیہ پیش کر کے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ سارا شہر ان کے آگے پھولوں کی مٹھیاں بھر بھر کر پھینک رہا تھا۔ سڑک پر سوائے ان دردناک آوازوں

۵۲۳ اس جگہ اہل شہر کی آنکھوں کو ارگے اور انکے آنسوؤں کو ارگے کے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ پوجا کے اختتام پر دیوتاؤں کو پھول چڑھا کر ارگے کے ذریعے پانی دیا جاتا ہے اور یہاں پر مصنف کا اشارہ اسی طرف ہے۔

کے اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اے باتا! اے پتا! تم اس طرح کہاں جا رہے ہو؟ جب ادھر ادھر سے سڑک پر سے آہ وزاری کی آوازیں بند ہوئیں تو موجوں کی آواز اس طرح سنائی دینے لگی گویا پہاڑ آپس میں سرد بھر رہے ہوں۔ سڑک پر ان کی آہ وزاری سنکر ان کے کان ان آوازوں کے اسقدر عادی ہو چکے تھے کہ تنہائی میں بھی انہیں رہ رہ کر یہی آواز آتی تھی۔ لوگوں نے جب سڑک پر انہیں اپنے بیٹے کی خطا کے باعث اس حالت کو پہنچا ہوا دیکھا تو وہ ان پر ندوں کو بھی لعنت ملاست کرنے لگے جو درختوں پر بیٹھے تھے کہ انہوں نے کیوں اپنے بچوں کی پرورش کی ہے۔ اپنے بیٹے کی بد چلنی کے باعث انکے دلوں میں بے حد غم و غصہ تھا۔ آخر کار جب انہوں نے وجیشور کا مندر دیکھا تو ان کے دلوں کو وہی ہی خوشی حاصل ہوئی جس طرح کسی کو اپنا پیارا رشتہ دار دیکھ کر ہوتی ہے وہ دن انہوں نے وہیں گزارا۔ اپنے خزانے۔ گھوڑے۔ نوکر اور دوسری چیزوں کو ٹھکانے ٹھکانے پر رکھا اور دوسری ضروری تیاریاں کیں۔ اُس جگہ میں جہاں اُنکے خزانے کی تھیلیوں کا ڈھیر پڑا تھا منڈیاں ایندھن کی گیلیوں سے ڈھپی ہوئی نظر آتی تھیں۔ تنوگ راج۔ گنگ اور دوسرے رشتہ داروں کے بیٹے انت کے ہمراہ گئے اور ایسے ہی سوربہ ورم چند اور دوسرے

۵۲۲ اصل کتاب میں لفظ گنڈالی استعمال ہوا ہے جس کے معنی کشمیری زبان میں ایک ٹیکا کار نے گنیر یعنی لکڑی کی گیلی کے لئے ہیں۔ سٹائن صاحب کو چونکہ اصل سنسکرت لفظ کے معنی کسی لغات سے نہیں مل سکے اس لئے انہوں نے اس ٹیکا کار کی شرح کے مطابق ہی معنی لکھ دیئے ہیں لیکن یہ تشبیہ اس صورت میں زیادہ واضح ہو سکتی ہے کہ ہم فرض کر لیں گنڈالی سے مراد اوپلوں وغیرہ سے ہو بہر نوع ہمارے اس خیال کی کسی خاص طریقے پر تصدیق نہیں ہوتی۔

۵۲۵ ڈامری بھی۔ راجہ نے کثیر بھوپ اور دوسرے ڈامروں کو اپنی اپنی جگہ نوگر وغیرہ میں متعین کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ مشہور و معروف راجہ انت نے تمام تفکرات چھوڑ دیئے اور ویشنور میں اُس کے دن بڑی خوشی سے کٹنے لگے۔ راجہ پتر۔ سوار۔ سپاہی اور ڈامر سب پورا نے راجہ کے پاس رہنے لگ گئے۔ چونکہ وہ لوگ سمیت ۴ (۱۰۷۹) کے ماہ جیٹھ میں سری نگر سے روانہ ہوا تھا اس لئے وہ کثیر میں پہنچ کر اُسے بہشت کا لطف آیا۔

دوسری طرف کلش نے راجہ کے رخصت ہونے کے بعد دیکھا کہ زمین کی ساری دولت اس طرح زائل ہو چکی ہے جس طرح محافظ سانپ کے چلے جانے کے بعد چھپے ہوئے خزانے کی جگہ خالی نظر آتی ہے۔ اپنے عہد حکومت کو چمکدار بنانے کے لئے ہر چند کہ اُس کے پاس وسائل موجود نہ تھے تاہم اس نے بیج اور دوسروں کے ساتھ مشورہ کر کے عزت دار شخصوں کو سرکاری اہلکار بنا دیا۔ جیانشو کو وزیر اعظم (سر و ادہی کار) کا عہدہ دیا اور وراہ دیو کو جو موضع و تشتا تر کا ہے والا تھا دوارپتی بنا دیا۔ اسی طرح وہی متر جو جندوراج کے عہد کمان افسری میں کپڑوں کا منتظم تھا کمانڈر انچیف بنا۔

کلش کا حملہ انت پر دوسروں کو بھی ان کی قابلیتوں کے مطابق

۵۲۵ نوگر اس پہاڑی سطح مرتفع کا نام ہے جس کا نام آجکل نوگر اور مشہور ہے اور جو جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف دریا کے بائیں کنارے پر پھیلی ہوئی ہے دیکھو وگنی صاحب کی کتاب ٹریولس جلد ۲ صفحہ ۳۹ - وچ برور (ویشنور) اور سری نگر کے درمیان دریا کے بائیں کنارے جس قدر سیدھی سڑکیں ہیں ان سب پر اس سطح مرتفع کا اقتدار ہے آگے چل کر صرف ایک مرتبہ ترنگ ۸ کے شلوک ۵۹۵ میں اس کا ذکر آتا ہے۔

سرکاری عہدے دینے کے بعد کلش اس مطلب کے لئے سرمایہ جمع کرنے لگا کہ اس کا ارادہ اپنے باپ سے جنگ کرنے کا تھا۔ جیانتہ چونکہ پیادہ فوج جمع کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے دولت مندوں سے روپیہ قرض لیا اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ وہ غرت دار ہیں یا بے عزت۔ پیادہ فوج جمع کر کے وہ بچ اور دوسرے راج پتروں کی ایک جماعت ساتھ لیکر بڑھے راجہ کے ساتھ لڑائی کرنے چلا۔ اس اثناء میں چند راج بھی اپنے قید خانے سے نکل آیا تھا اور کلش نے اُسے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے لئے رضامند کر لیا تھا اب وہ شمشک کے راستے حملہ کرنے بڑھا۔ ڈامروں۔ سواروں اور اُن لوگوں نے جو بڑھے راجہ کے طرفدار تھے جب ان لیڈروں کی کوششوں کا ذکر سنا تو انہیں جوش آگیا اور وہ شوق کے ساتھ اُس کے حامی بن گئے۔ وجیشور کا سارا میدان جو چتر شاہی سے ڈھپا ہوا تھا اور اس طرح پر ایک جنگل (چتر چھایا توئی) سے مشابہ تھا اس وقت تنگ ہو گیا جبکہ اس میں وہ سوار جمع ہوئے جن کے گھوڑے سامنے رکھا ہوا گڑ (نہاری) کھا رہے تھے بڑھا راجہ نہایت پیش میں آگیا لیکن سور یہ متنی کو چونکہ اپنے بیٹے کی ماتا تھی اس لئے اس نے اپنے شوہر سے بمشکل دو دن کے التوائے جنگ کی مہلت حاصل کی۔ رات کے وقت اس نے مٹے اور دوسرے معتبر برہمنوں کو روانہ کیا اور ماتا میں آکر ان کی زبانی اپنے بیٹے کو ذیل کا خفیہ پیغام بھیجا۔

اے بیٹا! تمہارے من میں یہ کیسا انقلاب واقعہ ہوا ہے کہ تم اپنے باپ کے ساتھ جس کی بہادری خوفناک ہے لڑنے پر آمادہ ہوئے ہو؟ یاد رکھو کہ اس سے تمہاری تباہی کا اندیشہ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم ایک پتنگ کی طرح اُسکے غصے کی آگ میں داخل ہونا چاہتے ہو۔ جس نے محض تیوڑی پر بل ڈال کر دروں کے

باجہ اور اپنے دو کمر مخالفوں کو تباہ کر ڈالا تھا؟ راجہ آگ کی مانند ہے جب وہ ایک بار گھوڑے پر سوار ہو گیا تو پھر تمہاری فوجوں کو جو گھاس کی مانند ہیں کون بچائے گا؟ تمہاری فوجوں کی کیا ترتیب۔ کیا بہادری اور کیا وسائل ہیں جنگی بناء پر تم حماقت سے اُس شخص کے ساتھ جو سب میں زیادہ مضبوط ہے لڑنے آگئے ہو؟ قسمت کی مرضی کے مطابق وہ ساری سلطنت تمہیں دے آیا ہے۔ تم اُس میں خوشی مناؤ۔ تمہارے والد کے ایک مقدس مقام پر رہنے سے تمہیں کیا نقصان پہنچتا ہے؟ اس خوفناک طریقے پر لوگ تمہارے درمیان نفاق ڈلوانا چاہتے ہیں ان کے سیکھے سکھائے تم جو پہلے ہی غریب ہو چکے محتاج ہو جاؤ گے۔ اپنی فوجوں کو واپس لے جاؤ۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اپنے باپ کی طرف سے کچھ خوف نہیں۔ بلکہ وہ چونکہ راست شعار ہے اس لئے تمہیں واجب ہے کہ حلیما نہ الفاظ کے ذریعے اس کی ناراضگی رفع کرو۔“

کَلش کی واپسی { جب بیٹے نے قاصدوں کی زبانی اپنی ماں کی طرف سے یہ خفیہ پیغام سنا تو اس نے رات ہی رات میں تمام اطراف سے فوجیں ہٹالیں اور واپس چلا گیا۔ جب رانی نے فوجوں کی واپسی کا ذکر سنا تو وہ صبح کے وقت اپنے مشوہر کے پاس جسے قاصدوں نے یہ خوشخبری سنائی تھی گئی اور اُسے لعنت ملا مت شروع کر دی۔ ہر چند کہ رانی نے انکے باہمی جھگڑوں کو بند کر دیا تھا تاہم شریر لوگوں کے سکھائے پڑھائے انکے من میں پھر رہ رہ کر اوبال آجاتا تھا۔ جس طرح گیلہ کیڑا باوجود بار بار مرمت کرنے کے پھٹتا جاتا ہے ویسے ہی دشمنی کا یہ خاصہ ہے کہ گو اسے دبا یا جلے تاہم وہ رہ رہ کر دل میں داخل ہوتی ہے۔ جب راجہ دربار عام میں یا دوسری جگہ اپنے بیٹے کے افعال کا ذکر سنکر ملول دل کے ساتھ گہرا آتا تھا تو اپنی

گستخ رانی کی باتیں سُکھ رہے اور بھی افسردہ ہو جاتا تھا۔ یہ قدرتی طور پر نیک دل راجہ ہر روز دن کے وقت تپش (غصہ) میں آتا اور رات کے وقت ٹھنڈا ہو جاتا تھا اس وقت اس کی حالت اس صاف پانی کے چشتے کی مانند تھی جسے موسم خزاں خشک کر دیتی ہے اور اس حالت میں وہ دن کے وقت گرم اور رات کے وقت ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ بیٹے نے ان لوگوں کی جائداد اور مکانات تباہ کروا دیے جو اس کے باپ کے طرفدار تھے لیکن زن مرید باپ نے اس پر کچھ بھی کارروائی نہ کی۔ رانی اپنے بیٹے کی محبت میں اندھی ہو رہی تھی اس کے سخت الفاظ اور اپنے ہمراہیوں کی تکلیف سے دق آکر راجہ کی حالت واقعی افسوس ناک ہو رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ شاہی اعزاز اپنے بیٹے سے واپس لے لے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی فوج میں بہادر آدمی موجود نہیں۔ اس کے علاوہ جندوراج کی بہادری کو وہ یوں بھی حقیر خیال کرتا تھا۔

جب اپنے بیٹے کو معزول کرنے کی خواہش میں انت نے تنوگ کے بیٹوں کو شاہی اعزاز پیش کیا جو اسے لینا نہ چاہتے تھے تو رانی نے اس دُرسے کہ اُس کے اپنے جانشین مصیبت میں پڑ جائیگے رات کے وقت راجہ سے مشورہ کیا اور قاصدوں کے ذریعے ہرش کو اس غرض سے بلایا کہ اُسے راجہ بنا دیا جائے۔

انت کا ہرش کو طلب کرنا [جب ہرش کو اُس کے دادا کے قاصد بلائے گئے تو گو اُس کی نگرانی کرنے کے لئے پہرہ دار متعین تھے پھر بھی وہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کا گھوڑا خیال کی طرح تیز رفتار تھا جسے ایڑ لگا کر اس نے پانچ ^{۵۶۶} یو جن کا فاصلہ چشمزد ^{۵۶۷} سری نگر سے وچ برو تک سہراہ راست سڑک کا راستہ قریباً ۳۰ میل ہے

میں طے کر لیا اس گھوڑے کو اعلیٰ درجہ کی تربیت دی ہوئی تھی بہت سے فوجی گھوڑوں نے اُس کے پیچھے چلنے کی کوشش کی لیکن تھک ہار کر مڑک ہی پر رہ گئے۔ جب اس نے وہ کشتیر میں پہنچ کر اپنے آپ کو دادا اور دادی کے پاؤں پر گرایا تو انہوں نے اس پر خوشی کے آنسوؤں کے قطرے چھڑکے اور اس طرح پر رسم ابھی شیک (تخت نشینی) ادا کی۔

ادھر کلش اپنے بیٹے کے چلے جانے پر دل ہی دل میں کانپنے لگا۔ اور اپنے والدین کو رضا مند کرنے کی خواہش میں اس نے مخالفت کے کام کرنے ترک کر دیئے۔ اس نے دور اندیشی سے شہر سے ہر ش کے پاس خطوط بھیجے اور ملک کی بد امنی کی حالت میں علانیہ طور پر اپنی دشمنی کا اظہار نہ کیا۔ اس طرح پر تھوڑے عرصے کے لئے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کلش اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کر رہا ہے لیکن حقیقت میں اس کی اپنے باپ کے ساتھ جو مخالفت تھی وہ بڑھتی جا رہی تھی۔ جب کلش کے حکم سے کمانڈر انچیف کشالی کی طرف جانے لگا تو رانی نے اپنے شوہر کو اس بات پر رضا مند کر لیا کہ اطاعت گنہاری

اس جگہ جو پانچ یوجن یا بیس کر دوش کا ذکر آیا ہے وہ اُس صورت میں اس فاصلے کے مطابق ہو سکتا ہے اگر ہم خیال کریں کہ کر دوش سے مراد جدید کشمیری کو وہ دکوس کی طرح ڈیڑھ میل سے ہے۔

۵۲۷ سٹائن صاحب کا خیال ہے کہ اس جگہ جس علاقے سے مراد لی گئی ہے یہ وہی کشالیہ ہے جس کا ذکر پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی میں آتا ہے۔ اور جس کا موجودہ نام "کے شال" ہے اس کے محل وقوع کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۲۸ کتاب ہذا کے شال سے درہ مرہل سے ہوتی ہوئی جو سڑک براہ راست جاتی ہے وہ وچ برور کے پاس سے ہو کر گذرتی ہے۔

کے بعد اُسے گزر جانے دیا جائے۔ چونکہ باپ بیٹے کی دشمنی سے ملک تباہ ہو رہا تھا اس لئے برہمنوں نے اس مخالفت کو روکنے کے لئے دونوں کے خلاف پرائے اپویش شروع کیا جس پر ان کے مطالبے کے مطابق فریقین میں مصالحت ہو گئی اور راجہ اور رانی دو ماہ کے عرصے کے لئے شہر کو چلے آئے مگر حبیب انہوں نے سنا کہ جیانتہ اور دوسروں کے کہنے سننے سے ان کا بیٹا انہیں قید کر سکی تیاری کر رہا ہے تو وہ مضطرب ہو کر واپس چلے گئے۔ اور پھر وجیشور میں جا پہنچے۔ بیٹے نے رات کے وقت انت کے چارے کے گٹھوں میں آگ لگا دی اور اس کی پیادہ سپاہ کو زہر۔ تلوار اور آگ کے ذریعے مروا ڈالا۔

ہر چند کہ اس طرح پر دشمنی بڑھتی جا رہی تھی تاہم مامتا کی ماری عابد رانی اپنے شوہر کو بیٹے کی تنبیہ سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ان ایام میں گڈانامی ایک بدچلن چھیرن یہاں رہتی تھی جس کا عاشق ایک گنجا ڈامر ٹھک نامی تھا اور جس کے دل پر وہ پورا قبضہ رکھتی تھی جب کبھی کلش کے ہمراہی اُس کے والدین کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اس جوڑے سے تشبیہ دیا کرتے تھے تو اُس کا چہرہ خوشی سے روشن ہو جاتا تھا۔ راجہ اور رانی کے دل میں جو غم پیدا ہو گیا تھا وہ انہوں نے عبادت کے بڑے بڑے کاموں کے ذریعے دور کیا اور تلو پرش کا دان کیا۔

کلش کا آگ لگو کر { باعث اپنی دولت کے جب ان کی حالت میں کوئی فرق واقع نہ ہوا تو ان کے ناخلف بیٹے نے غصے میں آکر رات کے وقت ان کے مکان کو آگ لگا دی

۵۲۸ تلو پرش سے مراد تلادان سے ہے جس میں بوقت خیرات قدیم راجہ اپنے وزن کے برابر سونا دان کیا کرتے تھے۔

جس کے ذریعے وجیشور کا شہر خاک سیاہ ہو گیا اور ساتھ ہی راجہ کا سارا ذخیرہ جل گیا۔ مصیبت زدہ رانی کو جو ہر چیز کے جاتے رہنے کے غم میں موت تلاش کر رہی تھی بالآخر تنو نگ کے بیٹوں نے بمشکل چلتے ہوئے مکان سے باہر نکالا۔ راجہ کے تمام سپاہی چونکہ کپڑے اُتار کر سوئے تھے اور رات کے وقت بستروں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اس لئے اُنکے واسطے سوائے آسمان کے کوئی پوشش باقی نہ رہی۔ محل کے سب سے اونچے چبوترے سے اس آگ کو دیکھ کر راجہ کلش مارے خوشی کے اُن شعلوں کے ساتھ ساتھ جو آسمان تک پہنچ رہے تھے ناپختہ لگ گیا۔ راجہ کی تمام چیزیں ضائع ہو گئیں اور وہ دریا کے دوسرے کنارے کی طرف چلا گیا گو مہ اپنی رانی کے وہ ناقابل عیوٰی بحر غم میں ڈوبا جا رہا تھا۔

صبح کے وقت رانی کو جو اہرات کا بنا ہوا ایک لنگ دستیاب ہوا جو آگ سے بچ رہا تھا اس نے اُسے خاندان تاک کے آدمیوں کے پاس جو وہاں آگئے

۵۲۹ لفظ تاک سے مراد یہاں کسی خاندان کا نام معلوم ہوتا ہے سٹائن صاحب کو جو اس بارے میں اطلاع حاصل ہوئی ہے اُس سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ آج تک وج برور میں تاک نامی ایک مسلمان خاندان کی یاد باقی ہے جو کسی زمانہ میں وہاں آباد تھا سنا گیا ہے کہ اس صدی کے ابتدائی حصہ تک اس خاندان کے لوگ تاجروں کی حیثیت میں بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ پروفیسر بوہلر نے سٹائن صاحب کو بتایا تھا کہ اس خاندان کا نام تاک اس اعتبار سے تھا کہ وہ کسی زمانہ میں تک دیش سے تعلق رکھتا تھا انہوں نے یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ مدن پال کے عہد میں تاک کا نام اسی ضلع کے ایک باشندے کے متعلق استعمال ہو رہا ہے۔ مدن پال کا نسب نامہ کتاب ”مدن پارسی جات“ کے شروع میں دیا ہوا ہے۔

تھے۔ لاکھ دینار کو فروخت کر دیا۔ اس روپیہ سے کھانا اور کپڑا خرید کر نوکر کو دیا اور اس کے بعد خود بٹے ہوئے مکانات کو چلی گئی۔ جن کی راکھ کے نیچے سے راجہ کو اس قدر سونا اور قیمتی چیزیں ملیں کہ ان کا ذکر سنکر ہمیں حیرت ہوتی ہے راجہ معہ اپنے ہمراہیوں کے اُس شہر میں جو چٹائی کی بنی ہوئی چھتری ناچھتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور اب ایک ویران جنگل کی صورت اختیار کر چکا تھا بود و باش رکھتا تھا۔ بوڑھے راجہ نے اس شہر کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے پاس اس قدر سرمایہ موجود تھا تاہم وہ اس کام میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ محض یہ تھی کہ اُس کی طرف سے ضروری احکام ^{۵۳۱} حاصل نہ تھے۔ نیا راجہ جو تکہ اپنی مال کی مہربانی کی وجہ سے ہر کام بے روک کر سکتا تھا اس لئے وہ مختلف بُرے طریقوں پر اپنے باپ کو ہمیشہ تکلیف پہنچا رہا تھا۔

کلش کا انت کو کشمیر
چھوڑ جانیکا پیغام بھیجنا

کلش چاہتا تھا کہ میرا باپ ملک چھوڑ کر چلا جائے چنانچہ قاصدوں کے ذریعے اس نے رہ رہ کر یہ پیغام بھیجا کہ وہ پرئوس کو روانہ ہو جائے اس کی با اثر رانی بھی طعنے دے دیکر اُسے اس بات پر آمادہ کر رہی تھی اس پر ناراض ہو کر اس نے خلوت میں اس وقت جبکہ صرف تنو نگ کا بیٹا ٹھکن موجود

۵۳۰ اس شلوک میں راجہ کی جس کاہلی کا اظہار ہوتا ہے اُس کے متعلق لارنس صاحب کی کتاب ویلی کے صفحہ ۲۷۸ پر سے ذیل کا اقتباس درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے اور اس میں بہت کچھ سچائی بھی ہے کہ کشمیری کو کسی دعوت میں شریک ہونے کے لئے بھی کہا جائے تو وہ اُس وقت تک بھی نہیں جاتا جب تک کہ اُسے مجبور نہ کیا جائے ایسے ہی جب کبھی فصلوں کو کسی تباہی سے بچانے کے لئے جلدی کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اہل وہ خود کہا کرتے ہیں ہمیں روپیہ نہیں بلکہ جبر درکار ہے۔

تھا۔ اس قسم کے سخت الفاظ کہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی استعمال نہ کئے تھے۔

عزت۔ توقیر۔ بہادری۔ شاہی اعزاز۔ طاقت۔ ذہانت اور دولت افسوس وہ کونسی چیز ہے جو میں نے اپنی رانی کے کہنے پر عمل کر کے ضائع نہیں کر لی؟ لوگ کہا کرتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے لئے محض ایک غیر ضروری چیز ہیں۔ لیکن انجام کار ثابت ہوتا ہے کہ مرد عورتوں کے ہاتھ میں محض ایک کھلونا ہیں۔ اس دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو جذبات بد رکھنے والی عورتوں کی نفرت یا غیر مطمئن استریوں کے شکوہ و شکایت کے باعث موت کا شکار نہیں ہوا۔ بعض عورتوں نے جادو کے زور سے اپنے خاوندوں کی وجاہت کو زائل کر دیا ہے بعض نے ان کی طاقت کو۔ بعض کی بدولت ان کے شوہروں کی ذہانت جاتی رہی ہے اور بعض کی بدولت شجاعت۔ بعض ایسی بھی ہیں جنہوں نے اپنے خاوندوں کی جان تک لے لی ہے۔ جس طرح دریا بادلوں سے برسے ہوئے پانی کی وجہ سے طغیانی میں آکر (پٹو دھرونت یا ت) ان پتھروں کے ذریعے جو وہ اپنے ہمراہ لاتے ہیں زمین کو تباہ کر دیتے ہیں ایسے ہی اپنی ابھری ہوئی چھاتیوں (پٹو دھرونت یا ت) پر فخر کرنے والی عورتیں کسی دوسری نسل کے جنے ہوئے بیٹوں کو بدل کر اپنے شاہی خاوندوں کے ملک کو تباہ کر دیتی ہیں۔ عورتیں اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں لیکن اپنے شوہروں کو تباہ کرتی ہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ (بچے) ہماری آخری عمر کا سہارا ہیں۔ بخلاف اس کے ان از کار رفتہ شوہروں سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر چند کہ میں شروع ہی سے اپنی بیوی کی خطاؤں سے واقف تھا تاہم اپنے اعلیٰ درجہ کا لحاظ رکھتے ہوئے میں نے اسے ذیل نہیں کیا۔ یہ غالب عورت اس دنیا میں میری خوشی تباہ کر کے دوسری دنیا میں بھی

میری خوشی کی امید کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں قریب المرگ ہوں
چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ سفید بال نکل آئے ہیں۔ میں اگر وہے کشتیر میں نہ
رہوں تو اور کس جگہ میرا جانا واجب ہے؟ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے میں شوچی
کے مقام رہائش کے دروازے کے قریب ٹہرنے کی خواہش کو دور کر سکتا ہوں
جو میرے گناہوں کو زائل کرنے کا واحد درجہ ہے۔ لازم ہے کہ
بیٹا دونوں جہاں میں اپنے باپ کا محافظ ہو۔ مگر اور کس کا ایسا بیٹا ہوگا جو چاہتا
ہے کہ میں ایک مقدس مقام کو چھوڑ کر بُری راہ پر جان دوں؟ اکثر مرتبہ وہ رانی
ہوئی کہانی اب میرے دل کو جیتی ہے کہ یہ بیٹا کسی اور نسل سے ہے اور رانی
نے اسے بدل دیا ہے۔ انسان کو جان لینا چاہئے کہ وہ بیٹا جو شکل و شبہا ہست
اور اطوار میں مختلف ہو۔ اپنے رشتہ داروں سے دشمنی رکھے۔ باپ کے لئے
اُس کے دل میں محبت نہ ہو تو وہ ضرور کسی دوسرے کے نطفے سے ہے۔“

جبکہ اُس کا شوہر اپنے جوش کی روکاؤٹ دور کر کے جس کے باعث اُسے
ایک عرصہ دراز کے بعد اپنے محسوسات کو ظاہر کرنے کا موقع ملا بول رہا تھا تو
رانی کے دل پر نمک چھڑکا جا رہا تھا۔ جب ایک رشتہ دار کی موجودگی میں رانی
کو ایسے سخت الفاظ سے مخاطب کیا گیا اور اس کے بیٹے کی اصابت کا راز
طشت از بام ہوا تو اس نے بدرجہ غایت اپنی ذلت محسوس کی۔ یہ افواہ پھیلی
ہوئی تھی کہ کلاش پر ششت نامی ایک مہاتما ^{۵۳۱} کا بیٹا تھا اور رانی نے اپنے بیٹے کی

۵۳۱ مہاتما سے مراد اس جگہ کسی عمدہ دار سے معلوم ہوتی ہے لیکن اُس کا درجہ

واضح نہیں۔ ترنگ، کے شلوک ۱۱۱۰۶-۱۱۱۰۷-۱۱۱۰۸ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۵۶۰ و ۵۶۱
میں ہسٹل نام ایک اہمیت رکھنے والے شخص کا ذکر مہاتما کے طور پر ہوا ہے۔ آخری
شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مہاتما موجود ہو سکتے تھے۔

موت پر اس کی پرورش شروع کر دی تھی۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو مطیع رکھتی ہیں اپنے شوہر کی زبانی کھری کھری باتیں سننا ایک قسم کی بے غرتی خیال کرتی ہیں گویا کسی اونٹنے ترین درجے کے شخص نے انکے سر پر لات ماری ہو۔ غصے میں آکر اس نے ایک گنوار عورت کی طرح بلند آواز پر جوش الفاظ میں جنگی نامناسبیت سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنا سگہ جمانے کی عادی ہے اپنے شوہر کو بدیں الفاظ مخاطب کیا۔

”یہ منگتا۔ بھکاری۔ بیوقوف جس کا ساتھ خوش قسمتی نے چھوڑ دیا ہے اور جو فضول ہی بڑھا ہو گیا ہے یہ احمق نہیں جانتا کہ کس موقع پر کیا کہنا چاہئے۔ وہ جس کے پاس غسل خانے سے نکلتے وقت اپنے آپ کو ڈھکنے کے لئے کپڑا تنگ نہ تھا سب لوگ جانتے ہیں کہ جب اس نے مجھے حاصل کیا تو کیا گنوا یا؟ جو کچھ تم نے میری نسبت کہا ہے وہ تمہاری اپنی رشتہ دار عورتوں کے متعلق صادق آسکتا ہے۔ اب تو یہ کرنے کا وقت ہے پھر تم کیوں تائب نہیں ہوتے؟ ممکن ہے لوگ کہیں کہ وہ تکمسا ہے۔ اپنے زمانے کو گزار چکا

ایک اور خطاب مہتر کا ہوتا ہے جس کا ذکر شلوک ۶۵۹ میں آتا ہے۔

لوک پرکاش کے ادھیائے میں اہلکاروں کی جو فہرست آئی ہے اُس میں راج مہاتما کا نام بھی موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا تعلق شاہی عدالت البصاف سے ہوا کرتا تھا۔

۵۳۲ کشمیری عورتیں عام طور پر جن گالیوں کو استعمال کرتی ہیں ان کا کلہن ہو بہو نقشہ کھینچ دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کشمیر میں عورت جب مرد کو برابر سے جواب دیتی ہے تو اس میں زیادہ تر اس کی رشتہ دار عورت کو کو سا جاتا ہے۔

جو شخص نہایت غریب ہو اُس کے متعلق کشمیر میں یہ محاورہ مشہور ہے ”مران پتھہ تی چوٹی نا“ جس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پاس نہانے تک کی لنگوٹی نہیں ہے۔

ہے۔ بیٹے نے اُسے ملک بدر کر دیا ہے اور اب اس کی بیوی بھی اُسے چھوڑ جاتی ہے۔ نے الحقیقت یہی بات ہے جس کا مجھے خوف ہے۔“

رانی کے الفاظ سے جو نہایت تلخ تھے اور جس میں اُسکے **انت کی خودکشی** [خاندان کی بدنامیوں کے حوالے موجود تھے دکھی ہو کر

راجہ خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں اُس پلنگ کے کنارے پر سے جس پر وہ لیٹا کرتا تھا خون کی ایک ندی بہتی ہوئی صاف طور پر نظر آئی۔ گو اس کی صورت میں کسی قسم کی تبدیلی واقعہ نہ ہوئی تھی۔ رانی حیران تھی کہ اسی اثناء میں ٹھکانے میں آنکھوں میں آنسو بھر کر بیان کیا کہ راجہ نے غصے میں آ کر اپنی مقعد میں چھری مار لی ہے۔ اب راجہ نے شرمندہ ہو کر بڑے استقلال کے ساتھ کہا باہر یہ مشہور کر دو کہ راجہ کو جہریان خون کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔“

جو راجہ عورتوں کی مرضی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ جو اُس نوکر پر از سر نو بھروسہ کرتے ہیں جو پہلے بد معاشر ثابت ہو چکا ہو۔ جو اپنے تاواجب حملوں کے ذریعے ایک چھوٹے دشمن کو بھی اہمیت دے دیتے ہیں ایسے راجہ چونکہ عاقبت اندیش نہیں ہوتے اس لئے بہت جلد موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۳۳ خودکشی کرنے کے لئے مقعد میں چھری مارنا بادی النظر میں ایک عجیب طریق معلوم ہوتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مختلف مورخوں نے اسے میں مختلف آرا کا اظہار کیا ہے چنانچہ منشی محمد الدین صاحب فوق اپنی تاریخ کشمیر میں لکھتے ہیں کہ راجہ نے اپنے سینہ میں چھری ماری۔ پنڈت ہر گوپال صاحب کول مصنف گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں کہ اس نے جگر میں چھری ماری تھی۔ بابو گویش چندر دت نے اس بارہ میں کچھ بھی توضیح نہیں کی اور صرف اتنا لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے کہ راجہ نے اپنے آپ کو تلوار سے زخمی کر لیا۔ ہر نوع اس سے اگلے شلوکوں پر نظر رکھی جائے تو یہی بات قرین قیاس نظر آتی ہے کہ اس نے اپنی مقعد ہی میں چھری ماری ہوگی۔

راجہ کے نوکروں نے اس راز کو محفوظ رکھا اور یہ بات مشہور کر دی کہ راجہ گھوڑے پر سوار تھا۔ موسم خزاں کی گرمی میں اُسے پیاس لگی اور اس نے دھانوں کے کھیت کا پانی پی لیا جس سے اُسے جریان خون ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی شخص حقیقت حال سے واقف نہ ہو سکا۔ غرض یہ راجہ وجیش کے مندر کے سامنے لوگک سہک ۵۴ (صفحہ ۵۴) ماہ کا تک کی پورنامشی کو اس جہاں سے رحلت کر گیا۔

اس راجہ کو جس کے لئے آرام کا عادی ہونا لازم تھا بالآخر اپنی بیوی اور بیٹے کی تکالیف سے نجات پا کر ٹانگیں پسارنے اور سونے کا موقع مل گیا!! موت کے بعد اُسے کسی پر اور نہ کسی کو اُس پر شکوہ اور گلہ رہا اور اہل نے اس متکبر راجہ کو خوش اور مطمئن بنا دیا۔ سنگرام راج کا وارث زمین پر ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا سویا پڑا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی کو اس کی چاہ نہیں اور وہ محتاج ہے! اپنی زندگی میں جن جن چیزوں سے وہ واقف ہوا تھا اس طویل نیند کے ساتھ ہی اُن سب سے دست کش ہو گیا۔ اب اُسے نہ تو اپنے دوستوں کی آہ و زاری سے خوشی تھی اور نہ مخالفانہ الفاظ سے ناراضگی۔ جب اس طرح پر اخلاق سے بعید الفاظ استعمال کرنے کی خطا کی تو بے طور پر شوہر اپنی جان قربان کر چکا تو رانی بھی اپنی ممنونیت کے اظہار کے طور پر اُس کے ذاتی معاملات کی محافظ بن گئی۔ اور اپنے شوہر کا لین دین صاف کرنے کے لئے اس نے شاہزادے سے لیکر چندال تک ہر شخص کی واجب الادا رقوم بڑے اطمینان کے ساتھ ادا کر دیں اور حسب سب لوگوں کو اُن کی رقمیں مل چکیں تو اس نے وجیش کے شوہر کے سامنے ان سے بطریق کوش حلف لیا کہ میرے پوتے (دہرش) کی محافظت رکھنا۔ جب اس کے پوتے نے حلف لیتے

ہوئے روتے روتے اُس کے پاؤں پر اپنا سر رکھا تو اس نے اس کی پیشانی پر
بوسہ دیکر کہا۔ اپنے یاب پر اعتبار نہ کرنا۔“

رانی نے اُٹھ کر ایک سستی کے طور پر اپنے ہاتھ میں
انت کی آخری رسوم چھڑی لے لی اور آخری مراسم کی آدائیگی کے لئے

آراستہ ہوتے ہوئے وہ اپنے شوہر کے دربان کے فرائض سرانجام دیتی رہی
پہلے اس نے ایک سو سواروں کو اپنے پوتے کی نگرانی کا حکم دیا اور اسکے

بعد اپنے شوہر کو اربھی پر لٹا کر باہر بھیج دیا۔ اس طرح پر ایک رات اور آدھا
دن گزار کر اس وفادار عورت نے شو و جیش کی پوجا کی اور خود بھی ایک ڈولی

میں پیٹھ کر روانہ ہوئی۔ جب لوگوں نے ان دونوں کو جلتے ہوئے دیکھا تو انکی
آہ وزاری سے جن میں گھنٹوں اور گھڑیاؤں کی آواز ملی ہوئی تھی ایسا معلوم

تھا گویا افق پھٹنے لگے۔ ارٹھی کو جواہرات سے سجایا ہوا تھا اور اُس پر جھنڈیاں
لگائی ہوئی تھیں۔ لوگوں کے چلنے پھرنے میں ان کی تصاویر جب ان جواہرات

میں منعکس ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ راجہ کے قریب ہیں اور
اس کے نیچے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جن شہزادوں نے ارٹھی کو اپنے

کنڈھوں پر اٹھایا ہوا تھا ان کے لمبے بال ہوا میں لہراتے ہوئے شاندار
چنوروں کی مانند معلوم ہوتے تھے جو اس راجہ پر اس ارٹھی کے اندر موجود تھا

ہٹائے جا رہے ہوں۔ فوجوں کی آخری خدمت دیکھ کر جب رانی مرگٹ میں پہنچی
تو اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا معلوم نہیں مانتا کی وجہ سے جس کا چھٹنا

محال ہے یا کسی اور باعث سے اس نے اس وقت اپنے بیٹے کو دیکھنے کی
خواہش کی۔ ہوا میں جو گرد و غبار پیدا ہو گیا تھا اس کی نسبت یہ خیال کر کے

کہ وہ اُس کی مسلح فوج سے پیدا ہوا ہے اس نے اضطراب کے ساتھ دیکھنا

شروع کیا کہ شاید کلش آ رہا ہو۔ عین اس وقت چند آدمی شہر سری نگر والی سڑک پر سے ہوتے ہوئے وہاں پہنچے اور رانی نے اُن سے خود پوچھا کیا کلش آ گیا ہے؟ لیکن بیٹے کو جس نے اپنی ماں کے پاس آنے کی خواہش کی تھی اس جھگڑے کو پیدا کرنے والوں نے مختلف طریقوں پر ڈرا دھمکا کر روکے رکھا تھا۔

سوریہ متی کا سستی ہونا { آخر کار رانی اپنے بیٹے کو دیکھنے سے مایوس ہو گئی اس نے دریائے وٹٹا کا پانی مانگا اور اس کے بعد حسب ذیل شلوک پڑھا۔

”جو لوگ دریائے وٹٹا کا پانی اپنے جسم میں لیکر مرتے ہیں اُنہیں اُن لوگوں کی طرح جو مقدس تعلیم کا پرچار کرتے ہیں یقیناً نجات حاصل ہو جاتی ہے۔“

جب پانی اُس کے پاس لایا گیا تو اس نے اُسے پی کر اپنے جسم پر چھینٹے دیئے اور جن لوگوں نے بدگوئی کر کے باپ بیٹے میں تفرقہ پیدا کیا تھا انہیں یہ الفاظ ذیل بد دعا دی۔

”جن لوگوں نے ہم دونوں اور ہمارے بیٹے میں مہلک دشمنی پیدا کی ہے وہ بھی مع اپنے مورثوں کے بہت جلد مر جائیں۔“

دکھی رانی کی اس اُٹل بد دعا سے جیاً نند جنموراج اور دوسرے لوگ قبل از وقت مر گئے۔ ہلد کے اُس کے معتبر مشیر ہونے کی حیثیت میں لوگوں میں جو طرح

۵۳۴ یہ شلوک کسی قدر اختلاف کے ساتھ آپوران میں پایا جاتا ہے یہ امر بالکل اغلب ہے کہ کہلن نے اسے وہیں سے حاصل کیا ہو۔ آجکل کے پندتوں کی طرح یقیناً وہ ایک ایسے مشہور تیرتھ کے مہاتم سے باخبر ہوگا۔ چونکہ ہندوستانی مصنفوں کی عادت ہے کہ وہ جس بات کو خواہ وہنا ہو زبانی ہی بغیر اصل کتاب کو دیکھے پیدا کرتے ہیں اس وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے۔

ہوئے روتے روتے اُس کے پاؤں پر اپنا سر رکھا تو اس نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیکر کہا۔ اپنے باپ پر اعتبار نہ کرنا۔“

رانی نے اُٹھ کر ایک سستی کے طور پر اپنے ہاتھ میں **انت کی آخری رسوم** چھڑی لے لی اور آخری مراسم کی آدائیگی کے لئے

آراستہ ہوتے ہوئے وہ اپنے شوہر کے دربان کے فرائض سرانجام دیتی رہی پہلے اس نے ایک سو سواروں کو اپنے پوتے کی نگرانی کا حکم دیا اور اسکے

بعد اپنے شوہر کو ارتھی پر لٹا کر باہر بھیج دیا۔ اس طرح پر ایک رات اور آدھا دن گزار کر اس وفادار عورت نے شو و جیش کی پوجا کی اور خود بھی ایک ڈولی

میں بیٹھ کر روانہ ہوئی۔ جب لوگوں نے ان دونوں کو جلتے ہوئے دیکھا تو انکی آہ وزاری سے جن میں گھنٹوں اور گھڑیاؤں کی آواز ملی ہوئی تھی ایسا معلوم

تھا گویا افق پھٹنے لگے۔ ارتھی کو جو اہرات سے سجایا ہوا تھا اور اُس پر جھنڈیاں لٹائی ہوئی تھیں۔ لوگوں کے چلنے پھرنے میں ان کی تصاویر جب ان جو اہرات

میں منعکس ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ راجہ کے قریب ہیں اور اس کے نیچے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جن شہزادوں نے ارتھی کو اپنے

کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا ان کے لمبے بال ہوا میں لہراتے ہوئے شاندار چنوروں کی مانند معلوم ہوتے تھے جو اس راجہ پر اس ارتھی کے اندر موجود تھا

ہلکے جا رہے ہوں۔ فوجوں کی آخری خدمت دیکھ کر جب رانی مرگٹ میں پہنچی تو اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا معلوم نہیں مانتا کی وجہ سے جس کا چھٹنا

محال ہے یا کسی اور باعث سے اس نے اس وقت اپنے بیٹے کو دیکھنے کی خواہش کی۔ ہوا میں جو گرد و غبار پیدا ہو گیا تھا اس کی نسبت یہ خیال کر کے

کہ وہ اُس کی مسلح فوج سے پیدا ہوا ہے اس نے اضطراب کے ساتھ دیکھنا

اس راجہ نے جب موہاپنی رانی کے پور کے دشمن (دشو) اور گوری کے ساتھ وصال حاصل کیا تو اس کی عمر ۶۱ سال سے زیادہ تھی۔ چوتھے روز تنوگ راج کے سارے بیٹے ان کی ہڈیاں لیکر گنگا کو چلے گئے لیکن ہر شمع اپنے دادا کے خزانے کے اُنکے جلو سے محصور و جیشور ہی میں رہا۔ اور اس کی اپنے باپ سے دشمنی ہو گئی۔ بصورت اول جب باپ بیٹے میں لڑائی ہوئی تھی تو باپ مشہور و معروف و جیشور میں تھا لیکن بخلاف اس کے اس موقع پر بیٹا اس جگہ ٹھہرا اور باپ سر ہیگر کے نواح میں۔

ککش اور ہرش کی صلح { باپ کے پاس روپیہ وغیرہ کچھ موجود نہ تھا۔ اور وہ افلاس سے ڈرتا تھا۔ اس لئے اس نے دور اندیشی سے اپنے بیٹے کے پاس جو بہت فضول خرچ تھا قاصدوں کے ذریعے صلح کی درخواست بھیجی۔ ان قاصدوں نے بار بار جا کر اور مناسب الفاظ استعمال کر کے بمشکل اس مغرور شاہزادے کو اس بات پر رضامند کیا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ صلح کرے۔ اس نے اپنے باپ کے لئے کچھ رقم بطور روزانہ وظیفے کے مقرر کر دی جس کے عوض باپ نے بیٹے کے ساتھ اس بات کا وعدہ کیا کہ اُس کے دادا کا خزانہ اور اس کی جان محفوظ رہے گی۔ جس وقت ککش اپنے بیٹے کے پاس و جیشور میں پہنچا تو چلے ہوئے کھنڈرات کو دیکھ کر اس کی آنکھوں اور لوگوں کا لعن طعن سُن کر اُس کے کانوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ پیت کوش کے طریقے پر حلف لینے کے بعد وہ معہ اپنے بیٹے کے شہر کو واپس آ گیا۔ اور خزانے پر ہرش کے نام کی مہر لگا کر اُسے محفوظ رکھ دیا۔ اس اثنا میں راجہ کی طبیعت سدھر گئی اور وہ مال و زر کی اچھی طرح احتیاط کرنے لگا گیا جس سے اُس کا افلاس دور ہو گیا۔

۵۳۷ء کے ایک مالک مکان نین نامی کا چالاک بیٹا جیک رفتہ رفتہ ایک ڈامر کی حیثیت حاصل کر چکا تھا اس حریص شخص نے اپنی زمین کی آمدنی اور اشیاء خورد و بی کی مالک بعید میں تجارت کر کے بہت سی دولت حاصل کر لی تھی۔ اور کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ دولت کے دیوتا (کبیر) کا مقابلہ کرنے لگ گیا۔ ڈیڑھ کروڑ (کوس ۹) تک زمین کھدوا کر وہ اس میں متواتر دینار بھرتا اور اُس کے اوپر کثرت سے دیان بچا دیتا تھا۔ وہ ہرات نوکروں کے ذریعے روپیہ دفن کراتا تھا اور خفیہ طور پر بہت سے نوکروں کو اس لئے مروا دیتا تھا کہ وہ اس کا راز فاش نہ کر دیں۔ جب وہ بھانگل پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اُس کے ہمراہی بیک ایک بھاگ گئے۔ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک انگور کی بیل میں اٹک گیا اور اُسے کسی پیادہ سپاہی نے قتل کر ڈالا۔ اس کی دولت زمین میں سے نکال

۵۳۷ء سایہ پور غالباً زمانہ حال کے بستی پور کا نام ہے جو دنتس پرگنہ کا ایک بڑا سا گاؤں ہے اور جس کا نام غلطی سے نقشہ پرشلی پور لکھا ہوا ہے۔ اس کی تصدیق ترنگ ۸ کے شلوک ۲۰۰ سے ہوتی ہے جہاں سایہ پور کا ذکر مسلسل کے لوہر سے سرینگر کو کوچ کرنے کے متعلق آیا ہے۔ وہ سیدھی سرک جو درہ توش میدان اور لوہر کو درہ السلطنت سے ملاتی ہے اُس پر سلی پور واقع ہے۔

۵۳۸ء بھانگل موجودہ پرگنہ بانگل کا نام ہے جو پرسپور کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے آئین اکبری میں اس کا نام جلد ۲ صفحہ ۳۷۱ پر بانگل آیا ہے۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۳۱۳۰ میں بھانگل کے ڈامروں کا ذکر شنگر ورمین کے شریعینی پٹن کے متعلق آیا ہے نیز دیکھو جونا ج کی راج ترنگنی شلوک ۲۵۱ و شلوک ۶۱۶۔ سری ور کی راج ترنگنی ترنگ ۳ شلوک ۳۸۶ و ۴۶۴ و ۴۶۵ پر جا بھٹ اور شک کی راج ترنگنی شلوک ۶۵۔

معلوم ہوتا ہے کہ جیک کی ان علاقوں کے ڈامروں سے کوئی مقامی لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔

لی گئی اور اُس کے ذریعے راجہ کو ہمیشہ کے لئے مشکلات زر سے نجات حاصل ہو گئی۔ وہاں سے نکالا ہوا روپیہ شب و روز دریا ئے و تشٹا میں دھویا جاتا تھا اور اس کے باعث کئی مہینوں تک دریا کا پانی گدلا رہا۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ اعلیٰ حوصلے کے شخص حریبانہ طور پر بہت سی تکلیف کئے ساتھ دولت کی محافظت کرتے ہیں۔ نہ اُسے دوسروں کو دیتے ہیں اور نہ خود اُس سے کچھ لطف حاصل کرتے ہیں محض اس لئے کہ مناسب وقت پر دوسروں کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے۔ سانپ ہوا کھا کر گزارہ کرتا ہے۔ نہایت اندھیرے سوراخ کے اندر رہتا ہے چونکہ نرنگا ہوتا ہے اس لئے ایسات کی ضرورت ہوتی ہے کہ خفتی کرتے وقت کوئی اور اس کے اضطراب کو رفع کرنے کے لئے پردہ ڈالے۔ اس قسم کے سخل کو ظاہر کرتا ہوا بھی وہ ایک دوسرے شخص کے لئے روپیہ کی حفاظت کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سوائے ایک حریص شخص کے اور کوئی دوسروں کی بھلائی میں اس قدر حصہ نہیں لیتا۔ جس طرح دریا سب کے سب سمندر میں گرتے ہیں ایسے ہی اور بہت سے طریقوں پر دولت کثرت سے اس راجہ کے پاس پہنچتی رہی جس طرح سورج غروب ہونے پر تمام اطراف سے پرندے درخت پر آکر بسیرہ

۵۳۹ ایک عقیدہ اس مطلب کا دیہات میں پایا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص سانپوں

کو جفتی کرتے دیکھے تو انپر کپڑا ڈال دے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کا ڈالا ہوا کپڑا بعد میں نہایت متبرک ہو جاتا ہے اور اس کی تاثیر یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس گھریں وہ کپڑا رہے اس میں ہمیشہ برکت رہتی ہے اور جو شخص اس کپڑے کو اڑھ کر کسی کام کو کرنے جائے کامیاب ہو کر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کو زیادہ تر اُس کے اخلاقی پہلو کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔

لیتے ہیں ایسے ہی جب کسی شخص کی قسمت عروج حاصل کرتی ہے تو دولت صد گنا ہو کر خود بخود اُس کے پاس آتی ہے۔ ندیاں تیز بہو کر زمین کی تہ میں پانی دیتی ہیں۔ آسمان سے پانی بارش کی صورت میں برستا ہے اور تمام اطراف سے نالیوں کے منہ سے پانی نکلتا ہے اس طرح پر موسم برسات میں ایک خالی تالاب بھر جاتا ہے واقعی جب قسمت کا ستارہ اوج پر ہو تو کس دروازے سے صد گنا ہو کر دولت داخل نہیں ہوتی؟

اس کے بعد رعایا کی سابقہ جمنوں کی خوش قسمتی کے باعث کلش کا من نیک کاموں کی طرف اس طرح رجوع رہا جس طرح کسی باپ کا اپنے کنبے کی مہربانہ حفاظت کے لئے مصروف رہتا ہے۔ اس نے اپنی قابلیت کا اظہار اس طرح پر کیا کہ ایک سوداگر کی طرح اپنی دولت کا حساب رکھتا تھا۔ اُسے یہ احتیاط صحیح طریقے پر خرچ کرتا تھا اور ہمیشہ اُس کا ہاتھ کھلا رہتا تھا۔ وہ خود موجودہ اور مستقبل آمدنی اور اخراجات پر نگہ رانی کرتا رہا۔ اور ایک محکمہ پر وقت بھرچتا

۵۴۰ کوہ ہمالیہ میں ایک درخت پیدا ہوا ہے جس کی چھال کے اندر دنی جھے کو بڑھتا ہے یا بھوج پتر کہتے ہیں۔ سترھویں صدی تک کشمیر اور اس کے نواحی پہاڑی علاقوں میں عام طور پر بھوج پتر کو کاغذ کی بجائے استعمال کیا جاتا تھا پروفیسر بوہلر نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۹ پر لکھائی کے لئے بھوج پتر کی تیاری کا مفصل حال لکھا ہے۔ اس درخت کی چھال آج تک کشمیر میں دیہاتی دوکانداروں اور بیواریوں وغیرہ کے کام آتی ہے جو اسپر مختصر نوٹ اور حساب وغیرہ لکھتے ہیں۔

البرونی نے اپنی کتاب انڈیا کی جلد ۱ صفحہ ۸۲ پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہندوستان میں سفید کھڑبہ مٹی سے چھوٹی چھوٹی سیاہ تختیوں یا سیلیٹوں پر لکھا جاتا ہے یہ طریق آج تک کشمیر اور باقیمازہ شمال ہند میں سکول کے بچوں اور دوکانداروں میں اب تک مروج ہے۔

اور کھڑیا سٹی اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ جواہرات اور دوسری چیزیں چونکہ خود انکی اصلی قیمت کے اندازے کے مطابق خرید کرتا تھا اس لئے کوئی مال فروخت کرنے والا اُسے دھوکا نہ دے سکتا تھا۔ وہ بہ آرام رہتا تھا۔ اُس نے اپنا وقت تین مختلف کاموں کے لئے وقف کر رکھا تھا اور سہ پہر کے بعد وہ اپنے اہلکار کی نظروں سے بعید رہتا تھا۔ چونکہ وہ اپنی رعایا اور اجنبیوں کی کاروائیوں کی نگرانی جاسوسوں کے ذریعے کروایا کرتا تھا اس لئے صرف اس کی رعایا کے خواب اُسے بے معلوم رہتے تھے۔ چونکہ وہ ملک کی نگہداشت ویسے ہی کامل طور پر کرتا تھا جیسے کوئی مالک مکان اپنے مکان کی کرتا ہو اس لئے اس کی رعایا میں سے کوئی شخص مصیبت زدہ نہ تھا۔ یہ راجہ چرچا سے ڈرتا اور دشمنوں سے بھی میل ملاپ رکھتا تھا حتہ کہ چور دار تک کو علانیہ سزا نہ دیتا تھا۔ اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اُسے وزرا کے ذریعے پورا نہ کرواتا تھا بلکہ جو کچھ وزیروں کے ہاتھ سے جاتا رہے وہ خود پورا کر دیا کرتا تھا۔ اُس کے عہد حکومت میں لوگ خوش و خورم تھے اور ہر وقت شادی کی دعوتوں۔ یگوں۔ ریاتراؤں اور دوسری خوشیوں میں محو رہتے تھے۔ دور اندیشانہ پولیسی سے اس نے نواحی حکمرانوں پر بھی فوقیت حاصل کر لی تھی۔ حتہ کہ وہ اُس کے سپرنٹنڈنٹوں کی نگرانی کے بغیر کھانا تک نہ کھا سکتے تھے۔ اُس کے جو رشتہ دار اُسکی خدمت میں موجود تھے مثلاً ٹھکان اور تنوگ کے دو گروہیے

۵۵۲۱ تین کاموں سے مراد دھرم۔ ارتھ اور کام سے ہے مہا بھارت کے پرب ۲۔۱۰ دھیا

۵ شلوک ۲۰ میں ان تینوں فرائض کی تشریح کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کلہن نے بھی اسی شلوک کو مد نظر رکھ کر یہ شلوک لکھا ہے۔

۵۵۲۲ تنوگ کے دوسرے بیٹے ایک اور دھمت تھے دیکھو شلوک ۱۰۳۳ و

۶۳۳ ترنگ ہذا۔

جو باہر سے واپس آگئے تھے اور گنگ کے بیٹے مل اور دوسرے جو اپنے مردہ بھائی سے چھوٹے تھے انہیں اس نے شاندار تحائف دیکر ویسے ہی خوش کیا جس طرح چاند دیوتاؤں اور پتروں کو اپنی کلا کی تقسیم سے جس میں سے آب حیات میکتا ہے خوش کرتا ہے ہر چند کہ راجہ پختہ عمر کو پہنچ چکا تھا تاہم اس نے ابھی تک وہ عیوب اور بری عادتیں نہ چھوڑی تھیں جو بد بخت غیر ملکی لوگوں نے اُسے سکھا دی تھیں۔ ویسے نای تک ترشکوں سے مختلف دور دراز علاقوں کی لڑکیاں خرید لاتا تھا اور اس کے ہاتھ بیچ دیتا تھا۔ ان کے ذریعے اور ان عورتوں کے ذریعے جنہیں ان کے حسن پر مفتون ہو کر وہ دوسرے کے گھروں سے نکال لایا تھا اس نے اپنے رنو اس کی عورتوں کی تعداد ۲۰ تک کر لی۔ ہر چند کہ وہ بہت سی عورتوں کے ساتھ روزانہ عیش کرتا تھا تاہم اس کی طاقت کم نہیں ہوئی کیونکہ وہ مچھلی کا شویا اور دوسری مقوی چیزیں استعمال کیا کرتا تھا۔ چونکہ وہ عظیم رسوم (مہاسمیہ) منانے کا شائق تھا اس لئے اعتدال کو مد نظر رکھنے کے بغیر اپنے گوروں کی صحبت میں خوب شراب لٹھایا کرتا تھا۔

کلاش کی مقدس تعمیرات { اس راجہ کی کارروائیاں ملی جلی نوعیت کی تھیں۔ اس نے بڑے کشتیریں از سر نو شہر

اور شوجی کا سنگین مندر بنائیں وہ جلا چکا تھا تعمیر کروایا۔ وجیش کے سنگین مندر کی چوٹی پر اس نے ایک سونے کا چھتر لگوا دیا جو آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ تریشو میں اس نے ایک دوائی وقت (روستھتی) اور شوجی کا مندر بنوایا جس کا آملک زیور

۵۲۳ عظیم رسوم سے مراد منترک رسوم سے ہے جس میں شراب وغیرہ پی جاتی ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۵۱۶ کتاب ہذا۔

۵۲۴ ترنگ ہذا کے شلوک ۱۹۳۸ اور ترنگ ۸ کے شلوک ۳۳۶ میں جو مندروں

دآل سار) سونے کا تھا۔ اس راجہ نے جو عبادت کے کاموں میں بڑی مہارت رکھتا تھا کلش ایشور نامی شوجی کے مندر کی بنا والی جس کے سنگین مندر کی چھت

کی کیفیت مندرجہ ہے ان موقعوں پر بھی لفظ سورنامل سار استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد مندر کے اس شکمرے ہے جسے ہندوؤں کے فن معماری میں آملک کہتے ہیں دیکھو فرگوسن صاحب کی کتاب انڈین آرکیٹیکچر صفحہ ۲۲۲۔ جہاں آملک کی تصویر بھی دی ہوئی ہے لفظ آملک دراصل اس نام کے درخت سے لیا گیا ہے جس کا عام نام آملہ مشہور ہے مندر کے اس حصہ کو آملک اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ یہ آملک پھل یعنی آمل سے بالکل مشابہ ہوتا ہے آج کل اس کا مشہور نام کلش ہے جس میں اس کے متعلق چند ایک دوسرے چھوٹے حصے بھی شامل ہوتے ہیں۔ فرگوسن صاحب کو شبہ ہے آیا آملک کی صورت حقیقت میں اس پھل سے ہی حاصل کی گئی ہے اور اس مشابہت کو وہ فرضی قرار دیتا ہے لیکن حقیقت میں یہ مشابہت درست معلوم دیتی ہے اور اس شلوک سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ اس معماری اصطلاح کو ان معنوں میں خوب اچھی طرح سے سمجھا جاتا تھا۔ آمل سار کے معنی آمل کے پھل کی گھٹی کے ہیں۔ ہیون سائنگ نے بھی آملک کے بجائے لفظ او۔ مو۔ لو۔ کیا۔ کو استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن معماری کی اس اصطلاح سے واقف تھا۔ دیکھو "سی۔ یو۔ جلد ۲ صفحہ ۹۵ و ۱۳۶۔

شمالی ہند میں ہر جگہ آملک نمونے کے کلش بکثرت پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کشمیری مندروں کی بلند چوٹیوں کی آرائش کے لئے بھی اسی نمونہ کو کام میں لایا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ پانچ مندر میں جو اکیلا اس قسم کا مندر ہے جس کی چوٹی ثابت وہ گئی ہے پائی جاتی ہے۔ تصاویر کے لئے دیکھو فرگوسن صاحب کی کتاب انڈین آرکیٹیکچر صفحات

۵۴۵
بے شمار طلائی پیالوں (گھٹی) سے آراستہ تھی۔ جب یہ راجہ شوکلیش ایش کے مندر پر گھٹی چتر چڑھانے لگا تو ترشکوں کے ملک سے ایک کاریگر آگیا۔ اس شخص نے کہا کہ میں کئی ہزار سونے کے سکوں سے چتر تیار کر سکتا ہوں اور اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ تانبے پر سونا چڑھانے کا فن بھی جانتا ہوں۔ کئی روز تک وہ راجہ کے ہاں دعوتیں اڑاتا رہا حتیٰ کہ نو تک نامی وزیر نے جو بڑا ذہین تھا بالواسطہ طور پر اس کے فن کو معلوم کر لیا اس طرح پر شرمندہ ہو کر وہ جیسے آیا تھا لوٹ گیا اور وہ چتر بہت تھوڑے سونے کے سکوں سے تیار کیا گیا۔ یہ راجہ فیاضی میں اندر سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اس نے امتیش نامی ایک بان لنگ اور اور بہت سی مقدس مورتیاں استھاپن کروائیں۔

راجپوری پر فوج کشی { راجہ سہچال کے مرنے پر اس کا بیٹا سنگرام پال
راجپوری کے تخت پر بیٹھا۔ اس کم سن راجہ کا
چچا مدن پال بڑا با اختیار اور مغرور تھا۔ اس نے خود تخت غصب کرنے کے لئے
کوشش کی۔ اس سے ڈر کر سنگرام پال کی بہن راجہ کے پاس پناہ گزین اور
اس کی امداد کی طالب ہوئی اور ایسے ہی ٹھاکر حبراج اس کے پاس پناہ گزین ہوا
راجہ نے ان دونوں کو بڑی مہربانی سے رکھا اور اس کے بعد جیا نند۔ بچ اور

۵۴۵
اس مندر کا محل وقوع عدم پتہ ہے۔ اس ترنگ کے شاہک ۱۰۷۲-۱۰۷۷ء سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آرائش میں چونکہ سونا استعمال کیا گیا تھا اس لئے ہرش کے زمانہ
میں اس مندر کے متعلق اکثر خطرہ لگا رہتا تھا۔

گھٹی سے مراد اس قسم کے گول پیالوں سے ہے جو مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے ہوتے
ہیں اور آجکل کے مندروں کی چوٹیوں پر بھی کہیں کہیں دیکھے جاتے ہیں۔ اکثر ان میں سے
دو کو ملا کر ایک گول شکل بنالی جاتی ہے۔

دوسرے بہادر آدمیوں کو مدد کے لئے انکے ساتھ کر دیا۔ جب جیانتد نے دشمن کو منتشر کر دیا اور اپنا کام کر چکا تو اس وقت جبکہ وہ بااثر ہو گیا اور ملک اس کے زیر اختیار آ گیا اُسے سنگرام پال کے وزیروں کی طرف سے شبہ پیدا ہو گیا اُسے نکال دینے کے لئے انہوں نے اسے ڈرایا بھی اور دھمکی بھی دی لیکن یہ بہادر پورے طور پر ثابت قدم رہا۔ اب اُسے شبہ پیدا ہوا کہ بیچ نے یہ اندیشہ اچھوری کے مشیروں میں پیدا کر دیا ہے اور وہ اس پر خفا ہو گیا۔ جب وہ اپنی درخواست پیش کر چکے اور نذرانے گزار لئے تو وہ واپس چلا آیا لیکن دور اندیشی سے حفظ امن کے بہانے اپنی فوجیں وٹاں چھوڑ آیا۔ راجہ کلش جو سمجھدار اور معاملات کے متعلق گہری دور اندیشی رکھنے والا تھا اس وقت جیانتد کے راجپوری پر قبضہ کر کے واپس آنے پر بہت خوش ہوا۔ اس اثناء میں بیچ اور باقی ماندہ لوگ راجوں کی طرح حکومت کرتے رہے اور جیانتد ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا۔ جب راجہ اس کا حال پوچھنے اُس کے گھر آیا تو اس نے اُسے دوران گفتگو میں کہا کہ میں نے آپ کو خفیہ طور پر کچھ بتانا ہے۔ جب باقی سب کے چلے جانے پر بھی وہ خاموش رہا تو بیچ منہ سے پان لٹکانے کے بہانے باہر نکل آیا۔ ہرچند کہ معتبر وزیر اور راجہ نے اس کو باہر جاتے دیکھ کر پوچھا کہ تم کیوں جا رہے ہو تاہم وہ چونکہ سمجھدار تھا باہر نکل آیا اور وہیں ٹھہر گیا۔ جیانتد نے راجپوری کا سارا واقعہ راجہ سے بیان کیا اور کہنے لگا یقیناً ملک اب تمہارا نہیں ہے کیونکہ بیچ یا اختیار ہو گیا ہے اس کے علاوہ سرکاری معاملات میں بیچ نے جو نفع کمایا تھا اس کا بھی اس نے راجہ کے آگے سارا ذکر کر دیا۔

بیچ کی جلاوطنی { جب راجہ بحالت اضطراب اپنے ملک کو واپس آیا

تو بیچ جو آثار کو سمجھتا تھا رخصت کا خواستگار ہوا۔ اور

جب اس نے اصرار کیا تو راجہ نے کسی قدر نائشی نشائستگی کے ساتھ اُسے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بالاخر دل میں خوش ہو کر اُسے اجازت دیدی۔ حکم پا کر وہ گھر کو چلا آیا۔ اور اپنے بھائیوں کو معہ مال و اسباب آگے آگے بھیج کر خود اجازت حاصل کرنے راجہ کے پاس آیا۔ اس وقت راجہ اور اُسکے نوکر کا برتاؤ کسی قدر حیرت خیز تھا کیونکہ ان میں سے ایک اپنے شاہی اعزاز کو استقلال کے ساتھ برقرار رکھے ہوئے تھا اور دوسرا اپنی خاموشی کو۔ راجہ نے اپنے منظور نظر نوکر کو جانے سے باز نہ رکھا اور آخر ان کو گوغھے میں بھرا ہوا تھا تاہم اس نے راجہ کے ساتھ جس سے وہ محبت کرتا تھا جیل و حجت نہیں کی۔ تھوڑی دیر تک راجہ سے جو اس کے ساتھ ساتھ چند قدم آگے بڑھا تھا آہستہ الفاظ میں گفتگو کرنے کے بعد بچ مسکراتا ہوا رخصت ہو گیا۔ جس طرح ہلہ نے بستر مرگ پر چند راج کو تباہ کیا تھا اسی طرح جیانتھ نے مرتے وقت بچ کو عہد سے گرا دیا۔ اس وقت وزیر راجہ سے کہتے تھے: ”دیکھئے! وہ شخص جارہا ہے جو سوائے اُس دولت کے جو آپ کے پاس ہے ملک میں کچھ نہیں چھوڑ گیا۔ لازم ہے کہ اس کی جائداد ضبط کر لی جائے“ لیکن راجہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اس توقع میں کہ راجہ یقیناً اُسے واپس بلالے گا سوائے راجہ کے باقی سب لوگ بچ کے ساتھ ساتھ گئے۔ ادھر راجہ طاقتور بچ سے حملے کا خوف کھاتا ہوا پانچ راتیں متواتر جاگتا رہا اگر کہیں گھاس کا تنکا بھی ہلتا تو وہ کانپ اٹھتا تھا۔ جب بچ کہ ہمارا ہی شور پور سے اُس کے رخصت ہونیکے

۵۴۶ سرینگر سے شور پور (جسکا جدید نام ہور پور ہے) تک کا فاصلہ جنگل اڑھائی منزل

گنا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اوپر والے شلوک میں جو پانچ دنوں کا ذکر ہے اس کا اندازہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے ہمراہیوں کو اڑھائی دن جانے اور اڑھائی دن آنے میں لگے ہونگے۔

بعد واپس چلے آئے تو راجہ نے خوف سے آزاد ہو کر اپنے اندیشے کا ذکر وزیروں سے کیا اور جب اُن لوگوں نے جنہوں نے بچ کی جائداد ضبط کرنے کے متعلق رائے دی تھی یہ بات سنی تو انہوں نے تسلیم کیا کہ راجہ نے اگر اُن کے کمنے پر عمل نہیں کیا تو یہ اس کی دور اندیشی پر مبنی تھا۔

اُدھر بیگناہ بچ اور اُس کے ہمراہی جس ملک میں جلتے تھے وہاں اُنکی جواہرات کی طرح عزت ہوتی تھی۔ ہر چند کہ بچ بڑی اہمیت حاصل کر چکا تھا تاہم وہ بدستور وفادار رہا اور کلش دیو کے قدموں کی سوگند ویسے ہی کھاتا تھا گویا وہ کوئی دیوتا ہو۔ اس طرح پر بچ اور دوسروں کو جلا وطن کر کے اور بہت ہی تھوڑا عرصہ عروج پر رہ کر جیاند سور یہ مٹی کے سراپ کے باعث بہت جلد مر گیا۔ انہی ایام میں جندوراج بھی جس نے راجہ انتت کی مخالفت کی تھی راہی ملک عدم ہوا اور اس کے مرنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ سراپ رکنے والا نہیں ہے۔ ایسے ہی تھوڑا عرصہ خوشحالی منا کر بچ اور اُس کے ہمراہی اُس سراپ ہی کے باعث ملک گوڑ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ بچ ایک اتفاقیہ لڑا ہی میں کام آیا اور اُس کے چھوٹے بھائی ایک عرصہ دراز تک قید رہے جب وہ قید سے رہا ہوئے تو پا جاک کو تو شیر نے پھاڑ ڈالا اور اُس کے چھوٹے بھائی بھی طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھا کر مر گئے۔ نفاق پھیلانے والوں میں سے دن کی طرح کے دو تین آدمی گو اس وقت نہیں مرے تاہم اُنکی قسمت میں جلدی ہی ایک خراب موت مرنا لکھا تھا۔

اب وامن کو جو جیاند کا نائب تھا اور اُس کے
وامن کو وزیر اعظم بنایا جانا بچوں کی محافظت کرتا تھا وزیر اعظم درباری
 کارن) بنا دیا گیا۔ اب تک بوڑھے آدمی سمجھدار لوگوں کے مجمع میں اس ہتیار

وزیر کے مختلف عجیب و غریب کاموں کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اُن گاؤں کو ضبط کر کے جواوتی سوامن اور دوسرے مندروں کے اوقات میں داخل تھے حریص راجہ نے کرم استھان کا دفتر جسے کلش گنج کہتے تھے قائم کیا۔ چونکہ وہ اپنی رعایا کے فوائد کی محافظت کے طریقے جانتا تھا اس لئے پاد اگر کا عہدہ وزیر نونک کو گو وہ مالگذاری وصول کرنے میں ہوشیار تھا نہیں دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ظالم تھا۔ راج کلش کے بیٹے پرشست کلش اور اُس کے بھائیوں نے وزیر بن کر راجہ کی منظور نظری خوب ہی حاصل کی مگر راجہ نے دانائی سے ایسے بیٹوں کو جو خود سرا اور اطاعت نہ کرنے والے تھے اور اُن لوگوں کو جو چوروں اور خفیہ جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے اپنی ملازمت سے باہر رکھا۔ جب راجپوری کے حاکم پریدن پال نے دوبارہ حملہ کیا تو راجہ نے بیٹ کمانیر کو اس کی مدد کے لئے بھیجا۔

غیر ملکی مہمات { یہ اس راجہ کے اقبال کا باعث تھا کہ ایک ایسے چھوٹے افسر نے ہی مدن پال کو شکست دی اور اُسے پابزنجیر کر کے کشمیر بھیج دیا۔ وراہ دیو کے دلیر بھائی کندرپ نے جسے راجہ نے دوارپتی بنا دیا تھا ڈامروں کو کچل ڈالا۔ اس نے تدبر اور بہادری جنہو راج سے سیکھی تھی اور نواحی علاقوں کے والیان ریاست سروچشم اُس کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ اس نے راجپوری اور دوسرے مقامات میں فتوحات حاصل کیں چونکہ آدمی بہت جوشیلا تھا اس لئے کئی دفعہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوا۔ گو راجہ اُسے ہر بار مناتا اور دوبارہ متعین کرتا رہا۔ مدن نے جسے راجہ نے کمانڈر انچیف بنا دیا تھا بوپ اور دوسرے بے شمار دھرو کو جو بہت طاقتور بن چکے تھے مار ڈالا۔ ویسے سنگھ تامی ایک

راجہ ابھے کی سلطنت مفتوح کر لی اور اُس کے تمام گھوڑوں پر قبضہ کر لیا جب اس ہوشیار راجہ نے زمین کو اپنے زیر اقتدار کر لیا تو لوک سمیت (۸-۱۶۳) میں ایک ہی وقت آٹھ راجہ اُس کے دارالسلطنت میں جمع ہوئے۔

راجہ کے روبرو اس وقت حسب ذیل
پھاڑی راجاؤں کی مجلس { والیان ریاست جمع ہوئے۔ بدلا پورہ
 کاراجہ۔ چمپا کاراجہ آست۔ دلا پور کاراجہ کلش چوتک کا بیٹا تھا راجپوری کا

کے شلوک ۳۷۰۱ نیل مت پوران کے شلوک ۱۳۹۸ اور ہرچرت چنٹا منی ادھیائے ۱۲ کے شلوک ۳۷۱ میں بھی آتا ہے۔

۱۵۵۵ اس جگہ جن والیان ریاست کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پہلے کا نام اور علاقہ بالکل غیر یقینی ہے ایک ٹیکا کار نے اس کے لئے لفظ کیرتی نیب پوڑ لکھا ہے لیکن سٹائن صاحب کے خیال میں اس لفظ کی ترکیب اس شلوک کے باقی الفاظ کے ساتھ مطابقت نہیں کھاتی اور اس لئے وہ اسے غلط قرار دیتے ہیں بخلاف اس کے بابو جو کیش چندر دت نے اپنے ترجمہ میں اسی لفظ کا ترجمہ کیرتی والے نیب پور کر کے اس امر کا شبہ ظاہر کیا ہے کہ شاید اس نام سے مراد نیلا پور سے ہے۔ منشی محمد الدین صاحب فوق اور پنڈت ہرگوپال کول نے اپنی کتابوں میں کیرتی والی بھ پور لکھا ہے۔ سٹائن صاحب سوال پیدا کرتے ہیں آیا اس جگہ لفظ کیرتی کیرتی راج کا مخفف ہے جس کا ذکر ترنگ ۷ کے شلوک ۵۸۲ میں والی نیل پور کے طور پر ہو چکا ہے۔ آفراندہ کر شلوک میں جس شادی کا ذکر ہے اس کا کیرتی راج کا کلش کے دربار میں جمع شدہ راجاؤں میں موجود نہ ہونا حیرت کا باعث ہو سکتا ہے۔ سٹائن صاحب نے اس جگہ ایک اور ٹیکا کار کے مطابق لفظ کیرتر بدلا پور کا ترجمہ کیا ہے۔

آست والے چمپا کے متعلق دیکھو نوٹ ۱۵۵ کتاب ہذا۔ کلش والے دلا پور کا ذکر

راجہ سنگرام پال۔ لوہر کا راجہ اُت کرش۔ ارشہ کا راجہ سنگت (۶) کانڈ کا راجہ گام۔ بھیرسی۔ اور کاشت واٹ کا راجہ مشہور و معروف اوتھم راج۔ خلقت کے ہجوم میں راجاؤں کی یہ اہم منڈلی اسی طرح نظر نہ آتی تھی جیسے سمندر میں برسات کے پانی سے بھرے ہوئے دریا کی طغیانی ہر چند کہ سردی کا موسم تھا اور دریائے وٹشٹا کا پانی جم کر چٹان کی طرح سخت ہو رہا تھا تاہم راجاؤں کو پورا پورا آرام ملا۔ جس چیز کا خیال یہ راجہ اپنے من میں کر سکتے تھے وہ انہیں یہاں اپنے سامنے نظر آتی تھی کیونکہ وہ امن نے اُسے مہیا کر رکھا تھا۔ اس موقع پر اس وزیر کی ہوشیاری کا اظہار بڑی خوبی کے ساتھ ہوا کیونکہ اس نے بغیر کسی گھبراہٹ کے اس قسم کے انتظامات کر دیئے کہ کوئی دوسرا شخص معمولی سا انتظام بھی ویسے طور پر نہ کر سکتا۔ جب راجاؤں کے رخصت ہونے کے بعد مل نے اُس عہدے کو اپنے پاس نہ رکھنے کی خواہش ظاہر کی تو راجہ نے پھر کنڈرپ کو عہدہ دواریتی کا

ترنگ ۷ کے شلوک ۲۲۰ میں اور سنگرام پال اور ات کرش کا ذکر شلوک ۵۳۳ و ۵۴۶ و ۵۴۷ میں ہذا میں ہو چکا ہے۔

ارشہ کے فرماں کا نام مشتبہ ہے کیونکہ ایک ٹیکا کار اس کا نام منگیج اور دوسرا سنگت لکھتا ہے لیکن سٹائن صاحب نے ان میں سے سنگت کو ہی صحیح خیال کیا ہے کیونکہ اس کا ذکر ۸ کے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۲۱۷ میں بھی آتا ہے۔

کانڈ کے ایک راجہ کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۳۴۵ اور کانڈ کی سڑک کا ذکر شلوک ۵۳۸ میں آتا ہے اس علاقے کے محل وقوع کے متعلق ٹھیک طور پر حالات معلوم نہیں ہو سکے لیکن آخرا ذکر شلوک میں کانڈ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ بھدر وکاش یا بھدر واسے کشمیر کو جانے والے راستے پر واقع ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کانڈ ایک ایسے پہاڑی ضلع کا نام تھا جو کشمیر کے عین جنوب مشرق کی

چارچ لینے کی ترغیب دی۔ اس باہمت وزیر نے اپنے خرچ پر ایک مہم تیار کی اور جنگ کے ذریعے سوایک نامی ایک منصوبہ قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے بعد شہر کو واپس آکر وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے بے حوصلہ ہو چکا تھا کیونکہ گوراجہ نے اُس سے یہ عہدہ رکھنے کی درخواست بھی کی مگر اس نے منظور نہ کیا۔ اب پرشست کلش نے جو راجہ اور کندرپ کے درمیان مسلسل پیغام رسانی کرتا رہا تھا اور جو کندرپ کے معزورۃ الفاظ سے ناراض ہو چکا تھا وصلہ کر کے اپنے روپیہ کے ذریعے سپاہیوں کی ایک تعداد جمع کی اور اپنے بھائی رتن کلش کے لئے کندرپ کی جگہ حاصل کر لی ہر چند کہ پرشست کلش نے روپیہ کی مدد سے ایک بڑا عہدہ حاصل کر لیا تھا تاہم وہ کسی طرح بھی کندرپ کے برابر کا درجہ نہ رکھتا تھا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی تصویر کا شیر ایک حقیقی شیر کی مانند حرکات کرنے لگ جائے۔ رفتہ رفتہ

طرف واقع تھا۔

کاشت واٹ سے مراد موجودہ ضلع کشنور یا کشنوار سے ہے جو کشمیر کے جنوب مشرق میں بالائی چناب کی وادی میں واقع ہے۔ اس علاقے کی آبادی آج کل نصف سے زیادہ کشمیری ہے۔ جو نزاج نے اس کا ذکر شلوک ۷۶ و ۳۱۳۔ سری ورنے ترنگ ۱ کے شلوک ۴۶ اور شک و پر جا بھٹ نے شلوک ۳۵۔ ۷۸۲۔ ۸۱۶۔ ۸۲۷ و ۹۹۱ میں کیلے۔

کشنوار کے مفصل حالات کے متعلق دیکھو ڈیو صاحب کی کتاب ”جموں“ صفحہ ۱۱۶ اس جگہ کے راجپوت راجاؤں کی دلچسپ تاریخ بھی اسی کتاب میں مل سکتی ہے جو اورنگ زیب کے وقت تک ہندو تھے۔ اور راجہ گلاب سنگھ کے فتح کرنے تک عملی طور پر خود مختار تھے۔ کشمیر میں ایک اور کاشت واٹ بھی موجود ہے جس کے متعلق دیکھو نوٹ ۲۵۳ کتاب ہذا۔

۵۵۲
 راجہ نے بمشکل اُس لائق افسر کو شہر کے راجہ جتھان کا چارج لے لینے پر رضا مند کر لیا
 لیکن جب ایک چور کو اس قدر مارا گیا کہ وہ بالکل ہی مر گیا تو اس پر مضطرب ہو کر
 اس رحم دل وزیر نے اپنے عہدے سے دست برداری کر لی اور گنگا کو چلا گیا۔
 جب راجہ نے اُس کا دامن پکڑ کر اُسے روکنا چاہا تو اُس نے غصہ میں آ کر راجہ کا ہاتھ
 جھٹک دیا چپہر راجہ جوش میں آ کر اُس کا مخالف ہو گیا مگر جیب اُسے دوبارہ راجہ
 کے سامنے لائے تو آخر الذکر کو ہر چند کہ بہت صدمہ پہنچا تھا تاہم اس نے صرف
 اس کی سخت دور کرنے کی کوشش کے سوائے اُس کی جان لینے کا ارادہ نہیں کیا
 اب یہ راجہ استقلال سمجھ اور صبر کے ساتھ بہادروں کے اسیفے منظور کرتا رہا۔
 اسی نے اس ملک میں اوپانگ گیتوں کو مروج کیا تھا۔ اور جیسا کہ دوسرے ملکوں
 میں رواج ہے رقا صہ عورتیں بڑی احتیاط کے ساتھ منتخب کی تھیں۔ اب اس راجہ

۵۵۲
 راجہ جتھان ادھی کاریار راجہ جتھان کے عہدے کا ذکر آخری دو ترنگوں میں کئی

موقعوں پر آتا ہے چونکہ اس کے ہمراہ ترنگ ۸ کے شلوک ۱۸۱-۵۷۳-۱۰۴۶-۱۹۸۲ و
 ۲۶۲۴ میں کمپن اور دواری جیسے اعلیٰ عہدوں کا ذکر آتا ہے اس سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے
 کہ یہ بھی یقیناً کوئی بڑا عہدہ ہو گا۔ ہمارے شلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جتھان
 ادھی کار کا تعلق عدالتی انتظام سے کچھ نہ کچھ ہوا کرتا تھا۔ اگر ہم خیال کر لیں کہ اس
 عہدہ دار کے فرائض چیف جسٹس کے برابر ہوا کرتے تھے تو پھر اس کے لفظی معنوں
 کا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ راجہ جتھان کا لفظ راج گرہ یا شاہی محل کا مترادف
 ہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۶۱۸-۲۶۷۱-۲۹۲۵ و
 میں بلا امتیاز یہ لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔

زمانہ قدیم سے ہی ہندوستان میں عدالتی اختیارات براہ راست راجہ کے ہاتھ
 میں چلے آتے رہے ہیں جس کا فرض ہوتا تھا کہ وہ سمرتیوں کے مطابق اپنے محل کے

نہجے ۵۵۲ء کے قریب ایک شہر کی بنا ڈالی جس میں بہت سے مکانات تھے۔ اس شہر کو اس نے اپنے نام سے منسوب کیا اور اس میں ہزاروں کی تعداد میں مٹھ۔ اگر ہار۔ ایوان۔ حویلیاں۔ خوشنما تالاب اور باغات بنوائے۔

اس اثناء میں راجکمار ہرش نے جو غیر معمولی **راجکمار ہرش کا چال چلن** { طور پر بہادر تھا اس قسم کی خوبیوں کے

ایک جدا حصے میں عدالت قائم کرے۔ ہندوستانی روایات میں اس بات کا بھی ذکر آتا ہے کہ راجا پانا یہ شاہی فرض ایک چیف جسٹس کی حیثیت کے شخص کے سپرد کر دیتا تھا۔ دھارمک کتابوں میں اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں ممکن ہے یہ بھی ان میں سے ایک نام ہو جس کی وجہ یہ ہو کہ وہ شاہی محل کے اندر اجلاس عدالت کیا کرتا تھا۔

ترنگ ۵۶ء کے شلوک ۷۶ میں جو لفظ "راجستھانی منترنہ" کا استعمال ہوا ہے ممکن ہے اُس سے مراد چھوٹے درجہ کے عدالتی افسر ہوں۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۷۶ء میں سیٹ نامی محاسب خانے کے لئے بھی لفظ "راجستھان" استعمال ہوا ہے۔

خاندان گپت کے کتبوں میں "راجستھان" کا لفظ ایک عہدے کے خطاب کی حیثیت میں مندرج ہے لیکن اس سے عہدے کی نوعیت پر کچھ روشنی نہیں پڑتی۔

۵۵۳ء جے ون موجودہ موضع زیون کا نام ہے جو سری نگر کے شمال مشرق میں چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے دیکھو بوہلر صاحب کی رپورٹ صفحہ ۶۔ اس جگہ کے اسلامی قبرستانوں اور مکانات میں تراشے ہوئے پتھر ملتے ہیں لیکن وہ اس قدر تعداد میں نہیں ملتے جس سے معلوم ہو کہ عمارات بہت بڑی بڑی اور وسیع تھیں۔ ایک اور جگہ بھی کلش کے شہر کا حوالہ دیا گیا ہے ترنگ ۷ کے شلوک ۹۶ میں ہرش کے جن مٹھوں کو لوٹ لینے کا ذکر ہے غالباً وہی ہیں جن کا حوالہ اس شلوک میں دیا گیا ہے۔

۵۵۴ء بلہن نے بھی وکرانک دیو چرت کے ادھیائے ۱۸ شلوک ۶۴ تا ۶۶ میں میدان

ذمے شہرت حاصل کرتی جو سناؤ نادر دوسرے راجاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ تمام زبانیں جانتا تھا۔ تمام زبانوں کا اچھا شاعر تھا۔ علم و ہنر کی کان تھا اور اس طرح پر اس کا شہرہ دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گیا تھا۔ مختلف ملکوں سے آئے ہوئے نیک صفات اور بہادر لوگوں کو چہر اس کا حریص پاپ توجہ نہ دیتا تھا وہ بڑی بڑی ستخو ہیں دیکر اپنی ملازمت میں رکھ لیا کرتا تھا۔ چونکہ اُس کا باپ اُسے جو خرچ دیتا تھا وہ اس فیاض منش راجہ کے لئے ناکافی تھا وہ ہر دوسرے دن کھانا کھایا کرتا تھا۔ وہ ایک گویئے کے طور پر عوام کے روپر واپسے پاپ کو گیتوں سے خوش کیا کرتا تھا اور اس کی طرف سے جو انعام ملتا اُس سے اپنے عملے کا خرچ چلایا کرتا تھا۔ ایک موقع پر جب کہ وہ گارہا تھا اور حاضرین سن سنکر خوش ہوتے تھے راجہ اٹھ کر رفع حاجت کے لئے باہر چلا گیا۔ غیور راجہ کے جانے جب اس وقفہ سے اپنے اغراز میں فرق آتا دیکھا تو وہ شرم اور غصے سے نہایت مضطرب ہوا اور اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ بے صبر استاد۔ دغا باز دوست۔ سخت کلام عورت۔ متکبر بیٹا۔ مغرورانہ جواب دینے والے نوکر اور دل جلانے والے ہمراہی ان سب کو معاف کیا جاسکتا ہے لیکن اُس سامع کو معاف نہیں کیا جاسکتا جو حقارت سے اپنی آنکھوں کے کونوں کو ادھر ادھر ملا کر لاپرواہی کا جنگ میں ہرش کی شخصی بہادری اور شاعرانہ قابلیت کا اعتراف کیا ہے جس میں وہ شہری ہرش پر بھی سبقت لے گیا تھا اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بڑے دلکش راگ تیار کر سکتا تھا۔ پروفیسر بولہ نے اپنے تالیف کردہ وکرمانک دیوچرت کے دیباچہ کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ زمانہ ماسبق کے شاہی مصنف شری ہرش کا حوالہ دینے سے یہ امر شبہ ہو گیا ہے کہ آیا رتناولی اور اسی قسم کی دوسری تصانیف کو ہرش دیو والے کشمیر سے منسوب کیا جاسکتا ہے؟

اظہار کرے۔

ہرش کی ناراضگی { اُس کے باپ کے ایک چاچلوس وشہوت نامی نے
تمسخر کے طور پر ہرش سے کہا کہ باپ کو مار کر خود
حکمران بن جاؤ۔ لیکن جب ہرش نے غصے میں آکر اُسے ملامت کی تو دہمت
نے بھی جو پاس ہی بیٹھا تھا ہنستے ہوئے کہا اُس نے کوئی نامناسب بات تو
نہیں کہی۔ زمانہ مستقبل کے فوائد کے خواہشمند ہو کر باپ کے ہمراہی اکثر خفیہ
محبت ظاہر کر کے نوجوان بیٹوں کے ساتھ اس طرح لگے جاتے ہیں جس طرح
فاحشہ عورتیں اپنے آشناؤں کے دوستوں کا تعلق اپنے ساتھ قائم کرنے کی
کوشش کرتی ہیں۔ جب راجہ دربار میں واپس آیا تو اس نے راجکمار کو
بہت سے انعام و اکرام دیکر خوش کیا لیکن اگلے روز جب وہ اپنے باپ کے ساتھ
کھانا کھا کر اپنے کمرہ میں واپس آیا تو وشہوت نے اُس کے پاس آکر پھر چپکے
سے پہلے کی طرح اس کے کان میں وہی بات کہی۔ جب باوجود متواتر منع کرنے
وہ ان باتوں پر مصر رہا تو ہرش نے غصے میں آکر اُسے تھپڑ مارا مگر جب اس عالی
نسب راجکمار نے دیکھا کہ اُس تھپڑ کے باعث اُس کی تاک سے خون بہنے لگ
گیلے تو اس سے رحم کا اظہار کیا۔ اس نے نوکروں کے ذریعے خون دھلوا
اور مسکرا کر یہ کہتے ہوئے اُسے کپڑے دیئے۔ یہ صرف شریرانہ بات کہنے کا نتیجہ
ہے۔ اس سے اس بد بخت نے نتیجہ نکالا کہ ہرش اب وہ بات چاہتا ہے جو
در حقیقت وہ نہ چاہتا تھا۔ بعین ہی اُس طرح جیسے کہ کوئی شخص کسی دوسرے
کی بیوی کو سمجھنے سے کہتا ہے دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ اُسے میرے ساتھ محبت
ہے۔ اس لئے وہ عرصہ دراز تک بار بار کوشش کر کے اس بات کی ترغیب دیتا
رہا اور یہ سارا کام دہمت کے توسط سے ہوا۔

ہرش کی سازش { اب خود ہرش کے دل میں روز افزوں دغا بازانہ خواہش پیدا ہونے لگی۔ وہ اُس گناہ پر مجبور ہو گیا اور دوسروں کے ساتھ سازش کر کے اس نے اپنے باپ کو مارنے کے لئے قاتل (ٹیکشن) مقرر کر دیئے۔ کلش اکثر انکے قابو میں آ جاتا تھا مگر بیٹا کسی پورانی محبت کی رہی سہی یاد کے باعث انہیں اس کو مارنے نہ دیتا تھا تاہم وہ اپنی اس تجویز سے دست بردار نہیں ہوا۔ جب یہ قاتل ہرش کے مقبرہ آدمی بن گئے تو وشاوت نے معاملے کے انکشاف سے ڈر کر جلدی سے راجہ کو خبردار کر دیا۔ جب اچکھا نے یہ بات سنی تو اُسے خوف پیدا ہو گیا اور گوراجہ نے اُسے قاصدوں کے ذریعے بلوایا تاہم وہ اس دن کھانا کھانے نہ گیا۔ اُس کے نہ آنے سے باپ کو بھی اس معاملے میں پورا یقین ہو گیا اور اس کے دل میں یسارنج پیدا ہوا کہ اُس روز نہ تو اس نے نہ اُس کے ہمراہیوں نے کھانا کھایا۔ جب صبح کے وقت ٹھکن معہ اپنے بھائی کے آیا تو کلش نے اُس کے روبرو اپنی مصیبت کا حال بیان کیا اور اس کی بغل میں سر دیکر دیر تک روتا رہا۔ دہمت کے متعلق داستان بیان کرنے کے بعد اس نے اپنی مضطربانہ گفتگو کے دوران میں یہ بھی کہا کہ تمہیں چاہئے دہمت کو پکڑ کر میرے حوالے کر دو لیکن تنونگ کے دونوں بیٹوں نے اپنے بھائی دہمت کی طرف سے یہ جواب دیا ہمیں اُس کے افعال کی کچھ خبر نہیں۔ مہاراج ہم نے آپ کی مہربانی کے بل پر اپنے آپ کو مصیبت زدگان کی محافظت کے لئے وقف کر رکھا ہے اور ہمارا دروازہ ہر وقت شب بھی اُن کے داخلے کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اے پر تھوی کے مالک! یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ گو ہماری جانیں بھی جاتی ہوں وہم اپنے بے خطا یا پُر خطا چھوٹے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اگر اس کی اس قسم کی حفاظت کے متعلق کہا جئے

کہ ہم راجہ سے بے وفائی کرتے ہیں تو یقیناً ہمارے لئے سوائے اس کے اور کوئی پناہ نہیں کہ ہم جلا وطنی اختیار کریں۔ یہ کہہ کر انہوں نے روتے ہوئے سر جھکا کر اس کے پاؤں پر رکھ دیئے جس پر راجہ نے بمشکل انہیں ملک چھوڑنے کی اجازت دے دی۔ اس اندیشہ سے کہ دہمت کو کوئی راستہ میں مار نہ ڈالے وہ اُسے اپنے ہمراہ لے گئے اور موہ فوجوں اور گھوڑوں کے ملک کو چھوڑ دیا۔

جب تنوگ کے بیٹے محل خالی کر کے رخصت ہو گئے تو راجہ نے اپنے بیٹے کو بلوا کر نرمی سے کہا۔ آغا ز عالم سے لیکر اس دنیا میں ہر جگہ لوگ بیٹے کا اندازہ اس کے باپ کی شہرت سے کرتے رہے ہیں۔ بخلاف اس کے اے بیٹا! میں تمام لوگوں میں تمہاری بدولت مشہور ہوں جس کا شہرہ تمام اطراف عالم میں اس طرح پھیل گیا ہے جیسے اتری اپنے بیٹے چاند کے ذریعے مشہور ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم جو نیکیوں کے سردار ہو اور غیر محدود شان و شوکت رکھتے ہو کس طرح بروں کے راستہ پر چلنے لگے ہو؟ اس وجہ سے کہ میں تمہارے دادا کا اور اپنا خزانہ تمہارے حوالے نہیں کر دیا تمہیں مجھے اُس وقت تک قصور وار نہ ٹھہرانا چاہئے جب تک میرا عذر نہ سن لو۔ میں خزانہ اس لئے رکھا ہوا ہے کہ میں جانتا ہوں جس راجہ کے پاس وسائل نہ ہوں اُسے اپنی رعایا اور دشمنوں کا مطیع ہونا پڑتا ہے۔ اپنے شہر کی بنیاد مکمل کرنے کے بعد میں تاج کا بوجھ تم پر ڈال کر ایک سیاسی بن کر وراثتی یا مذہبی کھیتروں کو پال جاؤں گا۔ اس طرح پر زیادہ عرصہ گزرنے سے پہلے ہی تم تخت اور مال کے اذکس ہو جاؤ گے پھر کس لئے تم پوری کوشش سے اس بات کے درپے ہو جو عزت داروں کے شایاں شان نہیں؟ بد معاشوں نے تمہارے متعلق جو خبریں بچھے دی ہیں اُن پر مجھے یقین نہیں آتا۔ لازم ہے کہ صحیح بیان کے ذریعے تم

اُن جھوٹی خبروں کی تردید کرو۔“

راجہ نے یہ الفاظ ایک خاص مطلب سے کہے کیونکہ پدرانہ محبت کے باعث چاہتا تھا کہ وہ اپنی صفائی کے لئے ان حرکات سے انکار کر دے۔ چونکہ وہ خود معافی دینے کے لئے تیار تھا اس لئے اس کی خواہش تھی کہ اُس کے انکار محض کے ذریعے لوگوں کو اطمینان دلا دے۔ لیکن ہرش نے ادب کے ساتھ ان سب باتوں کی صداقت تسلیم کر لی جو اُس کے باپ نے کہی تھیں اور یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا کہ میں کسی معتبر شخص کے ذریعے واقعات بیان کروں گا۔ جس شخص کو اُس کے باپ نے بھیجا اُسے اس نے بحالت اضطراب یہ کہا۔ میں یہ کام دوسروں کے ایسا کرنا چاہتا تھا اور اس کے بعد گھر چلا گیا۔

ہرش پر حملہ { جب راجہ نے پیغام بر کا اُترا ہوا چہرہ دیکھا تو اس نے اپنے سر پر دو ہنڑ ماری اور افسوس اے بیٹا! کہہ کر اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ راجہ نے چونکہ حکم دیا تھا کہ اگر ہرش مارا گیا تو میں اپنا اُٹلا کاٹ لوں گا۔ اس لئے سپاہی محض اُس کے محل کا محاصرہ کر کے ٹھہر گئے۔ برخلاف اس کے قاتلوں نے جنہیں اپنی موت کا یقین تھا دروازے بند کر لئے اور راجہ کے گرد جمع ہو کر اُسے مفصلہ ذیل گستاخی کے الفاظ کہے۔ بد بخت! تم نے لاپرواہی اور جہالت سے نہایت خطرناک غداری کی ہے۔ کیا اب تم توقع کرتے ہو کہ ہمیں مروا کر تم زندہ رہو گئے؟ تمہارا باپ تمہیں اس طرح محفوظ رکھ لیگا جیسے تم نے اُسے رکھا۔ کیونکہ تم دونوں میں خون کا رشتہ ہے۔ لیکن تمہارے اور اُس کے درمیان ہم خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔ ہمارے ساتھ لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔ واقعی اب تمہارے جینے کا کوئی موقعہ نہیں یہ خبر سن کر اُس کا اپنا چیمبر لین (مہتر) ڈنڈک نامی جو مصیبت زدہ راجہ کے

سانے کھڑا تھا ہرش کے پاس گیا۔ جب قاتلوں نے اُسے گھر کے ایک آدمی کی حیثیت میں مکان کے اندر داخل ہو جانے کی اجازت دیدی تو اُس چالاک شخص نے راجکمار کے پاس جا کر یہ کہتے ہوئے سب کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اے کشتری پتر! دیوتاؤں کو بھی جو سب سے بڑا ^{فہم} کارن ہیں کئی ایک زندہ رکھر قسمت کی مرضی کے مطابق چلنا پڑتا ہے اس لئے اب جبکہ نہ رکنے والی موت آگئی ہے لازم ہے کہ تم اپنی اُس عزت کو برقرار رکھو جس کے لئے ہتھیار لگائے جاتے ہیں۔ تم ایک نوجوان اور شریف چھتری ہو۔ علمیت رکھتے ہو اور تمہاری شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے تو پھر لڑائی میں تاخیر کر کے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہو جانے کی توقع ہو سکتی ہے؟ ایسے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر جبکہ میں آگے چلوں تمہارے لئے موت اور نصرت دونوں یکساں طور پر شاندار ہیں۔ اٹھو اپنے ناخن۔ بال وغیرہ جلدی سے آراستہ کر لو اور سر پر سیر پٹا باندھ لو جو اسپراؤں کے ساتھ تمہاری شادی کا ہار ثابت ہونے والا ہے۔“

یہ کہہ کر اُس نے راجکمار کو موہ ایک حجام کے حجامت وغیرہ بنوانے کے لئے مکان کے اندر بھیج دیا اور قاتل اس کا ردائی سے خوش ہوئے۔ عین اسی وقت اس نے اپنا خنجر پھینک دیا۔ خوشی سے اچھلا اور پیچھے پیچھے جا کر کمروں کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ تب اس نے کھڑکی میں سے راجستھانیہ کو کہا: ”راجکمار یہاں پر محفوظ ہے جو جی میں آتا ہے کر لو۔“ بھوتوں۔ ستاروں وغیرہ کے خطر کو بوٹیوں کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے۔ دشمن کے خطرے کو مسلح قوجوں اور ہتھیاروں کے خطرہ کو زرہ بکتر کے ذریعے دور کر سکتے ہیں لیکن جہاں راجاؤں ^{۵۵۵} کارن سے مراد اس جگہ ایک ٹیکا کارن نے مفصلہ ذیل پانچ دیوتاؤں سے لی ہے۔

جن کا شومنت کے شاستر میں ذکر آیا ہے۔ برہما۔ وشنو۔ رودر۔ ایشور۔ سداشو۔

کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے تو اُسے وہی لوگ دور کر سکتے ہیں جو پختہ دانائی رکھتے ہیں۔ سب سپاہیوں نے پر جوش نعرے لگا کر دیواروں، عمارتوں وغیرہ کے ذریعے راجکمار کے مکان میں داخل ہوئی کوشش کی اور جب قاتل راجکمار کو چھوڑ کر جو محل کے بھاری دروازوں کے پیچھے محفوظ تھا باہر نکل جانے کی کوشش کر رہے تھے اور فرار ہوتے ہوئے گرتے جاتے تھے دو تین بہادر عزت دار آدمی جو بیگناہ تھے اور اتفاقاً یہ طور پر موجود ہوئے ان کے باعث اس معاملہ میں پھنس گئے تھے باہر نکل گئے۔ اس مکان کو پیچھے چھوڑ کر جو سواری متی گوریش کے مندر کے قریب تھا وہ اپنے مخالفوں کو مارتے کھٹتے ہوئے سداشو کے مندر کے قریب جا پہنچے۔ ان میں سب سے اول جو قتل ہوا وہ راجہ کا ایک رشتہ دار سہج نامی تھا گو اس کے متعلق راجہ نے اپنا رشتہ دار ہونے کے باعث حکم دے رکھا تھا کہ اُسے نہ مارا جائے۔ اس کے علاوہ فریق مخالف کے سپاہیوں نے تو یہ نامی برہمن کو جو بہادر اور فاضل تھا۔ رام دیو کو جو اپنی شجاعت کے لئے مشہور تھا اور کرناٹک کے ایک شخص کیشن کو مار ڈالا۔ بعض بد بختوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے بعض خودکشی کر کے مر گئے اور اس طرح پر انہوں نے موت۔ قید وغیرہ سزائیں بھگتیں جو بزدلوں کے حسب حال ہوتی ہیں۔

ہرش کا قید ہونا { چھ مہینے پورہ لوک سم ۷۱۶۲ (۱۰۸۵ء) کو اُن بد معاشوں کا یہ بلوہ ہوا جنہوں نے باپ بیٹے میں تفرقہ کا بیج ڈالا تھا۔ متواتر فضول خرچی کرتے جانا۔ نوجوان اور چاہستی بیوی کی طرف سے ترغیب پانا۔ شریروں کی صحبت رکھنا۔ باپ کی طرف سے سابقہ محبت کا زائل ہو جانا۔ وزیر بھائی یا سوتیلی ماں کے ساتھ جھگڑنا ان باتوں سے نوجوان شاہزادوں کے دلوں میں اپنے باپ کی طرف سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح پر اس راجکمار کو اُس نا عاقبت بیٹی کی وجہ سے جو اس نے شریروں کی

صحبت میں حاصل کی تھی چہل خانہ میں قید ہونا پڑا اور ہر چند کہ آرام و آسائش کا عادی تھا تاہم لاچار مصیبت میں مبتلا ہوا۔ جب وہ قید ہو گیا تو خود دار رہی بھون متی نے جس نے ضامن ہو کر باپ بیٹے میں صلح کروائی تھی گلا کاٹ کر خود کشی کر لی۔ راجہ نے مختبر مشیروں کو اس کا محافظ مقرر کیا اور محبت پداری سے مجبور ہو کر ہر روز اُسے مناسب کھانا بھیجتا رہا۔ راجہ نے اس خیال سے اُس کے ذاتی نوکر پریاگ نامی کو اُس کے پاس چھوڑ دیا کہ وہ سازش وغیرہ نہ نہ کرے گا۔ ہرش کے متعلق نوٹک نے راجہ کو مشورہ دیا کہ یا تو خود یا کسی دوسرے شخص کے ذریعے اُسے مروایا اندھا کر دیا جائے۔ راجہ کا چال چلن بالکل حیوانوں کے درجہ تک گر چکا تھا اس نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اپنے بیٹے کی بعض بیویوں کے ساتھ اس طرح اختلاط شروع کر دیا گویا وہ کسی دشمن کی ہوں ان میں سے سو گلا جو راجہ تک کی پوتی تھی اپنے خسر کی منظور نظر بن کر اپنے شوہر کو مارنے کی کوشش کرنے لگی۔ نوٹک اور اس نے مل کر مشورہ کیا اور ایک شریر باورچی کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ ہرش کے کھانے میں زہر ملا دے جب پریاگ نے یہ بات ایک دوسرے باورچی کی زبانی سن لی تو اس نے اپنے آقا کو متنبہ کر دیا کہ ان دونوں کا بھیجا ہوا کھانا نہ کھائے۔ ہرش نے بھی جب یہ بات سنی کہ جن روکتوں کو یہ کھانا آزمائشاً دیا گیا تھا مر گئے ہیں تو وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ چونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ اس کے باپ نے یہ انتظام اُس کے مروادینے کے لئے کیا ہے اس لئے اُس کا یہ قاعدہ ہو گیا کہ کھانے کو محض ہاتھ لگا کر چھوڑ دیا کرتا تھا اور وہ صرف اس قسم کا کھانا کھا کر گزارہ کیا کرتا تھا جو پریاگ یا ہر سے لے آتا تھا۔ جب راجہ نے باورچیوں کی زبانی یہ بات سنی کہ وہ کھانا نہیں کھاتا تو اس نے پریاگ کو بلا کر اُس سے اس کی وجہ دریافت کی اُس نے

زہریلے کھانے کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ مگر دونوں سازشیوں اور باورچیوں کے نام نہیں بتلائے۔ البتہ یہ کہہ دیا کہ میرا آقا اس بات سے واقف ہے۔ اس کے بعد گو اس کے باپ نے باورچیوں کو بدل دیا تاہم راجہ مار سوائے اس کے کچھ نہ کھاتا تھا جو پریاگ خرید کر لایا کرتا تھا۔ چونکہ سب اس کے خلاف تھے اس لئے ہر روز جو وہ قید خانے میں گذارتا اسے غنیمت سمجھتا تھا اور زمانہ مستقبل کا کچھ خیال نہ کرتا تھا۔ انہیں ایام میں راجہ کے چال چلن میں ایک غیر متوقع بُری تبدیلی واقع ہو گئی جس سے خیال پیدا ہو گیا کہ اس کا خاتمہ قریب ہے۔ اس نے پہلے تو ٹامر سوامن نامی تانبے کی سورج کی مورتی توڑ ڈالی اور اس کے بعد نجوت ہو کر دھاروں سے پتیل کی مورتیاں اٹھوا لیں۔ اس عیاش راجہ نے اپنے مظالم کے دوران میں تمام غرت دارانہ قواعد کو بالائے طاق رکھ کر یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جو شخص بے اولاد مرتا یہ اس کی جائداد پر قبضہ کر لیتا تھا۔

کُلش کی آخری بیماری { اس کے بعد یکایک اُس کے اعضاء ٹیسے کمزور ہو گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شہوات

نفسانی کا بے حد غلام ہو چکا تھا۔ اور یہ کسی کی بددعا کا اثر تھا۔ جبکہ وہ شوجی کے مندر میں کنبھ پرتشٹا کی رسم ادا کرنے والا تھا اس کی ناک سے خون بہہ کر مہاں کال کے پیالے میں گر گیا۔ اس بدشگون کی علامت کو علاج معالجے سے بھی نہ روکا جاسکا بلکہ بخلاف اس کے علاج سے یہ مرض بڑھتا گیا۔ چونکہ اس کا ہاضمہ کمزور تھا اور اس کے ساتھ دوسرے امراض بھی موجود تھے اس لئے اس کی طاقت اور گوشت کم ہو گیا اور وہ اُس چاند کی مانند بن گیا جو گھٹتے گھٹتے سہو پہا

۵۵۶ اس جگہ مراد غالباً بدھ مت کی مورتیوں سے ہے کُلش کو جب مالی مشکلات پیش

آئیں تو اس نے مقدس مورتیوں کو گلوانا شروع کر دیا۔

حصے تک پہنچ گیا ہو۔

ات کرش کا لوہر
سے بلایا جانا۔

راجہ کا منشا ہرش کو تاج دینے کا تھا لیکن جب اس نے وزیر کی مخالفت دیکھی تو لوہر کی پہاڑیوں سے ات کرش سے بلایا جانا۔ کو اس غرض سے بلایا کہ اُسے تخت نشین کر دیا جائے چونکہ اس کے دل میں شک تھا اس لئے گویستر مرگ پر ہر بڑے چھوٹے شخص کو تحفے تحائف دیئے تاہم اپنی رنو اس کی رانیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس نے وزیر سے ہرش کو اپنے سامنے لانے کے لئے کہا کیونکہ وہ اُسے روپیہ دیکر ملک سے باہر بھیج دینا چاہتا تھا لیکن برعکس اس کے انہوں نے پہلی گارو کو موقوف کر کے لوہر کے ٹھکروں کو اس کی نگہبانی پر متعین کر دیا اور اُسے ات کرش کے حوالے کر دیا۔ جس نے سوکھے ہوئے ہرش کو کمرہ رقص (ناٹھ منڈپ) سے نکال کر اور دوستوں سے جدا کر کے اُسے چار ستونوں کے کمرے (چتوہ سہتمب) میں قید کر دیا۔ راجہ نے جب اپنی مایوسی کی حالت میں دیکھا کہ اب میری جان نکلنے والی ہے تو وہ مرنے کے لئے کسی تیرتھ پر جانے کے لئے تیار ہوا۔ اس خیال سے کہ ٹامر سوامی کی مورتی توڑنے کی وجہ سے سورج دیوتا مجھ پر ناراض ہے وہ اپنی جان بچانے کے لئے مارتنڈ کے مندر میں پناہ گزین ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اگرچہ وہ خود بھی شوجی کا پیجاری تھا مگر وہ اسی خیال سے بے کشتیر کو جہاں مرنے والوں کو مکوش حاصل ہوتی ہے چھوڑ کر اس تیرتھ کو چلا گیا۔ وہ اہلکار جو اپنے عہدے پر پہنچ کر سارے عالم کو ایک تنکے کے برابر سمجھتا ہے تکلیف کے وقت گھر کی نوکمانیوں تک کے روبرو جھکتا۔ چیختا اور چلاتا ہے۔ شور و غل مچاتا ہوا اور غلط نصیحت حاصل کرنے کے باعث بیوقوفی کے خیال رکھتا ہوا اُس وقت جبکہ اس کا انجام تریب ہو وہ بچوں کی طرح کونسی بے جا کاروائی نہیں کر بیٹھتا ؟ راجہ نے اپنے

گوروں کی ہدایات کے متعلق قبل ازیں جس تکبر کا اظہار کیا تھا وہ اس بزدلانہ طاعت سے قابل تمسخر بن گیا جو بخیل بہ بختوں اور اسی قسم کے لوگوں کے زیادہ نمایاں نشان ہو سکتی ہے۔ تیسری شادی نگھر کو شام کے وقت یہ راجہ بستر سے اٹھ کر ڈولی میں بیٹھ کر مرنے کے لئے روانہ ہوا۔ لوگوں کی آہ زاری کی آواز نقاروں کی آواز کے باعث سنائی نہ دیتی تھی اس وقت یہ راجہ وزیروں اور نواس سمیت آبی راستے کشتیوں میں روانہ ہوا۔ دوسرے دن کا بھی ایک پھر باقی تھا کہ وہ مارتھ کے قدموں میں جا پہنچا اور اپنی جان بخشی کے لئے اس دیوتا کی ایک طلائی مورتی چڑھائی۔ اس وقت بحالت تکلیف وہ اپنے بڑے بیٹے کے انتظار میں تھا لیکن نوکر اس کا کہنا نہ ملتے تھے جس سے اس کی تکلیف بڑھتی گئی۔ سردار ہیں بھرتا ہوا وہ کھلے دروازے میں سے اُن گویوں کی آوازیں سن رہا تھا جو باہر بیٹھے ہرش کے بنائے ہوئے گلے گلاتے تھے۔ راجاؤں کو سب سے بڑا صدمہ اور تکلیف جاگنی کی حالت میں اس بات سے ہوتی ہے کہ جوں جوں موت قریب آتی ہے اُن کے اختیارات اس طرح سلب ہوتے جاتے ہیں جس طرح خواب میں تیزی سے چلنے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ جب وہ لوگوں اور اپنے بڑے بیٹے کو انعام و اکرام دینے کا حکم دے چکا اور ات کرش کو ہدایات کر رہا تھا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ چونکہ وہ رہ رہ کر ہرش کا نام ایسے طریقے پر لیتا تھا جو سمجھنا نہ جاتا تھا اس لئے

۵۵۵ اس جگہ حوالہ اس بات کی طرف دیا گیا ہے کہ پہلے یہ راجہ تنتروں اور شومت کا

معتقد تھا لیکن بعد میں ویشنو عقیدہ کا ہو گیا جو قابل حقارت تھا۔

۵۵۸ ویشوور (دوج برور) سے مارتھ کے مندر کو جو عام سڑک جاتی ہے وہ دریائے

وتشتا کے کنارے کنارے انت ناک کے نیچے سے ہو کر گزرتی ہے یہی وجہ ہے کہ پانچ میل

کے فاصلے تک اس کا گزر ایک سطح مرتفع پر سے ہوتا ہے۔

۵۵۹

نونک نے راجہ کے اصلی خیال کو چھپانے کے لئے اُس کے سامنے ایک آئینہ (آدرش) پیش کر دیا۔ راجہ نے مسکرا کر اسے پیچھے ہٹا دیا۔ اپنے ہونٹوں کو کٹا سر کو جنبش دی اور کچھ بڑبڑایا۔ پھر وہ اڑھائی دن تک خاموش رہا۔ آخر کار جب اس کا آخری دم قریب تھا اس نے اشارے سے وزرا کو بلایا اور اپنے خیال کو ظاہر کر کے اُن کے ذریعے مارتنڈ کی مورتی کے سامنے پہنچا۔

۱۰۸۹ء { ۸۹ سال کی عمر میں یہ راجہ چھ شہزیں لکھن لوگ سمست ۷۱۶۵ء } ۱۰۸۹ء میں انتقال کر گیا۔ ممنا۔ چھ اور شادی شدہ

رانیاں اور ایک مدخولہ عورت بے متی اُس کے ہمراہ جل مری لیکن اُس کی چاہتی مدخولہ کیلئے عورت ذات کے نام پر بٹہ لگا دیا۔ اگر اُسے یہ بات یاد نہ تھی کہ میر مالک نے رنوا میں مجھے سب سے بڑا اور جہ دے رکھا تھا تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ نیچ نسل کی تھی۔ لیکن ہمیں زیادہ رنج اس بات کا ہے کہ بعد میں اس نے ویجے کشتیر میں رہتے ہوئے ایک دیہاتی اہلکار کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اپنا جسم جس کا تعلق ایک راجہ کے ساتھ رہ چکا تھا اور جو مسلسل آراموں کے باعث خوبصورت ہو چکا تھا ایک دیہاتی کے حوالے کر دیا۔ ایسی کمینہ عورتوں پر دھتکارا جا !!!

راجہ ات کرش

۱۰۸۹ء

تمام وزیر ات کرش کی تاج پوشی میں مصروف تھے اس لئے صرف شکر گزار

۵۵۹ ہر ش کے لفظ کو نونک اپنے خیال میں آدرش ظاہر کرنے کے لئے آئینہ

دکھاتا تھا۔

وامن نے ہی راجہ کی آخری رسوم ادا کیں ایک طرف تو رسم تاجپوشی کے شادی
 بچ رہے تھے اور دوسری طرف ماتم کا باجہ اور آہ وزاری ہو رہی تھی۔ وجے ل جو
 رانی پدم شری کے بطن سے راجہ کلش کا بیٹا تھا اپنے بھائی کا مخالف بن گیا۔ راجہ
 ات کرش نے کچھ روزانہ وظیفہ جو اُس کے باپ نے ہرش دیو کے لئے منظور کیا
 تھا اس کو دینا منظور کیا اور اعتبار جمانے کے لئے اس نے چند باجگہ اردا یا ان
 ریاست اور وزرا کو ضامن بنالیا اور کیا کبیٹے بے راج کو بھی وظیفہ دیتا رہا۔
 متلون مزاج جوان عورتیں اس وقت جبکہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی
 ہیں دوسرے وسائل معاش کا فکر کرنے لگتی ہیں بیٹے جلتی چتا کے سلسلے
 ہی جائداد کے متعلق جھگڑا کرنے لگتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ سینکڑوں مرتبہ
 دوسروں کی مرگ پر ایسے واقعات دیکھ کر بھی ایسے ایسے نادان لوگ موجود
 ہیں جو بیویوں بچوں وغیرہ کے لئے بُرے طریقوں سے کما کر دولت جمع کرتے
 ہیں۔

نیا راجہ شان و شوکت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا مگر وہ اہل شہر کے دل
 میں داخل نہ ہو سکا کیونکہ وہ تو ہرش کے عروج کے متمنی تھے۔ ہرچند کہ یہ اسکی
 تخت نشینی کا دن تھا تاہم لوگوں کو اس سے کچھ خوشی حاصل نہ تھی جس طرح کسی
 مریض کو تہوار کی خوشی نہیں ہوتی۔ جب ہرش دیو کا بیمار باپ مرنے کے لئے
 روانہ ہوا تھا تو اُسے چتوہ سہتمب کے کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ اس نے
 اس دن بالکل کھانا نہ کھایا۔ اس سے اگلے روز وہ چپ چاپ اور اُس آوارہ
 گرد کی مانند جس کے ہمراہی اُس سے جدا ہو گئے ہوں غم زدہ رہا۔ آخر کار ٹھکروں
 نے بمشکل اُسے کھانا کھانے پر رضا منہ کیا۔ انہوں نے اُس سے یہ بھی وعدہ کیا کہ
 ہم تمہیں اپنے ملک (لوہر) کا تخت لے دینگے۔ کیونکہ ات کرش اکیلا دونوں

سلطنتوں پر حکومت کرنے کا مستحق نہیں ہے۔ جب اُسے اس طرح پران کی ہمدردی حاصل ہو گئی تو اس کے بعد اُسے اپنے باپ کے مرنے کی خبر ملی۔ اور اگلے روز جبکہ اس نے برت رکھا ہوا تھا اسے ات کرش کی آمد کی خبر دی گئی۔ وہ بٹے ہوئے آنسوؤں سے پتروں کو پانی دے رہا تھا کہ اُس کے چھوٹے بھائی یعنی راجہ ات کرش نے قاصد کی زبانی کھلا بھیجا کہ تم بھی ^{نشاہ} ادھر وہ ہمارا تھا ادھر ات کرش رسم تاج پوشی کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس وقت وہ بھی شیک کے مطابق باجایج رہا تھا اور فتحمدی کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ہر ش چونکہ فالوں کے سمجھنے میں مہارت رکھتا تھا اس لئے اس نے اس نیک شگون سے یہ نتیجہ نکالا کہ مجھے شاہی اعزاز حاصل ہو جائیگا جس طرح کوئی شخص سجلی کی چمک سے گرج کا اندازہ کر لیتا ہے۔ اس کے بعد ہر ش کے سامنے جس کا عہد حکومت عنقریب آنے والا تھا نیک فال نوکروں کی طرح نظر آنے لگے۔ جب اُس کے بھائی نے قاصدوں کی زبانی اُسے کھانا کھانے کے لئے کھلا بھیجا تو اس نے انہیں یہ جواب دیکر رخصت کر دیا۔ ”راجہ کو کہہ دو کہ وہ مجھے آزاد کر کے جلا وطن کر دے میں طریق کوش پر حلف لے لوں گا کہ آئندہ کبھی اس کی مخالفت نہ کروں گا اگر یہ بات منظور نہ ہوئی تو میں فاتہ کشی کر کے جان دیدوں گا۔“ اس پر راجہ نے اُس کے ساتھ چھوٹا وعدہ کر کے اور قاصدوں کی زبانی مہربانی کا پیغام بھیج کر اُسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ حلف لی کر کھانا کھائے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ راجہ سے اپنی رہائی کے لئے کہتا تو ہر روز اس کو دوسرے دن پر ملا دیتا۔ اس کی اس ٹال مٹول سے ہر ش کے دل میں اندیشہ پیدا ہو گیا اس نے خفیہ طور پر پریاگ کو اپنے کان کا بالادیکر وجے تل کے پاس بھیجا اور پریاگ سے ^{۱۵۷۵} جو لوگ اپنے والدین کی ارتھی کے ساتھ نہ جاسکیں ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ مرنے کی خبر پاتے ہی ان لوگوں کی طرح جو شمسان سے واپس آتے ہیں نہ ہوں۔

اُس سے جا کر کہا "تمہارا بے نصیب بڑا بھائی تم سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ ات کرشن راجہ اور تم ولی عہد ہو اور میں قید میں مڑتا ہوں"۔ وجے مل نے اس پر بہت دیر تک غور کیا۔ اُسے اس سے بڑا دکھ پہنچا اور آخر اس نے جواب دیا "اُس بارہ میں دور اندیش راجہ میرا کہنا کیونکر مانے گا۔ بایں ہمہ میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں آزاد کرادیا جا لیکن ساتھ ہی تم نے بھی احتیاط سے اپنی جان کی حفاظت کرنا یہ پیغام دیکر اس نے پریاگ کو ہر ش دیو کے پاس واپس بھیج دیا اور خود اس مدعا کو حاصل کرنے کے ذرائع سوچنے لگا۔ ات کرشن کی دیوتاؤں نے کچھ ایسی عقل مار دی تھی کہ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے معاملات کا انتظام کرنے کے متعلق کچھ بھی کوشش نہ کی۔ ہر چند کہ اُس نے خود کندرپ اور دوسروں کو عہدے دیئے تھے تاہم اس نے ان سے کبھی سلطنت کے کاروبار کے متعلق سوال نہیں کیا نہ خود ہی کسی معاملے کے انتظام میں دخل دیا۔ اس کا روزانہ کام محض یہ تھا کہ وہ اپنے خزانے کا موازنہ کرتا اور اُسے تول چھوڑا کرتا تھا۔ دور اندیش لوگوں کو اُس کے حریصانہ چال چلن کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ یا تو وہ ایسا کام کرتا تھا جس پر کچھ لاگت نہ آئے یا لاگت پر ہی غور کرتا رہتا تھا۔ اس کے باپ کی رانیوں نے جنہیں روکنا مشکل تھا اُس کے حرص کی داستان اس لئے مشہور کر دی کہ وہ انہیں موڈگ (مونگ کی دال) کے ساتھ کھانا دیا کرتا تھا۔ وہ ایک پروہت (مشرور تریہ) کی ماتہ بخیل تھا اور ہر کام میں اس کی کم طرفی ہوید اہوا کرتی تھی اس لئے لوگ جو چاہتے ہیں کہ ان کے مالک فراغ حوصلہ ہوں اُسے پسند نہ کرتے تھے۔

وجے مل کی روانگی { وجے مل کو اس حریص راجہ کی طرف سے اپنا مقررہ وظیفہ نہ ملتا تھا اس لئے غصے میں آکر وہ ملک چھوڑ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اپنی محافظت کے لئے اس نے اُن سب لوگوں کو جو ضامن

بنے تھے اپنے ہمراہ چلنے کی درخواست کی اور وہ اس کے ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔
شہر سے روانہ ہو کر جب وہ ایک رات کے لئے لونٹس میں جا بٹھا تو ضامنوں کی
جمعیت کے سپاہی اُس کے پاس چلے آئے۔ ”اگر تم ہرش کو بیٹریوں میں چھوڑ کر
جاؤ گے تو راجہ کی مراد برآئے گی۔ اس لئے تمہارے لئے اُسی وقت جانا مناسب
ہے جب تم اُسے قید سے رہا کر دو۔“ ہتھیار اٹھا کر اور یہ کہتے ہوئے اُن سپاہیوں
نے جب راجہ کو رضا مند کر لیا تو اس نے واپس ہو کر صبح کے وقت شہر کی
طرف کوچ کر دیا۔

ہرش کے طرفداروں کی بغاوت بعض ڈامروں نے جب سنا کہ وہ اس
وجہ سے کہ وہ ضامنوں میں سے ایک تھا بوقت روانگی اپنے بیٹے ناگ کو راجہ کو
کی محافظت کے لئے بھیج دیا تھا۔ چونکہ وفادار ناگ نے راجہ کی طرفداری نہ
چھوڑی تھی اس لئے وہ مع چند سواروں کے پدم پور کے راستے راجہ کی طرف
روانہ ہوا مگر برے فالوں کی وجہ سے راستہ میں رک گیا اور اُس کے شہر میں
پہنچنے سے پہلے تیز کوچ کرنے والے راجہ کو مارنے جسے نیک شگون پیش آتے
رہے تھے محل کا محاصرہ کر لیا اور اس کی فوجوں نے اگن بان چلا کر مکانات کو
جلا ڈالا۔ راجہ کو مارنے بھی میدان جنگ میں راجہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور
وجے مل کے ساتھ جالا۔ جس طرح دو نو عمر شاعر مل کر کسی مشہور شاعر کے طرز کلام
کے متعلق اندازہ کر سکتے ہیں ایسے ہی دونوں راجہ کو مارنے مل کر اس بات کا
اندازہ شروع کیا کہ ات کرش اس معاملے میں کونسا طریقہ اختیار کریگا۔ وجے مل
نے اپنے سپاہیوں کے ذریعے جو یہ کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک یہاں سے

نہ جائینگے جب تک ہرش کو چھوڑا نیلگے ہاتھیوں اور بھینسوں کے اصطبلوں کو آگ لگوادی۔ شہر کے عزت دار باشندے بھی یہی کہتے تھے کہ ہرش دیو کا تاجدار ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ اس بادل کی مانند جو دنیا کو ڈبو دینے والا ہو عطیات کی بارش کرتا ہے۔ اس حریص کہش کو جو ایک دوکاندار سا ہے سلطنت سے باہر نکال دو۔ اس کے بعد وہ ہرش کے پاس گئے اور کھڑکیوں میں سے پھول پھینک پھینک کر اُسے لاد دیا۔

جب یہ شور و غل مچ رہا تھا ہرش نے ٹھکروں کو روانہ کیا۔ ان کی زبانی راجہ کی جمیعت کے نام غیر طرفداری کا پیغام بھیجا۔ اس طرح پر اپنے دشمن ات کرش کو خود قید خانے میں ہوتے ہوئے ایک اور ضرر پہنچا کر اس نے جوش سے کانپتے ہوئے اعضا کے ساتھ ٹھکروں کو یہ کہا ”مجھے آج نہایت خوف لگا ہوا ہے اس لئے مجھے زنجیروں سے آزاد کر دو ورنہ یقیناً راجہ کی طرف سے مجھے کوئی آزار پہنچے گا“ لیکن ابھی وہ ان الفاظ کے متعلق آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ کسی نے عمارت کے باہر دروازے پر لائیں مارنی شروع کیں اور ساتھ ہی کسی نے بلند آواز سے کہا۔ ”بدمعاش تو تم کس شرارت پر آمادہ ہو رہے ہو بھکھو تم کو شرم ہے دروازہ کھول دو“ اس سے ٹھکر تو خوف زدہ ہو گئے لیکن ہرش نے دلیری سے خوف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خود دروازہ کھول دیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ لوہر کی نگارد (وارک) کے سولہ سپاہی میرے مارنے کے لئے آئے ہیں تو اس کی جان اس وقت صرف آنکھوں میں رہ گئی۔ دراصل نوٹک رہ رہ کر ات کرش کو یہ مشورہ دیتا رہا تھا کہ جب ہرش کا سر کاٹ کر لٹا ہر کر دیا جائیگا تو سارا خطرہ دور ہو جائیگا۔ اسی نصیحت پر عمل کر کے راجہ نے ان لوگوں کو اُسے مارنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کے بعد اس بات پر غور

کرتے ہوئے کہ بعد میں مجھے کیا کرنا چاہئے اس نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ ہرش کو اگر مارا نہ گیا تو ممکن ہے کسی روز وہ کام آ سکے۔ اس لئے جب وہ چلنے لگے تو اس نے انہیں یہ حکم دیا۔ اُس کے پہرہ دار ٹھکروں کو ان کے فرض سے سبکدوش کر دو۔ اس کے بعد اگر میں نے بطور علامت کے یہ انگوٹھی تمہارے پاس بھیجی تو اُسے مار دینا لیکن اگر یہ (دوسری) انگوٹھی بھیجی گئی تو اُسے قید سے آزاد کر دینا یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ کی دو انگوٹھیاں دکھائیں اور کہہ دیا کہ اُس کے مارنے میں ضرورتاً خیر سے کام لینا۔ یہی وجہ تھی کہ ٹھکروں کو اپنے فرض سے سبکدوش کرنے کے بعد انہوں نے فوراً ہی ہرش پر حملہ نہ کیا۔ ہرش نے انہیں سے ہر ایک کو اُس کے نام سے مخاطب کیا۔ انہیں پان دیئے اور اپنے سہلے بٹھا لیا۔ اس مہمان نوازی کے استقبال کو دیکھ کر وہ شرمندہ ہو گئے۔ اور اُس کے ہاتھ سے پان لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے ہتھیار رکھ دیئے اور دل سے اُس کے مارنے کا ارادہ دور کر دیا۔ پونے (گو) سے دولت حاصل ہوتی ہے۔ شہرت پیدا ہوتی ہے۔ گناہ دور ہوتے ہیں اور دشمن تک سے دوستی ہو سکتی ہے اُس کا ہر ایک لفظ رپرتی پدم، ایسے راستوں پر چلتا ہے جنہیں دانا پسند کرتے ہیں۔ بہت سی چیزیں دینے والی نکالے (گو) کی مانند کو نہی صیبت ایسی ہے جس کی اس سے اصلاح نہیں ہو سکتی؟ راجکمار نے ان سے کہا تم شرمندہ ہوئے کیوں کھڑے ہو؟ نوکر جب اپنے آقا کا حکم سچا لاتے ہوں تو وہ ہمیشہ بے خطا ہوتے ہیں۔ تاہم تم انتظار کر سکتے ہو اس بات کو دیکھنے کے لئے کہ معاملات کا یہ عجیب انداز کیونکر لفظ بہ لفظ رنگ بدلتا ہے۔ جس طرح آسمان میں چھوٹے بادل ہاتھیوں۔ چیتوں۔ درندوں۔ سانپوں۔ گھوڑوں اور دوسرے حیوانات کی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں ایسے ہی لفظ بہ لفظ انسانی دل کے

جذبات کی لہریں بھی نرمی اور سختی کے درمیان بدلتی رہتی ہیں۔ اس لئے جبکہ میں ہر لمحہ کا انتظار کر رہا ہوں تمہیں بھی چاہئے کہ اس امر کے منتظر رہو کہ آئندہ تمہیں کیا کرنا ہوگا۔ یا ممکن ہے زندگی کے اس قسم کے خطرات (ات کرش کے) خیال میں تبدیلیاں پیدا کر کے کسی شخص کو (خود ہرش کو) تخت نشین بنانے والے ہیں۔ جس وقت بارش قریب ہوتی ہے تو دھوپ کی گرمی بہت تکلیف دہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ صبح ہونے کے قریب ہوتی ہے تو رات کی تاریکی بہت گہری ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جیب غیر معمولی نیک بختی کسی شخص کے لئے فہم و خیال سے بالاشان و شوکت مہیا کرنے والی ہو تو دور ہونے والی بد نصیبی اپنے مصائب کے زور کو بڑھا دیتی ہے۔ اس طرح پر گفتگو کرتے ہوئے اس نے انہیں اس قسم کی نیک آدمیوں کی کہانیاں سنائیں جن سے اچھا نتیجہ نکلتا تھا اور جو اس کی حالت سے مطابقت کھاتی تھیں چونکہ ہر لمحہ اسے نیک فال دکھائی دیتے تھے اس لئے زیادہ وقت گزارنے کے لئے اس نے انہیں ہر شیچندر کی کہانی سنائی جس کے خاص خاص امور پر بحث کر کے اس نے انہیں واضح کیا مگر اپنی قابلیت کی وجہ سے اس نے یہ معلوم نہ ہونے دیا کہ وہ ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوا دراصل اپنی محافظت اور باہر سے خبر حاصل کرنے کا انتظار کرتا ہے۔

اس اثنا میں اس کے متعلق بہت سی نئی تنجاوینز ہوتی رہیں اور سینکڑوں مرتبہ شاہی خوش بختی اور دیوی کالی آئیں اور گئیں۔ کیونکہ راجہ ات کرش اکثر اسے آزاد کر دینے کا خیال کرتا تھا اور اس کے ساتھ ہی اتنی مرتبہ مختلف ہمراہیوں کو اس کے مارنے کا حکم دیتا تھا۔

ہرش کو قتل کرنے کی کوششیں { لیکن آخر جب اس نے اس کی

موت کا حکم دیا تو وہ انگوٹھی جو علامت کے طور پر لے جانی ضروری تھی دنیا بھول گیا یہی وجہ تھی کہ پہرے داروں نے اُن احکام کی تعمیل نہ کی جو قاصدوں نے اُن تک پہنچائے تھے۔ جب اُسے خیال آیا کہ قاصدوں کا جانا بے فائدہ ثابت ہوا ہے تو اُسے علامتی انگوٹھی کا انتظام یاد آ گیا اور اس نے ستیہ (۹) کے بیٹے راج پتر سور کو بھیجا مگر جس وقت وہ اس کے ہاتھ میں انگوٹھی دینے لگا قسمت نے اُس سے غلطی کروادی اور انگوٹھیاں بدل گئیں۔ والے ملک سندھو (جیدرتھ) کے باپ بردہ کشتیر کا سر اُسی برکی وجہ سے ٹکڑے ہو کر اڑا تھا جو اس نے کسی اور کے لئے حاصل کیا تھا۔ فی الحقیقت وہی چیز جس کا مدعا حفاظت ہو قسمت کی مرضی سے آئے تباہی ثابت ہو سکتی ہے۔ اس طرح پر راجہ کے ایک علامت کو بھول جانے اور اس کے بجائے دوسری نشانی دے دینے سے خود اس کی تباہی ظہور میں آگئی۔ ہرش کے ملنسار طریقوں کی وجہ سے محافظ بہت جلد اُس کے خیر خواہ بن کر اس کرش کے احکام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ جب سور جوش میں

۵۶۱ مہابھارت کے جیدرتھ پر میں لکھا ہے کہ جب جیدرتھ پیدا ہوا تو اکاش بانی ہوئی کہ یہ لڑکا بڑا طاقتور ہوگا اور اس کا سر کوئی بہادر ہی کاٹے گا لیکن اس کے باپ بردہ کشتیر نے پرارتھنا کی کہ جو آدمی میرے لڑکے کا سر زمین پر گرائے اُس کے سر کے بھی سو ٹکڑے ہو جائیں یہ دعا قبول ہوئی اور جب ارجن کا بیٹا ابھمن چکر بیوہ میں جیدرتھ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس نے دوسرے روز جیدرتھ کے قتل کی قسم کھالی۔ کرشن جی نے جنگ کے موقع پر سمجھا یا کہ اس کا سر زمین پر نہ گرنے پائے ورنہ تمہاری خیر نہیں چنانچہ ارجن نے تیرے جیدرتھ کا سر کاٹ کر آسمان کی طرف اُڑا دیا اور دوسرے تیرے سے اس کے باپ بردہ کشتیر کی گود میں جو ایک موقع پر تپسیا کر رکھا تھا پھینک دیا۔ بردہ کشتیر نے جھجک کر اسے زمین پر گر دیا اور اسی وقت اُس برکی بدولت اس کے اپنے سر کے بھی ٹکڑے اُڑ گئے۔ کلہن کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے

بھرا ہوا دروازے کے قریب پہنچا تو انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُس کے قتل کے لئے آیا ہے اور اپنے ہتھیار اٹھا کر اُسے مارنے پر آمادہ ہو گئے لیکن جب انہوں نے دروازہ کھولا اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھی تو خوشی سے اچھلتے ہوئے اُس کے ساتھ ساتھ ہر ش تک پہنچے۔ مگر جب انہوں نے اُس کے قدموں تک سر جھکا کر اُسے باہر چلے جانے کی درخواست کی تو راجکمار ایک تھوڑے عرصے کے لئے ٹھٹک گیا کیونکہ اُسے پورے طور پر یقین نہ ہوا تھا۔

اس اثناء میں وجے مل اس خیال سے کہ ہر ش دیو مارا گیا ہے اور بھی جوش کے ساتھ لڑ رہا تھا وہ محل شاہی کو آگ لگانے ہی کو تھا کہ راجہ کے ہمراہیوں نے بمشکل اُسے یہ کہہ کر روکا کہ تمہارا بڑا بھائی زندہ ہے۔ اس پر راجہ نے فوراً ہر ش کی بیوی سکھا کو معہ اُس کے شوہر کے ^{۵۶۲}بائے کے اُس کے اطمینان کے لئے بھیجا۔ جب راجکمار نے اُسے دیکھا تو وہ محل کو جلانے سے باز رہا اور راجہ نے خیال کیا کہ ہر ش کو چھوڑ دینے سے خطرہ دور ہو جائیگا اسپر نونک۔ پر شست کش اور دوسرے وزیر خود دواں گئے اور ہر ش کی بیڑیاں اتار کر اُسے قید سے نجات دی۔ یہ حکم بڑی مشکل سے انکی زبانوں سے نکلا اس وقت ان کی وہی حالت تھی جیسے کسی شخص کے مرنے کے وقت اُس کے سانس کے آنے جانے کی ہوتی ہے۔

ہر ش کا رما کیا جانا { اہل شہر نے ہر ش پر جو پھول پھینکے وہ ان سے ٹھک گیا اور آخر گھوڑے پر سوار ہو کر وزیروں کے ساتھ

^{۵۶۲} معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں بالے کی کوئی خاص نشانی کسی عورت کے

شوہر کے زندہ ہونے پر ویسے ہی دلالت کرتی ہوگی جیسے آجکل عام طور پر عورت کے

سہاگ کی علامت اُس کی نتھ خیال کی جاتی ہے۔

راجہ کے پاس پہنچا جو ابھی تک لڑائی میں مصروف تھا۔ راجہ نے اُسے مبارک باد
 دیکر کہا۔ ”اپنے بھائی وجے مل کو جاکر کہو کہ محاصرے سے دست بردار ہو جائے اور
 اس کے بعد جب تم واپس آؤ گے تو ہم مناسب انتظام کر لینگے۔“ جب ہرش اس
 بات پر رضامند ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا تو ات کرش میدان جنگ سے ہٹ کر
 محل اپنے وزیروں کے خزانے میں پہنچا جہاں سونا اور اور قیمتی چیزیں رکھی رہتی
 تھیں۔ جب وجے مل نے دیکھا کہ اتنی تکلیفیں اٹھانے کے بعد ہرش دیوا ب
 میرے پہلو میں ہے تو ایک لمحے کے لئے وہ مارے خوشی کے بحس و حرکت ہو گیا
 اس کے بعد اس نے اس کی قد مبوسی کی۔ ہرش نے اُسے اٹھا کر بغل گیر کیا۔
 اور دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اپنے حالات بیان کئے۔ اس کے بعد
 ایک معتبر شخص نے وجے مل سے خفیہ طور پر کہا۔ ”پہلے ہرش کو راستے سے
 دور کر دو اس کے بعد ات کرش کو مار کر تم بلا مداخلت غیرے راجہ بن جاؤ گے۔“
 وفادار وجے مل نے اس نصیحت کو منظور نہ کیا لیکن ہرش اتار سے اس بات کو
 تاڑ گیا اور ایک لمحے کے لئے اُس کے جسم میں کپکپی چھڑ گئی۔ وہ ایک بے بال و پر
 پرندے کی مانند تھا اور اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان اس کی وہی حالت تھی
 جیسے کسی شکار کی دو شکروں کے درمیان ہوتی ہے۔ اب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر
 ادھر ادھر جان بچاتا پھر رہا تھا۔ جب تیز بارش ہونے سے جنگل کی آگ بجھ
 چکتی ہے تو اس وقت درخت پر بجلی گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص
 مگر مچھ کے منہ سے بچ جاتا ہے تو اُسے سمندریں غرق ہونے کا خطرہ لگا رہتا
 ہے ایسے ہی قسمت اُس شخص کے لئے جو ایک خطرے کو دور کر چکا ہو ایک نیا
 خطرہ اس لئے پیدا کر دیتی ہے کہ بعد میں اس نے جو خوش نصیبی بھوگنی ہے اس
 کی شیریں لذت کا زیادہ اچھی طرح حظ حاصل کر سکے۔ جب وہ گھوڑے کو پھرانیکے

بہانہ سے جان بچاتا پھر رہا تھا اُس کے ساتھ چند آدمی جو حقیقت حال سے آگاہ ہو چکے تھے پیدل چل پڑے۔ آخر تھوڑی مدت بعد مل سے مشورہ کرنے کے بعد وہ راجہ کے پاس بیٹھنے کے لئے گیا کہ اب ہمارے درمیان کوئی عناد باقی نہیں۔ لیکن جب وہ راجہ کو چھوڑ کر راجہ کے محل میں پہنچا تو وہ سگھ نے اُسے داخل ہونے سے روک دیا اور کہنے لگا ایک بار بیچ کر اُسے ناعاقبت اندیش شخص اب تو پھر کس لئے مرتا ہے۔ جا اور بے کھٹکے تخت پر بیٹھ جا۔

راجہ ہرش

۸۹ء تا ۱۱۰ء

اُس کے ایسا کہنے پر نوکر خزانے سے تخت نکال لائے اور ہرش دیو اس پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں سکلا بھی دلیری سے اپنے گناہ عظیم کو چھپاتی ہوئی اپنے آپ کو اس کی پٹ رانی ظاہر کرنے کے لئے آگئی۔ اس کی تاج پوشی کی افواہ سن کر تمام مشیر اس طرح جمع ہو گئے جیسے بادل کی گرج سے چاتک (پہیلا) جمع ہو جاتے ہیں۔ ات کرش کو یہ خبر سن کر بہت رنج پہنچا اور چالاک و بے سگھ اُسے کمرے سے گھسیٹ کر دوسرے محل میں لے گیا۔ وہ عزت سے محروم ہو گیا۔ بہت کم ہمراہی اُس کے ساتھ ساتھ تھے اور اسی حالت میں اُسے راجہ ہرش کے سامنے سے جو دربار کے کمرے میں بیٹھا تھا گزرتے ہوئے دیکھا گیا۔ واقعی کس شخص کی عظمت دیر پا ہو سکتی ہے !!!

جس وقت وہ اس عمارت میں داخل ہوا وہ سگھ نے باہر پرہ دار مقرر کر دیئے اور ہرش کو خبر دی کہ میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔ ہرش نے ٹھکڑو کو

جن کے ساتھ قید میں اُس کی واقفیت ہو چکی تھی اپنے گرد جمع کر لیا۔ اور وجے مل کے خطرہ کو اس طرح دور کیا کہ اُس کے راستہ پر اپنے سپاہی مقرر کر دیئے۔ وجے مل نے جب سنا کہ میرا بڑا بھائی تخت نشین ہو گیا ہے تو اس کی طرف جانے لگا لیکن ہرش کے آدمی جلدی سے ایک باادب طریقے پر اُس کے اپنے مقام رہائش پر لے گئے۔ اس اثنائے میں راجکمار کے سپاہی راجہ ہرش کے سامنے آگئے جنہیں دیکھ کر اس نے دور اندیشی سے اسی لمحہ اُسے اپنے روبرو بلوایا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ میں تمہارا ممنون احسان ہوں کہ تمہاری بدولت میری جان بچی اور مجھے سلطنت ملی ہے۔ قسمت کی یاوری سے اس کی اس مناسب حکمت عملی سے فوراً ملک میں امن چین ہو گیا۔ نئے راجہ نے ہر چند کہ ابھی تک وہی کپڑے پہنے ہوئے تھے جو جہل خانہ میں اُس کے بدن پر تھے تاہم تخت پر بیٹھا اپنی شان و شوکت کے باعث چمک رہا تھا۔ جب دن ختم ہوا تو مختلف جذبات سے تھک کر راجہ جس نے نیا نیا عروج حاصل کیا تھا چارپائی پر اس طرح گر پڑا جس طرح وہ مزدور گرتا ہے جس نے اپنا بوجھ اتار دیا ہو۔ ہر چند کہ اس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں تاہم معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزوں کے فضول ہونے پر غور کرتے ہوئے اُسے راحت خواب حاصل نہ ہو سکی۔ دوسری طرف ات کرش جو دھوکے سے قید ہو چکا تھا اپنے مشیروں سے نصیحت پوچھ رہا تھا وہ ان میں سے کئی ایک کو جھڑک چکا تھا کہ آخر نونک نے اُسے ذیل کے سخت الفاظ سے مخاطب کیا۔ اے راجہ تو نے وہ نہ کیا جس کا صبح تجھے مشورہ دیا گیا تھا دانائی کی عدم موجودگی سے تیری جو حالت ہونے والی ہے وہ اب مجھ سے سن! آج تو نے اس کو جو پانچویں تھا ان کے حوالے کر دیا جو بچا کچا کھانا کھاتے ہیں لیکن کل وہ تجھے اُنکے حوالے کر دینا جو کتوں کا گوشت کھاتے (چنڈال) ہیں۔ اس لئے اب سوائے موت کے

اور کوئی پناہ نہیں لیکن چونکہ ہم جنگ سے دست بردار ہو چکے ہیں اس لئے ہمارے لئے موت حاصل کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دشمن اُس طریق سرزنش سے کام نہیں لیتے جس کا نہایت گہرا زخم مفتوحوں کے دلوں پر پڑتا ہے جس طریقے پر تم نے خطرے سے لاپرواہ ہو کر عمل کیا اس سے ہر چیز یکا یک اور ایک ہی لمحہ میں ضائع ہو گئی ہے۔ چھوٹے سے عیب کو بھی اگر سلیقے کے بغیر رفو کرنے کی کوشش کی جائے تو اس میں سینکڑوں شکاف اس طرح پیدا ہو جاتے ہیں جیسے کسی پورانے کپڑے میں جس کی سوئی سے مرمت کی جائے۔

ات کرش کی خودکشی ^{۸۹} **ثناء** [اُن کے درمیان سے اٹھ کر موہ سہجانی

مدخولہ عورت کے اندر محل میں چلا گیا اور اُسے یہ کہہ کر میں سندھیا کرنے تھوڑی دیر یہاں ٹھہرونگا وہ ایک پردے کے پیچھے ہو گیا۔ اس وقت اُس کے پاس چونکہ کوئی ہتھیار موجود نہ تھے اس لئے ناچار اس نے ایک کپڑا کاٹنے کی قینچی سے اپنی شاہ رگ کو کاٹ ڈالا۔ جس وقت سہجانے قینچی کو زمین پر گرتے سنا تو وہ خائف ہو گئی اور دیکھا تو پردے کے پیچھے سے خون رس رس کر رہا تھا اس نے آگے ہو کر دیکھا تو اُس کی سر جھکا ہوا تھا اور کاٹھا خون اس سے اس طرح بہ رہا تھا جیسے کسی پہاڑی کے بلند ترین ٹیلے سے موریاں اس وقت نکلتی ہیں جبکہ اس پر بجلی گر چکی ہو۔ اس وقت سہجانے جس شریفانہ چلن کا اظہار کیا اُس کے باعث آہستہ اپنے خاندانوں کی منظور نظر عورتیں سر اٹھا کر چلتی ہیں۔ چاند جب گھٹنے لگتا ہے تو رات اُسے کسی مقام پر چھوڑ کر خود چلی جاتی ہے لیکن بخلاف اس کے شام غروب ہونے ہوئے سورج کے پیچھے پیچھے رہتی ہے اس وجہ سے دانا آدمیوں کو یہ بات یاد رکھنے ہوئے کہ محبت انجام کا

بدل سکتی ہے عورتوں کو یقینی طور پر قابل الزام قرار دینا یا ان کی تعریف نہ کرنا چاہئے۔ ہرچند کہ کیا اور سہجائی ابتدا ان کی مجلسی حالت اور اپنے اپنے مالکوں سے ان کی محبت یکساں تھی تاہم اول ذکر کا چال چلن قابل الزام اور آخر الذکر کا قابل تعریف تھا۔ سہجائی زمانہ میں ایک مندر کی رفاصد ہو کر تھی ات کرش نے اسے ناپختہ ہوئے دیکھ کر دخولہ عورت کی حیثیت میں اپنے رنواس میں لے لیا تھا۔ اب سہجائی نے اپنے عاشق کا خون جو گرو کے رنگ کا تھا اپنے اعضا پر گاڑھا گاڑھا مل لیا اور چتا میں داخل ہو کر سونے کی طرح اپنی محبت کو چمکا کر دکھا دیا۔ جب وہ ایک فاحشہ عورت کی حیثیت میں تھی تو ہرش دیو کی بھی اسپر مہربانی تھی۔ اس لئے گواس نے اُسے زندہ رہنے کے لئے کہا تاہم اُس نے موت کا ساتھ نہ چھوڑا۔

ات کرش جب مرا تو اس کی عمر چوبیس سال کی تھی اور وہ ۲۲ دن حکومت کر چکا تھا۔ ایک رات اس کی لاش پڑی رہی اور اُس کے اگلے دن صبح کے وقت جلائی گئی۔ اس کے علاوہ اُس کے رنواس کی بعض اور تیز نگاہ عورتیں جو اوہر کی پہاڑی پر اس کے ساتھ تھیں آگ کے راستے اُس کے نقش قدم پر چلی گئیں۔ جس وقت راجہ کے حامی اس کے مشیروں سے ہتھیار لے رہے تھے نونک نے موت کا خواہشمند بن کر کچھ عرصہ کے لئے تلوار دینے سے انکار کیا جس پر پرشست کلش نے جو اس کی اپنی ہی جماعت سے تعلق رکھتا تھا اُسے یہ کہا ہمارے علاوہ راجہ کے وزیر اور کون سینکے ۹ چند دن میں وہ ہمیں رہا کر دیگا اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے تمہیں اپنی جان ضائع نہ کرنی چاہئے۔ اس طرح پر اس نے اسے تلوار دیدینے پر رضا مند کر لیا اور خود بھی اپنی تلوار دیدی بہر شید نے نونک سلہارہ بٹھارہ پرشست کلش اور باقیوں کو پا بنزیر کر کے قید کر دیا اور اس طریقے پر اس نے ایک ہی دن میں ایک راجہ کو ایسا عجیب پاٹا دیا گویا

وہ خود قسمت کا درجہ رکھتا تھا۔ میرے قصے میں بہت سے راجاؤں کا مختلف طریقوں پر ذکر آچکا ہے اور ان پر سے درگزر ہوتا رہا ہے لیکن بد قسمتی سے اب ایک ایسا راستہ آگیا ہے جس کو عبور کرنا سمجھ کے لئے مشکل ہے۔

ہرش کا چال چلن { راجہ ہرش کی وہ داستان کیونکہ بیان کی جاسکتی ہے جس میں تمام الوالفرمیاں پیدا ہوئیں لیکن ساتھ ہی ہر قسم کی حکمت عملی غائب نظر آتی ہے۔ جس میں بہت بڑی طاقت حکمرانی نمودار ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ماتحتوں کی طرف سے اس کے احکام کی بے حد لاپرواہی کا اظہار ہوتا ہے۔ جس میں نہایت کثیر فیاضی کا ذکر آتا ہے لیکن اتنے ہی زیادہ غصہ کے واقعات نمودار ہوتے ہیں۔ جس میں بے حد جلدی کے اظہار سے خوشی ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی قتل کی بے شمار وارداتوں سے دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ جس میں عابدانہ کاموں کی افراط کی دلفریبی ظاہر ہوتی ہے لیکن جو گناہوں کی اتنی ہی زیادہ کثرت سے ناپاک شر ہے۔ جو ہر طرف سے دلچسپ لیکن بھیانک قابل تعریف لیکن موزالزام ہے۔ جس پر سمجھدار شخصوں کو مبالغہ اور اظہار نفرت یا محبت اور رنج کرنا لازم ہے۔ جو اس قابل ہے کہ اسے برکت دی جائے اور ساتھ ہی اس پر لعنت بھی جائے۔ اُسے یاد رکھا جائے اور ساتھ ہی لوح دل سے مٹا دیا جائے۔ یقیناً وہ روشنی کے سالما سے پیدا ہوا ہوگا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے آدمی بھی سورج کی طرح اس کی طرف بمشکل دیکھ سکتے تھے۔ اُس کے وجود کی تطیر فانی انسانوں یا دیوتاؤں میں نہیں مل سکتی لیکن ساتھ ہی دانا اگر اُسے تلاش کریں تو وہ انہیں شیطانوں کے سرگرد ہوں میں نظر آئیگا۔ اُس کے کان کے بالے اس طرح چمکتے تھے جیسے سورج کی منعکس تصویر۔ اُس کی گول فراخ پگڑی پر اونچا مکٹ لگا ہوا تھا۔ وہ ایک خوش و خرم شیر کی

طرح اپنے ارد گرد دیکھا کرتا تھا۔ اُس کی گچھے دار ڈاڑھی نیچے لٹکا کرتی تھی۔ اُس کے کندھے ساندک کی مانند۔ بازو بڑے اور جسم کی رنگت سیاہی مائل سرخ تھی۔ اُسکی چھاتی چوڑی اور کمر تنگی تھی اور آواز گرج کی مانند رکھتا تھا۔ ان حالتوں میں ممکن تھا کہ فوق الفطرت وجود بھی اُس کے سامنے اوسان مار بیٹھتے۔ محل کے دروازے (سنگھ دوار) پر اُس نے چاروں طرف بڑے بڑے گھنٹے لٹکوا دیئے تاکہ انکی آواز سے اُسے معلوم ہو جایا کرے کہ کون عرضداشت کرنے کے لئے آیا ہے جب وہ سائلوں کی دردناک تقریر سنا تو وہ ان کی خواہش کو ایسی جلد پورا کر دیتا تھا جیسے موسم برسات میں بادل چاتک (پہیا) کی اُس کے دربار میں کبھی کوئی شخص بغیر خوشنما پوشاک یا طلائی زیورات کے نہیں دیکھا گیا۔ نہ اس حالت میں کہ اُس کے ہمراہی تھوڑے ہوں یا وہ غیر مستقل مزاج ہو۔ اُس کے محل کے دروازے پر جہاں مختلف قوموں کے لوگ جمع ہوتے تھے تمام ملکوں کی دولت جمع معلوم ہوتی تھی۔ محل کے اندر مشیر۔ چمبرلین اور دوسرے نوکر چاکر لاتعداد سنہری زنجیروں اور کڑوں سے آراستہ پھرتے تھے۔ اس طرح اپنی نئی شاہی کی چمک دکھاتا ہوا یہ راجہ وجے مل کی رائے پر اس طرح عمل کرتا تھا گویا وہ کسی گورو کی رائے ہو۔ چونکہ ممنون احسان راجہ اُس کے کہنے پر چلتا تھا اس لئے خود اُس کے دربار میں راجہ کی طرح بے شمار لوگ موجود رہا کرتے تھے۔ ہر ش نے اپنے ذاتی نوکروں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور معاملات کی مقررہ صورت کو پلٹنے کی خواہش نہ کر کے اس نے ملکی عہدے اپنے باپ کے وزیر کو دے دیئے۔

اس نے کنڈرپ کو دوار کا انچارج کر دیا۔ مدن کو انتظامی تقرریاں { فوج کا کمپن (سپہ سالار) بنادیا اور وجے سنگھ

اور باقیوں کو ان کے سابقہ عہدوں پر بحال رکھا۔ جب اس کا غصہ دور ہوا تو اس نے پرشست کلش اور باقیوں کو قید سے رہا کر کے ان کے سابقہ عہدے اُنہیں دیدیئے البتہ وزیر نونک اور اُس کے کوکہ بھائی کو سولی دلوادیا کیونکہ اُسے اُنکی بے شمار خطاؤں پر سخت غصہ تھا۔ لیکن وقتاً فوقتاً جب معاملات مشکل ہو جاتے تو وہ یاد کیا کرتا تھا کہ نونک ایک بڑا فراخ حوصلہ اور وفادار شخص تھا اور اس پر اُسے افسوس ہوا کرتا تھا۔ کسی لائق شخص سے اگر کوئی خطا بھی سرزد ہو جائے تو بھی بعض اوقات وہ مفید ثابت ہوتا ہے جس طرح وہ آگ جو مکان کو جلا دے کھانا پکانے میں مدد دیتی ہے۔ راجہ کے نوکر دوں نے وشا وٹ کے کان اور ناک اُس کی بیوی کے سامنے کاٹ کر اُسے سولی دے دیا۔ خوشحالی کی حالت میں ہرش نے اُن نوکر دوں کو بہت کچھ انعام و اکرام دیئے جو قید سے نکلے تھے جس طرح پرماہ چیت میں پھولنے والا درخت اُن سیاہ مکھیوں کی خوراک بہم پہنچاتا ہے جو زین کے سوراخوں سے نکلتی ہیں۔ وجہ کا بیٹا اور کشیم کا پوتا سُن جو رک کی اولاد تھا اُسے موہ اُس کے چھوٹے بھائی کے وزارت میں اعلیٰ عہدہ دیا گیا۔ جب راجہ سفر پر جاتا اور نیردوسرے موقعوں پر تماشائی غلطی سے ہر ایک وزیر کو باری باری راجہ سمجھ لیتے تھے۔ اُس کا چھوٹا بھائی بے راج جسے اُس نے سارے چیمبر لنیوں کا سرکردہ بنایا تھا اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ تنونگ کا بیٹا دہمت جس نے اپنے دونوں بھائیوں کی موت پر اُن کے احسان کا شکریہ اس طرح ادا کیا تھا کہ بائرا کرنے گنگا چلا گیا وہ موہ اپنے بھتیجوں کے واپس آ گیا۔ راجہ نے اُسے ایک ایسے شخص کی حیثیت میں خوش آمدید کہا جس کے دو بڑے بھائی اسی کی خدمت گزاری کرتے ہوئے مارے گئے تھے۔ اور اُسے اور اُس کے بھتیجوں کو ایسا سمجھنے لگا گویا وہ اس کے خاندان سے ہوں۔

اس اثناء میں شریر لوگوں کے کئے کئے سننے پر ویسے مل سرکش ہو گیا اور گو طریق مذکور پر ہر ش نے اُس کے ساتھ شاہی طاقت تقسیم کر لی تھی تاہم اب اُس نے اُس کے خلاف غداری شروع کی۔

وجہ مل کی بغاوت { شریر لوگوں نے اُسے بھڑکایا کہ جب تم نے تخت حاصل کرنے کے لئے اس نے بڑے بھائی کو قتل کرنے کی تجویز سوچنی شروع کی۔ اپنے تنہا محل میں اُسے جان سے مارنے کا ارادہ کر کے اس نے یگ نکا بہا نہ کیا۔ اور اس میں راجہ کو مدعو کیا۔ یہ خبر راجہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی جس نے حملے سے خائف ہو کر فوجوں کو تیار ہونیکا حکم دیا۔ جس وقت راجہ کی فوجیں تیار ہو گئیں تو وجہ مل جلدی سے باہر آیا اور راجہ کے گھوڑوں کو اصطبل سے لے گیا اس نے بہادری سے راجہ کی فوج پر حملہ کیا اور پوری قوت سے لڑتا ہوا شہر کو چھوڑنے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کی بیوی اُس کے پیچھے پکڑے بیٹھی تھی اس حالت میں وہ بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا۔ عین اس وقت بے موقعہ بارش شروع ہو گئی اور ہر جگہ زمین پانی سے ڈھک گئی اس لڑائی کے موقع پر آندھی کے تیر چلنے سے اس طرح کی آواز پیدا ہو رہی تھی جیسے بہت سے نقاروں کے بجھنے سے ہوتی ہے۔ اس حالت میں راج کمار بارش اور تیروں کی بوچھاڑ میں گھر گیا۔ اس کی جمیعت بتدریج کم ہوتی جاتی تھی اور جس وقت وہ آگے کو بڑے رہا تھا چند ک کے بیٹے جو اُسے مار دینا چاہتے تھے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے لگے رہے جیسے کسی شخص کے سابقہ جنم کے افعال اُس کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ دریائے ویشٹا اور سندھو کے مقام اتصال پر طوفان کی وجہ سے پل ٹوٹ چکا تھا اور اسے اس نے گھوڑے سے اتر کر موہ اپنی بیوی کے تیرتے ہوئے عبور

کیا۔ وہ حوصلہ کر کے معہ اپنی بیوی کے دشمن کی جمیعت میں گہرا ہوا پانی میں کود پڑا اس کا گھوڑا بھی اٹسی ہوئی ندی کو عبور کر کے اُن کے پیچھے پیچھے دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ وہاں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بہادر و بے مل دشمنوں کی نظروں سے غائب ہو گیا اور لہر کے راستے در دوں^{۵۶۳} کے ملک کی طرف چلا گیا۔ ہر چند کہ دوارپتی کندرپ نے جا بجا سڑکیں بند کر دی تھیں تاہم وہ پہاڑوں کو عبور کر کے در دوں کے شہر (درت پور) میں جو پہاڑوں میں چھپا ہوا تھا جا پہنچا در دوں کے فرمانروا مشہور و معروف و دیا دھر شاہی^{۵۶۴} نے اُس کا بہت اچھی

^{۵۶۳} یہاں کشن گنگا کی بالائی وادی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جہاں آج تک در قوم کے لوگ آباد ہیں دیکھو نوٹ ۱۲۷ کتاب ہذا۔ یہاں تک بہت سے پہاڑی راستوں کے ذریعے وادیئے سندھ کی راہ سے پہنچا جاسکتا ہے۔ وٹشٹا اور سندھو کا جس جگہ مقام اتصال ہے یعنی شادی پور کے مقابل اُسے عبور کرنے سے و بے مل کی مراد غالباً یہ معلوم ہوتی تھی کہ در دوں کے ملک کی طرف جاتے ہوئے دوبارہ دریائے سندھو کو عبور کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

^{۵۶۴} در دور کے شہر کا ذکر اس جگہ اور آگے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱۵۳ میں آیا ہے معلوم ہوتا ہے اس سے مراد جدید قصبہ گریز سے ہے جو بالائی وادیئے کشن گنگا کا خاص مقام ہے دیکھو ڈریو صاحب کی کتاب ”جموں“ صفحہ ۳۹۴۔ پہاڑوں میں چھپے ہوئے کے لئے اصل کتاب میں لفظ ”گری گپتا“ آیا ہے جو اس مقام پر ٹھیک طور پر عاید ہوتا ہے گریز ایک ایسی وادی میں واقع ہے جس کی لیول زمین کہیں پر قریب ایک میل سے زیادہ چوڑی نہیں۔ اس کے تمام اطراف میں بلند پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔

^{۵۶۵} صدیوں تک چترال اور یاسین کے در حکمرانوں کا لقب شاہ رہا ہے دیکھو گنگیم صاحب کی کتاب ”نوش میٹک گرانیکل“ سلسلہ سوئم جلد ۹ صفحہ ۲۸۱۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ لقب دور اسلامی سے پیشتر کا ہے اور وادیئے کابل کے شاہی خاندان کے شاہی لقب سے اس کا کوئی تعلق ہے

طرح استقبال کیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر اُس کے بعض ہمراہی اُسکے ساتھ آئے۔

جس وقت راجہ ہریش نے یہ بات سنی کہ ڈامرا اور دوسرے لوگ جنگ پر آمادہ ہو رہے ہیں تو وہ نہایت خائف ہوا۔ اور دن بدن نئی چالیں چلنے لگا۔ مگر ان میں اُسے نا کامی ہوئی چنانچہ موسم سرما در دوں کے شہر (درت پور) میں گزار کر وہ (وبے ل) یکا یک ماہ چیت میں ایک مہم پر روانہ ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے ڈامروں کے پیغام پہنچ چکے تھے۔ اگرچہ اس کے پہلے خطرات دور ہو چکے تھے مگر یہ بہادر راجہ ماریکا ایک ایک برفانی تودے کے گرنے سے اس وقت جبکہ وہ سڑک پر خیمہ زن تھا جان بحق تسلیم ہوا۔ والفرم لوگ جن کاموں کو پورا کرنے کے لئے بہت کچھ جوش کا اظہار کرتے ہیں قسمت انہیں ذرا سی بات میں بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ سورج اپنی ایک ہزار کرنوں (کر) کے ذریعے جن کنول پھولوں کو بڑی محنت کے ذریعے کماتا ہے انہیں خالق اگر ناراض ہو تو ہاتھی کے ایک سوئڈ (کر) کے ذریعے اکھڑا دیتا ہے۔

اس کے بعد راجہ ہریش کی شاہی طاقت جو کچھ عرصہ کے واسطے تاج کے لئے جدوجہد ہونے کے خوف سے کم ہو گئی تھی دوبارہ پھیلنی شروع ہوئی۔ اُس زمانہ میں راجہ کا لقب کسی شخص کے لئے استعمال نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لئے اس نے نہیں کہ وہ بہت بڑا درجہ رکھتا تھا اور دوسرے حکمرانوں کے لئے اس نے نہیں کہ وہ بہت چھوٹے درجہ کے تھے۔

ہریش کی جدت { جس طرح موسم بہار اپنے ہمراہ جنگل میں پھول لاتا ہے
ایسے ہی اس راجہ نے جو اپنے خیالات سے پاک
تھا ملک میں شاندار فیشن رائج کئے اس سے پہلے اس ملک میں سوائے

راجاؤں کے عام لوگوں کے بال کھلے رہتے تھے نہ اُن کے سر پر گڑی اور نہ کانوں میں
 بے ہوتے تھے۔ ایک وقت تھا جبکہ اس ملک میں کمانڈر انچیف دن اپنے
 بالوں کی پٹیاں جمائی تھیں اور وزیر اعظم جیا تند نے چمکدار رنگ کا چھوٹا کوٹ پہنا
 تھا تو راجہ اپنر ناراض ہو گیا تھا لیکن اس راجہ نے عام لوگوں کے لئے ایک ایسا
 لباس مروج کیا جو راجاؤں کے لائق تھا۔ جب اس کے بعض وزیر شاندار پیریں
 زیب تن کر کے اُس کے پاس آتے تھے تو اُسے ان پر حسد نہیں آتا تھا بلکہ
 اپنی خادباؤں کو ان کی آرتی اُتارنے کا حکم دیتا تھا۔ چونکہ اُسے دکھنی طرز کی
 تفریحات پسند تھیں اس لئے اس نے کرناٹ کی وضع کا ٹائٹل سکھ مروج کیا^{۵۶۶}
 لوگ جب اُس کے لہلہاتے ہوئے کھجور کے پتوں سے آراستہ دربار میں جمع ہوتے
 تو ان کی پیشانیوں پر بڑے صندل کے ٹیکے اور شاندار لمبی کٹاریں لگی ہوئی ہوتی
 تھیں۔ اُس کی بے قرار بہوؤں والی عورتیں اپنے بالوں کی گندھی ہوئی اٹوں کو

^{۵۶۶} کنگھیم صاحب کی کتاب "کانیراف میڈیول انڈیا" صفحہ ۳۷ پلٹ سلسلہ
 ۵۷۷ میں وہ سکے دکھائے گئے ہیں جن کا کلھن نے یہاں پر ذکر کیا ہے۔ یہ
 سکے سونے کے ظاہر کئے گئے ہیں اور ان پر ہرش کا نام موجود ہے۔ کشمیر میں راجگان
 ہنود کے زمانے میں جو سکے تیار ہوتے رہے ہیں اُن سے ان سکوں کا نمونہ بالکل مختلف
 ہے۔ کنگھیم صاحب کا بیان ہے کہ اس بات کی تصدیق کہ یہ سکے کرناٹ کی وضع سے بنائے
 گئے تھے کرناٹ کے سکوں سے ہوتی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سکے نہایت نایاب ہیں بجا ایک
 ہرش کے زمانے کے پتیل یا تانبے کے سکے آجکل دیکھنے میں آتے ہیں۔

لفظ ٹائٹل سے اس جگہ مراد و نیز ترنگ ۸ کے شلوک ۵۲ میں سکے کے نمونے
 یا ٹپے سے ہے۔ اور جیسا کہ کنگھیم صاحب نے لکھا ہے اس کے معنی عمدہ سونے کے
 سکے کے نہیں ہیں۔

جن میں کیتک کے پتوں کی شکل کے سنہری زیورات لگے ہوئے ہوتے تھے بلے
 ہاروں کی طرح لٹکائے رکھتی تھیں۔ اُن کے ماتھے کی بندیوں کے اوپر جو لگے سجائے
 ہوئے ہوتے تھے اُن کے باعث اول الذکر غیر مستقل نظر آتی تھیں۔ انکی آنکھوں
 کے کونے سرے کے دنیا لوں کے ذریعے کانوں تک ملے ہوئے ہوتے تھے۔ اور
 ان کی زلفیں سنہری تاروں سے گندھی ہوئی ہوتی تھیں۔ ان کی چھاتیاں اس
 قسم کی انگلیا سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھیں جو ان کے بازوؤں کی نصف لمبائی تک آتی
 تھیں۔ جب وہ ادھر ادھر چلتی تھیں تو اپنی مسکراہٹ سے کافور کی سی چمک
 پھیلاتی تھیں اور جب وہ مردانہ لباس میں آراستہ ہوتی تھیں تو انکی شکل
 و شباهت عشق کے دیوتا (کام دیو) سے مشابہ ہوتی تھی جس طرح بادل سمندر کی
 مدد سے تمام چیزوں کو منہج کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں ایسے ہی اس راجہ سے
 سوال کر کے فقیر دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو جاتے تھے۔ یہ فیاض راجہ
 اپنے گرد سونے کی بارش کیا کرتا تھا اور اس کی مہربانیوں سے تمام گویئے راجاؤں
 کا مقابلہ کرنے لگ گئے تھے۔ اس راجہ نے جو فاضلین کے محکمے کا جو اہر تھا فاضلوں کو
 جواہرات آراستہ کیا اور انہیں پانکی گھوڑے اور چھترو وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت
 دیدی۔ بلہن جو راجہ کلکتہ کے عہد میں کشمیر سے چلا گیا تھا اُسے پر مادی والے

۵۴۷ اس دلچسپ شلوک کی اہمیت پر سب سے پہلے بولہرنے بلہن کی کتاب
 دکرمانک دیوچرت کی ایڈیشن میں اپنی تمہید کے صفحہ ۲۱ پر بحث کی ہے۔ اس سے پیشتر اس
 شاعر کا ۱۲۱ اس وجہ سے چھپا ہوا تھا کہ کلکتہ ایڈیشن اور ٹرائلر کے ترجمہ میں اس کا نام رانوا
 یا بلہن درج تھا۔ پروفیسر بولہرنے اپنی تمہید کے باب ۱ میں بلہن کی زندگی اور اس کی
 تصانیف پر نہایت جامع بحث کی ہے نیز دیکھو پروفیسر اف ریکٹ کی کتاب کیٹالوگس
 کیٹالوگرم۔

کرنات نے اپنا خاص پنڈت (دویاتی) بنایا تھا اور جب کرنات کے پہاڑی علاقے میں ہاتھیوں پر سفر کرنے کا اتفاق پیش آتا تو اُس کا چتھر راجہ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا لیکن جب اس نے سنا کہ فیاض ہرش اچھے شاعروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہے تو اس نے ایسی دھوم دھام کے سلوک کو بھی جو اُس کے ساتھ کیا جاتا تھا بالکل معمولی خیال کیا۔ اس راجہ کے بے شمار محل عجیب و غریب شان و شوکت سے چمکتے تھے۔ انپر ایک کے طلائی نشان موجود ہوتے تھے اور ان کی عمارتیں بادلوں تک پہنچتی تھیں۔ اُس کے ^{۶۱}نندان باغ میں سولے

پرا دی چلو کیہ راجہ و کرادیہ تر بھون مل کا مشہور لقب یا برودہ ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ وہی راجہ ہے جس کی خاندانی تاریخ اور کارناموں کے متعلق بلہن نے مذکورہ بالا نظم لکھی ہے۔ اُس نے ^{۶۲}سالہ سے بیکر ^{۶۳}سالہ تک کلیمان میں حکومت کی تھی۔

بلہن نے پرا دی کے دربار میں بلہن کے جس اعزاز کا ذکر کیا ہے اُس کا کچھ اندازہ اس کیفیت سے ہو سکتا ہے جو کرناٹک دیوچرت کے ادھیائے ۸ اشلوک ۱۰ میں اُس شاعر نے خود قلمبند کی ہے۔ چنانچہ بولہ صاحب لکھتے ہیں کہ اُس جگہ چلو کیہ راجہ کی طرف سے جس سے چول قوم کے لوگ ڈرا کرتے تھے اس خوش قسمت شاعر کی یہ عزت ہوئی کہ اُسے خاص پنڈت بنایا گیا اور اُسے ایک نیلا چھترا اور مست ہاتھی دیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ بلہن اس شلوک سے باخبر تھا۔

بلہن کا یہ ذکر کہ بلہن کلش کے عہد میں کشیر سے چلا گیا تھا اُس شاعر کی سوانح عمری کے متعلق ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پروفیسر بولہ نے جو وزن دار دلائل پیش کئے ہیں انہیں مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں خیال کرنا پڑتا ہے کہ اس جگہ مراد ^{۶۴}سالہ سے ^{۶۵}سالہ تک ہے جبکہ کلش برائے نام حکمران تھا۔ اُس کے باپ کے مرنے پر اُس کے حقیقت میں حکمران بننے کے زمانے سے مراد نہیں۔

کلیپ برچہ کے باقی سب درخت موجود تھے اور یہ بھی اس لئے موجود نہ تھا کہ وہ اسکی
 فیاضی سے شرمسار ہو چکا تھا۔ ^{۵۶۹} جھیل پمپا جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور جس میں قہر
 کے پرندے اور جانور پائے جاتے تھے اس لئے اس کے خمدار کنارے افق تک
 پھیلا دیئے۔ نے الحقیقت برہسپتی بھی ٹھیک طور پر ان تمام علوم کے نام نہیں گنوا
 سکتا جن میں وہ مہارت رکھتا تھا۔ اس نے جو گیت تیار کئے تھے ان میں سے
 آج ایک بھی سنائی دے جائے تو اس کے دشمنوں کی آنکھوں سے بھی پانی
 بہنے لگ جائے۔

ہرش کا دربار { اس راجہ کو تفریحات کا بہت شوق تھا وہ دن کے وقت
 دوپہر سوتا اور رات کو جاگ کر دربار منعقد کرتا تھا۔ اسکی
 راتیں دربار ہی میں گذرتی تھیں جس میں ایک ہزار چہراغوں کی روشنی ہوتی تھی
 ان درباروں میں عالم فاضل لوگ شریک ہوتے تھے اور رقص و سرود کے جلسے
 ہوا کرتے تھے۔ جب کبھی گفتگو رک جاتی تو اس وقت یا تو پان چیلنے یا عورتوں
 کی زلفوں اور ان میں لگے ہوئے شہپالی کے پھولوں کی سرسراہٹ کی آواز
 سنائی دیتی تھی۔ کونسا برہسپتی ایسا ہے جو اس راجہ کے منعقد کردہ شبینہ
 دربار کی پوری کیفیت بیان کر سکے جو شان و شوکت میں اندر کے دربار سے بھی
 بڑھا ہوا ہوتا تھا۔ اس کے ساٹھان بمنزلہ بادلوں کے اور روشنی بمنزلہ آگ کی
^{۵۶۸} مندن دراصل اندر کے باغ کا نام ہے ممکن ہے ہرش نے بھی یہ نام اپنے
 کسی نشاط باغ کا رکھ لیا ہو۔

^{۵۶۹} سے معلوم ہوتا ہے اس جگہ مراد اس پایاب جھیل سے ہے جس کا نام آجکل پمپا
 ہے۔ یہ پٹن کے مشرق کی طرف واقع ہے اور گوند براہیم اور اس ندی تک جس کا نام نقشہ
 میں اولن دیا ہوا ہے پھیلتی ہے۔

دیوار کے ہوتی تھی۔ سونے کی چوبیس بجلی کی مانند اور بے شمار تلواریں دھوئیں کی مانند تھیں۔ حسین عورتیں اپسراؤں اور وزرا ستاروں کا درجہ رکھتے تھے۔ اس دربار کے فضلا رشی اور گویئے گندھرب تھے۔ غرض کہ یہ ایک ایسا مقام تھا جہاں کعبہ اور یم ایک دوسرے سے ملتے تھے اور فیاضی اور خوف کا یکساں دور دورہ رہتا تھا اس زمانہ میں اس ملک کے اندر طلائی اور روچھلی سکوں (دینار) کا چلن بہت زیادہ تھا لیکن تانبے کے سکے شاذ و نادر ہی چلتے تھے۔ اس وقت صرف کینہ سن ہی گو وہ پولیس کا کوتوال (ڈنڈ نا ایک) بن چکا تھا اور سب سے بڑا درجہ رکھتا تھا حرص کی وجہ سے اپنی مٹھیاں بند رکھتا تھا۔ اس کی حرص کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ بے ون۔ سور یہ مولک۔ اور وجیشور میں اُس کے

۷۵۷ اس شاعرانہ مبالغہ آمیز بیان کی حقیقت یہ ہے کہ بعد کے راجگان کشمیر میں صرف ہرش ہی ایسا ہے جس کے زمانے کے صحیح سونے اور چاندی کے سکے دستیاب ہوئے ہیں دیکھو گنگھیم صاحب کی کتاب کا تیراف مڈیول انڈیا صفحہ ۳۶ اور پلیٹ سلسلہ ۷۷ تا ۷۹ نیز نوٹ ۵۶۶ کتاب ہذا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہرش کے زمانہ میں تانبے اور تیل کے سکے بہت بڑی تعداد میں ضرب ہوئے تھے کیونکہ کسی اور فرمانروائے کشمیر کی نسبت ہرش کے زمانے کے ایسے سکے بہت زیادہ تعداد میں ملتے ہیں بخلاف اس کے اُس زمانے کے سونے چاندی کے سکے بہت کم دیکھتے ہیں آتے ہیں۔

۷۵۸ ڈنڈ نا ایک کا لفظ صرف ترنگ ۷ میں سن کے سرکاری عہدے کی حیثیت میں استعمال ہوا ہے اس کے لغوی معنی سزاؤں کے کوتوال کے ہیں یہ اصطلاح اور نیز سروڈنڈ نایک کی اصطلاح نیپالی اور کانٹھسی کیتوں میں پائی جاتی ہے۔ دیکھو اٹھین اینٹی کوٹی جلد ۸ صفحہ ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۱۶۷ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۹۔

اپنے مٹھ قائم تھے جن کے ساتھ ان کے گدارے کے لئے اوقاف موجود تھے
پت کی شاہی دولت بھوکوں - بیماروں - محتاجوں - غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں
کی تکالیف کو دور کرنے کے کام آئی۔ چمپک ہر سال سات دن تندی کشتر میں
گزارتا اور اُس وقت تک کی جمع کی ہوئی ساری دولت کو نیک کاموں میں
لگا دیتا تھا۔ یہ راجہ سواہیوں کی تکلیف کو کامل طور پر دور کرتا تھا اور برہمنوں
کو سیاہ برہن کی کھالیں - بچھڑوں والی گائیں اور انعامات دیا کرتا تھا۔ اس
راجہ کی رانی بسنت لیکھانے جو شاہی خاندان سے تھی سری نگر اور مقدس
ترپوریشور میں مٹھ اور اگر ہار قائم کئے۔ اس طرح پر معلوم ہوتا تھا گویا اُس کے
عہد میں کسی حد تک شوجی کی پوجا کا شعلہ تیز ہو رہا تھا۔ تاہم اُس کے عہد
حکومت کو ہم شریفانہ کاموں کا زمانہ قرار نہیں دے سکتے۔ جب نئے وزرانے
بتدریج طاقت حاصل کر لی تو سابق مشیروں سے کینہ رکھنے کی وجہ سے انہوں
نے راجہ کے دل میں شبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ مورجن کے پاؤں میں
کوڑھہ ہے بھاگ کر بہت سے پاؤں والے سانپ کو پکڑ لیتا ہے۔ سورج جسکے
ایک ہزار پاؤں (کر نہیں) ہیں اُس کی رہبری قدم بقدم صبح کا ذب جو بفر کو پاؤں کے

۵۷۲ چمپک کا ذکر متواتر ترنگ ۷ کے شلوک ۱۱۱۷-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹ اور ۱۶۲۳ میں۔

ہرش کے ایک خاص افسر کی حیثیت میں آتا ہے۔ وہ یقیناً کلہن ہی کا باپ تھا جس کے لئے پربھو
کے خطاب کا استعمال ہوا ہے۔ اس بارے میں جو شبہ تھا وہ اس طرح پر دور ہوتا ہے کہ ہرش
کی موت کے متعلق کلہن نے جو بیان لکھا ہے اس میں تازک موقعوں پر چمپک کی کارروائیوں
کو مناسب قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو شلوک ۵۸۶ کتاب ہذا۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۲۶۵ سے
نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ چمپک انجام کار تندی کشتر یعنی بھوتیشور کے تیرتھ کو چلا گیا تھا۔ خزانہ
کے متعلق دیکھو نوٹ ۷۷۱ و ۷۷۲ کتاب ہذا۔

ہوتی ہے کرتی ہے۔ قسمت کی واقعی یہ ایک عجیب بات ہے کہ کمزور طاقتوروں کو دھوکا دیتے ہیں اور جن لوگوں کے ہاتھ میں تمام معاملات ہیں انہیں بے اختیار لوگ اضطراب میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح پر ایسا واقعہ ہوا کہ یہ راجہ جو تمام علوم سے واقف تھا بیوقوف وزیروں کی بدولت بگڑ گیا۔ اُس کے مرحوم باپ نے جس دشمنی کا اظہار کیا تھا اُس کا بدلہ لینے کے لئے اس نے اُس کے راج وٹانی نامی مٹھ اور اس کے متعلقہ اوقاف کو لوٹ لیا۔ فیاضی میں آکر اس نے دائیں بائیں اس دولت کو لٹانا شروع کیا جو اُس کے حریص باپ نے جمع کی تھی اور اس کا نام اس نے باپ سین (شریروں کی فوج کا سردار) رکھ لیا ہوش و حواس کو کھو کر اس راجہ نے تین سو ساٹھ مشتبہ چلن کی عورتوں کو اپنے رتو اس میں داخل کر لیا۔ دوم اور چٹال قوم کی عورتوں کو چھوڑ کر جو عورت بھی اُس کے ہاتھ آئی وہ اسے لیتا گیا۔

اس اشنا میں بھون راج نے قلعہ کی فوج (کوٹ پدانی) سے ترغیب پاکر لوہر پر قبضہ کرنے کی تیاری شروع کی لیکن درپٹ پور پہنچ کر جب اس نے سنا

۵۷۳ اس جگہ مراد غالباً ان مٹھوں اور عمارات سے ہے جو کلش نے جے ون میں تعمیر کروانے شروع کئے تھے دیکھو ترنگ، کاشلوک ۷۰۷۔

۵۷۴ لوہر کے متعلق کوٹ پدانی یا کوٹ بھرتیہ فوج کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۱۷۹۶ و ۲۰۲۹ میں آیا ہے۔ یہ فوجیں اُن قلعہ دار فوجوں سے مشابہ ہوتی تھیں جو تھوڑی مدت گزری اس وقت تک کشمیر کے گرد پہاڑی علاقوں کے بے شمار چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رکھی جاتی تھیں۔ دیکھو ڈریو صاحب کی کتاب ”جموں“ صفحہ ۹۵۔ ان فوجوں کی خاص خاص قلعوں میں ہمیشہ کے لئے تقرری ہوتی تھی اور عام طور پر نواح میں انہیں کچھ زمین بھی ملی ہوئی ہوتی تھی۔

کہ دوارپتی کندرپ میرے ساتھ لڑنے کو آیا ہے تو وہ پھر غائب ہو گیا۔
 انہیں ایام میں راجپوری کا غزت دار حکمران راجہ سنگرامپال
مہم راجپوری { کسی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ چونکہ کندرپ قلعہ (کوٹ بھڑ)
 کی ناراض فوج کو اپنے زیر اقتدار لارہا تھا اس لئے راجہ نے غصے میں آ کر
 پولیس کے کوتوال (سُن) کو راجپوری پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا اور وہ بہت
 بڑی جمیعت ساتھ لیکر لوہر کے رستے روانہ ہوا لیکن نا عاقبت اندیشی سے
 ڈیڑھ ماہ تک قلعہ لوہر کے نواح میں ہی پھرتا رہا۔ کچھ تو وہ ماہ اساطر
 کی آمد کی وجہ سے گرمی اور کچھ دشمن کے جوش سے ڈرتا تھا اس لئے اس نے
 مہم پر روانہ ہونے کا منشا ظاہر نہ کیا۔ اس پر راجہ نے دورانیشی کو بلالئے
 طاق رکھ کر کندرپ کو جو سست بیٹھا تھا لعنت ملامت کی۔ اس سے غصے
 میں آ کر اس نے عہد کر لیا کہ میں اُس وقت تک فاقہ کرونگا جب تک کہ راجپوری
 کو فتح نہ کر لوں اور اس کے بعد وہ بغیر کچھ سامان ساتھ لئے روانہ ہو پڑا۔ چھٹے
 روز جو اس نے پہاڑوں میں فاقہ کرتے ہوئے گزارے تھے راجپوری سے ایک
 یوچن سے زیادہ فاصلے پر جا پہنچا اور دشمن کی جمیعت سے نہ رکتا اور مخالف کے
 ہتھیاروں کو پرے گراتا ہوا وہ راجپوری میں اس طرح جا داخل ہوا جیسے شیر کیلے

۵۵۵ وہ قادیان جو لوہر کے عین جنوب کی طرف واقع ہیں ان میں موسم گرما میں سخت
 گرمی پڑتی ہے اور سبخا بہت پھیل جاتا ہے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۸۷۳- اور نوٹ ۷
 ضمیمہ کتاب ہذا۔

۵۵۶ لوہر (لوہرین) سے راجپوری تک جو راجپوری کا قصبہ ہے براستہ
 سورن و تمان چار کوچ کا فاصلہ قرار دیا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے کندرپ پہاڑوں کے
 کسی دشوار گزار راستے کو عبور کر کے گیا ہو گا۔

کی شاخوں کو دبانا ہوا جنگل میں داخل ہو جاتا ہے۔ کوتوال پولیس کی جمعیت کا صرف ایک آدمی کل راج نامی جو خاندان بدھ راج کی نسل سے تھا اس کے ہمراہ گیا اور جب وہ بہت سے دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد راجپوری کے محل کے بیرونی صحن میں گر پڑا تو دشمن نے سفید چترنی علامت سے اندازہ کیا کہ کندرپ مارا گیا ہے۔

راجپوری پر قبضہ { لیکن دوپہر کے وقت طاقتور کندرپ خود بیس تیس سپاہیوں کو ہمراہ لے کر راجپوری کے شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ اس کے تین سو پیادہ سپاہیوں نے جو بھاگنا پسند نہ کرتے تھے دشمن کے تیس ہزار ایسے سپاہیوں کو روک رکھا۔ اس لڑائی میں دو سو کے قریب کشمیری کام آئے لیکن دوسری طرف چار سو کش زین پر پھیلے ہوئے تھے۔ جب دشمن مغلوب ہو چکا تو موت کا باورچی خانہ وہ بے شمار چتاؤں تھیں جو دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور جن میں لڑائی کے مردے جلائے جا رہے تھے۔ اس طرح اس دلیر آدمی نے اپنے مالک کی لعنت ملامت کو جو بیتال کی طرح میدان جنگ میں جبراً گوشت اور خون طلب کرتی تھی دور کیا۔ جب دن کا صرف ایک پہرہ گیا تو دشمن نے پھر یک جا ہو کر شکست کے جوش میں کندرپ پر حملہ کیا اس پر اس نے بھلے ہوئے تیرجن میں بناتاتی تیل چھڑا ہوا کھنچا چلائے اور دشمن کی صف میں آگ لگا دی۔ یہ جان کر کہ وہ آگن استر چلانا جانتا ہے دشمن خائف ہو گئے اور اپنے آپ کو لعنت ملامت کرتے ہوئے بے تحاشا بھاگ نکلے۔ بے باکی۔ اوسان خطانہ ہونے دینا۔ طاقت۔ قابلیت۔ یہ سب

آگن استر کا ذکر زرمیہ نظمیں میں بار بار آیا ہے ان کے متعلق دیکھو ڈوسن ص ۱۱۷

کی کتاب میٹھو لوجی صفحہ ۶۔

پہنیں نہایت خطرے کی حالتوں میں بھی بڑے بڑے آدمیوں کے دلوں کو جن میں استقلال موجود ہوتا ہے نہیں چھوڑتیں۔ محل میں دوبارہ داخل ہونے کے بعد جبکہ سورج غروب ہو رہا تھا اس نے دیکھا کہ محل کا بیرونی حصہ بڑی جمعیت سے لگا ہوا ہے جب وہ لڑائی میں جانے کے لئے تیار ہونے لگا تو اس نے سنا کہ پولیس کو توال آگیا ہے اور اُس کے سپاہیوں نے خوفناک میدان جنگ کو دیکھ کر ڈر کے مارے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ میدان جنگ میں اپنے آدمی مرتے دیکھ کر زیادہ حوصلہ ور ہو جاتے ہیں اور بعض مرے ہوئے دشمنوں کو دیکھ کر کانپنے لگ جاتے ہیں۔ واقعی فانی انسانوں کے اختلاف کو کون جان سکتا ہے۔ اب کنڈرپ باہر آیا اور پولیس کو توال کو جو اس طرح خوف میں ڈوبا ہوا تھا جس طرح کو جنگلی راج ہنس کی نقل اتارتا ہوا سمندر میں غوطہ لگاتا ہے۔ اپنے ہمراہ محل کے اندر لے گیا۔ اس جیسا شخصی استقلال کھتا ہوا۔ اور کون شخص دشمن کے ملک پر جس میں رعایا وفادار ہو۔ فوج بہت بڑی ہو اتفاق ہو۔ خزانہ بھرا ہوا حملہ کر سکتا ہے؟ اسکے بعد کنڈرپ نے راجپوری سے جسے اطاعت قبول کر لی تھی خراج لیکر ایک مہینے کے اندر اپنے ملک کو لوٹ آیا۔ راجہ چونکہ اُسکے استقبال کو خود گیا اور اس نے دیگر طریقوں سے اسکی عزت کی اس کو توال پولیس اور دوسروں کو سخت درد شروع ہو گیا۔ سخت دل

۵۷۵ شہر پر اس پور کے پروہتوں کی انجمن کا جو حوالہ دیا گیا ہے اُس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آئندہ کا کچھ تعلق اس جماعت اور اُس مندر کی جائداد کے انتظام سے تھا جس پر پروہت متعلق تھے۔ نوٹ ۱۳۳ کتاب ہذا میں یہ بات جتلائی جا چکی ہے کہ پرشد کی طرف سے پروہتوں کی ایک جماعت مقرر ہوتی ہے جو مندر یا مقام یا ترائی آمدنی کو مشترکہ طور پر وصول کرتی ہے۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ اس قسم کی جتنی انجمنیں نے کشمیر اور پنجاب میں دیکھی

آئندہ کو جسے پراسن جو رین بطور منتظم کام کرتے ہوئے واٹ گند نامی پروہتوں کے پرستہ میں نام پیدا کیا تھا راجہ نے مشیروں کے صلاح مشورے سے جو رشوت لیکر اُس کے حامی بن چکے تھے دامن کو ہٹا کر پاواگر اور دوسرے عہدوں کا چارج دیدیا تھا اس وقت وہ عہدہ دواپتی کا خواہشمند تھا اور وہ وزیر جو کندرپ کے دشمن تھے اس کے بہت بڑے حامی تھے۔ اس کے ایما پر راجہ نے کندرپ کو لوہر کی فطرت کیلئے بھیج دیا جہاں راجہ کے دشمن باغی ہو چکے تھے اور اُسے اس جگہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

کندرپ لوہر میں { اس چالاکی کے ذریعے ان شرپروہتوں نے جو

ہیں ان میں ایک منتظم ہوتا ہے جسے عام طور پر داروغہ کہتے ہیں یہ تمام آمدنی کو جمع کر کے مختلف پروہتوں میں تقسیم کر دیتا ہے وہ اپنے لئے بھی ایک معقول حصہ نکال لیتا ہے اور بڑے بڑے تیرتھوں میں وہ بڑا باؤسیلہ اور وجاہت رکھنے والا ہوتا ہے۔ عام طور پر اُسے یہ عہدہ موروثی طور پر حاصل ہوتا ہے لیکن اس بات کی احتیاط کر لی جاتی ہے کہ وہ نہ تو خود پروہت ہو اور نہ مقامی پروہتوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ پراسن پور کے کسی مندر میں اس قسم کا منتظم ہو۔ دیکھو ترنگ ۴ شلوک ۱۹۷ و نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا۔

ترنگ ۷ کے شلوک ۷۷ میں آئندہ کو واٹ گند کہا گیا ہے۔

لفظ پاواگر کی تشریح کے متعلق دیکھو نوٹ ۷۷ کتاب ہذا۔

۷۷۹ اصل کتاب میں حاکم یا گورنر کے لئے لفظ منڈل ایشور استعمال ہوا ہے جس کا

ذکر لوہر کے متعلق ترنگ ۸ کے شلوک ۱۲۲۸-۱۲۲۹ اور ۲۰۲۹ میں ہوا ہے۔

ساتویں ترنگ میں خطاب بارہا آئندہ کے متعلق استعمال ہوا ہے دیکھو ترنگ ۷

شلوک ۷۸-۱۱-۱۲۲۷-۱۲۳۱ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر الذکر بہ حیثیت ایک گورنر

کے کشمیر خاص کا چارج رکھتا تھا۔

اپنے عروج کے خواہش مند تھے بیوقوف راجہ کے پاس سے اس جبری اور دلیر
 شخص کو دور کر دیا۔ جاہل اور بیوقوف راجہ جو قریب فیصلہ سے ماری ہو اُس
 صورت میں بہت جلد اپنے خاتمے پر پہنچ جاتا ہے جب بد معاشوں کے ایما پر
 وہ فصیح مشیر کو اس غرض سے باہر بھیج دیتا ہے کہ وہ ایک عمدہ سفیر کا کام دیکھا۔
 دانا سفیر کو اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ ممکن ہے اُس کے الفاظ رشتہ داروں
 علیحدگی کا باعث ثابت ہوں اور طاقت ور مشیر کو اس لئے الگ کر دیتا ہے کہ
 ممکن ہے کہ وہ تخت پر قبضہ کر لے۔ جس طرح ریت انسان کی مٹھی میں سے نکل
 جاتی ہے ایسے ہی کندرپ کی محبت ہر چند کہ دیرینہ تھی تاہم بتدریج راجہ کے
 دل سے دور ہو گئی کیونکہ اب وہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے دور تھا۔ وزیر
 راجہ سے کہنے لگے کندرپ اُت کرش کے بیٹے کو ساتھ لے گیا ہے اور اُسے
 لوہر کا راجہ بنا ناچاہتا ہے۔ راجہ اس بات سے متفق رائے ہو گیا اور اُس نے
 فوراً پت اور اسی دھرنامی ایک تاک کو معہ ایک جمہیت کے کندرپ کو مارنے
 کے لئے روانہ کیا۔ چٹھیوں کی غلطی سے تقسیم ہو جانے کے باعث کندرپ اس
 تجویز سے باخبر ہو گیا اور ان لوگوں کے پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد تک وہ بے حوصلہ
 اور متفکر رہا۔ اس کے بعد اسی دھرنے اُسے اس طرح گرفتار کرنے کی کوشش
 کی کہ ایک دن جب کہ وہ شطرنج کھیل رہا تھا وہ نوکر کی طرح اُس کے سامنے
 آیا اور اُس کا ہاتھ ملنے لگا اس پر کندرپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے انگلیوں
 کے اگلے سرے سے اُس کے ہاتھ کو ایسے زور سے رگڑا کہ ایک بھگے ہوئے
 پیریزے کی مانند اس کی کھال ادھر گئی۔ غصے میں آکر اُس نے راجہ کو دراندیشی
 کا مادہ نہ رکھنے اور اپنے آپ کو راجہ سے محبت کرنے پر محنت کی اور پت کو
 مخاطب کر کے کہنے لگا۔ راجہ کو جس کے من پر دوسروں کی حکومت ہے چاہئے کہ

میرا کہنیہ میرے پاس بھیج دے تب میں قلعہ چھوڑ کر خود کہیں چلا جاؤنگا۔
جب اُس کے رشتہ دار جو اُس تک پہنچائے گئے تھے اُس کے پاس
آگئے تو کندرپ اس جگہ کو چھوڑ کر وارانشی کو چلا گیا۔ وہاں اس نے ایک حاکم کو
قتل اور دوسرے کو متعین کر کے کشمیریوں کو گیا کے سرادہ کے ٹیکس سے نجات
دی۔ ایک خطرناک سڑک پر ڈاکوؤں کے ایک سردار کو معہ اُس کے آدمیوں کے
مار کر اس نے مشرقی علاقوں کو سیاحوں کے لئے دشمنوں سے پاک کر دیا۔ وارانشی
میں اس نے ایک خوفناک شیر کو مارا اور مشرقی علاقے میں متبرک مٹھ قائم
کروائے۔

جن بڑے مشیروں نے کندرپ کو نکلوا کر اپنا مدعا حاصل کیا تھا انہوں نے
باہمی حسد کے ذریعے راجہ کے کاموں میں اب روکا دٹ شروع کی۔ جب بڑے
مشیر تغافل سے منحور ہو کر اور بے انداز حسد کو اپنے دلوں میں لیکر اُن ہر نیوں
کی طرح ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں جو اپنے سینگوں کی کھجلی دور
کرنے کے لئے لڑتی ہیں تو چند دن میں اُن کے درمیان راجہ کی وہی حالت ہوتی
ہے جیسے ہر نیوں کے درمیان کسی بلی کی۔

دہمت کی سازش { جوں جوں وقت گزرتا گیا تنو نگ کا بیٹا دہمت جو
تخت کا خواہشمند تھا راجہ کو مارنے کے لئے ایک
دغا بازانہ منصوبہ باندھنے لگا۔ وہ اپنے بگڑے ہوئے من میں یہ سوچ کر
بے راج کو راجہ کے مارنے کی ترغیب دیا کرتا تھا کہ غدا رسی کا تمام ضرر تو اُسے
برداشت کرنا ہو گا اور میں تخت نشین ہو جاؤنگا کیونکہ وہ ایک فاحشہ عورت
کے بطن سے ہونے کی وجہ سے تخت نشینی کے ناقابل ہے۔ بے راج نے
راجہ کے قتل کے لئے موضع ^{۵۸}بلا د کے چند قاتل مقرر کر دیئے اور رنوا اس کی دو تین

عورتوں کو بھی اس سازش میں شریک کر لیا۔ جب یہ تجویز مدجہ تکمیل کو پہنچنے کے قریب ہوئی تو اتفاق سے راجہ نے دہمت کو بہت بڑے اعزاز کے ساتھ راجپوری میں سفیر مقرر کر کے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اب وہ سہسر منگل کے مکان پر ٹہرا ہوا تھا اور کسی سعدون کا انتظار کرتا تھا۔ راجہ جسے ناکامی کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس سے ملنے آیا۔ لیکن جب وہ کمرے میں اس معاملہ پر خفیہ طور سے باتیں کر رہے تھے تو پریاگ کا ایک نوکر دیوار کے پیچھے چھپ کر سن رہا تھا۔ اس لئے اس معاملہ کی خبر پریاگ کو دیدی جس کی اطلاع دی ہی پر راجہ نے دہمت کو روانگی سے روک دیا۔ راجہ چونکہ اپنے رشتہ دار کو مارنے سے ڈرتا تھا اس لئے وہ مخالفانہ کاروائی کرنے میں سستی سے کام لیتا تھا۔ اور ہر روز خطرے میں رہتا ہوا اپنی جان کی حفاظت کیا کرتا تھا لیکن بے راج نے جب دیکھا کہ میں اپنے اس منصوبہ میں ناکام رہا ہوں تو اس نے دوبارہ ڈرامہ ڈاگ اور پانچ نامی کو سالار سے بلایا۔ بے راج کے اپنے نوکروں نے اُس سے علیحدہ ہو کر اس بات کی اطلاع دیدی اور راجہ نے یہ بات سن کر کہ وہ نکل جانے کی تیاری کر رہا ہے تمام اطراف میں بات کے پہرہ دار مقرر کر دیئے صبح کے وقت تنوگ کعبیٹے دہمت نے یہ بہانہ

۵۸۰ بلاؤ کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے معلوم ہوتا ہے یہ صید پر موضع بلاؤ کا نام تھا جس کے بجائے نقشہ پر لفظ بلاوہ لکھا ہوا ہے۔

۵۸۱ اگر ازروئے نجوم سفر کا مہورت اُس وقت سے پہلے نکلتے جبکہ سفر کرنیوالا نام سے روائہ جو سکتا ہے تو وہ شغف اس بات کا مجاز ہوتا ہے کہ اپنا مکان چھوڑ کر اُسی شہر میں اپنے کسی دوست کے یا کسی اور مناسب مکان میں جا ٹہرے اس کے بعد جب وہ چاہے سفر پر روانہ ہو سکتا ہے۔ کشمیری برہمنوں میں آج تک بھی اس کا رواج دیکھنے میں آتا ہے۔

کیا کہ میں سفر کو جارا ہوں اور بے وقوفی سے بے راج کو چار ستونوں والے کمرہ (چٹنگ) میں راجہ کی پوجا کے موقع پر موجود ہونے کے لئے گیا۔ مگر راجہ نے دروازہ نہ کھولا۔ اس لئے بے راج معہ دہمت اور اپنے بھتیجے کے دربار کو چلا گیا۔ راجہ کا حکم پا کر پریاگ نے باہر پہرے دار مقرر کر دیئے اور مدہم آواز میں دہمت سے بے راج کو گرفتار کرنے کے لئے کہا۔ راجہ اکثر موقعوں پر بڑی سوچ سمجھ سے کام لیتا تھا۔ اس وقت یہی ترکیب بہترین نظر آئی اور اُس نے خیال کیا کہ دہمت کے بھروسہ پر بے راج یقیناً اپنی تلوار چھوڑ دیگا۔ اور دہمت اس حکم سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ اُس کے عندیہ کا ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ اور دونوں لڑینگے اور ایک یا دونوں مارے جائینگے تو اس میں بھی ہمارا فائدہ ہے۔ یا اگر ان دونوں نے علانیہ طور پر اپنی سازش کا اقرار کیا تو عوام بھی اُن کے قتل کو پسند کریں گے۔ اس پر تنونگ کے بیٹے نے یہ یقین کر کے کہ راجہ میرے راز سے واقف نہیں ہوا بے راج کے قریب جا کر اُسے دیری سے کہا۔ ”مہاراج تم سے غیر مطمئن ہیں اگر تم خطا سے پاک ہو تو اپنی بیگناہی کا ثبوت دینے کے لئے تلوار چھوڑ دو۔“

بے راج کا قتل ۱۰۹۵ء [سنجوبی ماہر تھا ایک معمولی شخص کی طرح تلوار ہاتھ سے دیدی۔ یا تو قسمت نے اُسے دھوکا دیا یا وہ دہمت پر اعتبار کرنے کی وجہ سے مارا گیا۔ اس کی کمزوری کو دیکھ کر نفرت سے ایک کے بیٹے اور تنونگ کے پوتے تل نے اُسے حسب ذیل سخت الفاظ سے مخاطب کیا۔ ”اے بد بخت! تو کیا بطن سے راجہ کلش کا بیٹا نہیں ہے۔ تیرا باپ جو کوئی بھی ہو وہ یقیناً بزدل تھا۔“

جب اس راہگیر نے جو نہایت قوی قوت ارادی رکھتا تھا اُسے اس طرح پر مخاطب کیا تو اس کی حالت ایک ایسے شخص کی مانند ہو گئی جس پر بحالت خواب ٹھنڈا

پانی چھڑک دیا گیا ہو۔ اس کے بعد جب بے راج سے بغاوت کی کیفیت طلب کی گئی تو اس نے بڑے استقلال کا اظہار کیا اور گواہ سے طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں تاہم وہ یہی کہتا رہا کہ اس معاملہ میں سارا قصور میرا ہی ہے اور دہمت کا کچھ سروکار نہیں۔ زہریلے کھانے سے وہ اس لئے نہ مر سکا کہ اُسے زہر کے خلاف ایک کلام یاد تھا اس لئے بوقت شب اس کی گردن کے گرد سی پسیٹ کر اُسے مار دیا گیا۔ جب جیک نامی چیمبرلین نے اُس کا سر کاٹ لیا تو اس کی لاش بھڑاندولا کے پانی میں پھینک دی گئی اور مچھلیوں کی خوراک بنی۔

ماہ بھادول لوگک سمست (۱۷۵۰ء) میں بے راج کو قتل کرنے کے بعد راجہ کو کسی قدر اطمینان ہو گیا تو وہ اب دہمت کو مارنے کی فکر کرنے لگا۔ اُسے قتل کرنے کے لئے اس نے خفیہ طور پر لوہر کے ایک بہادر ٹھکر کو جس کا نام کلش تھا اور جو اس کے سپاہیوں میں بہترین تھا طلب کیا اُس کے ساتھ مہربانی کا بہت سا برتاؤ کرنے کے بعد اس نے کہا ”جب پریاگ تمہارے پاس قاصد بھیجے تو تم نے اس کام کو سرا انجام دینا۔ پریاگ نے ناکامی کے خوف سے قاصد تو نہ بھیجا البتہ خشنناک راجہ سے کہنے لگا کہ آپ اس کام کو کرنے سے پہلے وزرا سے مشورہ کر لیں۔ اس صلح کے مطابق جب راجہ پانچ وزرائے خاص کو طلب کر کے کونسل منعقد کر رہا تھا۔ وامن نے دروازہ بند کر لیا اور خود اُسکے آگے کھڑا ہو کر کہنے لگا ”اگر اس کام کو وزیروں کے باہر نکلنے سے پہلے سرا انجام دلوایا گیا تو کامیابی یقینی ہے۔“ اس پر پریاگ نے راجہ کا حکم پا کر قاصد بھیجا اور

۱۷۵۲ء اس نام کی موجودہ صورت براری نبل کے طور پر اب تک قائم ہے جو اس پایاب جھیل کا نام ہے جس میں مار (مہاسرت) گرتا ہے۔ اور یہ سرینگر کے جنوب مشرقی علاقے کے درمیان دلاور خاں کے باغ کے سامنے واقع ہے۔

قاتل (تیکشن) کلش راج مہ اپنے دو بیٹوں کے دہمت کے مکان پر پہنچ گیا۔
دہمت کا قتل { اس وقت تنونگ کا بیٹا (دہمت) محل کے اندر مہ دوتین
 کے ہمراہیوں کے اپنے بازو کو لئے دھوپ میں بیٹھا تھا کلش راج
 کو سامنے اور اُس کے بیٹوں کو پیچھے دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور عین اس وقت
 اُس کے ہمراہی اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کلش راج پر وار
 کرنے کے لئے تلوار پر ہاتھ ڈال رہا تھا کلش راج کہنے لگا۔ اُسے دہمت! کیا تو اپنی
 "تلوار کھینچ سکتا ہے؟" اُس کے بعد اس نے خود سامنے سے اور اُس کے بیٹوں نے
 پیچھے سے وار کئے اور دہمت مہلک زخم کھا کر گر گیا۔ بحالت جان کنی اس نے
 کلش راج کے بڑے بیٹے پر وار کیا لیکن اُس کی تلوار چونکہ خراب تھی اس لئے
 اُسے بہت ہی ہلکا زخم لگا سکا۔ بد قسمتی سے اس بہادر راجکمار کی تلوار انہیں
 ایام میں ٹوٹ چکی تھی اور اُس کے پاس اچھے ہتھیار موجود نہ تھے۔ جس طرح شکاری
 پرندے کو مار کر گر لیتے ہیں ایسے ہی انہوں نے اُس کو مار کر گرایا اور راجہ کے
 حکم سے سو پاکوں نے اُسے کتوں کے آگے ڈال دیا۔ راہن اور سلہن نے جو تنونگ
 کے پوتے تھے اپنی تلواں رکھ دیں اور راجہ نے صحن میں آکر انہیں حفاظت
 میں لے لیا۔

تل اور دوسرے جو حملے کی تیاری کر رہے تھے اور لڑنے کے خواہشمند
 تھے انہیں چالاک ادبے سنگھ نے عجیب طور پر دھوکا دیا۔ وہ آکر اُن سے
 کہنے لگا "تم میرے بیٹے ہو۔" اس کی بات پر اعتبار کر کے اور اپنی جان بچانے
 کے لئے انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کی یہ نصیحت مان کر کہ انہیں راجہ
 کے سامنے جا کر اپنی صفائی کرنی چاہئے وہ محل شاہی کی طرف روانہ ہوئے اسپر
 تل کا چتر بردار جو بچپن سے تنونگ کے بیٹے کا پس خوردہ کھاتا رہا تھا ہنس کر

کہنے لگا۔ اے تنوگ کے پوتے تو وہ بات بھول گیا ہے جو تو نے پہلے بے راج کو کہی تھی یعنی اے بد بخت تو جو کیا کے بطن سے نہیں ہے۔ الخ اویسا ہی نارک موقع اب تیرے لئے پیش ہے اے بیوقوف یہ موقع اپنے پورے استقلال کو ظاہر کرنے کا ہے پھر تو کس لئے کمزور بنتا ہے؟ یقیناً تم میرے باپ کی اولاد ہو جو پس خوردہ کھاتا تھا اور میں تمہارے مشہور باپ کی اولاد ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ تلواروں کی بوچھاڑ کے نیچے پوری کوشش سے لڑنے لگا اور اپنی خاندانی ناپاکی کو شریفانہ طور پر دھوتا ہوا کام آیا۔ اُدھر تل اور دوسروں کو جوجراجہ کے سامنے جانے کا ارادہ کر رہے تھے پکڑ لیا گیا اور راجہ کے آدمیوں نے انہیں قید کر لیا۔ بھر جوانی کے نشہ سے مخمور وہ موسم بہار کے درختوں کی مانند نظر آتے تھے اس لئے راجہ نے رحم کھا کر انہیں بچائے جانے کا مستحق خیال کیا لیکن بمبئی نامی ایک شریک نے راجہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کے وقت ان کا گلا گھونٹ کر مار دیا جائے۔

تنوگ کے پوتوں کا قتل [تل۔ وجے راج۔ بل اور گل تنوگ کے یہ چار پوتے مقتل میں کام آئے۔ آج تک بڑے بوڑھے جب کبھی ان کی داستان سناتے ہیں تو آنسوؤں کا تار بندہ جاتا ہے واقعی میں ان کی خوبصورتی موت میں بھی بدستور قائم تھی۔ پان کے مسلسل استعمال سے ان کے چھوٹے چھوٹے دانت سرخ ہو چکے تھے۔ ان کے گر جانے سے ایک عرصہ تک ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مقتل میں لعلوں کی لڑھی بکھیر دی گئی ہے۔ راجہ نے اس طرح اپنے خاندان کی بیچ کنی کرتے ہوئے دُوم کو بھی خفیہ طور پر جوأت کرش کے دو بیٹوں میں سے بڑا تھا

۵۸۳ میجر ٹیل نے اپنی کتاب "پروین راف پنجا بیز" کے صفحہ ۲۲ پر جن توہمات

اور جس کی اس نے خود پرورش کی تھی قتل کروادیا۔ اس نے وجے مل کے بیٹے
 وجے مل کو بھی مروادیا کیونکہ وہ اُس چمکیلے (بہنہاد) بچے کو آگ کی چنگاڑی سمجھتا
 تھا۔ جن راجاؤں کو قسمت تباہ کرنا چاہتی ہے وہ اپنے رشتہ داروں کو جو درحقیقت
 اس کی حفاظت کرتے والے ہوتے ہیں مار کر اپنی سلطنت کو رقیبوں سے پاک
 کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی اور شخص اکیلا لطف اٹھانے کو رہ جاتا
 ہے۔ بیوقوف اشو^{۵۸۲}کھ کے درخت کا قاعدہ ہے کہ اس کی بے شمار اونچی شاخوں
 کے گنے گٹھے میں جو شہد کا بڑا چھتا لگا ہوا ہو اُسے کسی خوش قسمت شخص کی
 رسائی اور گرفت کے اثر تک پہنچانے کے لئے قسمت کے ایماء پر خود بخود ہلنے
 لگ جاتا ہے اور وہ مکھیاں جو شہد کی حفاظت کرتی ہیں انہیں اس کے گرتے
 ہوئے پتے اپنی چوٹوں کے ذریعے مار ڈالتے ہیں اس راجہ کے من میں اپنے
 رشتہ داروں کی طرف سے بے حد تعصب پیدا ہو چکا تھا اب اس پر معاشوں
 نے اس قدر غلبہ پایا کہ سادہ لوح شخصوں کی حالت میں بھی یہ بات ناقابل
 اعتبار خیال کی جا سکتی ہے۔ وامن کے بیٹے کشیم نے یہ جان کر کہ وہ اپنے
 کا ذکر کیا ہے ان کی ایک مثال لفظ ڈوم میں ملتی ہے جو ایک قسم کا ذلت آمیز نام ہے۔
 ایسے نام ہندوستان میں عام حور پر پائے جاتے ہیں اور ان بچوں کے رکھے جلتے ہیں جو
 پہلے بچوں کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے ہوں۔

۵۸۲ اس درخت کا اصطلاحی نام فی کس ریلیجیو سا ہے اور اُسے سنکرت میں
 اس لحاظ سے چلہل کہتے ہیں کہ اس کے پتے ہمیشہ جھڑتے رہتے ہیں دیکھو امرکوش جلد
 ادھیائے ۴ شلوک ۲۰۔ بابو جو گیش چندرت نے اس کے لئے پیل کا لفظ استعمال کیا ہے
 لیکن پتے گرتے رہنے کی خاصیت پیل میں خاص طور پر نہیں پائی جاتی اور اس کے پتے عام
 درختوں کی طرح صرف ایک مقررہ وقت پر جھڑتے ہیں۔

باپ سے نفرت کرتا ہے اُسے ترغیب دی کہ کلش ایش کے شوجی مندر کے کلش پر جو
 سونا لگا ہوا ہے اُسے اتار لینا چاہئے مگر عابد پریاگ نے چالاکی سے اس کی تجویز
 کو اس طرح روک دیا جیسے کوئی مستقل مزاج مہات مست ہاتھی کے ٹیلے سے
 نیچے گرنے کی خواہش کو روک دیتا ہے۔ ہلدر کے پوتے بد بخت لوشٹ دھرنے
 جو ہمیشہ بد چلن را جاؤں سے تعلق رکھنے میں ویسے ہی چالاک تھا جیسے بیتال
 بے حس و حرکت لاشوں کے متعلق ہوتا ہے ایک مرتبہ خفیہ طور پر راجہ سے
 اُسے خوش کرنے کے ارادہ سے یہ بات کہی۔ کلش ایشور کے شوجی کے مندر
 کے متعلق جو گاؤں۔ سونا اور دوسری جائداد ہے اُسے لے لینا چاہئے میں اس
 مندر کے پتھروں سے آپ کو وٹشاندی پر ایک پل بنا کر دکھاؤں گا۔ میں آسمان
 پر تصویر کھینچ سکتا ہوں۔ مجھے کنول کے ریشوں سے پوشاک بننی آتی ہے۔ میں
 خواب میں دیکھا ہوا سونا مہیا کر سکتا ہوں اور برف کی دیوار بنا سکتا ہوں۔“
 بے سمجھ راجہ ایسی اور اس قسم کی اور باتوں کو سچ مان لیتا ہے۔ جو راجہ متحیر ہو کر
 ان باتوں کی نسبت کچھ رائے زنی نہ کر سکے سمجھ لو کہ وہ سختہ کا نہیں ہے اور اُسے
 دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جس طرح کوئی ہوشیار تیمار دار بیمار کو مضر صحت کھانا
 مانگنے سے روک رکھتا ہے ایسے ہی پریاگ نے اس راجہ کو اُس کے ارادوں
 سے باز رکھا۔ اسی طرح لوشٹ دھرنے ازراہ تمسخر ایک موقع پر راجہ سے ایک
 دیوتا کو قید سے آزاد کرنے کی درخواست کی۔

بھیم کیشو کے مندر کی لوٹ [جب راجہ نے پوچھا کہ اس سے تمہارا
 کیا مطلب ہے تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

ایک زمانے میں قصبہ اود بھانڈ میں بھیم شاہی رہا کرتا تھا۔ اس نے بھیم کیشو
 کا مندر تعمیر کروایا تھا جو وہاں کے پروہتوں کے جھگڑے کی وجہ سے کلش دیو کے

عہد میں عرصہ دراز تک بند رہا تھا جب جھگڑہ طے کرنے کے بعد انہوں نے مندر کا دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ چور دیوتا کی مورتی کا چاندی کا غلاف اُتار کر لے گئے ہیں۔ بظاہر اس چوری کے اندیشے سے انہوں نے اُس وقت سے لیکر آج تک اس مورتی اور اُس کے متعلقہ خزانے اور سامان ایک کو بند ہی رکھا ہے اس لئے چاہئے کہ اس مندر کے خزانہ کو جس کے باعث چوری کا کھٹکا لگا رہتا ہے وہاں سے اُٹھوا لیا جائے اس کے علاوہ چاہئے کہ اُس مورتی کو بھی قید سے نجات دیکر اس قابل بنایا جائے کہ وہ پھولوں کی روشنی اور دوسرے چڑھاؤں کے مزے لوٹے۔ اس طرح ترغیب پاکر راجہ نے اس پر عمل کیا اور وہاں سے اُسے جواہرات، سونا اور دوسری بہت سی قیمتی چیزیں دستیاب ہوئیں۔ اب اُسے خیال آیا کہ جب ایک ویران مندر میں اس قدر دولت موجود ہے تو دوسرے بڑے مندروں میں کیا کچھ کم ہوگا۔ مقامی پرہتوں نے پرائے پولیش کے ذریعے راجہ کو اس بات پر متاثر کر لیا کہ انہیں بوجھ اُٹھانے کی بیگاری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ چونکہ وہ اپنی فوج پر کھلا روپیہ خرچ کرنے کا عادی تھا اس لئے (اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے) اس نے مندروں کو لوٹنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس حریص راجہ نے تمام مندروں سے وہ عجیب و غریب خزانے جو سابقہ راجاؤں نے عطا کئے تھے لوٹ لئے۔ جب مندروں کے خزانے حاصل کر لئے گئے تو دیوتاؤں کی مورتیاں حاصل کرنے کے لئے اس نے اودے راج کو دیوت پاتن تا ایک دیوتا کی مورتیوں کو اکھاڑنے والا کووالا کا عہدہ دیا۔ دیوتاؤں کی مورتیوں کو ناپاک کرنے کے لئے وہ نیگے فقیروں کے ذریعے جن کی ٹانگ پاؤں اور ہاتھ گل چکے ہوں اُنکے چہروں پر نجاست اور پیشاب ڈلوایا کرتا تھا۔

دیوتائی مورتیوں کی ناپاکی { سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کی دیوتائی مورتیاں نجاست سے آلودہ ہو کر مڑک پیرادھر اُدھر لکڑی کی گیلیوں کی طرح لڑکتی پھرا کرتی تھیں۔ ان کے ٹخنوں کے گرد رسیاں باندھ کر لوے لنگرے ننگے فقیر اور اور لوگ گھسیٹتے پھرتے تھے۔ اور بجائے پھولوں کے انپر تھوک چڑھایا کرتے تھے۔ کسی گھاؤں۔ قبضے یا شہر میں کوئی بھی ایسا مندر باقی نہ تھا جسے اس ترشک راجہ ہرش نے ناپاک نہ کیا ہو صرف دو دیوتائی مورتیوں کی وہ تعظیم کرتا تھا ایک بن سوامن کی جو شہر میں اقدہ تھی اور دوسری مارتند کی جو باہر قصبہ میں تھی۔ بڑی بڑی مورتیوں میں سے صرف بدھ کی دو مورتیاں اُس وقت جبکہ اتفاقہ طور پر راجہ مہربان تھا۔ درخواست کر کے بچائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک پرئاس پور والی گوے کنک کی جوہیں پیدا ہوا تھا بنوائی ہوئی تھی اور دوسری شہر میں شرمن کوشل شری کی۔ جو لوگ دولت جمع کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ اُس صورت میں بھی بُرے کام کرنے سے نہیں رکتے جب اُن کے پاس اس دنیا میں اتنی دولت جمع ہو جس سے سب حیران ہوتے ہوں۔ چنانچہ ہاتھی گو کنول سے پیدا شدہ دیوی لکشمی کی جائے نشست ہے تاہم کنول پھولوں کو حاصل کرنے کی خواہش میں اُس سے کنول کا

۵۸۵ ہرش چونکہ بت شکن اور دیوتاؤں کی مورتیوں کو بے حرمت کرنے والا تھا اس لئے اُس کے لئے لفظ ترشک استعمال کیا ہے۔

۵۸۶ پرئاس پور میں بدھ کی جو بڑی مورتی موجود ہے یقیناً وہی ہے جو راجہ اللادیت نے راج دھار میں استہپان کروائی تھی دیکھو نوٹ ۲۶۳ کتاب ہذا ترنگ ۸ کے شلوک ۱۱۸۴ میں سسل کے عہد میں سری نگر کے اندر بردہ بد کی مورتی کے سری نگر میں موجود ہونے کا جو ذکر ہے غالباً یہ وہی مورتی تھی جو اب تک سری نگر میں پائی جاتی ہے۔

تالاب خراب ہونے کا گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔

ہرش کا جبر یہ [شرم کی بات ہے کہ گو اُس کے پاس اپنے دادا اور باپ کے خزانے اور نیروہ دولت جوات کرش اپنے عہد حکومت کی ابتدا میں لوہر سے لے آیا تھا موجود تھی۔

اور گو اس نے سابقہ راجاؤں کی دی ہوئی دولت مندروں سے لوٹ لی تھی تاہم اب اس نے لوگوں کو دبا کر اور روپیہ جمع کرنے کی کوشش کی۔ اس کا حکم پاکر بدطینت وزیروں نے بیشمار ایسے افسر مقرر کر دیئے جن کے عہدوں کے نام اُن جدید قائم کردہ محصولات کے لحاظ سے رکھے ہوئے تھے۔ اُن شاہی لوگوں پر دھتکار ہے جو سوائے زمانہ سازی کے اور کچھ نہیں جانتے۔ یہی وجہ تھی کہ وزیر گورکھ نے گو کہ وہ ایک مغرر آدمی اور عمر رسیدہ تھا اور تھنا ایک کوتوال جائداد کا عہدہ راجہ کے حکم سے منظور کر لیا اور تمام مندروں اور گھاٹوں کی جائداد کو لوٹنے لگا۔ سمرسوامن کے مندر کے پروہتوں کے پرشد سے تعلق رکھنے والے سہیل نے جو بے مل کا مشیر ہونے کی وجہ سے راجہ کو نہ بہاتا تھا اس طرح پر کوتوال جائداد کا عہدہ حاصل کر لیا کہ آمدنی کو دگنا کر دیا۔ اور ایک بار راجہ کے پاس رسائی حاصل کر کے کچھ عرصہ میں مہاتما بن گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا بیان کیا جاسکتا ہے چونکہ اس نے تمام لوگوں کی جائداد مختلف طریقوں سے چھینی شروع کر دی تھی اس لئے اُس نے آمدنی بڑھانے کے لئے ایک شخص کو کوراکٹ اور غلات کا کوتوال مقرر کر دیا۔ یہ راجہ نہایت بے سمجھ تھا گو کوئی اُسے اُس کے بلند رتبہ کی وجہ سے منہ پر ایسا نہ کہہ سکتا تھا۔ ہرچند کہ وہ مالا مال تھا اور مختلف طریقوں پر خزانہ جمع کرتا تھا وہ خود ویسا ہی برا تھا جیسے اُس کے روپیہ جمع کرنے کے طریقے۔ اس طرح پر حاصل کیا ہوا روپیہ جاہل اور کاہل لوگ جو راجہ کے گرد

رہتے تھے بڑے کاموں پر صرف کیا کرتے تھے۔ راجہ کاروپہ آہو چشم خورتوں اور گھوڑوں کو جمع کرنے۔ درباریوں کی بُری نصیحتیں حاصل کرنے اور گویوں کی خوشامد سننے پر صرف کیا جاتا تھا اور اُس کا وقت زیادہ تر روٹھی خورتوں کو منانے، اُنکی خوشی سے خوش ہونے، گھوڑوں کی کیفیت سننے، نوکروں کی نصیحت پر عمل کرنے اور شکار کھیلنے پر صرف ہوتا تھا۔ راجہ لوگ چلتے، بیٹھتے، پیتے، کھاتے، لطف حاصل کرتے خوش ہوتے یا خیرات کے کام کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کی مثال کے پیچھے پیچھے سائے کی طرح چلتے ہیں اور اس بات کا اندازہ نہیں کرتے کہ آیا یہ کام نیک ہیں یا بد۔

اپنے گویوں کی خوشامد میں آکر وہ اپنے آپ کو فوق الفطرت خیال کرنے لگتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دوسرے لوگوں سے ہماری ایک آنکھ یا دو ہاتھ زیادہ ہیں یہاں تک کہ اُنہیں کبھی موت کا خیال تک نہیں آتا۔ عورتیں جو رات کے وقت راجاؤں پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں وہ دن میں ان کی مشیر بنتی ہیں اور اس پر بھی وہ احمق راجہ خیال کرتے ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں۔ جس چیز کو دوسرے اچھا کہہ دیں اُسے وہ منرے سے کھاتے ہیں۔ جسے دوسرے بُرا کہہ دیں اُسے ناپسند کر دیتے ہیں۔ جب دوسرے انہیں ڈراتے ہیں تو وہ یکا یک خائف ہو جاتے ہیں غرض راجہ اور لڑکے دونوں اس بارہ میں یکساں ہیں۔ راجاؤں کی یہ تمام بے وقوفیاں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ہر ش دیو کی بے سمجھی کے مقابلہ میں

۵۸۷ سٹائن صاحب نے اپنے ترجمے میں یہ چھ شلوک قلم انداز کر دیئے ہیں جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ انہوں نے انہیں درج کرنا غیر ضروری سمجھا ہے مگر ہم نے یہ چھٹوں شلوک بابو جگیش چندر دت کی کتاب سے ترجمہ کر کے داخل کتاب ہذا کئے ہیں۔

بالکل حقیر نظر آتی ہیں۔ ایک شخص بھیم نامی کو جو دلفریب موسیقی کا ماہر تھا اُس کے طبلہ بجانے سے خوش ہو کر اُس نے ایک ہاتھی اور ہتھنی دیدی چمپک کا ایک چھوٹا بھائی کنک گانے کے فن میں خود ہرش کا شاگرد بن گیا اور راگ سیکھنے کے لئے بہت محنت کرنے لگا۔ اس کی اس محنت کے معاوضہ میں اُسے ایک لاکھ طلائی دینار بلا عذر دے دیئے گئے۔ ایک دفعہ اس نے پرما دی والے کرناٹ کی حوصلہ دہرست بیوی چند لاکھ کی تصویر دیکھی تو وہ اس پر عاشق ہو گیا۔

۵۸۸ ہرش کی احمقانہ کاروائیوں کی یاد اب تک کشمیر میں باقی ہے جس کی توضیح کشمیری زبان کے اس فقرے سے ہوتی ہے ”کی کیا ہو ہر شادیو ہیو“ یعنی وہ تو بالکل ہر شادیو جیسا ہے یہ فقرہ اُن لوگوں کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے جو بیوقوفی اور فضول خرچی کے کام کرتے ہوں۔ ۵۸۹ طبلوں کی جوڑی میں ایک نر اور ایک مادہ ہو کرتا ہے مصنف نے اس شعر میں خوبی یہ ظاہر کی ہے کہ راجہ نے اُس کے طبلہ بجانے سے خوش ہو کر اُسے ایک نر اور مادہ ہاتھی دیا۔

۵۹۰ چونکہ اور کوئی تردیدی شہادت نہیں ملتی اس لئے ہمیں خیال کرنا پڑتا ہے کہ چمپک کا بھائی کنک جسے ہرش نے گانا سیکھا کر انعام دینے میں اسقدر فیاضی سے کام لیا تھا وہ کلہن کا چچا ہی تھا۔ اسقدر عظیم الشان انعام دینے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کلہن کا خاندان بہت عالی نسب تھا۔

۵۹۱ پرما دی یعنی وکرما دتیہ والے کلیان کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۶۷ کتاب ہزار وکرما تک دیوچرت کے کانڈ، اول، میں چند لکھا یا چند لادوی کے ساتھ جو سلماراول کے کراٹ کی بیٹی تھی اُس کی شادی کا ذکر موجود ہے اس شادی کو راجہ نے سوئمہ میں حاصل کیا تھا۔ بلہن نے اس کے حسن و جمال کے متعلق بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ دیکھو پروفیسر بولہ کی انٹروڈکشن صفحہ ۳۸۔

چند لال سے ہرش کا عشق { ادنیٰ فطرت کے خوشامدی بے سمجھ راجا کو

ضمیمہ جسد کی انتہا تک پہنچا دیتے ہیں۔ چونکہ خوشامدیوں نے اُس کا سر پھیرا دیا تھا اس لئے بیشمری سے اس نے اپنے دربار میں عہد کیا کہ میں پرادی کو معزول کر کے چند لال کو ضرور حاصل کرونگا۔ چونکہ اس نے اس بات کا عہد کر رکھا تھا کہ میں اس وقت تک نہ اُبلایا ہوا کا فور استعمال نہ کرونگا اس لئے

بشاعر اس کی تعریف کے بہانے سے ہجو کے گیت اس طرح گایا کرتے تھے۔ گفتگو اور پوشاک سے تم دکن کے آوارہ گرد معلوم ہوتے ہو۔ خوشبو سے بھی ہم سمجھتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں کافور کی ڈلی ہے اگر یہ اُبلے ہوئی ہے تو جا کر راجہ ہرش کو بطور پیشکش کے دو اگر نہیں تو اپنے پاس رکھ لو کیونکہ ایسا کافور تو سامنے والے تاریں کے درخت میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس شاندار راجہ نے پوتا اس چبانا اُس وقت تک تیاگ رکھ لے جب تک وہ کرناٹ کے راجہ کو قتل نہ کرے۔ جب تک چند لال سے بغل گیر نہ ہو جائے جب تک شہر کلایان میں

۵۹۲ کافور کو مختلف درختوں کی لکڑیوں سے اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ان کے جوش دیئے ہوئے پانی کو سرد ہونے کے لئے رکھ دیتے ہیں اور اس میں سے کافور کی ڈلیا چمک دار ٹکڑوں کی صورت میں بن جاتی ہیں۔ دیکھو واٹ صاحب کی کتاب ایکونومک پروڈکشن جلد ۲ صفحہ ۸۴۔ اس طرح سے معام ہوتا ہے کہ نہ اُبلایا کافور حقیقت میں کوئی چیز نہیں اور اس حالت میں ہرش کا یہ عہد ویسا ہی فنی ہے جیسے کرناٹ پر حملے کر نیے متعلق اُس کی شیخی۔

۵۹۳ کلایان مغربی چلو کیا قوم کا پورا نادار اختلاف تھا اور اُس جگہ دائرہ تھا یہاں آج کل اسی نام کا شہر حیدر آباد کے علاقہ سیرد میں موجود ہے۔

داخل نہ ہو سکے۔ جب تک پہلا کو نہ دیکھ لے اور جب تک وہ راجہ کے باغ کی زمین میں دبے ہوئے بہت بڑے خزانے کے متعلق اپنا استعجاب ریف نہ کر لے۔

بدبخت رن نے جو کماڈر انچیف تھا راجہ کو خوش کرنے کے لئے اُس رانی کا ایک بہت بنایا اور خود اُس کا چیمبر لین بن بیٹھا اور اُسے پوشاک اور زیورات مہیا کرنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرتے رہنے کے لئے راجہ سے ایک مقررہ رقم وصول کیا کرتا تھا۔ اس بات سے دن کی بد معاشی اُس کی بیشتر می اور راجہ کی حماقت کا اندازہ اسی طرح لگایا جاسکتا ہے جس طرح سونے کا گھسوٹی پر۔ چند چا پلو سول نے اُسے لوٹنے کا یہ ڈھنگ اختیار کیا کہ ایک بوڑھی عورت اُسے دکھا کر کہنے لگے یہ آپ کی ماں بیکا ہے جسے ہم آسمان سے لے آئے ہیں۔ بعض اور لوگ اُس کے پاس نوڈیاں لائے اور کہنے لگے یہ دیویاں ہیں۔ اس نے ان کی پرستش شروع کی اور اپنی حیثیت اور دولت کا کچھ خیال نہ کیا جس وجہ سے لوگ اس پر ہنسی اڑانے لگے۔ خوشامدیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ ان نوڈیوں کو بعض باتیں سمجھا رکھا کرتے تھے اور وہ راجہ کے آگے بیان کر کے ظاہر کیا کرتی تھیں کہ ہمیں یہ سب دیوتاؤں کے ساتھ گفتگو کرنے میں معلوم ہوا ہے جس سے راجہ کی پریشانی بڑھتی تھی۔ ان میں سے بعض اپنے موقعوں پر عشق و محبت کے لئے بھی تیار ہوجاتی تھیں اور راجہ اپنے رتبے کو نظر انداز کر کے ان کے ساتھ عشق کیا کرتا تھا۔ چونکہ وہ عرصہ پہلا کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کسی دریا کا نام ہے۔ سوائے اس جگہ کے اس کا ذکر اور کہیں نہیں آتا۔

پوتاس کے متعلق راجہ گنتمو میں لکھا ہے کہ یہ کافور کی ایک قسم ہوتی ہے۔

درازا تک زندہ رہنے کا خواہشمند تھا اس لئے جب کبھی اپنی حماقت میں وہ
 عمر طویل کا طالب ہوتا تو وہ اُسے صد ہا سال کی زندگی بخشا کرتی تھیں۔ جب
 وہ اپنے جسم کو سحر آمیز تکمیل (پنڈ سدھی) دینا چاہتا تو کوئی ڈوم اُسے کوئی
 عرق پلا کر یہ کہہ دیتا تھا کہ اس اکیر میں یہ اثر موجود ہے۔ اس راجہ کی حماقتوں
 کا کہاں تک اظہار کیا جائے بعض اوقات تو وہ اپنے خوشامدیوں کے کہنے
 پر اپنی زندگی کے حصے بھی اس طرح تقسیم کر دیا کرتا تھا گویا وہ بھی کوئی قابل
 حاصل شے ہو۔ کون عزت دار شخص ایسا ہے جو اس راجہ کی اُن شرمناک باتوں
 کا ذکر کرنا گوارا کرے گا جو اس نے طاقت اور خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے
 کیں۔ چونکہ عقل بہت کم رکھتا تھا اس لئے کچھ تو اپنی بے سمجھی اور کچھ اپنے
 مشیروں کی شرارت کی وجہ سے وہ کئی سال تک بالکل اندھا بنا رہا۔ جس طرح
 آجکل بعض ہلکے عقیدے کے لوگ اس قسم کے موجود ہیں جو میگواہن اور
 دوسرے قدیم راجاؤں کے معجز نامہ کاموں پر یقین نہیں کرتے ایسے ہی ایک
 وقت نیگابا جب لوگ اس راجہ کی اُن بد فعلیوں کی نسبت یقین نہ کر سکیں گے
 جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ہر چند کہ دانائی نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ایک
 دھوکے سے بھری ہوئی سلطنت میں رہتا تھا تاہم وہ کبھی اپنے دشمنوں کے
 رحم پر نہیں رہا کیونکہ ہمیشہ اپنی ملکی کمزوریوں کو رفع کرتا رہتا تھا۔ یہ بات
 کہ وہ کبھی اس وقت تیرہ سے زخمی نہیں ہوا یا اپنے کسی دشمن کے ہاتھوں نہیں
 مارا گیا جبکہ وہ روشن کمرے میں سیدھا کھڑا ہو کر رقاصہ لڑکیوں کو سستی دیا
 کرتا تھا اس کی وجہ یہ تو اس کی رعایا کی معصیت سمجھنا ہے کہ ابھی اس کی زندگی کا
 کچھ حصہ اتنی تھا۔ اس کے بعد ایک اُس کے رنوا اس کی عورتوں میں کچھ
 بہ چٹنی پانی کئی جو اس مجسم بد اخلاقی راجہ کے زوال کی علامت تھی یہ نوجوان

محبت میں سرشار تھے اور عورتیں جو جوانی میں مخمور تھیں ہر شے دیکھ کر مارنے کا ارادہ کر رہی تھیں۔ اس بھید کے کھلنے پر جوش میں آکر راجہ نے بعض عورتوں کو معہ انکے آشناؤں کے قتل کروادیا اور باقیوں کو اپنے رنو اس سے نکال کر معہ انکے آشناؤں کے ملک بدر کر دیا۔ تمام نوکر چاکر اپنے شریرانہ گناہ سے مضطرب ہو کر اُس کے لئے برائی سوچتے اور اس کی موت کی سازشیں کرتے تھے۔

ادھر راجہ نے بھی تمام پہلوؤں سے اُن اخلاقی کمزوریوں کا اظہار کیا جو کلش کے بیٹے کے شایاں شان ہو سکتی تھیں اُس کے باپ کی جن راینوں نے اُسے اپنی گود میں لٹایا تھا انہیں یہ بغل میں لیکر بوسے دیا کرتا تھا۔ اور متواتر اُنکے ساتھ عیش و عشرت میں محو رہتا تھا۔ اُس نے اپنی بہنوں کے ساتھ بد فعلی کرنے میں بھی فرق نہ کیا اور ایک سخت لفظ سے غصے میں آکر اپنی پھوپھی کی بیٹی ^{۵۹۴} ناگا کو سزا دی اور بے حرمت کیا۔ وہ سوسو سپاہیوں کے دستے کے ترشک پکتانوں کو اندر دیا کرتا تھا لیکن یہ گڑے دل راجہ مرچے دم تک پالتو سور ^{۵۹۵} کا گوشت کھاتا رہا۔ اس طرح پر اپنی بد چلنی سے اس نے اس ملک کے رباؤں کا نام ایسا ہی بنام کیا جیسے کوئی حیوان دانا انسانوں کا کرے۔

^{۵۹۴} یہ امر مشتبہ ہے آیا یہ ناگا دہی ہے جس کا ذکر شلوک ۲۹۲ میں آچکا ہے۔ آفرانہ ذکر کی مان کاٹک کے متعلق اس جگہ مذکور ہے کہ وہ کلش کی بہن نہیں بلکہ پھوپھی تھی بجا لیکہ اس شلوک سے اس کا کلش کی بہن ہونا واضح ہوتا ہے۔

^{۵۹۵} اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ کلہن کا اشارہ ان مسلمان سپہ سالاروں کی طرف ہے جو ہرش کے ہاں ملازم تھے چونکہ مسلمان سور کا گوشت نہیں کھاتے اس لئے مصنف کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ راجہ پلچھوں سے بھی بدتر درجہ پر تھا۔

ایک موقع پر غصے میں آکر اس کاہل راجہ نے فوج
راجپوری پر حملہ { جمع کر کے راجپوری پر حملہ کیا اور جیب دوسرے لجاؤں
 نے اس کی فوج کی بے نظیر تیریاں دیکھیں تو انہیں اندیشہ پیدا ہوا کہ یہ تو تینوں
 لوگ پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ۵۹۶ھ

پر تھوی گری کا محاصرہ { پر تھوی گری کا قلعہ دیکھ کر اس نے اس پر
 قابض ہونے کی خواہش ظاہر کی اور راجپوری
 کے دارالسلطنت میں داخل ہوئے بغیر اس کے وامن میں ڈیرہ لگا دیا۔ جب
 اُسے اس جگہ ٹہرے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تو محصورین اس وجہ سے تنگ
 ہو گئے کہ اجناس خوردنی اور دوسری چیزیں ختم ہو گئیں تھیں۔ قلعہ بند فوج کو
 بچانے کے لئے راجہ سنگرام پال نے بہت سا خراج اور اجناس دینے کا
 وعدہ کیا لیکن راجہ اپنی بات پر مصر رہا اور اس نے یہ چیزیں لینی منظور نہ
 کیں جس پر آخر کار کوتوال پولیس (سُن) کر رشوت دی گئی۔ جب راجہ نے
 واپس جانے پر رضامندی ظاہر نہ کی تو سن نے خفیہ طور پر سپاہیوں کو
 ترغیب دی کہ کوچ کا بہت سا جنگی بھتہ طلب کریں۔ اسپر یہ لوگ جو زیادہ تر
 ادائے بقیہ کے تھے کہتے سُننے میں آکر پر ائے اپولیش شروع کر بیٹھے۔ راجہ
 کا خستہ اند چونکہ دور تھا اس لئے اس کی فوج میں بد نظمی پھیل گئی۔ ادھر
 راجہ اس مشکل کو رفع کرنے کی کوشش کر رہا تھا ادھر کوتوال پولیس نے راجہ
 کو ڈرانے کے لئے ترشکوں کے حملے کی افواہ اڑادی۔

پر تھوی گری سے واپسی { اسپر اس غیر مستقل مزاج راجہ نے اپنا ڈیرہ

۵۹۶ھ پر تھوی گری قلعے کا ذکر صرف اس جگہ آیا ہے اور اس کی مقامیت کا کچھ

پتہ نہیں چلتا۔

اٹھایا اور اپنا سارا مال و خزانہ سڑکوں پر چھوڑتا ہوا مارے خوف کے کوچ کرتا گیا۔ جس طرح خراب تلوار لڑائی میں اپنے مالک کے لئے ہلاکت کا موجب ثابت ہوتی ہے ایسے ہی وہ نوکر نازک وقت میں اپنے آقا پر مصیبت لاتا ہے جسے بغیر امتحان کے معتبر بنایا جائے۔ یہ وزیر جو خود ناقابل تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے قابل لوگ اس کے گرد رہیں اس لئے جس طرح ایک اذنیہ نسل کا گھوڑا سارے اصطبل کو خراب کر دیتا ہے ویسے ہی اسے راجہ کی قسمت کو بگاڑ دیا۔ اس وقت کے بعد راجہ کی شان و شوکت کم ہوتی گئی اور پرتاب چکر و رمن (سارے عالم کا شاندار حکمران) کی اصطلاح رفتہ رفتہ بالکل دور ہو گئی۔ افسردہ چہرے کے ساتھ اس نے کندرپ کی تعریف کی جس نے اکیلے وہ کام سرانجام دیا تھا جس میں تمام نوکر ناکام رہ گئے تھے۔ جب اس نے اسے واپس بلانے کی خواہش ظاہر کی تو کو تو ال پولیس نے اس کم سمجھ راجہ کے ارادے کو ایک سہارنہ کے ذریعے باز رکھا۔ راجہ جب اس کو تو ال کی شرارت سے واقف ہوا تو اس نے اسے قید کر دیا اور اسے ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ ضرورت وقت کی وجہ سے سزا دی۔ رجب راجہ نے اسے قلعہ بند کر رکھا تھا اور اس کی زندگی کا سوال ابھی زیر غور تھا تو وہ اس وقت بھی حریصانہ طور پر پان کپڑے اور دوسری چیزیں جو اس کے نوکر اور رشتہ دار بھیجتے تھے جمع کیا کرتا تھا۔ لیکن راجہ نے قسمت کے پھیر میں آکر دوبارہ اسی وزیر کو اس کے عہدے پر مامور کر دیا جو موت کا مستحق تھا اور جس نے آخر کا تباہی لانی تھی جس طرح کرن اور باقیوں نے کوروں کے جانشین (دریو دھن) کو اس وقت جوش دلایا تھا جب گواہوں پر حمایہ کرنے میں شکست یاب ہو چکا تھا

۵۹۷ء دریو دھن نے وراٹ کے ریوڑوں کو اڑانے کی جو کوشش کی تھی اس جگہ

اس کا حوالہ دیا گیا ہے دیکھو مہا بھارت پر پ ۳ ادھیائے ۲۴۹ شلوک ۱۔

ویسے ہی اب خوشامدیوں نے چالاک کی تعریفوں کے ذریعے راجہ کو اکسایا۔ جو شخص بحث میں مار جائے وہ اپنی شکست کا عوض اسی طرح لیتا ہے کہ اپنے مخالف کو گالیاں نکالنے لگ جاتا ہے۔ بے وفا بیوی اپنے شوہر کے ساتھ بات بات پر جھگڑا کرنے لگتی ہے اور جس افسر نے ساری دولت و عظمت ضائع کر دی ہو وہ راجہ کو مصیبت میں پھنسا دیتا ہے۔ پھیل نامی مہاتمانے اس واجب الادا پے کی نسبت جو تغلب میں آچکا تھا باز پیرس کے خوف سے اور اپنے فائدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے راجہ کو ایک سخت مشکل میں پھنسا دیا۔

دردوں کا ایک کمزور پہلو معلوم کر کے اس نے **دُگرہ گھاٹ کا محاصرہ** { لہر کے لونیوں سے مل کر راجہ کو ترغیب دی کہ دُگرہ گھاٹ نامی قلعے پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس قلعے پر پہلے ڈامر لکن چنڈر کا جو

۱۱۹۸ء ایک ٹیکا کار نے اس کا نام دُگر گھاٹ اور دوسرے نے دُگر گھاٹ لکھا ہے لیکن دونوں اس لحاظ سے متفق الرائے ہیں کہ یہ قلعہ کشمیر کے شمال میں علاقہ درد کی حد پر واقع تھا۔ جیسا کہ نوٹ کتاب ہذا میں واضح کیا جا چکا ہے اس حد کی نسبت ہم خیال کر سکتے ہیں کہ کلہن کے زمانہ میں بھی آجکل کی طرح وہ اُس سلسلہ کوہ تک پھیلی ہوئی ہوگی جو دریائے وٹشتا اور سندھ کے مابین ایک طرف اور وٹشتا اور کشن کنکا کے مابین دوسری طرف فاصل اب کا کام دیتا ہے۔

دُگرہ گھاٹ کی مقامیت کے متعلق مزید واقفیت شلوک ۱۱۹۹ء و ۱۱۹۴ء ترنگ ہذا میں محاصرے کی کیفیت کے دوران میں دریائے دہو متی کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے یہ دریائے دہو متی بند پور تال (جو نقشہ میں بدگول یا بدکول مندرج ہے) کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے جو شمال کی طرف سے آکر موضع کلس کے قریب جھیل ولریں جا ملتا ہے اور آج تک وادی کے برہمن اُسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں اس دریا کے

بعد میں راجہ اننت کے حکم سے دواپتی جنک کے ہاتھوں قتل ہوا قبضہ ہوا کرتا تھا اس ڈامر کی بیوی نے جو راجہ کے دروازے کے سامنے فاقہ کشی کر رہی تھی یہ قلعہ کلش کو دینے کی خواہش ظاہر کی لیکن راجہ کلش نے چونکہ اس کے لینے سے انکار کیا اس لئے آخر دلاؤں کا راجہ اس پر قابض ہو گیا۔ چونکہ اس قلعہ پر قبضہ رکھنے کی وجہ سے دردوں کے ہاتھ میں علاقہ کشمیر کے بھی بہت سے گاؤں تھے اس لئے وزیر سپہیل نے راجہ کو اس مہم کے لئے راغب کر لیا۔ اُس جگہ کوئی تالاب نہ تھا اور پربت جو قلعہ بند فوج کے لئے رکھی جاتی تھی خشک سالی کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی۔ جب مہماتما سپہیل کو جاسوسوں کی مدد سے یہ کمزوری معلوم ہو گئی تو وہ بار بار راجہ کو اس قلعے پر قبضہ کر لینے کے لئے

مختلف سنگموں پر نواحی اضلاع کے برہمن آجٹک یا ترا کرنے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نیل مت پوران کے شلوک ۱۲۶۱ و ۱۳۹۸ میں مدھومتی کو ایک مقدس دریا لکھا گیا ہے اسی نام کی دوسری ندی جو ساردا تیرتھ کے قریب کشن گنگا میں جا ملتی ہے اور جس کا ذکر قبل ازیں نوٹ ۱۵۷ کتاب ہذا میں آچکا ہے اُس کے متعلق خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اس جگہ مراد اُس سے لی گئی ہے کیونکہ اس کی مقامیت حدود کشمیر سے باہر ہے۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں ماہ اگست ۱۸۹۲ء میں بند پور نال کا معائنہ کرنے گیا تو ایک درہ دیکھا جو پہاڑوں کے اوپر سے شمال کی جانب ہوتا ہوا گریز (جسکا نام نقشے پر گریس ہے) کی سمت میں دُڈکٹ کے نام سے پھیلا ہوا ہے۔ چونکہ ناموں میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور جغرافیائی تفصیل بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اس لئے یہ امر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ درے کا نام پورانے قلعے کے نام ہی سے سنو چلا آتا ہے۔ سنسکرت میں لفظ دُڈگہ کے جو معنی ہیں وہی کشمیری زبان میں دُڈ کے ہیں یعنی دُودھ۔ کشمیری زبان میں لفظ دُڈ کے معنی ایک تنگ راستے کے ہوتے

کستا تھا چیرا آخر کار یہ اس مہم پر روانہ ہوا۔ جب چمپک جو دوارپتی تھا راجہ کے زیر حکم اس مہم پر روانہ ہونے والا تھا واٹ گند (انند) نے اس پر غالب آنیکی کوشش کی۔ آخر الذکر کو چونکہ راجہ نے دوارپتی کا عہدہ نہ دیا تھا اور اُسے گورنر مقرر کر دیا تھا اس لئے جو لوگ اس عہدے پر سرفراز ہوتے تھے وہ ان سے دشمنی کیا کرتا تھا۔ گوانند نے فوج میں اضطراب پیدا کر دیا تاہم دوارپتی چمپک نے دریائے مدھومتی کو عبور کر کے فوجوں کی مدد سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ ہرجند کہ تمام اطراف سے والیان ریاست کو اس قلعے کی طرف بھیج رہا تھا تاہم خود وہ اُس سے ایک کوچ کے فاصلے پر رہا۔ کشمیریوں کا درد سپاہیوں سے مقابلہ ہوا جو ان پر بڑے بڑے پتھر اور ایسی ہی دوسری چیزیں پھینکتے تھے لیکن خود ہیں کلہن نے دُگد کے ساتھ جو لفظ گھاٹ استعمال کیا ہے وہ قدیم کشمیری نام کھٹ کی سنسکرت صورت معلوم ہوتا ہے۔

سٹائن صاحب دُگد کھٹ کے درے سے خود بھی گزرے تھے اُن کا بیان ہے کہ یہ اُس وادی کے اوپر کی طرف واقع ہے جس کا نام نقشہ میں منی مرگ لکھا ہوا ہے۔ جنوب یا کشمیر کی طرف سے یہاں تک پہنچنے کا راستہ ایک کھلی وادی کی صورت میں ہے جو تین میل کے فاصلے تک ایک گھاس والے ڈھلوان کے ساتھ ساتھ بتدریج اٹھتی ہے۔ اس وادی کا نام و بے مرگ ہے اور ممکن ہے یہ وہی ہو جس کا ذکر ترنگ کے شلوک ۱۱۲۲ میں پراجی مٹھکا کے نام سے آیا ہے۔

موضع آت و ٹٹ سے درہ دُگد کھٹ کو جو سڑک جاتی ہے اس پر سے لوے ہوئے جانور سنجولی گزر سکتے ہیں اور جب تک گلاگت کی ٹرنی سپورٹ سڑک درہ تراگ بل کے اوپر سے تیار نہ ہوئی تھی تو گریز کے اکثر دردا جبراً اس پر سے گزرا کرتے تھے۔ اس بارہ میں مزید واقفیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ساکھوں کے عہد میں اس سڑک کو باقاعدہ طور پر

چونکہ قلعہ کی پناہ میں تھے اس لئے انہیں شکست دینا مشکل تھی۔ گنگ کا بیٹا
 مل معہ اپنے بیٹوں کے پراجی مٹھکانامی حملے کے مقام پر قائم تھا اُس نے
 دشمنوں پر اس قسم کے حملے کئے جنہیں وہ بمشکل برداشت کر سکے۔ اس کے
 دو بہادر بیٹے اوچل اور سسل جنہیں ایک جوتشی نے بتایا تھا کہ تمہیں شاہی
 طاقت حاصل ہوگی اسی ہوس کی وجہ سے اپنے اعزاز کو برقرار رکھنے کی کوشش
 کر رہے تھے۔ ان میں سے بڑا حصے قابو میں رکھنا زیادہ مشکل تھا ہر چند کہ
 تخت سے نفرت کرتا تھا تاہم واقعات سے مجبور ہو کر مہم پر روانہ ہو گیا تھا
 خشک سالی اور راجہ کے بیچ سے جھلس کر در دسپاہیوں نے مشکل سے قلعے
 پر قبضہ قائم رکھا۔

اُس وقت تک فوجی ٹرنیپورٹ کے کام میں لایا جاتا تھا جبکہ آخر کار ایک حادثہ اس
 فوج کو پیش آیا جو اس وادی پر سے گزر رہی تھی۔ یہ حادثہ ایک پہاڑی تودے کی صورت
 میں تھا جو نیچے وادی میں آگرا۔ اس کے بعد سڑک کو درہ تراگ بل کی طرف ساٹ میل
 جانب جنوب مشرق بدل دیا گیا۔ اس وقت سے لیکر آخر الذکر درہ ہی زیر استعمال
 رہا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ یہ درہ دُد گٹ کی نسبت اونچا ہے اور یوں بھی بلحاظ
 آمد و رفت اس کی نسبت کم موزوں ہے۔

درہ دُد گٹ کا فاصل آب تقریباً پچیس میل چوڑے ہموار میدان کی صورت میں ہے
 جس کے مشرق کی طرف ۵۰ فٹ اونچا چٹانی ٹیلہ ہے جس کی دیواریں جنوب اور
 مغرب کی جانب عمودی ہیں اور باقی دو اطراف میں بھی اس تک بمشکل پہنچا جاسکتا ہے
 اس سطح مرتفع پر سٹائن صاحب کو بعض دیواروں کے چند ایک آثار نظر آئے جو ان
 برجوں سے متعلق معلوم ہوتے تھے جیسے آج تک بھی درہ پیر پچال اور توش میدان میں
 پائے جاتے ہیں۔ فوجی نکتہ خیال سے اس ٹیلے کی مقامیت نہایت اعلیٰ ہے۔ ممکن

دُگدہ گھاٹ سے واپسی { اتنے میں نہایت زور سے بارش اُتر آئی۔
 معلوم ہوتا تھا گویا ہرش کا تیج مٹانے کے لئے یہ قسمت کا حکم ہے۔ قسمت مجھوین
 پر مہربان ثابت ہوئی اور اس نے قلعے کی پہاڑیوں کو برف کے ناقابل عبور
 تودوں سے اس طرح ڈھاک دیا گویا کہ وہ ایک زرہ تھی۔ یہ قسمت ہی ہے جو
 اوپر اٹھتے ہوئے شخصوں کو گرا اور گرتے ہوؤں کو اٹھا دیتی ہے۔ اس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ گیند کی طرح کھیلتی ہے۔

اب اُن بُرے مشیروں کو جنہیں برستے ہوئے پانی نے نہایت الم ناک بنا
 رکھا تھا گھرایا دیا اور انہوں نے پہلے کی طرح راجہ کے کمپوس میں گڑ بڑ مچانی شروع
 ہو سکتا ہے یہ اتار ہی اُس قلعہ دُگدہ گھاٹ کے کھنڈرات ہیں جس کا ذکر اس کتاب میں
 آیا ہے۔

دُگدہ گھاٹ کے محاصرے کے متعلق جو تفصیل مذکور ہوئی ہیں ان سے بھی اس خیال
 کی تائید ہوتی ہے اس ٹیلے کی ساخت اور چٹان کی سختی کے باعث کسی تالاب کا تیار کیا جانا
 مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جیسا شلوک ۵، ۱۱ ترنگ ہذا میں مذکور ہے قلعہ بند
 فوج کے لئے بجائے پانی کے برف جمع کر رکھا کرتے تھے۔ اس بات کی تصدیق کہ قلعہ
 دُگدہ گھاٹ بلندی پر واقع تھا اس بات سے ہوتی ہے کہ وہاں جیسا شلوک ۸۶ میں واضح
 ہوتا ہے اس قدر برف باری ہوئی کہ مجبوراً محاصرہ اٹھالینا پڑا۔ شلوک ۵، ۱۱ اور
 ۸۵ میں خشک سالی اور گرم موسم کے متعلق جو کچھ ذکر آچکا ہے جس سے قلعے کی
 برف کی بہم رسانی ختم ہو چکی تھی اُس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ برف باری موسم گرما
 کے اخیر میں یا موسم خزاں کے ابتداء میں ہوئی ہوگی۔ اس بارے میں یہ امر بھی قابل
 غور ہے کہ سین سال میں ستمبر تک کے مہینوں میں درہ تراگ بل میں بہت بڑے برفانی

کر دی۔ اُس مچھلی کی طرح جوندی کی رو کے خلاف تیرتی ہوئی چٹان کے ساتھ اپنے منہ پر چوٹ لگا بیٹھتی ہے راجہ اُس جگہ سے بھی فتح کی پرواہ نہ کرتا ہوا واپس لوٹا ساری فوج نے اپنا سامان راستے ہی میں چھوڑ دیا۔ خزانہ پھینک دیا۔ قیمتی چیزیں چھوڑ دیں اور ہتھیار پٹک دیئے اور سوائے بھاگنے کے اب انہیں کچھ اور نہ سوچتا تھا۔ راستے میں چڑھتی ہوئی ندی میں راجہ کے سپاہی اُس حالت میں جبکہ وہ آہ وزاری کرتے ہوئے مختلف راستوں سے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے اور دشمن اُن کے تعاقب میں تھا غرق ہو گئے۔ دریائے مدہوتی میں لوگوں کے رہے ہوئے کپڑے مہنوں کی قطار کی مانند معلوم ہوتے تھے۔ ان کی ڈھالیں کنول پھولوں کی طرح۔ تلواروں کے ڈھیر آبی پودوں کی مانند طوفان آتے دیکھے گئے ہیں۔

باوجود اس قدر بلندی اور موسمی حالات کی سختی کے درہ دُدگٹ کے قلعے میں سال بھر کسی قلعہ بند سپہ کا موجود رہنا ناممکنات سے نہیں ہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ سین سال کے موسم سرما میں درہ تراگ بل کے زیادہ کھلے مقامات پر جو جھوپڑیاں بنی ہوئی ہیں ان میں سڑک گلگت کے محکمہ ڈاک اور تار کے ملازم اکثر رہتے رہتے ہیں۔ اخیر میں یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ مدہوتی اور اُس کے شمالی موادن کی کہڑیں جس میں سے ہو کر درہ دُدگٹ کی سڑک موضع آت و ٹھ کے اوپر اور نیچے کی طرف گزرتی ہے وہ اس کیفیت سے مشابہ معلوم ہوتی ہیں جو شلوک ۱۱۹۱ میں اس سڑک کے متعلق دی گئی ہے جس پر سے ہو کر کشمیری فوج دُدگٹھاٹ سے واپسی کے وقت گزرتی تھی۔

۵۹۹ لونا قوم کے لوگ جن کا ذکر اس جگہ پہلی مرتبہ آیا ہے اُن کی تکالیف میں بہت سہولت لیتے رہے ہیں جن کا ذکر ترنگ ۷ اور ترنگ ۸ میں آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں وہ کشمیر کی دیہاتی آبادی کا ایک نہایت اہم حصہ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ

گھوڑے چٹانوں کی طرح۔ سنہری برتن سرخ ہنسوں اور چاندی کے برتن جھاگ کی مانند نظر آتے تھے۔ فتح مند دردوں نے جن لوگوں کو گرفتار یا قتل کیا اور جو ندی میں بہ گئے ان کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ بہادر اوچل یعنی مل کا بیٹا واحد شخص تھا جو معہ اپنے چھوٹے بھائی کے وہاں سے فرار نہ ہوا بلکہ اس طرح پر بغیر افسروں کے رہی ہوئی فوج کو بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ دردوں کی ساری جمیعت اُس سمندر کی مانند آگے کو بڑھ رہی تھی جو ہر چیز کو بہا کر لے جاتا ہے لیکن اُسے ان دو شخصوں نے جو عظیم ساحلی چٹانوں کے مانند تھے روکے رکھا جب یہ دونوں فوج کو بچانے اور انمول شہرت حاصل کرنے کے بعد واپس آئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اُس دو شیر لڑکی کی مانند جو اپنے لئے شوہر منتخب

تنتریوں کے نام کی طرح اُن کا نام بھی آج تک لونی کی صورت میں باقی چلا آتا ہے۔ جن بے شمار شلوکوں میں اس قوم کے لوگوں کا ذکر اجتماعی و انفرادی طور پر آیا ہے۔ ان سے انکی ابتدا کے متعلق کوئی حال معلوم نہیں ہوتا البتہ اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مالکان اراضی اور ایک سرکردہ قبیلے کی حیثیت میں وہ نہایت اہم درجہ رکھتے ہونگے۔ شلوک ۱۲۲ میں مہراج میں لونی قوم کے لوگوں پر تشدد کا ذکر آیا ہے جہاں اُن کے متعلق کئی موقعوں پر لفظ ڈامر استعمال کیا گیا ہے۔

آج کل لونی قوم کے لوگوں کو دوسرے مسلمانوں سے ممیز کرنے والے کوئی رواجات یا پیشے باقی نہیں رہے۔ اس فرقے کے لوگ وادی میں جا بجا پائے جاتے ہیں۔ لارنس صاحب نے اپنی کتاب ویلی کے صفحہ ۳۰۶ پر ایک دیہاتی کی زبانی یہ بات لکھی ہے کہ اس قبیلے کے لوگ اپنے آپ کو چلاس سے آیا ہوا خیال کرتے ہیں۔ لیکن سٹائن صاحب اس روایت کی تصدیق نہیں کر سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو مہراج کے زمانہ تک یہ لوگ خاصی اہمیت رکھا کرتے تھے کیونکہ اس کی تاریخ میں بھی ان کا ذکر کئی موقعوں پر آیا ہے لیکن سریور کی راج ترنگنی میں ان کا ذکر ایک سے زیادہ موقعوں پر نہیں آیا۔

کر رہی ہو۔ شاہی قسمت کی چمک نمایاں طور سے انپر پڑ رہی ہے۔ اس وقت کے بعد سب لوگوں کو خیال پیدا ہو گیا کہ بر دل راجہ تخت کا حقدار نہیں بلکہ یہ دونوں راجکمار مستحق ہیں۔ لوگوں کا یقین اس صورت میں اور بھی پختہ ہو گیا جب انہوں نے دیکھا کہ انعام و اکرام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ اپنے کارہائے نمایاں کے بعد راجہ کو ملنے تک نہ گئے۔ جب راجہ کو دشمنوں کے خوف سے نجات حاصل ہوئی تو وہ شہر کو روانہ ہوا اور مل راج کے دونوں بیٹوں کی شان و شوکت تمام اطراف میں پھیل گئی۔ آئندہ واقعات کے انتظار میں لوگ ان دونوں کو رام اور لکشمی اور راجہ کو راوہ سے مشابہ قرار دیتے تھے لیکن اس بے سمجھ راجہ نے خوف اور شرم کو بالائے طاق رکھ کر ملک پر ویسا ہی جبر و تشدد شروع کر دیا گویا یہ اس کا مقررہ پیشہ تھا کم ظرف آدمی پاس والے شخص پر جس سے چھوٹی سزا ہی سرزد ہوئی ہو حملہ کر بیٹھتا ہے لیکن بڑی خطا والے اُس دشمن پر حملہ نہیں کرتا جو اُس سے دور ہو ایسے ہی کتا غصے میں آکر اُس پتھر کو کاٹ کھاتے جس سے اس کو چوٹ لگے لیکن اُس شخص کو نہیں کاٹتا جس نے دور کھڑے ہو کر وہ پتھر پھینکا ہے۔

مدن کا قتل جب وہ واپس آیا تو اس نے سنا کہ مدن جسے اس کی خدمات سے خوش ہو کر اس نے کمانڈر انچیف بنا دیا تھا علانیہ طور پر میری شکست کا ذکر کر رہا ہے۔ غصے میں آکر اس نے اُسے مارنا چاہا لیکن اس پر جرم ایک اور قائم کیا جو یہ تھا کہ اس نے رانی کے بھیجے ہوئے تحریری حکم کی پرواہ نہیں کی۔ جب مدن مدوراج سے واپس آیا اور راجہ نے اسے شرفِ حضوری نہ بخشا تو وہ خوف زدہ ہو کر ایک اور مشیر لکشمی دھڑکے مکان پر جو تک خاندان سے تھا چلا گیا۔ ہر چند کہ اس کی طرف

سے ایک اور وزیر نے عذر معذرت کی تھی تاہم راجہ نے اُسے معہ اُس کے بیٹے کے قتل کروادیا اور اس نظارے کو فوجیں کھڑی ہنستی دیکھتی رہیں۔ راجہ کی ناراضگی کی مسکراہٹ۔ درخت کی بے موسم کلی اور بیتال کی ہنسی یہ چیزیں کبھی نتیجہ ثابت نہیں ہوتیں۔ جو لوگ عظیم مہربانیوں پر بھروسہ کر کے اپنے آقا کی لا پرواہی سے خدمتگداری کرتے ہیں۔ اُن کا انجام اُن سپیروں کی طرح ہوتا ہے جو کسی بڑے سانپ کے ساتھ ہر قسم کے کھیل کرنے کی شیخی بگھارتے ہوئے سحر کار گر نہ ہونے کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ اس طرح پر سور یہ متی کی بددعا سازشیوں کے گروہ کے متعلق یہاں تک صادق ثابت ہوئی کہ آخر کار بدن بھی اس سے نہ بچ سکا۔ راجہ نے جو دوسروں کی بہادری دیکھ کر ڈرتا تھا کلش راج کو لکشی دھڑکے مکان میں پابزنجیر کروادیا۔ اُسے بے غت کرنے کے لئے اُس نے اُس کے پاس اس کا دشمن اودے اس بہانے سے بھیجا کہ اُس سے کچھ بات پوچھ آئے۔ بہادر کلش راج نے جب ایک اور شخص کو خوش قسمتی کی حالت میں دیکھا تو اس کے غصے کی آگ بھڑک اُٹھی اور اس نے ایک آدمی کا ہتھیار چھین کر اسے مار کر گرا دیا جس پر اودے سنگھ کے نوکر اسپرٹوٹ پڑے اور اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ اور اس طرح پر اُس بدطینت راجہ کے نوکروں کا خاتمہ ہوا۔

اس ملک پر جسے راجہ نے زخم لگائے ہوئے تھے مصائب کا ایک درسلہ نمک کی طرح پڑا۔ اگر کوئی شخص دن کے وقت راجہ کے کمرے سے سونے کا پیالہ لیکر جاتا تو لیٹرے اُسے بھی لوٹ لیٹے تھے۔ واپس پھیلی ہوئی تھی اور شب و روز ماتمی باجے کی آواز بند نہ ہوتی تھی جس کے ساتھ ہی لوگوں کی آہ و زاری کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

کشمیر میں قحط { لوگ سمٹ ۱۷۷۵ء (۱۱۰۹-۱۱۱۰ھ) میں ایک طغیانی کے باعث بہت سے گھاؤں غرق ہو گئے اور ہر چیز کی بے حد قلت ہو گئی چاولوں کی ایک کھاری ۵۰۰ دینار میں فروخت ہوتی تھی اور دوپل برق انگور ایک دینار میں۔ اون کا ایک پل چھ دینار میں فروخت ہوتا تھا اور نمک مرچ اور ہینک کا تو نام بھی سننا مشکل تھا۔ ندیوں کا پانی مُردوں سے اٹا پڑا تھا جن کھ لاشیں پانی کی وجہ سے پھول گئی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کٹے ہوئے درختوں کے جنگل کے جنگل پہاڑوں سے بہ کر آ رہے ہیں۔ اس خیال سے کہ محل دور سے درختوں میں چھپا ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا راجہ نے انہیں کٹوا دیا۔ درخت جو وہ اپنے شگوفوں اور پھولوں کے اہل مکان کی مانند معلوم ہوتے تھے جا بجا کٹوا دیئے گئے۔ اور شہد کی مکھیاں جو اُنکے کنبے کا درجہ رکھتی تھیں اُنکے گرائے جانے پر آہ و زاری کرتی تھیں۔ ایک طرف تو لوگ اس مصیبت میں مبتلا تھے دوسری طرف راجہ نے انہیں ایسے ایسے بھاری جرمانے کئے کہ اُن کا دم خشک ہو گیا۔ بعین ہی یہ وہی مثل تھی جیسے اُس بوڑھے بیل پر جو ہل کو کھینچتا کھینچتا تھکا مانڈ ہو گیا ہو ایک بڑا سا پتھر پھینک دیا جائے۔ اس نے لوگوں کو کایاتھوں کے ذریعے بہت اذیت پہنچائی اور یہاں تک بھاری جرمانے کئے کہ شہر گھاؤں یا کوئی بھی جگہ اُن سے نہ بچ سکی۔

ڈامروں پر تشدد { اب موت کے دیوتا کی مانند خشناک ہو کر اس نے

تہ نک کشمیر میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی درآمد پنجاب اور لدانج سے ہوتی ہے۔

دیکھو لارنس صاحب کی کتاب دیلی صفحہ ۴۳ و ۳۹۳۔ ہینک بھی عدد کشمیر میں پیدا نہیں ہوتی

دیکھو صفحہ ۶۸ کتاب مذکورۃ الصدر۔

گورنراشد کو حکم دیا کہ تمام ڈامروں کو قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ بہت صاحبِ اثر بن گئے تھے۔ پہلے اس نے مدوراج میں ہولدا کے بے شمار ڈامروں پر حملہ کیا اور انہیں اس طرح مار ڈالا جیسے شکاری پرندوں کو ان کے گھونسلے میں مار دیتا ہے جب وہ لوہیا لوگوں کو تباہ کر رہا تھا اس نے مدوراج میں کوئی بھی ایسا برہمن زندہ نہ چھوڑا جس نے اپنے بالوں کو اونچا کر کے آراستہ کر رکھا ہو اور شکل و شباہت سے با اثر معلوم ہوتا ہو۔ چونکہ وہ ان مسافروں کو بھی سولی دیدیتا تھا جو لوہیا قوم کے علاقے میں جا رہے ہوں اس لئے ملک دیکھنے میں بھیرول کے باورچی خانہ کی طرح بھیانک بن گیا۔ اور جب گورنر نے ایک لوہیا کی خونخوار بیوی کو سولی دے دیا تو تمام لوہیا لوگ دہشت زدہ ہو کر تمام اطراف میں بھاگ گئے۔ ان میں سے بعض نے بلیچھوں کے ملکوں میں جا کر تبدیل مذہب کر لیا اور بعض رہٹوں اور چکیوں میں محنت مزدوری کرنے لگ گئے۔ گورنر اس بھیرول روپی راجہ کے پاس لوہیا لوگوں کے سروں کی لٹیاں اس طرح بھیجا کرتا تھا گویا وہ کوئی نہایت عمدہ تحفہ ہے۔ راجہ کے محل کے دروازے پر ہر جگہ محرابوں پر ڈامروں کی کھوپریاں پیالوں (گہٹی) کی طرح نظر آتی تھیں۔ جو شخص کسی ڈامر کا سر لاتا تھا اسے زیورات پوشاکیں اور اور قسم کے انعامات جو محل شاہی کے دروازے پر لٹکے بہتے تھے دیئے جاتے تھے۔ گدی بگلے اور اور پرندے راجہ کے دروازے پر جمع رہتے تھے اور ڈامروں کے سروں کو نوچنے کے لئے آگے بڑھی ہوئی محرابوں پر ڈیرہ جملے رکھتے تھے۔ جہاں کہیں راجہ رہائش رکھتا تھا لوگ لوہیا قوم کے آدمیوں کے خوفناک سروں کے بڑے بڑے ہار سجایا کرتے تھے سارا ملک لاشوں سے شمسان بھومی کی طرح اٹاپڑا تھا۔ بدیو اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ ٹانگ نہ دیا جاتا تھا۔ کان گیتہ روں کی آوازوں سے پریشان ہوئے جاتے

تھے اور بلکہ پرپاسے لیکر لوک پن تک گورنر نے ڈامروں کو سولیوں پر چڑھا کر ایک راستہ تیار کر دیا تھا۔

اس طرح پرمدوراج کے ڈامروں کا خاتمہ کر کے گورنر اسی طریق پر عمل کرنے کے لئے کرمراج کو روانہ ہوا۔ کرمراج کے ڈامروں کو چونکہ یقین تھا کہ اب ہماری قسمت کا فیصلہ ہوا چاہتا ہے اس لئے انہوں نے لولاہ میں ایک فوج جمع کی اور سب نے مل کر اس قدر کشت و خون کیا جس کی وجہ سے گورنر ایک عرصے تک رُکارا رہا۔ سوائے اس کے اور کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ ہرش کی صورت میں کوئی دیو اُس ملک کو جسے دیوتاؤں۔ تیرتھوں اور رشیوں نے مقدس کیا ہوا ہے تباہ کرنے کے لئے زمین پر آ گیا تھا۔ رات کے وقت چل پھل رکھنا دن کے وقت سونا۔ ظلم۔ حد اعتدال سے گزرنا۔ کینہ پن۔ موت کے دیوتا کے شایاں شان کام کر کے خوش ہونا۔ یہ اور اسی قسم کی اور عادتیں جو اس کے لئے مخصوص تھیں ایک بھٹنے کی عادات سے مشابہ تھیں۔ اور یہ بات اُس زمانے کے عام سمجھے دار لوگوں کو معلوم تھی۔

اس اثنا میں مل کا چھوٹا بیٹا سسل نشہ شباب میں مخمور لکشمی دھر کی بیوی کے دل کو ٹھنڈا کر رہا تھا وہ اس راجکمار پر جو اس کے قریب ہی رہتا تھا مفتون ہو چکی تھی اُس کے شوہر کی شکل چونکہ بندر کی طرح تھی اس لئے اُس سے اُسے بالکل محبت نہ تھی۔ اُسے راجہ تو نے کیوں اوچل اور سسل کو قتل نہیں کیا

۷۴۱ لولاہ غالباً لولاب پرگنہ کا پورا نام ہے جو جھیل ولر کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے جدید نام کا تلفظ کشمیری زبان میں لولاو ہے۔ لوک پرکاش کی جلد ۲ میں لولاو کو لولوک کی صورت میں لکھا گیا ہے اور پنڈت صاحب رام نے اپنی کتاب تیرتھ سنگرہ میں لفظ لولو استعمال کیا ہے۔

جن میں ایسی صفات موجود ہیں جو ان کو تخت کے لائق بناتی ہیں اور جویوں بھی
 حریص ہیں بجا لیکہ تو نے اپنے تمام دوسرے چھوٹے درجہ کے رشتہ داروں کی
 بھی قتل کر دیا ہے۔ ہر چند کہ لکشمی دھر جوش رقابت میں راجہ سے اس طرح
 کہا کرتا تھا تاہم اس نے اُن کے خلاف کسی قسم کے غصے کا اظہار نہ کیا کیونکہ
 وہ پہلے رشتہ داروں کے قتل پر ہی نہایت متاسف تھا۔ ہر چند کہ لکشمی دھر
 رہ رہ کر خود کتا اور دوسروں کی زبانی کہلاتا تھا تاہم ان کی بہادری سے ڈرتا ہوا
 خود بھی ہاتھ نہ اٹھا سکتا تھا۔ آخر کار رشتہ داروں کی محبت کو بھلا کر اور اُن کے
 تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر راجہ نے وزراء کے ساتھ اس امر کا مشورہ کیا اور
 اوچل اور سسل کو قتل کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔ مگر ٹھکنا نامی ایک فاحشہ عورت
 نے جس کا تعلق اُن دونوں کے ساتھ تھا راجہ کے اس بُرے منصوبے کی خبر
 ان تک پہنچادی اور جب اُن کے دوست درشن پال نے بھی اس بارے میں اُن کے
 شکوک و شبہات رفع کر دیئے تو وہ دو تین نوکروں کو ہمراہ لیکر رات کے وقت
 شہر سے نکل گئے۔

۱۱۷۱ھ { ماہ مکھر لوگ سمیت ۱۶۶۱ء } میں شہر سے

۱۱۷۲ھ پہنچے جو اُتراس میں رہتا تھا۔ وہاں باز لون پر شست راج اپنے چھوٹے بھائی

۱۱۷۳ھ ایک ٹیکا کار کا خیال ہے کہ اُتراس جدید موضع وٹرس کا نام ہے جس کا نام
 نقشے پر وٹو واسو درج ہے اور جو کٹھار پرگنہ میں سانگس کے قریب واقع ہے پندرہ
 صاحب رام نے اپنی تیرتھ سنگرہ میں لفظ اُتراس استعمال کیا ہے۔

۱۱۷۴ھ اس شلوک کا مطلب کسی قدم شبہ ہے معلوم نہیں مصنف کا اس کے درج
 کرنے سے یہ شبہ ہے کہ دونوں بھائی لونیا پر شست راج کے ہمراہ باہر جا کر مختلف مقامات

سل راج پر غالب آکر انہیں باہر لے گیا۔ مگر بڑا بھائی راجپوری کو چلا گیا اور چھوٹا کلیہ والے کالج کے دربار میں پہنچا۔ جب یہ دونوں ملک کو چھوڑ کر چلے گئے تو کسی شخص کو ہرش کی حکومت پر اعتبار نہ رہا جسے کہ خود راجہ بدشگونوں سے خائف ہونے لگا۔ اس نے راجپوری کے راجہ سنگرام پال کو مکشی دھر کی زبانی اوچل کو مارنے کی درخواست کر بھیجی اور اس مطلب کے لئے روپیہ کا لالچ بھی دیا۔ جب مل کا بیٹا (اوچل) سنگرام پال کے پاس پہنچا تھا تو اُس نے اس کے ساتھ

کو چلے گئے یا جیسا کہ بابو جگیش چندر دت نے لکھا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ پرشت راج نامی ایک لوہا نے راجہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے کے ارادہ سے اپنے چھوٹے بھائی سل راج کو بھیج کر ان دونوں جوانوں کو اپنے ہاں طلب کیا جس کے بعد اوچل راجپوری اور چھوٹا یعنی سسل کالج کو چلا گیا۔

۶۰۴ء کالج جس کا ذکر ترنگ ۸ کے شلوک ۲۰۷-۶۱۸ و ۹۱۵ میں آتا ہے۔

اس سے مراد وہ مشہور کالج نہیں ہے جو وسط ہند کے راجستان کلچری کا شہر تھا جس کا موجودہ قائم مقام کالج کا پھاڑی قلعہ ہے اور جو صوبہ جات مغربی شمالی کے ضلع باندہ میں واقع ہے دیکھو انڈین اینٹی کوٹی جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۰۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۹۱۵ کے نفس مضمون اور ان شلوکوں سے جن میں کلمہ ادو پد مرتھ والے کالج کا ذکر آتا ہے (ترنگ ۸ شلوک ۵۱۹-۵۸۱-۱۹۳۳-۱۹۳۷-۱۹۴۴) ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد کشمیر کے جنوب میں کسی پھاڑی علاقے سے ہے۔ تاریخ فرشتہ کا جو ترجمہ برکتر صاحب نے کیا ہے اس کی جلد ۱ صفحات ۸۹ و ۹۹ میں واضح طور پر سرحد کشمیر پر کالج کے ایک پھاڑی قلعے کا حوالہ دیا گیا ہے اس قلعے کا ذکر کرتے ہوئے فرشتہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی مقام تھا جہاں محمود غزنوی نے اپنے ایک افسر اعلیٰ کو قید کیا تھا۔ اس کے علاوہ مردست اس کے متعلق کوئی مزید حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔

بہت کم توجہ کا اظہار کیا تھا لیکن اب ہرش کے اظہار خوف سے اُس نے اس کی زیادہ غرت شروع کی۔ اس دنیا میں بارہا ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اظہار خوف کر کے کوئی کینہ و شخص قسمت کے ایما پر چل کر اپنے دشمن کو جس کی کامیابی قریب ہوتی ہے زیادہ اہمیت دے دیتا ہے۔ راجپوری کے لوگ فطرتاً کشمیر کے ہوا خواہ نہیں ہیں پھر اُن سازشوں کا کیا ٹھکانا ہے جو اس صورت میں پیدا ہو سکتی ہیں جب فرمانروائے کشمیر کا کوئی زیر دست مخالف اُن میں جا ملے۔

اب اوچل نے دُامروں کے ساتھ چند شخصوں کی

اوچل راجپوری میں

{ معرفت جو زیادہ تر بہ دیانت تھے اور اس کے فریق میں مل گئے تھے عہد و پیمان شروع کیا۔ دُامروں نے جنہیں راجہ بہت کچھ دیا چکا تھا اوچل کو پھر کشمیر میں لانے کی بہت کچھ کوشش کی اور اُس کے پاس تحفہ تحائف کے قاصد بھیجے۔ سوریہ ورم چندر کے بیٹے جنک نے فتنہ ساز قاصد بھیج کر مزید کوششیں کیں۔ سنگرام پال نے جب دُامروں کے قاصد دیکھے تو اس نے راجہ کے خوف کو دل سے دور کر دیا اور اوچل کی علانیہ غرت کرنے لگا۔ ہر چند کہ وہ خود معاملہ کی اہمیت سے افسردہ خاطر ہو رہا تھا تاہم سنگرام پال نے اوچل کے سر پر اس کی حفاظت کی خاطر کافور توڑ کر روانگی کی خواہش ظاہر کی لیکن اُس علاقے کا خاص ٹھکر جسے ہرش دیونے رشوت دی تھی اُس کے پاس تنہائی میں آکر کہنے لگا۔ راجہ ہرش کو نظر انداز کر کے اوچل کی تائید کرتے ہوئے تم گائے کو چھوڑ کر عمداً بکرے کی گردن پکڑتے ہو بھلا یہ اوچل بھی کشمیر کا کوئی راجکمار ہے! یہ گداگر کیا کر سکتا ہے؟ اس لئے

۶۰۵ کافور توڑنے کی رسم کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اس سے اجنبی یقینی طور

پر محفوظ رہتا ہے۔

۴۰۶ راجہ ہرش کو خوش کر کے بے کھٹکے ہو جاؤ۔ اوچل کو راج گری کے قلعے میں بند کر دو۔ پھر ہرش ڈر کے مارے جو کچھ تم کو گے قبول کر لیگا اور ہمیشہ کے لئے تمہارا دوست بن جائیگا۔ اس قسم کی چکنی چپڑی باتیں سن کر کمزور کھش حاکم جو ہرش سے ڈرتا اور اپنی دولت بڑھانے کی خواہش کرتا تھا راضا مند ہو گیا۔

اوچل کے خلاف سازش { مگر جواب دیا کہ میں دلیر اوچل کو پکڑنے کے قابل نہیں ہوں جب میں کسی بہانے سے

تمہارے پاس بھیجوں تو تنے اُسے روک لینا۔ اتنا کہ اس نے اُسے تو اپنے گھر بھیج دیا اور اوچل سے کہنے لگا۔ صبح آپ کلش راج سے ملنے جائیں وہ یہاں کا

۴۰۷ قلعہ راج گری کا ذکر راجہ گری کے نام سے البرونی کی کتاب انڈیا کی جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ پر آتا ہے جس کا ذکر نوٹ ۷ ضمیمہ کتاب ہذا متعلقہ لوہریں آیا ہے البرونی کے خیال میں یہ قلعہ کولار جگہ کی برفانی چوٹی کے جنوب میں واقع ہے۔ جس کے متعلق سٹائن صاحب کا خیال ہے کہ یہ سلسلہ کوہ پیر پنچال کی بلند ترین چوٹی ہے البرونی نے راج گری اور لاہور کے قلعوں کو دو نہایت مستحکم مقامات کا درجہ دیا ہے۔

البرونی نے راج گری کی جو مقامیت لکھی ہے نیز یہ بات کہ محمود کے حملہ کشمیر کے موقعہ پر اس نے یہ قلعہ دیکھا ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ قلعہ وادی پربتس توہی میں واقع تھا جو درہ پیر پنچال کا ایک راستہ ہے۔

سٹائن صاحب لکھتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بہرام گلاہ اور سورن کے درمیان اُس اودی میں بہت سے تباہ شدہ قلعے موجود ہیں مگر خود مجھے اُن کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مقامی روایات اور پہاڑی علاقے کے جغرافیائی حالات کا پورے طور پر امتحان کیا جائے تو غالباً ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ لوہر کی طرح راج گری کی مقامیت کو بھی صحیح طور پر قائم کر سکیں۔

وزیر اعظم ہے اس کی بدولت تم تمام خطروں سے بچے رہو گے اس کے بعد تمہیں
 موہتمہاری جمعیت کے دشمن کو تباہ کرنے کے لئے روانہ کر دوں گا۔ اگلے روز
 جب اوچل اس وزیر کے مقام رہائش کی طرف چلنے لگا تو پہلے چند قال نحس
 پیش آئے اس کے بعد اُس کے معتبر دوستوں نے اُسے روکا۔ جب کلش راج
 نے سنا کہ اوچل راجہ کش کے پاس واپس چلا گیا ہے اور تجوینر ظاہر کی ہو گئی
 ہے تو وہ موہ اپنے مسلح سپاہیوں کے غصے میں بھرا ہوا دھا پہنچا۔ اوچل
 جان گیا کہ وہ مجھ پر حملہ کرنے آیا ہے چونکہ وہ خود بھی عمدہ سپاہی تھا اس لئے
 خود لڑنے کے لئے موہ اپنے ہمراہیوں کے باہر نکلا۔ جب لڑائی شروع ہو گئی تو
 کہشوں کے راجہ نے صلح کرانے کی کوشش کی اور خود کلش راج کے پاس ٹھہر کر
 اوچل سے دربار میں آنے کو کہا۔ طاقت ور اوچل نے ان لوگوں کی کچھ پرواہ
 نہ کی جو اُسے روکنا چاہتے تھے اور فوراً کش کے دربار میں جا پہنچا اُس وقت
 اس کا نچلا ہونٹ غصے سے کانپ رہا تھا اور اس کی شان و شوکت کی طرف
 نہ تو راجہ اور نہ کلش راج دیکھ سکتے تھے جو غصہ میں اُس سورج سے مشابہ معلوم
 ہوتا تھا جس نے کلپ کے اخیر میں دنیا کا خاتمہ کرنا ہے۔ جب دربار کو غیروں
 سے صاف کر دیا گیا تو اوچل نے کش راجہ سے جو اُسے مٹانے کی کوشش کرتا
 تھا اور اُس کے وزیر کو یہ الفاظ جن میں غصے کی وجہ سے ایک قسم کی تلخی
 پائی جاتی تھی کہے۔

اوچل کا نسب نامہ بہت مدت گزری داروا بھیسار کا راجہ نہ ہوا
 کرتا تھا جو بہار دواج کی اولاد تھا۔ اُس کا بیٹا
 نہراہن تھا اور اُس کا پھل۔ آخر الذکر کا بیٹا سات واہن ہوا۔ اس کا چند
 چند کاہند و راج۔ جس کے دو بیٹے گوپال اور سنگراج تھے۔ سنگراج کے بہت

بیٹے تھے اس کی بیٹی ددا کی شادی راجہ کشیم گپت سے ہوئی جب اُس کا شوہر
اور اولاد نرینہ زندہ نہ رہی تو اس نے اپنے بھائی اودے راج کے بیٹے سنگرام
راج کو تخت پر بٹھا دیا۔ ددا کا ایک اور بھائی کانتی راج تھا جس کا بیٹا جس راج
ہوا۔ سنگرام راج اننت کا یا پتا اور جس راج تنونگ اور گنگ کا۔ اننت کا
بیٹا کلش اور گنگ کا مل ہوا۔ کلش سے ہرشدیو اور باقی پیدا ہوئے ہیں اور
ہم مل کی اولاد ہیں۔ جب ہمارا نسب نامہ اُس قسم کا ہے تو حیرت ہے کہ احمق
لوگ کیوں یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بھی کشمیر کا کوئی راجہ ہمارے لیکن اس میں
پر اظہار نسب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ ہمیشہ طاقتور کے ہاتھ آتی ہے
اور مضبوط آدمی کا مددگار سوائے اس کے بازو کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ شکر
ہے کہ مینے قابل رحم باتوں کو اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کو چھونے کی اجازت
نہیں دی (میں رحم کا محتاج نہیں بنا) اور نہ میں راجگان کشمیر کی نسل کی
تذلیل کا باعث ثابت ہوا ہوں۔ آئندہ تم میری طاقت دیکھو گے۔

اتنا کہ کروہ وہاں سے چلا گیا اور ایک سو پیادہ سپاہی ہمراہ لیکر فتوحات
حاصل کرنے بڑھا۔ راستے میں ایک شخص ملا جس کے ہاتھ میں ذبح کیا ہوا
خرگوش تھا۔ اس فال نیک سے اس نے اندازہ لگایا کہ میں دشمن کی شاہی
کو جیت چکا ہوں۔ واسطیو اور دوسرے جلاوطن ڈامر رہٹ اور چکیوں وغیرہ
کا کام چھوڑ کر کوچ میں اس کے ساتھ آئے اور جب وہ سنگرام پال کو جو کیمپ^{۶۰۸} تھے

۶۰۷ جو ششستر میں اس بات کو فال نیک خیال کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کو چلتے وقت
خرگوش نظر آئے دیکھو برہمت سنگتا ادھیائے ۸۶ شلوک ۲۲۔

۶۰۸ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام واقعہ اس وقت وقوع میں آیا تھا جبکہ سنگرام پال
راچپوری سے باہر کیمپ میں تھا۔ اور وہاں سے چل کر اوچل جب راجپوری میں پہنچا تو سنگرام پال

میں تھا چھوڑ کر بحالت اضطراب راجپوری پہنچا تو آخر الذکر کی رانیوں نے اُسے خوش کرنے کی کوشش کی۔

راجپوری میں اوچل کی لڑائی { جس وقت اوچل رانیوں کے ہاں رہا تھا تو باہر کلش راج کے سپاہی اُس پر حملہ آور ہوئے۔ رانیوں نے دروازہ روک کر اسے نکلنے نہ دیا۔ کوشٹاوت اور اُس کے دوسرے مسلح ہمراہی لڑائی میں کام آئے اور جب راجپوری کے بڑے بڑے آدمیوں نے مل کر اس جنگ کو بند کر دیا تو اوچل نے دیکھا کہ میرے سپاہی جو پہلے ہی کم تھے اب اور بھی تھوڑے رہ گئے ہیں۔ ہر چند کہ وہ صرف چریت کی پور ناشی کے دن خطرات میں مبتلا ہوا تھا تاہم پندرہ شدی بیساکھ کو وہ بے خوف و خطر مہم پر روانہ ہو گیا۔ اس نے واٹ دیو اور دوسروں کو مختلف راستوں سے بغاوت پھیلانے کے لئے بھیج دیا اور خود کمرارج کے راستے کشمیر پر حملہ آور ہونے کی تجویز کرنے لگا۔ کشمیر راج کے بیٹے کیل نے جسے راجہ نے اودے سنگھ کی موت کے بعد علاقہ لوہر کا قبضہ دیدیا تھا اس کی مزاحمت نہ کی۔ سب کے آگے ڈھال تلوار لگائے کوچ کرتے ہوئے اوچل نے سب سے پہلے پر نوتس میں راجہ کے سپاہیوں کو بھاگنا سکھایا۔

اوچل کا حملہ کشمیر { سبک نامی دوارپتی کو گرفتار کرنے کے بعد جو آرام کے مزے لے رہا تھا اوچل کشمیر پر ایسی تیزی سے کی رانیوں کے اُسے خوش کرنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اُن میں سے بعض اوچل کی رشتہ دار تھیں۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۴۳۱ میں ذکر آتا ہے کہ اوچل کی ایک لڑکی کی شادی سنگرام پال کے بیٹے سومپال سے ہو چکی تھی۔

حملہ آور ہوا جیسے شکرہ گوشت کے ٹکڑے پر گرتا ہے اس کے وہاں پہنچتے ہی راجہ کے دشمن مثلاً پہاڑی ڈامر اور کش اُس کے ساتھ مل گئے۔ جب راجہ ہرش نے اُس کے یکا یک آنے کی خبر سنی تو وہ کانپنے لگ گیا اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اوچل آسمان پر سے گر پڑا ہے یا دفعتاً زمین کے رحم سے نکل آیا ہے۔ اب اُسے اس خیال سے پریشانی پیدا ہوئی کہ ممکن ہے وہ اپنا پاؤں مضبوطی سے چلے اور کمر راج کے حاکم آئندہ کو قتل کر دے۔ کو تو ال پولیس (سن) نے چونکہ فوجوں کو جمع کرنے میں تاخیر کی اس لئے ہرش نے جلدی میں پٹ کو معہ بہت سے افسروں کے روانہ کر دیا مگر معلوم نہیں قسمت نے اُس کا حوصلہ زائل کر دیا یا اُس کا منشا دغا بازی کا ہو گیا بہر نوع پٹ نے بھی کوچ میں تاخیر کر دی اور دشمن پر حملہ کر نیکا عمدہ موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔

راجہ جس کو بھیجتا مثلاً تاک راج وغیرہ کو وہ سب پٹ کے پاس چلے جاتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی کارروائی میں حصہ نہ لیتا تھا۔ چونکہ کو تو ال پولیس اور راجہ کے نیچے ہوئے دوسرے آدمی گھبرا گئے اس لئے اوچل کا پاؤں اچھی طرح جم گیا۔ جب وہ وراہ مولا کو کوچ کر رہا تھا اُسے ایک عمدہ نشانوں والا گھوڑا ملا جو دشمن کی فوج کی طرف سے چلا آیا تھا اور شاہی خوش قسمتی کا نفعان معلوم ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں اوچل کے سر پر ہا وراہ کی مورتی کے سر سے ایک ہار اس طرح گرا گیا اس زمین نے جو اُس دیوتا کے کندھوں پر ہے، اُسے (اپنا حکمران) منتخب کیا ہے۔ چونکہ اُس کا راستہ کا ک اور دوسرے خاندان

۶۹ خاندان کا ک کا ذکر اکثر موقعوں پر ترنگ ۷۰ میں آتا ہے تاک سو بھاک

اور دوسرے لوگ جو اوچل کے ماتحت اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے دیکھو ترنگ ۸ شلوک ۱۸۰-۵۳۴-۵۷۵-۱۰۷۹-۱۱۰۲-۱۲۶۲ وغیرہ کا خاندان

اطبا کے لڑنے والوں سے رُکا ہوا تھا وہ ہشک پور چھوڑ کر کمر راج کی سمت میں چلا گیا۔

اس اثنا اُسے میں ڈامروں نے اوچل کی آمد کی خبر
ڈامروں کی بغاوت { سکر دلیری حاصل کی اور گورنر کو اضطراب کی
 حالت میں ڈال دیا۔ قبل ازیں وہ اُسے شکست دے چکے تھے اوریشور راج وغیرہ
 بہت سے قابل ذکر جنگ جوؤں کی جانیں بے چکے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا
 کہ گورنر کی حکومت اب ماند پڑتی جا رہی تھی اس لئے اس نے آہستگی سے
 پیچھے ہٹ کر تار ملک پر قبضہ کر لیا مگر اُس کے دشمن معہ اوچل کے اُس کے
 پیچھے پیچھے جا پہنچے۔ پھر بھی اُس نے ایک بہت بڑی سپاہ جمع کر کے اُنکے
 تیز حملوں کا مقابلہ کیا جو مشرقی آندھی کی مانند تھے جو اوچل روپی بادل سے پیدا
 ہوئی تھی اور جس نے کلپ کے خاتمہ پر دنیا میں تباہی پھیلانی تھی۔ اب انوں
 فوجیں فتح کے لئے یکساں جدوجہد اس طرح کرتی تھیں جیسے دو ہاتھی ایک ستھنی
 کے لئے کھڑے ہیں۔ اتنے میں اوچل کے ماموں اتند نے ڈامروں کو جمع کر کے

کے لوگوں کے طبیب ہونے کا ذکر اور کہیں نہیں آتا۔ طبیب کے لئے اصل کتاب میں لفظ وید
 استعمال کیا گیا ہے جسے ایک ٹیکا کار کی کتاب میں اصلاح کر کے کسی اور شخص نے لفظ
 ویش کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ویش فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۹۱۰ ہر چند کہ تار ملک کا ذکر ترنگ ۷ کے شلوک ۱۳۳۹-۱۳۵۹ اور

ترنگ ۸ کے شلوک ۲۹۳۸-۲۹۵۸-۳۰۹۷ اور ۳۱۲۲ میں آتا ہے۔ تاہم

اس کی مقامیت کا اندازاً بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ سٹائن صاحب نے

اس بارہ میں کمر از میں تحقیقات کی لیکن کوئی مقامی نام اس قسم کا معلوم نہ ہو سکا جسے

تار ملک سے منسوب کیا جاسکے۔

مدوراج میں بغاوت پیدا کر دی۔ ان مشکلات میں بے شمار ڈا مرتام علاقوں سے اس طرح نکل آئے جیسے برف پگھلتی ہے تو شہد کی مکھیاں زمین کے سوا اچل سے نکل آتی ہیں۔ اُس زمانے میں بد نصیب راجہ کی فوج کا کمانڈر انچیف اور دوارپتی مہاتما سہیل نامی کا ساتھ تھا اور یہ ایک بڑی بات تھی کہ گو آئندے اس پر کئی حملے کئے تاہم سہیل نے مدوراج کو نہیں چھوڑا۔ اس پر اوچل نے عجیب و غریب پھرتی کا اظہار کر کے بہت بڑی فوج تیار کر لی اور گورنر کو مدد اس کی فوج کے لڑائی میں محصور کر لیا۔ ہم نہیں جانتے یہ کیونکر ہوا کہ گوسپاہیوں کے پاس تلواریں گھوڑے اور زرہ تھیں تاہم وہ زیر حراست ہو گئے۔ جب وہ اعلیٰ صفت گورنر اس طرح پر گرفتار ہو گیا تو اب اُسے صرف اسی بات کا خیال تھا کہ میرے آقا کو کس طرح مدد دی جاسکتی ہے۔ عزت دار آدمیوں میں مرتے دم تک آقا کی وفاداری میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی پس اس نے اوچل کو ترغیب دی کہ جلد شہر کی طرف روانہ ہو اور ساتھ ہی اُسے کہا کہ اس کے بعد تجھے دوسرا موقع نہ مل سکیگا۔ جس وقت اوچل نے کوچ شروع کیا تو آئندے شہر و قصبوں وغیرہ کو اوچل کی مختلف فوجوں سے اس خیال سے لٹا دیا کہ ایسی باتوں سے اُس کے نام پر بٹ لگ سکے گا۔

۴۱۱ اب آئندے اُسے پرہاس پور پر قبضہ کرنے کے لئے
اوچل پرہاس پور میں آئے گا جہاں سے اُس کا نکلنا اس وجہ سے مشکل

۴۱۲ اس جگہ پرہاس پور کی مقامیت کی جو کیفیت دی گئی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور دیاپرس پور کی سطح مرتفع جس پر پرہاس پور کے کھنڈرات واقع ہیں اس کے تمام پہلوؤں پر سیدھی ڈھلوانیں واقع ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دلدل جو سوائے جنوب کے اس کے تمام اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں زمانہ قدیم میں نہایت وسیع ہوا کرتے تھے۔

تھا کہ عمودی ڈھلوان مقامات تھے اور ارد گرد پانی جمع تھا۔ وہاں اس نے اپنے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ بوقت شب اوچل اور میں جس حصہ مکان میں سوتے ہیں اُسے آگ لگا دینا لیکن اُس کا لحاظ کر کے لوگوں نے ایسا نہ کیا بھلا وہ شخص کیا کچھ نہیں کر سکتا جو اپنی شخصیت تک کی پرواہ نہیں کرتا !

ہاں ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس کا جسم اور من دونوں اوالغزبانہ ہوں بزدل کچھوے کے جسم پر اس قسم کی کھال ہوتی ہے جس کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی اور اس سے اُس کا جسم محفوظ رہتا ہے۔ لیکن بہادر اور معر کے کام کرنے والا شیر ہمیشہ غیر محفوظ حالت میں رہتا ہے۔ اُس قسم ازل کو شرم آنی چاہئے جو کمینوں کے لئے اس قسم کی طرفداری کا اظہار کرتا ہے اور بہادروں کے جسم کو ہر طرف سے کمزور بنائے رکھتا ہے۔ اب اندنہ راجہ کو کھلا بھیجا کہ میں اُسے گھسیٹ کر لے آیا ہوں اور گیدڑ کی طرح تمہارے سامنے ڈال دیا ہے اب جلد آ کر اُسے پکڑ لو۔ اس پر راجہ بے شمار سپاہ اور والیان ریاست کو ہمراہ لیکر اس ارادے سے شہر سے روانہ ہوا کہ آج موت ہے یا فتح۔ چونکہ اس کی اپنی جان خطرے میں تھی اس لئے اُس نے سب لوگوں کو معافی دینے کی منادی کروادی اور تمام اہل شہر اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ راجہ کے ہمراہیوں نے جو اچھی نسل کے گھوڑوں پر سوار تھے چشم زدن میں یہ فاصلہ طے کر لیا۔ اور دشمن کی فوج کو جو بھرت سیٹو میں پہنچ چکی تھی شکست فاش دی۔ جبکہ راجہ کی فوج ایک مضطرب سمندر کی مانند چڑھتی آ رہی تھی گورنر نے دشمن کی فوج میں گھس کر اُسے تباہ کر دیا۔

ان کی موجودہ حالت اس قسم کی ہے کہ موسم بہار یا ابتدائے گرمیاں اُس جگہ فوجی کاروائیاں کرنے میں سخت مشکلات پیش آتی ہیں۔

اوچل کی شکست { جب اوچل کی جمعیت اس طرح پر منتشر ہو گئی تو چند تیز رو ڈامر فرار ہو گئے اور بعض چوتھکے ماندے تھے راج دیا

میں پناہ گزین ہوئے۔ ایک ڈامر ترل سین نامی کو دشمنوں نے دہار میں داخل ہوتے دیکھ کر خیال کیا کہ وہ اوچل ہے اور دہار کو آگ لگا دی۔ بہادر اوچل کو جو عرصہ دراز تک درشن پال کے ماموں سومپال کے ساتھ دشمن کے سواروں کے درمیان لڑنا رہا تھا جنگ چندر اور چند اور لوگ بمشکل اس بات پر رضامند کر سکے کہ میدان جنگ کو چھوڑ کر پرہاس پور کو چلا جائے کیونکہ اس جگہ اب اُس کے لئے موت کا سامنا تھا جس پر وہ موضع گوری کا بال کے قریب دریائے وتشٹا کو اپنے گھوڑے سمیت عبور کر کے متحد ڈامروں کے تار ملک کو چلا گیا۔

اس متحدہ فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر راجہ اُس جواری کی مانند جو تھوڑا سا جیت کر بہت خوش ہو جاتا ہے دارالسلطنت کو واپس آیا اور گورنر آند کی بہت کچھ تعریفیں کرنے لگا۔ اپنے مخالف کو زندہ جانتے ہوئے بھی اس نے چونکہ تعاقب نہ کیا اس لئے ڈامروں کو باوجود شکست کھانے کے بھی حوصلہ ہوا اوچل نے پختہ ارادہ کر کے ماہ صیٹھ میں دوبارہ اس بات کی کوشش کی کہ جو لوگ منتشر ہو چکے تھے انہیں دوبارہ جمع کیا جائے۔ چونکہ اس بہادر راجہ کا دوست اُس کا اپنا بازو تھا اور وہ دوسروں پر انحصار رکھتا تھا اس لئے قحط کے دوران میں اس قسم کی کوشش کرنے سے اُسے بہت سی مشکلات پیش آئیں۔

پرہاس کیشو کی مورتی کی تباہی { راجہ نے پرہاس کیشو نامی وشنو کی شاندار مورتی توڑوا کر اٹھوالی بجالیکہ

۶۱۲ کلہن کا اشارہ پرہاس کیشو کی اُس مورتی کی طرف ہے جو لتا دتیہ نے پرہاس پور

میں استھاپن کی تھی جیسا کہ ترنگ ۴ کے شلوک ۲۰۲ میں آچک ہے اس مورتی میں ۸۴ ہزار

ان ایام قحط میں اوچل نے اس وقت بھی اسے محفوظ رکھا تھا جبکہ وہ بالکل محتاج ہو چکا تھا۔ اس مورتی کے توڑے جانے کے بعد آسمان اور زمین پر اس قسم کا غبار چھا گیا جیسے کبوتروں کے پروں کی رنگت ہوتی ہے اور یہ حالت ہرش کے مرنے کے وقت تک رہی۔ لوگوں میں عام طور پر روایت پھیلی ہوئی تھی کہ اس مورتی کے استھاپن کرنے سے پہلے اس ملک میں دن کے وقت بھی تاریکی ہوا کرتی تھی لیکن پرہاس کیشو کی مورتی استھاپن ہونے کے بعد یہ بات نہ رہی تھی کیونکہ اس کی چاندی سے دن کی روشنی پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ اُس مورتی کو توڑنے کے بعد ڈیڑھ ماہ تک پھر وہی حالت رہنے لگی۔ جبکہ راجہ نے ذرا دم لیا اور اُس کے دشمن کی دلیری ذرا کم ہوئی تو اتنے میں شورپور کی طرف سے مسلسل نمودار ہو گیا

پل چاندی تھی جس کا وزن بقدر ۳ لاکھ ۳۶ ہزار تولک (تولہ) ہوتا ہے۔ ہرش کے زمانہ میں اس قدر چاندی کی جو قیمت ہو سکتی ہے اس کا ٹھیک طور پر اندازہ نہیں کیا جاسکتا لیکن بہر نوع اس کی قیمت موجودہ نرخ کی نسبت زیادہ ہوگی۔

۹۱۳ء اس عجیب اور کسی قدر پیچیدہ شلوک میں کلہن ایک قدرتی ظہور کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ہرش کے عہد حکومت میں سالہ سے سالہ تک موجود رہا اور جسے پرہاس کیشو کی مورتی کی تباہی سے منسوب کیا جاتا تھا۔ اس عجیب اتفاق ہی کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ روایت مشہور ہو گئی ہو کہ یہ عظیم الشان چاندی کی مورتی ابتدا میں کسی ایسے ہی ظہور کو دور کرنے کے لئے کھڑی کی گئی تھی۔

ہرش کے زمانہ میں اس ظہور کے واقعہ ہونے کے متعلق کلہن کے بیان سے ہمیں دو باتیں ملتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کبوتر کے رنگ جیسی خاک کرہ ہوائی میں مورتی کو توڑنے کے وقت سے لیکر یعنی ماہ جیٹھ مطابق ۲۷ اپریل تا ۲۶ مئی کے بعد ۹ اور ۹ شادی سادون مطابق ۱۸ جولائی سالہ (سمت ۹۹۷) سے پہلے شروع ہو کر ہرش کی موت کے وقت تک

۶۱۲ء کیونکہ جب وہ اوناہ میں ٹہرا ہوا تھا تو اُس کے باپ نے اُسے ایک سخت چٹھی لکھ کر اور اُس چٹھی میں اُس کے بڑے بھائی کی تعریف کر کے اُسے بیدار کیا تھا۔

جب راجہ کلہہ نے اُسے چند گھوڑے پیش کئے تو وہ (بطور شکر گزاری) چند روز اُس کے پاس ٹہرا رہا اور اس اثنا میں اس نے راجہ ہرش کے خیال کو ملتوی کر رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے کام میں تاخیر واقعہ ہوئی۔ ہر چند کہ وہ بعد ازاں ایک خونخوار جدوجہد میں مصروف رہا تاہم اول سے آخر تک جوہر شدی بھادوں سمیت ۱۴ مطابق ۱۳ اگست ۱۱۱۲ء میں واقعہ ہوئی قائم رہی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مورتی کو توڑنے کے بعد ڈیڑھ ماہ تک تاریکی رہی تھی۔

ان دونوں واقعات کو مد نظر رکھ لیا جائے تو یہ خیال حمرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظہور محض کرہ ہوائی کی خاک کی ایک حالت تھی جو نہایت نمایاں طور پر عرصہ ڈیڑھ ماہ تک اوائل موسم گرما ۱۱۱۲ء سے شروع ہو کر سال آئندہ کے موسم گرما تک کم و بیش قائم رہی۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ترنگ ۴ کے شلوک ۱۹۳ تا ۲۰۶ میں گوپرباس پو میں للتا دتیہ کے بہت سی مورتیاں اور مندر قائم کرنے کا ذکر آیا ہے تاہم وہاں اس حالت کے پہلے سے موجود ہونے کا اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس موقع پر بھی طرز بیان نہایت محتاط رکھا گیا ہے جس سے ہمارے خیال کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔

۶۱۲ء ایک ٹیکا کار کے خیال میں اوناہ سے مراد پودو پاو گرام سے ہے جو بھل پادپاون کے نام سے ہو پور سے باغ میل کے فاصلے پر اُس جگہ واقع ہے جہاں ہو پلو اور سداؤ کی سڑکیں ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔ پیمائش کے بڑے نقشے میں اس جگہ کا نام ٹھیک طور پر پدپون لکھا ہے لیکن ترنگ ۸ کے شلوک ۲۰۳ میں اوناہ کا ذکر جس لحاظ سے آیا ہے اس سے یہ خیال مشتبہ ہو جاتا ہے۔

اس چالباز نے بہت کچھ اخلاق کا اظہار کیا جس سے دشمن کو دھوکا ہو گیا۔
 کمانیر مانیکیہ کو لڑائی میں شکست دیکر اس نے شورپور کی چوکی میں فتح اور مال
 و دولت حاصل کی۔ اس طرح پر جو دولت اُس کے ہاتھ لگی اس کی وجہ سے اس
 قسمت کے برگزیدہ شخص نے ہر وقت اپنے عجیب و غریب اثر کا اظہار شروع کیا
 اس پر راجہ نے اوچل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گورنر پت اور دوسروں کو
 سسل کے مقابلہ پر جس کی حرکات بہت تیز تھیں روانہ کیا۔ مگر بہادر راجہ
 رسل نے ان فوجوں کو شورپور کے مقام پر شکست فاش دی۔ بہت سے
 لوگ تو پانی میں غرق ہو گئے اور بہتوں کا خاتمہ وترنی ندی کے پانی میں ہوا۔
شورپور میں رسل کی فتح { فتح کی دیوی نے حیران ہو کر بہادر درشن پال
 کے جسم کو نہ چھوا کیونکہ وہ اپنے آقا کے ساتھ

۷۱۵ء معلوم ہوتا ہے کہ رسل نے اپنے استعمال کے لئے سورپور کے دفتر چوکی
 کا روپیہ لے لیا تھا۔ دیکھو سری وری راج ترنگنی ترنگ اشلوک ۴۰۸۔ راج ترنگنی ہذا ترنگ
 اشلوک ۴۰۱۔ اور شک اور پرچھا بھٹ کی راج ترنگنی اشلوک ۲۵۸۔
 ۷۱۶ء وترنی ندی وہ ہے جسے یم لوک میں جاتے وقت عبور کرنا پڑتا ہے معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ نام ان ندیوں میں سے ایک کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا جو جیشور سے اوپر وٹشٹا
 کے ساتھ جا ملتی ہیں۔ لیکن نیل مت پوران کے اشلوک ۱۳۱۹ اور مختلف مہاتموں۔ وٹشٹا
 مہاتم۔ گنگو و بھید مہاتم۔ کدار مہاتم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شناخت درست نہیں
 سورپور کے قریب واحد دریا ریمبیار یا رمنیہ توی ہے اور یہ بات عجیب ہے۔ کہ جیشور
 پر دہتوں کی جو روایت سٹائن صاحب کو اس جگہ کے پنڈت واسو بھویو نے سنائی
 تھی اس میں وترنی کا نام ریمبیار کے اُس حصہ کے لئے استعمال ہوا تھا جو سوپین کے
 نیچے اور اُس کے قریب واقع ہے۔

وفا دار نہ رہا تھا۔ اس سے اگلے روز مفور فوجیں جو جان بچا کر بھاگی تھیں سہیل کے پاس جو لوگ پنیہ میں قیام پذیر تھا چلی گئیں۔ سہیل کو سسل کے حملے کا استعدا خوف تھا گویا دنیا کا خاتمہ قریب ہو۔ اس لئے وہ مختلف مغلوب فوجوں کو لیکر شہر کی طرف روانہ ہوا جب سسل کی آند سے راجہ اس طرح بحالت اضطراب رہ گیا تو اوچل جو تار ملک میں موجود تھا اور بھی مستحکم ہو گیا۔ ڈامر چونکہ زیادہ تر پیادہ تھے اس لئے انہیں راجہ کے رسالے کی طرف سے بہت کچھ خوف لگا ہوا تھا۔ جسے وہاں تک لہر کی مشکل پہاڑی سڑک کے راستے پہنچایا گیا تھا اب راجہ نے اودے راج کو دوار پتی مقرر کر کے دوبارہ لہر کے گورنر کو اوچل کے ساتھ لڑنے بھیجا۔ جب مل کے بیٹوں کا ماموں پدم پور میں پہنچ گیا تو خائف وزرا میں سے کوئی بھی راجہ سے فوج کی خاص کمان لینا منظور نہ کرتا تھا لیکن جب راجہ نے مایوس ہو کر پوچھا کیا اب کوئی میرا حامی ہے؟ چند راج نے اُس کے ہاتھ سے عہدے کا ہار (ادھی کار) سج لے لیا۔ یہ شخص مشہور و معروف جندو راج اور اُن لوگوں کی نسل سے تھا جنہوں نے چار پائی پر مرنا گوارا نہ کیا تھا اس لئے اس نے بھی اپنے شریفانہ چال چلن کا اظہار کیا۔ درونا کے بیٹے (اسو تھا مان) کی طرح فوج کی کمان اس کے سپرد ایک نازک موقع پر کی گئی تھی چنانچہ اس نے کوچ کر کے اُس مخالفانہ جماعت کو پدم پور سے پیچھے ہٹا دیا۔ رفتہ رفتہ وہ علاقے پر قابض ہوتا گیا حتیٰ کہ ۹ شہری ساون کو اس نے اونتی پور کے اندر دشمن کے جرنیل کو قتل کر ڈالا۔ آخر الذکر اپنی فوجوں سے

۷۱۷ اس لفظ کی تشریح جو راج نے سری کنٹھ چرت کے ٹیکا ادھیائے ۳

شلوک ۵۰ میں کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو نیا عہدہ دیا جاتا تھا انہیں پھولوں کا ایک ہار پہنا دیا جاتا تھا۔

الگ ہو کر جو گوردھن دھرم میں لڑ رہی تھیں مہو چند ہمراہیوں کے راگ سُننے میں محو تھا۔ دشمن کا رسالہ دریا ئے و نشا کے کنارے کے پاس والی سڑک پر ٹوٹ پڑا اور اُسے یکا یک قتل کر ڈالا۔ جو لوگ لا پرواہ ہیں وہ کیونکر خوش قسمت ہو سکتے ہیں؟ جب راجہ نے دشمن کے جرنیل کا سر جو چند راج نے بھیجا تھا دیکھا تو اس نے اس خیال سے کہ قسمت کی مہربانی ہے نئے سرے سے فتح کی امید لگانی شروع کی۔ قسمت جس وقت نفرت کرتی ہوئی پرے ہٹتی ہے تو مہربانی ہے، اپنے واپس آنے کا اس طرح دھوکا پیدا کر دیتی ہے جس طرح شیر پرے ہٹتا ہوا پیچھے کو دیکھتا جاتا ہے۔

اب چند راج جس کی کوششیں پھرتی کا اظہار کرتی تھیں فوجیں جمع کر کے و بے کشتیر کو روانہ ہوا۔ اس وقت اُس کے ہمراہ فوج کے اٹھارہ حصے تھے ابتدا میں خالق نے ایک ہوشیار ڈنڈی بردار کی طرح دونوں فوجوں کی کیفیت میں دو پلڑوں کی طرح فرق نہ آنے دیا۔ مگر تیسرے روز گورنر کی فوج لہر کو بھاگ گئی جس کی وجہ یہ وقت بارش تھی۔ سپاہیوں نے جو سرد ہو اسے کانپتے اور کھیتوں کی کیاریوں میں گرتے جا رہے تھے بیکس جانوروں کی طرح اپنے گھوڑوں تلواریں زرزہ اور دوسرا سامان جنگ یکدم چھوڑ دیا۔ اس کے بعد جنک چند

۶۱۸ گوردھن دھرم کی مقامیت نامعلوم ہے اس نام کا جو مندر پرماں پور میں واقع ہے یہاں غالباً اُس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ پنڈت صاحب رام اپنی تیرتھ سنگھ میں گوردھن نامی ایک ناگ کا ذکر کرتا ہے جو اننت ناگ کے قریب واقع ہے ممکن ہے یہاں اُسی سے مراد ہے۔

گنگو د بھیہ مہاتم کے شلوک ۹۹ میں گوردھن دھرم دشنو کا ذکر کیا گیا ہے جسکی پو جا بھیہ ادیوی کے تیرتھ کے قریب ہو کرتی تھی لیکن اس جگہ اور اوتی پور کے درمیان بہت بڑا فاصلہ

اور دوسروں نے گورنر کو مروا ڈالا گواو چل کا ارادہ مہربانی سے اُسے محفوظ رکھنے کا تھا۔ راجہ ہرش کے نوکروں میں عام طور پر دغا بازی اور بزدلی پائی جاتی تھی اور یہی ایک وزیر ایسا تھا جس نے اپنے جسم کو قربان کر کے عزت حاصل کی۔ یقیناً دیوشرمن اور دوسروں نے اسی کی ہمسری کرنے کی کوشش کی تھی۔ گو ممکن ہے کہ اس ترتیب کو منقلب کرنے کے متعلق کوئی چھ بڑا ہی کیوں نہ کہ کون ہے جو اس بات کو یاد رکھتا ہوا کہ نتیجے کا دارو مدار قسمت پر ہے لوہیوں کی تباہی۔ دشمن کی صف جنگ میں اضطراب پیدا کرنے اور اُس کے ایسے ہی دوسرے کاموں کے لئے دیوشرمن کی تعریف نہ کرے گا؟ کیا سمندر کی دوزخ جیسی تاریکی کو دور کرے والا چاند موجود نہیں ہے؟ کیا اس سمندر کو ڈرانے کے لئے جو دریاؤں کو نگل جاتا ہے کال کٹ کا زہر نہیں ہے؟ کیا سمندر کی تہ کی آگ کو بجھانے کے لئے دھنوتری موجود نہیں؟ ہر چند کہ سمندر کے یہ تمام خواص یک جا طور پر بے فائدہ ثابت ہوئے ہیں تاہم سمندر کو بیوقوف نہ خیال کرنا چاہئے۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ کامیابی کا دارو مدار قسمت پر ہے وہ اس کی تعریف کر کے معاملات کی صداقت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

دیوشرمن کی ماں گنجا چتا میں جل مری اور اس طرح پر اس نے اپنے شریفانہ چال چلن کو ان نیک عورتوں کے برابر ثابت کر دکھا یا جن کے بطن سے ایسے بیٹے پیدا ہوئے ہیں اور جن کی لوگ اس لئے تعریف کرتے ہیں کہ وہ پر ماتما کی عبادت کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ جب کبھی راجہ اس کے بیٹے کو خطرناک کاموں پر بھیجا کرتا تھا تو وہ بچاری مانتا کی ماری اُس سے یہ کہا کرتی تھی "مہاراج! میرے اکلوتے بیٹے کو کسی ایسے کام پر نہ لگائیے جس میں جان بچا

خطرہ ہو کیونکہ اس کے سوائے میرا اور کوئی بچہ نہیں، مگر ایسے موقعوں پر راجہ ہمیشہ اُسے یہی جواب دیتا تھا اے ماما! جس طرح وہ تیرا واحد سہارا ہے جس کا اور کوئی بچہ نہیں ایسے ہی اس اعتبار سے وہ میرا واحد سہارا ہے جس کا اور کوئی دو فادار نوکر نہیں، راجہ کی زبانی اپنے بیٹے کی وفاداری کی یہ قدر سنکر وہ نیک اور دلیر عورت اس اعلیٰ رتبے کو سمجھ چکی تھی جو اس کے بیٹے نے حاصل کر لیا تھا۔

اسی اثنائیں جب اوپل ہرن پور میں پہنچا تو
اوپل کی رسم تاج پوشی { اس جگہ کے برہمنوں نے اکٹھے ہو کر اُسے

تاج پہنا دیا۔ جب یہ واقعات ظہور میں آ رہے تھے وزیرانے راجہ کو جو بہت بے حوصلہ ہو چکا تھا یہ مشورہ دیا۔ ”چونکہ تمام لوگ اب آپ کے دشمن ہیں اس لیے آپ کو ہستان لوہر میں چلے جائیں۔ جب نئے فرمانروا کا اشتیاق لوگوں کے دل سے دور ہو جائیگا تو وہ آپ کو خود بخود بلالیں گے۔ یا آپ خود چند روز میں واپس آنے کے قابل ہو جائیں گے“ مگر اس نے جواب دیا۔ ”میں فوراً ہی رنواس کی عورتوں، خزانے، تخت۔ اور دوسری قیمتی چیزوں کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔“

وزیرانے پھر عرض کی۔ ”معتبر نوکر گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی پیٹھ کے پیچھے خزانے اور رنواس کی عورتوں کو رکھ لینگے اور انہیں آپ کے پاس پہنچا دینگے جس تخت پر ایک سو پاک عورت کا عاشق (چکرورمن) بیٹھ چکا ہے اس پر اگر کوئی اور شخص بیٹھ جائے تو عزت میں کچھ فرق نہیں آتا“ مگر جب راجہ نے اُن پر یہ کہہ کر دباؤ ڈالا کہ اس معاملہ کو جانے دو اور مجھے کوئی اور نصیحت کر دو تو وزیروں نے جواب دیا۔ جو راجہ کشتریوں کے اصولوں کے مطابق حکومت کرتے ہیں اور میدان جنگ میں موت کو باعث غرت سمجھتے ہیں وہ اس دنیا میں

اپنی فوج کو آرام نہیں لینے دیتے۔ کوشش نہ کرنا۔ غرور۔ خوف۔ دشمنوں میں نہیں بلکہ وزیروں میں اختلاف یہ ایسے دشمن ہیں جن سے راجاؤں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ جو کاہل شخص اپنے کام کی نگرانی نہیں کرتا بلکہ اپنے نوکروں پر اعتبار کرتا ہے اُسے ہر قدم پر خطرہ پیش آتا ہے واقعی اس کی حالت اس اندھے کی مانند ہے جو اپنی لاکھی کے سہارے چلتا ہے۔ جو بیوقوف غرور میں اندھا ہو کر چھوٹے سے چھوٹے دشمن کے خلاف بھی اپنے آپ کو تیار نہیں رکھتا وہ جان بوجھ کر دشمن کو طاقت حاصل کرنے دیتا ہے۔ وقت پا کر اندر بھی ایک کیڑے تک گھٹ اور ایک کیڑا اندر تک بڑھ سکتا ہے اس لئے یہ خیال کرنا کہ فلاں طاقتور اور فلاں کمزور ہے ناوا جب غرور میں داخل ہے۔ جس کی تیاریاں مکمل ہوں وہ ایک فاتح کے اندر اضطراب پیدا کر سکتا ہے اور گو وہ اپنی تیاریوں کے لحاظ سے مکمل ہوتا ہم اُسے تباہ کر سکتا ہے۔ دولت مند اور مالدار لوگ بعض اوقات غریبوں یا اُن لوگوں کے جو دوسروں پر بھروسہ رکھتے ہیں حملوں میں آ جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ اول الذکر مغلوب ہوئے اور آخر الذکر سے خائف تھے؟ یا کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی طاقتیں ظاہر نہ کر سکتے تھے؟ جب تک وزیروں میں اختلاف رائے ہو کوئی کام سرانجام نہیں لے سکتا جیسے سراون پھیرنے میں ضروری ہوتا ہے کہ دونوں فریمیکے بعد دیگرے چلنے کی بجائے اکٹھے چلیں۔ اگر راجہ کے پاس ملک کی ساری دولت بھی موجود ہو لیکن اس کا دار و مدار صرف امید پر ہو تو اُس کا دشمن جو محض کمزور ہو اس کی جان اور سلطنت لے سکتا ہے۔ جو دشمن کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور انہیں مقامات تک کوچ کرتا ہے جن پر دشمن حملہ کرے وہ کبھی فتح مند نہیں ہوتا۔ ممکن ہے قسمت مخالف ہو لیکن راجہ اگر جنگجوؤں سے گہرا ہوا

میدان جنگ میں کام آئے تو وہ شہرت حاصل کر لیتا ہے۔ صرف خوش قسمت لوگ ہی معرکے کے میدان میں کام آتے ہیں۔ اُن کی دلیری ظاہر ہو جاتی ہے۔ انکی شخصیت عزت کی مستحق ہوتی ہے اور ان کو تمام برکات حاصل ہو جاتی ہیں۔

میدان جنگ میں موت کو ایک شریفانہ کام سمجھ کر ہی کشتری لوگ جواہروں کی طرح بے خوف ہوتے تھے۔ جب راجہ نے اس نصیحت کو بھی ناپسند کیا اور مرید ہدایات کے لئے زور دینے لگا تو انہوں نے مایوس ہو کر حسب موقعہ اُسے تندہی سے جواب دیا۔ اپنی مشکلات میں آپ کو بھی اُت کرش کی طرح جان دیدینی چاہئے ورنہ ممکن ہے کہ آپ کو کوئی اس قسم کی بے عزتی برداشت کرنی پڑے جو آپ کے دشمنوں نے آپ کے لئے تجویز کر رکھی ہو۔ اسپر راجہ نے جواب دیا میں خود تو اپنے آپ کو مار نہیں سکتا اس لئے جب کوئی مصیبت کا وقت آئے تو آپ لوگوں کو مجھے قتل کر دینا چاہئے۔ وزیروں کو راجہ کے ان الفاظ سے بہت دکھ پہنچا کیونکہ وہ ایک کینے آدمی کی طرح بزدل بن گیا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر اُسے بدیں الفاظ مخاطب کیا۔ اگر ہم قسمت کے ہاتھوں طاقت سے محروم ہو کر اس خطرے کو رفع نہیں کر سکتے تو ہمارے ہتھیار اس قسم کا فعل بھی کیونکہ کر سکیں گے؟ واقعی وہ مشیر جنہیں راجہ ہتھکڑی چاہتا تھا حیوان بصورت انسان ہونگے کیونکہ جب وہ اس قسم کی قابل رحم حالت میں پہنچ چکا تھا تو انہوں نے اُس کی مصیبت کو رفع نہ کیا۔ ایسے موقعوں پر لوگوں کی طرف سے کمزوری کا جو اظہار ہوتا ہے اس پر دھتکار ہے۔ جبکہ کامیابی محض اس جسم کی قربانی سے حاصل ہو سکتی ہے جو یگوں کے اخیر تک بھی زندہ رہے تو آخر اس کا زوال پذیر ہونا لازم ہے تو کون شخص اُس سے زیادہ کینہ ہو سکتا ہے جو مرد ہوتا ہوا آقا کی اُس محبت کو بھلا دیتا ہے جس کی یاد عورتوں کو چتا میں

داخل ہونے کے قابل بنادیتی ہے۔ جو لوگ اپنے مالک کے غم۔ اندیشے مصیبت اور تکلیف کو محض ایک ایکڑ کے افعال کے برابر سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں اس پر تھوپی کو ناپاک کرتے ہیں۔ بحالیکہ اس میں بہت سے مقدس مقامات موجود ہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنے بیٹے کو بھوکوں مرتا دیکھے۔ اس بات پر مجبور ہو کہ اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص کے گھر میں بھیج دیے۔ اُس کے بہترین دوست مصیبت میں آئے۔ اس کی گائے کو چارہ اور آرام نہ ملنے سے تکلیف ہو اور وہ تکلیف سے کراہ رہی ہو۔ اُس کے والدین بیمار اور قریب المرگ ہوں۔ اُس کے آقا پر دشمن غالب آچکا ہو تو ان سے بڑھ کر دوزخ میں بھی اُسے تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ راجہ نے جو باوجود برائیوں میں پڑنے کے بہت سے اچھے کام کر چکا تھا پھر ان حیوان صفت آدمیوں کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔ میں جانتا ہوں اور کوئی شخص اس قسم کے وسیع مقاصد کو مد نظر رکھ کر حکومت نہ کریگا جیسے کہ میں کچھ عرصہ سے کر رہا ہوں۔ یہ کماوت کہ موت اور خوش قسمتی راجاؤں کے لبوں پر ہوتے ہیں اس کلبجگ میں مجھ ہی پر صادق آتی تھی۔ جب قسمت کی پیروی رودر۔ اوپنڈر (وشنو) اور عظیم الشان اندر کو بھی کرنی پڑتی ہے تو پھر ایک فانی انسان کو کیا غم ہو سکتا ہے؟ مجھے تو صرف اس بات سے ڈک پہنچتا ہے کہ یہ ملک ایک با عصمت عورت کی طرح رہ کر ایک فاحشہ عورت کی مانند گستاخوں کے قبضہ میں آنے والا ہے۔ آئندہ یہ حال ہو گا کہ اس سلطنت کی حالت چونکہ داخل ہو چکی ہے اس لئے جو شخص محض سازش سے کامیاب ہونا جانتا ہو گا اس کا خواہشمند بن جایا کریگا۔ بزدل جن کی کامیابی کا دن آ گیا ہے یہ بات دیکھ کر سخت کے ساتھ ہنسیں گے کہ جو کام میں قوق الفطرت کوشش کے ساتھ کیا وہ

بے فائدہ ہی ثابت ہوا ہے۔ لوگ اگر کسی کام کی کامیابی کو دیکھ لیں تو وہ اس پر
اعتراض نہیں کرتے کیونکہ انہیں اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ متعلقہ حالات
میں اس کا کیا جانا درست تھا یا غیر درست۔ چونکہ سمندر کے بلوئے جانیکا
کام ہو چکا ہے۔ تو اب کیا کوئی بلونے والے پہاڑ (مندر اوری) کو اُن
ناوا جب حالتوں کے متعلق جو اس کام میں پیش آئیں قابل الزام ٹھراتا
ہے یعنی یہ کہ وہ جس نے پہاڑوں کے پر کرتے تھے (اندر) اور جو حقیقت
میں دشمن تھا وہ اس موقع پر معاون بنا اور وہ جس کا لعاب موت کا باعث
ثابت ہوتا ہے (واُسکی ناگ) اُسے بلونے کی رسی بنایا گیا۔ میرے اضطراب
کا باعث یہ ہوا ہے کہ لوگوں کو خوشحال بنانے کے لئے ہر چند کہ میں مختلف
علوم سے ماہر تھا تاہم میں نے محض دولت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اوپل جسکی
قابلیت کو انگلی کی نوک پر جمع کیا جاسکتا ہے وہ بھی اپنے سیاہ دانت
نکال کر میرے کاموں پر ہنسی اڑائے گا۔ پس میں اب جبکہ بیکسی کی حالت
میں ہو گیا ہوں اس بے عزتی کی وجہ سے موت کا طلبگار ہوں کسی اندیشے
کی وجہ سے نہیں۔ اور اس طرح پر اپنے آپ کو صحیح نسل ثابت کرنا چاہتا ہوں۔
میری خواہش ہے کہ اُس شہرت کو برقرار رکھوں جو مجھے حاصل ہے۔ کیونکہ
اُس صورت میں لوگ یہ کہیں گے: اگر اُس کے اپنے آدمی اُسے نہ مار دالتے
تو اُس کا ملک کون اُس سے چھین سکتا تھا۔ ایک موقع پر راجہ مکتا پید جو
راجاؤں کا سرنراج تھا دشمنوں کے زرنے میں پھنس گیا اور اس کی حالت نہایت
نازک ہو گئی جبکہ وہ مع اپنے چند ہمراہیوں کے مختلف راستوں پر اپنی
فوجوں کو چھپا کر شمالی علاقے کی طرف کوچ کر رہا تھا دشمن نے اُسے ایک مشکل
راستہ میں روک لیا۔

راجا ملتا پیڑ کی موت کا قصہ { چونکہ اُس کے پاس سامان خوردنی کم ہو گیا تھا اور وہ سخت مایوسی کی حالت میں

تھا اس لئے غنیم یعنی راجہ سلیم نے جس کے پاس آٹھ لاکھ گھوڑے تھے اُسے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ راجہ اس خیال سے کہ عہد و پیمان یا دوسری اسی قسم کی باتوں سے کچھ کام نہیں نکل سکتا نہایت بے حوصلہ ہو گیا۔ آخر کار اس نے وزیر اعظم بھوسو امن سے پوچھا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ چونکہ وزیر کو بھی یقین تھا کہ اس مصیبت کو رفع نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس موقع پر کوئی مناسب کاروائی کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس نے جواب دیا جو لوگ شہرت کی خواہش رکھتے ہیں وہ فرض کے راستہ پر چلتے اور اپنی قوت فیصلہ کو برقرار رکھتے ہیں۔ جو اپنے فرض کو سمجھتے ہیں وہ اپنی شہرت کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے بعد حصول سلطنت خود بخود ظہور میں آجاتا ہے۔ جب جسم تلف ہو جاتا ہے اور اس کی راکھ بن جاتی ہے۔ تو انسان صرف اپنی شہرت کی وجہ سے ہی یاد رہتا ہے۔ جس طرح کافور کو اسکی خوشبو سے جانا جاتا ہے اسی طرح زندگی ختم ہو جانے پر بھی مشہور آدمی کا نام اُن لوگوں کی زبانوں پر رہتا ہے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ مشہور ہونا گویا زمانہ (کلپ) کے اخیر تک زندہ رہنا ہے کیونکہ شہرت میں کسی قسم کی کمی واقعہ نہیں ہوتی۔ سمجھدار لوگ اس وقت روپیہ کا خیال نہیں کرتے جب دشمن دولت اور طاقت کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ برہما اکثر اعلیٰ درجے کے لوگوں کو بے عزت کرتا ہے۔ جس کنول پھول سے وہ پیدا ہوا تھا اُسی کو ہاتھی کے ذریعے توڑوا دیتا ہے۔ اور چندال (گرہن) کے ذریعے چاند کی بے ادبی کرتا ہے۔ جو لوگ اپنی شہرت کو ایسے معاملات سے جو عزت کو بگاڑ کر کسی شخص کو یکا یک

ذیل کر دیتے ہیں سچا سکتے ہیں وہ یقیناً خوش قسمت ہیں۔ بید جو پہاڑ پر اگتا ہے بانس کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور اپنی غرت کو برقرار رکھنے کے لئے جنگل کو آگ لگا دیتا ہے اُسے ذیل کرنے کے لئے راجہ اپنے دربانوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ اے راجہ! اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ خوشیاں جنہیں تم اب تک بھوگتے رہے ہو اب بالکل زائل ہو گئی ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ کوشش کر کے آپ اپنی غرت کو برقرار رکھیں۔ اے راجہ! تم اس بات کا بہانہ کرو کہ یکا یک تم اُس جلدی سے اشر کرنے والے مرض ڈنڈ کا لسک (فالج) میں مبتلا ہو گئے ہو اس کے بعد کل میں تمہیں بتاؤنگا کہ اس مصیبت کو کیونکر دور کیا جاسکتا ہے۔“

اتنا کہکر وزیر اعظم اپنے مقام رہائش کو چلا گیا۔ اب راجہ نے ڈنڈ کا لسک بیماری کا بہانہ کیا۔ اور آنکھوں کو بے حرکت کر کے ادھر ادھر لڑکنے اور ایک فائر عقل شخص کی طرح چلانے لگا۔ جب پسینہ آنے لگا۔ مالش کرنے سے قے لانے اور دوسرے علاجوں سے بھی اُسے کچھ افادہ نہ ہوا تو لوگوں نے خیال کیا کہ وہ مرنے لگے۔ اس پر وزیر نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ میرا آقا قریب المرگ ہے اور اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لئے پہلے خود جل مرا۔ راجہ نے اس بات کی تعریف کی کہ اس نے مناسب طور پر خود کٹھن عمل کر کے دکھا دیا جس کی نسبت وہ پہلے ذکر کر چکا تھا کہ سوائے اس کے کوئی اور طریقہ باقی نہیں رہا۔ اب وہ بہادر راجہ بھی یہ کہتا ہوا کہ میں اس بے حد تکلیف کو سہار نہیں سکتا جل مرا اور اس دانا حکمران نے اپنی جان دیکر دوسروں کے لئے نہیں بلکہ خود اپنی شہرت کی سیڑھیاں تیار کیں۔ اسی طرح پر مضبوط دل راجہ اُس بے غرتی کو دور کرنے میں جو قسمت پیش لائے اپنے ارادے یا کسی مشیر

کی نصیحت سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔“

جب ہرش یہ الفاظ کہہ کر چپ ہوا تو وزیروں نے اُسے مشورہ دیا کہ اپنے بیٹے بھوج کو نسل بانی رکھنے کے لئے لوہر کو بھیج دے۔ لیکن جب کوئی مناسب لگن مقرر کرنے کے بعد راجا جکمار روانہ ہو چکا تو کوئوال کے دھوکے میں آ کر اس نے اُسے پھر واپس بلا لیا۔ تباہی کے وقت مصیبت میں اس راجہ کی دانائی۔ دلیرانہ ارادے اور قوت فیصلہ سب باتیں ایک بہ یک کافور ہو گئیں تھیں۔ خوش قسمتی کی سبلی۔ شان و شوکت کی سارس۔ دلیری کی گرج اور شہرت کی قوس و قزح یہ سب قسمت کے بادل کے ساتھ ہی ساتھ رہتے ہیں۔ وہی راجہ جس کی نسبت خوش بختی کے زمانہ میں اس کی دانائی۔ دلیری اور دوسری صفات کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اندر پر حملہ کر سکتا ہے سیاہ بختی کے وقت ایسا ناقابل بن جاتا ہے گویا وہ کوئی لولا۔ لنگڑا۔ بے وقوف اور اندھا ہوا اور لوگ حیران ہونے لگتے ہیں کہ کیونکر یہ شخص زمین پر پاؤں رکھ سکا ہو گا۔

ہرش کے نوکروں کی ناراضگی { جب تشریف فوجوں کو دشمن کے مقابلہ کا خرچ مانگنا شروع کیا گو وہ شہر کے اندر ہی رہے۔ راجہ کے تمام نوکر اُس کے مخالف رشتہ داروں کے پاس چلے گئے اور وہ جو چند ایک باقی رہ گئے اُنکے بھی جسم ہی باقی تھے۔ من و ماں موجود نہ تھا۔ دو تین ایسے تھے جو دشمن کے ساتھ شریک ہونا نہ چاہتے تھے لیکن ہم کیوں ان کی تعریف کریں جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عورتوں کی طرح اپنی جانیں دیدیں۔ رقاصہ کا نشرہ وتی کے خاندان کی ایک ناچنے والی نے کسی نامعلوم نسل کی ایک لڑکی بے متی نامی کو گود میں لے لیا تھا۔ آخر الذکر اپنی عصمت کو زائل کر کے اب جوانی کی حالت میں اوپل

کی مدخلہ تھی اور بعد میں وہ روپے کے لالچ میں آکر گورنر آئند کی آشنائیں گئی
جب وہ مر گیا تو وہ بیشری سے پھرا وچل کے پاس چلی گئی۔ اسی عورت کو
قسمت نے اوچل کی پٹ رانی بنانا تھا۔ شاہی نوکر جمع ہو کر بے کھٹکے اوچل کا
ذکر کیا کرتے تھے۔ خواہ راجہ انہیں دیکھتا بھی ہو۔ ہر ایک سپاہی جسے حریف
لوگ (دشمن) اپنا ذریعہ بنا سکتے تھے جو میدان جنگ میں بلند آواز سے لیڈروں
کی حرص اور بے عزتی کے متعلق گفتگو کر کے لوگوں کی دلیری دور کر سکتا تھا۔
جو خود ناقابل ثبات ہو کر تکلیف دہ مذاق کی باتیں کرتا تھا جو راشنیتے وقت
کسی خاص حق کا مستحق بنکر دنگہ فساد کرنے لگتا تھا۔ جو اپنے آقا کی (اوچل) کی
فیاضی کی عظمت پر بحث کرنے میں ماہر ہوتا تھا سپاہ میں بد اخلاقی پھیلاتا
پھرتا تھا۔ راجہ نے جو مل کے خاندان سے نفرت رکھتا تھا سری لیکھا کے
بھتیجے کے لئے وہ منگل پر حملہ کروا کر اُسے مروا دیا۔ اس کی بیوی جو مل کے
بیٹوں کے ماموں کی بیٹی تھی اور اس کی ساس نے مکان کو آگ لگا دی اور
خود اس میں جل مرے۔

اس وقت شاہی شاہزادیوں نے راجہ سے یہ کماٹل ایک کمال
مل پر حملہ درجہ کا دھوکے باز ہے جو تیم کی ماتد فاموشی کے عہد اور دوسری
ریاضتوں کے پروے میں اپنی تندر طبیعت کو چھپا کر دربار میں بد امنی پھیلا رہا
ہے۔ اس لئے بہ حیثیت ایک دشمن کے جو اپنے بیٹوں کو تخت پر بٹھا ناچاہتا
ہے اسے خوف مروا دیجئے۔ ہر ش خود حملہ کرنے بڑھا اور جیکہ وہ دروازے
پر اس کی جان کا خواہشمند کھڑا تھا مل اُس کا منشا پورا کرنے کے لئے اُس کے
رو برو گیا۔ وہ ایک مٹی کی سی زندگی بسر کرتا تھا اور اپنے باغ و چالین کے
مطابق اس نے راجہ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا گو آغا ز بغادت کے

وقت اُس کے بیٹوں نے اُسے ایسا کرنے کو کہا تھا۔ بہر نوع وہ مکان ہی پر رہا تھا۔ اور راجہ کو مطمئن کرنے کے لئے سلہن اور آئندہ راجگان راوچل اور سسل کے دو سوتیلے بھائیوں کو بطور یرغمال دے چکا تھا۔ یہ شخص جو ایک سنی کی سی زندگی بسر کرتا رہا تھا اور بچپن ہی سے مقدس آگ کی پرستش کرتا تھا غصے میں آکر راجہ اس کا دشمن بن گیا۔ وہ پو جا کر رہا تھا کہ دشمنوں نے اُسے طلب کیا اور جب وہ لڑائی کے لئے باہر نکلا تو اُسی پوشاک میں چمک رہا تھا اُس نے زنا پر ہنسا ہوا تھا۔ ہاتھ میں مالا تھی۔ اس کی انگلیوں میں کُشا (گھاس) کے انگشتانے پہنے ہوئے تھے۔ اس کی پیشانی پر راکھ کا جو نشان تھا اسکی وجہ سے وہ مُسکراتا ہوا دوسرا جمد گنی (پرسرام) معلوم ہوتا تھا۔ موت کے وقت اُس کے سر پر متحرک بالوں کے بھیس میں پریاگ کا پانی تھا کیونکہ اُسکے بال نہانے کی وجہ سے ابھی تک تر تھے اور کسی قدر سیاہ اور کسی قدر سفید تھے اُس کا ویر پٹا ایک معمولی پگڑی اور اس کی ڈھال چھتری کی مانند تھی۔ اُس نے اپنی تلوار کا پھل (اسی دھارا) اس طرح پکڑا ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دھارا تیرتھ کو جارہا ہے۔ اور اس کی تلوار اس کا ڈنڈا معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے چند نوکر جو اُس کے آگے آگے گئے سب سے پہلے اسپراؤں سے بغل گیر ہوئے کیونکہ ملازمت میں بھی انہیں کا درجہ سب سے بڑا تھا۔ دو برہمن ریاوت اور وچے نیریاورچی خانے کا منتظم اور سپاہی سچک یہ اس کی لڑائی میں مرکز مشہور ہوئے۔ دربان او دے راج گوزخمی تھا اور ایک اپنی بان بچا کر بھاگے کیونکہ اُن کا وقت ابھی پورا نہ ہوا تھا۔ مل نے جب دیکھا کہ ہر طرف

۶۱۹ چونکہ گنگا کا پانی سفید اور جھنا کا سیاہ خیال کیا جاتا ہے اس لئے مل کے سر کے سیاہ اور سفید بالوں کے ملاپ کو پریاگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مخالف سپاہیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے وہ بے خوف ہو کر انہیں حملہ آور ہوا۔ اس کے بال بڑھاپے سے سفید ہو چکے تھے اور تلواروں اور ڈھالوں کے درمیان دوڑتے ہوئے اس طرح معلوم ہوتا تھا گویا شیول پودوں اور کنول پھولوں کے درمیان کوئی پرند ہے۔ گھوڑے عرصے میں وہ سینکڑوں تیز نوک والے تیروں سے زخمی ہوتا اور بھیشم کی مانند اپنے بہادرانہ پلنگ پر سوتا ہوا دیکھا گیا۔

مل کی موت { اس قسم کا راجہ کس قدر افسوس ناک نہ تھا جس نے خود خاتمے کے قریب ہوتے ہوئے مل کا سر کاٹ ڈالا اور غور میں آکر اپنے گھوڑے کو اس کی پیٹھ پر سے گڈارا!! مل کی بیوی کو دیکھا اور اس کی سالی و بھیا اپنے مکان کے قریب آگ جلا کر اس میں جل گئیں۔ اس متی اور سہیا جو مل کی بیویں اور سلہن اور راہہ کی بیویاں اور علی الترتیب راج اور اوکلیہ کی بیٹیاں تھیں وہ بھی جل مریں۔ ان کے علاوہ اس گھر کی عورتوں کی چھ نوکرانیاں جو ہر طرح آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتی تھیں اسی چنپارہ جل کر خاک ہو گئیں۔ یہ واقعہ دریائے ویشٹ کے بائیں کنارے پر ظہور میں آیا اور اس کا پانی اُس بڑے مکان کی آگ اور غم کے آنسوؤں سے گرم ہو گیا۔ آئندہ ہونے والے راجاؤں (اچل و سسل) کی ماں ننذا جو شریف النسل تھی اپنے رنواں میں دریائے دوگنر کے کنارے پر شوق سے ایک بلند چوترے پر سے اپنے بیٹے کے کہوں کی طرف جن کے نشان شمال اور جنوب میں اُن کے باورچی خانے کی آگ کے دھوئیں سے بن گئے تھے دیکھ رہی تھی۔ یہ نیک عورت اپنے گھر میں جل مری اور اُس کے ساتھ ہی اس کی دایہ چاندری بھی جس نے اُسے اپنے دو دھتے پرورش کیا تھا اور جو اُس پانی کو دیکھنا گوارا نہ کر سکتی

تھی جو اُس (نندا) کے مرنے پر چڑھایا جانا تھا جل کر راکھ ہو گئی۔ نندا نے پتا پر چڑھنے سے پہلے جبکہ آگ کے شعلے ادھر ادھر سے سہیلیوں کی طرح اُس کے گلے مل رہے تھے راجہ کو یہ بد دعا دی۔ اے میرے بیٹو! بہت جلد تم بھی اپنے باپ کے دشمن کے خاندان کے ساتھ وہی سلوک کرو گے جو جمدانی کے بیٹے پر سرام نے کیا تھا۔“

ہر چند کہ راجہ درشن پال کو مارنے کی تیاریاں کر رہا تھا تاہم لمحہ بہ لمحہ وہ عجیب و غریب واقعات کی بدولت بچتا رہا کیونکہ اس کی قسمت میں ابھی جینا لکھا تھا۔ یا ممکن ہے کہ اُسے کینہ وری سے ایک سال اور اس لئے زندہ رہنے دیا ہو کہ وہ ذلت برداشت کرے اور مرض میں مبتلا ہو کر دکھ بھرتا رہے۔ جب مل کے بیٹوں نے ۹ بدی بہادوں کو اپنے باپ کے قتل کی خبر سنی تو اُن کا غم غصے سے تبدیل ہو گیا۔

سُسل کا ویشٹور پر حملہ کرنا { سُسل اپنے غصے کی آگ سے واہنی جلدی کوچ کرتا وہ جے کشتیر کی طرف بڑھا اور جیب چندر راج اُس کے حملے کا مقابلہ کرنے باہر نکلا تو پتہ۔ درشن پال اور اور لوگ معہ اپنی فوجوں کے اُس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ہر چند کہ اُس کے اپنے طرفداروں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اُس کے ساتھ بہت ہی کم جمعیت تھی تاہم وہ دشمن کی طاقتور فوج کے مقابلے میں ایک عرصے تک اڑا رہا۔ اُس لڑائی میں دور جگرہ اشوک مل اور مل جن میں سے آخر الذکر چکر کی اولاد میں سے تھا اسپرلوں کے پاس پہنچ گئے۔ گرد و غبار سے جو تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس میں چندر راج کے چاندی سے چھتر سے روشنی ہو رہی تھی آخر خود چندر راج بھی

اس موقع پر کام آیا اور معہ اپنے ہمراہی اندوراج کے اسپراؤں سے پاس پہنچ گیا۔ اس بہادر کی موت سے قسمت نے راجہ ہرش کی کنول روپی امیدوں کی جڑوں کو ان کی تہ تک سے اکھاڑ لیا۔

جب سسل وجیشور میں داخل ہوا تو پت اور باقی ماندہ وجیشور کا سر ہونا { لوگ ڈر کر وجیش کے مندر کے صحن میں بھاگ گئے

اور انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔ صرف مشیر (آستھانیہ) پدم باہر لڑتا ہوا کام آیا۔ لکشمی دھر کو چوموت کا متلاشی تھا ڈا مر زیر حراست کر کے لے گئے اب سسل وجیشور کے مندر کے خزانے (گنج) کی چوتھے درجہ پر چڑھ گیا اور اس نے نیچے کی طرف سب لوگوں کو ڈرے ہوئے جانوروں کی طرح جمع دیکھا۔ شریر سسل نے عنا من دیکر پہلے ہنستے ہوئے پت اور درشن کو اپنے سامنے بلایا چونکہ وہ سیڑھی کے بغیر اُس تک نہ پہنچ سکتے تھے اس لئے سسل کے آدمیوں نے انہیں ایک رستی کے ذریعے جسے انہوں نے نیم مردہ حالت میں اپنے ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا اوپر کھینچ لیا اور جب شرمسار ہو کر انہوں نے ملک سے نکل جانے کی اجازت طلب کی تو سمجھ دار سسل نے اس بات کا وعدہ کر لیا اور اس طرح پران کی بے عزتی کو کم کیا لیکن جب اس نے ان کی دعوت سے تلوے ہوئے گوشت اور دوسری لذیذ چیزوں سے کی اور ان کے ساتھ بڑی نرمی سے گفتگو کی تو اُسی روز وہ چلے جانے کی خواہش کو بھول گئے۔ اگلے روز سسل نے کسی عجیب جوش میں آ کر جو کچھ کیا اسکی یاد سے یقیناً اس دنیا کے خالق کے جسم میں بھی کیکی پی پیدا ہو جاتی ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا اور تلوار ہاتھ میں لئے سخت سخت الفاظ کہتا ہوا اکیلا اُن لوگوں کے درمیان پہنچا جو وجیشور کے مندر کے صحن میں جمع تھے۔ اس جگہ

راجہ ہرش کے ماموں کا بیٹا راجہ جاسٹ^{۶۲۰} اور تین اور والیان ریاست اوادہر وغیرہ جمع تھے اور راج پتروں - سواروں - تنترینوں باج گزار والیان ریاست اور فوج کے اٹھارہ حصوں کے بے شمار آدمی موجود تھے - جو لوگ اس کے مطیع ہو گئے اس نے ان کی حفاظت کا معاہدہ کیا اور شو ویشور کی مورتی کو گواہ ٹھہرا کر وہاں سے چلا گیا - اب وہ چبوترے پر چڑھ گیا ان سب کے ہتھیار رکھوا دیئے اور ان کی مشکیں کسوا کر اپنے نوکروں کے ذریعے سامنے بلوایا - جس جگہ سسل نے دربار منعقد کیا وہاں سونے اور چاندی کے قبضے اور ہتھیار پھولوں کی طرح بکھرے ہوئے دکھائی دیتے تھے - اس نے ان لوگوں کو حفاظت کی غرض سے ڈامروں کے حوالے کر دیا اور اس وقت ان کی حالت ٹھیک ان مویشیوں کی طرح تھی جو اکٹھے کسی چرواہے کے سپرد کر دیئے گئے ہوں - اس کے بعد وہ تین دن وہاں ٹھہرا رہا اور جب سودن سانور کے گاؤں میں پہنچا تو اس نے پت اور درشن پال کو جو ملک سے باہر چلے جانا چاہتے تھے رہا کر دیا - کمزور پت جب سورپور میں پہنچا تو اس کی بیوی بھی اُس کے پاس پہنچ گئی - اسپر اُس کو ملک سے نکل جانے کا خیال بھول گیا - وغا باز درشن پال نے ملک سے

۶۲۰ اس شلوک سے واضح ہوتا ہے کہ ہرش کی ماں بیکا چمہ کی شاہزادی تھی کشمیر اور چمہ کے شاہی خاندانوں کے تعلقات کے متعلق دیکھو نوٹ ۵۶۷ کتاب ہذا - جاسٹ کا ذکر آگے چل کر ترنگ ۸ کے شلوک ۵۳۸ و ۵۴۷ میں اس حیثیت سے آیا ہے کہ وہ چمہ کا راجہ تھا -

۶۲۱ سورن سانور سے مراد غالباً موجودہ موضع سن سال سے ہے - جو سکروپرگند میں واقع ہے اس کی تصدیق ترنگ ۸ کے شلوک ۵۳۲ و ۵۳۶ سے بھی ہوتی ہے جہاں اس کے متعلق کلیان پور اور شورپور کے تذکرے کے دوران میں حوالہ دیا گیا ہے -

نکل جانے کے متعلق خواہش ظاہر کر کے تھوڑی بہت شائستگی سے کام لیا تھا مگر اب اسے بھی پتہ کی دوستی کی وجہ سے اپنا خیال چھوڑنا پڑا۔ اب سسل جو خود تخت پر قابض ہونا چاہتا تھا اس بات کی خواہش کرنے لگا کہ اپنے بڑے بھائی کو شہر پر قبضہ کرنے سے روکے۔

سسل کا سرنگر پر حملہ { اس کی وجہ یہ تھی کہ بڑے اور چھوٹے بھائی نہ پائی جاتی تھی کیونکہ وہ قریب قریب ایک ہی عمر کے تھے اور ہمیشہ یکساں مغروہ رہے تھے۔ دو تین روز کے عرصے میں پھر تیلے سسل نے مختلف مقامات پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ خود محل شاہی کے نواح تک جا پہنچا اور جس وقت وہ کلش کو آگ لگانے والا تھا راجہ کا بیٹا بھوج دیو جس کا دوسرا نام بپ تھا۔ اُس کے ساتھ لڑائی کرنے نکلا۔ اُس کے باپ نے اپنی مثال سے ڈر کر اس خیال سے کہ راجہ کمار مجھ سے شرارت کا سلوک نہ کرے بد قسمتی سے اُسے ہمیشہ طاقت سے عاری رکھا تھا۔ لیکن اب جب کوشش کا کوئی اور ذریعہ باقی نہ رہا تو اُسے مناسب کارروائی کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ اور وہ اکثر لڑائیوں میں سب سے آگے ہو کر لڑا کرتا تھا۔ اگر اُسے اُس کے پڑدادا انت کی طرح تربیت دی گئی ہوتی تو یقیناً یہ مستقل مزاج راجہ کمار سارے ملک کو دشمنوں سے پاک کر دیتا۔ لیکن یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ عمدہ تجویز پر عمل کرنے سے غفلت برتی جاتی ہے۔ تیر چلانا ہر شخص جانتا ہے لیکن وہ آدمی شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے جو نشانہ باندھتا جانتا ہو جس طرح تمہی گل مچھلی (تمہی کو نگلنے والی) بڑی سمندری مچھلی (تمہی) پر فوقیت رکھتی ہے۔ ویسے ہی یہ راجہ کمار اپنے مخالف پر سبقت پانے کے لئے پیدا ہوا تھا جس کی بہادری بے انتہا تھی۔ اگر باپ

ناشکر اپن کا اظہار کرے تو اولاد لعنت و ملامت کی مستحق نہیں ہوتی۔ اگر تلوں سے تیل نکالتے وقت کھلی میں چیچا پھٹ موجود ہوتی ہے تو کیا وہ تیل جو اس میں سے دبا کر نکالا جاتا ہے اصلی شگوفوں کی خوشبو سے عاری ہوتا ہے؟ دیوالیشو کے شیر بیٹے پتھ کو ہر چند راجہ نے ایک اعلیٰ درجے تک پہنچا دیا تھا تاہم اب وہ دشمن کے فریق میں شریک ہو گیا۔ جب سسل کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی تو راجہ نے پتھ کے بیٹے مل سے گھوڑا چھیننا چاہا۔ راجہ کی حقارت آمیز نظر سے دکھی ہو کر اس نے کہا۔ اے راجہ آج تمہیں میرا حقیقی کیریئر معلوم ہو جائیگا۔ اس کے بعد وہ میدان جنگ میں گھس گیا اور تلوار کے پھلوں سے بہتے ہوئے خون کی ندی سے اُس نے اُس حقارت کے داغ کو دھویا۔ ہر چیز کی تباہی سے راجہ کو اس قدر تکلیف نہ پہنچی تھی جتنی اس بات سے کہ میں اُس شکر گزار آدمی کے حقیقی کیریئر سے واقف نہ ہو سکا۔ لیکن راجاؤں کو چونکہ اُن کے اعلیٰ درجہ کی وجہ سے دھوکا ہوتا رہتا ہے اس لئے انہیں اپنے لوگوں کا حقیقی کیریئر اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب وہ اس کا اعزاز صرف زبانی کر سکتے ہیں۔ سسل جس کی فوج کو بھوج نے شکست دی تھی میدان جنگ سے بھاگ کر لونوٹس کو چلا گیا اور اس طرح پر دو مرتبہ آیا اور گیا۔ جب بھوج سخت گرمی سے گھبرایا ہوا واپس آیا تو باغ میں اپنے باپ کے پہلو میں ایک چارپائی پر لیٹ کر پہلو بہنے لگا۔

اوپل کا سر نیگے میں تھا جانب شمال سے یہ نعرہ سنائی دیا "مل کا سٹرا" بیٹا آگیا ہے پُل توڑ دو" شریر کو تو ال سن نے اوپل کو کھلا بھیجا تھا اگر تم آج ہی یہاں نہ پہنچ گئے تو سمجھ لو کہ تخت سسل کے قبضے

میں ہے۔ اس پر وہ تیزی سے کوچ کرتا ہوا بڑھا اور سب سے پہلے میدان جنگ میں دیونا ایک کو جو نریندریشور کے مندر کے سامنے کھڑا تھا قتل کیا۔ ناظم شہر ناگ جس کے سپرد بے شمار فوج تھی سواروں کی جمیعت کو لیکر مقابلے پر نکلا۔ چونکہ ناگ کے ساتھ منتخب فوجیں تھیں اس لئے راجہ کا اُس پر بھروسہ تھا اور چونکہ مسلسل کے ساتھ لڑائی میں کامیابی ہو چکی تھی اس لئے اب اُسے اوچل کی طرف سے بھی کھٹکا باقی نہ تھا۔ مل کا بیٹا اوچل جس کی جمیعت محدود تھی اُس کے حملے سے خائف تھا لیکن ناگ نے اپنا خود اتار کر اس کے آگے سرخم کیا۔ اوچل کو شبہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے ناگ گورنر آند کی طرح دشمن سے ملا ہوا ہو اس لئے اس نے اُسے اپنے گھر چلے جانے کے لئے کہا اور یہ بات اُس کم سخت نے منظور کر لی۔ اس شخص کو اپنی دغا بازی کا جو عوض ملا وہ اس نے اپنی زندگی میں ہی دیکھ لیا کیونکہ وہ اسی ملک میں بھیک مانگتا ہوا مرا۔

شہر کے پل پر لڑائی جب راجہ دریل کے کنارے پہنچا تو اس نے پل کے سرے پر ڈامروں کو دیکھا جن کی صورت تبدیل ہو چکی تھی اور جو اس طرح سیاہ نظر آتے تھے جیسے جنگل کی آگ سے جلے ہوئے درخت۔ اُن کے درمیان اُس نے صرف جنگ چندر کا جسم جس نے سفید زرہ پہنی ہوئی تھی اس طرح چمکتا دیکھا جیسے شکر ستارہ تاریکی میں چمکتا ہے۔ راجہ

۷۷۲ خیال ہے کہ اس مندر کو یا تو راجہ نریندر دت لکھن نے تعمیر کروایا تھا یا اسکے

نام پر اس کا نام رکھا گیا تھا۔

یہ امر مشتبہ ہے آیا دیونا ایک کوئی خاص نام ہے یا اودے راج کے لئے طنزاً استعمال ہوا ہے جسے ہرش نے ترنگ کے شاوک ۱۰۹ کے مطابق مورتیوں کو توڑنے کے لئے کو توال مقرر کیا تھا۔

نے کشتیوں کا بڑا پل اپنے فائدے کے لئے بنوایا تھا لیکن قسمت کی مرضی سے
 انجام کار یہ دشمن کے فائدے کا باعث ثابت ہوا۔ شاہی شاہزادیاں اور
 دوسری رانیاں جو موت کی خواہشمند تھیں۔ چار ستونوں والے کمرے پر جو دروازوں
 والے محل میں تھا چڑھ گئیں۔ لوگ لاپرواہی سے اُس لڑائی کو دیکھتے رہے
 جو پل کے سرے پر اُن کے راجہ اور غنیم کے مابین ہو رہی تھی اور اُن پر اس
 لڑائی کا اثر صرف اتنا ہی پڑتا تھا جتنا کہ اسوج کے دن کے گھوڑوں کے
 کمر بتوں سے راجہ نے پل کے سرے پر لڑنا شروع کیا اور بار بار اپنی رانیوں کو
 اس خیال سے محل کو آگ لگانے سے روکتا رہا کہ شاید اب بھی فتح حاصل ہو
 جائے۔ جنگ چندر اور دوسروں نے راجہ کے جنگی ہاتھی پر چوہل کے سامنے
 کھڑا تھا اور جس کی زرہ اتر چکی تھی تیر پھینکے۔ یہ تیر اُس کے جوڑوں پر بیٹھے جس
 ہاتھی چیختا چنگھاڑتا اپنی ہی جمیعت کو پاؤں کے نیچے کچلتا نیچے کو بھاگ نکلا
 قسمت کے ہاتھوں اپنے ہی ہاتھی سے کچلے جا کر پیادہ اور سوار فوج تباہ ہو گئی
 اس پر راجہ نے دشمن کے سپاہیوں کے آگے آگے پیچھے ہٹتے ہوئے پل
 کو عبور کیا اور معہ سواروں کے بحالت اضطراب سو دروازوں کے محل کے
 صحن میں داخل ہو گیا۔ وہ جسے کبھی پرائیویٹ طور پر بھی شاندار پوشاک کے
 بغیر نہ دیکھا گیا تھا اور جس کے تاج میں لگی ہوئی جواہرات کی لڑیوں کے باعث
 کھانا کھاتے وقت بھی اُس کا منہ نظر نہ آتا تھا اُس کا جسم اب پسینے میں
 شرابور نظر آ رہا تھا جس کی وجہ کچھ تو دھوپ کی تمازت اور کچھ خوف تھا۔

۶۲۳ء شلوک ۱۵۵۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ کست دوار محل شاہی کے ایک خاص حصے
 کا نام تھا۔ ممکن ہے یہ ایک وسیع پہلو کا نام ہو جس میں سو دروازے لگے ہوئے ہوں۔ چُنش بکا
 مراد محل سے متعلق ایک گنبد دار کھلی جگہ سے ہے جس میں چار ستون لگے ہوئے ہوں۔

اُس کے کندھوں سے زرہ گری پڑتی تھی جسے اُس کے نوکر بار بار لگاتے تھے۔
 عنان اُس کے قابو سے نکل چکی تھی اور اُسے بار بار بازو کو اپنی طرف کھینچنا پڑتا
 تھا تاکہ اُس گھوڑے کو جو اُس کی غیر مستقل ایڑ سے چل رہا تھا اپنے قابو
 میں رکھے۔ اُس کے ہاتھ سے تلوار گر چکی تھی اور اب وہ اپنے بالوں کو جو
 اس کے گنچے سر کے پہلوؤں پر لٹک رہے تھے کانوں کے پیچھے آراستہ
 کرتا جاتا تھا۔ اس کی خشک گردن تک اُس کے لمبے کان کی لو۔ جس میں
 کوئی بالا وغیرہ موجود نہ تھا لٹک رہی تھی۔ اور اس وقت موت کے سانپ
 کی مانند دکھائی دیتی تھی۔ پان موجود نہ ہونے کی وجہ سے اُس کے ہونٹ
 خشک اور راکھ کی طرح زرد تھے۔ جن پر وہ بار بار زبان پھیرتا تھا۔ اس نے
 اپنا خشک اور سفید چہرہ جس میں آنکھوں کی پتلیاں گرد و غبار سے ڈھکی ہوئی
 تھیں دلی مایوسی کے ساتھ اُن رانیوں کی طرف اٹھایا جو چھت پر کھڑی تھیں
 ہر چند کہ وہ عمارت کو آگ لگانے کی خواہشمند تھیں تاہم یہ انہیں اپنے ہاتھ
 سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس حالت میں لوگوں نے اُسے خوف زدہ
 ہو کر صحن میں ادھر ادھر پھرتے دیکھا۔

محل شاہی کا سر ہونا [مل راج کی جائے رہائش محل شاہی کے قریب
 بھوج کی فراری] تھی۔ جنک چندر نے دریا کو عبور کر کے اُسے
 آگ لگادی۔ جب بھوج نے محل کی طرف
 شعلے بڑھتے دیکھے تو اُسے یقین ہو گیا کہ اب سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی
 اس لئے وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس نے دروازے کو جو دشمن کے تیروں
 سے سرکنڈوں کی طرح ڈھکا ہوا تھا۔ توڑ ڈالا اور اس کے بعد گھوڑے پر
 سوار ہو کر صحن سے میدان کی طرف بھاگ نکلا اور پانچ چھ سواروں کو ہمراہ

لیکر وہ سنگرام مٹھ کے سامنے پل کو عبور کر کے لوہر کی طرف روانہ ہوا۔ وہ معہ
چند سواروں کے گھوڑے پر سوار محل کے باہر پھر رہا تھا اور اشک آلود
آنکھوں سے اس سمت میں دیکھ رہا تھا جبکہ اس کا بیٹا غائب ہو چکا تھا اس
اثناء میں رانیوں کے بعض نوکر چار ستونوں والے کمرے کو اس وجہ سے گرا
رہے تھے کہ انہیں موت سے بچانے کی کوشش کریں۔ شاہی شاہزادیوں
کو اس بات کا علم نہ تھا اور انہوں نے یہ خیال کر کے کہ دشمن کمرے کو توڑ رہا
ہے۔ چھت کو آگ لگا دی۔ جلتے ہوئے محل میں اہل شہر اور ڈامروں نے
ہتھیار اٹھا کر خزانے اور دوسری قیمتی چیزوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ بعض
وہیں کام آئے۔ بعض نے اس جگہ افلاس سے نجات حاصل کی اور بعض کو
ایسی ایسی چیزیں حاصل ہوئیں جو انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ اور
اس وجہ سے انکی حالت مضحکہ خیز بن گئی

محل کی لوٹ { ایک شخص نے کافور کی ڈلی یہ سمجھ کر اپنے منہ میں ڈال
لی کہ یہ سفید کھانڈ ہے مگر جب اس کا منہ جلنے لگا
تو اس نے اس برتن کو دریا میں پھینک دیا۔ چند بیچ لوگوں نے جو سونا حاصل
کرنے کے خواہشمند تھے سونے کی نقش کاری کئے ہوئے کپڑوں کو جلا ڈالا
اور اس کے بعد راگھو کو بڑے شوق سے ٹٹولنے لگے۔ ایک جگہ بیچ واپس کی
عورتیں ان بدہ (بغیر سوراخ کے) موتی چکیوں میں پس رہی تھیں کیونکہ
وہ ان کے نزدیک سفید چاولوں کی قسم کا کوئی اناج تھا۔ دولت کی دیوی
(لکشمی) جو اس ملک میں رہا کرتی تھی اس کے ساتھ جب اس قسم کی بدسلوکی
اور ٹھٹھے بازی ہوئی تو پھر اس نے کہیں اپنا منہ نہیں دکھایا۔ جنگلی ڈامر
جا بھار نو اس کی رانیوں کو جنہوں نے شاندار پوشاکیں پہنی ہوئی تھیں اور

پر یاں معلوم ہوتی تھیں اٹھائے پھرتے تھے۔ سترہ رانیاں اور راجا کی بہنیں
مہ سبت لیکھا کے جل میں اور باقی محل کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ جلتے ہوئے
مہانات سے جو ایک قسم کی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی تھی اُس سے معلوم ہوتا
تھا کہ بے انتہا گرمی کی وجہ سے ہوائی ندی ابل رہی ہے اور یہ اُسی کی آواز
ہے۔ راجہ نے جب مشہور و معروف پدم شری کے پانی پینے کے چستے (پرپا) ^{۹۲۴}
کے قریب کھڑے ہو کر اس نظارے کو دیکھا۔ تو اُس نے بڑے رنج کے ساتھ
یہ قدیم شلوک جو ^{۹۲۵} اُسے یاد تھا پڑھا۔

”جو آگ رعایا کی جلتی ہوئی تکلیفوں سے پیدا ہو وہ اس وقت تک نہیں۔
بکھتی جب تک راجہ کی نسل۔ دولت اور زندگی کو تباہ نہ کر دے۔“

اوپل نے جب دیکھا کہ میرے دشمن کے پاس ابھی ایک مسلح فوج ہے تو
وہ محل کو آگ لگا کر ڈامروں سمیت دوبارہ وٹشٹا کے دوسرے کنارے پر
چلا گیا۔ راجہ جو لڑتے ہوئے جان دینا چاہتا تھا ہر لمحہ اُن مختلف آرا کی وجہ
سے اضطراب میں پڑتا جا رہا تھا۔ جو اس کی پیادہ فوجوں میں پائی جاتی تھیں
ہر موقع پر حیب وہ انت پال اور دوسرے راج پتروں کے مشورہ سے لڑائی
میں جانے لگتا تو کو تو ال کے کہنے سے واپس چلا آتا تھا۔ چمپک نے اُسے
مشورہ دیا کہ یا تو لڑو یا لوہر کو چلے جاؤ۔ پر یاگ آخری کارروائی کا ہی موید
تھا پہلی کا نہیں۔ راجہ کو اپنے بیٹے کی کوئی خبر نہ ملی تھی اس لئے فکر مند ہو کر

^{۹۲۴} معلوم ہوتا ہے کہ پدم شری پر پا جس کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے اُسے
کلش کی رانی پدم سری نے بنوایا تھا۔

^{۹۲۵} بوٹ لنک کا قول ہے کہ یہ شلوک کسی قدر تہذیبی کے ساتھ یا گو لنک ستمی
اور بیچ تنتر وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

اس نے چپک کو اُس کا کھوج لگانے کی ہدایت کی۔

چپک کا بھوج
 کے پیچھے بھیجا جانا

چپک نے ایک آہ بھر کر کہا۔ اے راجہ عنقریب اب وہ وقت آئے والا ہے جب سوائے پریاگ کے کوئی آپ کے ساتھ نہ رہیگا اس لئے بہتر ہے کہ مجھے بھی روانہ نہ کرو۔ راجہ نے آنسو بھر کر جواب دیا۔ لوگ کہتے ہیں تم بڑے دیانتدار ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم بھی اس وقت میرے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو؟ بغیر اپنے بیٹے کے مجھے اپنا مکان بھی نظر نہیں آتا۔ ہر چند کہ دن نکلا ہوا اور سورج نمودار ہے۔ تمہیں اس سے ناراض نہ ہونا چاہئے جو تمہارے ہی ہاتھوں میں بالغ ہوا ہے۔ یہ الفاظ اس لئے کہے گئے تھے کہ وزیر کا اُن دنوں مغرور راج کمار سے ایک گھوڑی کے معاملہ پر جھگڑا ہو گیا تھا اپنے آقا کے ان الفاظ سے متاثر ہو کر جو سرزنش کا پہلو لے ہوئے تھے اس نے اپنا سر جھکا لیا اور راج کمار کے پیچھے روانہ ہوا۔ ہر چند کہ روانہ ہوتے وقت اُس کے ہمراہ سچاس سوار۔ اس کے بھائی۔ نوکر چاکر وغیرہ موجود تھے تاہم جب وہ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچا تو اُس کے ہمراہ صرف چار آدمی رہ گئے جب اُس کے دو بھائی اور شیش راج کا بیٹا جو سوار تھا گھوڑوں کے مرنے کے بعد سڑک پر گر چکے تو وہ دہنک سمیت اکیلا ہی دریا کے کنارے پر آوارہ پھرتا رہا مگر راج کمار کی کچھ خبر نہ ملی اور آخر کار شام کے وقت وہ دریائے ویشٹا اور سندھو کے مقام اتصال پر پہنچا راجہ نے اسی طرح پراور معتبر آدمیوں کو اپنے بیٹے کی تلاش میں بھیجا اور وہ اس بہانے سے اُس کا پہلو چھوڑتے گئے۔ کوتوال پولیس نے جو رشوتیں لے چکا تھا اور راجپوری اور دوسرے مقامات پر جنگ کے موقعوں پر اپنی تارا منگی کا اظہار کر چکا تھا جس نے

اپنے ہمراہ قابلِ افسر نہ رکھ کر فوج کو نکلتا کر دیا تھا۔ جس نے راجہ کے بیٹے کے
لوہر کو روانہ ہونے پر اُس سے اعتراض کروایا تھا جس نے دشمن کو اُس وقت
شہر میں داخل کر دیا تھا جبکہ راجہ ایک اور طرف لڑائی میں مصروف تھا۔
غرض جس نے ہر چیز کو تباہ کر دیا تھا راجہ کو مناسب کارروائی کرنے سے
روکے رکھا۔ کمزور دل راجہ چپ چاپ اُس کی نصیحتیں سناتا رہا اور کسی خاص
فیصلے پر نہ پہنچ سکا۔ جس طرح بالہری اس صورت میں آواز نہیں دیتی جبکہ سب
لوگ اسے اس کے مختلف سوراخوں پر بجانے لگ جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر
مختلف قسم کی نصیحتیں مختلف لوگوں کی طرف سے ہوتی رہیں تو کسی خاص فیصلے
پر نہیں پہنچا جاتا۔ جب کوئی کمینہ شخص بن پوچھے دلیری سے اپنی ذہنی قابلیت
کے مطابق نصیحت کرنے لگے۔ تو یقیناً یہ ایک آنے والے خطرہ کی علامت ہوتی
ہے۔ جب راجہ لڑائی کے لئے جانے لگا تو ترلو کی نام ایک رتھ بان (سوت)
نے اس کی باگ پکڑ لی۔ اور کوتوال پولیس کی تعریف کر کے کہنے لگا۔ آپ کے
دادا نے ایک موقع پر ایک انگوں اور سواروں کے ساتھ فتح حاصل کی تھی اس لئے
ہمیں انہیں جمع کرنے کے لئے دفتر اکش پٹل میں جانے دیجئے۔ انہیں اپنے
ساتھ لیکر ہم پیچھے کی طرف سے دشمن پر جس کی جمیعت زیادہ تر پیادہ سپاہ پر
مشتمل ہے حملہ کریں گے اور اس طرح پر اُسے تباہ کر دینگے جیسے باز پرندوں کو
تباہ کر دیتے ہیں۔“

ہرش کی فوجوں کا
اسکا ساتھ چھوڑ دینا
جب راجہ اُس طرف کو بڑھنے لگا تو اس کی تمام
فوج اس طرح منتشر ہو گئی جیسے نائک دیکھتے وقت
بارش ہو جانے سے لوگ ادھر ادھر بھاگ
جاتے ہیں۔ سیاراج کے بیٹوں کو جو پارے و تشٹا سے آئے تھے اس نے اپنی

جواہرات کی مالا اور اوریورات اس غرض سے دیئے کہ وہ اُس کے بیٹے کا زادراہ مہیا کر دیں۔ جس وقت یہ شاہی جواہرات ان منڈی کے مالیوں کے ہاتھ آئے تو راجہ جو اس وقت تک بہت بڑی چمک رکھتا تھا لوگوں کی نظروں میں اغراز شاہی سے محروم ہو گیا۔ اس کے سپاہی قدم قدم پر اس کا ساتھ چھوڑتے چلے جا رہے تھے وہ دقت راکش پٹل اور دوسرے دفاتر کے درمیان پھر رہا تھا لیکن کسی نے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ شام کے وقت وہ اپنے وزیروں کے گھروں میں پناہ کا متلاشی ہوا لیکن جس وقت وہ اُن کے دروازے پر پہنچتا تو کوئی اُسے اندر داخل نہ ہونے دیتا۔ برہمن ہر چند کہ پرانے اپویش کرنے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں لیکن آخر کار بہت نکلے ثابت ہوتے ہیں۔ بہ سخت برہمنوں پر راجاؤں کا بھروسہ کرنا بالکل فضول ہے۔ جس وقت وہ اپنے ملک کے تمام بڑے بڑے آدمیوں کے گھروں میں پناہ کی تلاش میں پھر رہا تھا تو کپیل وزیر کے دروازے پر بھی جا پہنچا۔ یہ وزیر قلعہ لوہر کو گیا ہوا تھا مگر اس کی بیوی نے راجہ سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریئے اور اس کے بعد کشتیوں میں سوار ہو کر قلعے کی طرف چلے جائیئے لیکن قسمت کے دھوکے میں آکر وہ اندر داخل نہ ہوا۔ وزیر کے بیٹے جن کی بے ایمانی اُن کے باپ سے کم نہ تھی بہ نصیب راجہ سے اس طرح چھپ گئے جیسے مقروض قرضخواہ سے چھپتے ہیں اس سے پہلے بڑے مشیر تمام خراب باتیں اُس کی نظروں سے پوشیدہ رکھا کرتے تھے لیکن اب وہ لعنت ملامت سُنتا تھا۔ اور اپنے آپ کو خطاوار ہونا تسلیم کرتا تھا۔

۶۲۶ جو نراج کی اچترنگنی کے شلوک ۵۵۱ اور ۸۶۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاری

وتشٹا سری نگر سے بہت سے فاصلے پر واقع ہوگا۔

سری نگر سے ہرش کی فراری { سخت یلوسی کی حالت میں اپنے
طرفداروں کی بھی بے اعتباری کرتے
ہوئے جس وقت اس نے پردیو من کی پہاڑی کو عبور کیا تو اُس کے ہمراہی
سب کے سب اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ وہ راج پتر یعنی اننت پال وغیرہ
جو چھتیس خاندانوں کی موروثیت کا دعوے رکھتے تھے اور جو غرور میں اکر سوچ
کو بھی اپنے سے بڑا درجہ نہ دیتے تھے انہوں نے بھی یکے بعد دیگرے اُس کا ساتھ
چھوڑ دیا اور اُن کے واپس ہوتے ہوئے گھوڑے گہری تاریکی میں غائب
ہو گئے۔ جس وقت جوہل سٹھ کے قریب پہنچ کر وہ اپنے گھوڑے سے اُترا تو
کو تو ال پولیس اور اُس کا چھوٹا بھائی بھی اُس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ کو تو ال کہنے
لگا یہاں میرے خسر کا گھر ہے میں آپ کے لئے رات بسر کرنے کا انتظام کر کے

۶۲۷ء معلوم ہوتا ہے پردیو من دراصل پردیو من پیٹھ یا پردیو من شکھر کا مخفف
ہے جو شار کا کی پہاڑی یا ہریربت کا نام ہے۔ چونکہ پورانے سری نگر کا بہت بڑا حصہ
دریا کے دائیں کنارے پر اور اُس پہاڑی کے گرد آباد تھا اس لئے ممکن ہے کہ
ہرش اپنے مختلف وزیروں کے گھروں میں پھرتا ہوا شار کا پہاڑی سے پرے نکل گیا ہو۔

۶۲۸ء اقوام چھتری کے ۳۶ خاندانوں یعنی راج کلوں کی فہرست ٹاڈ صاحب نے حسب ذیل دی ہے
(۱) اکشوا کو عرف سوچ (۲) اندو عرف چندر (۳) گھلوٹ (۴) یادو (۵) تواری (۶) راٹھور (۷) کچھوا
(۸) پرمار (۹) چوہان (۱۰) سونگھی (۱۱) پرمار (۱۲) چورا (۱۳) تنگشک (۱۴) جٹ (۱۵) ہن عرف
چون (۱۶) کائی (۱۷) بالا (۱۸) جھالا (۱۹) جیٹو عرف کمار (۲۰) گیہل (۲۱) سروہ (۲۲) سلا
(۲۳) وانی (۲۴) گور (۲۵) ڈوڈ (۲۶) گھیر وال (۲۷) بیر گوجر (۲۸) سینگر (۲۹) میکروال
(۳۰) بایک (۳۱) اہیہ (۳۲) جوہیہ (۳۳) موہیل (۳۴) نکمپ (۳۵) راج پالی (۳۶) واپہ
بٹ۔ دہریہ وغیرہ۔

واپس آتا ہوں۔“ اس بہانے سے وہ رخصت ہو گیا اور جب وہ جانے لگا تو پریاگ
 نے کوتوال پولیس کے چھوٹے بھائی سے سامان خورنی حاصل کرنے کے لئے کالا
 مانگی مگر کالا کے بھلے اس نے اسے جو (ستو ۹) دیئے۔ اب راجہ کے پاس
 صرف ایک لباس یا اس کی جان یا پریاگ باقی رہ گیا۔ اس موقع پر چمپک کے
 ملازم جلاک کا باورچی نکلتا راجہ کے ساتھ جا ملا اور اُس کا معتبر ہمراہی بن گیا۔
 جس وقت وہ آوارہ پھر رہے تھے ایک عورت نے انہیں غار سے آواز دیکر کہا
 کہ اُن کے سامنے کی زمین طوفان کے باعث شق ہونے کی وجہ سے ناقابل گزر
 ہے۔ راجہ و تشٹا کے کنارے پر بیٹھ گیا اور پریاگ نے چند ملاحوں کو قلعہ
 جے پور کو چلنے کے لئے طلب کیا۔ پریاگ نے پہلے ہی وہاں ٹہرے ہو سپاہیوں کے
 ساتھ اس بات کا انتظام کر رکھا تھا کہ وہ راجہ کو بھیج دیو کے جائے رہائش پر
 پہنچا دیں۔ بھیج دیو ہر چند کہ اوچل کا ہمراہی تھا تاہم وہ یہ بات کہہ چکا تھا کہ
 راجہ اگر میرے پاس آیا تو میں اس کا طرفدار بن جاؤں گا۔ لیکن جب صلاح کشتی
 لیکر آئے تو راجہ جس کی قسمت میں بُرائی لکھی تھی اور جو خطرات کی وجہ سے
 مضطرب ہو رہا تھا اس پر سوار نہ ہوا۔ جب چاندروں کا انجام آتا ہے تو انکی
 عقل کا چراغ اس طرح بجھنے لگتا ہے گویا اُسے آنے والی موت کے ماتھے میں لپ
 دکھائی دیتا ہو۔ راجہ کو اُس وقت جبکہ وہ پناہ کی تلاش میں تھا

۶۲۹ شہر سے نیچے کئی میل کے فاصلہ تک دریا کے کنارے کئی مقامات پر
 ٹوٹے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے طوفان کے موقعوں پر دریا کا برساتی پانی دونوں طرف
 بہ کر دلدلوں میں جمع ہو جاتا ہے۔

۶۳۰ جے پور کوٹ کی بنیاد جیا پیڈ نے ڈالی تھی اور یہ اُس جگہ واقع ہوا کرتا تھا
 جہاں آجکل اندر کوٹ ہے۔

نیلا شو کا ڈامربب یاد نہ آیا جو اس کے دشمنوں کے ساتھ نہ ملا تھا۔ جس طرح کوئی با عصمت بیوی سوائے اپنے مالک کے اور کسی کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتی اسی طرح ایام بغاوت میں یہی ایک عزت دار آدمی وفادار رہا تھا۔

اسی اثناء میں بادلوں سے پانی برسنے لگ گیا گویا بادل بھی اس وقت یہ چاہتے تھے کہ زمین کو دغا بازی کی چھوٹ سے پاک کر دیا جائے۔ تنہا مقام۔ بارش۔ تاریکی۔ ادٹے لوگوں کی صحبت۔ دشمنوں کا خوف کونسی خرابی تھی جو اس وقت راجہ کو پیش نہ آئی ہو۔ افسوس ہے کہ اُن بد افعال لوگوں کا نام جو ہر چند کہ یاد کے غیر مستحق ہیں صرف داستان کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے لینا پڑتا ہے !!!

ہرش کی آخری پناہ { ایک مرگٹ میں سومیشور کے نام سے بعض دیوتاؤں کا ایک مندر ہے جہاں سوامند نامی ایک جادوگر پوجا کیا کرتا تھا۔ یہ ایک جھوٹری کے صحن کے اندر واقع تھا۔

۶۳۱ء معلوم ہوتا ہے کہ نیلا شو کشمیر کے کسی حصے کا نام تھا جس کی شناخت آجکل نہیں ہو سکتی۔ لوک پرکاش میں نیلا شو کا نام اُن کشمیری پرگنوں کی فہرست میں دیا ہوا ہے جو چوتھے پرکاش کے شروع میں موجود ہیں۔ ترنگ ۸ کے شلوک ۲۲۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-۱۷۳۱-۱۷۳۲-۱۷۳۳-۱۷۳۴-۱۷۳۵-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۱۷۳۹-۱۷۴۰-۱۷۴۱-۱۷۴۲-

اس میں ایک ادنیٰ درجہ کا بھکاری گُن نامی رہتا تھا۔ اور اُس کے گرد بلند سایہ دار درختوں کا ایک باغ تھا۔ یہ شخص ایک فاحشہ عورت کے دلال کی حیثیت پر رہتا تھا جس کا حقیقی نام تو بھسپا تھا لیکن عرف عام میں اُسے وراہ بھوجنگی ^{۶۳۲} کہتے تھے۔ مکت راجہ کو رات بسر کرنے کے لئے اس بھکاری کی جھونپڑی میں جو پر تاب گوریش کے مندر کے نواح میں رہتا تھا لے گیا۔ راجہ نے مکت کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور پریاگ نے اُس کا۔ اس حالت میں وہ آگے کی طرف بڑھتے گئے۔ کبھی کبھی سجلی چمکتی تھی تو انہیں زمین نظر آ جاتی تھی پریاگ اور مکت راجہ کو جو ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ جس کے سر پر پگڑی نہ تھی اور پانی میں ترکیڑے اُس کے جسم کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے بمشکل اس جھونپڑی تک لائے۔ اب اُسے غم کے ساتھ کندرپ یاد آیا جسے شرمیزو نے نکال دیا تھا اور جو اس کی تباہی کو ویسے ہی دور کر دیتا جیسے اُت پل نے شیطان رودر کو یاد کیا تھا۔ مکت نے دیوار پر چڑھ کر دروازہ کھولا تو راجہ جھونپڑی کے صحن میں داخل ہوا جس میں وہ بھکاری اس وقت موجود نہ تھا۔ داخل ہوتے وقت راجہ کا دائیاں پاؤں ایک پتھر سے ٹکرایا اور اُس میں سے خون بہنے لگ گیا۔ اس فال بد سے اُس نے اندازہ کیا کہ اب میری موت قریب ہے چونکہ جھونپڑی مقفل تھی اس لئے وہ صحن ہی میں بیٹھ

^{۶۳۲} وراہ بھوجنگی جو اس فاحشہ عورت کا عرف تھا اس کے لفظی معنی ایک اس قسم کے

سانپ کے ہیں جس کا کوئی محبت کرنے والا نہ ہو۔

^{۶۳۳} اس مندر کی مقامیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ جگہ معلوم نہیں

ہو سکتی جہاں ہرش مارا گیا۔ ہرش کی فراری کے واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ دریا کے دائیں کنارے پر سری نگر سے نیچے کچھ فاصلہ پر واقع ہو گا۔

گیا۔ اور وہ رات جو خوفناک بادلوں نے نہایت بھیانک بنا رکھی تھی ڈرتے ڈرتے بسر کی۔ وہ کچھ سے لت پت تھا اور کچھڑ والی زمین پر کھڑا تھا تمام رات اُس نے خوفناک بارش میں بسر کی۔ اُس کے جسم پر غلاموں کی طرح صرف ایک اونی لبادہ تھا۔ بار بار بیٹھے اُٹھنے سے اُسے اپنی مصیبت بھی یاد نہ رہی لیکن ہر چند کہ وہ بیدار تھا تاہم اس شخص کی طرح خوف زدہ ہو رہا تھا۔ جو خواب میں ٹیلے پر سے گر پڑا ہو۔ میں کیا ہوں؟ مجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے؟ میں آج کس جگہ ہوں؟ میرے ہمراہ کون ہے؟ مجھے اب کیا کرنا ہے؟ یہ خیالات تھے جن کی وجہ سے وہ بار بار کانپ اُٹھتا تھا۔ میری سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی۔ رانیاں جل مریں۔ بیٹا مفقود الخبر ہو چکا ہے میں بے یار و مددگار تنہا رہ گیا ہوں۔ نہ پاس سامان اور نہ اسباب ہے۔ اور ایک فقیر کے صحن میں لٹک رہا ہوں۔ جب وہ ان مصیبتوں میں سے ہر ایک پر غور کرتا تو اُسے قصے کہانیوں میں بھی کسی شخص کی ایسی تطبیق ملتی جو اس جیسی ادنیٰ حالت کو پہنچ گیا ہو اور اُس کے برابر کے غم میں مبتلا ہو۔

بھوج کا قتل { دوسری طرف بھوج شہر کو چھوڑ کر صرف دو تین سواریوں کے ساتھ آوارہ پھر رہا تھا جسے کہ وہ آخر کار ہستی کرن میں

جا پہنچا۔ جاتے ہوئے وہ خیال کر رہا تھا کہ یقیناً میں پانچ چھ روز میں دوبارہ تخت پر قبضہ کر لوں گا۔ خواہ میرا دشمن اندر ہی کیوں نہ ہو۔ بہادر آدمی جو رحم کے اندر پلٹے ہوئے جنین کی طرح بے چین ہوتا ہے وہ کون کون سے برے

۶۳۲ ہندوؤں میں اعتقاد ہے کہ رحم کے اندر جنین کو اس کی سابقہ زندگیوں کے اعمال یاد ہوتے

ہیں اور انہیں مد نظر رکھ کر وہ اپنی نئی زندگی کیلئے ارادے کرتا ہے لیکن جو نبی وہ رحم سے نکتا ہے اسکی سابقہ یاد اور تجا وینر فراموش ہو جاتی ہیں اور اُسے اپنے کرم کے نتائج بھگتے پڑتے ہیں۔

کاموں کو سرانجام دینے کی خواہش نہیں کرتا۔ لیکن قسمت بہ اصرار اسے اس طرح دھوکا دیتی ہے۔ جیسے رحم سے نکلتے وقت بچے کو اسے اُس کے تمام سابقہ ارادے بھولا دیتی ہے۔ وہ رنگ واٹ میں اپنے نوکر ناگیشور کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ جسے اس نے اپنی ماؤں کے پاس زاد راہ لانے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ خالی مندر کی عمارت کے اندر ٹھہرا ہوا تھا کہ اس نے نوکر کے آنے کی خبر سنی لیکن جس وقت وہ باہر نکلا تو آخر الذکر نے بغیر کچھ کہے سے اس پر حملہ کیا۔ اُس راجکمار کی تعریف کئے بغیر کون رہ سکتا ہے جس نے اس دغا بازی کے وقت بھی کشتریوں کے فرائض پورے طور پر انجام دیئے۔ شیر کی طرح اس نے لڑائی میں اپنے حملہ آوروں کو مار گرایا اور جب خود گرا تو بجائے مرہم کے اس کا جسم خون سے ڈھپا ہوا تھا۔ اس حالت میں اس نے ایک بہادر کی سیج کو آہستہ کیا۔ اس کاموں زاد بھائی پدمک اور منظور نظر کھیل جنہوں نے لڑائی میں بے انداز بہادری کا اظہار کیا تھا یہیں کام آئے۔ اوپل رات بھر کے لئے رانی سور یہ متی کے میٹھ کو چلا گیا اور اس کا بھائی جولاٹائی سے تھکا ماندہ تھا وہ بھی لونو تس سے واپس آ گیا۔ جب دونوں بھائیوں نے سنا کہ بھوج مارا گیا اور صرف ہرش باقی رہ گیا ہے تو اُن کے دل سے کانٹا دور ہو گیا اور اب اس کا صرف ایک ہی پہلو نکالنا باقی رہا۔ لیکن اُس وقت بھی جب انہیں اپنی سابقہ جلا وطنی فراموش تھی اور شاہی دولت حاصل

۶۳۵ سٹائن صاحب کے خیال میں رنگ واٹ ہستی کرن کے قریب کسی باغچے یا مقدس، حاٹے (واٹ) کا نام ہے۔ چنانچہ یہی نام آج تک گوش کے اخروٹ کے درختوں کے ایک پورے جھنڈ کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے جہاں بعض لنگ اور مورتیاں موجود ہیں۔ اور لوگ اس کی یا تر بطور ایک تیرتھ کے کرتے ہیں۔

ہو چکی تھی انہیں حاصل کردہ تخت اس طرح معلوم ہوتا تھا گویا ابھی حاصل نہیں ہوا۔

صبح کے وقت بھکاری نے آکر جسے مُکت کہیں سے ڈھونڈ لایا تھا اپنی جھونپڑی کا دروازہ کھولا اور راجہ کے سامنے ڈنڈوت کی۔ اس کی جھونپڑی مچھروں سے بھری ہوئی تھی۔ جائے نشست پر گھاس بچھایا ہوا تھا۔ جب مُکت نے اس پر پانی چھڑک دیا تو راجہ اندر داخل ہوا۔ وہی راجہ جس کے ساتھ گفتگو کرنا راجاؤں کے لئے بھی باعثِ فخر تھا اس وقت مارے ڈر کے ایک بھکاری کی بھی خوشامد کر رہا تھا۔ وہ اس کے طرزِ تکلم اور اور کھانیکے طریق کو جو سخت بھدا تھا جیسا کہ بھکاریوں کا ہوتا ہے چپ چاپ دیکھتا گیا۔ پریاگ نے بھکاری کو اپنا کپڑا اتار کر بغرض فروخت دیا۔ اور اُسے کسی دوکان سے کھانا لانے کے لئے بھیج دیا۔ بدبخت بھکاری برطے سخت سُست الفاظ استعمال کرتا تھا اور رازِ فاش کرنے کا اندیشہ پیدا کر رہا تھا اس سے راجہ کو اس قدر تکلیف ہوئی جتنی کسی دشمن سے ہو سکتی ہے۔ سہ پہر کے وقت وہ بدچلن بھکاری اپنی آشنا کو بھی ساتھ لے آیا۔ جس نے سر پر کھانوں کے برتنوں کا ٹوکرا اٹھایا ہوا تھا۔ راجہ نے جب دیکھا کہ پہلے تو نوکر (مُکت) اور اس کے بعد بھکاری نے مجھے شناخت کر لیا ہے اور اب یہ عورت بھی میری شخصیت کو جان گئی ہے تو اس نے زندگی کی امید ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اس کا دل خوفناک مصیبت کی وجہ سے بھرا ہوا تھا اُس نے کھانا کھایا تو نہیں البتہ پریاگ کی خاطر جس نے اُسکے آگے رکھا تھا اُسے ہاتھ لگا دیا۔

ہرش کا بھوج کے مرنے کی خبر سنا { پریاگ نے صحن میں کھڑے

ہو کر اُس بھکاری سے کوئی خبر پوچھی اور اس نے گنوارا پن سے کھلے طور پر بھوج
 کے مرنے کا ذکر کر دیا۔ ہر چند پریاگ نے راجہ کو کہا کہ یہ خبر غلط ہے تاہم اُسے
 اپنے جسم میں ایک ایسی بھیانک علامت نظر آئی جس سے اُسے اس کی صداقت
 کا یقین ہو گیا۔ وہ کچھ تو پہلے ہی بحر مصیبت میں غرق تھا اب اس پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی
 جو کسی بدخواہ دشمن کی زبان پر بھی نہیں آ سکتی۔ اپنے بیٹے کے غم میں اب اس نے محسوس کیا کہ
 اُس کے شباب میں جو روکاوٹ مرنے حکمت عملی سے اس پر عائد کر رکھی
 تھی اسکی وجہ سے میں خود اس پر مصیبت لانے کا باعث ثابت ہوا ہوں۔
 بے حد محبت کی وجہ سے اُسے محسوس ہوتا تھا کہ اُس کا بیٹا جو میدان جنگ میں
 ایک ایسے طریق پر کام آیا تھا جس پر بڑے بڑے بہادر رشک کریں۔ ایک
 معصوم بچے کی طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت میں اسے خیال گذرا کہ میرا
 بیٹا بچپن کی حالت میں موتیوں کی لڑیوں سے سجا ہوا میری اپنی جوان چھاتی پر
 لیٹ رہا ہے اور اس خیال میں وہ اُسے برکتیں دینے لگا۔ اُسے اس خیال سے
 شرمساری ہوئی کہ وہ جوان جس کا زندہ رہنا لازم تھا مارا گیا ہے لیکن میں بوڑھا
 ہو کر بھی ایسے ناواجب طریقوں پر اپنی زندگی کو طول دے رہا ہوں۔ اس طرح
 اپنے بیٹے کی خاطر آہ و زاری کرتا اور ناقابل بیان تکلیف سے کروٹ لیتا وہ
 ایک رات اور اسی بھکاری کے مکان میں رہا۔ پریاگ نے اُسے بھگون مٹھ کو
 چلنے کے لئے کہا لیکن فرط غم کی وجہ سے اُسے کسی بات کا خیال ہی نہ تھا اس لئے
 رات کے وقت اس نے ایسا کرنے کی خواہش تک بھی ظاہر نہ کی جس وقت
 رات آئی تو اس نے اپنے غم کا اظہار بڑے بڑے شبنم کے قطروں کی صورت
 میں کیا جو چاند کے نیچے کی طرف جھکے ہوئے چہرے سے آنسوؤں کی طرح گر رہے
 تھے۔ اور راج ہنسوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ پریاگ نے

جب صبح کے وقت اپنے آقا کو بھوک اور پیاس سے نحیف و زار دیکھا تو اس نے بہکاری کو کھانا لانے کے لئے کہا۔ بہکاری وٹار سے چلا گیا۔ اور واپسی پر لنکے سلنے دو برتن لار کھے جن میں کھڑی پکی ہوئی تھی لیکن جب اُس نے یہ بات کہی کہ میں یہ کھانا ایک شخص کے یگ سے لایا ہوں تو پریاگ نے آہ بھر کر کہا اُسے راجہ دیکھ لوگ اپنے آقا کو کھو کر کیسے خوش ہیں؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ تم کیوں سادہ لوح شخصوں کی طرح باتیں کرتے ہو۔ جو چلا گیا! چلا گیا! اُس کی مصیبت کا اثر کسی اور پر نہیں پڑتا۔ ہر شخص کو اپنی بہتری کا فکر ہے۔ سوائے اپنی مصیبت کے کوئی کسی کی مصیبت پر غم نہیں کھاتا جب سورج جو اس دنیا کی واحد آنکھ ہے دوسری دنیا میں چلا جاتا ہے تو سارا عالم اپنے گھروں میں بہ آرام سوتا ہے۔ تو پھر اور کون خیال کر سکتا ہے کہ بغیر میرے یہ سب سامان کیوں کر قائم رہ سکیگا؟ میری اپنے بیٹے سے اس قدر محبت تھی کہ اس وقت بھی جبکہ میں نے اس کی موت کی خبر سن لی ہے میرے دل میں کسی اور جاندار کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر اُس بیٹے کی نسبت جو میری جان کی جان بھڑا رہا ہے وہ مر گیا ہے میں اس طرح زندہ رہ سکتا ہوں گویا سب کچھ دست حالت میں ہے تو پھر کسی اور پر کیونکر عدم توجہی کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے؟

راجہ کی اس قدر گفتگو کر چکنے کے بعد پریاگ نے پھر وہ برتن لوٹا دیئے اور خفیہ طور پر بہکاری سے اچھا کھانا لانے کے لئے کہا مگر اُس نے جواب دیا کہ کل کے اخراجات نکالنے کے بعد میرے پاس کافی رقم نہیں بچی تاہم میں کوشش کرتا ہوں اور اس کے بعد اس طرح چلا گیا گویا وہ خود بھی غم کو محسوس کرتا تھا۔

ہرش کے ساتھ دغا بازی { جس طرح تھوڑی طاقت کے لوگ ناقابل
 اتلاف پارے کو ہضم نہیں کر سکتے ویسے
 ہی چھوٹے دل والے لوگوں کے واسطے خفیہ رازوں کا محفوظ رکھنا بہت
 مشکل کام ہے۔ ایک برہمن سیناسی کے رشتہ دار منورتھ نے جب یہ
 واقعہ اُس بہکاری سے جو اس کا دوست تھا سنا تو اُس بد بخت نے یہ
 بات کہی کہ اگر ہم راجہ کو اوچل کے حوالے کر دیں تو ہمیں بہت کچھ دولت
 حاصل ہو سکتی ہے اور اس طرح پر اُسے دغا بازی پر آمادہ کر لیا۔ معلوم ہوتا
 ہے کہ وہ کسی قابل نفرت کینے نوکر کا بیٹا تھا کیونکہ اچھے یا بُرے افعال کا
 اظہار اچھی یا بُری پیدا ئش سے ہوتا ہے۔ الہ راج نے ان دونوں سے
 یہ بات سُن کر اوچل کو خیر دی اور اس نے اسے خود اس معاملہ میں روائی
 کرنے کا حکم دیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کائتھ بھوت بھسج نے بھکاری اور
 برہمن کو الہ راج کے پاس بھجوا یا تھا۔ اگر یہ کیفیت ایک اتہام ہے جو
 اس وقت باندھا گیا تھا جبکہ بہت سی افواہیں پھیلی ہوئی تھیں تو اس کی
 وجہ یہ ہے کہ وہ بد ذات نوکر بھسج اپنی دغا بازی کے لئے مشہور تھا۔ اُسکے
 افعال کی واجب سزا یہی تھی کہ اُسے ایک سو پاک کی پٹی پر اٹھوایا گیا
 اور مختلف قسم کا ذلت آمیز سلوک کرنے کے بعد اُسے قید خانے میں بھیج دیا
 گیا اور آخر کار وہ وہیں مرا۔ ہرش دیو نے گو اُس کے بیٹے کا غم ابھی تازہ تھا
 بھوک سے تنگ آ کر اوپر پریاگ کے اصرار پر کھانا کھانے کا ارادہ کر لیا اور
 اب وہ بار بار اس خیال سے کہ بھکاری کھانا لیکر آ گیا ہے کھڑکی میں سے اس
 طرح دیکھ رہا تھا جس طرح کسی پرندے کا بچہ گھونسلے سے دیکھتا ہے۔ اسی اثناء
 میں سپاہیوں نے جھونپڑی کا محاصرہ کر لیا اور ساتھ ہی صحن کے دروازے

کے کھلنے کی آواز اُس کے کان میں پہنچی۔ جس پر اس نے سمجھ لیا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے بذات بھکاری کو سپاہیوں کے ہمراہ دیکھا جو صحن میں سے مکت کو باہر بلارہا تھا۔ راجہ نے مکت کو اپنے پاس سے بھیج دیا۔ دروازے کھول دیئے اور بے خوف ہو کر وہ چھوٹا سا چاقو جو اس وقت اس کے پاس تھا اٹھا لیا۔ ایک تند مزاج اور زرہ پوش سپاہی دلیری کر کے تلوار کھینچے اُس کے قریب پہنچ گیا مگر راجہ نے جو پہلوانی کرتب خوب اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اور باوجودیکہ جھونپڑی کی تنگی کی وجہ سے وہ کھلے طور پر کچھ نہ کر سکتا تھا اُسے زمین پر گرا دیا مگر رحم کھا کر اسے قتل نہ کیا۔ اور اس وقت بھی بہادرانہ جوش میں آکر کہنے لگا۔ اُس بد بخت کو مارنے سے جو زمین پر پڑا ہوا ہے مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایک سپاہی جو چھت اٹھا کر نیچے آ رہا تھا اور دوسرا جو اوپر لڑنے کی کوشش کر رہا تھا دونوں نے جب راجہ کو ہتھیار اٹھائے دیکھا تو زمین پر لیٹ گئے۔ ایک لمحے تک راجہ مقابلے کی حالت میں اُس سپاہی کی پیٹھ پر جو پہلے داخل ہوا تھا اس طرح سیدھا گھڑا دکھائی دیا جیسے چامنڈا رو رو پر۔ راجہ کے آخری لمحے میں جو لڑائی ہوئی تھی

۶۳۶ مکت کے بچ جانیکا ذکر اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کلہن کو ہرش کی فراری اور موت کے واقعات براہ راست یا بالواسطہ طور پر اس شخص سے حاصل ہوئے ہوں جو خود اُس کے اپنے خاندان سے تعلق رکھتا تھا (ترنگ ۱۶۲۳) اس سانہ کے موقع پر مکت وہاں سے نکل جانے پر جو پردہ پوشی کی گئی ہے اسکی وجہ بھی یہی ہو سکتی ہے۔

۶۳۷ اُس لڑائی کی داستان جس میں چامنڈا نے جو درگا کی ایک صورت ہے معاہدہ اپنی ہمراہی شکستوں کے دیت رو رو کو مغلوب کیا اور مارا تھا پدم پوران کی جلد ۵ اویسے ۲۶ شلوک ۵۹ تا ۹۰ میں مذکور ہے۔

نہ تو بہادروں کے شیروں جیسے نعرے۔ نہ نقاروں کی آواز اور نہ ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دیتی تھی۔ بخلاف اس کے مسلح ڈامر چپ چاپ اس جھوٹری میں اس طرح داخل ہو رہے تھے جیسے بلایاں اُس چوہیا کے گرد جمع ہو جاتی ہیں جو کسی ہنڈیا میں پڑی ہو۔ اس کے بعد ایک اور سپاہی نے جو چوچت میں سے داخل ہوا تھا پریاگ کے کندھے اور سر پر وار کرنے کے بعد راجہ پر حملہ کیا اور اُس کے ہتھیار کو روکتے ہوئے بڑی پھرتی سے دو دفعہ اسکی چھاتی میں خنجر گھونپ دیا۔

دو دفعہ ”اے ہمیشہ زور!“ اے ہمیشہ زور!“ کہہ کر راجہ ہر ش کی موت
 اے اللہ
 اس طرح زمین پر گر پڑا جیسے وہ درخت جس کی جڑ کاٹ دی گئی ہو۔ ہر چند کہ وہ ایک راجہ تھا تاہم اُسے اُس چور جیسی موت نصیب ہوئی جو بھاگتے بھاگتے کسی گھر میں داخل ہو گیا ہو۔ اُس زمانہ میں کوئی راجہ ایسا طاقتور دیکھنے میں نہیں آیا جیسا کہ یہ تھا نہ کسی کا ایسا شرمناک جنازہ اٹھا ہے۔ یہ صرف اُس جنگ سے جی چرانے کی ہی وجہ تھی کہ وہ اُس شان و شوکت سے جس کے ساتھ خوشی موجود ہوتی ہے محروم رہا۔ ممکن ہے اُس کا قصور صرف آزادانہ فیصلے کی عدم موجودگی ہو اور وہ تمام غلطیاں جو اس کی کامل تباہی کا موجب ثابت ہوئیں اُس کے وزیروں کی ہوں۔ جب وہ پانچ شدی بھادوں لو لکے (۱۷۱۷ء) میں قتل ہوا تھا تو اس کی عمر ۲۷ سال ۸ ماہ کی تھی۔ اس راجہ کی وہ طاقت جو اپنی نسل کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی آخر کار در یو دہن کی طرح اس کے اپنے ہی کنبے کی تباہی کا باعث ہوئی۔ وہ برج سرطان کی حالت میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس کی پیدائش کے

وقت منگل اور سنیچر پانچویں۔ برہسپت اور بدھ چھٹے۔ شکر اور سورج ساتویں اور چندرمان دسویں خانے میں تھا۔ نتیجہ وہ ہوا جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ سنگھتا کے مصنف کا قول ہے کہ کورو کے جانشین اور دوسرے لوگ جو اس وقت پیدا ہوئے جب کہ چندرمان۔ شکر اور اورنخس ستارے دسویں۔ ساتویں اور پانچویں خانے میں تھے۔ اپنے ہی خاندان کو تباہ کرنے کا باعث ثابت ہوئے اس ملک میں جن لوگوں نے اپنے راجہ کاسر کاٹا اور ایک لیرے کی طرح اُسے اس کے دشمن کے سامنے لے گئے وہ نہایت ناپاک تھے۔ جب راجہ کاسر کاٹا گیا تو زمین اور سمندر کانپ اُٹھے اور آسمان پر ہر چند کہ بادل نہ تھے تاہم سخت بارش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے اُس سر کو ایک بانس پر اٹھا کر اُس کے ساتھ جو جو بدسلوکیاں کیں اُن کے باعث اُن پر ایسے ہی مصیبتیں نازل ہونے والی تھیں جیسے کسی سراپ سے ہوتی ہیں۔ جس طرح ہرش کے عہد میں دیوتاؤں کی مورتیوں کی تباہی کا آغاز ہوا ویسے ہی اس وقت سے اس ملک میں

۶۳۸ء سٹائن صاحب نے پروفیسر جیکبی کو اس بات کی درخواست کی تھی کہ ترنگ کے شلوک ۷۱، ۷۲ میں ہرش کی پیدائش کے متعلق جو تاریخ دی گئی ہے اس کی تصدیق اس کنڈلی سے ہوتی ہے یا نہیں اس کا جواب پروفیسر مذکور نے بدیں الفاظ بھیجا۔ ہرش کا زائچہ اُس کے لوگ کال ۴۱۳۴ (کلچگی سمت) (۵۸ء) نویں ماہ سے مطابق نہیں کیونکہ اُس وقت سنیچر برہہ راس میں تھا۔ برچھک میں نہ تھا۔ اور شکر برچھک میں تھا مگر راس میں نہ تھا۔ باقی ماندہ تین سیاروں بدھ۔ منگل اور برہسپت کی موجودگی ہمارے شلوک کے ساتھ مطابقت کھاتی ہے۔ سنیچر کی عقامت کے متعلق جو غلطی ہے اس میں کسی قسم کی فرضی اصلاح کر لینا بالکل غیر ممکن ہے۔

راجہ کے سر کاٹنے کا نیا طریقہ شروع ہو گیا۔ جب یہ سر راجہ اوچل کے سامنے لایا گیا تو اُس نے مناسب خیالات کی وجہ سے اس کی طرف نہ دیکھا بلکہ ایک عرصے تک روتے رہنے کے بعد اُسے جلو ادا کر افسوس ہے کہ اتنے بڑے راجہ کے جسم کو ایک لوٹیرے کی لاش کی طرح اوچل کے احکام کے بغیر جلا یا جانا بھی نصیب نہ ہو سکا!! نوکر اُسے چھوڑ گئے تھے اور اس کے خاندان کا کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا اس حالت میں گورک نامی ایک لکڑہارے نے اس کی لاش کو ایک فقیر کی طرح بے کفن جلا دیا!!!

رامائن یا مہا بھارت کی طرح ہرش کی داستان بھی طویل اور کسی قدر حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ قسمت کے بادل سے دولت ایک بجلی کی چمک کا درجہ رکھتی ہے اور خاص عظمت کا انجام نہایت افسوس ناک ہوتا ہے۔ باوجود اس کے فرضی عظمت کا خیال اُن لوگوں کے دلوں سے دور نہیں ہوتا جو دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہر چند کہ اُس کے رنواس میں اتنی رانیاں تھیں تاہم ان میں سے ایک نے بھی اُس کے لئے آہ وزاری نہ کی۔ اُس کے اتنے ہمراہیوں میں سے ایک بھی نہ تو اُس کے ساتھ مرا اور نہ کسی مقدس مقام پر سنیاسی بنا۔ لوگوں کی طرف سے جن کا دل اپنے ہی آرام میں محو ہے اس قسم کی عدم توجہی دیکھ کر شرم کا مقام ہے کہ لوگ دنیا کو تیاگ کر جنگل میں نہیں چلے جاتے۔ آدمی جس کی نہ تو ابتدا اور نہ کچھ انجام ہے۔ ایک لمحہ بھر کے لئے خوشی اور مصیبت کی حالت میں سے گذر جاتا ہے۔ واقعی اس کی

۶۳۹ء ان چھ راجاؤں کے عہد حکومت کا مجموعہ درست ہے کیونکہ ددا اور ہرش کی موت کی تاریخیں علی الترتیب ۸ شادی بھادوں لوک ۴۹۰ء اور ۵ شادی بھادوں لوک ۴۹۱ء ہیں۔

حالت ایک ایسے ایکڑ کی مانند ہے جس کا نہ سر ہو نہ پیر !!! -
سنار کے پردے کے پیچھے چھپا ہوا وہ کہاں جاتا ہے ؟ اس بات کی
ہمیں خبر نہیں !!! -

شاہی دولت خاندان اودے راج میں اپنی نشست چھوڑ کر سات
واہن کی نسل کے اندر کانتی راج کے خاندان میں اس طرح چلی گئی جس طرح
دن کی روشنی ہمالیہ کی چھوٹی کو اُس وقت چھوڑ کر جبکہ دیوتا وہاں سے
اٹھ جاتے ہیں کوہ میرو کے بہشتی ڈھلوانوں کی طرف چلی جاتی ہے -
یہاں پر راج ترنگنی کی جسے مشہور کشمیری مدبر چمپک کے بیٹے کلہن نے
تالیف کیا ساتویں ترنگ ختم ہوتی ہے -

اس ترنگ میں خاندان اودے راج کے چھ راجاؤں کے عہد حکومت کا
ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے تین دن کم ۹۸ سال حکومت کی ۔

پہلی جلد ختم ہوئی

